اشعۃ اللمعات

شرح مشکوٰۃ

تصنیف لطیف
عارف باللہ شیخ محقق حضرت العلامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

اردو ترجمہ و حواشی
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناشر
فرید بک سٹال ○ ۴۰ اردو بازار - لاہور ۲ پاکستان

مکتبہ کر جنز جیم علی گڑھ ۔ -/75

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں

اُسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو (القرآن الحکیم)

جلد چہارم

اشعۃ اللمعات

شرحِ مشکوٰۃ

تصنیف منیف :-

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناشر

فرید بک سٹال، ۴۰- اردو بازار ◎ لاہور (پاکستان)

مکتبہ قاسمیہ رحمانیہ نقشبندیہ
براستہ گجرات
کدعالہ آزاد کشمیر
رفیق طارق ابن قاسم

فہرست مضامین اشعۃ اللمعات (جلد چہارم)

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
عرض حال		جسم گودنے کا حکم	۴۶
اشعۃ اللمعات کے جلیل القدر مترجم		ناپاک تیل بیچنے اور مسجد میں جلانے کا حکم	۴۷
		حرام تک پہنچنے کا حیلہ بھی حرام ہے۔	〃
کتاب البیوع	۳۹	بلی کے فروخت کرنے کا حکم	۴۸
اقسام تجارت اور ان کے احکام	۳۹	اولاد کی کمائی کھانا کیسا؟	۴۹
بیع وشرار کا معنی	۳۹	حرام مال سے صدقہ دینا گناہ ہے۔	۵۰
کمائی اور رزق حلال کی تلاش	۳۹	شک میں ڈالنے والی چیز سے بچو۔	〃
رزق کی کمائی سنت انبیار ہے	۴۰	نیکی وہ ہے جس کی طرف ضمیر مائل ہو	۵۱
جس کا کھانا پینا حرام ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟	۴۱	حرام میں واقع ہونے کے خطرے سے مباح کا چھوڑنا	۵۳
حضرت نعمان بن بشیر کا تذکرہ	۴۲	شراب سے متعلق دس افراد پر لعنت	〃
تنزل کے اعتبار سے اعمال کا نقشہ	۴۳	حضرت محیصہ اور حویصہ کا تذکرہ	۵۴
ترقی کے اعتبار سے نقشۂ اعمال	۴۴	پچھنے لگانے کی اجرت لینا	〃
حضرت رافع بن خدیج کا تذکرہ	۴۴	گانے والی لونڈیوں کا خریدنا بیچنا ممنوع	۵۵
طیب کا معنی	۴۵	گانے کی حرمت کی کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی۔	۵۶
کتے کی قیمت میں ائمہ کا اختلاف	۴۵	رزق حلال کمانا فرض ہے۔	〃
حضرت ابو جحیفہ کا تذکرہ	۴۶	قرآن پاک کی کتابت کا معاوضہ لینا جائز ہے۔	۵۷
خون بیچنے کا حکم	〃	دیانت دار تاجر کی کمائی پاکیزہ ہے۔	〃
سود کھانے کھلانے والے پر لعنت	〃	ایک زمانہ آئے گا جب درہم و دینار ہی فائدہ دیں گے۔	۵۸

مضامین	صفحہ
دودھ کا بیچنا جائز ہے	۵۸
بندہ جب کسی مقام پر فائز کیا جاتا ہے تو حقوق کی ادائی آسان کر دی جاتی ہے۔	۵۹
حرام کی کمائی سے کپڑا پہنا تو نماز مقبول نہیں۔	۶۱
باب: معاملہ میں نرمی برتنا۔	۶۲
خرید و فروخت میں نرمی کرنے والے کے لیے دعائے رحمت	//
خلق خدا پر مہربان کو بخش دیا گیا	۶۳
حضرت ابو قتادہ کا ذکر	۶۴
سچے اور امین تاجر کی فضیلت	۶۵
اختیار کا بیان	۶۷
بیع میں اختیار کی قسمیں	//
خیار مجلس کا حکم	۶۸
حضرت حکیم بن حزام کا تذکرہ	۶۹
عمرو بن شعیب کا ذکر	۷۱
سود کا باب	۷۲
سود سے تعلق رکھنے والوں پر لعنت	//
ان چھ چیزوں کا ذکر منصوص جن میں سود ہے	۷۳
عمدہ کو ردی کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ بیچنے کا شرعی طریقہ۔	۷۶
لفظ اَوَّہ کا معنیٰ	۷۷
کھجوروں کے بدلے تولے بغیر کھجوریں بیچنا ممنوع	۷۸
حضرت فضالہ بن ابی عبید کا ذکر	۷۹
سود نہ کھانے والے کو بھی اس کا بخار پہنچے گا۔	۷۹
کھجوروں کے بدلے چھوہارے خریدنے میں ائمہ کا اختلاف	۸۱

مضامین	صفحہ
حیوان کے بدلے گوشت بیچنے کا حکم	۸۱
میسر کا معنیٰ	//
حیوان کے بدلے حیوان کا بیچنا	۸۲
حضرت عبداللہ بن حنظلہ	۸۳
سود کی ستر جزوں میں سے ادنیٰ یہ ہے کہ کوئی ماں سے زنا کرے۔	۸۴
سود کھانے والوں کے پیٹ میں سانپ	۸۵
مقروض سے تحفہ وصول نہ کیا جائے	۸۶
تجارت کی ممنوع قسمیں	۸۸
مزابنہ کی وجہ تسمیہ	۸۹
مخابرت کا معنیٰ	۹۰
حکومت مزارعت پر پابندی لگا سکتی ہے۔ (حاشیہ)	//
عریہ کا معنیٰ	۹۱
پھل پکنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت	۹۳
قبضے سے پہلے کوئی چیز فروخت نہ کی جائے۔	۹۴
جس جانور کو دودھ روک کر بیچا گیا اس کا کیا حکم ہے؟	۹۷
حدیث تصریہ کی توجیہ (حاشیہ)	//
کسی کی بیع پر بیع اور پیغام نکاح پر پیغام ممنوع	۹۹
کوئی شہری دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے	//
بیع ملامسہ اور منابذہ ممنوع	۱۰۰
اشتمال صمّاء کا مطلب	۱۰۱
دھوکے کی بیع کی تمام قسمیں ممنوع	۱۰۲
حمل کے حمل کا فروخت کرنا ممنوع	//
نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت ممنوع	۱۰۳

مضامین	صفحہ
تنگدستوں پر مہربانی کرنے والے کی مغفرت	۱۳۳
جو شخص قیامت کے دن امداد چاہتا ہے وہ آج امداد کرے۔	//
حضرت ابو الیسر کے احوال	۱۳۴
حضرت صدیق اکبر کی کنیت کی وجہ ؟	۱۳۵
حیوان کے قرض لینے کا حکم ؟	//
رباعی کا معنی	//
بغیر شرط کے قرض کا بہتر معاوضہ دینا اچھا ہے	//
صاحبِ حق کو بات کرنے کا حق ہے۔	//
مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔	۱۳۶
قرض کا مطالبہ کرنے میں سختی نہ کی جائے	۱۳۷
شہید کی تمام خطائیں معاف مگر قرض نہیں۔	۱۳۹
سید عالم اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جو مقروض ہوتا۔	۱۴۰
ابو خلدہ الزرقی۔	۱۴۱
مومن کی جان قرض میں اٹکی رہتی ہے جب تک ادا نہ ہو۔	۱۴۱
مال دار کا ٹال مٹول اس کی بے عزتی کو جائز قرار دیتا ہے۔	۱۴۳
جو تکبر، خیانت اور قرض سے پاک فوت ہوا، جنت میں جائے گا	۱۴۴
مسلمانوں میں طے شدہ شرائط لازم ہیں سوائے اس کے جو حلال کو حرام کرے۔	۱۴۵
تول اور جھکتا ہوا تول	۱۴۶
قرض کا بدلہ شکریہ اور ادا ہے	۱۴۷
صاحبِ حق مہلت دے تو ہر دن کے بدلے صدقہ۔	۱۴۷

مضامین	صفحہ
تیرا بھائی قرض کے سبب قید ہے اس کا قرض ادا کرو۔	۱۴۸
جب تک شہید کا قرض ادا نہ کیا گیا جنت میں نہیں جائے گا۔	۱۴۹
حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش	۱۴۹
شرکت اور وکالت کا باب	۱۵۰
حضرت زہرہ	۱۵۱
حضرت عبداللہ بن ہشام کے لئے حضور نے برکت کی دعا کی۔	//
انصار نے مہاجر بھائیوں کو مال میں شریک کیا۔	۱۵۲
حضرت عروہ کے لئے حضور نے دعا کی وہ مٹی خریدتے تو نفع پاتے۔	۱۵۳
حضرت عروہ بن ابی الجعد	//
خیانت کے بغیر شراکت باعث برکت	//
برائی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے۔	۱۵۴
وسق کی مقدار	//
حضرت صہیب رومی	۱۵۵
گھر کے لیے گندم اور جو کا ملانا باعث برکت۔	//
ظلماً مال لینے اور مانگ کر لینے کا باب	۱۵۶
جس نے ایک بالشت زمین غصب کی اسے سات زمینوں سے طوق ڈالا جائے گا۔	//
کوئی شخص کسی کا جانور اجازت کے بغیر نہ دوہے۔	۱۵۷
تمہاری ماں غیرت کھا گئیں	۱۵۸
ٹوٹے ہوئے پیالے کی جگہ صحیح بھجوا دیا	//
لوٹ مار اور اعضاء کاٹنے کی ممانعت	۱۵۹

مضامین	صفحہ
جس جس چیز کی تمہیں خبر دی گئی میں نے نماز میں دیکھ لی۔	۱۵۹
حاجیوں کا چور اور بلی کے قاتل آگ میں۔	۱۶۰
مجن اور قعصب کا معنیٰ	″
خشاش کا معنیٰ۔	۱۶۱
ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔	۱۶۲
جو بنجر زمین آباد کرے وہ اسی کی ہے۔ امام کی اجازت	″
شرط ہے۔	″
کسی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر جائز نہیں۔	″
حضرت عروہ تابعی ہیں، مرآۃ کا تسامح	″
شغار کا معنی اور اس کا حکم	۱۶۳
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۱۶۴
کسی چیز کے چھپانے چرانے کا مذاق جائز نہیں۔	″
کسی سے لی ہوئی چیز کا واپس کرنا لازم ہے۔	۱۶۵
چارپایہ دن یا رات کے وقت کسی کا باغ تباہ کر دے۔	۱۶۶
کسی کے چوپائے کا دودھ کب پیا جا سکتا ہے۔؟	۱۶۷
حالتِ اضطرار کسی کے باغ کا پھل کھایا جا سکتا ہے۔	۱۶۸
حضرت صفوان بن امیہ (حاشیہ)	″
مانگی ہوئی چیز واپس کی جائے گی۔	۱۶۹
"مِنحۃ" کا معنیٰ	″
ناحق زمین لینے والے کو اس کی مٹی اٹھانے کا پابند	
کیا جائے گا۔	۱۷۱
شفعہ کا بیان ————	۱۷۲
شفعہ اس چیز میں ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو۔	″
شفعہ غیر زمین میں نہیں ہے۔	۱۷۳

مضامین	صفحہ
پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔	۱۷۳
اختلاف کی صورت میں راستہ سات ہاتھ کا ہوگا۔	۱۷۴
حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ۔	″
جو بیری کاٹے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں گرائے۔ کا مطلب۔	۱۷۶
کنوئیں اور کھجور کے نر درخت میں شفعہ نہیں۔	″
مساقاۃ اور مزارعت کا بیان ————	۱۷۷
خیبر کی زمینیں پیداوار کے نصف پر یہودیوں کو دیں۔	۱۷۸
حضور نے زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا۔	″
دراہم و دنانیر کے بدلے زمین مزارعت پر دینے میں	
حرج نہیں۔	۱۷۹
خل کا معنیٰ	۱۸۰
بہتر ہے کہ اپنے بھائی کو زمین عاریۃً دے۔	۱۸۱
جس گھر میں آلۂ زراعت داخل ہوا اس میں ذلت	۱۸۲
داخل ہوگی۔	″
مدینہ منورہ کے مہاجرین تہائی چوتھائی پر کاشت	
کرتے تھے۔	۱۸۳
کرائے پر دینے کا بیان ————	۱۸۴
حضرت عبداللہ بن مغفل اور ثابت بن ضحاک۔	″
زمین مزارعت پر دینا ممنوع، کرایہ پر دینا جائز۔	″
حضور نے سنگیاں لگوائیں اور نسوار لی۔	۱۸۵
ہر نبی نے بکریاں چرائیں، اس کی حکمت۔	″
قیراط	″
تین اشخاص جن کے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن	
جنگ کرے گا۔	۱۸۶

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
ایک صحابی نے دم کر کے چند بکریاں لیں۔	۱۸۶	جوزمین کے گرد دیوار بنا لے وہ اس کی ہے۔	
لدیغ“ اور سلیم“ کا معنیٰ	۱۸۷	حضرت زبیر کو گھوڑے کی دوڑ کی حد تک زمین عطا فرمائی۔	۱۹۷
تعلیم قرآن پر معاوضہ لینا۔	۱۸۸		۱۹۸
تونے تو سچا دم کر کے کھایا ہے۔	〃	مسلمان پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں۔	۲۰۰
مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔	۱۸۹	جوکسی پانی تک سب سے پہلے پہنچا وہ اس کا ہے۔	۲۰۱
	〃	جس نے غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ اس کی ہے۔	〃
سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔	〃	اگر میں غریبوں کی مدد نہیں کرتا تو میری بعثت کا کیا مقصد؟	۲۰۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کی مزدوری قبول کی۔	۱۹۰	انصاری کو فرمایا: یہ شخص تکلیف دینے والا ہے اس کے درخت کاٹ دو۔	
تعلیم قرآن پر ہدیہ لینے پر وعید	۱۹۱		۲۰۳
حق مہر مال ہو سکتا ہے، خدمت زوجہ مہر نہیں (حاشیہ)	〃	پانی، نمک اور آگ روکنا جائز نہیں۔	۲۰۵
بنجر زمینوں کو آباد کرنے اور پانی دینے کا بیان —	۱۹۲	حمیرا، ام المومنین کا لقب۔	
موات اور شرب کا معنیٰ	〃	عملیات کا باب	〃
جو غیر مملوکہ زمین آباد کرے وہ اسی کی ہے، امام کی اجازت سے۔	۱۹۳	اگر چاہو تو اصل زمین روک لو اور پیداوار صدقہ کر دو۔	۲۰۶
	۱۹۳	متاثل کا معنیٰ	〃
چراگاہیں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہیں۔		کسی کو عمر بھر کے لیے مکان دینے کا حکم۔	۲۰۷
انصاری کی سخت بات کے باوجود حضور نے جو فیصلہ کیا عین عدل تھا۔	۱۹۴	سابقہ ابواب کی متمم حدیثیں —	۲۰۸
		ریحان کا ہدیہ واپس نہ کرو۔	۲۱۱
حضرت عروہ بن زبیر۔	۱۹۵	ہبہ واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔	〃
شراج اور حرۃ کا معنیٰ۔	〃		〃
زائد پانی نہ روکو۔	〃	ہبہ واپس لینا حرام نہیں۔ (حاشیہ)	۲۱۲
تین آدمیوں کے لیے وعید	۱۹۶	تمام اولاد کو یکساں ہدیہ دیا جائے۔	۲۱۳
تونے لوگوں کو پانی سے روکا آج میں تجھے اپنے فضل سے محروم کرتا ہوں۔	〃	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ۔	۲۱۴
		بوقت ضرورت باپ، اولاد سے ہبہ واپس لے سکتا ہے۔	۲۱۵
	۱۹۷	ایک اونٹنی تحفہ پیش کرنے والے کو کچھ عطا فرمائیں۔	۲۱۶

مضامین	صفحہ
جسے عطیہ دیا گیا وہ بدلہ دے یا شکریہ ادا کرے۔	۲۱۶
مُحسِن کو جزاک اللہ خیراً کہہ دینا کافی ہے۔	۲۱۷
کوئی فاسق احسان کرے تو اس کی اتنی تعریف نہ کرو کہ ولی بنا دو۔	״
انسانوں کا ناشکرا اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔	۲۱۸
محسن کے لیے دعا کرو وہ سارا ثواب نہیں لے جائیگا۔	״
ایک دوسرے کو تحفہ دینا کدورتوں کو دور کر دیتا ہے۔	۲۱۹
کسی ہدیے کو حقیر نہ جانو	״
تکیہ، تیل اور دودھ پیش کیا جائے تو واپس نہ کیا جائے۔	۲۲۰
خوشبو واپس نہ کی جائے۔	״
ابو عثمان نہدی۔	״
میں صرف حق پر گواہ بنتا ہوں۔	۲۲۱
نیا پھل پیش کیا جاتا تو اسے چومتے اور بچے کو عطا فرماتے۔	״
گری ہوئی چیز کے اٹھانے کا بیان۔	۲۲۲
گم شدہ تھیلی، بکری یا اونٹنی ملے تو کیا کیا جائے؟	״
گم شدہ چیز ملے تو کس جگہ اعلان کیا جائے اور کتنا عرصہ؟	۲۲۳
گم شدہ چیز کو پناہ دینے والا گمراہ ہے اگر اعلان نہ کرے۔	۲۲۵
حاجی کی گری ہوئی چیز اٹھانا ممنوع ہے۔	״
جو ڈھال کی قیمت کے برابر خرمن سے پھل چرائے اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔	۲۲۶
مِیتاء کا معنیٰ	۲۲۷
حضرت علی نے گرا ہوا دینار لے کر خرچ کر دیا، پھر اسکی مالک عورت آ گئی۔	۲۲۸

مضامین	صفحہ
مسلمان کا گم شدہ مال آگ کا شعلہ ہے۔	۲۲۸
حضرت جارود رضی اللہ عنہ	״
جسے گری ہوئی چیز ملے وہ عادل کو گواہ بنائے۔	״
حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ	۲۲۹
لاٹھی، چابک اور رسی جیسی چیزوں کو اٹھا کر نفع حاصل کرنا جائز۔	״
وراثت کے حصوں کا بیان	۲۳۰
فرائض کا معنیٰ	״
جو نادار فوت ہوا اس کا قرض ہم ادا کریں گے، مال چھوڑا تو وارثوں کا	״
وراثت کے معین حصے مستحقین کے، باقی قریبی مرد کیلئے۔	۲۳۱
مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں۔	۲۳۲
قوم کا آزاد کردہ غلام ان کے حکم میں ہے۔	״
بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا وارث نہیں (حاشیہ)	״
قوم کا بھانجا ان ہی میں سے ہے۔	۲۳۳
مختلف دینوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں۔	״
قاتل وارث نہیں بنتا۔	۲۳۴
ماں نہ ہو تو جدہ کے لیے چھٹا حصہ	״
بچہ زندہ پیدا ہو تو وارث بنے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے۔	״
ماموں اس کا وارث جس کا کوئی وارث نہیں۔	۲۳۵
عورت تین افراد کی وراثت حاصل کرتی ہے۔	۲۳۶
حرام کی اولاد نہ وارث ہے، نہ مورث۔	۲۳۷
حضور کا مولیٰ فوت ہوا وراثت اس کی بستی والوں کو دے دی۔	۲۳۷

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ترکہ بیت المال میں۔	۲۳۸	حضرت عمرو بن عاص اور ہشام بن عاص۔	۲۵۴
پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت۔	//	وارث کی میراث قطع کرنے والے کے لیے وعید۔	۲۵۵
سگے بھائی کے ہوتے سوتیلا وارث نہیں۔	//	کتاب النکاح	//
ترکہ سے دو تہائی بیٹیوں کا ۱/۸ بیوہ کا باقی بھائی کا۔	۲۴۰	نکاح کا معنیٰ اور اس کا حکم	//
حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ	۲۴۰	نکاح کے فائدے	۲۵۶
۱/۲ بیٹی کو ۱/۶ پوتی کو باقی بہن کو ملے گا۔	۲۴۱	تبتل۔	۲۵۷
۲/۳ لڑکیوں کو ۱/۳ باپ کو ملے گا۔	۲۴۲	نکاح کے وقت سب سے پہلے عورت کی دینداری دیکھو۔	//
جدہ کا حصہ ۱/۶ ہے ایک ہو یا زیادہ۔	۲۴۳	دنیا کا بہترین متاع نیک عورت ہے۔	۲۵۸
باپ کے ہوتے ہوئے دادی وارث نہیں (حاشیہ)	۲۴۴	عورت کی خوبی یہ کہ بچے پر مہربان مرد کے مال کی محافظ ہو۔	//
مرد کی دیت سے عورت کو حصہ ملے گا۔	۲۴۵		
حضرت ضحاک بن سفیان اور اشیم ضبابی	//	مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ کوئی آزمائش نہیں۔	۲۵۹
حضرت تمیم داری	//	بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں ہی تھا	//
جس کے ہاتھ پر آدمی ایمان لائے، کیا وہ وارث ہوگا؟	۲۴۶	اگر بدفالی ہوتی تو عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی۔	//
کیا آزاد کردہ غلام وارث بنے گا؟	//	کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا۔؟	۲۶۰
بھتیجا وارث ہے پھوپھی نہیں۔	۲۴۷	بغیر اطلاع اچانک رات کو گھر پہنچنا ممنوع۔	۲۶۱
ولاء کی تعریف (حاشیہ)	//	تین افراد کی امداد اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر۔	//
میراث کے احکام سیکھو، اسی طرح حج اور طلاق کے۔	۲۴۸	جس کا دین اور اخلاق پسند ہوں اس سے نکاح کردو۔	۲۶۲
وصیتوں کا باب	//	محبت کرنے والی اور بچے جننے والی سے نکاح کرو۔	//
جس کے پاس لائق وصیت چیز ہو وہ وصیت لکھ رکھے۔	۲۴۹	کنواریوں سے نکاح کرو۔	۲۶۳
وصیت ترکے کے ۱/۳ تک کی جاسکتی ہے۔	۲۵۰	نکاح فریقین میں محبت کے اضافے کا موجب ہے۔	۲۶۴
وارث کے لیے وصیت نہیں	۲۵۱	جو پاک صاف بارگاہ الٰہی میں جانا چاہے آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔	//
وصیت میں نقصان پہنچانے والے کے لیے آگ واجب۔	۲۵۲		
جو کچھ مال کی وصیت فقراء کے لیے کر گیا بخشا گیا۔	۲۵۳	تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔	۲۶۵
غلام آزاد کرنے اور صدقے کا ثواب صرف مسلمان کو پہنچتا ہے۔	۲۵۴	نکاح سے آدھا دین مکمل۔	//

مضامین	صفحہ
جسے پیغام نکاح دیا اسے دیکھنے اور ستر کا بیان	۲۶۶
اسے دیکھ لو کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔	۲۶۷
کیا عورت کا چہرہ عورت ہے؟	″
کوئی عورت اپنے مرد کے سامنے دوسری عورت کا مکمل حلیہ بیان نہ کرے۔	۲۶۸
مرد، مرد کی اور عورت، عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے۔	″
مرد اور عورت کا ستر کیا ہے؟	″
کوئی مرد کسی عورت کے پاس رات نہ گزارے مگر یہ کہ شوہر ہو یا محرم۔	۲۶۹
دیور تو موت ہے۔	″
حضرت ابوطیبہ نے حضرت ام سلمہ کے فصد کیا۔	۲۷۰
اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جاتے تو نظر پھیر لو۔	″
عورت، شیطان کی صورت میں آتی اور جاتی ہے۔	″
جب مرد کسی عورت کو دیکھ کر متاثر ہو تو بیوی کے پاس جائے۔	۲۷۱
پیغام نکاح سے پہلے ان امور میں غور کیا جائے جو باعث نکاح ہوں۔	″
جسے پیغام نکاح دیا جائے اسے دیکھ لینا چاہیے	۲۷۲
صنفِ نازک سراپا عورت ہے۔	۲۷۳
ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔	″
جب لونڈی کا نکاح کسی سے کردے تو اس کا ستر نہ دیکھے۔	۲۷۴
ران، عورت ہے۔	″
زندہ یا مردہ کی ران نہ دیکھو۔	″
اپنی رانیں ڈھانپ لو۔	۲۷۵
ننگے ہونے سے بچو۔	″
کیا تم دونوں نابینا ہو؟ تم انہیں نہیں دیکھتیں۔	۲۷۶
اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کیا جائے۔	۲۷۷
جب مرد تنہائی میں کسی عورت سے ملتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔	″
شیطان، آدمی کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے	″
حضور کا ہمزاد مسلمان ہو گیا۔	۲۷۸
جن سے تم شرما رہی ہو وہ تمہارے والدین اور غلام ہے	″
اس حدیث سے امام شافعی کے استدلال کا جواب (حاشیہ)۔	۲۷۹
اس قسم کے لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں۔	″
مخنث کا معنیٰ۔	″
"عُکَن" کا معنیٰ۔	۲۸۰
ننگے نہ چلا کرو۔	۲۸۱
حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کبھی حضور کا ستر نہیں دیکھا	″
پہلی بار عورت کو دیکھ کر نگاہیں جھکانے والے کی فضیلت۔	″
جس کا ستر دیکھا اور جس نے دیکھا دونوں پر لعنت۔	۲۸۲
نکاح کے ولی اور عورت سے اجازت لینے کا بیان۔	″
نکاح کرتے وقت بیوہ سے پوچھا جائے، کنواری سے اجازت لی جائے۔	″
باپ کا کیا ہوا نکاح حضور نے رد کر دیا۔	۲۸۴
نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر۔	۲۸۵

مضامین	صفحہ
نکاح نہیں مگر ولی کے ذریعے کا مطلب۔	۲۸۶
عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا کیا حکم؟	″
زانیہ عورتیں وہ ہیں جو گواہوں کے بغیر نکاح کریں۔	۲۸۷
یتیم بچی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے۔	″
مولا کی اجازت کے بغیر غلام نکاح کرے تو وہ زانی ہے	۲۸۸
کنواری لڑکی جو باپ کے نکاح سے ناخوش تھی اسے اختیار دے دیا۔	″
بالغ لڑکے کا نکاح نہ کیا تو اس کا گناہ باپ کے سر۔	۲۸۹
بارہ سالہ لڑکی کا نکاح نہ کیا اس کا گناہ باپ کے سر۔	۲۹۰
اعلانِ نکاح، خطبہ اور شرط کا بیان۔	″
ایک بچی نے کہا ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، حضرت رُبَیِّعؓ بنت معوذ	۲۹۱
کیا تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہ تھا۔	″
شوال میں نکاح اور رخصتی مستحب۔	۲۹۲
سب سے زیادہ وفا کے لائق شرطیں وہ ہیں جو نکاح میں طے ہوں۔	″
کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے۔	۲۹۳
عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔	″
شغار ممنوع ہے، نیز اس کا مطلب	۲۹۴
متعہ کی تعریف اور اس کا حکم۔	۲۹۵
پالتو گدھوں کا حکم۔	″

مضامین	صفحہ
اوطاس	۲۹۵
نکاح وغیرہ کے وقت پڑھا جانے والا خطبہ۔	۲۹۶
جس خطبے میں تشہد نہ ہو وہ کوڑھی ہاتھ کی طرح ہے۔	۲۹۸
جو اہم کام حمد باری تعالیٰ سے شروع نہ ہو نا تمام ہے۔	″
نکاح مسجدوں میں کرو، اس کا اعلان کرو۔	۲۹۹
نکاح میں حلال و حرام کے درمیان فرق آواز اور دف ہے	″
محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ	۳۰۰
عائشہ تم گانے کا حکم کیوں نہیں دیتیں۔	″
انصار ایسی قوم ہے جو غزل پسند کرتی ہے۔	۳۰۱
جس عورت کا نکاح دو ولی کر دیں تو پہلا نکاح صحیح۔	″
مُتعہ ابتداء اسلام میں تھا۔	۳۰۲
مُتعہ کی حرمت قرآن پاک سے۔	″
شادی کے موقع پر گانے کی اجازت۔	۳۰۳
باب المحرمات۔	۳۰۴
عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کا جمع کرنا جائز نہیں۔	۳۰۵
دودھ پینے سے وہ عورتیں حرام جو نسب سے حرام ہیں۔	۳۰۵
عورت کا رضاعی چچا اس کے پاس آسکتا ہے۔	۳۰۶
کتنی بار دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟	۳۰۷
کتنی عمر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟	۳۰۸
کیا ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی؟	۳۰۹
مشرکوں کی عورتیں عدت (استبراء) کے بعد مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔	۳۱۰

مضامین	صفحہ
وہ عورتیں جن کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔	٣١١
باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے کے قتل کا حکم۔	٣١٢
حضرت ابوبردہ بن نیار۔	″
حجاج بن حجاج اسلمی، تابعی۔	٣١٣
دایہ کو بطور انعام غلام یا کنیز دینا۔	″
دودھ پلانے والی کے لئے حضور نے اپنی چادر بچھائی۔	٣١٤
ابوالطفیل غنوی رضی اللہ عنہ۔	٣١٤
چار بیویاں پاس رکھو باقی کو جدا کر دو۔	″
حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ	٢١٥
زوجین میں سے ایک ایمان لے آیا دوسرے نے انکار کیا تفریق کی جائے۔ (حاشیہ)	″
مرد ایمان لایا تو دو بہنیں نکاح میں تھیں کسے پاس رکھے؟	٣١٦
پہلے عورت ایمان لائی پھر مرد، نکاح برقرار رکھا۔	٣١٧
نسب اور صاہرت کی بنا پر سات عورتیں حرام۔	٣١٩
منکوحہ سے صحبت کی ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح حرام۔	″
منکوحہ کی ماں سے نکاح مطلقاً حرام	″
باب المباشرۃ ———	٣٢٠
تم اپنی کھیتیوں کو آؤ جیسے چاہو۔	″
عزل کی ممانعت نہیں۔	٣٢١
جو مقدر ہے وہ آکر رہے گا۔	٣٢٢
قیامت تک جو روح بھی پیدا ہونے والی ہے پیدا ہو کر رہے گی۔	″

مضامین	صفحہ
عزل خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۔	٣٢٥
وَأْدٌ کا معنیٰ	٣٢٦
قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو بیوی کے راز ظاہر کرے۔	″
عورتوں سے لواطت نہ کرو۔	٣٢٧
حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری۔	″
بیوی سے لواطت کرنے والا ملعون ہے۔	″
لواطت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہوگا۔	٣٢٨
حضرت اسماء بنت یزید (صحابیہ)	″
غیلہ کا معنیٰ اور اس کا حکم۔	٣٢٩
آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل ممنوع۔	″
گزشتہ باب کے لواحق اور متممات کا بیان ———	″
حضرت عروہ بن زبیر۔	٣٣٠
عورت آزاد ہوئی اسے اختیار ہے شوہر کے ساتھ رہے یا نہ۔	″
کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: صرف سفارش کر رہا ہوں۔	٣٣١
میاں بیوی کو آزاد کرنا ہے تو پہلے مرد کو آزاد کرو۔	٣٣٢
مہر کا بیان ———	٣٣٣
مہر کی کم از کم مقدار، ائمہ کا اختلاف	″
تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟ عرض کیا صرف تہ بند۔	٣٣٤
قرآن پاک مہر نہیں ہے۔	٣٣٥

مضامین	صفحہ
حضور کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم	۳۳۵
عورتوں کا بھاری مہر مقرر نہ کیا کرو (حضرت عمر)	۳۳۶
حضرت فاطمہ اور حضرت ام حبیبہ کا مہر	//
بنو فزارہ کی ایک عورت کا مہر معجل دو جوتے تھے۔	۳۳۷
مہر کے بغیر نکاح کیا تو مرد کو مہر مثل دینا ہوگا۔	۳۳۸
حضرت ابن مسعود نے ایک ماہ غور کے بعد فتویٰ دیا۔	//
وکس اور شَطَطٌ کا معنی	//
حضرت معقل بن یسار	//
حضرت اُم حبیبہ کا نکاح نجاشی نے حضور سے کیا۔	۳۳۹
حضرت اُم حبیبہ۔	۳۴۰
حضرت اُم سلیم نے اسلام کے سبب حضرت ابو طلحہ سے نکاح کیا۔	//
حضرت اُم سلیم۔	//
باب الولیمہ ————	۳۴۱
ضیافت کی آٹھ قسمیں۔	//
ولیمہ کرو اگرچہ بکری پر ہو، مراد تکثیر ہے۔	//
صرف اُم المومنین زینب پر بکری سے ولیمہ کیا۔	۳۴۲
حضرت زینب کی رخصتی پر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔	//
حضرت صفیہ کی آزادی کو مہر قرار دیا اور حریسہ سے ولیمہ کیا۔	۳۴۳
حضرت صفیہ کے ولیمہ میں کھجوریں، پنیر اور گھی کی دعوت۔	//
بعض امہات المومنین کا ولیمہ دو سیر جو سے کیا۔	۳۴۴
جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرے۔	//

مضامین	صفحہ
وہ چیزیں جن کی بنا پر ولیمہ میں شرکت لازم نہیں۔	۳۴۴
ولیمے کا وہ کھانا برا ہے جس میں صرف امیروں کو بلایا جائے	۳۴۵
ایک شخص ہمارے پیچھے آگیا ہے چاہو تو اجازت دو۔	۳۴۶
کسی نبی کے لائق نہیں کہ سجائے ہوئے گھر میں داخل ہو۔	۳۴۷
دو آدمی دعوت دیں تو پہلے کی دعوت قبول کرو۔	۳۴۸
پہلے دن کا کھانا حق، دوسرے دن سنت، تیسرے دن دکھلاوا۔	//
شکر نعمت مقصود ہو نہ کہ نمائش۔	۳۴۹
جن کا مقصد نمائش ہو ان کا کھانا ممنوع ہے۔	//
فاسقوں کی دعوت قبول کرنا ممنوع۔	۳۵۰
اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا حرام ہے تو نہ کھائیے۔	۳۵۱
باب القسم (باری مقرر کرنا) ————	//
وصال کے وقت نو ازواج مطہرات تھیں۔	۳۵۲
نو امہات المومنین کے نام	//
حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔	۳۵۲
حضرت سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا؟ (مترجم)	۳۵۳
کل ہم کہاں ہوں گے؟ حضرت عائشہ کی باری مطلوب تھی۔	//
سفر پر ساتھ لے جانے کے لیے امہات المومنین میں قرعہ اندازی۔	۳۵۴
بیویوں کی باری ابتدا ہی سے مقرر ہوتی ہے۔ (حاشیہ)	//
ازواج مطہرات میں باری مقرر فرماتے اور انصاف کرتے۔	۳۵۶
مباشرت میں برابری ضروری نہیں۔	//
دو بیویوں میں انصاف نہ کرنے والے کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔	//

مضامین	صفحہ
یہ ام المومنین کا جنازہ ہے، زور سے ہلاؤ اور نہ ہی جھٹکا دو۔	۳۵۶
حضرت ام المومنین میمونہ	۳۵۷
بیویوں کی رفاقت اور ان کے حقوق کا بیان۔	۳۵۸
عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو کہ وہ پسلی سے پیدا ہوئیں۔	۳۵۹
وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں سیدھی کرنا چاہو گے توڑ بیٹھو گے۔	۳۶۰
کوئی مومن مرد، مومن عورت سے بغض نہ رکھے۔	〃
بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا۔	〃
عورت کو غلاموں کی طرح کوڑے نہ مارو۔	۳۶۱
ہوا خارج ہونے پر ہنسنا ممنوع ہے۔	〃
حضرت عائشہ گڑیوں سے کھیلتی تھیں۔	۳۶۲
حضرت عائشہ نے حبشیوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دیکھا۔	〃
حضرت عائشہ کو فرمایا ہم جانتے ہیں کہ تم کب خوش ہوتی ہو اور کب ناخوش۔	۳۶۳
خدا کی قسم! میں آپ کا صرف نام ہی ترک کرتی ہوں۔	〃
مرد کے بلانے پر عورت نہ آئے تو فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔	۳۶۴
آدمی وہ چیز ظاہر کرے جو اسے حاصل نہیں وہ دو جھوٹے کپڑوں والے کی طرح ہے۔	۳۶۵
امہات المومنین سے ایک مہینے کی علیحدگی اختیار کی۔	۳۶۶
حضور سے نفقہ کا مطالبہ کرنے پر شیخین نے اپنی صاحبزادیوں کو تنبیہ کی۔	۳۶۷
کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار	

مضامین	صفحہ
کرتی ہوں۔ (حضرت عائشہ)	۳۶۸
میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری فرماتا ہے۔	۳۷۰
حضرت عائشہ نے نبی اکرم کے ساتھ دوڑ لگائی۔	۳۷۱
تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ (الآیۃ) کی دو تفسیریں (حاشیہ)	〃
تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو۔	۳۷۲
اگر میں کسی کو سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔	۳۷۳
وہ عورت جنت میں جائے گی جس کی وفات کے وقت شوہر راضی ہو۔	〃
جب مرد بلائے تو وہ آجائے اگرچہ تنور پر کھڑی ہو۔	〃
عورت، شوہر کو تکلیف دے تو حور کہتی ہے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔	۳۷۴
عورت کے مرد پر حقوق	۳۷۵
عورت کو نصیحت کرو، اس میں بھلائی ہو گی تو قبول کرے گی۔	۳۷۶
ظعینہ کا معنیٰ	〃
عورتوں پر زیادہ سختی کرنے والے، اچھے نہیں ہیں۔	۳۷۷
وہ ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے مرد کے سامنے خراب کرے۔	۳۷۸
کامل ایمان والا وہ ہے جو خوش اخلاق اور اہل و عیال پر مہربان ہو۔	〃
بہترین لوگ وہ ہیں جو بیویوں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔	〃

مضامین	صفحہ
حضرت عائشہ کی گڑیوں میں پروں والا گھوڑا۔	۳۸۹
حضرت عائشہ کے جواب پر حضور اس طرح ہنسے کہ داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔	//
کھلونوں اور تصویروں سے کھیلنے کو کیسے جائز قرار دیا؟	۳۸۰
یہ بتاؤ کہ اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو اسے سجدہ کرو گے؟	//
حضرت قیس بن سعد۔	۳۸۱
مرد شرعی حدود میں رہ کر عورت کو مارے تو اس سے باز پرس نہیں۔	//
تقویۃ الایمان کا انداز بیان۔	//
کوئی عورت مرد کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔	۳۸۲
اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔	//
از راہ تواضع فرمایا اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔	۳۸۴
ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ آپ کو بھائی کہیں اور سمجھیں (حاشیہ)	//
تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔	//
جسے چار چیزیں دی گئیں اسے دارین کی بھلائی دی گئی۔	۳۸۶
باب الخلع والطلاق	//
حضرت ثابت کو فرمایا اس سے باغ لے اور اسے ایک طلاق دے دو۔	۳۸۷
حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے۔	۳۸۸
دوسرے طہر تک طلاق کے مؤخر کرنے کا فائدہ؟	۳۸۹
صرف بیوی کو طلاق کا اختیار دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔	۳۹۰
بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طلاق ہو گی یا نہیں؟	//
اے نبی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیں انہیں کیوں حرام قرار دیتے ہو؟	۳۹۱
مغافیر کا معنیٰ	//
جس گناہ کی بنیاد محبت رسول ہو اس سے توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔	۳۹۲
جو عورت ضرورت کے بغیر طلاق مانگے اس پر جنت حرام۔	۳۹۳
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین چیز طلاق ہے۔	۳۹۴
نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔	//
جس کا مالک نہیں اس میں طلاق نہیں۔	۳۹۵
حضرت رکانہ نے بیوی کو طلاق بتّہ دی اور ایک کا ارادہ کیا۔	۳۹۶
ایک لفظ سے تین طلاقیں ہو جانے کی دلیل (حاشیہ)	۳۹۷
تین چیزوں میں سنجیدگی اور مزاح برابر ہیں۔	//
ڈرانے میں دی ہوئی طلاق کا حکم۔	۳۹۸
مجبوری میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟	//
پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۳۹۹
عطاء بن عجلان ضعیف ہے۔	۳۹۹
تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا۔	۴۰۰
لونڈی کی طلاق دو طلاقیں اور عدت دو حیض ہیں۔	//
طلاق عورت سے متعلق ہے کنیز کو دو، آزاد کو تین۔	//
شوہر سے جان چھڑانے والیاں منافق ہیں۔	۴۰۱
صفیہ بنت ابی عبید نے اپنی ہر چیز کے بدلے خلع کیا۔	//
ایک شخص نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، اس پر حضور کی ناراضگی۔	۴۰۲

مضامین	صفحہ
ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔	۴۰۲
اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسند کوئی چیز نہیں۔	۴۰۳
تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، اس پر ائمہ کا اجماع ہے (حاشیہ)	〃
باب المطلقۃ ثلاثا (جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں)	۴۰۴
تین طلاقوں کے بعد دوسرا شوہر مباشرت کرے تو پہلے کے لئے حلال۔	۴۰۵
حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت۔	۴۰۶
ایلاء کرنے والے کو قید کیا جائے (صحابہ کرام)	〃
حضرت سلمان نے اپنی بیوی کو ماں کی پشت کی طرح قرار دیا۔	۴۰۷
ظہار کرنے والا کفارہ سے پہلے مباشرت کرے تو ایک ہی کفارہ ہے۔	۴۱۰
گزشتہ باب سے متعلق بعض احکام۔	۴۱۱
جس لونڈی کو تھپڑ مارا اسے آزاد کر دیا۔	۴۱۲
باب اللعان	۴۱۴
حضرت عویمر نے مسجد میں لعان کیا اور بیوی کو تین طلاقیں دیں۔	۴۱۵
لعان کرنے والے مرد و زن کو یاد دلایا کہ عذاب آخرت سخت ہے۔	۴۱۷
لعان کے بعد مرد عورت سے مہر واپس نہیں لے سکتا۔	۴۱۸
بیوی کے زنا پر گواہ لاؤ ورنہ حد قذف کے لئے تیار ہو جاؤ۔	۴۱۹
حاکم کو ظنی علامات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔	۴۲۱

مضامین	صفحہ
اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی ہے کہ اس نے تمام بدکاریوں کو حرام فرمایا۔	۴۲۳
ہو سکتا ہے اس بچے کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔	۴۲۴
بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔	۴۲۶
حضرت سودہ سے فرمایا اس سے پردہ کرو۔	〃
قیافہ شناس نے کہا یہ قدم بعض بعض سے ہیں۔	۴۲۷
قیافہ شناس کا قول نسب کے بارے میں معتبر نہیں ہے	۴۲۸
جو شخص جانتے ہوئے دوسرے کو باپ کہے اس پر جنت حرام ہے۔	〃
جو عورت ایک کا بچہ دوسری قوم میں داخل کرے اس پر وعید	۴۲۹
اس مرد پر وعید جو قصداً اپنے بچے کا انکار کرے۔	〃
میری بیوی چھونے والے کو نہیں روکتی، فرمایا طلاق دے دو۔	۴۳۰
غیرت اور ناز کی دو دو قسمیں ہیں پسند اور ناپسند۔	۴۳۳
حضرت جابر بن عتیک۔	۴۳۴
اسلام میں ایسا دعویٰ جائز نہیں، جاہلیت کا معاملہ ختم۔	〃
چار عورتوں میں لعان نہیں ہے۔	۴۳۵
پانچویں قسم کے وقت مرد کے منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا۔	۴۳۶
میرے ساتھ بھی شیطان ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے محفوظ ہوں۔	〃
باب العدۃ	۴۳۸
حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا زید سے نکاح کر لو۔	۴۳۹

مضامین	صفحہ
کیا عورت اجنبی مرد کو دیکھ سکتی ہے؟ جبکہ وہ نہ دیکھ رہا ہو۔	۴۴۰
تین طلاق والی عورت کے لیے نان ونفقہ ہے یا نہیں؟	۴۴۱
حضرت عائشہ کی طرف حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کا انکار۔	۴۴۲
عدت وفات میں عورت دن کے وقت مزدوری کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے عدتِ طلاق میں نہیں۔	۴۴۳
حاملہ کی عدت بچے کی پیدائش ہے۔	۴۴۴
عدتِ وفات میں زیب وزینت ممنوع۔	۴۴۵
میت کا سوگ تین دن رات، شوہر کا چار ماہ دس دن۔	۴۴۶
حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔	۴۴۷
عصب کا معنیٰ اور حکم۔	״
عدت وفات میں عورت مجبوری کے بغیر جگہ نہ بدلے۔	۴۴۹
صبر کا معنیٰ	۴۵۰
عدتِ وفات میں سرخ اور گلابی کپڑے اور زیور پہننا ممنوع۔	״
عدتِ طلاق تین حیض ہیں۔ (حاشیہ)	۴۵۲
بابُ الاِسْتِبْرَاءِ ————	۴۵۳
استبراء کے بغیر لونڈی سے مباشرت کرنے والے پر وعید	۴۵۵
استبراء یہ کہ حاملہ ہو تو بچہ جننے ورنہ ایک ماہ گزارے۔	۴۵۵
دوسرے کی کھیتی (حاملہ) کو پانی پلانا جائز نہیں۔	۴۵۶
حضرت رویفع رضی اللہ عنہ۔	״
استبراء ایک ماہ یا تین ماہ سے؟	۴۵۷
بابُ النَّفَقَاتِ وحق المملوک ————	۴۵۸

مضامین	صفحہ
حضرت ہندہ بنت عتبہ۔	۴۵۸
شوہر پورا خرچ نہ دے تو عورت بقدرِ حاجت لے سکتی ہے۔	۴۵۹
صاحبِ مال پہلے اپنے اوپر اور اہل وعیال پر خرچ کرے۔	״
مملوک کے لیے کھانا اور لباس واجب ہے۔	״
جو خود کھاؤ اور پہنو وہی اپنے ماتحت کو دو۔	۴۶۰
آدمی کے لیے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ مملوک سے خوراک روک لے۔	״
خادم کو اپنے ساتھ کھلاؤ کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمے دے دو۔	۴۶۱
مشفوہٗ کا معنیٰ	״
اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے اور آقا کی خدمت کرنے کا دوہرا ثواب۔	۴۶۲
بھگوڑے غلام کی کوئی نماز مقبول نہیں۔	״
غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے والے کے لیے قیامت میں کوڑے۔	۴۶۳
بے گناہ غلام کو حد لگانے اور مارنے کا کفارہ آزاد کرنا ہے۔	۴۶۴
حضرت ابو مسعود بدری غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔	״
تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لیے۔	۴۶۵
تم زیرِ کفالت یتیم کا مال فضول خرچی کے بغیر کھاؤ۔	״
مرضِ وصال میں نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید۔	۴۶۶
غلاموں سے بری طرح پیش آنے والا جنتی نہیں۔	۴۶۷
غلام مار کھاتے ہوتے اللہ تعالیٰ کا نام لے تو رک جاؤ۔	۴۶۸

مضامین	صفحہ
ماں اور بچے کے درمیان جدائی ڈالنے پر وعید۔	۴۶۸
دو بھائیوں میں جدائی ڈالنے کی ممانعت۔	۴۶۹
تین خصلتیں جن کے صاحب پر موت آسان ہوگی۔	۴۷۰
نمازی غلاموں کو مارنے کی ممانعت۔	۴۷۱
غلام کو دن میں ستر بار معاف کرو۔	//
موافقِ مزاج غلام کو اپنے ساتھ کھلاؤ ناموافق کو بیچ دو۔	۴۷۲
بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔	۴۷۳
حضرت سہل بن حنظلہ انصاری۔	//
یتیموں کی اصلاح بہتر ہے اگر انہیں ساتھ ملالو تو بہتر۔	۴۷۴
ایک گھر والوں کو اکٹھے قیدی عطا فرماتے۔	۴۷۵
اپنی اولاد کی طرح غلاموں کی عزت افزائی کرو۔	۴۷۶
باب بچے کا بالغ ہونا اور اس کی پرورش۔	۴۷۷
بلوغ کی عمر پندرہ سال۔	۴۷۸
حدیبیہ میں صلح کی تین شرطیں۔	//
بچی خالہ کے سپرد اور فرمایا خالہ ماں کی جگہ ہے۔	۴۷۹
حضرت زید کو فرمایا: اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔	//
عورت جب تک نکاح نہ کرے بیٹے کی زیادہ حق دار ہے۔	۴۸۰
بچے کو اختیار دیا کہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس۔	۴۸۱
بطانت کا معنیٰ۔	۴۸۳
کتاب العتق	۴۸۵
غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے اعضاء آزاد۔	//
ایمان، جہاد وغیرہ کے بعد افضل عمل لوگوں کو اپنے شر سے بچانا۔	۴۸۶

مضامین	صفحہ
اعمالِ جنت کا بیان	۴۸۸
مسجد بناتے، مسلمان کو آزاد کرنے کا ثواب۔	۴۸۹
اللہ تعالیٰ کی راہ میں بوڑھا ہونے کا ثواب	//
قاتل کی طرف سے غلام آزاد کردو، آتشِ جہنم سے آزاد۔	۴۹۰
غلام کی رہائی کے لیے سفارش بہترین صدقہ۔	۴۹۱
باب۔ مشترک غلام آزاد کرنا، رشتہ دار کو خریدنا اور بیماری میں غلام آزاد کرنا۔	۴۹۲
مشترک غلام میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا باقی حصص کا حکم۔	۴۹۳
مرضِ موت میں غلام آزاد کیا ترکے کے تہائی حصے تک معتبر۔	۴۹۵
پہلے خویش پھر درویش	۴۹۶
حضرت نعیم بن عبداللہ النحام	۴۹۷
کیا مدبر کی بیع جائز ہے۔	//
جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہے تو وہ آزاد ہے۔	//
لونڈی اپنے آقا کا بچہ جنے تو وہ اس کے بعد آزاد ہے۔	۴۹۸
ام ولد کی بیع جائز نہیں۔	//
جس غلام کے پاس مال ہو اسے بیچا جائے تو مال مولا کا ہوگا۔	۴۹۹
اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں یہ فرمایا اور پورا غلام آزاد کردیا۔	۵۰۰
حضرت ام سلمہ نے سفینہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ حضور کی خدمت کرو گے۔	//
حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۵۰۱

مضامین	صفحہ
مکاتب پر جب تک کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو وہ غلام ہے۔	۵۰۱
مکاتب کے پاس بدل کتابت موجود ہو تو اس کی مالک پردہ کرے۔	۵۰۲
مکاتب کا جتنا حصہ آزاد ہو اس کے مطابق وارث ہوگا۔	۵۰۳
والدہ کی طرف سے غلام آزاد کیا تو اسے فائدہ ہوگا۔	۵۰۴
حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی طرف سے کئی غلام آزاد کیے۔	۵۰۵
صدقہ کی چیز کسی کے لیے نامزد کرنے سے حرام نہیں ہوتی (حاشیہ)	//
دوسروں کی نسبت اپنی فکر زیادہ کرنی چاہیے۔	//
یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔	۵۰۶
غلام خریدا اور اس کے مال کی شرط نہیں لگائی تو مال اس کا نہیں۔	//
بابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ	۵۰۷
اس طرح نہیں ہے دلوں کو بدلنے والے کی قسم!	//
اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ کھاؤ۔	۵۰۸
بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ۔	//
حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ۔	//
طاغیۃ کا معنیٰ۔	//
جو کہے کہ آ تیرے ساتھ جُوا کھیلوں وہ صدقہ کرے۔	۵۰۹
جو چیز ملکیت نہ ہو اس کی نذر نہیں۔	//
جو یہ کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو یہودی ہوں اس کا حکم۔	۵۱۰
ایسی چیز کی قسم کھائی جس کی مخالفت بہتر ہو۔	۵۱۱
حکومت کا مطالبہ نہ کرنا۔	۵۱۲
قسم کا توڑنا بہتر ہو تو قسم توڑ دی جائے اور کفارہ دیا جائے۔	۵۱۳
قسم کا وہ معنیٰ مراد ہوگا جس کی تصدیق قسم لینے والا کرے۔	۵۱۴
توریہ کا معنیٰ (حاشیہ)	//
یمین	۵۱۵
باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔	۵۱۶
جس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھائی اس نے اسے شریک قرار دیا۔	//
امانت کی قسم کھانا ممنوع۔	//
جس نے کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں، اس کا حکم۔	۵۱۷
قسم کو یوں پختہ کرتے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔	۵۱۸
قسم کے ساتھ کہا ان شاء اللہ تو قسم منعقد نہ ہوگی۔	۵۱۹
امام اعظم کا خلیفۂ وقت سے دلچسپ مکالمہ	//
میں نے قسم کھائی کہ بھائی کو کچھ نہ دوں گا۔ فرمایا قسم توڑ کر کفارہ دو۔	۵۲۰
بابٌ فی النُّذُوْرِ (نذروں کا بیان)	۵۲۲
نذر کے ذریعے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔	//
جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی اسے پورا نہ کرے۔	۵۲۳
نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔	//
ایک شخص نے کھڑے رہنے کی نذر مانی اسے حکم دیا بیٹھ جاؤ۔	۵۲۴
امر مباح کو واجب کرنا نذر ہے۔	۵۲۵

مضامین	صفحہ
ایک شخص پیدل حج کرنے کی نذر ماننے اسے حکم دیا سوار ہو جا۔	۵۲۵
حضرت سعد کو حکم دیا کہ اپنی والدہ کی نذر پوری کریں۔	۵۲۶
میت کی نذر کا پورا کرنا کب واجب ہے؟	//
حضرت کعب کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے تمام مال صدقہ کرنے کا ارادہ کیا۔	۵۲۷
گناہ میں کوئی نذر نہیں ہے۔	۵۲۸
ایک صحابی نے مقام بوانہ میں اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی، مشروط اجازت۔	۵۲۹
ایک صحابیہ نے حضور کے سامنے دف بجانے کی نذر مانی۔	۵۲۰
حضرت ابولبابہ کا تمام مال سے دست بردار ہونے کا ارادہ۔	۵۳۱
حضرت ابولبابہ کا واقعہ اور ان کی عجیب توبہ۔	//
بیت المقدس میں دو رکعت نفل کی نذر مانی فرمایا حرم شریف میں پڑھ لو۔	۵۳۲
ایک صحابیہ نے برہنہ سر برہنہ پا حج کرنے کی نذر مانی۔	۵۳۴
اللہ کی معصیت، قطع رحمی اور غیر مملوک میں نذر نہیں۔	۵۳۵
نذریں دو قسم ہیں ایک نیکی کی اور دوسری گناہ کی۔	۵۳۶
ایک شخص نے اپنے آپ کو ذبح کرنے کی نذر مانی۔	۵۳۷
مسروق بن اجدع (تابعی)	//
حضرت اسحاق ذبیح تھے یا حضرت اسماعیل علیہ السلام؟	۵۳۸
کتاب القصاص	//
تین خصلتیں جن سے ایک پائی جائے تو مسلمان کا خون حلال	۵۳۹

مضامین	صفحہ
مومن جب تک کسی کا ناحق خون نہ گرائے دین کی فراخی میں ہے	۵۴۰
قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہو گا۔	//
حالت جنگ میں کافر کلمہ پڑھ لے اسے قتل نہ کیا جائے۔	۵۴۱
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ	//
تم نے اس کا دل کیوں نہ چیر ڈالا۔؟	۵۴۲
معاہدہ کرنے والے کافر کو قتل کرنے والا جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔	۵۴۳
جنت کی خوشبو کتنے فاصلے سے محسوس ہو گی۔؟	۵۴۴
خودکشی کرنے والے کے لیے وعید۔	۵۴۴
میرے بندے نے اپنی ہلاکت میں جلدی کی، جنت اس پر حرام۔	۵۴۶
یا اللہ! اس کے ہاتھوں کو بخش دے۔	۵۴۷
حضرت طفیل بن عمرو الدوسی	//
مشاقص اور براجم کا معنیٰ	//
مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے قصاص لیں یا دیت۔	۵۴۸
یہودی نے بچی کے قتل کا اقرار کیا اس کا سر پھوڑ دیا گیا۔	۵۵۰
نزعی بیان کی بنا پر قصاص نہیں لیا جائے گا۔	//
لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ سے اشکال کا جواب۔	//
دانت کے بدلے دانت۔	۵۵۱
بعض بندے وہ ہیں کہ قسم دے کر عرض کریں تو اللہ تعالیٰ قسم پوری کر دے۔	//
حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	//
حضرت علی نے فرمایا ہمارے پاس وہی کچھ ہے جو قرآن میں ہے۔	۵۵۲

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں کیا تھا؟	۵۵۳	شبہ عمد قتل۔	۵۶۷
اہل بیت کرام کو علوم واسرار سے نوازا گیا۔	//	جو دیت لے کر قتل کرے میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔	۵۶۸
اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی تباہی ایک مومن کے قتل سے کم درجہ ہے۔	۵۵۴	تکلیف دینے والے کو معاف کرنا ترقی درجات کا موجب۔	//
زمین وآسمان والے ایک مومن کے قتل میں شریک تو جہنم میں جائیں۔	۵۵۵	ایک شخص کے قتل میں پوری جماعت شریک ہو سب قتل کیے جائیں۔	۵۶۹
حضرت عثمان غنی کا دورانِ محاصرہ خطاب۔	۵۵۶	قیامت کے دن مقتول کہے گا اس سے پوچھا جائے کہ کیوں قتل کیا؟	//
حضرت ابوامامہ بن سہل (تابعی)	۵۵۷	مسلمان کے قتل میں آدھے لفظ سے امداد کی، پیشانی پر لکھا ہوگا مایوس۔	۵۷۰
مومن قتل کا مرتکب ہو کر سست رفتار ہو جاتا ہے۔	//	ایک شخص دوسرے کو پکڑے اور تیسرا اسے قتل کر دے کیا حکم ہے۔؟	//
ہر گنہگار کی بخشش کی امید سوائے مشرک اور مومن کے قاتل کے۔	۵۵۸	باب الدیات	۵۷۱
باپ کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔	//	چھنگلی اور انگوٹھا برابر ہیں۔	//
باپ بیٹے پر اور بیٹا باپ پر جرم نہیں کرے گا۔	۵۵۹	ناتمام حمل ساقط ہوگیا، اس کے بدلے ایک مملوک دینے کا حکم۔	۵۷۲
حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ۔	۵۶۱	غُرّۃ کے متعدد معانی	۵۷۳
جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے۔	//	ایک عورت نے دوسری حاملہ عورت کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا۔	//
ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدیث تشدید پر محمول ہے۔	۵۶۲	قتل شبہ عمد کی دیت	۵۷۵
مسئلہ دیت میں مذاہب ائمہ	۵۶۳	قتل کی تین قسمیں۔	۵۷۶
عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے (حاشیہ)	//	اعضاء اور زخموں کی دیت۔	۵۷۷
قصاص کے معاملہ میں اعلیٰ وادنیٰ، مرد وزن کا فرق نہیں۔	۵۶۴	محمد بن ابی بکر بن حزم۔	۵۷۸
مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ قصاص یا دیت لیں یا معاف کر دیں۔	۵۶۵	آمہ، جائفہ اور منقلہ کا معنیٰ۔	۵۷۹
جو شخص قتل کے آگے حائل ہوا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔	۵۶۶	ان زخموں کی دیت جو ہڈیوں کو برہنہ کر دیں۔	۵۸۰
حضرت طاؤس۔	//		

مضامین	صفحہ
انگلیاں برابر ہیں اسی طرح دانت برابر ہیں۔	۵۸۱
فتح مکہ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا	//
قتل خطا کی دیت	۵۸۲
امام شافعی کی دلیل کا دو وجہ سے جواب۔ (حاشیہ)	۵۸۴
نقدی کی صورت میں دیت۔	//
عورت اور مرد قصاص میں برابر ہیں۔ دیت میں نہیں (حاشیہ)	۵۸۷
جو آنکھ اپنی جگہ برقرار ہو اس کے لیے تہائی دیت کا حکم۔	۵۸۸
حضرت حماد بن سلمہ اور خالد واسطی۔	۵۸۹
خود ساختہ جاہل طبیب پر ضمانت اور دیت ہے۔	۵۹۰
غلام کا جرم اس کی گردن پر ہوتا ہے۔	۵۹۱
قتل شبہ عمد کی دیت کے بارے میں حضرت علی کا فرمان۔	//
حضرت عمر کا ارشاد۔	۵۹۲
سرکار دو عالم کے ارشاد کے مقابل بات کتنا سخت ناپسند	۵۹۳
باطل کی تائید کیلئے مسجع کلام بولنا مذموم ہے۔	//
باب، وہ جنایات جن کی ضمانت نہیں دی جاتی۔	۵۹۴
چارپائے کا زخمی کرنا، کان اور کنواں باطل ہے۔	//
جانور نقصان کر دے تو کب ضمانت ہے اور کب نہیں؟	۵۹۵
ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ چبا ڈالا اس نے ہاتھ کھینچا تو اس کے دانت ٹوٹ گئے، ضمانت نہیں۔	//
جو شخص اپنے مال کے پاس قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔	۵۹۶
بغیر اجازت کے گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی ضمانت نہیں۔	۵۹۷
اجازت لینا نگاہ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔	۵۹۸
مدرٰی کا معنیٰ	//

مضامین	صفحہ
کنکر پھینکنے سے منع فرمایا	۵۹۹
راہ چلتے ہوئے تیر کو نوک سے پکڑو۔	۶۰۰
کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔	//
جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔	۶۰۱
دنیا میں لوگوں کو عذاب دینے والوں کو آخرت میں عذاب۔	۶۰۲
حضرت ہشام بن عروہ اور عروہ بن زبیر	//
ہشام بن حکیم۔ (صحابی)	//
تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے ہاتھ میں چابک ہوں گے	۶۰۳
عورتوں کی عریانیت پر سخت وعید۔	۶۰۴
لڑائی میں ایک دوسرے کے چہرے پر نہ مارو۔	۶۰۵
ڈارون کا نظریہ شرعاً اور عقلاً غلط ہے۔ (حاشیہ)	//
بغیر اجازت کسی کا پردہ اٹھا کر اندر دیکھنا جرم ہے۔	۶۰۶
برہنہ تلوار کا پکڑنا ممنوع۔	۶۰۷
دو انگلیوں کے درمیان تسمہ رکھ کر کاٹنا ممنوع	//
جو شخص دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا شہید ہے۔	//
جہنم کا بڑا دروازہ اس کے لیے جو امت مسلمہ پر تلوار اٹھائے۔	۶۰۸
باب القسامۃ (قسم لینے کا بیان) ————	۶۰۹
حضرت عبد اللہ خیبر میں شہید ہو گئے۔	//
ایک صحابی خیبر میں شہید ہو گئے ان کے وارثوں سے فرمایا تمہارے پچاس آدمی قسم کھائیں یا پچاس یہودی۔	۶۱۰
حضرت رافع اور حضرت سہل۔	۶۱۱
مقتول کے وارثوں سے دو گواہ طلب کیے۔	۶۱۳

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے (حاشیہ)	٦١٣	ایک عورت حضور کو گالیاں دیا کرتی تھی صحابی نے گلا گھونٹ دیا۔	٦٣١
مرتدوں اور فسادیوں کے قتل کا باب ———	//	جادوگر کی حد، تلوار کا ایک وار ہے۔	//
حضرت علی نے مرتدوں کو آگ میں جلا دیا۔	٦١٤	جو شخص خروج کرے اور امت میں جدائی ڈالنا چاہے اسے قتل کر دو۔	٦٣٢
اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو۔	//	آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو اسلام سے نکل جائیں گے۔	٦٣٣
زندیق کسے کہتے ہیں؟	//	خوارج آسمان کی چھت تلے رہنے والے بدترین افراد۔	٦٣٤
آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے۔	٦١٦	کتاب الحدود ———	٦٣٦
مرتد کی سزا قتل ہے۔	//	شادی شدہ کے لیے زنا کی سزا رجم کنوارے کے لیے سو کوڑے	٦٣٧
میری امت کے دو فرقوں میں سے خارجی فرقہ نکلے گا۔	٦١٨	غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے ایک سال جلا وطنی۔	٦٣٩
میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔	//	پہلے رجم کی آیت قرآن پاک میں موجود تھی پھر تلاوت منسوخ۔	//
قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں۔	٦١٩	خوارج کے علاوہ رجم کا کسی نے انکار نہیں کیا (حاشیہ)	٦٤٠
قبیلۂ عکل کے کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے (سزا)	٦٢٠	یہودی مرد اور عورت کو زنا کی بنا پر سنگسار فرمایا۔	٦٤١
حلال جانوروں کے پیشاب کا حکم۔	٦٢١	چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنے پر سنگسار فرمایا۔	٦٤٢
مثلہ کی ممانعت۔	٦٢٢	ماعز بن مالک نے صراحتہً زنا کا اقرار کیا، سنگسار کیے گئے۔	٦٤٤
آگ کے ساتھ عذاب دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے؟	٦٢٣	ماعز کے لیے دعائے مغفرت کرو۔	٦٤٥
حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود۔	//	غامدیہ کو بچے کی پیدائش کے بعد زنا کی سزا دی۔	٦٤٦
کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نہیں نہیں اترے گا۔	٦٢٤	ظلماً خراج لینے والا غامدیہ ایسی توبہ کرتا بخش دیا جاتا۔	٦٤٧
خوارج کی علامت سر منڈانا ہے۔	٦٢٥	رجم اسلامی سزا ہے۔ (حاشیہ)	٦٤٩
تین خصلتیں جن کی بنا پر مسلمان کا قتل جائز ہے۔	٦٢٦	مکس کا معنیٰ	//
کسی مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں۔	٦٢٧	جس پر حد قائم کی گئی اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی بحث	٦٥٠
جس مسلمان نے کافر کی خراجی زمین خریدی اپنی ہجرت ختم۔	٦٢٨	کیا مولا کو کنیز پر حدِ زنا قائم کرنے کا اختیار ہے؟	//
میں اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں میں مقیم ہو۔	٦٢٩	مالک جس لونڈی کو پسند نہیں کرتا اسے بیچنے کا کیا جواز ہے؟	٦٥١
ایمان، شب خون مارنے سے رکاوٹ ہے۔	٦٣٠	زانیہ پر حالت نفاس میں حد جاری نہیں کی گئی۔	٦٥٢

مضامین	صفحہ
تم نے ماعز کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟ ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا۔	٦٥٣
حضور کو ماعز کے زنا کا پہلے علم تھا یا انہوں نے خود اقرار کیا؟	٦٥٤
حضرت ہزال رضی اللہ عنہ۔	٦٥٥
حدود کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش ہو گیا تو ناقابل معافی.	//
جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود، دور کرو۔	٦٥٦
جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا اس سے حد ساقط	٦٥٧
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	//
عُقر کا معنیٰ۔	//
زانی کو رجم کیا گیا فرمایا اس کی توبہ تمام مدینہ والوں کیلیے کافی۔	٦٥٨
ناقص الخلقۃ اور بیمار زانی کو سزا۔	٦٥٩
حضرت سعید بن سعد، صحابی یا تابعی۔	//
غیر فطری فعل کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔	٦٦٠
اس شخص کی سزا جو چارپائے سے بدفعلی کرے۔	٦٦١
اس چارپائے کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔	//
مجھے اپنی امت پر عمل لواطت کا سخت خوف ہے۔	٦٦٢
ایک مرد کو حد زنا کے سو کوڑے اور حد قذف لگائی۔	//
حضرت عائشہ کی نسبت تہمت لگانے والے دو مردوں اور ایک عورت پر حد۔	٦٦٣
ایک غلام کو حضرت عمر نے کوڑے لگائے جس نے کنیز سے جبراً زنا کیا۔	//
صفیہ بنت ابی عبید، تابعیہ۔	//
جس قوم میں زنا عام ہو جائے وہ قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے	٦٦٦
حضرت عمرو بن عاص۔	//

مضامین	صفحہ
رشوت کی تعریف۔	٦٦٧
لواطت کرنے والا ملعون۔	//
اللہ تعالیٰ لواطت کرنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔	٦٦٨
چوپائے سے بدفعلی کرنے پر حد نہیں تعزیر ہے۔	//
ایک حد کا قائم کرنا چالیس راتوں کی بارش سے بہتر۔	٦٦٩
باب: چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا بیان۔	٦٧٠
سرقہ کی تعریف اور وہ مقدار جس کی بنا پر ہاتھ کاٹا جائیگا	//
تین درہم کی ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹا گیا۔	٦٧١
چور پر لعنت جو معمولی چیز چرا کر ہاتھ کٹوا لیتا ہے۔	٦٧٢
کھلیان میں پہنچنے کے بعد ڈھال کی قیمت کے پھل چرانے پر قطع ید۔	٦٧٣
درخت پر معلق پھلوں میں ہاتھ کاٹنا نہیں۔	٦٧٤
لوٹنے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں بلکہ اس کے لیے ڈاکو کی سزا ہے۔	٦٧٥
مقدمہ پیش کرنے سے پہلے چور کو معاف کیا جا سکتا ہے۔	٦٧٦
حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ	//
جنگ میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔	٦٧٧
چور اگر تیسری اور چوتھی بار چوری کرے تو کیا حکم؟	٦٧٨
کیا پانچویں بار چوری کرنے والے کو قتل کیا جائے گا؟	٦٧٩
چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔	٦٨٠
حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ۔	//
غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو اگرچہ بیس درہم ہیں۔	//
کیا چور کا کٹا ہوا ہاتھ پیوند کاری سے جوڑا جا سکتا ہے (حاشیہ)	//

مضامین	صفحہ
اگر فاطمہ بھی ہوتی تو اس کا ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔	۶۸۱
کیا غلام اپنے آقا یا اس کی بیوی کا مال چرائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا؟	//
حماد بن ابی سلیمان۔	۶۸۳
کیا کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟	//
باب: حدود میں سفارش کا بیان۔	//
کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟	۶۸۴
علامہ سبکی نے اس جگہ صراحۃً حضرت فاطمہ کا نام نہیں لیا۔	۶۸۶
باب: شراب کی حد کا بیان۔	۶۸۹
شرابی کو جوتوں اور شاخوں کے ساتھ چالیس تازیانے مارے گئے۔	۶۹۰
حضرت عمر نے شرابی کو اسّی کوڑے لگوائے۔	//
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ۔	//
کیا بار بار شراب پینے والے کو قتل کیا جائے؟	۶۹۱
چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل نہ کرنے پر اجماع۔	۶۹۲
حضرت قبیصہ بن ذریب۔	//
حضرت شرید رضی اللہ عنہ۔	//
حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ۔	۶۹۳
ابن وہب۔	//
چور کو رسوائی کی بددعا دینے سے منع فرمایا۔	۶۹۴
ایک شخص جھومتا ہوا جا رہا تھا اس پر حد جاری نہ کی۔	۶۹۵
شرابی پر حد جاری کرنے سے مر گیا تو دیت نہیں ہو گی۔	۶۹۶
حضرت علی نے فرمایا میری رائے ہے کہ شرابی کو اسّی	

مضامین	صفحہ
کوڑے لگائیں۔	۶۹۷
باب: جس پر حد جاری کی گئی اسے بددعا نہ دی جائے۔	۶۹۸
اس پر لعنت نہ بھیجو وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔	//
محبوب کی اتباع ہی سے محبت پایۂ کمال کو پہنچتی ہے۔	۶۹۹
جس پر حد جاری کی گئی اس کی تذلیل پر زجر و توبیخ	۷۰۰
حد گناہ کا کفارہ ہے لیکن قانون شرعی توڑنے پر توبہ لازم	۷۰۲
حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ۔	//
باب: تعزیر کا بیان	۷۰۴
حد کے علاوہ دس سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائینگے۔	//
حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ۔	//
چہرے پر نہ مارو۔	۷۰۵
جو کہے او یہودی یا او ہیجڑے اسے دس کوڑے لگاؤ	//
جو محرم سے زنا کرے اسے قتل کر دو۔	//
جو مال غنیمت میں خیانت کرے اسے مارو اور سامان جلا دو۔	۷۰۶
باب: شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان۔	۷۰۷
خمر کی تعریف اور یہ کہ وہ کن چیزوں سے بنتی ہے۔	//
خمر کے علاوہ نشہ آور چیزوں کا حکم۔	۷۰۸
ان دواؤں کا حکم جن میں الکحل شامل ہوتی ہے (حاشیہ)	//
خمر کے علاوہ نشہ آور چیز تھوڑی مقدار میں ہو کیا پینا جائز؟	۷۰۹
مثلث (انگور کا شیرہ جو پکانے سے تہائی رہ گیا) حلال نہیں۔	۷۱۰

مضامین	صفحہ
افیون بھنگ وغیرہ کا حکم (حاشیہ)	۷۱۰
خمر، کھجور کے درخت اور انگور سے ہے۔	۷۱۱
جب حرمت کا حکم نازل ہوا تو شراب پانچ چیزوں سے بنتی تھی۔	〃
ہر شراب جو نشہ دے حرام ہے۔	۷۱۲
شرابی کو دوزخیوں کا پسینہ پلایا جائے گا۔	۷۱۳
مخلوط جنسوں کے نبیذ کی ممانعت۔	〃
شراب سرکہ بن جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟	۷۱۴
شراب سے علاج کرنے کا حکم۔	۷۱۵
جس نے شراب پی اس کی صبح کی چالیس نمازیں مردود۔	۷۱۶
جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے وہ تھوڑی بھی حرام۔	۷۱۸
یتیم کی شراب ہے تو وہ بھی گرا دو۔	۷۱۹
ہر نشہ آور اور جسم کو سست کرنے والی چیز ممنوع۔	۷۲۰
اگر لوگ شراب نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو۔	۷۲۱
شراب، جوئے اور شطرنج سے منع فرمایا۔	〃
والدین کو اذیت دینے والا اور جوئے باز جنتی نہیں۔	۷۲۲
میرے رب نے باجوں، بتوں اور صلیبوں کے مٹانے کا حکم دیا۔	۷۲۳
تین اشخاص پر جنت حرام۔	۷۲۵
عادی شرابی اس طرح حاضر ہوگا جیسے بت پرست۔	۷۲۶
تنبیہ جلیل: بھنگ کے بارے میں مفصل گفتگو۔	۷۲۷
بھنگ کا عربی نام کیا ہے؟ اور کب ظاہر ہوئی۔	〃
بھنگ کے نقصانات	〃
بھنگ نشہ آور ہے اور عقل کو برباد کرتی ہے۔	۷۲۸

مضامین	صفحہ
بھنگ حرام ہے۔	۷۲۹
بھنگ پاک ہے یا پلید؟	〃
اس میں حد واجب ہے یا نہیں؟	〃
بھنگ سے متعلق متفرق مسائل۔	〃
تھوڑی مقدار جو نشہ نہ دے اس کا کیا حکم ہے؟	۷۳۰
اس کا بطورِ علاج استعمال کیسا ہے؟	〃
اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔	〃
اس کی کاشت کا حکم۔	〃
بھنگ استعمال کرنے والے کی طلاق کا حکم؟	〃
چرس، افیون، ہیروئن وغیرہ کا حکم؟ (حاشیہ)	۷۳۱
باب: حاکم اور قاضی بننے کا بیان۔	۷۳۲
جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔	〃
ناک اور کان کٹا غلام امیر بنا دیا جائے تو اطاعت کرو۔	۷۳۳
اطاعت کرو اگرچہ امیر حبشی غلام ہو جس کا سر منقّے ایسا ہو۔	۷۳۴
امیر گناہ کا حکم دے تو اطاعت لازم نہیں۔	〃
ہم اقتدار کے سلسلے میں اقتدار کے اہل سے نہیں لڑیں گے	۷۳۵
جو جماعت سے بالشت بھر دور ہو کر مرا، جاہلیت کی موت مرا۔	۷۳۶
"عُمِّيَّة" کا معنیٰ	۷۳۷
بہترین حکمران وہ جن سے تم محبت رکھو اور وہ تم سے۔	۷۳۸
حکام جب تک نماز قائم کریں ان کی اطاعت کرو۔	〃
جس نے حکام کے غلط کاموں پر انکار کیا وہ بری ہو گیا۔	۷۳۹
حکمران جب تک نماز پڑھیں ان سے جنگ نہ کرنا۔	〃
تم حکمرانوں کے حقوق ادا کرنا اور اپنے لیے دعا کرنا۔	۷۴۰

مضامین	صفحہ
حکام اور عوام کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔	۷۴۱
جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔	〃
میرے بعد کوئی نبی نہیں، خلفاء بکثرت ہوں گے۔	۷۴۲
جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو بعد والے کو قتل کر دو۔	〃
امت متفق ہو اور کوئی شخص اسے بکھیرنا چاہے اسے قتل کر دو۔	۷۴۳
امت ایک شخص پر متفق ہو تو جو نفاق پھیلانا چاہے اسے قتل کر دو۔	〃
جس نے سربراہ کی بیعت کی امکانی حد تک اس کی اطاعت کرے۔	۷۴۴
کیا امام حسین کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے؟ (حاشیہ)	〃
حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ	۷۴۵
اچھی حکومت دودھ پلانے والی اور بری دودھ چھڑانے والی۔	۷۴۶
حکومت امانت ہے اور قیامت کے دن ندامت۔	۷۴۷
شیخ عبدالوہاب کا تجربہ کہ حضورِ قلب شغل دنیا سے جمع نہیں ہوتا۔	〃
ہم خواہش مند کو عامل مقرر نہیں کریں گے۔	۷۴۸
تم بہترین لوگوں کو حکومت سے متنفر پاؤ گے۔	〃
ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔	۷۴۹
مسلمانوں کا حکمران اُن سے خیانت کرتا ہے جنت اس پر حرام۔	۷۵۰

مضامین	صفحہ
بدترین حکمران وہ ہیں جو ظلم کرتے ہیں۔	۷۵۱
عادل حکمران بارگاہِ الٰہی میں نور کے منبروں پر ہوں گے۔	۷۵۲
ہر نبی اور خلیفہ کے دو ساتھی، نیکی کا حکم دینے والا اور برائی کا۔	۷۵۳
حضرت قیس بن سعد حضور کے باڈی گارڈ تھے۔	〃
وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جو عورت کو حکمران مقرر کرے۔	۷۵۴
عورت حکومت کے لائق نہیں۔ (حاشیہ)	〃
پانچ چیزوں کا حکم۔	۷۵۵
حارث اشعری رضی اللہ عنہ	۷۵۵
جس نے سلطان کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریگا۔	۷۵۶
عبد اللہ بن عامر بن کریز۔	۷۵۷
جو شخص دس افراد پر بھی حاکم ہو قیامت کے دن گردن میں طوق۔	۷۵۸
قیامت کے دن کئی لوگ کہیں گے۔ کاش ہمیں آسمان سے لٹکا دیا جاتا اور حاکم نہ بنایا جاتا۔	۷۵۹
اکثر سردار آگ میں ہوں گے۔	۷۶۰
غالب قطان (ثقہ تابعی)	〃
میں تمہیں احمقوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔	〃
جھوٹے اور ظالم حکمرانوں کی تائید کرنے والے مجھ سے نہیں۔	〃
کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ	۷۶۱
جو بادشاہ کے پاس آیا فتنے میں ڈالا گیا۔	〃
گاؤں میں رہنے والے کا دل سخت ہو جاتا ہے۔	۷۶۲
تم کامیاب ہوا اگر موت کے وقت تم امیر اور منشی اور سردار نہ ہو۔	〃

مضامین	صفحہ
مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ	۷۶۳
ٹیکس لینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔	″
قیامت کیدن سخت عذاب والا ظالم بادشاہ ہوگا۔	″
ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔	۷۶۴
طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ۔	″
بادشاہ کی خوش بختی یہ ہے کہ اسے سچا وزیر عطا کیا جاتا ہے،	″
حاکم لوگوں میں تہمت ڈھونڈنے لگے انہیں تباہ کردے گا۔	۷۶۵
ہمارے بعد حکام فیئے کو اپنے لیے مخصوص کرلیں گے۔	۷۶۶
اپنا حق لینے اور دوسروں کا حق دینے والے سایۂ رحمت میں۔	۷۶۷
مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا خوف ہے۔	۷۶۸
تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ سے ڈرنا۔	″
تم کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا اگرچہ تمہارا چابک ہی گرجائے۔	۷۶۹
حکومت کی ابتدا ملامت، درمیان ندامت آخر قیامت کی رسوائی۔	″
میرا ہمیشہ خیال رہا کہ حضور نے فرمایا ہے تو میں حکومت میں مبتلا ہوں گا۔	۷۷۰
سن ستر کی ابتدا اور بچوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔	″
جیسے تم ویسے تمہارے حاکم۔	۷۷۱
ابواسحاق سبیعی۔	″
بادشاہ زمین پر سایۂ رحمت ہے۔	۷۷۲
قیامت کے دن بدترین شخص ظالم بادشاہ۔	۷۷۳

مضامین	صفحہ
جس نے اپنے بھائی کو ڈرانے والی نظروں سے دیکھا۔	۷۷۳
ارشادِ الٰہی ہے میں شہنشاہ ہوں۔	″
فرمانبرداروں کے لیے بادشاہوں کے دل میں رحمت ڈالتا ہوں۔	۷۷۴
فائدہ جلیلہ خلافت کی تعریف، خلیفہ کی ذمہ داریاں اور خلیفہ کے انتخاب کا اسلامی طریقہ (از مترجم)	۷۷۵
باب: خلفاء پر لازم ہے کہ آسانی فراہم کریں۔	۷۷۷
خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو۔ سہولت دو، نہ کہ تنگی۔	″
ابوبردہ اشعری۔	۷۷۸
قیامت کے دن عہد توڑنے والے کے لیے جھنڈا۔	″
جو صاحب اقتدار لوگوں کی حاجتوں کو تشنہ رکھے گا۔	۷۸۰
حضرت عمر اپنے عمال کو حکم دیتے میدہ نہ کھانا باریک کپڑے نہ پہننا۔	۷۸۲
باب: قضاء کے فرائض ادا کرنا اور اس سے ڈرنا۔	۷۸۳
کوئی حاکم غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔	″
حاکم کوشش کے بعد صحیح فیصلہ کرے تو دو ثواب غلط ہو تو ایک۔	″
جسے قاضی بنایا گیا وہ چھری کے بغیر ذبح کیا گیا۔	۷۸۴
اس شخص کا حال جو کوشش کرکے قاضی بنا یا جسے جبرًا قاضی بنایا گیا۔	″
قاضی تین قسم ہیں ایک جنت میں اور دو دوزخ میں۔	۷۸۵
حضرت معاذ بن جبل کو فرمایا تم کس طرح فیصلہ کروگے؟	۷۸۶
حضرت معاذ نے کہا اگر کتاب و سنت میں حکم نہ ملا تو اجتہاد کروں گا۔	″

مضامین	صفحہ
حضرت علی کو فیصلے کا طریقہ سکھایا۔	۷۸۷
قیامت کے دن ہر حاکم کو گدی سے پکڑ کر لایا جائے گا	۷۸۸
قیامت کے دن قاضی کہے گا کاش میں نے کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔	۷۸۹
اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے۔	۷۹۰
عبداللہ بن ابی ادفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما	″
صحیح فیصلہ کرنے والے قاضی کے دائیں بائیں فرشتے۔	۷۹۱
ابن عمر نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔	۷۹۲
باب: حکام کی روزی اور ان کے تحائف۔	۷۹۴
حضرت ابوبکر نے فرمایا اب میں کاروبار نہیں کرتا لہٰذا میرے عیال کا خرچ بیت المال سے ہوگا۔	۷۹۵
خلفاء راشدین اور حضرت عباس کا کاروبار کیا تھا؟	″
عامل وظیفے کے علاوہ خود جو لے گا خیانت ہوگا۔	۷۹۶
حضرت عمر کو کام کا معاوضہ عطا فرمایا۔	″
حضرت معاذ کو فرمایا ہماری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا۔	″
ہمارا عامل بیوی، مکان اور خادم حاصل کرے۔	۷۹۷
ہمارا عامل سوئی یا اس سے بھی کم تر چیز چھپالے تو وہ خائن ہے۔	۷۹۸
رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔	۷۹۹
رشوت کا معنیٰ۔	″
نیک آدمی کے لیے اچھا مال بہت اچھا ہے۔	۸۰۰
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	″

مضامین	صفحہ
سفارش کرنے پر تحفہ لینا سود کے بڑے دروازے میں داخل ہونا ہے۔	۸۰۱
باب: مقدمات اور گواہیوں کا بیان۔	۸۰۲
گواہ مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر۔	″
اس شخص کے لیے وعید جو لزومی جھوٹی قسم کھائے۔	۸۰۳
جو قسم کھا کر مسلمان کا مال ہتھیا لے اس پر آگ واجب جنت حرام۔	۸۰۴
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھگڑالو ناپسندیدہ ترین ہے۔	۸۰۵
قسم اور ایک گواہ کی بنا پر فیصلہ فرمایا۔	″
مطلب یہ کہ مدعی نے ایک گواہ پیش کیا مدعیٰ علیہ کی کی قسم پر فیصلہ۔	″
جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال حاصل کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اعراض فرمائے گا۔	۸۰۶
جو کسی کی چیز پر جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے	۸۰۷
بہترین لوگ میرے زمانے والے ہیں۔	۸۰۸
دو شخص اس مال کا دعویٰ کریں جو تیسرے کے پاس ہے، گواہ کسی کے پاس نہیں۔	۸۰۹
جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں نے اسے آگ کا ٹکڑا دیا۔	۸۱۰
دو شخصوں نے چارپائے کا دعویٰ کیا گواہ بھی پیش کیے قبضے والے کے لیے فیصلہ۔	۸۱۱
اونٹ میں جھگڑا فریقین نے گواہ پیش کیے آدھا آدھا تقسیم۔	۸۱۱
ایک چارپائے کے دو دعوے دار گواہ ندارد، قرعہ اندازی۔	۸۱۱

مضامین	صفحہ
مدعیٰ علیہ کو قسم دی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مدعی کی کوئی چیز میرے پاس نہیں۔	۸۱۲
یہودی کو فرمایا تم قسم کھاؤ۔	۸۱۳
حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ	″
جھوٹی قسم کھا کر مال ہتھیانے والا برکت سے محروم۔	۸۱۴
جذام کا معنیٰ۔	″
بڑا گناہ شرک، والدین کی نافرمانی اور یمین غموس۔	۸۱۵
جس نے ہمارے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی اس کا ٹھکانہ جہنم۔	۸۱۶
جھوٹی گواہی شرک کے برابر	۸۱۶
خریم بن فاتک اور ایمن بن خریم	۸۱۷
کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں؟	″
بادیہ نشینوں کی گواہی شہریوں کے خلاف ناجائز	۸۱۹
اللہ تعالیٰ بے احتیاطی پر آدمی کو ملامت فرماتا ہے۔	۸۲۰
حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ	″
تہمت کی بنا پر ایک شخص کو قید فرمایا۔	۸۲۱
حضرت بہز بن حکیم۔	″
مقدمہ کے فریقین حاکم کے سامنے بٹھائے جائیں۔	۸۲۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض حال

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین

الحمد للہ! یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ کی جلد چہارم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے تیسری جلد کے بعد درمیان میں طویل مدت اس لیے حائل ہو گئی کہ ترجمہ نگار فاضل محقق، علامۂ زماں حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ سابق خطیب حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ ۱۴ر ربیع الثانی ۱۷ر دسمبر ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء کو وصال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند و بالا مقام عطا فرمائے اور ان کے فرزند ارجمند مولانا حافظ عبدالرؤف سلمہٗ کو علم و عمل، تصنیف و تالیف اور خدمت دین میں صحیح جانشین بنائے، علامہ محمد سعید احمد نقشبندی ابتداءً سلسلہ نقشبندیہ میں پیر طریقت حضرت سید نور الحسن شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے، آخری سالوں میں انہوں نے حضرت مرشد طریقت مرشدنا حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی مدظلہ (پشاور) سے ذکر حاصل کیا۔

اشعۃ اللمعات فارسی چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی دو جلدوں کا اردو ترجمہ کیا جو تین جلدوں میں شائع ہو کر علم دین کے طلبگاروں کے ہاتھوں تک پہنچ چکا ہے۔ قارئین کا پُرزور تقاضا تھا کہ چوتھی جلد بھی جلد شائع کی جائے، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور کے مالکان جناب سید اعجاز احمد اور جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحبان بھی اس فکر میں تھے کہ شرح حدیث کی اس مبارک کتاب کا ترجمہ مکمل ہونا چاہیے تاکہ قارئین کی تشنگی دور ہو سکے اور جس کام کے آغاز کا انہوں نے بیڑا اٹھایا ہے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

ان کی متلاشی نگاہیں محو جستجو ہی تھیں کہ برادرِ عزیز حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری زید لطفہ نے اس اہم ترین کام کے لیے راقم کا نام پیش کر دیا میرے لیے معذرت کی گنجائش ہی نہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور ان کی شرح کا ترجمہ عظیم سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ موقع عطا کیا تو اسے کھو دینا بہت بڑی محرومیت ہوتی، پھر مالکان فرید بک سٹال اور علامہ قصوری ایسے اخلاص کے پیکروں اور دین متین کے خدمت گاروں کی فرمائش کو ٹالنا بھی میرے بس میں نہ تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یکم جنوری ۱۹۸۷ء کو فقیر نے ترجمہ شروع کر دیا، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث شریف اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت اور مکتبہ قادریہ، لاہور کے انتظام کے ساتھ ترجمہ کا کام بھی کرتا رہا۔ اس عرصے میں والدین کریمین رحمہما اللہ تعالیٰ کی طویل علالت کے دوران حتی الامکان وہ ذمہ داری بھی ادا کرتا رہا جو مجھ پر عائد ہوتی تھی۔ ۱۰ر ذیقعدہ

۷؍جولائی ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء کو والدۂ محترمہ اور ۲۵؍شعبان ۳؍اپریل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء کو والد ماجد مولوی اللہ دتا رحمہما اللہ تعالیٰ دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ ظاہر ہے ان حالات میں تاخیر لازمی امر تھا

الحمد للہ تعالیٰ ۱۸؍محرم ۲۱؍اگست ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء کو چوتھی جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ چونکہ اشعۃ اللمعات فارسی کی آخری دو جلدیں، پہلی دو جلدوں کی نسبت زیادہ ضخیم ہیں اس لیے طے پایا کہ اشعۃ اللمعات کی تیسری چوتھی جلد کا ترجمہ چار جلدوں میں پیش کیا جائے، پیشِ نظر جلد کے علاوہ تین جلدیں مزید ہوں گی اور پوری کتاب سات جلدوں میں مکمل ہوگی۔

راقم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ متنِ حدیث ایک کالم میں اور اس کا ترجمہ دوسرے کالم میں لکھا ہے، پھر ترجمہ پر نمبر دے کر ان فوائد اور تشریحات کا ترجمہ کیا ہے جو حضرت رئیس المحدثین شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں۔ بعض مقامات پر ترجمے کی وضاحت کے لیے قوسین میں مختصر وضاحتی نوٹ لکھ دیے ہیں اور بعض مقامات پر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح مرآۃ اور محدث جلیل حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح مرقاۃ اور بعض دیگر کتب کے حوالے سے حواشی دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس ترجمہ کو جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مالکان فرید بک سٹال لاہور کو مع اہل و عیال صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت رکھے اور دنیا و آخرت میں بہترین جزا سے نوازے، انہوں نے اسلامی لٹریچر کا گراں قدر ذخیرہ شائع کر کے تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ جملہ اہلِ اسلام کو ان کا ممنون ہونا چاہیے اور اشاعتِ اسلام میں ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ آخر میں جناب محمد عالم مختار حق کا بڑی محنت سے پروف ریڈنگ کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۸؍محرم ۱۴۱۰ھ
۲۱؍اگست ۱۹۸۹ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پاکستان

تحریر:۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری

اشعۃ اللمعات کے جلیل القدر مترجم

استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ اہل سنت وجماعت کی ایک نامور علمی شخصیت ہیں، جن کی تحقیق، فنی اور تاریخی کاوشیں مثالی ہیں، بڑے وسیع القلب، نہایت مخلص، مہمان نواز اور شفیق ترین انسان ہیں سنیت کے تحریری خلا کو پُر کرنے کے لیے عرصہ سے قلمی جہاد میں مصروف قابل فخر کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی ذات گوناگوں اوصافِ حمیدہ کی جامع ہے، تبلیغ کا ہر شعبہ آپ پر ناز کرتا ہے۔ تحریر، تقریر، تدریس میں تعمیرِ سیرت، کردار سازی، اخلاقی بلندی اور روحانی برتری کی طرف خصوصی توجہ رکھتے ہیں۔ سنگین حالات، کٹھن مراحل اور دشوار گزار منازل میں صبر و استقامت حلم و تحمل کے پیکرِ جمیل نظر آتے ہیں۔

راقم کی آپ سے شناسائی قلم کا فیضان ہے، شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ پر میں نے ایک مختصر سا مضمون لکھا جو ضیائے حرم میں شائع ہوا، میرے ممدوح مکرم نے ملاحظہ فرمایا اور پسندیدگی کے گرامی نامہ سے سرفراز کرتے ہوئے حوالہ کی کتابیں طلب فرمائیں۔ باغی ہندوستان اور ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء وغیرہ پہلے مراسلت پھر ملاقات تک سلسلہ محدود رہا اور اب رفیق کار کی نسبت سے تعلق مستحکم ہے۔ (الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ)

مولانا شرف قادری صاحب ۱۳؍ اگست ۱۹۴۴ء، ۲۴؍ شعبان ۱۳۶۳ھ کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولانا اللہ دتہ صاحب ابن صوفی نور بخش صاحب مرحوم نہایت پابندِ صوم و صلوٰۃ صوفی منش بزرگ تھے، جن کی خصوصی تربیت اور مقبول ادعیہ کے سایہ میں پروان چڑھے، پاکستان کے ظہور کے ساتھ ہی ہجرت کر کے لاہور مقیم ہوئے، آپ کے گھر سے قریب ہی خطیب ملت مولانا علامہ غلام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جامع مسجد انجن شیڈ میں خطابت کے جوہر دکھایا کرتے تھے، والد ماجد علیہ الرحمۃ کی مولانا المرحوم سے عمدہ رفاقت تھی، شرف صاحب جب اپنے والد مکرم کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بڑے پیارے آپ کو علامہ اور فاضل لاہوری کے القاب سے نوازتے، اس جلیل القدر شخصیت کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے کلمات اب مولانا شرف صاحب قادری کے وجودِ مسعود پر بالکل صادق آتے ہیں۔

ابتداءً پرائمری پاس کیا، پھر دینی علوم کی طرف مائل ہوئے اور درج ذیل درس گاہوں سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

(۱) جامعہ رضویہ فیصل آباد (۲) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۳) جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف، ضلع خوشاب۔ دار العلوم

تحریر:۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری

اشعۃ اللمعات کے جلیل القدر مترجم

استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہٗ اہل سنت وجماعت کی ایک نامور علمی شخصیت ہیں، جن کی تحقیق، فنی اور تاریخی کاوشیں مثالی ہیں، بڑے وسیع القلب، نہایت مخلص، مہمان نواز اور شفیق ترین انسان ہیں سنیت کے تحریری خلا کو پُر کرنے کے لیے عرصہ سے قلمی جہاد میں مصروف قابل فخر کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی ذات گوناگوں اوصافِ حمیدہ کی جامع ہے، تبلیغ کا ہر شعبہ آپ پر ناز کرتا ہے۔ تحریر، تقریر، تدریس میں تعمیرِ سیرت، کردار سازی، اخلاقی بلندی اور روحانی برتری کی طرف خصوصی توجہ رکھتے ہیں۔ سنگین حالات، کٹھن مراحل اور دشوار گزار منازل میں صبر و استقامت حلم و تحمل کے پیکرِ جمیل نظر آتے ہیں۔

راقم کی آپ سے شناسائی قلم کا فیضان ہے، شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ پر میں نے ایک مختصر سا مضمون لکھا جو ضیائے حرم میں شائع ہوا، میرے ممدوح مکرم نے ملاحظہ فرمایا اور پسندیدگی کے گرامی نامہ سے سرفراز کرتے ہوئے حوالہ کی کتابیں طلب فرمائیں۔ باغی ہندوستان اور ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء وغیرہ پہلے مراسلت پھر ملاقات تک سلسلہ محدود رہا اور اب رفیق کار کی نسبت سے تعلق مستحکم ہے۔ (الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ)

مولانا شرف قادری صاحب ۱۳ر اگست ۲۴ر شعبان ۱۹۴۴ء ر ۱۳۶۳ھ کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولانا اللہ دتہ صاحب ابن صوفی نور بخش صاحب مرحوم نہایت پابندِ صوم وصلوٰۃ صوفی منش بزرگ تھے، جن کی خصوصی تربیت اور مقبول ادعیہ کے سایہ میں پروان چڑھے، پاکستان کے ظہور کے ساتھ ہی ہجرت کر کے لاہور مقیم ہوئے، آپ کے گھر سے قریب ہی خطیب ملت مولانا علامہ غلام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جامع مسجد انجمن شیڈ میں خطابت کے جوہر دکھایا کرتے تھے، والد ماجد علیہ الرحمۃ کی مولانا المرحوم سے عمدہ رفاقت تھی، شرف صاحب جب اپنے والد مکرم کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بڑے پیار سے آپ کو علامہ اور فاضل لاہوری کے القاب سے نوازتے، اس جلیل القدر شخصیت کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے کلمات اب مولانا شرف صاحب قادری کے وجودِ مسعود پر بالکل صادق آتے ہیں۔

ابتداءً پرائمری پاس کیا، پھر دینی علوم کی طرف مائل ہوئے اور درج ذیل درس گاہوں سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

(۱) جامعہ رضویہ فیصل آباد (۲) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۳) جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف، ضلع خوشاب۔ دار العلوم

ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

وقت کے جلیل المرتبت اساتذہ سے جملہ علوم وفنون اسلامیہ کی دولت حاصل کی جسے بڑی فیاضی سے ہر سطح پر تقسیم فرما رہے ہیں، آپ کے اساتذہ میں سے مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج محمد سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چشتی قادری رضوی فیصل آباد

حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد

رئیس المدرسین حضرت علامہ مولانا عطاء محمد صاحب چشتی گولڑوی بندیالوی مدظلہ،

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین صاحب جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد۔

حضرت مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف۔

علوم وفنون اسلامیہ کے حصول کے ساتھ ہی آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا جن اداروں میں آپ نے علوم درسیہ کی تعلیم دی ان میں درج ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ، مدرسہ اسلامیہ چکوال، جامعہ نعیمیہ لاہور، ان اداروں میں ایک مدت تک مسند درس پر فائز رہے پھر ۱۹۷۴ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں تشریف لے آئے اور تادم تحریر یہاں پر آپ بڑی تندہی، جانفشانی، انتہائی خلوص اور لگن کے ساتھ خدمات درس وتدریس، تحقیق وتصنیف میں پیہم مصروف ہیں۔ آپ کی ماہرانہ فنی وتدریسی صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت مفتی مدظلہ، نے آپ کو صدر المدرسین کا عہدہ تفویض فرمایا، یہاں پر آپ نے جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی تدریس فرمائی۔ ۱۹۷۴ء سے استاذ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔

علامہ شرف قادری صاحب بہت سی تاریخی، درسی، فقہی، علمی (عربی، فارسی، اردو) کتب کے مصنف، مترجم، محشی اور شارح کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ آپ کی ہر کتاب اور ہر مقالہ اہل علم وقلم سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے، ذیل میں آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکلے ہوئے شاہکار ملاحظہ ہوں جو بار بار زیور طباعت سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

تذکرہ اکابر اہل سنت، یاد اعلیٰحضرت بریلوی، سوانح سراج الفقہاء، احسن الکلام، مسائل اہل سنت، غایۃ الاحتیاط فی مسئلۃ حیلۃ الاسقاط، سنی کانفرنس ملتان، سنی کانفرنس ملتان کا پس منظر، اندھیرے سے اجالے تک، شیشے کے گھر۔

اردو تصانیف کے علاوہ عربی زبان میں بھی قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے درج ذیل بفضلہ وکرمہ تعالیٰ منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو چکی ہیں: الحیاۃ الخالدۃ۔ حول مبحث التوسل، مدینۃ العلم، المعجزۃ وکرامات الادل

آپ نے اکابر کی بعض عربی وفارسی کتب کے نہایت عمدہ، آسان اور پرکشش ترجمے کیے، جنہیں مشاہیر اہل علم وقلم نے تراجم کی بجائے اصل تصانیف کے مترادف قرار دیا۔ نام ملاحظہ ہوں۔

کشف النور عن اصحاب القبور، تحقیق الفتوی فی ابطال الطغویٰ، الشرف المؤبد لآل محمد، ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ اشعۃ اللمعات اردو (جلد چہارم)

درج ذیل کتابوں کے حواشی لکھ کر علماء وطلباء کی دیرینہ آرزو کی تکمیل فرمائی۔

کریما، نام حق، تحفہ نصائح، بدائع منظوم، نحو میر، مرقاۃ (منطق) کا عربی حاشیہ المرضاۃ

نیز آپ کی غیر مطبوعہ قلمی خدمات کی فہرست بھی دیکھنے جائیے۔

ہمعصر علماء ومشائخ کی آراء وتحسین، کسی بھی شخصیت کے لیے ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہر زمانہ میں مشاہیر و اکابر نے اس روایت کو اپنایا، اور اپنی سیر چشمی، بلند ہمتی کا ثبوت دیتے ہوئے، اصاغر نوازی کے جواہرات بکھیرے، ماہ وسال کی برتری اور علم وفضل میں درجہ کمال کے باوجود حقائق کے اظہار میں اپنے سے عمر اور مرتبہ میں کم ہونے پر بھی کسی شخص میں اوصافِ حمیدہ اور کمالات جمیلہ دکھائی دیئے تو برملا قرطاس وقلم سے اس کے مستقبل کو تابناک بنانے میں بصیرت افروز کلمات سے نوازا اور اس شخصیت کو نمایاں کرنے میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ فرمایا، چنانچہ علامہ شرف قادری مدظلہ کے لیے بھی ملتِ اسلامیہ کی نامور شخصیات نے جب ان کی مفید ترین قلمی خدمات کو ملاحظہ فرمایا تو نہایت عمدہ انداز میں اکابر ومشاہیر نے کلماتِ تحسین وآفرین سے سرفراز فرمایا۔ اختصار کے پیش نظر چند آراء ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ تقدس علی خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اہل سنت وجماعت کی قابل قدر شخصیت ہیں۔ وہ اپنی ذات کو درس وتدریس، تالیف وتصنیف کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف ان کے علم وفضل کا بیّن ثبوت ہیں۔ ایک عالم متقی ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی ہیں۔ (شیشے کے گھر)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رسوائے زمانہ کتاب البریلویہ کے رد میں فاضل جلیل مولانا موصوف نے اندھیرے سے اجالے تک" کتاب لکھی جو اسم بامسمیٰ ہے مصنف ممدوح نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حقائق کو بے نقاب کیا۔ مدلل ومسکت جوابات دیے ہیں۔ انتہائی مسلسل اور پاکیزہ انداز بیان ہے۔ (شیشے کے گھر)

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا)

"اندھیرے سے اجالے تک" آپ کا عظیم جماعتی اور علمی وتاریخی کارنامہ ہے۔ البریلویہ کے ہر الزام کا جواب بسط وشرح سے پیش کیا گیا ہے، ہر موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے حالات وخدمات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا جو بجائے خود ایک سوانحی خدمت ہے، جس کی روشنی میں الزامات خود ہی تار عنکبوت کی طرح اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (شیشے کے گھر)

پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ، ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔

نوازش نامہ اور تحفۂ رفیقہ موصول ہوئے۔ آپ نے بڑی محنت کی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مدلل، محقق، مختصر نگارشات دورِ جدید کا تقاضا ہے۔ آپ نے اس تقاضے کو بحسن وخوبی پورا فرمایا۔ آپ ان ممتاز اہل قلم میں سے ہیں جن سے فقیر استفادہ کرتا ہے۔ آپ کی مساعی لائق تحسین و آفرین ہیں۔ (شیشے کے گھر)

محمد حسین تسبیحی (ایرانی محقق)

امروز از طرف مولانا محمد منشا تابش قصوری یک مجلد تذکرۂ علماء واکابر اہل سنت بدست من رسید آں را تصفح کردم وحظ وافر وفائدہ احسن بردم، آفرین صد آفرین بر شما و قلم شما۔ (تذکرہ اکابر اہلِ سنت)

علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ (شارح بخاری)

مولانا شرف قادری، اہل سنت وجماعت کی قابل قدر علمی شخصیت ہیں۔ متعدد درسی کتابوں پر ان کے حواشی وتراجم اور متعدد موضوعات پر ان کی تصانیف ان کے علم وفضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ وہ ایک متقی عالم دین اور خاموش طبع شخصیت ہیں یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، انہوں نے اپنی ذات کو درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کے لیے وقف کر دیا ہے اور خلوص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت وجماعت کی قابل قدر خدمت کر رہے ہیں۔ (اسلامی عقائد)

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ کے حالات وواقعات کے لیے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تذکرہ علماء اہل سنت لاہور ۔ ———— علامہ اقبال احمد فاروقی
۲۔ شریف التواریخ جلد ۳ ۱۲ ، ———— سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
۳۔ تحریک نظامِ مصطفےٰ میں جامعہ نظامیہ کا کردار ۔ ———— محمد منشا تابش قصوری
۴۔ تعارف علماء اہل سنت ———— مولانا محمد صدیق ہزاروی
۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ———— شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز
۶۔ تذکرہ اکابر اہل سنت ———— علامہ شرف قادری صاحب
۷۔ اسلامی عقائد ———— 〃 〃 〃 〃
۸۔ شیشے کے گھر ———— 〃 〃 〃 〃

آپ کا تازہ شاہکار ترجمہ، اردو اشعۃ اللمعات جلد چہارم کی حسین صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تراجم کے مسلسل تجربات کے بعد قدرت نے اس عظیم شرح کے ترجمہ وحواشی کے لیے علامہ شرف قادری مدظلہ کو منتخب فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نبخشد خدائے بخشندہ

⑫ — کِتَابُ الْبُیُوعِ

اقسامِ تجارت اور ان کے احکام

بَیع کبھی تو سودے کو کہتے ہیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مال ایک کی ملکیت سے نکل کر دوسرے کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اسے مال کا مال سے تبادلہ بھی کہتے ہیں۔ عام طور پر بیع کا استعمال پہلی چیز میں ہوتا ہے یعنی مال کا ایک شخص کی ملکیت سے نکل جانا جسے بیچنا کہتے ہیں، بعض اوقات خریدنے کو بھی بیع کہہ دیتے ہیں، شراء اس کے برعکس ہے، عام طور پر خریدنے کو شراء کہتے ہیں، بعض اوقات بیچنے کو بھی شراء کہہ دیتے ہیں، بیع، باعٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہاتھ کا پنجہ ہے، بیچنے اور خریدنے والا دونوں مال کے قبضہ میں لینے کا فیصلہ کرتے ہیں (اور یہ فیصلہ کرتے وقت عموماً ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں) —

حضرت مصنف کی عادت ہے کہ ہر کتاب کی ابتدا میں ایک باب لاتے ہیں جس میں اس چیز کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ جس کی نسبت سے کتاب کا عنوان قائم کرتے ہیں، چونکہ بیع و شراء کی فضیلت میں احادیث صرف اس لحاظ سے وارد تھیں کہ یہ طلب حلال ہیں اور جائز کمائی کا ذریعہ ہیں اس لیے ایک باب کسب اور طلبِ حلال کے لیے قائم کیا ہے۔

بَابُ الْکَسْبِ وَطَلَبِ الْحَلَالِ

۲۲۵۔ کمائی اور رزقِ حلال کی تلاش

کسب کا معنی رزق کا تلاش کرنا اور اس کی طلب میں دوڑنا ہے، لغت کی مشہور کتاب صُراح میں ہے کسب کا معنی

اختیار کرنا اور اکٹھا کرنا ہے، اصل میں اس کا معنی جمع کرنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٢٦٣٩ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت مقدام بن معدی کرب[1] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی[2] سے بہتر کھانا کبھی نہیں کھایا اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھایا کرتے[3] تھے۔

(بخاری شریف)

[1] معدی کرب کی راء کے نیچے کسرہ ہے، حضرت مقدام رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، حمص میں قیام پذیر رہے ۸۷ھ میں شام میں اکانوے سال کی عمر میں وصال ہوا۔

[2] یعنی محنت ومشقت کی کمائی سے۔

[3] یعنی رزق کی کمائی انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی سنت ہے، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گزارے کے لیے زرہ بنایا کرتے تھے۔ اس میں اشارہ ہے کہ کھانے اور خوراک کے لیے کسب حلال سب سے زیادہ اہم ہے اور اگر دیگر ضروریات مثلاً کھانے، پہننے اور سواری کے لیے کمائی کرے تو بلا شبہ یہ درجۂ کمال ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف میں کھانے سے مراد تمام ضروریاتِ زندگی میں خرچ کرنا مراد ہو، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں اپنے زورِ بازو سے کھاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ضروریات زندگی اپنی کمائی سے پوری کرتا ہے۔

٢٦٤٠ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَ قَالَ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک[1] ہی کو قبول فرماتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اُسی چیز[2] کا حکم دیا جس کا پیغمبروں کو حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا۔ اے رسولو! تم حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ نیز فرمایا: اے ایمان والو! اُن حلال کھانوں میں سے کھاؤ جو ہم نے

اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى [4] السَّمَآءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّ غُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تمہیں دیے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے[4]۔ اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا[5] کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور پینا حرام ہے اور لباس حرام ہے اور اسے حرام غذا دی گئی[6] تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم شریف)

[1] یعنی حلال کو، یاد رہے کہ طیب، خبیث کے مقابل ہے، اس کا معنی پاک اور لطیف ہے۔ بعض اوقات خوشدلی سے ماخوذ ہوتا ہے، وہ کام جو رضا و رغبت سے کیا جائے، کبھی خوشبو سے ماخوذ اور حلال کے معنی میں آتا ہے، کیونکہ نفس انسانی اسے شرعی طور پر پسند کرتا ہے مکروہ یا حرام نہیں جانتا، انسانوں میں سے طیب وہ ہے جو نجاست اور جہل و فسق کی خباثت سے پاک اور علم اور حسن عمل سے آراستہ ہو، اللہ تعالیٰ کو اس معنی میں طیب کہتے ہیں کہ وہ عیب اور نقصان سے پاک ہے ——— حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور رزقِ حلال کو حرمت کی میل سے پاک ہونے کے سبب بارگاہِ الٰہی کے ساتھ مناسبت ہے لہٰذا وہ اس کی بارگاہِ عزت میں قرب کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ بخلاف حرام کے کہ اس کی ضد ہے وہ اس قابل نہیں ہے۔

[2] یعنی رزق حلال اور طیب کا کھانا۔

[3] اعمالِ صالحہ، حلال اشیاء کے کھانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ لقمہ عمل کا بیج ہے۔

[4] حج یا کسی دوسری عبادت کے لیے محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، اس صورت میں دعا کی قبولیت کا غالب گمان ہوتا ہے، احادیث میں ہے کہ مسافر کی دعا مقبول ہوتی ہے۔

[5] فریاد کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو بلاتے ہوئے۔

[6] یعنی اس کی پرورش ابتداءً حرام سے ہوئی ہو، اگرچہ اس وقت حلال ہی کھاتا ہو ——— ہاں ایک صورت ہے کہ جو کچھ گزر چکا اس سے سچے دل سے صحیح توبہ کر لے۔

۲۶۳۱/۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی جو کچھ حاصل کرے گا

مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِّنَ الْحَرَامِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اس کے بارے میں پروا نہیں کرے گا کہ وہ مالِ حلال سے ہے یا[1] حرام سے۔

(بخاری شریف)

---

[1] وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرے گا اور بلا خوف و خطر کھا پی جائے گا۔ شعر

ہرچہ آمد بدہانِ شاں خوردند — وانچہ آمد بزبانِ شاں گفتند

دین سے لاپروائی کا یہ عالم ہوگا (اور اب تو ہو چکا)، کہ جو مل گیا کھا لیا اور جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

۲۶۴۲ **وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت نعمان بن[1] بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ[2] چیزیں ہیں جنہیں بہت سے[3] لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا[4] اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو مشتبہ چیزوں میں واقع ہوا وہ حرام میں واقع ہوا[5]، جیسے کہ ممنوعہ[6] علاقہ کے آس پاس جانور چرانے والا قریب ہے کہ اس میں چرانے لگے خبردار! ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے اور جان لو! کہ اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ حرام کام ہیں خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہے وہ سدھر[7] جائے تو تمام جسم سدھر جاتا ہے اور وہ بگڑ جائے[8] تو تمام جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ جان لو! کہ وہ دل[9] ہے۔

(صحیحین)

---

[1] نعمان بن بشیر بروزن بجیر، انصاری اور نوعمر صحابی ہیں۔ ہجرت سے چودہ مہینے بعد پیدا ہوئے وہ ہجرت کے بعد انصار کے ہاں پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں اور مہاجرین کے ہاں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے پہل پیدا ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت نعمان بن بشیر کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی، اہل مدینہ کے نزدیک انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارک نہیں سنی۔ جب کہ

اہل عراق کہتے ہیں کرسی ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ میں قیام پذیر ہوئے، ان کے وصال کے بعد یزید بن معاویہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کوفہ بھیجا تو اس وقت نعمان بن بشیر، یزید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے مسلم بن عقیل سے تعرض نہیں کیا اور ان کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا، جب یہ اطلاع یزید کو پہنچی تو اس نے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ عبید اللہ بن زیاد کو بھیج دیا، اس کے بعد جو کچھ ہوا ہر کسی کو معلوم ہے، اور جب امام شہید کا سر مبارک شام بھیجا گیا تو حضرت نعمان بن بشیر نے اہل بیت کی مستورات طاہرات کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم۔

ے۲ جن کے بارے میں دلائل کے تعارض، اقوال کے اختلاف اور اسی قسم کے دیگر امور کے سبب شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ حلال ہیں یا حرام۔

ے۳ علم اور تمیز نہ رکھنے کے سبب۔

ے۴ یعنی جو محل اشتباہ میں واقع نہیں ہوا اس نے اس احتیاط کے سبب اپنے دین کو شرعی مذمت سے بچا لیا اور اپنی عزت، طعن و تشنیع کرنے والوں سے بچالی ـــ براءت کا معنی عیب سے بیزار ہونا اور عرض عین کے کسرہ کے ساتھ، عزت، شرافت۔

ے۵ یعنی یا تو وہ اسی وقت حرام میں واقع ہو گیا یا آئندہ واقع ہو جائے گا۔

ے۶ الرعی راء کے فتحہ کے ساتھ چرنا اور چرانا ـــــــ حمیٰ حاء کے نیچے زیر، میم پر زبر اور اس کے بعد الف مقصورہ، اس کا معنی ہے وہ چراگاہ جہاں حاکم وقت دوسروں کو جانوروں کے چرانے سے منع کر دیتا ہے، حرام کاموں کو ممنوعہ علاقے سے تشبیہ دی گئی ہے کہ ان کاموں میں واقع ہونے سے منع کیا گیا ہے اور ان سے بچنا واجب ہے مشتبہ کاموں میں واقع ہونے کو ممنوعہ علاقے کے اردگرد جانور چرانے سے تشبیہ دی گئی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح چرواہے کو جانور ممنوعہ علاقے سے دور چرانے چاہئیں کہ کہیں اس علاقے میں نہ چلے جائیں اسی طرح آدمی کو چاہیے کہ وہ مشتبہ کاموں سے دور رہے تاکہ وہ حرام کاموں میں نہ جا پڑے۔

تنبیہ:۔ امام اجل شیخ اکرم عبد الوہاب متقی نے مراتب اعمال کے بیان کرنے کے لیے ایک نقشہ اس طرح ترتیب دیا ہے۔

ضروری	مباح	مکروہ	حرام	کفر

جب بندہ قدرِ ضرورت پر اکتفا کرے جس کے ساتھ وہ زندہ رہ سکتا ہے تو وہ سلامتی میں رہتا ہے اور جب حدِ ضرورت سے آگے بڑھ کر مباح کاموں میں وسعت اختیار کرے تو وہ مکروہات میں واقع ہو جاتا ہے اور مکروہات سے محرمات میں اور محرمات سے کفر میں واقع ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک یہ تنزل کی راہ ہے۔

اس ضعیف (شیخ محقق)، نے ترقی کے لیے ایک نقشہ اس طرح ترتیب دیا ہے۔

فرض	واجب	سنت	مستحب	ادب

جب انسان فرائض کے بعد واجبات، سنن اور مستحبات ادا کرے اور ان کے بعد آداب بجالائے تو وہ مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے اور خواص بلکہ اخص الخواص بندوں میں سے ہو جاتا ہے۔

[۷] جب وہ نیک ہو جائے، گناہوں اور نفسانی خواہشات کی رغبت اور شبہات میں واقع ہونے سے پاک ہو جائے اور محفوظ رہے۔

[۸] گناہوں کی رغبت اور حرام اور نفسانی خواہشات میں واقع ہو جانے سے۔

[۹] وہ لوتھڑا دل کا مظہر اور متعلق ہے ورنہ حقیقتہً دل وہ لطیفۂ نورانیہ ہے جو عالم ہے، جیسے کہ آنکھ قوتِ باصرہ کی نسبت سے، نظم

دل اگر ایں بہرہ آب و گلِ است — خرہم از اقبالِ تو صاحب دل است
ہر کہ نے مغرور با ایں دل شوی !! — کش بنر و گربہ چوں غافل شوی

اگر دل مٹی اور پانی سے پیدا شدہ اسی لوتھڑے کا نام ہے تو تیری قسمت سے گدھا بھی صاحبِ دل ہے۔ بہتر ہے کہ تو اس دل پر مغرور نہ ہو کہ تو اس کے سبب بکری اور بلی کی طرح غافل ہو جائے گا۔

۲۶۴۳ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ[۱] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَّ كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت رافع بن خدیج[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتے کی قیمت پلید ہے، زانیہ عورت کا مہر[۲] پلید ہے، خون نکالنے والے کی کمائی[۳] پلید ہے۔ (مسلم شریف)

[۱] رافع بن خدیج خاء پر زبر، دال کے نیچے زیر، یاء ساکن اور آخر میں جیم، یہ انصاری صحابی ہیں، بدر میں کم سنی کے سبب حاضر نہیں ہوئے، احد، خندق اور دیگر تمام جنگوں میں شریک ہوئے، اُحد کے دن انہیں ایک تیر لگا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تیرے لیے گواہی دوں گا، عبد الملک کے زمانے میں ان کا زخم پھر ہرا ہو گیا، چھیاسی سال کی عمر میں ۳۷ھ یا ۷۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

[۲] اس جگہ مہر سے مراد زنا کا معاوضہ ہے ــــ بَغِیٌّ باء مفتوح، غین مکسور اور یاء مشدد، زانیہ عورت بِغیٌّ باء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی زنا ہے۔

[3] وہ معاوضہ جو خون نکالنے پر لیا جائے۔

ان تین چیزوں کو خبیث قرار دیا گیا ہے، خبیث، طیب کے مقابل استعمال کیا جاتا ہے اور بعض اوقات طیب، مطلق حلال کے معنی میں بولا جاتا ہے، لہٰذا خبیث کا معنی حرام ہوگا۔ بعض اوقات طیب کا اطلاق، حلال سے خاص معنی پر کیا جاتا ہے یعنی جو کراہت اور شبہہ کے بغیر پاک ہو، اس لحاظ سے خبیث حلال کے ادنیٰ مرتبے اور مکروہ کو شامل ہوگا اگرچہ کراہت تنزیہی سے مکروہ ہو، زانیہ کا معاوضہ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے خبیث ہوگا کہ وہ حرام قطعی ہے، خون نکلنے والے کی اجرت دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے خبیث ہوگی کہ اس کمائی میں گھٹیا پن اور خست پائی جاتی ہے اور وہ حلال کا ادنیٰ درجہ ہے، کتے کے ثمن میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام محمد اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک ایسے کتے، بھیڑیے اور درندوں کی بیع جائز ہے جن میں کوئی فائدہ ہو، خواہ وہ سدھائے ہوئے ہوں یا نہ۔ امام ابو یوسف اور دیگر اماموں کے نزدیک کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے۔ جن حضرات کے نزدیک یہ بیع حرام ہے وہ خبیث کا لفظ پہلے معنی پر محمول کرتے ہیں، اور جو اسے جائز قرار دیتے ہیں وہ دوسرے معنی پر محمول کرتے ہیں کہ اس میں گھٹیا پن پایا جاتا ہے۔

۲۶۴۴/۶ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَ مَھْرِ الْبَغِیِّ وَ حُلْوَانِ الْکَاھِنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو مسعود انصاری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ عورت کے مہر اور کاہن کی اجرت[2] سے منع فرمایا۔ (صحیحین)

[1] مشہور صحابی ہیں۔ عقبۂ ثانیہ کے موقع پر حاضر ہونے والے صحابہ میں سب سے کم عمر تھے، انہیں بدری بھی کہا جاتا ہے، جمہور علماء کے نزدیک انہیں اس لیے بدری کہا جاتا ہے کہ وہ بدر میں قیام پذیر تھے، اس لیے نہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے، بعض علماء نے کہا کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے، اس کے بعد غزوۂ احد اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں کوفہ میں قیام پذیر ہوئے۔

[2] وہ نقدی جو کاہن کو اس کی کہانت پر دی جاتی ہے، حُلوان حاء مضموم، لام ساکن، حلاوت سے مشتق ہے اس کا معنی مٹھائی ہے، کاہن کی اجرت، عورت کے حق مہر اور مالِ رشوت کو بھی حلوان کہہ دیتے ہیں کہ ان میں مٹھاس بھی ہے اور محنت و مشقت کے بغیر یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ صراح (لغت کی کتاب) میں ہے کہ حُلوا اور حُلوان اس چیز کو کہتے ہیں جو مزدور کو مزدوری کے علاوہ بطور خوشامد کے دی جائے — کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ کی خبریں دے اور اسرار کی معرفت کا دعویدار ہو، عرّاف اور منجم اسی کے حکم میں ہیں، ان کے پاس جانا اور خبریں دریافت کرنا اور ان کی تصدیق کرنا باتفاق اہلِ اسلام حرام ہے، اس کی تحقیق اور تفصیل باب السحر والکہانۃ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۶۴۵ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ كَسْبِ الْبَغِیِّ وَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَ مُوْكِلَهٗ وَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَ الْمُصَوِّرَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوجحیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت[2]، کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا اور سود کھلانے والے[4] گودنے[5] والی اور گدوانے والی اور مصور[6] پر لعنت فرمائی۔

(بخاری شریف)

۱؎ ابوجحیفہ جیم پر پیش، حاء پر زبر، پھر یاء اور اس کے بعد فاء، کم عمر صحابہ میں سے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، لیکن انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سنے اور ان کی روایت کی، کوفہ میں قیام کیا، وہاں مکان تعمیر کیا جسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے بیت المال کے لیے مقرر کر دیا، ان کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے اور ۷۴ھ میں وصال ہوا۔

۲؎ یعنی خون کے بیچنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ پلید ہے اس کا بیچنا درست نہیں ہے، بعض نے اسے خون نکالنے والے کی اجرت پر محمول کیا اور اس کا حکم معلوم ہو چکا ہے۔

۳؎ وہ بیچنے والا ہے اور سود لیتا ہے۔

۴؎ مُوْکِلَہٗ میم پر پیش، واؤ ساکن، کاف کے نیچے زیر، سود کھلانے والا، خریدار ہے۔ اس پر لعنت فرمائی کہ وہ گناہ پر ابھارنے والا اور اس کے کرنے اور گناہ میں شریک ہے، دونوں گنہگار ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک کھاتا ہے اور دوسرا کھلاتا ہے اور گنہگار مستحق لعنت اور مقام قرب و رضا سے دور ہے۔

۵؎ وشم کا معنی ہے جسم میں سوئی کا چبھونا اور اسے نیل یا سرمے سے بھر کر نقش و نگار بنانا جیسے کہ بعض عورتیں کرتی ہیں، واشمہ وہ عورت ہے جو کسی دوسرے کے جسم پر یہ کام کرتی ہے اور مستوشمہ وہ عورت جو اپنے جسم پر یہ کام کرواتی ہے، علماء کے کلام سے یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے، ورنہ واشمہ کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو یہ کام کرے اپنے جسم پر یا دوسرے کے جسم پر، اور مستوشمہ وہ ہے جو دوسرے سے مطالبہ کرے کہ اس پر یہ عمل کرے، صحاح (لغت کی کتاب) میں یہی مطلب بیان کیا ہے۔

۶؎ جو جاندار کی تصویر بنائے، اس مسئلے کی تفصیل باب التصاویر میں آئے گی۔

۲۶۴۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَ هُوَ بِمَكَّةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال[1] مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ

إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا أَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهٗ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں[2] کی بیع کو حرام قرار دیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مردار کی چربیوں کے بارے میں فرمائیں کہ وہ کشتیوں پر ملی جاتی ہیں، ان سے چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ ان سے چراغ جلاتے ہیں، فرمایا: انہیں نہ بیچو[3] وہ حرام ہیں، اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے، تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب چارپایوں کی چربیاں[4] ان پر حرام کیں تو انہوں نے چربی پگھلا کر فروخت کی اور اس کی قیمت کھائی[5]

(صحیحین)

۲۶۴۷/۹ وَعَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو

---

[1] بعض نسخوں میں یَوْمَ الْفَتْحِ، فتح مکہ کے دن ہے، اس صورت میں ان کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے۔ حدیث کے سننے کی تاکید کے لیے ہے۔

[2] علماء نے فرمایا ہے کہ گانے بجانے اور لہو و لعب کا حکم بھی یہی ہے اور ان کے آلات توڑ دینے پر ضمانت نہیں ہے۔

[3] دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی طرح بھی نفع حاصل نہ کرو کہ وہ حرام ہے، اکثر شافعیہ کے نزدیک ناپاک تیلوں کا بیرونی استعمال جائز ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک زیتون کا پلید تیل بیچنا جائز ہے بشرطیکہ بیچنے والا بیان کر دے کہ وہ پلید ہے، اسی طرح علامہ طیبی نے نقل کیا، ناپاک تیل سے چراغ روشن کرنے کو علماء نے مکروہ قرار دیا ہے خصوصاً مسجد میں۔

[4] سزا اور تنگی کے لیے ان پر سختی کی گئی۔

[5] یعنی انہوں نے حیلہ کیا کہ ممانعت تو چربی کے کھانے سے ہے اور ہم نے چربی نہیں کھائی بلکہ اس کی قیمت کھائی ہے، چربی کے پگھلانے کا مقصد تغیر و تبدل تھا گویا اب حقیقت تبدیل ہو گئی ہے، اس حدیث میں دلیل ہے کہ ہر وہ حیلہ حرام ہے جس کے ذریعے حرام تک پہنچا جائے، نیز یہ کہ شے کی قیمت کا وہی حکم ہے جو شے کا ہے۔

الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہلاک فرمائے، اُن پر چربیاں حرام کی گئیں تو انہوں نے انہیں پگھلایا اور فروخت کیا[1]

(صحیحین)

[1] اوران کی قیمت کھائی، جَمَلَ، اَجْمَلَ، اِجْتَمَلَ، چربی کا پگھلانا۔

٢٦٤٨/١٠ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ السِّنَّوْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے اور بلی[1] کی قیمت سے منع فرمایا۔

(مسلم شریف)

[1] سِنَّوْر، سین مکسور اور نون مشدد مفتوح، بلی ـــ علامہ طیبی نے فرمایا بلی کے فروخت کرنے کی ممانعت تنزیہی ہے (یعنی بہتر ہے کہ اسے فروخت نہ کیا جائے) اس کا بیچنا، مفت دینا، عاریۃً دینا جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے، حضرت ابوہریرہ اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ فروخت کرنا ناجائز ہے، انہوں نے اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔

٢٦٤٩/١١ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَمَ اَبُوْ طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهٗ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَّ اَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوطیبہ[1] نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تو آپ نے انہیں ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم فرمایا اور اُن کے مالکوں سے فرمایا کہ ان کے ٹیکس[2] میں کمی کر دیں۔

(صحیحین)

[1] ابوطیبہ طاء مفتوح اور یاء ساکن، انہوں نے پچھنے لگا کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون شریف نکالا۔

[2] عربوں کی عادت تھی کہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اس بات کا پابند بنا دیتے تھے کہ محنت مزدوری کر کے ہمیں ہر روز اتنی کمائی لا کر دیں، جب حضرت ابوطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی تو آپ نے ازراہ عنایت ان کو اجرت بھی دی اور ان کے مالکوں کو بھی حکم دیا کہ ان پر عائد کردہ ٹیکس میں کمی کر دیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھنے لگانے کی کمائی حلال ہے اور اسے اجرت دی جا سکتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٢٦٥٠/١٢ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِّنْ كَسْبِكُمْ وَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِّنْ كَسْبِكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤدَ وَ الدَّارِمِيِّ اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَ اِنَّ وَلَدَهٗ مِنْ كَسْبِهٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم جو بہترین چیز کھاتے ہو وہ ہے جو تمہاری کمائی سے ہو اور تحقیق تمہاری اولاد تمہاری کمائی سے[1] ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا، ابوداؤد اور دارمی کی ایک روایت میں ہے کہ مرد جو بہترین چیز کھاتا ہے وہ ہے جو اس کی کمائی سے ہو اور بے شک اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہے۔

[1] لہٰذا تمہاری اولاد تم پر جو کچھ خرچ کرے وہ بھی حلال اور طیب ہے۔ اور ہاتھ کی کمائی کے حکم میں ہے۔

٢٦٥١/١٢ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَيُقْبَلُ مِنْهُ وَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكُهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْحُوا السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُوا السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُوا الْخَبِيْثَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ كَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہے کہ کوئی بندہ مالِ حرام کما کر اس سے صدقہ دے تو وہ قبول کر لیا جائے[1] یا اس میں سے خرچ کرے[2] تو اسے اس میں برکت دی جائے اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا زادِ راہ ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا[3] ہے، تحقیق پلید پلید کو نہیں مٹاتا۔

اسے امام احمد نے روایت کیا اور اسی طرح شرح السنۃ میں ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ مالِ حرام سے صدقہ دینے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، نہ ہی اس پر ثواب ہے۔ البتہ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کے پاس مشتبہ مال ہو تو صدقہ کر دے اور اپنے اوپر صرف نہ کرے۔

[2] یعنی مال حرام اپنی ذات پر خرچ کرے تو اس مال میں یا خرچ کرنے میں برکت نہیں دی جائے گی۔

[3] مال حرام کے صدقہ کرنے سے وہ گناہ نہیں مٹ سکتاعہ جو حرام کی کمائی کے سبب اس پر لازم ہے (اس کے لیے اسے توبہ کرنا ضروری ہے، قادری)

۲۶۵۲/۱۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَ كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الدَّارِمِيُّ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام[1] سے پیدا ہوا ہو، آگ حرام کھانے سے پیدا ہونے والے ہر گوشت کے زیادہ لائق ہے۔

(امام احمد، دارمی اور بیہقی شعب الایمان میں)

[1] سُحت سین پر ضمہ اور حا ساکن، حرام، سُحت کا اصل معنیٰ ہلاک کرنا اور جڑ سے اکھیڑ دینا ہے۔

۲۶۵۳/۱۵ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَاْنِيْنَةٌ وَ اِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ اَلْفَصْلَ الْاَوَّلَ)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان یاد کیا، اُس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں[1] ڈالے اور وہ اختیار کر جو تجھے شک میں نہ ڈالے[2]، کیونکہ بے شک سچ اطمینان ہے اور تحقیق جھوٹ باعث تردد[3] ہے، امام احمد، ترمذی، نسائی اور امام دارمی نے صرف پہلا حصہ روایت کیا۔[4]

[1] یریبکُ میں یاء کا فتح اور ضمہ دونوں مروی ہیں رَابَہٗ اور اَرَابَہٗ کا معنیٰ شک میں ڈالنا ہے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ شبہات میں واقع ہونے سے بچنا چاہیے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ جب تیرے دل میں کسی چیز کے بارے میں شک ہو تو اسے چھوڑ دے اور اس چیز کو اختیار کر جو شک و شبہ سے خالی ہو، کیونکہ کسی چیز میں شک و شبہہ کا پیدا ہونا اس کے باطل ہونے کی علامت ہے

عہ مطلب یہ ہے کہ مال حرام کا صدقہ کرنا گناہ ہے اس سے حرام کمانے کا گناہ نہیں دھل سکتا، بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک فرمایا: جو شخص مال حرام صدقہ کر کے ثواب کی اُمید رکھے وہ کافر ہے اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اسے حرام دیا گیا ہے اور وہ اس کے لیے دعا کرے تو وہ بھی کافر ہے ۱۲ مرقاۃ

اور اطمینانِ قلب، اس کے حق ہونے کی نشانی ہے، یہ قاعدہ ہے کسی چیز کے حسن و قبح اور حلت و حرمت کے پہچاننے کا، لیکن یہ پہچان صرف ان قدسی صفات حضرات کو ہو سکتی ہے جن کے نفوس طیب و طاہر اور تقویٰ و عدالت سے موصوف ہوں، اس کی تفصیل آئندہ حدیث کی شرح میں آئے گی۔

ف۳ رِیْبَۃٌ راء مکسورہ اور یاء ساکن، یعنی جھوٹ اور باطل، باعثِ شک اور تردد ہے۔ یہ حدیث کے بیان کردہ دونوں معنوں کو شامل ہے۔

ف۴ امام دارمی نے حدیث کا صرف یہ حصہ روایت کیا دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ دوسرا حصہ فَاِنَّ الصِّدْقَ سے آخر تک روایت نہیں کیا۔

۲۶۵۴/۱۶ وَعَنْ وَابِصَۃَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا وَابِصَۃُ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَ الْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَہٗ فَضَرَبَ بِھَا صَدْرَہٗ وَ قَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَکَ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَ اطْمَأَنَّ اِلَیْہِ الْقَلْبُ وَ الْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَ تَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَ اِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت وابصہ ابن معبد[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معبد! تو نیکی اور[۲] بدی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے میں نے عرض کیا ہاں، راوی کہتے ہیں آپ نے اپنی انگلیاں اکٹھی کرکے ان کے[۳] سینے میں ماریں اور فرمایا اپنے ضمیر سے پوچھ اپنے دل سے پوچھ، تین دفعہ یہ کلمات فرمائے[۴]، نیکی وہ ہے جس کی طرف ضمیر مائل[۵] ہو اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں اثر کرے[۶] اور سینے میں کھٹکے[۷]۔ اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ ہی دیں[۸]۔

(امام احمد، دارمی)

ف۱ وَابِصَہ باء مکسورہ اور صاد مفتوح، مَعْبَد میم مفتوح، عین ساکن اور باء مفتوح، صحابی ہیں، نو ہجری میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، پیکر تقویٰ و صلاحیت اور بکثرت گریہ و زاری کرنے والے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ف۲ کیا تو یہ پوچھنے آیا ہے؟ کہ نیکی کیا ہے جس میں ثواب ہے اور برائی کیا ہے جس میں گناہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کے دل کی بات بطور کشف بیان فرمادی۔

ف۳ یا اپنے سینے پر مار کر دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

ف۴ اس کے بعد نیکی اور بدی کی نشانی بیان فرمائی۔

ف۵ جس سے آدمی کا ضمیر قرار اور آسودگی حاصل کرے اور اس کی طرف مائل ہو۔

٥٦ حَاكَ، حَيْكٌ سے مشتق ہے جس کا معنی بات کا دل میں اور تلوار کا زخم میں اثر کرنا ہے۔

٥٧ ایک روایت میں حَكَّ کاف کی تشدید کے ساتھ اور مَا حَاكَ شد کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی خلجان پیدا کرے اور دل اور سینہ کو چھیلے۔

٥٨ مطلب یہ ہے کہ گناہ وہ ہے جو دل پر اثر انداز ہو، بے قراری کی کیفیت کا حامل ہو، اور دل میں یہ بات آئے کہ یہ گناہ ہے اور تجھے یہ امر اچھا نہ لگے کہ لوگ اس پر آگاہ ہوں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ جب تجھے شرم نہیں آتی تو جو چاہے کر، اس کا یہی مطلب بیان کیا گیا ہے، یہ، فعل کے برا اور ناپسندیدہ ہونے کی نشانی ہے، اور اگر دل اس کام سے سکون و قرار محسوس کرے اور کوئی خدشہ اور کھٹکا محسوس نہ ہو تو اس فعل کے عمدہ اور اچھا ہونے کی نشانی ہے۔

لیکن یہ نفسانی خواہشات سے پاک صاف اور پرہیزگاری اور عدالت سے موصوف حضرات کے ساتھ خاص ہے جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا، کیونکہ ایسے دل اور ایسے نفوس نیکی کی طرف مائل اور برائی سے متنفر ہوتے ہیں چنانچہ شے اپنی جنس کی طرف کھنچتی ہے اور اپنی ضد سے متنفر ہوتی ہے، اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ بھی ایسے ہی دلوں کے بارے میں فرمایا ہے ورنہ نفسانی خواہشات میں ڈوبے ہوئے دل، نیکی سے نفرت اور شرم محسوس کرتے ہیں اور برے کاموں کو بے حیائی کی حد تک پسند کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ دل کی رائے اس وقت دریافت کی جائے گی جب کہ دلیل شرعی موجود نہ ہو، اگر آیات مبارکہ میں بظاہر تعارض ہو تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر سنن میں تعارض محسوس ہو تو اقوال علماء کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اقوال علماء بھی متعارض ہوں تو اس جانب رجوع کیا جائے گا۔ جدھر دل کا غالب رجحان اور فتویٰ ہو، اور اقوال علماء میں سے وہ قول اختیار کیا جائے گا جس پر قلب سلیم مطمئن ہو، یہی تقویٰ ہے اور یہی احتیاط ہے، اس حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے، اور اللہ تعالےٰ ہی توفیق اور ہدایت دینے والا ہے۔

٢٦٥٥ وَعَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهٖ بَأْسٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عطیہ سعدی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس مقام کو نہیں پہنچتا کہ متقین میں سے ہو، جب تک کہ حرج والے کام سے بچنے کے لیے اس کام کو نہ چھوڑ دے جس میں حرج نہ ہو۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

[1] عطیہ ابن عروہ سعدی سین مفتوح اور عین ساکن، صحابی ہیں، شام میں قیام پذیر ہوئے۔

[2] صراح میں ہے بأس کا معنی عذاب اور سختی ہے ——— مثلاً غیر شادی شدہ آدمی پیٹ بھر کر کھانے اور

خوشبو سے اس لیے پرہیز کرے کہ مجھ پر شہوت کا غلبہ نہ ہو جائے اور میں حرام میں واقع نہ ہو جاوں، محرمات، مکروہات اور مشتبہات سے بچنے کے بعد یہ تقوٰی کی انتہا ہے، تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو ایسا کام بھی مشتبہات میں داخل ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہو جائیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم اس خوف سے ستر قسم کے مباح کام چھوڑ دیا کرتے تھے کہ حرام میں واقع نہ ہو جائیں۔

۲۶۵۶/۱۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ عَشَرَةً عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا وَالْمُشْتَرٰى لَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس افراد پر لعنت فرمائی، دوسرے کے لیے انگور نچوڑنے والے[۱]، اپنے لیے نچوڑنے والے، شراب کے پینے والے، اٹھا کر لانے والے[۲] اور اس پر جس کے پاس لائی گئی پلانے والے، بیچنے والے، اس[۳] کی قیمت کھانے والے اس کے خریدنے والے[۴] اور اس شخص پر جس کے لیے خریدی گئی۔

(ترمذی و ابن ماجہ)

[۱] عاصر۔ انگور کا شیرہ نچوڑنے والا خواہ وہ اپنے لیے نچوڑے یا دوسرے کے لیے، اور مُعتَصِر اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کے لیے نچوڑے۔

[۲] جو اس کا برتن (مٹکا وغیرہ) اٹھا کر لایا ہو۔

[۳] یہ بیچنے والے سے عام ہے، بیچنے والے کے علاوہ دوسرا شخص بھی اگر شراب کی قیمت کھائے تو وہ بھی ملعون ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیچنے والا کسی کا کارندہ ہو وہ شخص قیمت کھائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے (حضرت شیخ قدس سرہ اس وہم کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ بائع کا ذکر کرنے کے بعد قیمت کھانے والے کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ ۱۲ قادری)

[۴] اگرچہ وہ خود نہ پیے، اسی طرح اس شخص پر لعنت فرمائی جس کے لیے شراب خریدی گئی۔ اگرچہ وہ خود نہ پیے۔

۲۶۵۷/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے شراب پر

سَاقِيَهَا وَ بَآئِعَهَا وَ مُبْتَاعَهَا وَ عَاصِرَهَا وَ مُعْتَصِرَهَا وَ حَامِلَهَا وَ الْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، دوسرے کے لیے یا اپنے لیے کشید کرنے والے، اسے اٹھانے والے پر اور اس شخص پر جس کی طرف اٹھا کر لے جائی گئی۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۲۶۵۸/۲ **وَعَنْ** مُحَيِّصَةَ اَنَّهٗ اسْتَاْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اُجْرَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ فَلَمْ يَزَلْ يَسْتَاْذِنُهٗ حَتّٰى قَالَ اَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَ اَطْعِمْهُ رَقِيْقَكَ ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت محیصہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پچھنے لگانے کی اجرت کے بارے میں اجازت[2] مانگی آپ نے انہیں منع فرمایا، وہ اجازت مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: وہ اجرت اپنے پانی کھینچنے والے اونٹ اور غلام کو کھلا دے[3]۔

(امام مالک، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] محیصہ میم مضموم، حا مفتوح، یا مشدد مکسور، اس کے بعد صاد، محیصہ ابن مسعود، انصاری ہیں۔ جنگ احد، خندق اور ان کے بعد کی دیگر جنگوں میں شریک ہوئے، ان کے بھائی حُوَیِّصَہ ابن مسعود ہیں۔ حا مضموم، واؤ مفتوح، اور یا مشدد مکسور، وہ بھی صحابی ہیں، حُوَیِّصَہ بڑے بھائی ہیں۔ لیکن حضرت محیصہ کے بعد اسلام لائے، ان کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ ایک وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ تم میں سے جسے کوئی یہودی مل جائے اسے قتل کر دے چنانچہ محیصہ نے جا کر ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا، حُوَیِّصَہ نے محیصہ کو کہا: تجھ پر افسوس کہ تو نے ایسے شخص کو قتل کر دیا کہ تیرے پیٹ کی چربی اس کے مال سے ہے، محیصہ نے کہا تو کیسی باتیں کرتا ہے؟ میں نے اُسے اس ہستی کے حکم پر قتل کیا ہے کہ اگر حکم دیں تو تجھے بھی قتل کر دوں، حویصہ نے کہا سبحان اللہ! جس دین نے تجھے محبت اور اخلاص کی اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ واقعی قابل قدر ہے۔ چنانچہ وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

[2] اور پوچھا کہ اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟ ظاہر یہ ہے کہ ان کا غلام پچھنے لگاتا تھا اور اجرت کا ایک حصہ انہیں دیتا تھا، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود پچھنے لگاتے ہوں یا کسی اور طریقے سے اس کام سے متعلق ہوں۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ پچھنے لگانے کی اجرت لینا مکروہ تنزیہی ہے، ورنہ آقا کے لیے جائز نہیں ہے کہ مال حرام غلام کو کھلائے، تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے

کو اجرت دی، جیسے کہ باب الحجامۃ میں آئے گا (اس سے پہلے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجرت دینے کی روایت گزر چکی ہے۔ ۱۲ قادری)

$\frac{2659}{21}$ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الزَّمَّارَةِ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور گانے[1] والی عورت کی کمائی سے منع فرمایا۔ (شرح السنۃ)

[1] زَمَّارَہ زا مفتوح اور میم مشدد، گانے والی عورت، زَمْر کا معنی گانا ہے اور مِزْمَار گانے کا آلہ، بعض علماء نے فرمایا زَمَّارَۃ سے مراد زانیہ خوبصورت عورت ہے، زَمِیْر خوبصورت لڑکے کو کہتے ہیں، زَمِیْر حسین وجمیل کو بھی کہتے ہیں، یا زَمَّارَۃ اس لیے فرمایا کہ زانی عورتیں عموماً گانے والی ہوتی ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا: حدیث میں لفظ رَمَّازَہ ہے پہلے راء اور بعد میں زاء، اس کا معنی آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنے والی ہے، زانی عورتیں ناز و ادا دکھا کر مردوں کو پھسلاتی ہیں۔

$\frac{2660}{22}$ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِیْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَلِیُّ ابْنُ یَزِیْدَ الرَّاوِیْ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَسَنَذْكُرُ حَدِیْثَ جَابِرٍ نَهٰی عَنْ اَكْلِ الْهِرِّ فِیْ بَابِ مَا یَحِلُّ اَكْلُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گانے والی لونڈیوں کو فروخت کرو اور نہ ہی انہیں خریدو، اور نہ ہی انہیں گانا سکھاؤ[1]، اور ان کی قیمت حرام ہے، اور اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی، بعض لوگ گانا[2] خریدتے ہیں، یہ حدیث امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کے راوی علی بن یزید، حدیث میں ضعیف[3] ہیں ہم حضرت جابر کی روایت کہ حضور نے بلی کے کھانے سے منع فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ باب ما یحل اکلہ، میں بیان کریں گے۔

---

[1] یا انہیں خط کتابت نہ سکھاؤ جیسے کہ عورتوں کو خط کتابت سکھانے کی ممانعت آئی ہے۔ قَیْنَات

جمع ہے "قَیْنَۃ" کی، قاف مفتوح اور یا ساکن، گانے والی کنیز، یہ لفظ مطلق کنیز کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔ لغوی طور پر اس کا معنیٰ آرائش ہے، کنیزیں بھی گھر کی آرائش اور زیبائش کا سبب ہوتی ہیں، اس جگہ گانے والی کنیزیں مراد ہیں، بیع کی ممانعت سے صراحۃً اس کا فاسد ہونا ثابت نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ یہ ممانعت جرم کی امداد و اعانت کی بنا پر ہو، کیونکہ گانے والیاں اکثر زانیہ ہوتی ہیں، اپنی لونڈی سے گانا سننے کی رخصت ہے۔

[2] لھوالحدیث کا معنیٰ عام ہے ہر لہو و لعب کو شامل ہے، لیکن یہ آیت گانے والی کنیزوں کے خریدنے کے بارے میں نازل ہوئی، بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت عجمیوں کے قصے خریدنے کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہیں پڑھ کر بازی گری اور معرکہ آرائی کیا کرتے تھے۔

[3] اکابر محدثین مثلاً امام احمد، یحییٰ، ابوزید اور نسائی وغیرہ نے اس راوی پر طعن کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث جو گانے کی حرمت کی اہم دلیل ہے۔ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، محدثین خود کہتے ہیں کہ گانے کی حرمت کے بارے میں کوئی حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی (تاہم اجنبی عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا گانا سننا قباحت سے خالی نہیں ہے ۱۲ قادری)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٢٦٦١/٣ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال کی کمائی کو طلب کرنا[1]، فریضہ ایمان کے بعد فرض ہے[2]۔

(شعب الایمان از امام بیہقی)

[1] یعنی رزقِ حلال کا کمانا فرض ہے، لفظ طلب لانے میں اشارہ ہے کہ بندے پر اپنی قوت و ہمت کا صرف کرنا واجب ہے تاکہ مقامِ متقین تک پہنچ جائے، کسب سے مراد مکتسِب بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی رزق حلال کمانے والے کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

[2] حدیث میں دوسرے فریضہ سے مراد لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے، مطلب یہ ہے کہ طلب حلال، ایمان کے بعد فرض ہے اور اس میں مبالغہ ہے، اس سے یا تو فرض مراد ہے جو دین میں معلوم ہے یا وہ فرض مراد ہے جو تازیست جاری رہتا ہے۔

٢٦٦٢/٢٤ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ اُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ لَا بَاْسَ اِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَ اِنَّهُمْ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ اَيْدِيْهِمْ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قرآن پاک کی کتابت کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا[١] تو انہوں نے فرمایا، کوئی حرج نہیں۔ وہ الفاظ کے نقوش لکھتے ہیں[٢]۔ اور وہ نہیں کھاتے مگر اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔ (رزین)

[١] یعنی جو شخص قرآن پاک لکھ کر فروخت کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

[٢] سائل کو کتابتِ قرآن کی اجرت لینا بعید معلوم ہوا کیونکہ یہ ایک دینی کام ہے اور اس کا معاوضہ لینا مناسب نہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ خوشنویس الفاظ کے نقش تحریر کرتا ہے اور اس سلسلے میں محنت کرتا ہے اور اپنی محنت کا معاوضہ لیتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ قرآن ہو یا غیر قرآن۔

تعلیم قرآن کا معاوضہ لینے میں اختلاف ہے۔ علماء متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ دراصل یہ معاوضہ پابندی اور وقت صرف کرنے کا ہے نہ کہ تعلیم قرآن کا، اسی طرح امامت و خطابت وغیرہ امور دینیہ میں ١٢ قادری)

٢٦٦٣/٢٥ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَ كُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت رافع ابن خدیج[١] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کونسی کمائی پاکیزہ ترین ہے فرمایا، آدمی کی اپنے ہاتھ کی کمائی[٢] اور ہر صحیح خرید و فروخت[٣]۔ (امام احمد)

[١] رافع بن خدیج خاء مفتوح، اور دال مکسور، مشہور صحابی ہیں۔

[٢] نہ کہ اولاد اور غلام کی کمائی۔ اگرچہ وہ بھی اسی کی کمائی ہے، جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔

[٣] شریعت مبارکہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری نہیں کرتا، بلکہ تجارت کرتا ہے اور اس میں دیانت و امانت اختیار کرتا ہے تو یہ بھی پاکیزہ کمائی ہے اور اس سے حاصل ہونے والا رزق، حلال اور طیب ہے۔

٢٦٦٤/٢٦ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ كَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ جَارِيَةٌ تَبِيْعُ اللَّبَنَ وَ يَقْبِضُ الْمِقْدَامُ ثَمَنَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ سُبْحَانَ

ابوبکر بن ابی مریم[١] سے مروی ہے کہ حضرت مقدام بن معدی کرب کی ایک لونڈی دودھ بیچا کرتی تھی اور حضرت مقدام دودھ کی قیمت وصول کرتے تھے ان سے کہا گیا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ آپ دودھ بیچ کر

اللّٰہِ اَتَبِیْعُ اللَّبَنَ وَ تَقْبِضُ الثَّمَنَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنْفَعُ فِیْہِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَ الدِّرْہَمُ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

اس کی قیمت وصول کرتے ہیں[2]؟ فرمایا ہاں! اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں پر وہ زمانہ ضرور آئے گا جس میں درہم اور دینار ہی فائدہ دیں گے[3]۔

(امام احمد)

[1] تابعی ہیں اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔

[2] یعنی کیا آپ دودھ بیچنے پر راضی ہیں؟ یا یہ مطلب ہو کہ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ کہ آپ کی کنیز دودھ بیچے اور آپ اس کی قیمت وصول کریں، حالانکہ دودھ تو فقراء اور غرباء پر صدقہ کرنے اور احباب و متعلقین پر صرف کرنے کے لیے ہوتا ہے، ایسے کام پر راضی ہونا اور اس کی قیمت وصول کرنا آپ ایسے حضرات کے شایانِ شان نہیں ہے۔

[3] اور حرام میں واقع ہونے اور لوگوں کے مال کی طمع سے باز رکھیں گے۔

۲۶۶۵/۲۷ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ اُجَھِّزُ اِلَی الشَّامِ وَ اِلٰی مِصْرَ فَجَھَّزْتُ اِلَی الْعِرَاقِ فَاَتَیْتُ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ فَقُلْتُ لَھَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ کُنْتُ اُجَھِّزُ اِلَی الشَّامِ فَجَھَّزْتُ اِلَی الْعِرَاقِ فَقَالَتْ لَا تَفْعَلْ مَا لَكَ وَلِمَتْجَرِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَبَّبَ اللّٰہُ لِاَحَدِکُمْ رِزْقًا مِّنْ وَّجْہٍ فَلَا یَدَعْہُ حَتّٰی یَتَغَیَّرَ لَہٗ اَوْ یَتَنَکَّرَ لَہٗ۔

حضرت نافع[1] فرماتے ہیں کہ میں اپنے کارندوں کے ہاتھ مال تجارت شام اور مصر بھیجا کرتا تھا پھر میں نے مالِ تجارت عراق بھیجنے کا ارادہ کیا، میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ام المومنین میں سامانِ تجارت شام[2] بھیجا کرتا تھا، اس دفعہ میں نے عراق بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ایسا نہ کر[3] تو اپنی تجارت سے کیا کر رہا ہے[4]؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے لیے کسی طریقے سے رزق کا سبب بنا دے تو اسے ترک نہ کرے یہاں تک

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

کہ اس کے لیے تکلیف[5] یا نقصان کا باعث بن جائے

(امام احمد، ابن ماجہ)

---

[1] حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام، تجہیز کا معنی ہے سامان اور اسباب تیار کرنا دلہن یا مسافر یا میت کے لیے۔

[2] مصر کا ذکر نہیں کیا، صرف شام کا ذکر کیا۔ اس کی شرافت کے پیش نظر یا اس لیے کہ زیادہ تر شام ہی مال بھیجا کرتے تھے۔

[3] یعنی عراق سامان تجارت نہ بھیج اور اپنی سابقہ عادت ترک نہ کر۔

[4] مُتْجَرٌ میم مفتوح، تاء ساکن اور جیم مفتوح، بمعنی تجارت، یعنی تو اپنی تجارت سے کیا کر رہا ہے؛ حالانکہ اس میں برکت اور نفع تھا۔

[5] اس جگہ اَوْ شک کے لیے ہے کہ راوی کو شک ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو صورتیں بیان کی گئی ہوں تغیر سے مراد تکلیف اور رنج ہے اور "تَنَکُّر" کا معنی اصل مال میں نقصان ہے۔ علامہ طیبی نے اسی طرح فرمایا۔

ظاہر یہ ہے کہ ادائے حقوق کی آسانی کا نہ ہونا اور توفیق کے دروازے کا بند ہو جانا مراد ہے، یہ توکل اور تفویض کے سلسلے میں ایک قاعدۂ کلیہ کی طرف اشارہ ہے جس کی بنیاد، تدبیر اور اختیارِ نفس کا ترک کرنا اور حق کی ادائی کے مقام میں قیام کرنا ہے جو بندگی کے راستے پر چلنے کے واجبات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کسی مقام پر قائم فرماتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے لیے حقوق کی ادائی آسان ہو جاتی ہے اور توفیق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ خواہ بصورت تجرید ہو یا اسباب کی وابستگی میں، اس کی تفصیل شیخ ابن عطاء اللہ سکندری کی تصنیف کِتَابُ التَّنْوِيْرِ فِيْ اِسْقَاطِ التَّدْبِيْرِ میں ہے، مشائخ شاذلیہ قدست اسرارہم کے سلوک کا اسی پر مدار ہے، ہم نے اپنے بعض فارسی رسائل میں کسی قدر تفصیل نقل کی ہے جس سے مقصد واضح ہو جاتا ہے۔

٢٦٦٦ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام انہیں آمدنی دیا کرتا تھا[1]، ایک دن وہ کوئی چیز لایا جس میں سے کچھ حصہ حضرت ابو بکر نے کھا لیا تب غلام نے انہیں عرض کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا تھا[2]؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بتاؤ کیا تھا؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے

الْكَهَانَةَ إِلَّا أَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَأَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

فال کھولا کرتا تھا[۳]۔ حالانکہ مجھے اچھی طرح فال کھولنا نہیں آتا تھا، میں اسے فریب دیا کرتا تھا وہ آج مجھے ملا اور اس کے بدلے وہ چیز دی جو آپ نے کھائی، ام المومنین فرماتی ہیں حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ منہ میں داخل کیا اور جو کچھ ان کے پیٹ میں تھا قے کرکے سب نکال دیا[۴]۔ (بخاری شریف)

۱؎ عربوں کی عادت کے مطابق غلام کو پابند کیا ہوا تھا کہ اتنی رقم کما کر لائے۔

۲؎ یعنی میں کہاں سے لایا ہوں اور کس طرح لایا ہوں؟

۳؎ کہانت (فال کھولنے) کا معنی پہلی فصل میں حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے اور اس کی تحقیق کہانت کے باب میں آئے گی۔

۴؎ کیونکہ وہ فال کھولنے کا نذرانہ یا دھوکے سے حاصل کیا ہوا مال تھا (اور وہ دونوں ناجائز۔ ۱۲ قادری)

۲۶۶۷/۲۹ وَعَنْ أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جسم جنت میں نہیں جائے گا جسے حرام غذا سے پالا گیا ہو۔

۲۶۶۸/۳۰ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّهٗ قَالَ شَرِبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَبَنًا وَّأَعْجَبَهٗ قَالَ لِلَّذِيْ سَقَاهُ مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا اللَّبَنُ فَأَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ وَرَدَ عَلٰى مَاءٍ قَدْ سَمَّاهُ فَإِذَا نَعَمٌ مِّنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ وَهُمْ يَسْقُوْنَ فَحَلَبُوْا لِيْ مِنْ أَلْبَانِهَا فَجَعَلْتُهٗ فِيْ سِقَائِيْ وَهُوَ هٰذَا فَأَدْخَلَ عُمَرُ يَدَهٗ

زید بن اسلم[۱] سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ پیا تو انہیں پسند آیا، پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے ایک نہر کا نام لے کر بتایا کہ میں وہاں گیا تھا، وہاں کچھ لوگ صدقے کے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے، انہوں نے مجھ کو ان کا دودھ دوہ کر دیا جو میں نے اپنے مشکیزے میں ڈال لیا۔ یہ وہی دودھ تھا، حضرت عمر نے منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کر دی[۲]۔ (یہ دونوں حدیثیں

فَاسْتَقَاءَهُ.

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

---

[1] زید بن اسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور اکابر تابعین میں سے ہیں، امام زین العابدین اُن کی مجلس میں جا کر بیٹھا کرتے تھے اور ان سے حدیث سنا کرتے تھے۔

[2] مشکوٰۃ شریف کے اکثر نسخوں میں حضرت عمر کی یہ حدیث موجود نہیں ہے، علامہ طیبی کے کلام سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔

٢٦٦٩ / ٣١ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ صَلٰوةً مَا دَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا تھا جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا، پھر انہوں نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دیتے ہوئے فرمایا: یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو[1]۔

(یہ حدیث امام احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی اور فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔)

[1] حضرت عبداللہ ابن عمر پر زور انداز میں بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان خود آپ کی زبان اقدس سے سنا۔

صمّتا صاد مفتوح اور میم مشدد صم یصم سے، بہرہ ہونا، صاد کے ضمہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

بَابُ الْمُسَاهَلَةِ فِی الْمُعَامَلَةِ

۲۲۶۔ معاملہ میں نرمی برتنا

اصل میں سہل کا معنی نرم زمین ہے۔ پھر اس کا اطلاق ہر اس چیز پر کر دیا گیا جو نرمی کی طرف مائل ہو، اس جگہ معاملات میں چشم پوشی، نرمی کرنا اور آسانی فراہم کرنا اور سختی نہ کرنا مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۶۷۰/۳۲ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَ اِذَا اشْتَرٰى وَ اِذَا اقْتَضٰى۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو بیچنے، خریدنے اور حق کا مطالبہ کرنے[1] میں نرمی کرے۔

(بخاری شریف)

[1] یعنی قرض وغیرہ حق کی ادائی کا مطالبہ کرنے میں نرمی سے کام لے۔

۲۶۷۱/۳۳ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهٗ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّیْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِی الدُّنْيَا وَ اُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی قوموں میں ایک شخص تھا، فرشتہ اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے آیا تو اسے کہا گیا تو نے کوئی نیک[2] کام کیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا اسے کہا گیا کہ تو غور تو کر، اس نے کہا میں اور تو کچھ نہیں جانتا، البتہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے اپنے حق کا مطالبہ کیا کرتا تھا تاہم مالداروں کو مہلت[3] دیا کرتا تھا اور غریبوں کو

الْمُوْسِرَ وَ اَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ نَحْوَهٗ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَ اَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اللّٰهُ اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ ۔

معاف کردیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت[٤] میں داخل فرمادیا۔ (بخاری ومسلم) امام مسلم نے اسی طرح[٥] حضرت عقبہ ابن عامر اور ابو مسعود انصاری سے روایت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں بخشنے کا سے زیادہ حق رکھتا ہوں[٦]، میرے بندے کو معاف کردو۔

---

[١] حضرت حذیفہ ابن الیمان مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صاحب راز بھی کہتے ہیں۔

[٢] یعنی کوئی ایسا عمل کیا ہے؛ جو مخلوق کے لیے فائدہ بخش ہو، یہ سوال یا تو قبر میں تھا جس وقت رحمت اور عذاب کے فرشتوں کا آپس میں اختلاف ہوا، یا قیامت کے دن ہوگا۔

[٣] اُنْظِرُ ہمزہ مضموم، نون ساکن اور ظاء مکسور، انظار ہمزہ مکسور، سے مشتق ہے اس کا معنی ہے مہلت اور وقت دینا۔

[٤] اور اسے اس کے عمل جیسی جزا عطا فرمائی، چونکہ وہ خلق خدا سے نرم انداز میں پیش آتا تھا اور انہیں معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ عفو اور درگزر کا معاملہ روا رکھا۔ اگر یہ معاملہ قبر میں تھا تو مطلب یہ ہوگا کہ اس سے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا، اور اگر یہ معاملہ قیامت کا ہے تو یہ حکم ظاہر پر محمول ہے (اسی وقت اسے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ ١٢ قادری)

[٥] امام بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لِمُسْلِمٍ نَحْوَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم کی روایت کا معنی تو یہی ہے لیکن الفاظ مختلف ہیں۔ آئندہ الفاظ کریمہ امام مسلم کی روایت میں اضافہ ہیں۔

[٦] کیونکہ میں کریم اور غفور ہوں۔

٢٧٦٣/٣٢ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ

حضرت ابو قتادہ[١] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیع میں زیادہ قسمیں کھانے[٢] سے بچو، کیونکہ قسم، مال بیچنے میں تو مدد کرے گی لیکن آخرکار برکت ختم

یَمْحَقُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کردے گی[3] (مسلم شریف)

[1] ابوقتادہ مشہور صحابی ہیں، بیعت عقبہ، جنگ بدر اور احد میں شریک ہوئے، ان کے علاوہ تمام جنگوں میں شامل ہوئے، جنگ بدر یا احد میں انہیں ایسا زخم لگا کہ آنکھ باہر نکل آئی، ہاتھ پر رکھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ پکڑ کر اس کی جگہ رکھ دی، وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہوگئی، وہ ماں کی طرف سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔

[2] جیسے کہ بازاری لوگوں کی عادت ہے۔

[3] یعنی وقتی طور پر جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے سے کاروبار چمکے گا لیکن آخر کار خیر و برکت جاتی رہے گی یُنَفِّقُ یاء مضموم اور فاء مشدد ہے اور یَمْحَقُ میں یاء مفتوح، میم ساکن اور حاء مفتوح ہے۔

۲۶۶۳/۳۵ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مَنْفَقَۃٌ لِّلسِّلْعَۃِ وَ مَمْحَقَۃٌ لِّلْبَرَکَۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قسم مال تو بکوا دیتی[1] ہے، لیکن برکت مٹا دیتی ہے۔ (صحیحین)

[1] مَنْفَقَۃٌ" میم مفتوح، نون ساکن، فاء اور قاف دونوں مفتوح، "سِلْعَۃٌ" سین مکسور اور لام ساکن، سامان، سودا "مَمْحَقَۃٌ" بروزن "مَنْفَقَۃٌ"۔

۲۶۶۴/۳۶ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَّا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام نہیں فرمائے گا[1] نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا، اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذر نے عرض کیا: وہ تو خائب و خاسر ہوئے، یا رسول اللہ، وہ کون ہیں؟ فرمایا تہبند لٹکانے والا[2]، احسان جتانے والا[3] اور جھوٹی قسم سے اپنا مال بیچنے والا۔ (مسلم شریف)

[1] مطلب یہ کہ انہیں مقام قرب سے دور پھینک دیا جائے گا اور ان کی پروا نہیں کی جائے گی۔

[2] تکبر اور ناز کے طور پر، اس کی حد کتاب اللباس میں آئے گی، عام طور پر اِسْبَالْ کا استعمال تہ بند کے لٹکانے کے لیے ہے، لیکن ایسا کرنا سب کپڑوں میں مکروہ اور حرام ہے کہ تکبر ہے اور فضول خرچی کا سبب ہے۔

[3] کسی کو دینے کے بعد احسان جتانے والا، مَنّ کا معنی حق میں کمی کرنا اور اس میں خیانت کرنا بھی آتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ وہ اجر جس میں کمی نہیں کی جائے گی، بعض علماء نے اس حدیث میں یہ معنی بھی مراد لیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٢٦٦٥ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امین تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا[1]۔

(ترمذی، دارمی، دارقطنی)

ابن ماجہ نے اسے ابن عمر سے روایت کیا

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

[1] قیامت کے دن ان حضرات کے ساتھ اٹھایا جائے گا، بعض نسخوں میں وَالصَّالِحِیْنَ بھی ہے، صحیح یہ ہے کہ روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔ صدوق اور امین، مبالغہ کے صیغے ہیں، اس میں اشارہ یہ ہے کہ ان دو صفتوں میں درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو تب یہ بلند مقام پا سکے گا۔

٢٦٦٦ وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَۃَ قَالَ کُنَّا نُسَمّٰی فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَۃَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا

حضرت قیس بن ابی غرزہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمیں سَمَاسِرَہ[2] (دلال) کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے تو ہمیں اس سے بہتر نام[3] عطا فرمایا

بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

فرمایا: اے گروہ تجار! خرید و فروخت میں بیہودگی اور قسم پائی جاتی ہے لہٰذا اسے صدقہ کے ساتھ ملاؤ[4]

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ)

[1] قیس قاف مفتوح اور یا ساکن۔ ابی غرزہ عین، اس کے بعد را، پھر زا، تینوں مفتوح صحابی ہیں، ان کا شمار اہلِ کوفہ میں ہوتا ہے، بقول ابن عبد البرّ ان سے ایک حدیث مروی ہے، صدقہ کے بارے میں۔

[2] سَمَاسِرہ پہلا سین مفتوح، دوسرا مکسور، سِمْسَارٌ پہلا سین مکسور، جو بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان معاملہ طے کرائے (دلاّل) اسے مُقَوِّم اور مُقِیّم بھی کہتے ہیں۔

[3] اس نام کے عمدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تجارت کا ذکر مقام مدح میں فرمایا ہے، نیز بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان معاملہ کرانے والا.. اُن کے تابع ہے اور کبھی ایک طرف جھکاؤ بھی رکھے گا لہٰذا امانت و دیانت سے دور ہو جائے گا (اس لیے تاجر بہتر نام ہوا۔ ۱۲ قادری)

[4] یعنی کچھ چیز صدقہ کر دو تاکہ اس کا کفارہ بن جائے، کیونکہ بیہودگی اور قسم، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور صدقہ ربِّ کریم کی ناراضی کو کم کرتا ہے۔

۲٦۷۷/۳۹ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْبَرَاءِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حضرت عبید بن رفاعہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ تاجر قیامت کے دن بدکار[2] اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جنہوں نے تقویٰ[3]، نیکی اور سچائی اختیار کی۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت براء سے روایت کی امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[1] عُبَید عین مضموم اور با مفتوح رِفاعۃ را مکسور، اس کے بعد فا، عُبید تابعی ہیں بعض حضرات نے فرمایا

وہ صحابی ہیں، ان کے والد حضرت رفاعہ بن رافع انصاری صحابی ہیں،

[2] فُجّار جمع ہے فَاجِر کی، فُجُور جھوٹ بولنا، نافرمانی اور بدکاری کرنا۔

[3] یعنی جو حرام سے بچے، جھوٹی قسم نہ کھائے اور مال کی قیمت صحیح بتائے۔

بَابُ الْخِيَارِ

۲۲۷۔ اختیار کا باب

خیار اور اختیار کا معنی ہے پسند کرنا، بیع میں اختیار کی چند قسمیں ہیں (۱) خیار شرط (۲) خیار عیب (۳) خیارِ رؤیت (۴) خیار تعیین، فقہ کی کتابوں میں ان کے معانی، احکام اور ان میں پائے جانے والے اختلافات بیان کیے گئے ہیں خیار کی ایک اور قسم ہے جسے خیارِ مجلس کہتے ہیں یعنی جب ایجاب وقبول کے بعد سودا مکمل ہو جائے تو بیچنے اور خریدنے والوں میں سے ہر ایک کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہے جب تک اس مجلس میں بیٹھے رہیں اور جب مجلس برخاست ہو جائے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا۔ اس اختیار میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور بعض ائمہ اس کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ایجاب وقبول مکمل ہو گیا تو اب کسی کو بھی یک طرفہ اختیار نہیں ہے، ہاں اگر انہوں نے اختیار کی شرط لگائی تھی تو اختیار صحیح ہوگا، اسے خیارِ شرط کہتے ہیں اور یہ تین دن تک ہوگا اس سے زیادہ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٢٦٧٨ **عَنِ** ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ فَكُلُّ

پہلی فصل

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید وفروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار رہے[1]، جب تک جدا نہ ہوں[2]، سوائے اس بیع کے جس میں اختیار کی شرط لگائی گئی ہے[3]۔ (بخاری ومسلم) امام مسلم کی ایک روایت میں ہے جب خرید وفروخت کرنے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهٖ[1] مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَكُوْنُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَاِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اَوْ يَخْتَارَا وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ اَوْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اِخْتَرْ بَدَلَ اَوْ يَخْتَارَا۔

والے بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنی بیع کا اختیار ہے جب تک کہ جدا نہ ہوں[2]۔ یا ان کی بیع اختیار کی شرط کے ساتھ ہو، تو جب ان کی بیع اختیار کی شرط کے ساتھ ہو تو اختیار ثابت ہو گیا[3]، امام ترمذی کی ایک روایت میں ہے بائع اور مشتری[4] کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں یا اختیار رکھیں، بخاری اور مسلم میں اختیار کی جگہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو کہے اختیار کرے۔

[1] ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے ساتھی پر بیع کو برقرار رکھے یا ختم کر دے۔

[2] جب تک اس مجلس میں ہوں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہوں، جب وہ دونوں اُٹھ جائیں اور الگ ہو جائیں یا ایک اٹھ جائے تو اختیار ختم ہو گیا۔

اس حدیث سے بظاہر اختیارِ مجلس ثابت ہوتا ہے، جو حضرات اختیار مجلس کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ اقوال کے اعتبار سے جدا ہونا مراد ہے یعنی جب تک وہ مصروف گفتگو ہیں اور ایجاب و قبول مکمل نہیں ہوا، ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے، جب ایجاب و قبول مکمل ہو گیا اور وہ اس سودے سے فارغ ہو گئے تو اب اختیار باقی نہ رہا، جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ اور اگر مرد و زن جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا، آیت میں مرد و زن کا طلاق میں جدا ہونا مراد ہے (مثلاً عورت نے طلاق مانگی، مرد نے دے دی ۔ ۱۲ قادری) اگرچہ وہ جسمانی طور پر جدا نہ ہوں (بلکہ ایک ہی مجلس میں ہوں، اسی طرح حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک نے کہا میں نے یہ چیز اتنے میں بیچی، دوسرے نے کہا میں نے خرید لی، تو اب کسی کو دوسرے کی مرضی کے بغیر سودا ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے، اگرچہ مجلس وہی ہو۔ ۱۲ قادری)

[3] کہ مجلس برخاست ہونے کے باوجود خیار باقی ہے، اس لحاظ سے یہ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا کے مفہوم سے استثناء ہے بعض علماء نے فرمایا: وہ بیع مراد ہے جس میں ایک فریق نے کہا تو نے بیع اختیار کر لی؛ دوسرے نے کہا ہاں اختیار کر لی، اس صورت میں یہ اصل حکم سے استثناء ہے یعنی اس فرمان سے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اپنے صاحب پر اختیار ہے۔

[4] مکان میں یا قول میں۔

۵ اس صورت میں یہ قول اَوْ یَکُوْنُ بَیْعُهُمَا عَنْ خِیَارٍ کا بیان ہوگا، یا حدیث کا یہ معنیٰ ہے کہ بیع ثابت ہوگئی کیونکہ شرط خیار کی صورت میں اصل بیع لازم ہو جاتی ہے، یا بیع سے مراد خیارِ تخایُر ہے جو پہلی روایت میں مذکور ہوا (ایک نے کہا اختیار کرلے دوسرے نے کہا بیع اختیار کی۔ ۱۲ قادری)

۶ اَلْبَیِّعَانِ باء مفتوح اور یاء مشدد۔

۲۶۷۹ ۲ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَ اِنْ كَتَمَا وَ كَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت حکیم بن حزام[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے اختیار رکھتے ہیں۔ جب تک جدا نہ ہوں، پھر اگر انہوں نے سچ کہا اور عیب بیان کردیا[۲] تو انہیں بیع میں برکت دی جائے گی، اور اگر انہوں نے عیب چھپایا اور جھوٹ بولا تو ان کی بیع کی برکت ختم کردی جائے گی۔

(صحیحین)

[۱] حکیم بن حِزام حاء مکسور، اس کے بعد زاء۔ وہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں، ان کی پیدائش کعبہ معظمہ میں عام الفیل سے تیرہ سال پہلے ہوئی۔ دورِ جاہلیت میں ان کا شمار قریش کے معززین اور بزرگوں میں ہوتا تھا، فتح مکہ کے سال ایمان لائے، ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ، خالد، یحییٰ اور ہشام بھی مشرف باسلام ہوئے یہ سب صحابی ہیں، حضرت حکیم کی عمر ایک سو بیس سال تھی ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔ اہل علم نے اسی طرح بیان کیا ہے، وہ عالم و فاضل، متقی اور سردار تھے، ابتداءً اگرچہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے لیکن حسن اسلام کے ساتھ موصوف ہوئے، وہ بڑے متمول اور دولت مند تھے، زمانہ جاہلیت میں ایک سو اور ایک روایت کے مطابق دو سو غلام آزاد کیے، اسلام لانے کے بعد سو اونٹ فی سبیل اللہ دیے، حج کیا تو قربانی کے لیے سو اونٹ ساتھ لے گئے جن پر نفیس کپڑے کا جُل ڈالا ہوا تھا، عرفہ میں ایک سو سے زیادہ غلام وقف کیے جن کے گلے میں چاندی کے ہار تھے ان پر لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حکیم بن حزام کی طرف سے آزاد کردہ ہیں، ایک دفعہ ایک سرائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار درہم میں فروخت کی اور وہ تمام دراہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کردیے، جنگ بدر کے موقع پر مشرکین کے ہمراہ تھے اور بچ گئے، اگر قسم کھاتے تو یوں کہتے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بدر کے دن نجات عطا فرمائی، مدینہ طیبہ میں سن پچاس، بعض نے کہا چوّن اور بعض نے کہا اٹھاون میں وصال ہوا، اُن سے حضرت عروہ ابن زبیر، سعید بن مسیب اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم نے

روایت کی۔

ے۲ سامان کا یا اس کی قیمت کا۔

۲۶۸۰/۳ **وَعَنِ** ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اُخْدَعُ فِى الْبُيُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں خرید و فروخت میں دھوکا کھا جاتا ہوں، آپ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ ہو ے۱ ۔ چنانچہ وہ یہ کہہ دیا کرتے تھے۔

(صحیحین)

ے۱ اس بات کا مطلب کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا: بیع کے وقت یہ بات کہہ دیا کرو تاکہ تم دوسرے آدمی پر واضح کر دو کہ میں تجارت میں تجربہ اور بصیرت نہیں رکھتا، تمہیں چاہیے کہ بیع میں مجھے دھوکا نہ دو اور نقصان نہ پہنچاؤ، لوگ اس وقت دیانتدار اور خیر خواہ ہوتے تھے، اپنے بھائیوں کے لیے وہی کچھ پسند کرتے تھے جو اپنے لیے پسند کرتے تھے خصوصاً جب انہیں توجہ دلادی جاتی اور معاملہ ان کے سپرد کر دیا جاتا، بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اختیار کی شرط لگا لیا کریں، دھوکا نہ ہو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اختیار کی شرط لگانے کا سبب بیان کر دیا جائے، ایک روایت میں ہے کہ کہہ فریب نہیں ہے اور میں تین دن کے اختیار کی شرط لگاتا ہوں، بعض علماء نے کہا کہ مقصد یہ ہے کہ دھوکا ظاہر ہوا تو بیع کالعدم قرار دی جائے گی۔

دھوکے اور غبن کی صورت میں اگرچہ بیع فاسد نہیں ہوتی البتہ غبن کی بنا پر بیع کے کالعدم قرار دینے میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر علماء کے نزدیک کالعدم قرار دی جائے گی، بعض علماء کے نزدیک اگر خریدار تجربہ کار نہیں ہے تو اسے اختیار ہوگا، بعض نے کہا کہ اگر غبن فاحش ہو کہ اتنا فرق عام طور پر واقع نہ ہوتا ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی، یہ اقوال کتب فقہ میں مذکور ہیں حق یہ ہے کہ حدیث سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ قیمت لگا لینے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے یا اس سے اختیار ثابت ہوتا ہے۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما دی اور اس شخص کو شرط لگانے کا حکم دیا۔

علامہ طیبی نے فرمایا کہ مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، گزشتہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اگر انہوں نے سچ کہا اور عیب بیان کر دیا تو انہیں برکت دی جائے گی، اسی کی تائید کرتا ہے۔

۲۶۸۱ ۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ أَنْ يُّفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْيَةَ أَنْ يَّسْتَقِيْلَهٗ.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت عمرو بن شعیب[1] اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں، مگر یہ کہ سودا ہی اختیار کا ہو[2] اور اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے ساتھی سے اس خوف کی بنا پر جدا ہو جائے کہ کہیں وہ سودا ختم ہی نہ کر دے[3]۔

(ترمذی، ابو داؤد)
(نسائی)

[1] عمرو بن شعیب کے دادا محمد ہیں۔ اُن کے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ عمرو بن شعیب معتبر اور حجت ہیں بعض ان کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں، بہر صورت ان کی اس سند سے روایت محل نظر ہے، کیونکہ جَدِّہٖ کی ضمیر اگر عمرو کی طرف راجع ہو جیسے کہ اَبِیْہِ کی ضمیر ان کی طرف راجع ہے، اور ان کے دادا محمد بن عبد اللہ ہیں اور وہ تابعی ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہوگی اور اگر جَدِّہٖ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہو تو ان کے دادا عبد اللہ بن عمرو بن العاص صحابی ہیں لیکن عمرو نے انہیں نہیں پایا۔ لہٰذا حدیث منقطع ہوگی، اسی لیے بخاری اور مسلم میں اس سند سے ان کی روایت کردہ حدیث نہیں ملتی، عمرو بن شعیب اپنے والد، ابن مسیب، ربیع بنت موذ، زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ایوب، حسین معلم، اوزاعی روایت کرتے ہیں، یحیٰی ابن سعید القطان کہتے ہیں کہ جب ان سے مستند حضرات روایت کریں تو وہ حجت ہے، مختصر یہ کہ ان کی شخصیت اختلافی ہے۔

[2] اس کی شرح اس سے پہلے گزر چکی ہے،

صفقہ کا معنیٰ ہے ایک ہاتھ کا دوسرے پر اس طرح مارنا کہ اس سے آواز پیدا ہو، بیع اور بیعت میں ایک شخص کا دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

[3] یعنی اسے چاہیے کہ مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے اور اپنے مسلمان بھائی کی رعایت کرتے ہوئے اُٹھنے میں جلدی نہ کرے، ہو سکتا ہے کہ وہ سودا ختم کرنا چاہے۔ یہ حدیث بظاہر مجلس کے اختیار پر دلالت کرتی ہے۔ (جیسے کہ شافعیہ کا مذہب ہے۔ ۱۲ قادری) جب کہ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت اس بنا پر ہو کہ ممکن ہے دوسرا ساتھی عیب پر آگاہ ہو کر سودا واپس کر دے۔

۲۶۸۲ ۵ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَفَرَّقَنَّ اثْنَانِ اِلَّا عَنْ تَرَاضٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بائع اور مشتری باہمی رضامندی کے بغیر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔

(ابوداؤد)

٢٦٨٣/٦ **عَنْ** جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ اَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْبَيْعِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بدوی کو بیع کے بعد اختیار عطا فرمایا[1]۔ (ترمذی) انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح، غریب ہے۔

---

[1] یعنی عقد بیع مکمل ہونے کے بعد، اختیارِ مجلس یا کسی دوسرے سبب کی بنا پر مثلاً غبن کا دعوٰی یا بیع پر ندامت کا اظہار کیا گیا ہو، لیکن اس طرح فریق ثانی کو راضی کر کے کیا گیا ہوگا۔

بَابُ الرِّبٰو

٢٢٨۔ سود کا باب

لغت میں ربا کا معنی زیادتی ہے۔ یہ حروف جہاں بھی ہوں گے زیادتی کا معنی دیں گے۔ شریعت میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو اور نفس عقد میں اس کی شرط لگائی گئی ہو، اسے واؤ، یاء اور الف تینوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٢٦٨٤/١ **عَنْ** جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰو وَ مُوْكِلَهٗ وَ كَاتِبَهٗ وَ شَاهِدَيْهِ وَ قَالَ هُمْ سَوَآءٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے[1]، کھلانے والے[2]، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں[3] پر لعنت فرمائی اور فرمایا: یہ سب[4] برابر ہیں۔

(مسلم شریف)

۱؎ جوکہ سود لیتا ہے۔

۲؎ مُؤْكِلَهٗ، میم مضموم، واؤ ساکن اور کاف مکسور، یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی جوکہ سود دیتا ہے اور اس کے واسطے سے قرض لیتا ہے۔

۳؎ جوکہ اس واقعہ پر گواہ بنتے ہیں کہ انہوں نے ناجائز کام کی امداد و اعانت کی۔

۴؎ کھانے والا، کھلانے والا، لکھنے والا اور گواہ، لعنت کے وارد ہونے اور گناہ کا ارتکاب کرنے میں سب برابر ہیں۔ لعن کا معنی نیکی سے دور کرنا اور بھگا دینا ہے۔

۲۶۸۵/۲ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَآءً بِسَوَآءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے۔ چاندی چاندی کے بدلے گندم گندم کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، چھوہارے چھوہاروں کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر، دست بدست ۲؎ بیچا جائے گا تو جب یہ قسمیں مختلف ۳؎ ہوں تو جیسے چاہو بیچو بشرطیکہ ایک ہاتھ دو، دوسرے ہاتھ لو ۴؎

(مسلم شریف)

۱؎ عبادہ عین مضموم اور با مخفف۔

۲؎ ایسا نہ ہوکہ ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو۔

۳؎ مثلاً سونے کے مقابل چاندی اور گندم کے مقابل جَو ہو۔

۴؎ ادھار جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں طرف مختلف جنسیں ہوں۔

اس حدیث میں خصوصی طور پر چھ چیزوں کا ذکر ہے، ائمہ مجتہدین نے باقی چیزوں کو ان چھ پر قیاس کیا ہے مثلاً لوہا، چونا اور باقی دانے دار غلے، ہر ایک نے ایک علت دریافت کی ہے سوائے اہل ظاہر (غیر مقلدین) کے کہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک سود صرف ان چھ چیزوں تک ہے۔ ائمہ کرام کے نزدیک علت کیا ہے؛ اور اس پر کون سے مسائل متفرع ہوتے ہیں، یہ سب کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے۔

٢٦٨٦ ٣ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ فِیْہِ سَوَآءٌ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، چھوہارے چھوہاروں کے بدلے، نمک نمک کے بدلے بیچا جائے گا برابر برابر ہاتھوں ہاتھ[1] جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی کاروبار کیا، لینے اور دینے والا اس میں برابر[2] ہے۔

(مسلم شریف)

[1] اس حدیث میں سَوَاءً بِسَوَاءٍ نہیں ہے جو پچھلی حدیث میں مِثْلًا بِمِثْلٍ کی تاکید ہے، البتہ آئندہ عبارت زائد ہے۔

[2] گناہ اور حرام کا ارتکاب کرنے میں۔

٢٦٨٧ ٤ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَّلَا تَبِیْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، اُن میں سے بعض کو بعض پر زائد نہ کرو[1]۔ اور چاندی کو چاندی[2] کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، اور بعض کو بعض پر زائد نہ کرو، اور ان میں سے غائب کو حاضر کے بدلے نہ بیچو[3]۔

(بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض نہ بیچو مگر وزن میں برابر برابر۔

---

[1] لا تُشِفُّوْا "تا" مضموم، شین مکسور اور فا مشدد، شَفٌّ کا معنی زائد ہونا اور فائدہ مند ہونا ہے اور

اِشْعَافْ" کا معنی چننا اور زیادہ کرنا ہے۔

٢؎ ورق واؤ مفتوح، اور راء مکسور یا ساکن، چاندی۔

٣؎ یعنی ادھار کو نقد کے بدلے نہ بیچو۔ ناجز پہلے نون پھر جیم مکسور اور آخر میں زاء نقد، تیار۔

٢٦٨٨/٥ وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت معمر بن عبداللہ١؎ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ طعام طعام٢؎ کے بدلے برابر برابر بیچا جائے گا۔ (مسلم شریف)

١؎ مَعْمَر دونوں میم مفتوح اور ان کے درمیان عین ساکن، قرشی، عدوی، قدیم الاسلام صحابی ہیں، وہ ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے اس لیے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے میں تاخیر واقع ہوگئی، پھر مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور طویل زندگی پائی۔

٢؎ مثلاً گندم ہو یا جو، اس حدیث میں خاص طور پر طعام کا ذکر موقع محل کی مناسبت سے فرمایا ہے ورنہ یہ حکم چھ چیزوں کو شامل ہے جیسے کہ دوسری حدیثوں میں مذکور ہے۔

٢٦٨٩/٦ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًوا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًوا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًوا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًوا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًوا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے سود ہے مگر دست بدست، چاندی چاندی کے بدلے سود ہے۔ مگر نقد بنقد۔ گندم گندم کے بدلے سود ہے مگر نقد بنقد جو جو کے بدلے سود ہے مگر نقد بنقد اور چھوہارے چھوہاروں کے بدلے سود ہیں مگر نقد بنقد١؎ (صحیحین)

١؎ اس حدیث میں نمک کا ذکر نہیں ہے ——— ہاءٔ ہمزہ کے ساتھ اور اس کے بغیر دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کا معنیٰ ہے پکڑ، یعنی بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو کہے پکڑ، مطلب یہ کہ دست بدست اور نقد فروخت کریں، ادھار نہ بیچیں۔

۲۶۹۰/۷ **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰی خَیْبَرَ فَجَآءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ فَقَالَ اَكُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَیْنِ وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِیْبًا وَقَالَ فِی الْمِیْزَانِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر پر حاکم مقرر فرمایا وہ آپ کی خدمت میں عمدہ کھجوریں[1] لائے، آپ نے فرمایا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں، ہم دو صاع دے کر اس قسم کی ایک صاع اور تین صاع دے کر دو صاع خریدتے ہیں فرمایا: ایسا نہ کیا کرو[2] ملی جلی کھجوریں[3] پیسوں کے بدلے بیچ کر پیسوں سے عمدہ کھجوریں خرید لیا کرو[4]، وزنی چیز کے بارے میں بھی ایسے ہی فرمایا[5] (صحیحین)

[1] جَنِیْب، پہلے جیم اور اس کے بعد نون، کھجوروں کی بہترین قسم۔

[2] کہ یہ تو سود ہے۔

[3] جن میں عمدہ بھی ہوں اور ردی بھی۔

[4] تاکہ سود لازم نہ آئے۔

[5] یعنی کھجور کی طرح، اسی طرح وہ چیزیں جو پیمانے کے ساتھ ماپ کر یا ترازو کے ساتھ تول کر بیچی جاتی ہیں۔ جیسے کہ سونا اور چاندی ان کا بھی یہی حکم ہے کہ عمدہ کو ردی کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ فروخت نہیں کریں گے، بلکہ ردی کو پیسوں کے بدلے بیچ دیں اور انہی پیسوں سے عمدہ خرید لیں، گندم اور جو، عرف شریعت میں ماپ سے بیچی جانے والی چیزیں ہیں۔ اگرچہ ہمارے علاقے (ہندوستان) میں تول کر بیچتے ہیں، دراصل سود کے معاملہ میں عمدہ اور ردی کا ایک ہی حکم ہے،

۲۶۹۱/۸ **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَآءَ بِلَالٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی[1] کھجوریں لائے، آپ نے انہیں فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو[2]؟ انہوں

مِنْ اَيْنَ هٰذَا قَالَ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ قَالَ اَوَّهْ عَيْنُ الرِّبٰو عَيْنُ الرِّبٰو لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے عرض کیا ہمارے پاس[۳] ردی کھجوریں تھیں، میں نے اس کے دو صاع ایک صاع کے عوض فروخت کیے، آپ نے فرمایا: ہائے افسوس! یہ تو خالص سود ہے. خالص سود[۴]، ایسا نہ کرو، لیکن جب تم خریدنا چاہو[۵] تو کھجوریں الگ بیع سے فروخت کرو[۶] پھر[۷] اس قیمت سے خرید لو۔

(صحیحین)

ف۱ بَرْنِیّ بار مفتوح، رار ساکن، اس کے بعد نون پھر یار نسبت، کُرْسِیّ کی طرح، عمدہ کھجور کی مشہور قسم، قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے کہ اصل میں بَرْنیک بمعنی اچھا پھل تھا اسے عربی بنایا گیا تو بَرْنِیّ کہا گیا۔

ف۲ یعنی تم نے خریدی ہیں یا تمہیں کسی نے دی ہیں؟ گویا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ کہیں بطور سود نہ خرید لائے ہوں۔

ف۳ یعنی ہمارے گھر والوں کے پاس ردی کھجوریں تھیں، ردائت ہمزہ کے ساتھ خراب اور ضائع ہونا۔

ف۴ دو دفعہ فرمانے کا مطلب یہ ہے یہ بلاشک وشبہ سود ہے۔

ف۵ یعنی ردی کھجوریں دے کر عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو۔

ف۶ ردی کھجوریں الگ بیع سے دراہم کے بدلے یا طعام کے بدلے فروخت کرو۔

ف۷ اُن دراہم سے عمدہ کھجوریں خرید لو، جیسے کہ اس سے پہلی حدیث میں گزرا —— اَوَّهْ ہمزہ مفتوح واؤ مشدد مفتوح اور ہار ساکن، یہ ایسا کلمہ ہے جو شکایت کرنے اور دکھ درد کے اظہار کے وقت بولا جاتا ہے اصل میں واؤ ساکن اور ہار مکسور ہے (اَوْهِ) بعض اوقات واؤ کو الف سے بدل دیتے ہیں، کبھی واؤ کو مشدد مفتوح یا مکسور اور ہار کو ساکن پڑھتے ہیں، کبھی ہار کو حذف کر دیتے ہیں، اور ضمہ، فتحہ اور کسرہ بھی دیتے ہیں۔

۲۶۹۲ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ اَنَّهٗ عَبْدٌ فَجَآءَ سَيِّدُهٗ يُرِيْدُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ہجرت کی بیعت کر لی[۱]۔ آپ کو یہ خیال نہ ہوا کہ وہ غلام ہے، اس کا آقا اسے لینے آیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اسے میرے پاس بیچ دے، چنانچہ آپ نے دو

اَسْوَدَیْنِ وَلَمْ یُبَایِعْ اَحَدًا بَعْدَہٗ حَتّٰی یَسْاَلَہٗ اَعَبْدٌ ھُوَ اَوْ حُرٌّ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

سیاہ فام غلاموں کے بدلے میں اسے خرید لیا، اس کے بعد آپ جس سے بھی بیعت لیتے[۱] اس سے پوچھ لیتے کہ وہ غلام ہے یا آزاد۔[۲] (مسلم شریف)

[۱] یعنی وہ اسلام لے آیا اور عہد کیا کہ اپنے علاقے سے ہجرت کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائے گا۔

[۲] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں خریدا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر اہلِ علم نے فرمایا کہ ایک حیوان دو حیوانوں کے بدلے میں خریدا جا سکتا ہے، خواہ دونوں طرف ایک ہی جنس ہو یا الگ الگ، ہاں ادھار ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے، حضرت عطار بن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا یہی مذہب ہے۔

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانور کی جانور کے ساتھ ادھار بیع سے منع فرمایا ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا۔ یہ علامہ طیبی کی تقریر ہے۔

۲۶۹۳ ۱۰ **وَعَنْہُ** قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الصُّبْرَۃِ مِنَ التَّمَرِ لَا یُعْلَمُ مَکِیْلَتُھَا بِالْکَیْلِ الْمُسَمّٰی مِنَ التَّمَرِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اُن ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجوروں کے اس ڈھیر کے بیچنے سے منع فرمایا جس کا پیمانہ معلوم نہ ہو اُن کھجوروں کے عوض جن کا پیمانہ معلوم ہو۔[۱] (مسلم شریف)

[۱] یعنی ایک طرف کھجوروں کا ڈھیر ہے جس کی مقدار معلوم نہیں ہے اور دوسری طرف مثلاً دس یا بیس صاع کھجوریں ہیں تو یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ جب اس ڈھیر کی مقدار معلوم نہیں ہے تو وہ دوسری جانب سے زیادہ یا کم ہو سکتی ہیں جس سے سود لازم آ جائے گا۔

۲۶۹۴ ۱۱ **وَعَنْ** فُضَالَۃَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ اشْتَرَیْتُ یَوْمَ خَیْبَرَ قِلَادَۃً بِاثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فِیْھَا ذَھَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُھَا فَوَجَدْتُّ فِیْھَا اَکْثَرَ مِنِ اثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ

حضرت فضالہ ابن ابی عبید[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے خیبر کے دن بارہ دینار میں ایک ہار خریدا[۲] جس میں سونا بھی تھا اور منکے بھی[۳] میں نے اسے الگ الگ کیا[۴] تو اس میں بارہ دینار سے زیادہ سونا پایا، یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ایسے ہار الگ الگ[۵] کیے بغیر نہ

حَتّٰى تُفَصَّلَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بیچے جائیں۔

(مسلم شریف)

۱؎ فضالہ فاء اور ضاد دونوں مفتوح، عُبَیْدٌ عین مضموم، فَضَالہ ابن ابی عُبَیْد انصاری صحابی ہیں، پہلے پہل جنگ اُحد میں شامل ہوئے، پھر بعد کی جنگوں میں بھی حاضر ہوئے، بیعت رضوان اور غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئے، پھر شام چلے گئے اور دمشق میں مقیم ہوئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دمشق کے قاضی مقرر ہوئے، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب امیر معاویہ جنگ صفین کے لیے گئے، سن ۵۵ھ میں دمشق میں وصال ہوا۔

۲؎ قِلادہ قاف مکسور، گلوبند، ہار۔

۳؎ خَرَز خاء اور راء دونوں مفتوح، اس کے بعد زاء، موتی کے منکے۔

۴؎ فَفَصَّلْتُهَا علماء نے صاد کے مشدد ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔

۵؎ ایک روایت میں ہے حَتّٰى تُمَيَّزَ یعنی جب تک سونا اور موتی جدا جدا نہ کیے جائیں تا کہ سود لازم نہ آئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۲۶۹۵/۱۲ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبٰو فَاِنْ لَمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ وَ يُرْوٰى مِنْ غُبَارِهٖ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جو سود نہ کھاتا ہو[۱]، اگر کوئی شخص سود نہیں کھائے گا تو اسے اس کا بخار[۲] ہی پہنچ جائے گا۔ ایک روایت میں اس کا غبار ہی پہنچ جائے گا۔

(امام احمد، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ)

۱؎ یعنی سود سے پاک تجارت کی شرائط ملحوظ رکھنے میں احتیاط نہیں کی جائے گی، اس ارشاد میں گویا مبالغہ ہے اسی لیے فرمایا کہ جو سود نہیں کھائے گا اسے اس کا بخار ہی پہنچ جائے گا۔

۲؎ یعنی اس کا اثر ہی پہنچ جائے گا مثلاً سود کا کھلانے والا، اس کا گواہ یا لکھنے والا، یا دونوں میں معاملہ کرانے والا یا سود خوار سے معاملہ کرنے والا اور اپنا مال اس کے مال سے خلط ملط کرنے والا ہو گا۔

٢٦٩٦/١٣ **وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ** اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَلَا الْبُرَّ بِالْبُرِّ وَلَا الشَّعِیْرَ بِالشَّعِیْرِ وَلَا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَلَا الْمِلْحَ بِالْمِلْحِ اِلَّا سَوَآءً بِسَوَآءٍ عَیْنًا بِعَیْنٍ یَدًا بِیَدٍ وَلٰکِنْ بِیْعُوا الذَّھَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّھَبِ وَالْبُرَّ بِالشَّعِیْرِ وَالشَّعِیْرَ بِالْبُرِّ وَالتَّمْرَ بِالْمِلْحِ وَالْمِلْحَ بِالتَّمْرِ یَدًا بِیَدٍ کَیْفَ شِئْتُمْ۔

(رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ)

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گندم کو گندم کے بدلے، جَو کو جَو کے بدلے کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، نقد بنقد، دست بدست[1] لیکن سونے کو چاندی کے بدلے، چاندی کو سونے کے بدلے گندم کو جَو کے بدلے، جَو کو گندم کے بدلے کھجور کو نمک کے بدلے اور نمک کو کھجور کے بدلے[2] دست بدست بیچو، جیسے چاہو۔

(امام شافعی)

[1] یہ عَیْنًا بِعَیْنٍ کی تاکید ہے۔

[2] یعنی جنس کو غیر جنس کے بدلے نقد بیچو، نہ کہ ادھار، جیسے چاہو برابر یا کم و بیش۔

٢٦٩٧/١٤ **وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ** قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ **شِرَی التَّمْرِ** بِالرُّطَبِ **فَقَالَ** اَیَنْقُصُ **الرُّطَبُ** اِذَا یَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ **فَنَھَاہُ** عَنْ ذٰلِکَ رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کھجور کے بدلے چھوہارے[1] خریدنے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: کیا کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟ عرض کیا ہاں! آپ نے اس[2] سے منع فرمایا۔

(امام مالک، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

[1] تمر خشک کھجور کو کہتے ہیں، رُطَب راء مضموم، طاء مفتوح، تر کھجور۔ رَطْب راء مفتوح اور طاء ساکن، ہر تر شے

میوہ وغیرہ۔

[2] کھجوروں کے عوض چھوہارے خریدنے سے سود لازم آنے کے سبب منع فرمایا، امام شافعی، امام ابو یوسف اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک تر کھجور کو چھوہارے کے عوض برابر برابر بیچنا جائز ہے کیونکہ تری اور خشکی، عمدگی اور ردی ہونے کی طرح بمنزلہ صفت ہے اور ثابت ہے کہ عمدہ اور ردی برابر ہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

$\frac{۲۶۹۸}{۱۵}$ **وَعَنْ** سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيْوَانِ قَالَ سَعِيْدٌ كَانَ مِنْ مَّيْسِرِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

حضرت سعید بن مسیب[1] بطریق ارسال روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیوان کے بدلے گوشت بیچنے سے منع فرمایا[2]، حضرت سعید کہتے ہیں کہ یہ دور جاہلیت کا جوا تھا[3]۔

(شرح السنہ)

[1] اکابر اور متقدمین تابعین میں سے ہیں اور مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

[2] امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر کو اختیار کیا ہے، ان کے نزدیک حیوان کے بدلے گوشت کا بیچنا جائز نہیں ہے خواہ گوشت اسی حیوان کی جنس سے ہو یا دوسری جنس سے، امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر اسی جنس سے ہو تو جائز نہیں ہے، البتہ اگر الگ گوشت، حیوان کے گوشت سے زیادہ ہو تاکہ زائد گوشت، حیوان کے باقی اجزاء کے مقابل آجائے تو جائز ہے ورنہ سود پایا جائے گا، جیسے کہ تلوں کے تیل کی بیع تلوں سے کی جائے، امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع جائز ہے۔ امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ موزوں کی غیر موزوں کے ساتھ بیع ہے، حیوان عادۃً موزوں نہیں اور وزن کے ساتھ اس کی پہچان بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ کبھی تو اپنے آپ کو ہلکا کر لیتا ہے اور کبھی بھاری۔

[3] میسر اگر یسر سے ماخوذ ہو تو اس کا معنی آسانی ہے، جوئے کو میسر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے مال آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے، اور اگر یسار سے ماخوذ ہو تو اس کا معنی دولت مندی ہے اور جوا سبب دولت ہے۔

$\frac{۲۶۹۹}{۱۶}$ **وَعَنْ** سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيْوَانِ بِالْحَيْوَانِ نَسِيْئَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت سمرہ ابن جندب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا[2]۔

(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

وَ الدَّارِمِیُّ۔

دارمی)

۱ مشہور صحابی ہیں، حافظ اور بکثرت احادیث کے راوی ہیں۔

۲ اس سے پہلے معلوم ہو چکا کہ اس مسئلے میں صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے۔

نَسِیْئٌ نون پر کسرہ اور فتحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں، سین ساکن، کبھی نون کو فتحہ دیا جاتا ہے اور سین کو کسرہ دیا جاتا ہے اس کے بعد یاء اور اس کے بعد ہمزہ (نَسِیْئٌ)

۲۷۰۰/۱۷ **وَعَنْ** عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ یُّجَھِّزَ جَیْشًا فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ عَلٰی قَلَائِصِ الصَّدَقَۃِ فَکَانَ یَاْخُذُ الْبَعِیْرَ بِالْبَعِیْرَیْنِ اِلٰی اِبِلِ الصَّدَقَۃِ

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ لشکر کے لیے اسباب تیار کریں، پس اونٹ ختم ہو گئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ صدقے کی اونٹنیوں۱ کے عوض اونٹ خرید لیں چنانچہ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ لیتے تھے صدقے کے اونٹوں کی آمد تک۲

(ابوداؤد)

۱ قلوص جوان اونٹنی قلاص اور قُلُص جمع اور قلائص جمع الجمع ہے، یعنی جب صدقے کے اونٹ آئیں گے تو دے دیے جائیں گے۔

۲ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوان کی حیوان کے بدلے ادھار بیع جائز ہے، احناف گزشتہ حدیث کے پیش نظر اس سے منع کرتے ہیں۔ تورپشتی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت سمرہ ابن جندب کی حدیث زیادہ قوی اور ثابت ہے، یا یہ حدیث سود کی ممانعت سے پہلے کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث میں دوسرا اشکال یہ ہے کہ صدقات کے آنے کا وقت معلوم نہیں تھا جب کہ مدت کی تعیین، شرط ہے، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت اونٹوں کے صدقہ کی آمد کا وقت معلوم تھا یا یہ منسوخ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۷۰۱/۱۸ **عَنْ** اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبٰو فِی النَّسِیْئَۃِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا

حضرت اسامہ ابن زید۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود ادھار میں۲ ہے، ایک روایت میں ہے جو

رِبًوا فِيْمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دست بدست ہو اس میں سود نہیں ہے[3] (صحیحین)

[1] اسامہ بن زید، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب صحابی ہیں، اُن کے مناقب مشہور و معروف ہیں اور کتاب کے آخر میں مناقب اہل بیت میں آئیں گے۔

[2] یعنی سود ادھار میں پایا جاتا ہے اگرچہ اختلاف جنس کے ساتھ ہو اور اگرچہ برابری کے ساتھ ہو، مثلاً گندم کا جو کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنا درست ہے، اگر دست بدست ہو اور اگر ادھار ہو تو جائز نہیں ہے۔

[3] اگر دونوں طرف جنس ایک ہے تو مقدار میں مساوات ضروری ہے، اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔

۲۷۰۲/۱۹ **وَعَنْ** عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبًوا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّ ثَلٰثِيْنَ زِنْيَةً۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ زَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

حضرت حنظلہ غسیل[1] ملائکہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا ایک درہم جسے آدمی جانتے ہوئے کھاتا ہے وہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ شدید[2] ہے۔ امام احمد دارقطنی، بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اور اس میں اضافہ یہ کیا: جس کا گوشت حرام سے پیدا ہوتا ہے تو آگ اس کے زیادہ لائق ہے[3]

[1] غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ کی صفت ہے ان کا واقعہ مشہور[1] ہے۔ اور اس سے پہلے بعض مقامات میں ذکر کیا گیا ہے، ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بھی صحابی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے زمانے میں پیدا ہوئے، اور آپ کے وصال کے وقت، سات سال کے تھے، انہوں نے آپ کی زیارت کی اور آپ کی احادیث مبارکہ سنیں، متبحر فاضل اور انصار کے سردار تھے، یزید بن معاویہ کی بیعت فسخ کرنے میں دیگر حضرات نے ان کی پیروی

---

[1] احد کے موقع پر نئی نئی شادی ہوئی تھی، انہیں غسل کی حاجت تھی کہ جہاد کا اعلان ہوا اسی طرح چلے گئے اور شہید ہو گئے، فرشتوں نے انہیں غسل دیا۔ ۱۲ مرآۃ

کی حرۃ کے دن سات بیٹوں کے ہمراہ شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

٢ـه یہ انتہائی تشدید اور توبیخ ہے۔ سود کھانے والے کے لیے، اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے۔ سود کھانے والا خدا اور رسول سے جنگ کرتا ہے جیسے کہ قرآن عظیم میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا زنا سے زیادہ سخت ہے، چھتیس کے عدد میں کیا راز ہے؟ اسے شارع علیہ السلام ہی جانتے ہیں دوسرا کوئی نہیں جانتا، یہی حال اس کی دیگر مثالوں کا ہے۔ زینۃ زا مکسور، نون ساکن، اس کے بعد یاء، زنا کرنا۔

٣ـه اور زیادہ قریب ہے۔ سُحت سین مضموم، حاء ساکن، حرام۔ اصل میں اس کا معنی ہے جڑ سے اکھیڑنا۔

٢٧٠٣/٢٠ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرِّبٰو سَبْعُوْنَ جُزْءً اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر اجزاء ہیں ان میں سے چھوٹی جز یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے١ـه

١ـه اس سلسلے میں یہ شدید ترین زجر و توبیخ ہے، چونکہ اس زمانے میں لوگ سود میں حد درجہ مبتلا تھے اور گرداب ابتلاء میں پھنسے ہوئے تھے اور یہ دنیا اور نفس کی کمینگی کا معاملہ تھا اس لیے اس بارے میں سخت ترین ڈانٹ پلائی۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

٢٧٠٤/٢١ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّبٰو وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَہٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ رَوَاھُمَا ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوٰی اَحْمَدُ الْاٰخِیْرَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سود١ـه اگرچہ بہت ہو لیکن اس کا انجام قلت٢ـه کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

امام احمد نے دوسری حدیث روایت کی۔

١ـه وہ مال جو سود سے حاصل ہو۔

٢ـه قُلّ قاف مضموم ہو تو اس کا معنی قلت ہے، مکسور ہو تو اس کا معنی خواری اور رسوائی ہے جیسے ذِلٌّ اور ذِلّۃٌ۔

٢٧٠٥/٢٢ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہ وَسَلَّمَ اَتَیْتُ لَیْلَةً اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُیُوْتِ فِیْهَا الْحَیَّاتُ تُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَآءِ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ هٰؤُلَآءِ اَكَلَةُ الرِّبٰو۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اِبْنُ مَاجَةَ)

شب معراج میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے ان میں سانپ تھے جو باہر سے دیکھے جا سکتے تھے، میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے[1] والے ہیں۔

(امام احمد۔ ابن ماجہ)

---

[1] اکلۃ: پہلے تینوں حرف مفتوح "آکل" کی جمع۔ جیسے "طالب" کی جمع "طلبۃ"۔

۲۷۰۶/۲۳ **وَعَنْ عَلِیٍّ** اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰكِلَ الرِّبٰو وَ مُوْكِلَهٗ وَ كَاتِبَهٗ وَ مَانِعَ الصَّدَقَةِ وَ كَانَ یَنْهٰی عَنِ النَّوْحِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے، لکھنے والے، زکوٰۃ نہ دینے والے پر لعنت فرمائی اور نوحہ سے منع فرمایا کرتے تھے[1]

(نسائی شریف)

---

[1] بظاہر انداز کلام کا تقاضا یہ تھا کہ فرماتے نوحہ کرنے والی پر لعنت فرمائی، لیکن اس طرح نہیں فرمایا تو اس لیے کہ نوحہ کرنا گناہ ہونے میں زکوٰۃ نہ دینے اور سود کے برابر نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر ممنوع چیز کا ارتکاب موجب لعنت ہو ہوسکتا ہے کہ نہی تنزیہی ہو، اور اگر تحریم کے لیے بھی ہو تو تمام حرام کام مرتبہ میں برابر نہیں ہوتے، یا اس لیے کہ نوحہ کا فعل اکثر اوقات میں واقع ہوتا تھا۔ اور یہ دور جاہلیت کی شنیع ترین رسم تھی اس لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر و بیشتر ان پر لعنت بھیجنے کا ارادہ فرماتے تھے، اس صورت میں نوحہ کرنے والی عورت پر مبالغہ اور تاکید کے ساتھ شدید ترین لعنت ہوگی۔

۲۷۰۷/۲۴ **وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ** اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰیَةُ الرِّبٰو وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ یُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰو وَالرِّیْبَةَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آخر میں نازل ہونے والی چیز آیت ربا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور آپ نے ہمیں اس آیت کی پوری تفسیر نہیں بتائی لہٰذا تم سود اور شک والی چیز سے بچو[1]

(ابن ماجہ، دارمی)

[1] یعنی جس چیز میں سود کا شبہہ بھی ہو اسے بھی چھوڑ دو، مطلب یہ ہے کہ یہ آیت ثابت و محکم ہے، منسوخ نہیں ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح تفسیر بیان نہیں فرمائی کہ تمام جزئیات اور مواد کا حکم معلوم ہو جاتا، آپ نے چند چیزوں میں سود کا پایا جانا بیان فرمایا، باقی چیزوں کو قیاس اور اجتہاد پر چھوڑ دیا، لہٰذا انہیں چاہیے کہ صریح سود کو چھوڑ دو اور احتیاط و ورع کا تقاضا ہے کہ اس چیز کو بھی چھوڑ دو جس میں سود کا شبہہ ہو، یہ وہ مطلب ہے جو کلام کی ظاہر روش سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ یہ آیت نہ تو منسوخ ہے اور نہ ہی مشتبہ۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر نہیں فرمائی، لہٰذا اسے اس کے ظاہر معنیٰ پر محمول کرو اور اس میں شک و شبہ نہ کرو اور سود کو حلال کرنے کے حیلے اختیار نہ کرو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان فَدَعُوا الرِّبٰو وَالرِّيْبَةَ کا یہی مطلب ہے۔

۲۷۰۸/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى اِلَيْهِ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبْهُ وَلَا يَقْبَلْهَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دوسرے کو قرض دے اور مقروض اسے تحفہ دے یا سواری پیش کرے تو سواری پر سوار نہ ہو اور ہدیہ قبول نہ کرے[1] ہاں اگر ان کے درمیان پہلے سے یہ سلسلہ جاری ہو[2]۔ (تو حرج نہیں) (ابن ماجہ شریف، شعب الایمان از بیہقی)

[1] تاکہ سود نہ بن جائے کیونکہ جس قرض کے ذریعے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔

[2] یعنی قرض دینے سے پہلے ان دونوں کے درمیان تحفے تحائف اور سواری پیش کرنے کی عادت ہو اور قرض دینا اس کا سبب نہ ہو۔

۲۷۰۹/۲۶ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَقْرَضَ الرَّجُلُ فَلَا يَاْخُذْ هَدِيَّةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى)

انہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی کسی کو قرض دے تو اُس سے[1] ہدیہ وصول نہ کرے۔ (تاریخ بخاری، منتقیٰ[2])

⁂

[1] حدیث کا ترجمہ اگرچہ یہ ہے کہ وہ تحفہ نہ لے لیکن سابق حدیث کے مطابق مطلب یہ ہے کہ مقروض سے

تحفہ نہ لے

۲ے مُنْتَقیٰ میم مضموم، نون ساکن، تاء مفتوح اور اس کے بعد قاف، ایک حنبلی عالم کی تصنیف ہے جس میں فقہ کی ترتیب کے موافق احادیث جمع کی گئی ہیں، اس میں کہا گیا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

۲۷۱۰/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَلَقِیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اِنَّکَ بِاَرْضٍ فِیْھَا الرِّبٰو فَاشٍ فَاِذَا کَانَ لَکَ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَاَھْدٰی اِلَیْکَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِیْرٍ اَوْ حَبْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْہُ فَاِنَّہٗ رِبٰوا۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوبردہ[۱] ابن ابی موسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا تو حضرت عبداللہ بن سلام[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا، انہوں نے فرمایا تم ایسے علاقہ (عراق) میں ہو جہاں سود[۳] عام ہے، جب تمہارا کسی پر حق[۴] ہو اور وہ تمہیں بھوسے یا جو کا بوجھ[۵] دے یا چارے[۶] کا گٹھا دے تو نہ لو کیونکہ وہ سود (کے حکم میں) ہے۔

(بخاری شریف)

۱ے ابوبردہ باء مضموم، راء ساکن اور اس کے بعد دال، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے، کوفہ کے رہنے والے تابعی اور معتمد علیہ ہیں، کوفہ کے قاضی تھے، اپنے والد حضرت علی، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے تھے اور جلیل القدر عالم تھے۔

۲ے وہ اکابر صحابہ میں سے تھے اور پہلے یہودیوں کے بڑے عالم تھے۔

۳ے فَشْوٌ کا معنیٰ اصل میں خبر کا پھیل جانا ہے۔

۴ے یعنی قرض ہو۔

۵ے حِمْل حاء مکسور، پشت یا سر پر اٹھایا جانے والا بوجھ۔

۶ے حَبْل حاء مفتوح اس کے بعد باء رسی سے باندھا ہوا بوجھ، بعض نسخوں میں حَمْل میم ساکن کے ساتھ ہے۔ قَتّ قاف مفتوح اور تاء مشدد، چارے کی ایک قسم جسے رطبہ کہتے ہیں۔ حواشی میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں اسے برسوم کہتے ہیں، بعض حضرات نے فرمایا اسی کو اَبٌّ کہتے ہیں جیسے کہ قرآن پاک کی سورۂ عبس میں واقع ہے۔ (اَبًّا مَّتَاعًا لَّکُمْ)

بَابُ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ

۲۲۹۔ تجارت کی ممنوع قسمیں

بعض نسخوں میں اَلْمَنْهِيِّ عَنْهُ ہے۔ بیع کی ممانعت کبھی تو حرمت کی بنا پر ہوتی ہے جیسے کہ بیع فاسد میں ہے اس کی مثال وہ نماز ہے جس کے کچھ ارکان رہ گئے ہوں، اور کبھی کراہت کی بنا پر جیسے جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا، اس کی مثال وہ نماز ہے جو غصب کی ہوئی زمین میں ادا کی جائے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرام بیع کی دو قسمیں ہیں (۱) فاسد اور (۲) باطل، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۷۱۱/۱ **عَنِ** ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَ اِنْ كَانَ كَرْمًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا اَوْ كَانَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ وَ اِنْ كَانَ زَرْعًا اَنْ يَّبِيْعَهٗ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يُّبَاعَ لَهٗ مَا فِيْ رُؤُسِ النَّخْلِ بِتَمْرٍ بِكَيْلٍ مُّسَمًّى اِنْ زَادَ فَلِيْ وَ اِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ۔

پہلی فصل

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنت[1] سے منع فرمایا اور وہ یہ کہ اپنے باغ کا پھل فروخت کرے اگر کھجور ہے تو چھوہارے کے عوض پیمانے سے بیچے اور اگر انگور کا باغ ہے تو انگور کو کشمش[3] کے بدلے پیمانے سے فروخت کرے امام مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر کھیت[4] ہے تو تر غلے کو خشک کے بدلے پیمانے سے بیچے، ان سب[5] سے منع فرمایا۔ (بخاری ومسلم) ان دونوں کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مزابنت سے منع فرمایا اور فرمایا[6] کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو چھوہاروں کے بدلے معین پیمانے سے بیچے اگر زیادہ ہوں[7] تو میری اور کم ہوں تو میرے ذمہ۔

---

[1] مزابنۃ میم مضموم، اس کے بعد زار اور بار مفتوح، زَبنٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی دفع کرنا ہے۔

[۲] یعنی درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ یہ ہے کہ دس پیمانہ ہوں گی انہیں گھر میں موجود دس پیمانوں کے بدلے فروخت کردیا جائے۔

[۳] مطلب یہ کہ بیلوں پر لگے ہوئے تر میوہ کو زمین پر رکھے ہوئے خشک میوہ کے بدلے پیمانے کے حساب سے فروخت کیا جائے۔

[۴] کھیت کے لیے حائط (باغ) کا استعمال بطور مجاز اور مشاکلت ہے۔

[۵] اس سے پہلے جتنی صورتیں بیان ہوئیں خواہ درخت پر لگی ہوئی کھجوریں ہوں یا انگور یا کھڑی فصل کا غلہ ہو اسے مزابنہ اس لیے کہتے ہیں کہ لغت میں زبن کا معنی دفع کرنا ہے اور چونکہ اس بیع کی بنیاد قیاس اور اندازہ پر ہے اور اس میں کمی اور زیادتی کا احتمال ہے، اس لیے ممکن ہے کہ بائع اور مشتری میں جھگڑا واقع ہو جائے اور ہر ایک دوسرے کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔

[۶] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا راوی نے۔

[۷] اگر زیادہ ہوں تو میرے لیے اور میرا فائدہ اور اگر کم ہوں تو مجھ پر اور میرا نقصان، اس میں دو احتمال ہیں (۱) یہ خریدار کا قول ہے اگر درخت پر موجود میوے کی کمی یا زیادتی مراد ہو (۲) یہ بائع کا قول ہے اگر زمین پر موجود میوہ مراد ہے، دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں لفظ ثمر ہے ثاء کے ساتھ اور دوسری روایت میں تمر ہے تاء کے ساتھ مقصود عام ہے، خاص شے کا ذکر بطور مثال ہے۔

۲۷۱۲/۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ بِمِائَةِ فَرَقٍ حِنْطَةٍ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ فِیْ رُؤُسِ النَّخْلِ بِمِائَةِ فَرَقٍ وَّالْمُخَابَرَةُ كِرَاءُ الْاَرْضِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا، محاقلہ یہ ہے کہ آدمی کھیتی کو سو فرق[۱] گندم کے عوض بیچے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور پر لگے ہوئے پھل[۲] کو سو فرق کے بدلے بیچے اور مخابرہ[۳] زمین کو تہائی یا چوتھائی پر کرایہ پر دینا ہے۔ (مسلم شریف)

---

[۱] فرق پہلا اور دوسرا حرف مفتوح، ایک پیمانہ ہے جو مدینہ طیبہ میں معروف ہے اس میں سولہ رطل (آٹھ سیر) آتے ہیں۔ فرق را ساکن کے ساتھ، اس میں ایک سو بیس رطل (ڈیڑھ من) آتے ہیں، اسی طرح نہایہ میں ہے،

سو فرق کا ذکر مثال کے طور پر ہے مقصد کھڑی فصل کا گندم کے عوض بیچنا ہے جیسے کہ مزابنہ کے بیان میں گزرا، لیکن مزابنہ عام ہے پھل میں بھی ہوتی ہے اور غلے میں بھی، کبھی مزابنہ کو خاص پھل کے لیے استعمال کرتے ہیں اور محاقلہ کو کھیتی کے لیے، حقل کا معنی لغت میں کھیتی آنا ہے جب تک کہ سبز ہو۔

۲؎ یہ دوسری روایت کے موافق ہے، صحیحین کی روایت میں بَیع ثمر ثار کے ساتھ ہے۔

۳؎ مخابرت کو مزارعت بھی کہتے ہیں، لیکن مخابرت میں بیج مزارع کا ہوتا ہے اور مزارعت میں مالک کا۔ خبر خاء کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ، اس کا معنی حصہ ہے، بعض علماء نے کہا کہ اس کی اصل خیبر سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجوریں اہل خیبر کے پاس رہنے دیں اور ایک معین حصہ ان پر مقرر فرما دیا، جب لوگوں نے اس معاملہ میں جھگڑا کیا تو اس سے منع فرما دیا، بعد ازاں اس کی اجازت دے دی، مخابرت کی صحت میں اختلاف[۱] ہے، بعض علماء نے کہا کہ خبار نرم زمین کو کہتے ہیں۔

۲۷۱۳/۳ **وَعَنْهُ** قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مُحاقلہ، مُزابنہ، مُخابرہ اور مُعاوَمہ[۱] سے اور کچھ مستثنیٰ[۲] کرنے سے منع فرمایا اور عرایا[۳] کی بیع میں رخصت دی۔

(مسلم شریف)

۱؎ معاومہ میم مضموم اس کے بعد عین، اور الف کے بعد واؤ، درخت کا میوہ اس کے ظاہر ہونے سے پہلے ایک یا دو سال کے لیے فروخت کرنا، بعض علماء نے کہا اس کا معنی زمین کا دو سال کے لیے کرایہ پر لینا ہے۔

۲؎ الثُّنیا ثاء مضموم، نون ساکن، اس کے بعد یاء دنیا کے وزن پر اس کا معنی ہے سودے میں سے نامعلوم چیز کا استثناء کرنا (مثلاً کہے کہ اس باغ کا پھل اتنے میں تیرے پاس بیچتا ہوں مگر دس من میرا ہوگا، اب معلوم نہیں باقی کتنا اور کیسا پھل بچے؟ اور بچے بھی یا نہیں۔ تو یہ مجہول کی بیع ہوگی لہٰذا ناجائز ہے۔ ۱۲ قادری)

---

[۱] امام اعظم ابو حنیفہ اس حدیث کے پیش نظر اس سے منع فرماتے ہیں، صاحبین کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور حدیث خیبر ناسخ ہے، فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے (حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی) البتہ اگر حالات حاضرہ کے پیش نظر حکومت مزارعت پر پابندی لگائے تو اسے اختیار ہے۔ ۱۲ قادری)

[3] عرایا پہلے عین پھر راء اور الف کے بعد یاء، عَرِیَّۃ بیاء مشدد کی جمع، اس کا معنی ہے عطیہ اور عاریّۃ دینا عَرِیَّہ وہی مزابنت ہے، ضرورت کے تحت، محتاجوں کو رخصت دی جن کے پاس کھجوروں کے درخت نہیں جن سے تر کھجوریں حاصل کر کے کھائیں اور نقدی بھی پاس نہیں کہ تر کھجور خرید لیں، البتہ ان کی خوراک میں سے کچھ چھوہارے بچ جاتے ہیں جن کے بدلے وہ درخت کے مالک سے تر کھجوریں خرید لیتے ہیں۔

مروی ہے کہ مدینہ منورہ کے حاجت مند حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ آپ نے اس بیع سے منع فرما دیا ہے اور ہم تر کھجوروں کا شوق رکھتے ہیں، ہمارے پاس سونا چاندی نہیں ہے جس کے بدلے ہم خریدیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کچھ شرائط کے ساتھ اجازت دے دی جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا کہ ایک شخص کی چند کھجوریں ایک دوسرے صاحب کے باغ میں تھیں یا تو باغ کے مالک نے اسے ہبہ کی تھیں یا وہ خود اُن کا مالک تھا، باغ کا مالک اہلِ مدینہ کی عادت کے مطابق اپنے اہل وعیال کے ساتھ آکر باغ میں بیٹھتا تھا اور وہ پہلا شخص درختوں سے کھجوریں اتارنے آتا تھا جس سے باغ کے مالک کو تکلیف ہوتی تھی، لہٰذا باغ کے مالک کو اجازت دے دی گئی کہ درختوں کے پھل کے اندازے کے مطابق چھوہارے دے دے اور پھل خرید لے۔

٢٧١٤ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ اِلَّا اَنَّهٗ رَخَّصَ فِى الْعَرِيَّةِ اَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُهَا اَهْلُهَا رَطَبًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل[1] بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تر کھجور چھوہاروں کے بدلے میں فروخت کرنے سے منع فرمایا مگر عَرِیَّہ[2] کے بارے میں اجازت دی کہ درخت کا پھل اندازے[3] سے خشک کھجوروں کے بدلے میں بیچا جائے تاکہ صاحبِ[4] عریہ تر کھجور کھا سکے۔

(صحیحین)

[1] سہل بن ابی حثمہ حاء مفتوح اور ثاء ساکن، انصاری صحابی ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کی پیدائش ہجرت کے تیسرے سال میں ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی احادیث سنیں، لیکن ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں شامل تھے جنگ اُحد کی رات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی تھے اور بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں حاضر رہے۔

[2] اِلَّا اَنَّہٗ یہ ضمیر شان ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا مگر شان یہ ہے کہ عریہ میں رخصت دی۔

ے۳ بِخَرْصِهَا کی ضمیر عریہ کی طرف راجع ہے یا کھجور کے درخت کی طرف۔ کھجور کو بھی عریہ کہہ دیا جاتا ہے جیسے کہ اس کا اطلاق بیع پر آیا ہے، مطلب یہ کہ اندازہ کیا جائے کہ درخت کی کھجوریں خشک ہو کر کتنی ہو جائیں گی۔

ے۴ خریدار اور محتاج، جیسے کہ اہل احتیاج کا واقعہ بیان ہوا۔

۲۷۱۵/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْخَصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ۔ اَوْ فِیْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ شَكَّ دَاؤُدُ ابْنُ الْحُصَیْنِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رخصت دی کہ عرایا کو اندازے سے چھوہاروں کے بدلے میں بیچ دیا جائے، یہ رخصت پانچ وسق سے کم میں ہے یا پانچ وسق میں[1]؟ اس میں داؤد بن حصین[2] کو شک ہے۔
(صحیحین)

ے۱ کیونکہ یہ اجازت، خریدار کی ضرورت اور احتیاج کی بنا پر تھی اور اس کے لیے یہ مقدار کافی ہے۔ وسق ایک سو ساٹھ سیر کا ہے لہذا پانچ وسق آٹھ سو سیر ہوئے۔ (حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں وسق وہ پیمانہ ہے جس میں ساٹھ صاع پھل سماتے ہیں، ایک صاع قریباً ساڑھے چار سیر ہوتا ہے۔ ۱۲ قادری)

ے۲ جو اس حدیث کے راوی اور حضرت عمرو بن عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ابن معین وغیرہ کے نزدیک ثقہ ہیں، بعض کے نزدیک وہ ضعیف ہیں، ابو حاتم نے فرمایا: اگر امام مالک اُن سے روایت نہ لیتے تو ان کی حدیث متروک ہوتی، ابوداؤد کہتے ہیں کہ حضرت عکرمہ سے ان کی روایت کردہ حدیثیں مُنکر ہیں اور دیگر مشائخ سے درست ہیں، لہٰذا پانچ وسق سے کم میں بیع بالاتفاق جائز ہے، زائد میں ناجائز اور پانچ وسق میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے، اس میں بھی اختلاف ہے کہ رخصت فقراء کے لیے خاص ہے یا مالداروں کو بھی شامل ہے۔

۲۷۱۶/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَی الْبَائِعَ وَ الْمُشْتَرِیَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ نَهٰی عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی تَزْهُوَ وَ عَنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پختگی ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا[1]۔ بیچنے اور خریدنے والے دونوں[2] کو منع فرمایا (صحیحین) امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کھجور کے پھل کے سرخ اور زرد ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا اور بالے[3] جب تک سفید اور

السُّنبُلِ حَتّٰی یَبْیَضَّ وَ یَاْمَنَ الْعَاهَۃَ

آفت سے محفوظ۴؎ نہ ہوجائے اس کے بیچنے سے منع فرمایا۔

۱؎ یعنی اس وقت بیچنے کی اجازت ہے جب پک جائیں، کمال کو پہنچ جائیں اور تباہ ہونے کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں۔

۲؎ بیچنے والے کو اس لیے کہ خریدار کا مال ضائع نہ ہو جائے اور خریدار کو اس لیے کہ اپنا مال ضائع نہ کرے، آخر خطرہ تو موجود ہے۔

۳؎ زہو خوبصورتی، زہائے دنیا کا معنی دنیا کی زینت ہے، صُراح میں ہے "زَہو" کا معنی کھجور کے گچھے کا رنگ پکڑنا اور خوبصورت دکھائی دینا ہے۔

۴؎ مقصد یہ ہے کہ پھل آفت سے محفوظ ہو جائے، جن رنگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محفوظ ہونے کی علامت ہیں۔

۲۷۱۷/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تُزْهِیَ قِیْلَ وَ مَا تُزْهِیَ قَالَ حَتّٰی تَحْمَرَّ وَ قَالَ اَرَاَیْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَۃَ بِمَ یَاْخُذُ اَحَدُکُمْ مَالَ اَخِیْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ رنگ پکڑ جائیں۱؎ عرض کیا گیا کہ رنگ پکڑنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا سُرخ ہو جائیں اور فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک دے تو تم میں سے ایک شخص اپنے بھائی کا مال کس بنا پر کھائے گا۔؛

(صحیحین)

۱؎ یعنی پک جائیں اور کمال کو پہنچ جائیں — تُزْہِیَ تاء مضموم، زاء ساکن اور ہاء مکسور، اس کا اور گزشتہ حدیث ں مذکور تَزْہُو کا ایک ہی معنیٰ ہے، زَھَا یَزْھُوْ اور اَزْھٰی یُزْھِیْ دونوں طرح کہا جاتا ہے۔

۲۷۱۸/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ السِّنِیْنَ وَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی سالوں تک کی بیع۱؎ سے منع فرمایا، اور آفتوں کے منہا۲؎ کرنے کا حکم دیا۔

(مسلم شریف)

اِلَّا مِثْلَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

طرح ہے۔

(صحیحین)

[۱] خواہ وہ غلہ ہو یا اس کے علاوہ، وہ غلے کی طرح ہے کہ قبضے سے پہلے بیچی نہیں جا سکتی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غلے کے ماسوا کو غلے پر قیاس کیا ہے۔

۲۷۲۳/۱۳ **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ وَّلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلُبَهَا اِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیع کے لیے سواروں سے پہلے ہی نہ جا ملو[۱]، تم میں سے بعض دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے اور قیمت نہ بڑھاؤ[۳] اور شہری، دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے[۴]، اونٹنی اور بکری کا دودھ[۵] نہ روکو، جس نے اس کے بعد اسے خریدا تو اسے دوہنے کے بعد دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار[۶] ہے، اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے، اور اگر پسند نہ کرے تو ایک صاع چھوہاروں[۷] کے ساتھ اسے واپس کر دے (صحیحین)

امام مسلم کی روایت میں ہے جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ روکا گیا تھا تو اسے تین دن تک اختیار ہے اگر اسے واپس کرے تو گندم کے علاوہ کسی غلہ کا ایک صاع ساتھ دے[۸]۔

[۱] لَا تَلَقَّوْا تاء مفتوح اور قاف مشدد مفتوح ــــ مثلاً قافلہ غلہ لے کر آ رہا ہے۔ ابھی وہ شہر اور بازار میں نہیں پہنچا کہ ایک جماعت آگے جا کر غلہ خرید لیتی ہے اور اسے شہر میں آ کر بازار میں فروخت نہیں کرنے دیتی۔ (یہ ناجائز ہے)

[۲] اس جگہ بیع خریدنے کے معنیٰ میں ہے، مثلاً ایک شخص کوئی چیز خرید رہا ہے، بائع اور مشتری باہم راضی ہو چکے ہیں، ایک دوسرا شخص آتا ہے ان کا سودا ختم کر کے خود خرید لیتا ہے تو یہ بُرا ہے اور اگر اس کا ارادہ خریدنے کا نہیں ہے محض ان کا سودا ختم کرانا چاہتا ہے تو یہ اور بھی زیادہ بُرا ہے۔

[1] اسے بیع المعاومت کہتے ہیں، اس سے پہلے اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

[2] مثلاً ایک شخص نے پھل خریدا اور وہ آفت کا شکار ہو گیا تو بائع کو چاہیے کہ طے شدہ قیمت میں سے کچھ کم کر دے یا خریدار کو واپس دے دے، اگرچہ سودا مکمل ہو چکا ہے۔ یہ استحبابی حکم ہے ــــ جوائح جمع ہے جائحۃ کی، جَوْحٌ کا معنیٰ اچانک ہلاک کرنا اور جڑ سے اکھیڑ دینا ہے اور جائحہ اس سے مشتق ہے۔

۲۷۱۹/۹ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ بِعْتَ مِنْ اَخِيْكَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَآئِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَاْخُذُ مَالَ اَخِيْكَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُن ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اپنے بھائی کے پاس پھل فروخت کرے اور اسے آفت لاحق ہو جائے تو تیرے لیے اُس سے کچھ بھی لینا جائز نہیں[1]۔ تو اپنے بھائی کا مال، ناحق کیوں لے گا؟

(مسلم شریف)

[1] یہ اس صورت میں ہے کہ پھل بالکل تباہ ہو جائے اور اگر آفت کے لاحق ہونے سے ناقص ہو گیا ہے تو کچھ پیسے کم کر دینے چاہئیں جیسے کہ گزشتہ حدیث میں فرمایا۔

۲۷۲۰/۱ **وَعَنِ** ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِيْ مَكَانِهٖ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهٖ فِيْ مَكَانِهٖ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ کرام بازار کے بالائی حصے[1] میں غلہ خریدتے تھے اور اسی جگہ اُسے بیچ دیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اسے منتقل کریں[2]۔ (ابوداؤد) مجھے یہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں[3] ملی۔

[1] یعنی گندم اور جو وغیرہ یَتَبَایَعُوْنَ پہلے تاء، پھر باء، بعض نسخوں میں یُبْتَاعُوْنَ ہے پہلے باء پھر تاء۔

[2] یعنی قبضہ کرنے اور وصول کرنے سے پہلے۔

[3] یعنی قبضہ کریں اور وصول کر لیں، بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلہ خریدنے کے بعد اسی جگہ فروخت نہیں کرنا چاہیے، بلکہ دوسری جگہ لے جا کر فروخت کیا جائے، لیکن علماء فرماتے ہیں کہ منتقل کرنے سے مراد قبضہ لینا ہے، یعنی پہلے قبضہ لیا جائے پھر فروخت کیا جائے، قبضے سے پہلے فروخت نہ کیا جائے، اور اگر قبضے کے بعد

اسی جگہ فروخت کرے جہاں سے خریدا ہے تو حرج نہیں ہے چنانچہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے (فرمایا حَتّٰی یَسْتَوْفِیَهٗ یہاں تک کہ اس پر قبضہ کرے) آئندہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے، آج کل رواج ہے آرڈر دے کر بیرونی ملک سے مال منگوایا جاتا ہے، ابھی وہ مال پہنچا بھی نہیں کہ آگے بیچ دیا جاتا ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ ۱۲ قادری)

۴ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے یہ حدیث پہلی فصل میں کیوں ذکر کی؟ بعض حواشی میں لکھا ہے کہ امام بخاری یہ حدیث بَابُ نَهْیِ التَّلَقِّیْ، کِتَابُ الْبُیُوْعِ میں لائے ہیں، حرف بحرف یہی روایت ہے، گویا اس جگہ حضرت مؤلف کا تتبع قاصر اور ناتمام ہے، یہ بھی لکھا کہ شیخ جزری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے علاوہ ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔

۲۷۲۱/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ وَفِیْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَتّٰى يَكْتَالَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طعام خریدے تو وہ قبضہ[۱] کیے بغیر اسے نہ بیچے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے: یہاں تک کہ اسے ماپ لے۔

(صحیحین)

۱ قبضے سے پہلے کسی چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے، امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول۔ زمین وغیرہ، امام مالک کے نزدیک طعام میں جائز نہیں ہے۔ اس کے ماسوا میں جائز ہے، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک زمین میں جائز ہے، امام احمد کا ظاہر مذہب بھی یہی ہے کیونکہ زمین کا ہلاک ہونا نادر ہے۔

۲۷۲۲/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَّا الَّذِیْ نَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ اَنْ يُّبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا اَحْسِبُ كُلَّ شَیْءٍ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ غلہ قبضے سے پہلے بیچ دیا جائے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہر چیز[۱] غلے کی

---

[۱] قبضے کی مختلف صورتیں ہیں مکان میں اپنا سامان رکھ دینا یا اپنا قفل لگا دینا، زمین میں حد بندی کر کے اپنی اینٹ گاڑ دینا قبضہ ہے، وزنی کھلی چیز کا وزن ناپ کر لینا قبضہ ہے۔ ۱۲ مرآۃ

۳؎ لغت میں نجش کا معنی شکار کو برانگیختہ کرنا ہے، شریعت میں اس کا مطلب یہ ہے ایک آدمی بیچنے والے کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے سودے کی تعریف کرتا ہے یا قیمت زیادہ لگا دیتا ہے تاکہ دوسرا سنے اور خریدنے پر مجبور ہو جائے۔

۴؎ ایک دیہاتی غلّہ لے کر شہر آتا ہے تاکہ آج کے بھاؤ کے مطابق فروخت کرے، شہری اس سے غلّہ لے کر رکھ لیتا ہے تاکہ آہستہ آہستہ قلت پیدا ہو اور قیمت بڑھ جائے، دیہاتی اگر آج بیچتا تو شہر والوں کو سہولت اور فراخی حاصل ہوتی، شہری نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔

۵؎ لاتصروا اس کے پڑھنے کی دو روایتیں ہیں (۱) تاء مفتوح اور صاد مضموم ہو۔ (۲) تاء مضموم اور صاد مفتوح ہو۔ تصریہ کا معنی یہ ہے کہ اونٹنی یا بکری کا دودھ نہ دوہا جائے تاکہ اس کے تھنوں میں جمع ہو جائے، خریدار دھوکا کھا کر زیادہ قیمت پر خرید لے۔

۶؎ یہ اس وقت ہے جب دوہنے کے بعد دودھ کم نکلے، آئندہ ان دو چیزوں کا بیان ہے۔

۷؎ یہ چھوہارے اس دودھ کے عوض ہیں جو اُس نے دوہا ہے، بعض علماء کے نزدیک غلّے کا ایک صاع دے دے خواہ چھوہارے ہوں یا اُن کے علاوہ، چھوہارے کا ذکر بطور مثال ہے، لیکن حدیث میں چھوہاروں کا صراحۃً ذکر ہے اس لیے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی تعیین مراد ہے۔

۸؎ اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گندم کے علاوہ غلّے کا ایک صاع ساتھ دے، لیکن علماء نے فرمایا کہ چھوہارے دینا متعین ہے اُن کے علاوہ کوئی اور چیز گندم وغیرہ دینا جائز نہیں ہے، خاص طور پر گندم کی نفی اس لیے کی کہ لفظ طعام سے عام طور پر اسی کی طرف ذہن جاتا ہے، چھوہاروں کی تعیین اس لیے کی کہ وہ عام طور پر اہلِ عرب کی خوراک ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی بھی طعام کا صاع دینا واجب ہے خاص طور پر گندم کا دینا واجب نہیں ہے بلکہ ایک صاع چھوہارے یا کھجور یا اس کے علاوہ دے، اس مسئلے میں اختلاف ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہے اور اس کی تحقیق اصول فقہ میں کی گئی ہے۱؎۔

۱؎ امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ دودھ کم ہو یا زیادہ خریدار کو ایک صاع چھوہارے دینے پڑیں گے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ حدیث کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے خلاف ہے، (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خریدار نے جتنا دودھ پیا اتنا ہی واپس کرے یا اس کی قیمت (۲)، حدیث شریف میں اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ نفع، ضمانت کے مطابق، اس سے بھی (بقیہ صفحہ آئندہ)

۲۷۲۴/۱۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَاِذَا اَتٰى سَيِّدُهٗ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: باہر سے لائے جانے والے غلے[1] کو راستے میں ہی نہ جا ملو، پس جو راستے میں ہی جا ملے اور اس سے خریدے تو جب اس غلے کا مالک بازار میں آئے تو اسے اختیار ہے[2]۔

(مسلم شریف)

[1] جلب جیم اور لام دونوں مفتوح، وہ غلہ جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لایا جائے، اور اس سے ملاقات کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شہری غلہ لانے والوں کے پاس جائے اور ان سے غلہ خرید لے جیسے کہ اس سے پہلے سواروں سے ملاقات کا مطلب بتایا جا چکا ہے، اہلِ علم فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ شہر والوں کو نقصان پہنچائے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے، نیز اس کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ نرخ بیان کرنے میں سوداگروں کو دھوکا نہ دے اور اگر دھوکے اور فریب سے کام لے تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے۔

[2] کہ چاہے تو سودے کو برقرار رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے، اگر خریدار نے شہر کے نرخ سے کم پر مال خریدا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث کے عموم اور اطلاق کے پیشِ نظر سوداگر کو ہر صورت میں اختیار ہے چاہے خریدار جس قیمت پر بھی خریدے

۲۷۲۵/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى السُّوْقِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: باہر سے لائے جانے والے مال سے راستے ہی میں نہ جا ملو، یہاں تک کہ اسے بازار میں اتارا جائے۔

(صحیحین)

(بقیہ صفحہ سابقہ) معلوم ہوا کہ جتنا نفع حاصل کیا ہے ضمانت بھی اتنی ہی ہو گی (۳) اس پر اتفاق ہے کہ کسی چیز کے ضائع ہونے کی صورت میں مثل واجب ہے یا قیمت (۴) قیاس یہ ہے کہ جو چیز ضائع ہو جائے تو اس کی ضمانت ثمن، مثل یا قیمت سے دی جائے گی جب کہ چھوہارے نہ تو دودھ کی مثل ہیں نہ اس کی قیمت، ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے (الفوائد البھیۃ، مطبوعہ میر محمد، کراچی، ج ۲ ص ۲۱۸) ملا علی قاری فرماتے ہیں یہ سود کے حرام کیے جانے سے پہلے کی بات ہے جب معاملات میں اس قسم کی چیزیں جائز رکھی جاتی تھیں، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا، جیسے کہ ابن الملک نے شرح مشارق میں کتب سیر کے حوالے سے ذکر کیا (مرقاۃ، مطبع امدادیہ، ملتان ج ۶ ص ۷۶)، قادری۔

۲۷۲۶/۱۶ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْہِ وَلَا یَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ اِلَّآ اَنْ یَّاْذَنَ لَہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام دے[1]۔ ہاں مگر جب کہ وہ اسے اجازت دے دے[2]۔

(مسلم شریف)

[1] جب کہ ان میں معاملہ طے پا چکا ہو۔

[2] یعنی جب اس کا بھائی اسے کہہ دے میں نہیں خریدتا تم خرید لو، یا میں اس عورت کے پیغام نکاح سے دست بردار ہوتا ہوں تم پیغام دے دو (تو پھر جائز ہے)

۲۷۲۷/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے[1] (مسلم شریف)

[1] یعنی اگر اس کا اسلامی بھائی خریداری میں دلچسپی رکھتا ہے تو دلچسپی نہیں رکھنی چاہیے، ذمی کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۷۲۸/۱۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَبِیْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ دَعُوا النَّاسَ یَرْزُقُ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شہری، دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے[1]، لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو[2]۔ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض سے رزق دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

[1] اس کا مطلب اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

[2] یعنی دیہاتیوں کو چھوڑ دو کہ وہ غلہ باہر سے لائیں اور شہر میں سستا فروخت کریں اور شہریوں کے لیے وسعتِ رزق کا باعث بنیں۔ جیسے کہ عام طریقہ ہے۔

۲۷۲۹/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْاٰخَرِ بِيَدِهٖ بِاللَّيْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهٗ اِلَّا بِذٰلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ يَّنْبِذَ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهٖ وَيَنْبِذَ الْاٰخَرُ ثَوْبَهٗ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بَيْعَهُمَا مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوْبَهٗ عَلٰى اَحَدِ عَاتِقَيْهِ فَيَبْدُوْ اَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْاُخْرٰى اِحْتِبَآءُهٗ بِثَوْبِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

طرح کپڑا پہننے اور دو تجارتوں سے منع فرمایا، آپ نے چھونے کی بیع اور پھینکنے کی بیع[1] سے منع فرمایا، چھونے کی بیع یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کے کپڑے کو دن یا رات کے وقت چھو لے، چھونے کے علاوہ اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھے[2]، پھینکنے کی بیع یہ کہ ایک مرد اپنا کپڑا دوسرے کی طرف اور دوسرا اس کی طرف پھینک دے، دیکھنے بھالنے اور رضامندی کے بغیر یہی[3] ان کی بیع ہو، کپڑا پہننے کی دو ممنوع قسموں[4] میں سے ایک قسم صماء ہے اور وہ یہ کہ اپنا کپڑا اپنے ایک کندھے پر ڈال لے اور دوسری جانب کھلی رہے اس پر کپڑا نہ[5] ہو۔ دوسری قسم یہ کہ بیٹھ کر کپڑا اپنے گرد اس طرح لپیٹ لے کہ شرم گاہ پر کچھ نہ ہو[6]۔

(صحیحین)

---

[1] یعنی بیع کی جن دو قسموں سے منع فرمایا وہ یہ ہیں (۱) ملامسہ (۲) منابذہ، تجارت کی یہ دونوں قسمیں دورِ جاہلیت میں رائج تھیں، ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں (۱) ملامسہ لمس سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہاتھ لگانا ہے ایک شخص کہے کہ جب تو میرے کپڑے کو ہاتھ لگا لے یا میں تیرے کپڑے کو ہاتھ لگا لوں تو دونوں کپڑوں کی بیع لازم ہو جائے گی۔ (۲) ملامسہ کا معنی یہ ہے کہ دیکھے بغیر سامان کو کپڑے کے اوپر سے یا تاریکی میں چھوا جائے اور اسے کھولے اور دیکھے بغیر سودا کر لیا جائے (۳) الٹ پلٹ کر دیکھنا ہی چھونا ہے جس سے اختیار ختم ہو جاتا ہے — ان اقوال سے ظاہر ہے کہ فروخت کیے جانے والے کپڑے میں گفتگو ہے۔ ایک تعریف حضرت مصنف نے خود مشکوٰۃ شریف میں کی ہے جو بعد میں آ رہی ہے۔

۲ یعنی حق تو یہ تھا کہ کپڑے کو کھول کر اور الٹ پلٹ کر دیکھتا، لیکن اس نے کھول کر نہیں دیکھا، صرف چھونے پر اکتفا کیا حالانکہ چھونے سے کھول کر دیکھنے کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، یہ تفسیر مُلَامَسَہ کی تینوں تفسیروں کی جامع ہے۔

۳ ذٰلِکَ کا اشارہ پھینکنے کی طرف ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ کپڑے کا ایک دوسرے کی طرف پھینکنا ہی دونوں کپڑوں کی بیع ہے، یا ان دونوں افراد کی بیع ہے (یعنی بَیْعُھُمَا کی ضمیر دو کپڑوں کی طرف راجع ہے یا دو مردوں کی طرف ۱۲ قادری) ـــــ مُلَامَسَہ میں ایک دوسرے کے کپڑے کو چھونا تھا اور مُنَابَذَہ میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا پھینکنا ہے ـــــ بعض علماء نے کہا کہ مُنَابَذَہ یہ ہے کہ ایک شخص کہے کہ جب میں تیری طرف کنکر پھینک دوں تو بیع لازم ہو جائے گی، یہ تو ہوئیں بیع کی دو ممنوع قسمیں (کپڑا پہننے کی دو ممنوع قسمیں بعد میں آرہی ہیں ۱۲ قادری)

۴ بعض نسخوں میں ہے وَاللِّبْسَتَانِ، صَمَّاء صاد مفتوح، میم مشدد اور اس کے بعد الف ممدودہ۔

۵ صَمَّاء کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک اپنے بدن کو ایک کپڑے میں اس طرح لپیٹ لے کہ کوئی سوراخ باقی نہ رہے اور ہاتھ بھی اندر ہی رہیں، کپڑا جسم کے اوپر لینے کے اعتبار سے اسے اشتمال کہتے ہیں، اور کوئی سوراخ باقی نہ رہنے کے سبب اُسے صَمَّاء کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ سخت پتھر جس میں سوراخ اور شگاف کی گنجائش نہ ہو اسے صَخْرۃٌ صَمَّاء کہتے ہیں اور صِمَامُ قارورہ اس چیز (کاک) کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شیشی کا منہ بند کیا جاتا ہے ـــــ ممانعت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رکوع اور سجود کی حالت میں شرمگاہ کے منکشف ہونے کا احتمال ہے، دوسری وجہ دونوں ہاتھوں کا پوشیدہ ہونا ہے جب کہ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کا ننگا ہونا سنت ہے۔

علامہ طیبی نے فرمایا: فقہاء کے نزدیک اشتمالِ صَمَّاء یہ ہے کہ جسم کو ایک کپڑے سے ڈھانپے اور ایک جانب سے اٹھا کر کندھوں پر رکھ لے جس سے شرمگاہ منکشف ہو جائے، حضرت مصنف کی عبارت اسی طرف مشیر ہے۔

۶ اِحْتِبَاء کا معنی ہے دونوں ہاتھوں کا زانوؤں کے گرد حلقہ بنا کر سُرین زمین پر ٹیک کر بیٹھنا، کبھی زانوؤں کے گرد چادر لپیٹ لی جاتی ہے اب اگر دوسرا کپڑا نہ ہوا تو شرمگاہ برہنہ ہوگی، ہاتھوں سے گھٹنوں کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھنا سنت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحنِ کعبہ میں اس طرح تشریف فرما ہوئے، اور اگر برہنہ ہونے کا خدشہ نہ ہو تو کپڑے کے پہننے میں بھی حرج نہیں ہے۔

۲۷۳۰/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے کی بیع[۱] اور دھوکے کی بیع[۲] سے منع فرمایا۔

(مسلم شریف)

[1] حصا کنکر اور حصاۃ ایک کنکر، ـــــ اس کی صورت یہ ہے کہ خریداری کرتے وقت جس چیز پر کنکر پھینکتے اس کی بیع لازم ہو جاتی، بعض علماء نے کہا کہ چند چیزوں میں سے ایک چیز خریدتے وقت یہ شرط لگاتے کہ جس چیز پر کنکر گرے اسی کا سودا ہو گیا یا جہاں تک کنکر جائے وہاں تک کی چیز کا سودا ہو گیا۔

[2] غرر غین مفتوح، اس کے بعد دو مرتبہ راء، یہ غرور سے ہے اس کا معنی فریب ہے، دھوکے کی بیع کئی قسموں اور صورتوں کو شامل ہے، اس سے پہلے چھونے کی بیع، پھینکنے کی بیع، کنکر پھینکنے کی بیع وغیرہ جتنی قسمیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اس کی قسمیں ہیں، ان کو الگ اس لیے ذکر کیا گیا کہ وہ زمانۂ جاہلیت کی مشہور تجارتیں تھیں، دھوکا کئی طرح کا ہوتا تھا (۱) سودا نامعلوم ہوتا (۲) ثمن (قیمت) نامعلوم ہوتا (۳) اس کی سلامتی مجہول ہوتی (۴) مدت نامعلوم ہوتی۔ (۵) اس کا ادا کرنا اور سپرد کرنا طاقت سے باہر ہوتا، جیسے مفرور غلام کی بیع یا ہوا میں اڑنے والے پرندے کی بیع۔ دھوکا کبھی معمولی ہوتا ہے اور جہالت بعض اوقات قابل برداشت اور لائق چشم پوشی ہوتی ہے، کیونکہ اجرت دے کر حمام میں جانے (کے جواز) پر اتفاق ہے، حالانکہ پانی صرف کرنے اور وہاں ٹھہرنے کے وقت میں لوگوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں، اسی طرح بہشتی سے پانی پینے کے جواز پر اجماع ہے حالانکہ جس قدر پانی پیا جائے گا وہ معلوم نہیں پھر پینے والوں کی عادت بھی مختلف ہوگی، ایسے امور سے مشقت کے بغیر نہیں بچا جا سکتا اور ان کی طرف احتیاج بھی ہے اس لیے انہیں جائز قرار دیا گیا۔

۲۷۳۱/۲۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهٗ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِيْ فِيْ بَطْنِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمل کے حمل[1] کی بیع سے منع فرمایا، یہ ایک بیع تھی جس کا اہلِ جاہلیت کاروبار کرتے تھے، ایک شخص اونٹ[2] خریدتا یہاں تک کہ اونٹنی بچہ دے پھر اس کی بچی بچہ دے[3]۔

(صحیحین)

---

[1] حَبَل اور حَبَلہ کے پہلے دونوں حرف مفتوح ہیں، اس کا معنی پیٹ کا بچہ ہے، مشارق میں ہے کہ دونوں میں حاء اور باء دونوں پر فتحہ ہے، حبل میں باء ساکن کے ساتھ بھی روایت ہے، البتہ اس پر زبر زیادہ واضح اور زیادہ صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو بچی ہے وہ جوان ہو کر جو بچہ دے گی وہ فروخت کیا جائے لہٰذا یہ حمل کے حمل کی فروخت ہوئی، یہ معدوم کی بیع ہے جس کی ابھی پیدائش ہی نہیں ہوئی، اور اگر وہ بچہ فروخت کیا جائے جو

ابھی پیٹ میں ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے چہ جائیکہ اس کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ فروخت کیا جائے، حدیث میں حمل کے حمل کا ذکر اس لیے ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اسی کی بیع کا رواج تھا۔ بعض علماء نے فرمایا اس بیع سے مراد یہ ہے کہ خریدار کہے کہ میں تجھے قیمت اس وقت ادا کروں گا جب وہ بچی جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے۔ حاملہ ہو جائے جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود اس حدیث میں تفسیر فرمائی ہے۔

؎۲ جَزُور جیم مفتوح اور زاء مضموم، کاشتکاری کے کام آنے والا اونٹ خواہ وہ نر ہو یا مادہ، البتہ یہ لفظ مؤنث ہے۔

؎۳ یہ بھی دھوکے کی بیع ہے۔

۲۷۳۲/۲۲ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت لہ سے منع فرمایا۔

(بخاری شریف)

لہ صراح میں ہے عَسْب عین مفتوح اور سین ساکن، نر کے مادہ پر جست کرنے (کراسنگ)، کے کرایہ دینے اور جانور کے نطفہ کو بھی کہتے ہیں ـــــ مطلب یہ ہے کہ اس فعل کا کرایہ دینا اور لینا ممنوع ہے، اس میں جہالت ہے کیونکہ نر کبھی جست کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا، پھر مادہ کبھی حاملہ ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، اکثر صحابہ اور فقہاء نے اسے حرام قرار دیا ہے، بعض نے اس خوف کے تحت کہ نسل ہی منقطع نہ ہو جائے اس کی اجازت دی ہے، یہ مقصد مفت دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور مفت دینا مستحب ہے، عاریۃً دینے کے بعد دوسرا آدمی اگر کچھ دے تو اس کا دینا اور لینا درست ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا۔

۲۷۳۳/۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ وَعَنْ بَيْعِ الْمَآءِ وَ الْاَرْضِ لِتُحْرَثَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونٹ کو جفتی کے لیے کرایہ پر دینے لہ اور کاشتکاری کے لیے پانی اور زمین کے بیچنے ؎۲ سے منع فرمایا۔

(مسلم شریف)

لہ اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو گزشتہ حدیث کا ہے، اس جگہ بیع سے مراد کرایہ پر دینا ہے، ضِراب کا معنی، نر کا مادہ پر چھلانگ لگانا ہے ـــــ حدیث سابق میں نر کا ذکر ہے جو اونٹ وغیرہ کو شامل ہے، اس حدیث میں

خاص طور پر اونٹ کا ذکر ہے۔

[2] یہ مخابرہ پر محمول ہے یعنی زمین کا پیداوار کے تہائی یا چوتھائی حصہ کے کرایہ پر دینا مخابرہ میں اختلاف ہے جیسے کہ فصل کی ابتدا میں مذکور ہوا۔

۲۷۳۴/۲۴ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَآءِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُن ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زائد پانی کے بیچنے سے منع فرمایا۔[1]

(مسلم شریف)

[1] اگر کسی شخص کے پاس اس کی حاجت سے زیادہ پانی موجود ہے اور لوگ اس کی حاجت رکھتے ہیں تو اس کے لیے جائز نہیں کہ لوگوں کو اس کے حاصل کرنے سے منع کرے اور اُن کے ہاتھ فروخت کرے، گھاس کا بھی یہی حکم کہ اس سے منع نہیں کرنا چاہیے، ہاں اگر مالک نے اسے باڑ وغیرہ کے ذریعے محفوظ کیا ہوا ہے جسے ممنوعہ علاقہ کہا جاتا ہے (تو اس کی گھاس فروخت کر سکتا ہے ــــ حاجت سے زائد پانی اگر کوئی پینا چاہے تو اسے نہ منع کرے اور نہ ہی فروخت کرے، اور اگر کوئی شخص اپنے کھیت کو سیراب کرنا چاہے تو اس کے پاس بیچ سکتا ہے، مرآۃ و مرقاۃ ۱۲ قادری)

۲۷۳۵/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَآءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَاءُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زائد پانی فروخت نہ کیا جائے کہ اس کے ذریعے گھاس فروخت کی جائے۔[1]

(صحیحین)

[1] یعنی پانی کے فروخت کرنے سے گھاس کا فروخت کرنا لازم آئے گا، کیونکہ جب ایک شخص دوسرے کے کنوئیں کے آس پاس جانور چرانا چاہتا ہے اور کنوئیں کا مالک قیمت لیے بغیر پانی پلانے نہیں دیتا تو وہ پانی کے خریدنے پر مجبور ہو جائے گا اس طرح پانی کا بیچنا گھاس کا بیچنا قرار پائے گا، اور گھاس کا فروخت کرنا تو ممنوع ہے، اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔

۲۷۳۶/۲۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر غلے کے ایک ڈھیر[1] پر ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کر دیا، آپ کی

يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلاً فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انگلیوں کو تری لگ گئی، آپ نے فرمایا: اے صاحب غلہ یہ کیا[۲]؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اس پر بارش پڑ گئی تھی، فرمایا: تو نے اسے ڈھیر کے اوپر کیوں نہ ڈالا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جس نے دھوکا[۳] دیا وہ مجھ سے نہیں۔

(مسلم شریف)

[۱] صُبْرَۃ صاد مضموم اور باء ساکن، گندم یا جو وغیرہ غلہ جو ناپ تول کے بغیر اکٹھا کر دیا گیا ہو۔

[۲] یعنی یہ تری کہاں سے آئی؟ اور اسے تر کیوں کیا؟

[۳] یعنی جس نے خیانت کی اور مسلمانوں کی خیر خواہی ترک کی وہ مجھ سے نہیں اور میرے طریقہ پر نہیں

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۷۳۷ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الثُّنْيَا اِلَّا اَنْ تُعْلَمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیع میں استثناء[۱] کرنے سے منع فرمایا مگر جب کہ اس کی مقدار معلوم ہو[۲]۔

(ترمذی شریف)

[۱] ثُنْیَا ثاء مضموم اور نون ساکن، استثناء کرنا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروخت کیے جانے والے مال کے کچھ حصہ کو الگ کرنے سے منع فرمایا، مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز فروخت کی مگر کچھ حصہ نہیں، اس وقت سودا مجہول رہ گیا۔

[۲] یہ معلوم ہو کہ کتنی مقدار مستثنیٰ ہے مثلاً تہائی، چوتھائی، دس پیمانے یا بیس پیمانے۔

۲۷۳۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ هٰكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور کے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ سیاہ ہو جائے[۱] اور دانوں کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سخت ہو جائیں[۲]، امام ترمذی اور ابو داؤد نے

عَنْ اَنَسٍ وَّ الزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِي الْمَصَابِيْحِ وَهِيَ قَوْلُهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى تَزْهُوَ اِنَّمَا ثَبَتَتْ فِيْ رِوَايَتِهِمَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت انس سے اسی طرح روایت کی، مصابیح میں یہ بھی ہے کہ چھوہاروں[3] کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ پک جائیں[4] یہ زیادتی امام ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما[5] سے ہے انہوں نے فرمایا کہ کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ سرخ ہو جائے، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ انگور تیار ہو جائیں جیسے کہ دوسرے پھلوں کے بارے میں سرخ اور زرد ہونے کا ذکر ہے۔

[2] اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ دانے تیار ہو جائیں۔

[3] ایک نسخے میں عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ ثمار کے ساتھ ہے،

[4] جیسے کہ فصل اول کی پانچویں حدیث میں بیان ہوا۔

[5] نہ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے یہ جملہ حضرت انس کی روایت میں بحوالہ ترمذی و ابوداؤد ذکر کر دیا حالانکہ یہ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کہ ان کی روایت میں بھی عَنْ بَیْعِ النَّخْلِ ہے بَیْعِ الثَّمَرِ نہیں ہے۔ ۱۲ مرآۃ)

٢٧٣٩ / ٢٩ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ۔

(رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادھار کی ادھار[1] سے بیع کرنے سے منع فرمایا۔

(دار قطنی)

[1] کالی ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے، یہ کلأ سے ماخوذ ہے جس کا معنی مؤخر ہونا ہے، ادھار کی ادھار سے بیع کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ایک شخص کوئی چیز ایک مدت کے ادھار پر خریدتا ہے، وقتِ معین آنے پر اس کے پاس ادائی کے لیے قیمت نہیں ہے، وہ بائع کو کہتا ہے کہ تم میرے پاس یہی چیز ایک دوسری مدت کے ادھار پر فروخت کر دو اور قیمت میں کچھ اضافہ کر دو، تو وہ اس چیز کو قبض کیے بغیر زائد قیمت پر فروخت کر دیتا ہے (یہ ناجائز ہے) اصل میں یہ قبض سے پہلے بیع کرنے سے ممانعت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ زید کا عمرو کے ذمہ ایک کپڑا ہے معین صفت والا، اور بکر کے بھی عمرو پر دس روپے ہیں، اب زید، بکر کو کہتا ہے کہ

میں نے تمہارے پاس وہ کپڑا فروخت کیا جو عمرو کے ذمہ ہے ان دس روپوں کے بدلے جو تم نے عمرو سے لینے ہیں، اس نے قبول کر لیا، یہ بیع بھی ناجائز ہے وجہ وہی ہے کہ یہ قبضہ سے پہلے بیع ہے۔

٢٧٤٠/٣٠ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعانہ[1] کی بیع سے منع فرمایا۔

(امام مالک، ابو داؤد، ابن ماجہ)

[1] العُربان عین مضموم، راء ساکن، اس کے بعد باء، اسے بَیْعُ العُربُون بھی کہتے ہیں، اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ خریدار سامان خریدتے وقت کچھ رقم دے دے اور بیچنے والے کو کہے کہ تو سوچ بچار کرے اگر تو فروخت کرنے کا فیصلہ کرے تو باقی قیمت بھی دے دوں گا اور اگر تو بیچنے سے ناخوش ہوا تو سودا واپس کر دوں گا اور جو رقم میں نے تجھے دی ہے وہ ضبط، اس کا مقصد سودے کو پختہ کرنا ہوتا ہے تاکہ کوئی دوسرا نہ خرید لے، یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ اس میں شرط بھی ہے اور دھوکا بھی (ایک صورت یہ ہے کہ گاہک کچھ رقم دے کر کہتا ہے کہ فلاں تاریخ تک پوری رقم دے کر مال اٹھا لوں گا ورنہ یہ رقم ضبط، جیسا کہ آج کل عام رواج ہے ۱۲ مرآۃ)

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک یہ بیع جائز ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس بیع کا جائز قرار دینا مروی ہے۔

٢٧٤١/٣١ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْرِكَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجبور[1] کی بیع، دھوکے کی بیع[2] اور پھل کے پکنے سے پہلے کی بیع سے منع فرمایا۔

(ابو داؤد)

[1] وہ شخص کہ اپنے اختیار سے نہیں بیچتا بلکہ اس کو مجبور کیا گیا ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ جسے مجبور کیا گیا ہو اس سے کوئی چیز نہیں خریدنا چاہیے، تاہم یہ عقد کراہت کے سا [illegible] نے فرمایا: کہ مضطر سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جو مقروض ہے یا اس پر کوئی ذمہ داری آ پڑی ہے لہٰذا ضرورت کے تحت

وہ اپنا مال سستا بیچ رہا ہے تو مروت کا تقاضا ہے کہ اس کا مال نہ خریدا جائے بلکہ قرض یا عطیہ دے کر اس کی امداد کی جائے۔

[2] بَیْعُ الْغَرَرِ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی بیع جس میں دھوکا ہو یا سودا نامعلوم ہو، یا اس کا خریدار کے سپرد کرنا دشوار ہو، اس کی بہت سی قسمیں ہیں جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

٢٧٤٢/٣٢ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِلَابٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِي الْكَرَامَةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو کلاب کے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نر کو جفتی کے لیے کرایہ پر دینے کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے منع فرمایا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نر عاریۃً دیتے ہیں[1] اور ہمیں یونہی بطور ہدیہ کچھ دے[2] دیا جاتا ہے تو آپ نے اسے ہدیہ لینے کی اجازت دے دی۔

(ترمذی)

[1] صراح میں ہے کہ "اِطْرَاق" کا معنی جفتی کے لیے نر کا عاریۃً دینا ہے۔

[2] بطور اجرت کچھ طے کیا ہوا نہیں ہوتا۔

٢٧٤٣/٣٣ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

حضرت حکیم بن حزام[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہ ہو[2] (امام ترمذی) امام ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں کوئی چیز اسے فروخت کردوں، وہ چیز میرے پاس نہیں ہوتی، میں اس کے لیے بازار سے خرید لیتا ہوں، فرمایا: جو چیز تیرے پاس نہ ہو اسے فروخت نہ کر۔

[1] حکیم بن حزام حاء مکسور کے ساتھ، مشہور صحابی، ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور عرب

کے معززین میں سے تھے، ان کے حالات باب الخیار کی ابتدا میں گزر چکے ہیں۔

۲ یعنی جو چیز کہ میں نے قبض نہیں کی، یا گم ہو چکی ہے، یا بھاگ گئی ہے یا دوسرے کا مال ہے، یہ بیع سلم کے ماسوا میں ہے کہ وہ تو چند شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے، نیز غیر کا مال فروخت کرنا جائز ہے لیکن یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی، امام شافعی کے علاوہ باقی تینوں اماموں کا مذہب یہی ہے عہ۔

۲۷۴۴ / ۳۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں ۱ سے منع فرمایا۔ (امام مالک، ترمذی، ابو داؤد نسائی)

۱ اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں (۱) ایک شخص کہتا ہے کہ میں تیرے پاس یہ چیز نقد دس روپے میں اور ادھار بیس میں بیچتا ہوں (۲) کہتا ہے کہ میں اپنا غلام تیرے پاس ایک ہزار میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تو اپنی کنیز میرے پاس سو میں فروخت کرے، یہ دونوں صورتیں قیمت نا معلوم ہونے کے سبب ممنوع ہیں، پہلی صورت میں تو ظاہر ہے (کہ قیمت معین ہی نہیں ہوئی) دوسری صورت میں اس لیے کہ اس شرط سے لونڈی کا بیچنا لازم نہیں ہوتا لہٰذا قیمت متعین نہ ہوئی۔

۲۷۴۵ / ۳۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عقد ۱ میں

عہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں کہ یہاں دو صورتیں ہیں (۱) مال گاہک کے لیے خریدے جیسے دلال خریدتے ہیں تو یہ جائز ہے (۲) اپنے لیے خریدے، خود مالک بن کر خریدار کو دے یہ ممنوع ہے کہ ایسی چیز فروخت کر رہا ہے جس کا بیع کے وقت مالک نہیں ہے، ہاں وعدۂ بیع جائز ہے کہ آرڈر لے لیا پھر مال خرید کر یا بنا کر خریدار کو دے دیا۔ پھر مرقاۃ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایسی معین چیز کا بیچنا جائز نہیں جو آدمی کی ملک میں نہیں یا اس کے قبضے میں نہیں مثلاً کہے کہ فلاں غلام بیچتا ہوں جو اس کی ملک میں نہیں یا مفرور ہے اور اگر صفات کے لحاظ سے فروخت کرے جیسے بیع سلم میں ہوتا ہے یا کوئی چیز بنوائی جاتی ہے تو جائز ہے۔

۱۲ ملخصاً۔

سَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ صَفْقَةٍ وَّاحِدَةٍ.
(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

دو بیعوں سے منع فرمایا۔
(شرح السنۃ)

۱؎ صفقہ کا معنی کسی کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے، لیکن مراد بیع ہے کیونکہ تاجروں کی عادت ہے کہ سودا طے ہونے پر ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں، اس کا مطلب پچھلی حدیث کی شرح میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۷۴۶/۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَّ بَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ وَّلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ادھار اور فروخت جائز نہیں[۱]، نہ ہی بیع میں دو شرطیں[۲] جائز ہیں، اس چیز کا نفع جائز نہیں جس کا ذمہ دار نہ ہو[۳] اور نہ ہی اس چیز کا بیچنا جائز ہے جو تیرے پاس نہ ہو۔
(امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

۱؎ مثلاً کسی کو قرض دے اور اسے کوئی چیز اس کی قیمت سے زائد میں فروخت کر دے کیونکہ جس قرض کے ذریعے نفع حاصل کیا جائے وہ حرام ہے۔

۲؎ بعض علماء نے اس کی تفسیر ایک بیع میں دو بیعوں کے ساتھ کی ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ ایک شخص کپڑا فروخت کرتا ہے اور خریدار اسے کہتا ہے کہ تو اسے دھو کر اور سی کر دے گا، یہ بھی فرمایا کہ دو شرطوں کا ذکر اتفاقاً واقع ہوا ہے ورنہ ایک شرط بھی جائز نہیں ہے کیونکہ بیع اور شرط سے ممانعت وارد ہوئی ہے (یہ اس وقت ہے کہ ایسی شرط لگائی جائے جسے بیع نہ چاہے، اگر چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً خریدار کہے کہ تو مجھے بے عیب مال دے گا یا تاجر کہے کہ تو مجھے کھرے روپے دے گا ۱۲ قادری)

۳؎ وہ چیز کہ قبضے اور ضمانت میں نہ آئی ہو، مطلب یہ ہے کہ قبضے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ چیز ابھی خریدار کی ضمانت میں نہیں آئی، جیسے کہ اس سے پہلے اس کا بیان ہوا۔

۲۷۴۷/۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ اَبِيْعُ الْاِبِلَ بِالنَّقِيْعِ بِالدَّنَانِيْرِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّرَاهِمَ وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نقیع[۱] (بازار) میں دیناروں کے بدلے اونٹ بیچتا تھا پھر ان کی جگہ درہم لے لیتا، اور

اَبِیْعُ بِالدَّرَاهِمِ فَاٰخُذُ مَكَانَهَا الدَّنَانِيْرَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَا بَاْسَ اَنْ تَاْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَ بَيْنَكُمَا شَيْءٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

دراہم کے بدلے بیچتا اور ان کی جگہ دینار لے لیتا، پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ صورت عرض کی تو آپ نے فرمایا: اس دن کے بھاؤ کے مطابق ان[۲] کے لینے میں حرج نہیں، بشرطیکہ تم اس حال میں جدا نہ ہوکر[۳] تمہارے درمیان کچھ بقایا ہو

(امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی دارمی)

[۱] نقیع پہلے نون اور پھر قاف، بروزن رَبِیع، مدینہ منورہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام جہاں بازار تھا، بعض نے بقیع باء کے ساتھ پڑھا ہے، مشہور جگہ جہاں مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، قبرستان سے پہلے یہاں بازار ہوا کرتا تھا۔

[۲] یعنی دراہم اور دنانیر کے ایک دوسرے کے بدلے میں اس دن کے ریٹ کے مطابق لینے میں حرج نہیں، یہ مستحب ہے ورنہ جس نرخ کے حساب سے بھی لیں جائز ہے۔

[۳] یعنی فریقین کا قبض کرنا شرط ہے، مطلب یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر کے باہمی تبادلے کے جائز ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دونوں فریق مجلس میں قبض کریں تاکہ نقد کی بیع ادھار کے ساتھ لازم نہ آئے اور یہ معاملہ سودی نہ بن جائے، ہمارے شیخ (سیدی عبدالوہاب متقی) جب مکہ معظمہ میں خادم کو دنانیر کے بدلے دراہم لانے کے لیے بھیجتے تو اسے تاکید فرماتے کہ خیال رکھنا اور معاملہ دست بدست کرنا، ایسا نہ ہوکہ فریقین کے قبض کرنے میں وقفہ پیدا ہو جائے۔

۲۷۴۸/۳۸ وَعَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ اَخْرَجَ كِتَابًا هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّآءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً لَا دَآءَ وَلَا غَآئِلَةَ وَ لَا خِبْثَةَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عدا[۱] ابن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا ہوا تھا یہ اس کی تحریر ہے جو عدا ابن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خریدا انہوں نے حضور سے غلام خریدا یا لونڈی[۲]، اس میں کوئی عیب نہیں[۳]، نہ ہی کوئی فساد[۴] ہے اور نہ ہی کوئی خرابی[۵] ہے۔ یہ مسلمان کے مسلمان سے خریدنے کی طرح[۶] ہے یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب[۷] ہے

[1] عدّاء عین مفتوح اور دال مشدد، اس کے بعد الف ممدودہ، ھَوْذَہ ہا مفتوح، واؤ ساکن، اس کے بعد ذال، حضرت عدّاء صحابی ہیں۔ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد ایمان لائے، گاؤں میں رہائش پذیر تھے، ان کی روایت کردہ حدیث اہل بصرہ کے پاس تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتاب البیوع کی یہی حدیث انہوں نے روایت کی ہے۔

[2] کسی راوی کو شک ہے۔

[3] داء" کا معنی درد ہے لیکن اس جگہ ایسا عیب مراد ہے جو اختیار کا سبب ہو۔

[4] غائلہ اس حادثے کو کہتے ہیں جو ہلاکت کا باعث ہو، مراد وہ عیب ہے جو خریدار کے مال کو ہلاک کرے مثلاً غلام، چور ہو، یا بھگوڑا، بعض محدثین نے فرمایا کہ اس سے مراد خریدار کے حق میں خیانت اور دھوکا ہے۔

[5] خبثہ خا پر ضمہ اور فتحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں، با ساکن، اس کے بعد ثاء، قاموس میں ہے کہ غلام میں خُبْثہ یہ ہے کہ وہ صحیح غلام نہ ہو مثلاً ایسی قوم کے کسی فرد کو غلام بنا لیا گیا ہو جسے غلام بنانا صحیح نہ ہو (جیسے آج کل کے بردہ فروش آزاد مسلمانوں کے بچوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور بیچ دیتے ہیں۔ ۱۲ قادری)

[6] اس میں اشارہ ہے کہ طرفین کو خیر خواہی اور حقوق اسلام کی رعایت کرنی چاہیے۔

[7] انہوں نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو عباد کے علاوہ کسی سے نہیں پہچانتا ـــــ اور عباد ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے، محدثین فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاذ و نادر ہی کبھی کوئی چیز فروخت کی ہوگی اور ہجرت سے پہلے بیچنا اور خریدنا دونوں پائے گئے ہیں۔

۲۷۴۹/۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَّ قَدَحًا فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَا الْحِلْسَ وَ الْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کمبل[1] اور ایک پیالہ فروخت کیا، آپ نے فرمایا: یہ کمبل اور یہ پیالہ کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا میں یہ دونوں ایک درہم میں لیتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے[2] گا؟ ایک دوسرے صحابی نے دو درہم پیش کیے تو آپ نے یہ دونوں چیزیں انہیں بیچ دیں۔ (امام ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

[۱] حِلْس حاء مکسور اور لام ساکن، موٹا کمبل جو عمدہ بستروں کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی نہ تھیں، بلکہ ایک نادار صحابی کی تھیں، آپ نے بطور وکالت فروخت کر کے اس صحابی کے لیے سامانِ معیشت فراہم فرمایا جیسے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔

[۲] یہ حدیث بولی کے جائز ہونے کی دلیل ہے، بھائی کے سودے پر سودا کرنا الگ چیز ہے وہ یہ ہے کہ سودا طے پاچکا ہو پھر دوسرے کا سودا کرنا ممنوع ہے، بولی میں ایسا نہیں ہے۔ ۱۲ قادری)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۲۷۵۰ عَنْ وَاثِلَةَ[۱] ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُنَبِّهْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

تیسری فصل

حضرت واثلہ[۱] ابن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے عیب دار چیز فروخت کی اور اس کے عیب سے آگاہ نہیں[۲] کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں رہے گا اور فرشتے[۳] اس پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔

(ابن ماجہ)

[۱] واثِلہ ثاء مکسور کے ساتھ ابن الاسقع ہمزہ مفتوح، سین ساکن اور قاف مفتوح، صحابی ہیں اور اس وقت ایمان لائے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے بعض محدثین نے فرمایا کہ انہوں نے تین سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اصحابِ صُفّہ میں سے تھے، بیت المقدس میں سو سال کی عمر میں وصال ہوا، بعض محدثین نے فرمایا کہ اٹھانوے سال کی عمر میں دمشق میں وفات ہوئی اور وہ دمشق میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

[۲] بعض نسخوں میں لَمْ يُبَيِّنْهُ وہ عیب بیان نہیں کیا۔

[۳] بعض صحیح نسخوں میں واؤ کی بجائے اَوْ ہے، راوی کو شک ہے۔

باب

بیع کی ان ممنوع قسموں کا تتمہ

جن کا ذکر اس سے پہلے ہوا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۷۵۱/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَعْنَى الْاَوَّلَ وَحْدَهٗ۔

پہلی فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پیوند[1] لگانے کے بعد کھجور کا درخت خریدا تو اس کا پھل بیچنے والے کا[2] ہے، مگر یہ کہ خریدار شرط کرے[3] اور جس نے ایسا غلام خریدا جس کے پاس مال ہے[4] تو وہ مال بائع کا ہے مگر یہ کہ خریدار شرط کرے[5]۔

(مسلم شریف، امام بخاری نے صرف پہلی صورت بیان کی[6])

[1] تابیر کا معنی کھجور کے درخت کی اصلاح اور ملاپ ہے یعنی نر درخت کے گچھے کا کچھ حصہ مادہ کے گچھے میں ڈال دینا، جیسے کہ ہم کتاب کی ابتدا میں باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بیان کر چکے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس کا پھل ظاہر ہو چکا ہو کیونکہ یہ پیوند کاری کو لازم ہے، اور اگر پیوند کاری کی جا چکی ہو اور پھل ظاہر نہ ہوا ہو تو یہ حکم نہیں ہے۔

[2] یعنی اگر کسی نے درخت خریدا جس کا پھل ظاہر ہو چکا ہے اور پک چکا ہے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوگا، درخت کے تابع نہیں ہوگا اور نہ ہی خریدار کو ملے گا۔

[3] اور بیچنے والا اس پر راضی ہو جائے، اس حکم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ پھل درخت کے تابع ہے خواہ پکا ہو یا نہ پکا ہو، بعض نے کہا کسی صورت میں بھی تابع نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اگر پھل ظاہر

نہیں ہوا اور پکا نہیں ہے تو تابع ہے اور اگر ظاہر ہو چکا ہے اور پک گیا ہے تو تابع نہیں ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ پہلا مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے عہ۔

[4] یعنی بظاہر وہ مال غلام کا ہے کہ اس کے ہاتھ میں ہے ورنہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے پاس جو مال ہے وہ بیچنے والے کا ہے۔

[5] اس میں اختلاف ہے کہ اس نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ کس کے ہیں؟ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیع میں شامل نہیں ہوں گے، بعض علماء نے فرمایا کہ اتنا کپڑا جو ستر عورت کے لیے ضروری ہو بیع میں شامل ہوگا اس سے زائد نہیں۔

[6] امام مسلم نے یہ پوری حدیث روایت کی ہے، امام بخاری نے صرف پہلی حدیث روایت کی ہے جس کا تعلق پھل کے ساتھ ہے، دوسرا حصہ روایت نہیں کیا جو غلام کے مال سے متعلق ہے۔ بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ مصنف کا سہو ہے کیونکہ امام بخاری نے یہ پوری حدیث کتاب الشرب کے آخر میں روایت کی ہے۔ ہاں کتاب البیوع اور کتاب الشروط میں حدیث کا وہ حصہ روایت کیا ہے جو کھجور سے متعلق ہے، حضرت مصنف نے صرف یہی مقام دیکھنے پر اکتفا کیا اور کتاب الشرب ملاحظہ نہیں فرمائی، اسی طرح بعض حواشی میں ہے۔

۲۷۵۲/۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَّهٗ قَدْ اَعْيٰى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَهٗ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهٗ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهٗ اِلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو تھک چکا تھا[1]، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس اونٹ کو مارا[2] تو وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ اس طرح کبھی نہ چلتا تھا[3]، پھر آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس ایک اوقیہ[4] میں بیچ دو، میں نے بیچ دیا، لیکن اپنے گھر تک سواری کی شرط لگالی[5]، جب میں مدینہ طیبہ آیا تو اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ نے مجھے اس کی قیمت نقد ادا فرمادی، ایک روایت میں ہے اس کی قیمت عطا فرمادی اور وہ اونٹ بھی مجھے واپس

عہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھل بہرحال بیچنے والے کا ہے اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک ہر صورت میں اصل کے تابع ہے اور خریدار کی طرف منتقل ہو جائے گا (مرقاۃ) ۱۲ قادری۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لِبِلَالٍ اِقْضِهٖ وَزِدْهُ فَاَعْطَاهُ وَزَادَهٗ قِيْرَاطًا۔

کر دیا (بخاری و مسلم)، امام بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اسے قیمت ادا کر دو اور کچھ زیادہ دے دو، چنانچہ انہوں نے انہیں قیمت ادا کر دی اور ایک قیراط زیادہ دے دیا۔

[1] اور چل نہیں سکتا تھا، یہ ایک سفر کا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ آرہے تھے۔

[2] لکڑی سے یا چابک سے جو آپ کے دستِ اقدس میں تھا۔

[3] یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس اور آپ کی توجہ کی برکت تھی اور آپ کا تصرف تھا جو کمزور کو طاقتور اور لاشے کو شے بنا دیتا ہے۔ شعر

تو مرا دل دہ و دلیری بیں
روبۂ خویش خوان و شیری بیں

یارسول اللہ! آپ میری ہمت بڑھائیں اور میری جرأت دیکھیں، آپ مجھے اپنی لومڑی بنالیں پھر میری شیر ایسی بہادری دیکھیں۔

[4] وُقِيَّہ واؤ مضموم، قاف مکسور اور یا مشدد مفتوح، لغات میں واؤ کا فتحہ بھی آیا ہے۔ اور فتحہ ہی زبان زد عام ہے۔ اُوقیہ ہمزہ مضموم اور واؤ ساکن کے ساتھ بھی کہتے ہیں، چالیس درہم کے وزن کا نام ہے۔

[5] یعنی میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ اونٹ بیچ دیا مگر مدینہ منورہ پہنچنے تک میں اس پر سوار رہوں گا، حملان حاء مضموم، سواری کرنا، قاموس میں ہے حملان پہلے حرف کے ضمہ کے ساتھ اس چوپائے کو کہتے ہیں جس پر بوجھ لادا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چوپائے کی بیع اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بائع اس پر سواری کرے گا، یہی امام احمد کا مذہب ہے، امام مالک کے نزدیک فاصلہ مختصر ہو تو جائز ہے کہ اس جگہ اسی طرح تھا، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک وہ بیع جائز نہیں جس میں ایسی شرط لگائی گئی ہو جس میں فریقین میں سے کسی ایک کا فائدہ ہو، فاصلہ زیادہ ہو یا کم، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں بیع اور شرط سے منع کیا گیا ہے، اس حدیث سے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ شرط سودے میں داخل نہ ہو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تجھ سے یہ اونٹ ایک اوقیہ میں لیا، تو اس پر سوار ہو جا، لہٰذا ان کا سوار ہونا بطور عاریۃ تھا نہ کہ شرط کی بنا پر، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شرط، سودے سے پہلے لگائی گئی ہو لہٰذا عقد کے فاسد ہونے کا سبب نہ ہو گی۔

۲۷۵۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ إِنِّيْ كَاتَبْتُ عَلٰى تِسْعِ أَوَاقٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ وُقِيَّةٌ فَأَعِيْنِيْنِيْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عُدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُوْنُ وَلَاءُكِ لِيْ فَذَهَبَتْ إِلٰى أَهْلِهَا فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت بریرہ[۱] نے آکر کہا کہ میں نے نو اوقیہ[۲] پر عقد مکاتبت کیا ہے، ہر سال ایک اوقیہ، آپ میری امداد[۳] فرمائیں، ام المومنین نے فرمایا اگر تمہارے آقا پسند کریں تو میں تمام رقم یک مشت ادا کردوں[۴] اور تمہاری ولاء[۵] میرے لیے ہوگی، وہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا ولاء[۶] ہمارے لیے ہوگی، اس کے علاوہ کچھ ماننے سے انکار کردیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے لو اور آزاد کردو[۷]، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام میں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: حمد وثنا کے بعد! لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین میں نہیں ہیں[۸]، جو شرط اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ہو باطل ہے، اگرچہ سو ناجائز شرطیں ہوں، لہذا اللہ کا فیصلہ عمل کے زیادہ لائق ہے، اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ مضبوط ہے ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔

(بخاری ومسلم)

---

[۱] بریرہ بروزن سریرہ، پہلے بار اس کے بعد ورائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ کنیز، وہ پہلے ایک یہودی کی کنیز تھیں، جس نے انہیں مکاتب بنادیا تھا۔

[۲] نو اوقیہ یعنی تین سو ساٹھ درہم، کتابت کا معنی مال کے عوض غلام کا آزاد کرنا، غلام وقتاً فوقتاً ادائی کرتا رہے جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[۳] یعنی مجھے کچھ عنایت فرمائیں تاکہ کتابت کے سلسلے میں ادا کردوں، مکاتب، زکوٰۃ اور خیرات کے

مصارف میں سے ایک مصرف ہے، قرآن مجید میں فرمایا: وَ فِی الرِّقَابِ اس سے مراد مکاتب ہے۔

[4] حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو فرمایا اگر تیرے مالک پسند کریں تو تمام قیمت ادا کر کے تمہیں خرید لوں، مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو اسے بیچنا جائز ہے۔

[5] ولاء واؤ مفتوح، قرابت، وہ حق جو آزاد کرنے والے کو، آزاد کیے جانے والے غلام پر حاصل ہوتا ہے اور اُسے غلام کی وراثت ملتی ہے۔

[6] یہ شرط لگانا یہودیوں کی جہالت اور ہٹ دھرمی تھی اور یہ ناجائز تھا کہ آزاد تو حضرت عائشہ کریں اور ولاء انہیں ملے، ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے، حضرت عائشہ نے یہودیوں کی یہ گفتگو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے آئندہ ارشاد فرمایا۔

[7] بریرہ کی ولاء تمہاری ہوگی، یہودی جو کچھ کہتے ہیں وہ بیہودہ اور ناجائز ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

[8] اللہ تعالیٰ نے جو احکام بندوں پر لکھ دیے ہیں اور ان پر فرض کر دیے ہیں ان میں وہ شرطیں نہیں ہیں یعنی ناجائز ہیں۔

۲۷۵۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَآءِ وَ عَنْ هِبَتِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولاء کے بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے[1] منع فرمایا۔

(بخاری و مسلم)

[1] یعنی ایک شخص کا آزاد کیے ہوئے غلام پر حقِ ولاء ہے وہ کسی کے پاس بیچ دیتا ہے یا مفت دے دیتا ہے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ولاء مال نہیں ہے جو کسی کو بیچا جا سکے یا مفت دیا جا سکے، سلف و خلف کے جمہور علماء اس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں، بعض علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے، امام نووی فرماتے ہیں ممکن ہے کہ ان حضرات کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو، ورنہ حدیث کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف حکم کیسے صادر کر سکتے تھے؟

۲۷۵۵ عَنْ مُخَلَّدِ بْنِ خُفَافٍ قَالَ ابْتَعْتُ غُلَامًا فَاسْتَغْلَلْتُهٗ ثُمَّ ظَهَرْتُ مِنْهُ عَلٰی عَيْبٍ فَخَاصَمْتُ فِيْهِ اِلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَضٰی لِیْ بِرَدِّهٖ

حضرت مخلد بن خفاف[1] سے روایت ہے کہ میں نے ایک غلام خریدا اور میں نے اس کی آمدنی[2] وصول کر لی، تب مجھے اس کے عیب کا پتا چلا، میں نے اس غلام کا مقدمہ حضرت عمر بن عبدالعزیز[3] کے سامنے پیش کیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ میں

وَقَضٰى عَلَىَّ بِرَدِّ غَلَّتِهٖ فَاَتَيْتُ عُرْوَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَرُوْحُ اِلَيْهِ الْعَشِيَّةَ فَاُخْبِرُهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ مِثْلِ هٰذَا اَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ فَرَاحَ اِلَيْهِ عُرْوَةُ فَقَضٰى لِيْ اَنْ اٰخُذَ الْخَرَاجَ مِنَ الَّذِيْ قَضٰى بِهٖ عَلَيَّ لَهٗ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

غلام واپس کردوں اور اس کی کمائی لوٹا دوں، میں حضرت[۳] عروہ[۴] کے پاس حاضر ہوا اور انہیں واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں شام کے وقت ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی مقدمہ میں فیصلہ فرمایا کہ آمدنی خرچ کے عوض[۵] ہے، چنانچہ حضرت عروہ شام کو ان کے پاس گئے[۶] تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس شخص سے آمدنی لے لوں جسے دینے کا انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ (شرح السنۃ)

[۱] مَخلد میم مفتوح اور خار ساکن خفاف خاء مضموم اور فاء بغیر تشدید کے، آخر میں ایک دوسری فاء ہے، مخلد کے والد حضرت خفاف اور دادا حضرت اَیما ہمزہ مفتوح اور یاء ساکن، دونوں صحابی ہیں اور وہ خود تابعی ہیں، اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث ان سے معلوم نہیں ہے۔ اور اس کی سند بھی حجت نہیں ہے۔ ابن حبان نے انہیں مستند راویوں میں شمار کیا ہے،

[۲] غلّہ آمدنی کو کہتے ہیں خواہ وہ زمین کی پیداوار ہو، باغ کا پھل ہو، جانور کا دودھ، یا اس کا کرایہ یا اس کا بچہ ہو، صراح میں ہے کہ غلّہ ہر چیز کی آمدن کو کہتے ہیں۔ مثلاً پیداوار، نقدی یا اس کے علاوہ۔

[۳] وہ اس وقت خلیفہ تھے، ارادہ یہ تھا کہ عیب کے سبب غلام واپس کردوں۔

[۴] حضرت عروہ ابن زبیر، کبار تابعین اور مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

[۵] یعنی جو غلام تم نے خریدا تھا اس کی آمدنی تمہاری ملکیت ہے کیونکہ وہ غلام تمہاری ضمانت میں آچکا ہے، بیع کے بعد قبض کرنے سے مال خریدار کی ضمانت میں آجاتا ہے، لہٰذا جو اس سے حاصل ہوا ہے وہ خریدار کی ملکیت ہے۔

[۶] اور جو کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا تھا انہیں بتا دیا۔

۲۷۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بائع اور خریدار آپس میں جھگڑ پڑیں تو بائع کی بات معتبر ہوگی اور خریدار کو

بِالْخِيَارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيِّ قَالَ الْبَيِّعَانِ اِذَا اخْتَلَفَا وَ الْمَبِيْعُ قَآئِمٌ بِعَيْنِهٖ وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ يَتَرَآدَّانِ الْبَيْعَ.

اختیار[2] ہے (ترمذی شریف)، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں ہے کہ جب بائع اور مشتری جھگڑ پڑیں اور سودا بعینہ موجود ہو اور ان کا گواہ بھی موجود نہ ہو تو بائع کی بات مانی جائے گی یا وہ دونوں بیع واپس کریں[3]۔

⁂

[1] بَیِّعَان بار مفتوح، یاء مشدد مکسور، بائع اور مشتری، مطلب یہ ہے کہ جب ان میں قیمت کی مقدار، شرط خیار یا مدت یا اس کے علاوہ کسی شرط میں اختلاف ہو جائے تو بات بائع کی مانی جائے گی، اسے قسم دی جائے گی کہ تو نے مال اس طرح فروخت نہیں کیا (جس طرح خریدار کہتا ہے)

[2] اگر چاہے تو اس بات پر راضی ہو جائے جس کی بائع نے قسم کھائی ہے اور اگر چاہے تو قسم کھائے کہ میں نے صرف اس طرح مال خریدا ہے، پھر اگر دونوں قسمیں کھالیں تو دو صورتیں ہیں (۱) ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی بات ماننے کو تیار ہے تو اس پر اتفاق کریں (۲) کوئی بھی دوسرے کی بات ماننے پر تیار نہیں تو قاضی سودا ختم کر دے خواہ مال باقی ہو یا نہ۔

[3] اس مسئلے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر قیمت میں اختلاف ہے اور گواہ کسی کے پاس بھی نہیں اور مال باقی ہے تو دونوں قسمیں کھائیں اور بیع ختم کر دی جائے، اور اگر ایک کے پاس گواہ ہے جو اس کی بات کو ثابت کرتا ہے تو اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا اور دونوں گواہ پیش کر دیں تو جس کا گواہ زیادتی ثابت کرے اسے ترجیح ہو گی، اور اگر قیمت اور مال دونوں میں اختلاف ہو تو قیمت میں بائع کے گواہ کو ترجیح ہے اور مبیع میں خریدار کے گواہ کو، یعنی جو گواہ زیادتی ثابت کرے اسے ترجیح ہے، مدت شرط خیار اور کچھ قیمت کے قبض کرنے میں اختلاف ہو تو ہمارے نزدیک فریقین قسم نہیں کھائیں گے، اسی طرح ہدایہ میں ہے، اس سلسلے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں کلام ہے لہٰذا حدیث مشہور پر دار و مدار ہونا چاہیے جس میں ہے کہ گواہ مدعی پر اور قسم منکر پر ہے۔

۲۷۵۷/۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کی واپسی[1] قبول کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزش معاف فرما دے گا۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ، شرح السنۃ

فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ شُرَيْحٍ الشَّامِيِّ مُرْسَلًا)

میں مصابیح کے بیان کردہ[2] الفاظ حضرت شریح شامی سے مرسلاً روایت کیے ہیں۔

[1] اقالہ کا معنی بیع کا واپس کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو اس کا معنی ہے ناپسندیدہ چیز سے نجات دینا ـــــ عَثْرَۃٌ، عِثَارٌ سے ہے، پھسلنا۔

[2] مصابیح میں یہ الفاظ ہیں مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا صَفْقَةً كَرِهَهَا جو کسی مسلمان کی بیع واپس کرے جسے وہ ناپسند رکھتا ہے۔ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں معاف فرما دے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۸۵۸/۸ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَقَارًا مِنْ رَجُلٍ فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِيْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ عَنِّيْ اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ الْعَقَارَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ فَقَالَ بَائِعُ الْاَرْضِ اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا فَتَحَاكَمَا اِلٰى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِيْ تَحَاكَمَا اِلَيْهِ اَلَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِيْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِيْ جَارِيَةٌ فَقَالَ اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص نے دوسرے سے زمین خریدی، خریدار کو زمین میں سے ایک گھڑا[1] ملا جس میں سونا تھا، اس نے بیچنے والے کو کہا تو اپنا سونا مجھ سے لے لے، میں نے تجھ سے صرف زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا تھا بیچنے والے نے کہا میں نے تجھے زمین اور جو زمین میں تھا سب بیچ دیا تھا، ان دونوں نے ایک تیسرے شخص کے سامنے مقدمہ پیش کیا، اس نے کہا تمہاری اولاد ہے؟ ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے، جج نے کہا لڑکے کا لڑکی سے نکاح کردو، کچھ سونا ان پر خرچ کردو اور

اَنْفِقُوْا عَلَيْهِمَا مِنْهُ وَ تَصَدَّقُوْا۔ صدقہ بھی کرو۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (صحیحین)

۱؎ جَرَّۃٌ جیم مفتوح اور راء مشدد، گھڑا، اس کی جمع جُرُوْرٌ اور جِرَارٌ ہے۔

۲؎ یعنی لڑکی اور لڑکے پر خرچ کرو تاکہ اس سونے کا فائدہ تم دونوں کو پہنچ جائے اور جو ان کی حاجت سے بچ جائے وہ صدقہ کر دو، بعض علماء نے کہا کہ تَصَدَّقُوْا، اَنْفِقُوْا کی تفسیر ہے یعنی بچوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

بَابُ السَّلَمِ وَ الرِّهْنِ

۲۳۱۔ بیع سلم اور گروی کا باب

سَلَم پہلے دونوں حرف مفتوح، یہ تسلیم کا ہم معنیٰ اسم ہے، فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے کسی چیز کا اس طرح بیچنا کہ وہ بیچنے والے کے ذمہ ہو اور اس میں وہ شرطیں ملحوظ ہوں جو شریعت میں معتبر ہیں اور کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں، اسے سَلَم اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قیمت بائع کے سپرد کر دی جاتی ہے اور بائع اس وقت سودا خریدار کے حوالے نہیں کرتا، جیسے کہ معروف ہے، بعض اوقات اسے سَلَف بھی کہتے ہیں، قرض کو بھی سلف کہتے ہیں، بیع سلم بالاتفاق جائز ہے اگر ادھار کی نقد کے ساتھ بیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی بیع پر محمول ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ اے ایمان والو! جب تم ایک مدت تک کے لیے ادھار کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو —— رہن کا معنیٰ لغت میں قید ہے، جس چیز کو کسی دوسری چیز کے بدلے میں قید کیا جائے وہ رہن ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ہر جان اپنے اعمال کے سبب قید میں ہے، شریعت میں اس کا معنیٰ ہے کسی چیز کا ایسے حق کے بدلے قید کر دینا جس کا حصول اس سے ممکن ہو جیسے کہ قرضوں میں ہوتا ہے۔ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں لکھنے والا نہ ملے تو گروی رکھے ہوئے مال ہیں جو قبض کیے جائیں سفر کی قید اتفاقی ہے (سفر کے بغیر بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔)

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۷۵۹/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے باشندے پھلوں میں سال دو سال اور تین سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے[1]۔ آپ نے فرمایا ، جو شخص کسی شے میں بیع سلم کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ معین پیمانے[2] اور معین وزن[3] میں معین مدت[4] تک کے لیے کرے۔

(صحیحین)

---

[1] یعنی نقدی ادا کر کے شرط یہ لگاتے تھے کہ مثلاً ایک سال بعد پھل ہمیں مہیا کر دو گے۔

[2] یعنی جو شخص بطور سلم ایسی چیز خریدتا ہے جو پیمانے کے ساتھ فروخت کی جاتی ہو تو اسے چاہیے کہ معین پیمانے میں بیع سلم کرے مثلاً دس پیمانے یا بیس پیمانے۔

[3] یعنی جو شخص ایسی چیز بطور سلم خریدے جو تول کر بیچی جاتی ہے جیسے سونا چاندی، اسے چاہیے کہ معین وزن میں سلم کرے۔

[4] مثلاً ایک ماہ، ایک سال وغیرہ، ظاہر حدیث یہ ہے کہ سلم میں مدت کا ہونا شرط ہے، یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب اور یہی امام احمد کا صحیح مذہب ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ مدت شرط نہیں ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدت مقرر کریں تو وہ معین اور معلوم ہونی چاہیے۔

۲۷۶۰/۲ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتِ اشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ یَھُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّ رَھَنَہٗ دِرْعًا لَّہٗ مِنْ حَدِیْدٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے معین مدت کے وعدے پر غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھی[1]۔

(صحیحین)

[١] علامہ طیبی فرماتے ہیں یہ حدیث ذمیوں کے ساتھ معاملہ کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اگرچہ ان کے اموال، سود اور شراب کی قیمت سے خالی نہیں ہوتے —— چونکہ کفار، احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں اس لیے ان کے اموال میں حرمت نہیں پائی جاتی۔

٢٧٦١/٣ وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ دِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلٰثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ، ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی۔

(بخاری شریف)

٢٧٦٢/٤ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَّ عَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سواری[١] رہن تو اس کے خرچ کے بدلے اس پر سواری کی جا سکتی ہے، جب جانور رہن رکھا ہو تو اس کے خرچ کے بدلے اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے، خرچہ سواری کرنے اور دودھ پینے والے کے ذمہ[٢] ہے۔

(بخاری شریف)

[١] نہایہ میں ہے کہ ظہر اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر بوجھ لادا جائے اور سواری کی جائے۔

[٢] خواہ وہ رہن رکھنے والا ہو یا جس کے پاس رہن رکھا گیا ہو، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص خرچ کرتا ہے جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے تو وہ سواری کر سکتا ہے اور دودھ پی سکتا ہے، اور اگر رہن رکھنے والا خرچ کرے تو سواری کرنا اور دودھ پینا اس کے لیے جائز ہے —— اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے وہ رہن پر خرچ بھی کرے گا اور نفع بھی حاصل کرے گا، جمہور علماء کی رائے اس کے خلاف ہے، ہدایہ میں ہے کہ مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا)، کے لیے جائز نہیں کہ رہن سے نفع حاصل کرے، اور خرچہ رہن رکھنے والے کے ذمہ ہے کیونکہ قرض کی بنا پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ حرام ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث آئندہ حدیث کی بنا پر منسوخ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

٢٧٦٣ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَغْلَقُ الرَّھْنُ الرَّھْنَ مِنْ صَاحِبِہِ الَّذِیْ رَھَنَہٗ لَہٗ غُنْمُہٗ وَ عَلَیْہِ غُرْمُہٗ رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ مُرْسَلًا وَّ رُوِیَ مِثْلُہٗ اَوْ مِثْلُ مَعْنَاہُ لَا یُخَالِفُہٗ عَنْہُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مُتَّصِلًا۔

دوسری فصل

حضرت سعید بن میب[1] سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رہن رکھنا، رہن رکھی ہوئی چیز کو،[2] رہن رکھنے والے مالک سے نہیں روکتا، اسی کے لیے اس کا فائدہ[3] ہے اور اسی پر اس کا تاوان[4] ہے، امام شافعی[5] نے یہ حدیث مرسلاً روایت کی، بعینہ اس کے مثل[6] یا اس کے معنی کے موافق جو حدیث مذکور کے خلاف نہیں حضرت سعید بن میب سے متصلاً[7] مروی ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

---

[1] حضرت سعید بن مسیب مشہور اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔

[2] رہن کا پہلا لفظ مصدر کے معنی میں اور دوسرا لفظ رہن رکھی ہوئی چیز کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رہن رکھنے سے وہ چیز رہن رکھنے والے کی ملکیت سے نکل نہیں جاتی۔

[3] غُنْمٌ غین مضموم اور نون ساکن، غنیمت اور وہ فائدہ اور زیادتی جو اس چیز سے حاصل ہو۔

[4] غُرْمٌ غین مضموم اور راء ساکن، تاوان، خرچہ ـــــ مطلب یہ ہے کہ رہن رکھی ہوئی چیز سے حاصل ہونے والے منافع مالک کے ہیں اور اگر وہ چیز مرتہن کے پاس تباہ ہو جائے تو اس کی ضمانت بھی مالک پر ہے، مرتہن کے حق سے کوئی چیز ساقط نہیں ہوگی۔

[5] امام شافعی نے یہ حدیث حضرت سعید بن مسیب سے مُرسَلاً (صحابی کا ذکر کیے بغیر) روایت کی، امام شافعی کے نزدیک سعید بن مسیب کی مُرسَل روایات مقبول ہیں اور مُسنَد کا حکم رکھتی ہیں (مُسنَد وہ حدیث جس کی پوری سند بیان کی گئی ہو)

[6] رُوِیَ مِثْلُہٗ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ایک دوسرے طریقے سے سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جو لفظاً اور معنیً حدیث مذکور کے موافق ہے۔ اَوْ مِثْلُ مَعْنَاہُ کا مطلب یہ کہ دوسرے طریقے سے مروی حدیث، اس حدیث کے ساتھ لفظاً موافق نہیں ہے صرف معنیً موافق ہے، اس قسم کی موافقت بیان کرنے کے لیے لفظ نَحْوَہٗ استعمال کیا جاتا ہے۔

ے یہ سند متصل اس لیے ہے کہ اس میں صحابی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے، بعض حضرات نے کہا رَوٰی صیغہ معلوم کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے، اس وقت اس کی ضمیر امام شافعی کی طرف راجع ہوگی اور لفظ مِثْلَہٗ اور مِثْلَ مَعْنَاہُ کو منصوب پڑھا جائے گا (یعنی امام شافعی نے یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی روایت کی ہے جو حدیث مذکور کے ساتھ لفظاً و معنًی موافق ہے یا صرف معنًی)

٢٧٦٤ ٦ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمِيْزَانُ مِيْزَانُ اَهْلِ مَكَّةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پیمانے تو اہلِ مدینہ کے ہیں اور آلاتِ وزن اہلِ مکہ کے[۱] ہیں۔

(ابوداؤد، نسائی)

٢٧٦٥ ٧ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَةُ قَبْلَكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپ تول والوں کو فرمایا: دو چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں جن میں تم سے پہلی امتیں[۱] ہلاک ہوگئیں۔

(ترمذی شریف)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٢٧٦٦ ١ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی چیز بیع سلم سے خریدے وہ قبض کرنے سے پہلے کسی دوسرے

---

[۱] یعنی شرعی احکام مثلاً زکوٰۃ اور صدقۂ فطر ہیں، کیونکہ اہلِ مدینہ زراعت پیشہ ہیں لہٰذا وہ پیمانوں کے احوال کو زیادہ جانتے ہیں اور مکہ والے تجارت پیشہ ہیں اس لیے وہ اوزان سے زیادہ باخبر ہیں، اسی طرح بعض علماء نے فرمایا۔

[۱] بعض نسخوں میں السَّابِقَۃُ کی جگہ السَّالِفَۃُ ہے (اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہے)

قَبْلَ اَنْ يَّقْبِضَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

کو نہ دے[1] (ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] یعنی قبض کرنے سے پہلے کسی کے پاس فروخت نہ کرے، یا یہ مطلب ہے کہ قبض کرنے سے پہلے اس کا تبادلہ کسی دوسری چیز سے نہ کرے، خلاصہ یہ کہ قبضے سے پہلے اس میں تصرف نہ کرے۔

بَابُ الْاِحْتِكَارِ

۲۳۲۔ ذخیرہ اندوزی کا باب

احتکار، "حکر" سے بنا ہے، لغت میں اس کا معنیٰ ظلم اور بد صحبتی ہے، عرف میں اس کا معنیٰ غلے کا روکنا ہے تاکہ مہنگا کرکے بیچے، اصطلاح شریعت میں مہنگائی کے انتظار میں غذاؤں کے روکنے کو کہتے ہیں، ایک شخص مہنگائی کے دنوں میں غلہ خرید کر محفوظ کرلیتا ہے تاکہ اور زیادہ مہنگا ہو تو فروخت کیا جائے، ہاں اگر گاؤں سے خرید کر لایا ہے یا سستے دنوں میں خرید کر محفوظ کرلیتا ہے اور مہنگائی کے وقت فروخت کرتا ہے تو یہ احتکار حرام نہیں ہے، اسی طرح غذاؤں کے ماسوا اشیاء کا سٹاک کرلینا حرام نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۷۶۷/۹ وَعَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ سَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ فِيْ بَابِ الْفَيْءِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

حضرت معمر[1] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ذخیرہ اندوزی کرے وہ گناہ گار ہے (مسلم شریف)

ہم بنو نضیر[2] کے اموال کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بابُ الفَیْء[3] میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] مَعْمَر دونوں میم مفتوح درمیان میں عین ساکن، اس نام کے بہت سے حضرات ہیں۔ ان میں سے ایک صحابی ہیں اور وہ ہیں معمر بن عبد اللہ قرشی عدوی، بعض انہیں معمر بن نعیم کہتے ہیں، وہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، پہلے حبشہ

ہجرت کر کے گئے پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے، وہیں رہے اور طویل عمر پائی، اس نام کے باقی حضرات تابعی ہیں یا تبع تابعی، ان میں سے مشہور معمر بن راشد ہیں جن سے امام ثوری، ابن عیینہ، ابن مبارک اور عبدالرزاق روایت کرتے ہیں احادیث میں محدث عبدالرزاق کی معمر سے بہت روایتیں ہیں، حضرت مصنف نے جس معمر کا ذکر کیا ہے وہ یا تو صحابی ہیں، تب تو حدیث مرفوع ہوگی، یا تابعی ہیں اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہوگی۔

[2] نُضیر بروزن نُصیر، بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔

[3] باب الفیئ، کتاب الجہاد کا ایک باب ہے، اُس حدیث میں احتکار کا ذکر ہے، صاحب مصابیح نے وہ حدیث اس باب میں ذکر کی تھی۔

۲۷۶۸/۲ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: غلہ لانے والے[1] کو رزق دیا گیا ہے۔ اور روکنے والا ملعون[2] ہے۔

(ابن ماجہ، دارمی)

[1] ذخیرہ اندوز کے برعکس غلہ اور خوراک لانے والا چاہتا ہے کہ شہر میں موجودہ نرخ کے مطابق بیچے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔

[2] ذخیرہ اندوز کی خواہش ہوتی ہے کہ غلہ روک لے تاکہ مہنگا فروخت کرے، اس پر لعنت کی گئی ہے اور اسے بارگاہِ قرب اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور پھینک دیا گیا ہے۔

۲۷۶۹/۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يَطْلُبُنِيْ بِمَظْلِمَةٍ بِدَمٍ وَّلَا مَالٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نرخ بہت بڑھ گیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے بھاؤ مقرر فرما دیں[1] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ مقرر فرمانے والا ہے وہی تنگی اور فراخی فرمانے والا اور رزق دینے والا ہے[2]، مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوں گا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے کسی خونی یا مالی ظلم کا مطالبہ نہیں کرے گا[3]۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

اِبْنُ مَاجَۃَ وَ الدَّارِمِیُّ)

دارمی)

[1] ہمارے لیے ریٹ مقرر فرما دیں اور لوگوں کو حکم دے دیں کہ اسی ریٹ پر فروخت کریں۔

[2] یعنی نرخ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، کہ اس کے ذریعے لوگوں کی روزی میں تنگی اور فراخی فرماتا ہے، نرخ آسمانی چیز ہے۔

[3] مَظْلِمَۃ لام کا کسرہ زیادہ مشہور اور فصیح ہے، اس پر ضمہ اور فتحہ بھی پڑھا گیا ہے، وہ چیز جو کسی نے ظلماً چھین لی اور مظلوم اس کا مطالبہ کرتا ہے — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریٹ مقرر کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ لوگوں کے اموال میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف ہے اور ان کے حق میں ظلم ہے، بعض اوقات اس کی وجہ سے لوگ مال بیچنے سے ہاتھ روک لیتے ہیں اور مصنوعی قحط پیدا ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو معین ریٹ کا پابند نہ کیا جائے اور انہیں مجبور نہ کیا جائے، ہاں انہیں حکم دیا جائے کہ مخلوقِ خدا سے انصاف، شفقت اور خیر خواہی سے پیش آئیں [1]

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۷۷۴ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ احْتَکَرَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ طَعَامَھُمْ ضَرَبَہُ اللّٰہُ بِالْجُذَامِ وَ الْاِفْلَاسِ۔ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَ رَزِیْنٌ فِیْ کِتَابِہٖ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان دینے کے لیے ان کی خوراک روکے اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ اور تنگ دستی میں مبتلا کرے [1]۔

(ابن ماجہ، امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین [2] نے اپنی کتاب میں اسے روایت کیا)

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کنٹرول ریٹ تاجروں کی قیمت خرید سے کم ہو لہٰذا انہیں کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کرنا ظلم ہوگا، نیز وہ مال کی سپلائی روک دیں گے تو صارفین کو پریشانی ہو گی، ہاں اگر حکومت خود کاروبار کرے یا مناسب ریٹ پر اشیاءِ ضرورت مہیا کرے تو ریٹ مقرر کیا جا سکتا ہے، اس طرح تاجروں کا نقصان بھی نہیں ہوگا اور اشیائے ضرورت کی قلت بھی پیدا نہیں ہو گی۔

۱۲ قادری

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اسے جسمانی اور مالی مصیبت میں مبتلا کر دے، اسے جسمانی طور پر تباہ کر دے اور مال کی برکت سے محروم کر دے۔

[2] رزین را، مفتوح اس کے بعد زاء مکسور، محدث رزین کی کتاب کا نام تجرید ہے جس میں انہوں نے صحاح کی حدیثیں جمع کر دی ہیں، پانچ سو بیس ھجری میں ان کا وصال ہوا۔

۲۷۷۱/۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يُرِيْدُ بِهِ الْغَلَاۤءَ فَقَدْ بَرِءَ مِنَ اللّٰهِ وَ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مہنگائی کے ارادے سے چالیس دن غلہ روکا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوا[1] اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے[2]۔ (رزین)

[1] اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور خلقِ خدا پر شفقت کرنے کا اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔

[2] اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اور امان کا پہرہ اس سے اٹھا لیا۔

۲۷۷۲/۶ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ رَزِيْنٌ فِيْ كِتَابِهٖ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا بہت برا آدمی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نرخ سستے کر دے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اگر مہنگے کر دے تو خوش ہوتا ہے (اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا۔)

۲۷۷۳/۷ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كَفَّارَةً۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابو امامہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس دن غلہ روک کے رکھے پھر اسے صدقہ کر دے تو وہ اُس[2] کے لیے کفارہ نہیں ہوگا۔ (رزین)

۱؎ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

۲؎ صدقہ کرنا اس کے گناہ ڈھانپ نہیں سکے گا، یعنی اگرچہ صدقہ کر دے لیکن اس کا فائدہ نہیں ہوگا، چالیس دن کی ذخیرہ اندوزی کی یہ سزا ہے، اگر اس سے کم ذخیرہ کرے گا تو اس کی سزا اس سے کم ہوگی، زیادہ کرے گا تو سزا بھی زیادہ ہوگی، ظاہر یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی مدت چالیس دن ہے، اس سے کم ہو تو مدت کی کمی کے سبب بخشا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

بَابُ الْاِفْلَاسِ وَالْاِنْظَارِ

۲۳۳۔ دیوالیہ کرنا اور مہلت دینا

فلس پیسے کو کہتے ہیں اس کی جمع فلوس ہے، افلاس ہمزہ مکسور اور فاء ساکن پیسے کے بغیر ہونا (یعنی ہمزہ سلب کے لیے ہے) مطلب یہ کہ وہ ایسی حد کو پہنچ گیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں اس کے پاس ایک پیسہ نہیں ہے، یا یہ معنی ہے کہ پہلے اس کے پاس درہم و دینار تھے اب اس کے پاس پیسے رہ گئے ہیں (اب ہمزہ تصییر کے لیے ہے) انظار ہمزہ مکسور، نون ساکن اس کے بعد ظاء، مؤخر کرنا، وقت دینا، یعنی اگر ایک آدمی کا کسی پر حق تھا وہ دیوالیہ ہو چکا ہے اور اس وقت ادائی نہیں کر سکتا تو اسے مہلت دے اور اپنا حق طلب کرنے میں تاخیر کرے، جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے خوش حالی تک مہلت دینا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ	پہلی فصل
۲۷۷۴/۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ اَفْلَسَ فَاَدْرَکَ رَجُلٌ مَالَہٗ بِعَیْنِہٖ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ۱؎ مِنْ غَیْرِہٖ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دیوالیہ ہو گیا اور ایک شخص نے اپنا مال بعینہٖ اس کے پاس پایا تو وہ دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے۱؎۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)	(بخاری و مسلم)

۱؎ مثلاً ایک شخص نے کوئی چیز کسی قیمت پر خریدی اور دیوالیہ ہو گیا۔ قاضی نے بھی اس کے دیوالیہ ہونے کا فیصلہ کر دیا، بیچنے والے نے وہی چیز بعینہٖ اس کے پاس پائی تو اسے حق پہنچتا ہے کہ بیع کو فسخ کر کے اپنا بیچا ہوا مال واپس لے لے، اور اگر اس نے کچھ قیمت وصول کر لی ہے اور کچھ خریدار کے ذمہ باقی ہے اور اس کا دیوالیہ ہو گیا تو جتنی قیمت باقی ہے اتنا مال لے لے۱؎

٢٧٧٥/٢ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اُصِیْبَ رَجُلٌ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ اِبْتَاعَهَا فَکَثُرَ دَیْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَیْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَآءَ دَیْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ لَیْسَ لَکُمْ اِلَّا ذٰلِكَ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے پھل خریدے تو انہیں گھاٹا پڑ گیا اور قرض بہت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں صدقہ دو۱؎، صحابہ کرام نے صدقہ دیا تو وہ قرض کی ادائی کے لیے کافی نہ ہو سکا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں کو فرمایا: تمہیں جو ملتا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۲؎۔

(مسلم شریف)

۱؎ اور ان کی مالی امداد کرو جس سے وہ قرض ادا کر دیں۔

۲؎ یعنی تمہیں زجر و توبیخ اور قید کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ ان کا دیوالیہ ہونا ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا اس

۱؎ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، مرقاۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو دیوالیہ کے پاس اپنا مال مل جائے تو وہ اپنا مال لے لے دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہیں ہوں گے یہ مال کسی قسم کا ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، احناف کے نزدیک صرف یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز شرط خیار کے ساتھ خریدی، اختیار بائع کے پاس تھا پھر اچانک خریدار دیوالیہ ہو گیا تو بائع کو اپنا مال لینے کا حق ہے اور اگر کچھ قیمت لے چکا ہے تو باقی قیمت کے مطابق مال لے سکتا ہے اور کسی صورت میں یہ مال نہیں لے سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ہی فیصلہ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ ۱۲

وقت تک کے لیے مہلت دینا واجب ہے جب تک کہ ان کے پاس نہ آ جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ بائع کا حق، خرید
کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۷۷۶/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ یُّدَایِنُ النَّاسَ فَكَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِیَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا وہ اپنے غلام[۱] کو کہا کرتا تھا کہ جب تو کسی تنگ دست کے پاس جائے تو اس سے درگزر کر،[۲] ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے،[۳] وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر[۴] ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا

(صحیحین)

۱ـہ فتیٰ کا معنی جوان ہے، غلام کو بھی فتیٰ کہتے ہیں اگرچہ بوڑھا ہو! اس میں بڑھاپے کی عزت کا لحاظ کیا گیا ہے، علماء نے اسی طرح کہا ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اگرچہ بوڑھا ہے لیکن خدمت اور آمد و رفت میں جلدی کرتا ہے اس لیے اسے فتیٰ کہتے ہیں، اسی طرح کنیز کو فتاۃ کہتے ہیں وجہ وہی ہے جو ابھی بیان ہوئی۔

۲ـہ یعنی وہ فقر و فاقہ کی بنا پر ادائی نہیں کر سکتا تو اسے قرض معاف کر دے۔

۳ـہ اور ہمارے گناہوں کے سبب ہم پر گرفت نہ فرمائے۔

۴ـہ مرنے کے بعد یا قیامت کے دن۔

۲۷۷۷/۴ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّنْجِیَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات[۱] عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت[۲] دے یا معاف کر دے[۳]

(مسلم شریف)

۱ـہ یُنْجِیَہٗ یا مضموم، نون ساکن اور جیم مخفف مکسور، دوسری روایت کے مطابق نون مفتوح اور جیم مشدد ہے، کُرَب کاف مضموم اور را مفتوح کُرْبَۃ کی جمع، شدید غم۔

۲ـہ تنفیس کا معنی آسائش اور رہائش فراہم کرنا ہے۔

۳ کل یا بعض۔

۲۷۷۸/۵ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا قرض معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کے غموں سے نجات عطا فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

۲۷۷۹/۶ وَعَنْ اَبِي الْيَسَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوالیسر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اسے معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے[2] گا۔ (مسلم شریف)

[1] ابوالیسر یاء اور سین دونوں مفتوح، مشہور صحابی ہیں ان کا نام کعب بن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ اور جنگِ بدر میں حاضر ہوئے، بدر کے دن انہوں نے ہی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا تھا۔ ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

[2] یعنی اسے قیامت کے دن کی گرمی سے محفوظ رکھے گا اور اس کے لیے وہ دن آسان فرمائے گا۔

۲۷۸۰/۷ وَعَنْ اَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَ

حضرت ابورافع[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان[2] اونٹ قرض لیا، پھر آپ کے پاس صدقے کے اونٹ آ گئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کا اونٹ ادا کر دوں[3]، میں نے عرض کیا کہ میں اس سے اچھا صرف چار سال کی عمر[4] کا اونٹ ہی پاتا ہوں، فرمایا: وہی[5] اسے دے دو، کیونکہ بہترین انسان وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے[6]۔

النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَآءً۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام

[2] بَکْر با مفتوح اور کاف ساکن، جوان اونٹ، اس کی مؤنث بَکْرَۃٌ ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوبکر اس لیے تھی کہ ہر وقت ایک جوان اونٹ آپ کی سواری میں ہوتا تھا، ایک دوسرے مشہور صحابی ابوبکرہ ہیں، اس جگہ بکرہ کا معنیٰ کنوئیں کی چرخی ہے، وجہ تسمیہ کئی جگہ بیان کی جا چکی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوان کا قرض لینا جائز ہے، حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

[3] جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے قرض لیا ہوا تھا۔

[4] رباعی را مفتوح اور یا مخفف وہ اونٹ جس کے رباعیہ دانت اُگ گئے ہوں، رباعیہ بروزن ثمانیہ وہ دانت جو اگلے دو دانتوں اور کیل کے درمیان ہوں، اور ایسا ساتویں سال میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ جوان تھا اس کی جگہ سات سالہ کیسے دے دوں؟

[5] اگرچہ اس کا اونٹ عمر میں کم اور چھوٹا تھا۔

[6] اس سے معلوم ہوا کہ قرض میں عمدہ معاوضہ دینا اچھے اخلاق میں سے ہے، اور اونٹ سودی مال نہیں ہے نیز نفس عقد میں شرط نہیں لگائی گئی تھی۔

۲۷۸۱/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَّ اشْتَرُوْا لَهٗ بَعِيْرًا فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَآءً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرض[1] کا تقاضا کیا، اور آپ سے سخت لہجے[2] میں گفتگو کی، صحابہ کرام نے کچھ کرنا چاہا[3] تو آپ نے فرمایا: اسے رہنے[4] دو، کیونکہ صاحب حق کو کچھ بات کرنے کا حق ہے[5]، اس کے لیے اونٹ خرید دو اور اسے دے دو، صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں تو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر والا ہی ملتا ہے، آپ نے فرمایا: وہی[6] خرید لو اور اسے دے دو کہ تم میں سے افضل وہ ہے جو قرض کی ادائی میں بہتر ہو۔ (صحیحین)

۱ـہ اس شخص کا قرض نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔

۲ـہ علماء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے شدت سے مطالبہ کیا جس میں معاذ اللہ بدح یا ذم کا کوئی پہلو نہ تھا، ہوسکتا ہے کہ مطالبہ کرنے والا کافر ہو یا یہودی یا اس کے علاوہ، یہ قول زیادہ واضح ہے۔

۳ـہ یعنی صحابۂ کرام نے چاہا کہ اسے سزا دیں یا زجر و توبیخ کریں۔

۴ـہ اور اس سے تعرض نہ کرو۔

۵ـہ یعنی اگر سخت بات کہے تو کہہ سکتا ہے۔

۶ـہ یعنی جو اونٹ تمہیں ملتا ہے اگرچہ اس کی عمر زیادہ ہی ہے وہی دے دو اور اس میں مضائقہ محسوس نہ کرو۔

٢٧٨٢/٩ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيْءٍ فَلْيَتْبَعْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا ٹال مٹول[1] کرنا ظلم ہے جب تم میں سے کسی کا قرض مال دار کے حوالے کیا جائے تو اسے چاہیے کہ حوالہ قبول کرے[2]۔ (صحیحین)

۱ـہ یعنی قرض کی ادائی میں تاخیر کرنا ظلم ہے، علماء فرماتے ہیں کہ یہ فسق ہے جس کی بنا پر گواہی رد کی جاسکتی ہے، اگرچہ ایک بار ہی ہو، بعض حضرات نے فرمایا یہ اس وقت ہے کہ وہ عادت بنا لے۔

۲ـہ اُتْبِعَ ہمزہ مضموم اور تاء ساکن، فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے، مَلِیْءٌ بر وزن کَرِیْم ہمزہ کے ساتھ، یاء مشددہ کے ساتھ بروزن غَنِیٌّ بھی آتا ہے۔ فَلْیَتْبَعْ یاء مفتوح اور تاء ساکن مخفف کے ساتھ، ایک روایت میں تاء مشدد اور مفتوح بھی آئی ہے۔ یہ امر استحبابی ہے، بعض علماء نے کہا کہ وجوب کے لیے ہے۔

٢٧٨٣/١٠ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهٗ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ

حضرت کعب بن مالک[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ابن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا جو اُن کے ذمہ تھا، دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاشانۂ مبارکہ میں سن لیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف تشریف لانے کا ارادہ کیا۔ حتیٰ کہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حجرۂ مبارکہ کا پردہ[۳] ہٹایا اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو[۴] بلایا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، آپ نے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ آدھا قرض معاف کر دو۔ حضرت کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے معاف کر دیا آپ نے فرمایا[۵] تو اٹھو اور قرض ادا کر دو[۶]

(صحیحین)

[۱] مشہور صحابی ہیں اور غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے تین صحابہ میں سے ایک ہیں۔

[۲] ابن ابی حدرد حاء مفتوح، دال ساکن اور راء مفتوح، صحابی ہیں، پہلے پہل حدیبیہ میں حاضر ہوئے پھر خیبر میں، ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد ہے۔

[۳] سجف سین مکسور، جیم ساکن اور اس کے بعد فاء، پردہ

[۴] جو قرض کا تقاضا کرنے میں مبالغہ سے کام لے رہے تھے۔

[۵] حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔

[۶] اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ قرض کا تقاضا کرنے میں تنگی اور مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیے نرمی کرنا چاہیے اور کچھ حصہ معاف بھی کر دینا چاہیے، نیز یہ کہ قرض خواہ کی طرف سے مصالحت اور رعایت کے بعد مقروض کو چاہیے کہ ادائی میں تاخیر نہ کرے۔

۲۷۸۴۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالَ هَلْ

حضرت سلمہ بن اکوع[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک جنازہ لایا گیا اس کے رشتہ داروں نے عرض کیا اس پر نماز پڑھیے، آپ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا نہیں تو آپ نے اس پر نماز پڑھی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا، فرمایا: کیا اس پر

عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

قرض ہے؟ عرض کیا گیا ہاں، فرمایا کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کیا تین دینار[2] آپ نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا، فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا تین دینار ہیں، فرمایا کیا اس نے کچھ چھوڑا؟ عرض کیا نہیں، فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو[3]، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان پر نماز پڑھیں، اور ان کا قرض میرے ذمہ[4] ہے، تو آپ نے ان پر نماز پڑھی۔

(بخاری شریف)

[1] سلمہ تینوں حرف مفتوح ابن اکوع ہمزہ مفتوح اور کاف ساکن، مشہور صحابی ہیں، بڑے طاقتور اور جنگ میں بڑے ہی بہادر تھے، وہ پیدل دوڑتے تھے اور سواروں کو پیچھے چھوڑ جاتے تھے، ان ہی سے بھیڑیے نے گفتگو کی تھی۔

[2] غالباً ان پر تین دینار ہی قرض تھے، یا قرض خواہوں نے کچھ قرض معاف کر دیا ہوگا اور تین دینار باقی رہ گئے ہوں۔

[3] میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا، اس میں انتہائی زجر اور تشدید ہے قرض کے چھوڑ جانے اور اس کی ادائی کے لیے کچھ نہ چھوڑ جانے پر۔

[4] میں ان کا قرض ادا کروں گا۔

۲۷۸۵/۱۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے اموال قرض لے کر ان کی ادائی کا ارادہ رکھتا[1] ہے اللہ تعالیٰ اس سے ادا کرا ہی دیتا[2] ہے اور جو لوگوں کا مال ضائع کرنے کے لیے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس مال کو اس کے لیے ضائع کر دیتا[3] ہے۔

[1] یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اس مال کو اس کے حق دار تک پہنچا دے، لازمی بات ہے کہ ایسا شخص ضرورت کے بغیر قرض نہیں لے گا۔

[2] اللہ تعالیٰ اسے اس کی نیت کے مطابق توفیق عطا فرماتا ہے اور ادائی کے وسائل مہیا فرما دیتا ہے

[3] یعنی اس کی امداد نہیں فرماتا اور اسے لوگوں کا مال ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔

۲۷۸۶/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدْبِرٍ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاہُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّیْنَ کَذٰلِکَ قَالَ جِبْرَئِیْلُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ فرمائیں کہ اگر میں صبر کرتے، اجر طلب کرتے، آگے بڑھتے ہوئے نہ کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میری خطائیں معاف فرما دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جب وہ پشت پھیر کر چل دیے تو انہیں بلایا اور فرمایا: ہاں قرض کے سوا[1]، جبرئیل امین علیہ السلام نے اسی طرح کہا ہے۔

(مسلم شریف)

[1] اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کے حقوق میں انتہائی سختی اور تنگی ہے کہ قرض شہید کو بھی معاف نہیں کیا جاتا۔

۲۷۸۷/۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُغْفَرُ لِلشَّہِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

(مسلم شریف)

۲۷۸۸/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰی عَلَیْہِ الدَّیْنُ فَیَسْاَلُ ھَلْ تَرَکَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کوئی جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے کہ اس نے قرض کی ادائی کے لیے

لِدَيْنِهٖ قَضَآءً فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَآءً صَلّٰى وَ اِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَامَ فَقَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَآءُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

مال چھوڑا ہے؟ پھر اگر بتایا جاتا کہ چھوڑا ہے تو نماز جنازہ پڑھتے ورنہ مسلمانوں کو فرماتے تم اپنے صاحب کی نماز جنازہ پڑھو[1] پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات عطا فرمائیں تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور والی ہوں، لہٰذا جو مومن قرض چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کی ادائی میرے ذمہ ہے اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے[2]۔

(صحیحین)

[1] میں نہیں پڑھتا۔

[2] اپنی اُمت پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احسان اور کرم تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۷۸۹/۱۶ عَنْ اَبِيْ خَلْدَةَ الزُّرَقِيِّ قَالَ جِئْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ فِيْ صَاحِبٍ لَّنَا قَدْ اَفْلَسَ فَقَالَ هٰذَا الَّذِيْ قَضٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ مَّاتَ اَوْ اَفْلَسَ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اَحَقُّ بِمَتَاعِهٖ اِذَا وَجَدَهٗ بِعَيْنِهٖ ۔

(رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو خلدہ زرقی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اپنے ایک ساتھی کے بارے میں جو دیوالیہ[2] ہو چکا تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا یہی وہ واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ جو شخص فوت ہو جائے یا دیوالیہ ہو جائے تو سامان کا مالک اپنے سامان کا زیادہ حق دار ہے جب کہ اسے بعینہٖ پائے[عہ] (امام شافعی، ابن ماجہ)

[عہ] بعینہٖ کسی چیز کے پانے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ امانت ہو یا دیوالیہ ہونے سے پہلے اس نے خریدی اور بائع کو خیار تھا پھر اچانک وہ دیوالیہ ہو گیا، اور اگر بائع اس کے پاس وہ چیز فروخت کر چکا تھا تو دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ بقدر حصۂ قرض اس چیز میں شریک ہو گا ۱۲ مرأۃ

[۱] ابو خلدہ خاء مفتوح اور لام ساکن، بعض نے اسے مفتوح بھی کہا ہے، اس کے بعد دال الزرقی زاء مضموم، راء مفتوح اور اس کے بعد قاف، عامر بن زریق تمیمی کی طرف نسبت ہے، ان کا نام خالد بن دینار خیاط ہے وہ تابعی ثقہ ہیں، حضرت انس، حضرت ابو العالیہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

[۲] یعنی وہ لوگوں کے مقروض تھے پھر دیوالیہ ہو گئے، ان کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کا حکم کیا ہے؟

۲۷۸۰/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ. (رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی جان اپنے قرض میں اٹکی رہتی ہے[۱] یہاں تک کہ اس کی طرف سے ادا کیا جائے۔

(امام شافعی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ دارمی)

[۱] یعنی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی صالحین کے گروہ میں داخل ہوگا۔

۲۷۹۱/۱۸ وَعَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الدَّیْنِ مَاْسُوْرٌ بِدَیْنِهٖ یَشْكُوْا اِلٰی رَبِّهٖ الْوَحْدَةَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرُوِیَ اَنَّ مُعَاذًا كَانَ یَدَّانُ فَاَتٰی غُرَمَآءُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِیْ دَیْنِهٖ حَتّٰی قَامَ مُعَاذٌ بِغَیْرِ شَیْءٍ مُرْسَلٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الْاُصُوْلِ اِلَّا فِی الْمُنْتَقٰی وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

حضرت براء بن عازب[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مقروض اپنے قرض میں قید رہے گا، قیامت کے دن اپنے رب کی بارگاہ میں تنہائی[۲] کی شکایت کرے گا (شرح السنۃ) مروی ہے کہ حضرت معاذ مقروض ہو جاتے تھے[۳]۔ ان کے قرض خواہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کا تمام مال ان کے قرض میں فروخت کر دیا یہاں تک کہ حضرت معاذ خالی ہاتھ اٹھے، یہ حدیث مرسل[۴] ہے۔ یہ مصابیح کے لفظ ہیں، مجھے یہ حدیث منتقی[۵] کے علاوہ اصول کی کسی کتاب میں نہیں ملی، انہوں نے حضرت عبد الرحمان بن کعب بن مالک سے روایت کی کہ حضرت معاذ بن جبل سخی جوان[۶] تھے وہ اپنے

كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِيًّا وَّكَانَ لَا يُمْسِكُ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يَدَّانُ حَتّٰى اَغْرَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِي الدَّيْنِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ لِيُكَلِّمَ غُرَمَاءَهٗ فَلَوْ تَرَكُوْا لِاَحَدٍ لَتَرَكُوْا لِمُعَاذٍ لِاَجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَالَهٗ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ رَوَاهُ سَعِيْدٌ فِيْ سُنَنِهٖ مُرْسَلًا۔

پاس کچھ نہ رکھتے تھے، وہ قرض لیتے رہے، یہاں تک کہ ان کا تمام مال قرض میں ڈوب گیا حضرت معاذ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ قرض خواہوں سے بات کریں[7]، وہ لوگ اگر کسی کے لیے چھوڑنے والے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر حضرت معاذ کے لیے ضرور چھوڑ دیتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے حضرت معاذ کا تمام مال بیچ دیا یہاں تک کہ حضرت معاذ خالی ہاتھ اٹھے، حضرت سعید نے یہ حدیث اپنی سنن میں مرسلاً روایت کی[8]۔

[1] حضرت براء بن عازب انصاری صحابی ہیں، پہلے پہل غزوۂ خندق میں شریک ہوئے، اس سے پہلے کم عمر تھے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

[2] وہ تنہائی، وحشت، قیدی ہونے اور صالحین اور شفاعت کرنے والوں کی صحبت سے دوری کی شکایت کرے گا یا دوزخ کی آگ میں وحشت زدہ ہونا مراد ہے۔

[3] یَدَّان یاء مفتوح اور دال مشدد، باب انتعال سے فعل مضارع ہے، اس کی تحقیق علم صرف میں ہے۔

[4] مُرسَل وہ حدیث ہے کہ تابعی (صحابی کا ذکر کیے بغیر) روایت کرے، حضرت مصنف نے تابعی کا نام ذکر نہیں کیا۔

[5] منتقیٰ ابن تیمی (حنبلی) کی تصنیف ہے[ع]۔

[ع] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں کہ یہ صاحب مشکوٰۃ کا صاحب مصابیح پر اعتراض نہیں ہے بلکہ ان پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب اور اپنی تلاش کی کمی کا اعتراف ہے، مقصد یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث مجھے صحاح ستہ اور دیگر کتب اصول میں نہیں ملی تاہم کہیں نہ کہیں ہے ضرور ورنہ منتقیٰ میں بھی نہ ہوتی ۱۲ مرآۃ ملخصًا۔

ـہ۶ تیس سال سے کچھ اوپر عمر تھی کہ وصال ہو گیا۔

ـہ۷ کہ وہ تمام قرض یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بات کی مگر انہوں نے معاف نہیں کیا۔

ـہ۸ یہ منتقیٰ کی عبارت ہے، حضرت مؤلف نے ان کے اعتماد پر نقل کر دی ہے اگر یہ حدیث کتب اصول میں نہ ہوتی تو صاحب منتقیٰ کیسے نقل کرتے؟

۲۷۹۲/۱۹ وَعَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ يُغَلَّظُ لَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ يُحْبَسُ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت شرید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: [2]مال دار کا ٹال مٹول کرنا اس کی بے عزتی [3]اور سزا کو جائز کر دیتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں اس کی بے عزتی کے جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سے سخت کلامی کی جائے اور سزا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔

(ابوداؤد)

ـہ۱ شرید شین کے ساتھ بر وزن رشید، مشہور صحابی اور ثقفی ہیں، ان کا نام مالک ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام شرید رکھا، کیونکہ وہ اپنی قوم کے کسی آدمی کو قتل کر کے مکہ معظمہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے۔ شُرُودٌ اور شِرَادٌ کا معنی چوپائے کا بھاگ جانا ہے۔

ـہ۲ یعنی جس کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال موجود ہو اس کے باوجود ادا نہ کرے۔

ـہ۳ یُحِلُّ یاء مضموم اور حاء مکسور عِرض عین مکسور، اس کا مطلب وہی ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔

۲۷۹۳/۲۰ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلٰى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَكَ لَهٗ مِنْ وَفَاءٍ قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں تو فرمایا: کیا تمہارے ساتھی پر قرض ہے؟ عرض کیا: ہاں، فرمایا: اس کی ادائی کے لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو، حضرت علی مرتضیٰ

طَالِبٍ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَعْنَاهُ وَقَالَ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ اَخِيْكَ الْمُسْلِمِ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقْضِيْ عَنْ اَخِيْهِ دَيْنَهٗ اِلَّا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا قرض میرے ذمہ ہے[1]، چنانچہ آپ آگے بڑھے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ایک دوسری روایت میں جو اس کے ہم معنی ہے یہ اضافہ ہے کہ حضرت علی سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرمائے جیسے تم نے اپنے مسلمان بھائی کی جان چھڑائی[2]، جو شخص اپنے بھائی کا قرض ادا کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے رہائی عطا فرمائے گا۔[3]

(شرح السنۃ)

[1] اور میں اسے ادا کروں گا۔

[2] فکّ دو چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کو کہتے ہیں جو آپس میں پیوستہ ہوں، نیز رہن رکھی ہوئی چیز کے رہائی دلانے کو بھی کہتے ہیں۔ رہان راء مکسورہ کے ساتھ، رہن یعنی مرہون کی جمع ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر نفس اپنے اعمال کے سبب گروی رکھا ہوا ہے اور عذاب کی قید میں ہے، اس کی طرف سے قرض ادا کرنا اسے گروی ہونے سے رہائی دلانا ہے۔

[3] رہان جمع کا صیغہ یا تو اس لیے لایا گیا ہے کہ مختلف قسم کے کام کیے ہیں جن کی بنا پر وہ گرفتارِ بلا ہوگا، یا اس لیے کہ اس کا ہر عضو گروی اور قیدی ہوگا۔

٢٧٩٤
٢١
وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ثوبان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ تکبر یعنی اپنے آپ کو بڑا جاننے، مال غنیمت میں خیانت[2] اور قرض سے پاک اور بیزار ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔[3]

(امام ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

[1] حضرت ثوبان، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، سفر و حضر، وقت بے وقت بارگاہ اقدس میں حاضر رہتے۔

[2] غُلول غین مضموم، مال غنیمت میں خیانت کرنا یا مطلق خیانت۔

[3] یعنی ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا جنت میں داخل ہونے سے مانع ہے، یہ تینوں، لوگوں کو اذیت پہنچانے میں مشترک ہیں عزت کے لحاظ سے یا مال کے لحاظ سے، عمومی طور پر یا خصوصی طور پر۔

۲۷۹۵/۲۲ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یَّلْقَاہُ بِھَا عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَآئِرِ الَّتِیْ نَھَی اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَّعَلَیْہِ دَیْنٌ لَّا یَدَعُ لَہٗ قَضَآءً (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جن بڑے گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان کے بعد[1] اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ جسے لے کر بندہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے یہ ہے کہ کوئی آدمی اس حال میں فوت ہو کہ اس پر قرض ہو اور وہ اس کی ادائی کے لیے کچھ نہ چھوڑ جائے۔

(امام احمد، ابوداؤد)

[1] بڑے گناہوں کے بعد اس لیے فرمایا کہ نفس قرض، کبیرہ گناہ نہیں ہے، اور جو حدیثیں وارد ہیں وہ زجر و تشدید اور مبالغہ پر مبنی ہیں۔

۲۷۹۶/۲۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّلْحُ جَآئِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا وَّ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَانْتَھَتْ رِوَایَتُہٗ عِنْدَ قَوْلِہٖ شُرُوْطِھِمْ)۔

حضرت عمرو بن عوف مزنی[1] سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں صلح جائز ہے، سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے، اور مسلمان اپنی شرطوں[2] پر رہیں، سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے،

(امام ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، امام ابوداؤد کی روایت شروطھم پر ختم ہو گئی[3]۔)

[1] مُزَنِی میم مضموم، زاء مفتوح اور اس کے بعد نون۔

[2] یعنی وہ شرطیں جو انہوں نے صلح اور جنگ وغیرہ کے بارے میں آپس میں طے کر رکھی ہیں ان کی رعایت لازم ہے — مخفی نہ رہے کہ باب کے عنوان سے اس حدیث کی مناسبت ظاہر نہیں ہے، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے خرید و فروخت میں صلح، افلاس کے وقت ہو۔

۳؎ اس میں اِلَّا شَرْطًا الخ کا ذکر نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۲۷۹۷/۲۴ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِّنْ هَجَرَ فَاَتَيْنَا بِهٖ مَكَّةَ فَجَآءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ فَبِعْنَاهُ وَثَمَّ رَجُلٌ يَّزِنُ بِالْاَجْرِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زِنْ وَاَرْجِحْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔)

تیسری فصل

حضرت سوید بن قیس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور مخرفہ عبدی[2] مقام ہجر[3] سے کپڑا لائے، ہم اسے لے کر مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدل چل کر ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم سے شلوار کا بھاؤ طے کیا، ہم نے آپ کے پاس بیچ دی وہاں ایک شخص معاوضے پر قیمت تول رہا تھا[4]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تول اور جھکتا ہوا تول[5]۔

(امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ دارمی۔)

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[1] سُوَید سین مضموم اور واؤ مفتوح، ابن قیس آپ صحابی ہیں اور آپ کا شمار اصحاب کوفہ میں ہوتا ہے، ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

[2] مَخْرَفَہ میم مفتوح، خاء ساکن اور بعد ازاں فاء ہے، بعض علماء نے کہا کہ فاء کی جگہ میم ہے، عبدی عین مفتوح اور باء ساکن، یہ عبد القیس کی طرف نسبت ہے، جلب کا معنیٰ ہے سامان کا ایک شہر سے دوسرے شہر فروخت کے لیے لانا۔

[3] ہَجَر پہلے دونوں حرف مفتوح، یمن کا ایک شہر، بحرین کے تمام علاقے کا نام، مدینہ طیبہ کے نزدیک ایک جگہ، بزّ کپڑے کو کہتے ہیں، کپڑا بیچنے والے کو بزاز اور اس کاروبار کو بزازۃ کہتے ہیں۔

[4] یعنی قیمت کے تولنے پر مزدوری لے رہا تھا، امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت لائے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار درہم میں شلوار خریدی اور ان لوگوں کے پاس ایک تولنے والا تھا جو تول رہا تھا۔

[5] اَرْجِح ہمزہ مفتوح اور جیم مکسور، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

شلوار خریدی لیکن یہ ثابت نہیں کہ آپ نے شلوار پہنی ہو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تحقیق کتاب اللباس میں آئے گی، باب کے عنوان سے اس حدیث کی مناسبت بھی واضح نہیں ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیمت کا جھکتا ہوا تول، بائع کے مفلس ہونے کے پیش نظر ہے اور یہ مہلت دینے کے حکم میں ہے۔

۲۷۹۸/۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا[1] تو آپ نے مجھے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔

(ابو داؤد)

[1] غالباً یہ اس اونٹ کی قیمت تھی جو آپ نے مدینہ منورہ آتے ہوئے سفر میں خریدا تھا جیسے کہ بے عنوان باب میں گزرا۔

۲۷۹۹/۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا فَجَاءَهٗ مَالٌ فَدَفَعَهٗ إِلَيَّ وَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ.

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیے، پھر آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے ادا فرما[2] دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے اہل و عیال اور مال میں برکت عطا فرمائے، قرض کا بدلہ شکریہ اور ادا ہے۔

(نسائی)

[1] حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ مخزومی صحابی ہیں، قریش کے معزز افراد اور انتہائی خوبصورت لوگوں میں سے تھے، ان کے والد ابو ربیعہ بھی صحابی ہیں۔

[2] وہ چالیس ہزار ادا فرما دیے۔

۲۸۰۰/۲۷ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ أَخَّرَهٗ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا کسی شخص پر کوئی حق ہو پھر وہ اسے مہلت[1] دے دے تو اس کے لیے ہر دن کے بدلے صدقہ ہوگا۔

(امام احمد)

[1] جس پر حق ہے اسے مہلت دے دے، کلمہ مَنْ (فَمَنْ اٰخَرَہٗ میں) تاکید کے لیے زائد ہے۔

۲۸۰۱ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ مَاتَ اَخِيْ وَ تَرَكَ ثَلٰثَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَّ تَرَكَ وَلَدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاكَ مَحْبُوْسٌ بِدَيْنِهٖ فَاقْضِ عَنْهُ قَالَ فَذَهَبْتُ فَقَضَيْتُ عَنْهُ ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ قَضَيْتُ عَنْهُ وَ لَمْ تَبْقَ اِلَّا امْرَاَةٌ تَدَّعِيْ دِيْنَارَيْنِ وَ لَيْسَتْ لَهَا بَيِّنَةٌ قَالَ اَعْطِهَا فَاِنَّهَا صَادِقَةٌ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت سعید بن اطول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرا بھائی فوت ہوگیا، اس نے تین سو دینار اور چھوٹے بچے[2] چھوڑے، میں نے ارادہ کیا کہ ان بچوں پر خرچ کردوں[3]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تیرا بھائی اپنے قرض کے سبب قید[4] میں ہے تو اس کی طرف سے قرض ادا کر، چنانچہ میں نے جاکر قرض ادا کردیا پھر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے بھائی کا قرض ادا کردیا ہے صرف ایک عورت باقی ہے جو دو دیناروں کا دعوٰی کرتی ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں، فرمایا: اسے دے دو وہ سچی ہے[5]۔

(امام احمد)

---

[1] مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں اسی طرح ہے، اور صحیح سعد ہے بغیر یار کے، جیسے کہ اسماء رجال کی کتابوں میں ہے جامع الاصول میں کسی کا بھی ذکر نہیں ہے نہ سعد کا اور نہ سعید کا، مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں سعید کو سعد سے تبدیل کردیا گیا ہے، صحابی ہیں اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے سن چونسٹھ ہجری میں وصال ہوا۔

[2] وُلْد واؤ مضموم اور لام ساکن وَلَدٌ کی جمع، دونوں کو مفتوح بھی پڑھا جاتا ہے، اس کا اطلاق ایک اور اس سے زائد پر ہوتا ہے، دونوں طرح مروی ہے۔

[3] یعنی وہ دینار بھائی کی اولاد پر خرچ کردوں اور قرض ادا نہ کروں۔

[4] عالم برزخ میں نعمت کے حاصل کرنے اور صالحین کے ساتھ لاحق ہونے سے روک دیا گیا ہے۔

[5] ہوسکتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعے معلوم ہوگیا ہو کہ وہ سچی ہے یا آپ پہلے سے جانتے ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے بطور احتیاط فرمایا ہو یعنی اسے دے دے اور اسے سچی گمان کر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض، وراثت سے مقدم ہے۔

۲۸۰۲/۲۹ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ يُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَاطَأَ بَصَرَهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيْدِ قَالَ فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا لَمْ نَرَ اِلَّا خَيْرًا حَتّٰى اَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا التَّشْدِيْدُ الَّذِيْ نَزَلَ قَالَ فِي الدَّيْنِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يُقْضٰى دَيْنُهٗ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ نَحْوَهٗ)

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہم[2] مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے آپ نے آسمان کی طرف[3] نگاہ اٹھا کر دیکھا، پھر نگاہ جھکالی اور دست اقدس اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ کتنی سختی نازل ہوئی ہے، راوی[4] فرماتے ہیں ہم اس دن اور رات خاموش[5] رہے تو ہم نے بھلائی کے سوا کچھ نہ دیکھا[6]، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ محمد (راوی)، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ سختی کیا تھی؟ جو نازل ہوئی[7]، فرمایا: وہ سختی قرض کے بارے میں ہے، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری زندگی ہے۔ اگر ایک[8] شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے، پھر اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے، پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کردیا جائے[9]

(امام احمد، شرح السنۃ میں بھی اسی طرح[10] ہے)

---

[1] محمد بن عبداللہ بن جحش جیم مفتوح اور حاء ساکن، حضرت محمد کم عمر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے

ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے، ان کے والد اکابر صحابہ میں سے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں۔

۲ـــه یعنی صحابۂ کرام

۳ـــه قبل قاف مکسور اور با مفتوح، طرف

۴ـــه حضرت محمد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵ـــه اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ پوچھا کہ وہ سختی کیا ہے؟

۶ـــه یعنی ہم نے سختی اور عذاب نہ دیکھا، گویا ان کا خیال تھا کہ سختی اور تشدید سے مراد عذاب ہے جو بالفعل نازل ہونے والا ہے۔

۷ـــه اور آپ نے ہمیں اس کی خبر دی تھی۔

۸ـــه اگر ایسا ہوتا کہ

۹ـــه اللہ تعالیٰ کی راہ میں بار بار قتل کیا جانا قرض کا کفارہ نہیں بن سکے گا۔

۱۰ـــه نحوہ کا مطلب یہ ہے کہ شرح السنۃ کی روایت، امام احمد کی روایت کے لفظوں میں موافق نہیں ہے صرف معنیً موافق ہے۔

بَابُ الشِّرْكَةِ وَالْوَكَالَةِ

۲۳۴۔ شرکت اور وکالت کا باب

شرک اور شرکت کا معنی ساجھی ہونا اور حصہ دار ہونا ہے، شریک حصہ دار کو کہتے ہیں، تشریک کا معنی حصہ دار بنانا ہے، وکالت واؤ مفتوح ہے اسے مکسور پڑھنا بھی جائز ہے۔ کوئی کام دوسرے کے ذمہ لگا دینا اور اس پر اعتماد کرنا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۸۰۳ ۱ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ

حضرت زہرہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام انہیں

عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِى الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِیَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ وَ دَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

بازار لے جاتے تھے اور[2] وہ غلہ خریدتے تھے ان سے ابن عمر اور ابن زبیر ملاقات کرتے اور انہیں کہتے کہ ہمیں بھی شریک کر لو، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے برکت[3] کی دعا فرمائی ہے تو وہ انہیں شریک کر لیتے، بعض اوقات پورا اونٹ[4] جوں کا توں نفع میں پا لیتے اور اسے گھر بھیج دیتے، حضرت عبداللہ بن ہشام کی والدہ[5] انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی تھیں، آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔

(امام بخاری)

---

[1] زُہرہ زاء مضموم اور ہا ساکن، بن معبد میم مفتوح، عین ساکن اور با مفتوح قریشی مصری، تابعی اور ثقہ ہیں، علامہ ذہبی کاشف میں فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء میں سے تھے، عبدالرحمٰن دارمی فرماتے ہیں کہ ابدال میں سے تھے، اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام صحابی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔

[2] ان کے دادا حضرت عبداللہ (اپنے پوتے کو بازار لے جاتے تھے تاکہ انہیں خرید و فروخت کا طریقہ معلوم ہو)

[3] اور مال و تجارت میں زیادتی کی۔

[4] راحلہ طاقت ور اور لمبے سفروں اور بھاری بوجھوں کے متحمل اونٹ کو کہتے ہیں۔

[5] حضرت زینب بنت حمید اپنے صاحبزادے کو بچپن میں بارگاہِ رسالت میں لے گئی تھیں

۲۸۰۴/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُوْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجوریں تقسیم فرما دیں[1]، فرمایا: نہیں[2]! (پھر مہاجرین سے فرمایا) تم ہمیں مشقت[3] سے

فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کفایت کرو گے اور ہم تمہیں پھلوں میں شریک کریں گے[۴] انصار نے کہا ہم نے سن لیا اور تعمیل کریں گے[۵]۔ (امام بخاری)

ف۱ یعنی ہمارے پاس کھجوروں کے جو درخت ہیں وہ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں، انصار نے اپنے طور پر تمام چیزیں تقسیم کر لی تھیں، اور مہاجرین کو اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا، یہاں تک کہ اگر ایک انصاری کی کئی بیویاں تھیں تو وہ ایک کو طلاق دے دیتے (اور عدت گزرنے کے بعد) مہاجر بھائی سے نکاح کر دیتے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔

ف۲ میں تمہارے اور مہاجرین کے درمیان کھجوریں تقسیم نہیں کروں گا۔

ف۳ یعنی پانی دینے اور مادہ کھجور کو گابھن کرنے وغیرہ کی مشقت سے ہمیں نجات دلا دو گے — اس صورت میں لَا کا تعلق مذکورہ بالا کلام سے ہے، یعنی انصار نے جو کھجوروں کی تقسیم کی درخواست کی تھی اس کی نفی فرمائی ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا لَا تَكْفُوْنَنَا سے پہلے ہمزۂ استفہام مقدر ہے، یعنی کیا تم ہمیں مشقت سے کفایت نہیں کرو گے؛ اس صورت میں لَا تَكْفُوْنَنَا پر داخل ہوگا، کفایت کا معنیٰ کسی کے لیے کام کرنا اور مونت کا معنیٰ بوجھ ہے۔

ف۴ نَشْرَكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ نون مفتوح، شین ساکن اور راء مفتوح، شرک سے مشتق ہے پھر ہم پھلوں میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائیں گے، یہ بھی جائز ہے کہ نون مضموم اور راء مکسور ہو اور اشراک سے مشتق ہو، اب معنیٰ یہ ہوگا کہ ہم تمہیں پھلوں میں شریک بنائیں گے، مطلب یہ کہ درخت تمہاری ملکیت ہی ہوں گے اس میں فریقین کے لیے تخفیف ہے اور حاصل ہونے والے پھل ہم دونوں میں مشترک ہوں گے ہم بھی کھائیں گے تم بھی کھانا، یا یہ مطلب کہ پھلوں میں تمہارا حصہ ہوگا مثلاً آدھا چوتھائی یا تہائی۔

ف۵ یعنی جس طرح بھی آپ حکم فرمائیں اور جس بات پر آپ راضی ہوں ہم وہی کریں گے۔ عہ

۲۸۰۵/۳ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِيْنَارًا

حضرت عروہ بن ابی الجعد بارقی[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار عطا فرمایا تاکہ حضور کے لیے

عہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں صاحبِ مشکوٰۃ یہ حدیث اس جگہ اس لیے لائے ہیں کہ وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پھلوں میں شرکت جائز ہے باغ ایک کا محنت دوسرے کی اور پھل مشترک، اس سے معلوم ہوا کہ زمین ایک کی محنت دوسرے کی اور پیداوار مشترک ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ ۱۲

لِيَشْتَرِيَ لَهٗ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدٰهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّ اَتَاهُ بِشَاةٍ وَّ دِيْنَارٍ فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْعِهٖ بِالْبَرَكَةِ فَكَانَ لَوِ اشْتَرٰى تُرَابًا لَّرَبِحَ فِيْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ایک بکری خریدیں، انہوں نے آپ کے لیے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی، اور ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی نفع کما لیتے تھے۔[2] (بخاری شریف)

[1] عروہ بن ابی الجعد جیم مفتوح اور عین ساکن، البارقی، بارق بن عوف بن عدی کی طرف نسبت ہے، حضرت عروہ صحابی ہیں، حضرت عمر نے انہیں کوفہ کا حاکم اور قاضی مقرر فرمایا، ان کا شمار اہلِ کوفہ میں ہوتا ہے، ان کی روایت کردہ احادیث اہلِ کوفہ میں معروف ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ وہ عروہ ابن جعد ہیں یا عروہ ابن ابی الجعد؟ صحیح وہ ہے جو ابن مدنی نے فرمایا، وہ کہتے ہیں جس نے ابن الجعد کہا اس نے خطا کی وہ عروہ ابن ابی الجعد ہیں۔

[2] یہ ان کے نفع کمانے کا بطور مبالغہ بیان ہے، ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر محمول ہو کیونکہ مٹی کی کچھ قسمیں خریدی اور بیچی جاتی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٢٨٠٦ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَزَادَ رَزِيْنٌ وَجَآءَ الشَّيْطَانُ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا[1] روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں دو شریکوں کا تیسرا[2] ہوں جب تک کہ اُن میں سے ایک اپنے صاحب سے خیانت[3] نہ کرے، جب وہ خیانت کرے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (ابو داؤد) امام رزین نے یہ اضافہ کیا کہ شیطان آ جاتا ہے[4]۔

[1] اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچاتے ہوئے روایت کیا، حدیث مرفوع کا معنی مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

[2] اور دونوں کی خیر و برکت سے امداد کرتا ہوں،

[3] صراح میں ہے کہ خیانت کا معنی ناراستی اور غلط کاری ہے۔

[4] اور اس کا موجود ہونا شر اور نقصان کا سبب ہوتا ہے۔

٢٨٠٧/٥ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو تجھے امین بنائے تو اس کی امانت ادا کر اور جو تجھ سے خیانت کرے تو اس سے خیانت نہ کر۔[1]

(ترمذی، ابوداؤد دارمی)

[1] اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ اچھے اخلاق اختیار کرنے چاہیں، جو برائی کرے اس پر احسان کیا جائے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیا جائے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا   اگر مردی احسن الی من اسا

برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے، اگر تو مرد ہے تو اس شخص پر احسان کر جو برائی کرے (ایک شاعر کہتا ہے

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں؟)

٢٨٠٨/٦ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَرَدْتُّ الْخُرُوْجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ إِنِّيْ أَرَدْتُّ الْخُرُوْجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَقَالَ إِذَا أَتَيْتَ وَكِيْلِيْ فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا فَإِنِ ابْتَغٰى مِنْكَ اٰيَةً فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى تَرْقُوَتِهٖ. (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سلام عرض کیا، اور عرض کی کہ میں خیبر جانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: جب تم ہمارے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے پندرہ وسق[1] لے لینا اور اگر وہ تم سے کوئی نشانی مانگے تو اس کے گلے[2] پر ہاتھ رکھ دینا۔

(ابوداؤد)

---

[1] وسق واؤ مفتوح اور سین ساکن، ساٹھ یا ستر صاع (حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وسق ساٹھ صاع کو کہتے ہیں ۱۲ مرقاۃ۔ اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے ۱۲ مرآۃ)

[2] ترقوۃ تاء مفتوح، راء ساکن اور قاف مضموم، ہنسلی کی ہڈی،

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۲۸۰۹/۷ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثَلٰثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ اَلْبَيْعُ اِلٰى اَجَلٍ وَّ الْمُقَارَضَةُ وَاِخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

تیسری فصل

حضرت صہیب[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں برکت ہے (۱) ادھار[۲] بیچنا (۲) قرض دینا[۳] (۳) گندم کو جو سے ملانا لیکن گھر کے لیے نہ کہ بیچنے کے لیے[۴]۔

(ابن ماجہ)

[۱] صہیب صاد مضموم، ہا مفتوح اور یا ساکن، حضرت صہیب رومی مشہور صحابی ہیں۔ اس وقت اسلام لائے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف فرما تھے، تیس سے کچھ زائد حضرات کے بعد اسلام لائے، وہ ان کمزور لوگوں میں سے تھے جنہیں مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کا دین اختیار کرنے پر عذاب دیا جاتا تھا، پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے، آپ اولین سابقین میں سے ہیں، ان کے فضائل و مناقب بہت ہیں، ان کے بارے میں صرف ایک حدیث کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرب کا سابق ہوں، صہیب روم کے سابق، سلمان فارس کے اور بلال حبشہ کے سابق ہیں، وہ غزوۂ بدر اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۲] اس میں قیمت وصول کرنے میں نرمی اور سہولت سے کام لیا گیا ہے۔

[۳] ایک دوسرے کو قرض دینے میں باہمی امداد و تعاون ہے، بعض علماء نے فرمایا: اس جگہ مقارضہ سے مراد مضاربت ہے یعنی کسی کو مال دینا تاکہ وہ تجارت کرے اور جو نفع حاصل ہو وہ طے کردہ شرائط کے مطابق مشترک ہو۔

[۴] گھر کے استعمال کے لیے گندم میں جو ملانا باعث برکت ہے اور اگر گندم فروخت کے لیے ہو تو اس میں جو کا ملانا گناہ ہے۔

۲۸۱۰/۸ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهٗ بِدِيْنَارٍ لِيَشْتَرِيَ لَهٗ بِهٖ اُضْحِيَّةً فَاشْتَرٰى كَبْشًا بِدِيْنَارٍ وَّ بَاعَهٗ بِدِيْنَارَيْنِ فَرَجَعَ فَاشْتَرٰى اُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ

حضرت حکیم بن حزام[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ آپ کے لیے قربانی خریدیں، انہوں نے ایک دینار میں ایک مینڈھا خریدا اور اسے دو دینار میں بیچ دیا، پھر لوٹ[۲] کر ایک دینار میں ایک اور قربانی خریدی

فَجَآءَ بِهَا وَ بِالدِّيْنَارِ الَّذِیْ اسْتَفْضَلَ مِنَ الْاُخْرٰی فَتَصَدَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالدِّيْنَارِ فَدَعَا لَهٗ اَنْ يُّبَارَكَ لَهٗ فِیْ تِجَارَتِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ)

اور وہ قربانی اور دوسری قربانی سے بچا ہوا دینار لے کر حاضر ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دینار تو صدقہ کر دیا اور انہیں دعا دی کہ ان کی تجارت میں برکت دی جائے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] حکیم بن حزام حاء مکسور اور زاء، حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی اور صحابی ہیں، ایک سو بیس سال عمر پائی۔

[2] ان کے ساتھ ایک دینار بھیجنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو ایک دینار دے کر ان کے ساتھ بھیجا۔

[3] لوٹنے کا معنی یہ ہے کہ گھر واپس چلے گئے یا اس خریداری سے لوٹ کر دوسرا معاملہ شروع کر دیا۔

بَابُ الْغَصْبِ وَالْعَارِيَةِ

۲۳۵۔ ظلماً مال لینے اور مانگ کر لینے کا باب

عضب کا معنی ہے کسی کا مال بطور ظلم ہتھیا لینا بشرطیکہ چوری نہ ہو، عاریت یاء کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ صحاح میں ہے کہ گویا یاء مشدد پڑھنے کی صورت میں عار کی طرف نسبت ہے کیونکہ کسی چیز کا مانگ کر لینا عیب اور عار ہے، عارۃ بھی عاریت کے معنی میں آیا ہے، بعض علماء نے کہا کہ عاریت، تعاور سے مشتق ہے جس کا معنی باری باری کسی چیز کا ہاتھ میں پکڑنا ہے، اس طرح وہ چیز کبھی غیر کے ہاتھ میں جائے گی اور کبھی مالک کے ہاتھ میں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٢٨١١ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ

حضرت سعید بن زید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک بالشت زمین ظلماً لے لی، قیامت کے دن اسے سات زمینوں سے طوق پہنایا جائے گا[2]

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(صحیحین)

[1] حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں۔

[2] یعنی زمین کا اتنا ٹکڑا ساتوں زمینوں سے لے کر اس کی گردن میں ڈالا جائے گا، بعض علماء نے کہا کہ اسے اس قطعہ کے اٹھانے کی تکلیف دی جائے گی اور یہ طاقت سے مشتق ہے۔

٢٨١٢ / ٢ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ وَ اِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کا جانور[1] اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کوئی اس کے بالاخانے[2] میں گھس جائے اور اس کا خزانہ توڑ کر غلہ لے جائے، چوپایوں کے تھن، لوگوں کی غذاؤں کے خزانے ہیں[4]۔

(امام مسلم[5])

[1] عام ازیں کہ وہ گائے، اونٹنی ہو یا بکری۔

[2] مَشْرُبَۃ میم مفتوح، اس کے بعد شین، پھر راء مضموم، بالاخانہ جہاں سازوسامان رکھا جاتا ہے۔

[3] خزانہ خاء مکسور، جہاں کوئی چیز محفوظ کی جائے۔

[4] یخزن میں زاء مضموم ہے۔ اطعمات جمع اطعمہ اور وہ طعام کی جمع ہے۔ جمع کی جمع کا صیغہ مبالغہ کے لیے لایا گیا ہے۔

[5] بعض علماء نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیحین میں ہے، امام مسلم کتاب الغصب میں لائے ہیں اور امام بخاری کتاب اللقطہ میں، حضرت مؤلف کو بخاری شریف میں نہیں ملی۔

جمہور اہل علم کے نزدیک کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر دوہنا جائز نہیں ہے، البتہ مخمصہ یعنی سخت بھوک کی حالت میں جائز ہے اور اسے ضمانت دینا پڑے گی، بعض علماء کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا، امام محمد اور اسحاق سخت بھوک کے بغیر بھی جواز کی طرف گئے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ غیر کے پھل کھا لے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند غریب سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی باغ میں آئے تو اس کے پھل کھا سکتا ہے اور کھانے کے علاوہ کچھ ساتھ بھی لے سکتا ہے۔ جمہور کے نزدیک سخت بھوک

کے بغیر جائز نہیں ہے۔ یہ تفصیل علامہ طیبی نے بیان کی۔

٢٨١٣ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَأَرْسَلَتْ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِصَحْفَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيْهَا الطَّعَامَ الَّذِيْ كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُوْلُ غَارَتْ أُمُّكُمْ ثُمَّ جَلَسَ الْخَادِمُ حَتّٰى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِّنْ عِنْدِ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيْحَةَ إِلَى الَّتِيْ كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُوْرَةَ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ كَسَرَتْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ایک[1] بیوی کے ہاں تشریف فرما تھے کہ ایک ام المؤمنین[2] نے پیالے[3] میں کچھ کھانا بھیجا تو جس ام المؤمنین کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ انہوں نے خادم[4] کے ہاتھ پر مارا جس سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے[5] جمع کیے اور جو کھانا پیالے میں تھا اس میں ڈالنے لگے اور ساتھ ہی فرماتے جا رہے تھے کہ تمہاری ماں غیرت کھا گئیں[6]، پھر آپ نے خادم کو روک لیا یہاں تک کہ جس ام المؤمنین کے پاس آپ تھے ان کے ہاں سے پیالہ لایا گیا تو آپ نے صحیح پیالہ انہیں بھیج دیا جن کا پیالہ توڑا گیا تھا اور ٹوٹا ہوا پیالہ توڑنے والی کے گھر میں رکھ لیا[7]۔

(بخاری شریف)

[1] اس سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جیسے کہ دوسری روایت میں آیا ہے، راوی نے حضرت عائشہ کے نام کی تصریح یا تو اس لیے نہیں کی کہ خود انہیں معلوم نہیں تھا یا اس لیے کہ وہ فعل مذکور کی نسبت ام المؤمنین کی طرف نہیں کرنا چاہتے تھے۔

[2] اس سے مراد حضرت زینب بنت جحش یا حضرت ام سلمہ یا حضرت صفیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

[3] صراح میں ہے کہ صحفہ حاء پہلے اور فاء بعد، بڑا پیالہ، اس کی جمع صحاف ہے۔

[۴] خادم کنیز اور غلام دونوں کو کہتے ہیں۔

[۵] فلق کا معنی پھاڑنا ہے، فلقۃ کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں، فِلَق فاء مکسور اور لام مفتوح، اس کی جمع۔

[۶] یعنی یہ بے تابی اور ہلکا کام، غیرت اور رشک کی بنا پر ہے، یہ حضرت عائشہ سے اس فعل کے صادر ہونے پر عذر پیش کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے یہ کام غیرت کی بنا پر کیا جس پر انسان کی پیدائش ہے۔

[۷] اس حدیث کو اس باب میں اس لیے لائے ہیں کہ انہوں نے پیالہ توڑنے کو غصب کے ساتھ تشبیہ دی ہے بہتر یہ تھا کہ اس حدیث کو ضائع کی ہوئی چیزوں کی ضمانت کے باب میں لاتے۔

۲۸۱۴/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنِ النُّهْبَةِ وَ الْمُثْلَةِ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن یزید[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ مار[۲] اور ناک کان وغیرہ کاٹنے سے منع فرمایا۔

(بخاری)

[۱] انصاری صحابی ہیں، حدیبیہ میں سترہ سال کی عمر میں حاضر ہوئے، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے اور امام شعبی آپ کے کاتب تھے۔

[۲] نُہْبَۃ نون مضموم اور ہاء ساکن، مسلمانوں کا مال لوٹنا، مُثْلہ میم مضموم اور ثاء ساکن، ناک، کان وغیرہ اعضا کاٹ کر سزا دینا اور یہ حرام ہے، البتہ قصاص کے طور پر جائز ہے۔

۲۸۱۵/۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ آضَتِ الشَّمْسُ وَ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهٗ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ صَلٰوتِيْ هٰذِهٖ لَقَدْ جِيْءَ بِالنَّارِ وَ ذٰلِكَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو سورج کو گرہن لگ گیا، حضور نے لوگوں کو دو رکعتیں چھ رکوعوں اور چار سجدوں[۱] سے پڑھائیں، آپ اس وقت فارغ ہوئے جب سورج اپنی اصلی حالت پر لوٹ چکا تھا اور فرمایا: جس جس چیز کی تمہیں خبر دی گئی ہے ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے اپنی اس نماز میں نہ دیکھ لی ہو، تحقیق دوزخ کی

حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا حَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَہٗ فِي النَّارِ وَكَانَ يَسْرِقُ الْحَآجَّ بِمِحْجَنِهٖ فَاِنْ فُطِنَ لَہٗ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ وَاِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهٖ وَحَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِيْ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا ثُمَّ جِيْءَ بِالْجَنَّةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَقَدْ مَدَدْتُّ يَدِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَفْعَلَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

آگ لائی گئی اور یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، اس خوف سے کہ کہیں مجھے اس کی تپش نہ پہنچ جائے اور یہاں تک کہ میں نے آگ میں نیزے[2] والے کو دیکھا جو آگ میں اپنی انتڑیوں[3] کو کھینچ رہا تھا، وہ اپنے نیزے سے حاجیوں کے کپڑے چرایا کرتا تھا، اگر کسی کو اس کی کاروائی کا پتا چل جاتا تو کہتا یہ چیز میرے نیزے سے اٹک گئی تھی[4] اور اگر پتا نہ چلتا تو لے جاتا، اور یہاں تک کہ میں نے آگ میں اس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا، پھر نہ تو اسے کچھ کھلایا اور نہ اسے رہا کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے[5] کھا لے، حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی پھر جنت لائی گئی اور یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھ کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا تھا میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ جنت کے کچھ پھل توڑ لوں تاکہ تم انہیں دیکھو، پھر یہ رائے طے ہوئی کہ ایسا نہ کروں[6]۔

(مسلم شریف)

---

[1] یعنی ہر رکعت میں تین رکوع کیے البتہ سجدے معروف طریقے کے مطابق ہر رکعت میں دو ہی کیے۔

[2] مِحجن میم مکسور، حا ساکن اور جیم مفتوح، وہ لاٹھی جس کے کنارے پر لوہا لگا ہوا ہو اور وہ ہاکی کی طرح مڑا ہو محجن ہاکی کو بھی کہتے ہیں۔

[3] قُصب قاف مضموم اور صاد ساکن، انتڑی، بعض علماء نے کہا وہ انتڑی جو پیٹ کے نیچے ہوتی ہے، اس کی جمع اقصاب ہے، اس شخص کا نام عمرو بن لحی تھا لام مضموم حا مفتوح اور یا مشدد، دور جاہلیت میں ایک شخص تھا۔

[4] میرا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔

؎۵ خشاش خا مکسور، مفتوح بھی پڑھی جا سکتی ہے، بعض نے اسے مضموم بھی قرار دیا ہے، ایک شین الف سے پہلے اور ایک اس کے بعد، زمین کے کیڑے مکوڑے، کمزور پرندے، بعض نے اسے حا کے ساتھ بغیر نقطہ کے پڑھا ہے، اس سے مراد خشک گھاس ہے۔

؎۶ تاکہ تمہارا ایمان، ایمان بالغیب ہو۔

۲۸۱۶/۶ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت قتادہ[1] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (ایک دفعہ) مدینہ منورہ میں خوف و ہراس پھیل گیا۔[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے گھوڑا عاریۃً لیا جسے مندوب[3] کہا جاتا تھا اور اس پر سوار ہوئے۔[4] واپسی پر فرمایا: ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا،[5] اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو تیز رو دریا پایا۔[6] (صحیحین)

؎۱ مشہور تابعی ہیں۔

؎۲ یہ افواہ پھیل گئی کہ ڈاکو یا دشمن کا لشکر حملہ آور ہو رہا ہے۔

؎۳ مندوب، ندب سے مشتق ہے جس کا معنی طلب کرنا ہے، اور مندوب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنا کام جلد نمٹالے۔

؎۴ اور جدھر سے خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا ادھر تشریف لے گئے۔

؎۵ یعنی مجھے تو خطرے کی کوئی چیز نظر نہیں آئی جس سے تم ڈر رہے تھے۔

؎۶ وہ گھوڑا اس سے پہلے بہت سست رفتار اور بری چال والا تھا، نہایہ میں ہے کہ مندوب، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام تھا، ممکن ہے کہ اس نام کا کوئی دوسرا گھوڑا آپ کے پاس ہو، یا اسی گھوڑے کو اس پر سوار ہونے کے سبب آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سواری کے بعد وہ آپ کی نذر کر دیا گیا ہو اور وہ آپ کے بابرکت گھوڑوں میں داخل ہو گیا ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۲۸۱۷/۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ

حضرت سعید بن زید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی اکرم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهٗ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عُرْوَةَ مُرْسَلًا وَّقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے بنجر زمین کو آباد کیا[۲] تو وہ اسی کی ہے اور ظالم رگ کا کوئی حق نہیں ہے[۳]۔ (امام احمد و ترمذی، امام مالک نے اسے حضرت عروہ سے مرسلاً[ع] روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے)

⁂

[۱] حضرت سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

[۲] امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلطان کی اجازت شرط[ل] ہے اور امام شافعی کے نزدیک شرط نہیں ہے، اس مسئلے کی تفصیلات، کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

[۳] یعنی جو شخص دوسرے کی ملکیت میں درخت لگائے یا کھیتی باڑی کرے تو اسے ان درختوں اور کھیتی کے باقی رکھنے کا حق نہیں ہے اور مالک کو حق ہے کہ اسے اکھیڑ دے، بعض علماء نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کی آباد کی ہوئی زمین میں کھیتی اگائے یا درخت لگائے تو وہ اس زمین کا حق دار نہیں ہو جائے گا، یہ معنی سیاق حدیث کے زیادہ موافق ہے۔

۲۸۱۸/۸ وَعَنْ اَبِيْ حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ

حضرت ابو حرہ رقاشی[۱] اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! ظلم نہ کرو، خبردار! کسی شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر جائز نہیں۔

[ع] مرقاۃ میں ہے کہ امام مالک کی روایت کے مطابق حضرت عروہ نے صحابی کا ذکر نہیں کیا، ممکن ہے کہ وہ صحابی حضرت سعید ہوں جیسے کہ مصابیح اور مشکوٰۃ کی روایت میں ہے یا کوئی دوسرے صحابی ہوں، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی نے فرمایا کہ عروہ صحابی ہیں" یہ صحیح نہیں ہے حضرت عروہ تابعی ہیں۔ ۱۲ قادری۔

[ل] مرقاۃ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے لیس للمرء الا ما طابت بہ نفس امامہ آدمی کے لیے وہی چیز ہے جس پر اس کے امام کا دل خوش ہو، اس سے اذن امام کا شرط ہونا ثابت ہے، لہٰذا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا کیونکہ واقعہ ایک ہی ہے۔ ۱۲۔

امْرِءٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْمُجْتَبٰى)

(امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور دار قطنی نے مجتبیٰ میں یہ حدیث روایت کی۔

[۱] ابو حرّہ حار مضموم اور رار مشدد الرقاشی رار مفتوح، قاف مخفف، تابعی ہیں ان کی حدیث بصریوں میں معروف ہے وہ ثقہ ہیں اگرچہ بعض حضرات نے انہیں ضعیف کہا ہے، (حضرت مصنف نے ان کے چچا کا نام بیان نہیں کیا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ صحابی ہیں اور صحابی کے نامعلوم ہونے سے روایت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ۱۲ مرقاۃ)

۲۸۱۹ ۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں نہ تو جَلَب ہے، نہ ہی جَنَب [۱] ہے اور نہ ہی شغار [۲]، جس کسی نے مال لوٹا وہ ہم میں سے نہیں [۳] ہے۔

(ترمذی شریف)

[۱] جلب اور جنب میں جیم، لام اور نون تینوں مفتوح ہیں، یہ دونوں گھوڑ دوڑ میں بھی ہوتے ہیں اور صدقے میں بھی۔ گھوڑ دوڑ میں حصہ لینے والے گھوڑا دوڑاتے ہیں تاکہ وہ آگے نکل جائے، اس میں جَلَب یہ ہے کہ ایک شخص کو اپنے گھوڑے کے پیچھے مقرر کر دے تاکہ وہ اسے مارے، ڈانٹ ڈپٹ کرے اور اسے آگے نکلنے پر ابھارے اور جنب یہ کہ اپنے پہلو میں ایک خالی گھوڑا رکھے تاکہ اس کا گھوڑا تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے، اور آگے نکل جائے، صدقہ میں یہ ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کرنے والا جا کر کسی جگہ ٹھہر جاتا ہے اور اصحاب اموال کو پیغام بھیجتا ہے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ اس جگہ آکر ادا کرو (یہ جلب ہے) یا صاحبِ مال اپنی جگہ سے دوسری جگہ چلا جاتا ہے اور صدقات وصول کرنے والے کو تکلیف دیتا ہے کہ اس جگہ آکر صدقہ وصول کرو (یہ جنب ہے) جیسے کہ کتاب الصدقات میں گزر گیا۔

[۲] شِغار شین مکسور، اس کے بعد غین، یہ ہے کہ ایک شخص کسی کی لڑکی سے نکاح کرے اور اس کے بدلے میں اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دے اور مہر نہ ہو (یعنی نکاح کے بدلے نکاح، اور ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو) اکثر علماء کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے، امام اعظم ابوحنیفہ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہے (اور شرط باطل) اور مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

[۳] اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔ نَہْبٌ کا معنی لوٹنا ہے اور نُہْبَۃٌ نون مضموم اور ہار ساکن، اس کا اسم ہے

بمعنی لوٹ۔

۲۸۲۰/۱۰ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَاْخُذْ اَحَدُكُمْ عَصَا اَخِيْهِ لَاعِبًا جَادًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِيْهِ فَلْيَرُدَّهَا اِلَيْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ جَادًّا۔

حضرت سائب بن یزید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی نہ لے اس حال میں کہ وہ مزاح کر رہا ہے اور سنجیدہ ہے[2]، لہٰذا جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے تو اسے واپس کر دے[3]۔ (ترمذی) امام ابوداؤد کی روایت جاداً تک ہے۔

۱؎ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم عمر صحابی اور بنو امیہ یا بنو عبد شمس کے حلیف ہیں۔ سن دو ہجری میں پیدا ہوئے حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ہمراہ سات سال کی عمر میں حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ کے بازار کا حاکم مقرر فرمایا تھا، ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا، بعض علماء کے نزدیک سنِ وصال ۸۶ھ ہے، ایک قول کے مطابق وہ مدینہ منورہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

۲؎ یعنی لاٹھی لینے میں مزاح کر رہا ہے اور سنجیدگی کا اظہار بھی کر رہا ہے، علماء کرام نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ ابتداءً تو اس نے کھیل اور مزاح کے طور لاٹھی لی پھر قبضہ ہی کر بیٹھا اس طرح وہ مزاح بھی کر رہا ہے اور سنجیدہ بھی ہے، بعض حضرات نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کا مال چھپا لیتا ہے، اس کا مقصد چوری کرنا نہیں ہے بلکہ اسے پریشان کرنا اور ہلکان کرنا ہے، لہٰذا وہ چرانے میں تو مزاح کر رہا ہے اور پریشان کرنے میں سنجیدہ ہے۔

۳؎ لاٹھی کا ذکر بطور مبالغہ ہے یعنی اس معمولی اور حقیر شے سے بھی ممانعت ہے تو اس سے بڑی سے بطریق اولیٰ ممانعت ہوگی، ہمارے عرف میں عصا اس لکڑی کو کہتے ہیں جسے بوڑھے اور کمزور حضرات ہاتھ میں پکڑتے ہیں، اس کا حکم اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے، عرب اس لکڑی کو عصا کہتے ہیں جسے ہاتھ میں پکڑ کر خنزیر، گھوڑے اور اونٹ کی پٹائی کرتے ہیں اور معروف لکڑی کو بھی کہتے ہیں، عام مفہوم کے نیچے وہ بھی داخل ہے[1]۔

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ کسی کی معمولی چیز بھی دانستہ یا نادانستہ نہ لو اگر نادانی میں لے چکے ہو تو معلوم ہونے پر فوراً واپس کر دو، چیز چھپانے چرانے کا مذاق بھی جائز نہیں۔

۲۸۲۱ / ۱۱ وَعَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَّجَدَ عَيْنَ مَالِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ وَ يَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَائِيُّ)

حضرت سمرہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کے پاس اپنا مال بعینہ پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے اور خریدار بیچنے والے کا پیچھا کرے[۲]۔

(امام احمد، ابوداؤد نسائی)

[۱] حضرت سمرہ بن جندب مشہور صحابی ہیں۔

[۲] یتبع میں دو صورتیں صحیح ہیں (۱) تا ساکن اور با مفتوح (یَتْبَعُ) (۲) تا مشدد اور با مکسور (یَتَّبِعُ) بَیِّع با مفتوح، یا مشدد مکسور، بائع اور مشتری دونوں کے لیے آتا ہے، جیسے لفظ بَیِّعَانِ، باب الخیار میں گزرا ہے۔
خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی کا مال غصب کر لیا، یا چوری کر لیا، یا کسی کا گم شدہ مال اسے مل گیا اور اس سے کسی نے خرید لیا، مالک جو اپنا مال خریدار کے پاس پائے تو اس سے لے اور خریدار بائع کو پکڑے اور اس سے اپنی رقم وصول کرے۔

۲۸۲۲ / ۱۲ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

ان ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ پر[۱] وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی یہاں تک کہ وہ ادا کر دے[۲]۔

(امام ترمذی۔ ابوداؤد ابن ماجہ)

[۱] یعنی ہاتھ والے پر اس چیز کی ضمانت لازم ہے جو اس نے پکڑی ہے۔

[۲] مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کا مال غصب کرے یا عاریۃً لے یا اس کے پاس امانت رکھی گئی ہو اس پر اس چیز کا واپس کرنا لازم ہے۔

۲۸۲۳ / ۱۳ وَعَنْ حَرَامِ ابْنِ سَعْدِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ اَنَّ نَاقَةً لِّلْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت حرام بن سعد بن محیصہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب کی اونٹنی نے ایک باغ میں داخل ہو کر اسے خراب کر دیا[۲] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا

اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَلٰی اَھۡلِ
الۡحَوَائِطِ حِفۡظَھَا بِالنَّھَارِ
وَ اَنَّمَا اَفۡسَدَتِ الۡمَوَاشِیۡ
بِاللَّیۡلِ ضَامِنٌ عَلٰی اَھۡلِھَا۔
(رَوَاہُ مَالِکٌ وَّ اَبُوۡ دَاؤدَ وَ
ابۡنُ مَاجَۃَ)

دن کے وقت باغوں کے مالکوں پر ان کی حفاظت لازم ہے، اور رات کے وقت چوپائے جو کچھ خراب کر دیں اس کی ضمانت اُن کے مالکوں پر ہے[3]۔

(امام مالک، ابو داؤد
ابن ماجہ)

[1] حرام بروزن حلال بن سعد بن محیصہ میم مضموم، حا مفتوح، یا مشدد مکسور، حضرت حرام ثقہ تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں ۱۱۲ھ میں وصال ہوا۔

[2] اسے پامال کیا اور توڑ پھوڑ کی۔

[3] خلاصئہ مطلب یہ ہے کہ اگر چارپایہ کسی کا باغ دن کے وقت تباہ کر دے تو اس کے مالک پر ضمانت نہیں آئے گی کیونکہ دن کے وقت باغ کی حفاظت اس کے مالک کی ذمہ داری ہے لہٰذا کوتاہی اس کی طرف سے ہوئی ہے، اور اگر چوپایہ رات کے وقت نقصان کر دے تو چارپائے کے مالک پر ضمانت ہے، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا، رات کے وقت چارپائے کی حفاظت کرنا اس کی ذمہ داری ہے[ع]، یہ اس وقت ہے کہ مالک ساتھ نہ ہو اور اگر ساتھ ہو تو دن کے وقت بھی ضامن ہوگا، یہ امام مالک اور شافعی کا مذہب ہے، امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر چارپائے کا مالک ساتھ نہ ہو تو اس پر کسی صورت میں بھی ضمانت نہیں خواہ دن ہو یا رات، اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا۔

۲۸۲۴/۱۴ وَعَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ
قَالَ الرِّجۡلُ جُبَارٌ وَّقَالَ النَّارُ جُبَارٌ۔
(رَوَاہُ اَبُوۡ دَاؤدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کُھر[1] باطل ہے اور آگ باطل ہے[2]۔

(ابو داؤد)

[1] رِجل راء مکسورہ کے ساتھ، یعنی چارپایہ راستے میں جس چیز کو پامال کر دے یا دولتی رسید کر دے وہ لغو ہے اور اس کی ضمانت لازم نہیں ہے۔

[2] یعنی وہ چیز جسے آگ جلا دے، مثلاً ایک شخص اپنی ملکیت میں آگ جلاتا ہے، اس کا ارادہ کسی پر ظلم کرنے یا

[ع] مراۃ میں ہے یہ کیا ہی نفیس فیصلہ ہے آج کل حکومتیں ایسے جانور کو پکڑ کر قید کر دیتی ہیں اور مالک جانور سے جرمانہ خود وصول کرتی ہیں جس کا باغ یا کھیت اجڑا اسے کچھ نہیں دیتیں یہ ظلم ہے ۱۲

ایذا رسانی کا نہیں ہے، اچانک ہوا اس آگ کو اڑا کر لے جاتی ہے اور کسی دوسرے کی ملکیت میں پھینک دیتی اور اس آگ سے کوئی چیز جل جاتی ہے یہ بھی باطل ہے اور آگ روشن کرنے والے پر کچھ لازم نہیں آئے گا، یہ اس وقت ہے کہ آگ جلاتے وقت ہوا ٹھہری ہوئی ہو بعد میں چل پڑے، اور اگر ہوا کے تیز چلنے کے دوران آگ جلائی (اور کسی کا نقصان ہو گیا) تو ضمانت لازم آئے گی، جُبار جیم مضموم اور باء مخفف۔

۲۸۲۵/۱۵ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ عَلٰى مَاشِيَةٍ فَاِنْ كَانَ فِيْهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَاْذِنْهُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلٰثًا فَاِنْ اَجَابَهٗ اَحَدٌ فَلْيَسْتَاْذِنْهُ وَاِنْ لَّمْ يُجِبْهُ اَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت حسن[1]، حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی چارپایوں کے پاس آئے تو اگر ان کا مالک ان میں موجود ہو تو اس سے اجازت لے اور اگر موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے، پھر اگر کوئی اسے جواب دے تو اس سے اجازت لے اور اگر کوئی اسے جواب نہ دے تو دودھ دوہے اور پی لے اور ساتھ نہ لے جائے[2]

(ابوداؤد)[3]

[1] حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] یعنی اتنا ہی دوہے کہ (پینے کے لیے) کافی ہو، اس سے زیادہ نہ لے، علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حالتِ اضطرار اور سخت بھوک میں مبتلا ہو۔

[3] بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفرِ ہجرت فرما رہے تھے، آپ ایک پہاڑ کے پاس ایک پتھر کے نیچے آرام فرما ہوئے، ایک چرواہا وہاں بکریاں چرا رہا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بکری کا دودھ دوہا اور نبی اکرم تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے نوش فرمایا اور محوِ استراحت ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بکری حضرت ابوبکر صدیق کے واقف کی تھی جو مکہ معظمہ میں رہتا تھا، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اہل مکہ کی عادت تھی کہ بکریاں چرانے والے اپنے غلاموں کو اجازت دے دیتے تھے کہ اگر راستے میں کوئی شخص بھوکا ہو اور دودھ طلب کرے تو اسے دیا کرو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے چرواہے کو کچھ دے کر دودھ خرید لیا ہو، البتہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور مالک کی رضا شرط ہے، اس کی توجیہ وہی ہے جو بیان کی گئی۔

۲۸۲۶/۱۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باغ میں داخل ہو وہ کھا سکتا ہے، ذخیرہ نہ کرے[1]

(امام ترمذی۔ ابن ماجہ)

(امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے)

[1] خُبْنَۃ: خاء مضموم، با ساکن، اس کے بعد نون، وہ چیز جو دامن میں چھپائی جائے، صراح میں ہے خبن کا معنی ہے دامن وغیرہ میں کسی چیز کا لپیٹنا اور چھپا لینا، اور تنگی کے دن کے لیے طعام کا رکھنا (مرآۃ میں ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے جاں بلب ہے اور باغ کا مالک موجود نہیں یا موجود ہے لیکن اجازت نہیں دیتا تو اتنا پھل کھا سکتا ہے کہ اس کی جان بچ جائے، پھر آمدنی ہونے پر اس کی قیمت ادا کرے، لہٰذا چکڑالویوں کا یہ اعتراض صحیح نہیں کہ حدیث میں چوری کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ اضطرار کی حالت میں تو مردار تک کھانے کی اجازت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ مَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۱۲ ملخصًا)

۲۸۲۷/۱۷ وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ اَدْرَاعَهٗ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَارِيَةً مَضْمُوْنَةً۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت امیہ ابن صفوان[عہ] رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے حنین کے دن اُن کی زرہیں عاریۃً لیں تو انہوں نے کہا اے محمد! کیا یہ غصب ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ عاریۃً، جس کی ضمانت دی جائے گی[1]

(ابوداؤد)

[عہ] صفوان بن امیہ بن خلف جمحی قرشی فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تو عمیر بن وہب اور ان کے صاحبزادے وہب بن عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے لیے امان طلب کی، آپ نے امان عطا فرمادی اور بطور علامت چادر عطا فرمائی، چنانچہ انہیں لاکر بارگاہِ رسالت میں پیش کردیا گیا وہ غزوۂ حنین اور طائف میں حاضر ہوئے مگر ایمان نہیں لائے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالیف قلب کے لیے انہیں مالِ غنیمت میں سے بہت سا حصہ عطا فرمایا۔ آپ کی سخاوت کو دیکھ کر ایمان لے آئے حضرت صفوان جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے، ان کی بیوی ان سے ایک مہینہ پہلے ایمان لاچکی تھیں، ان کا نکاح برقرار رکھا گیا ۴۲ھ میں مکہ معظمہ میں وصال ہوا ۱۲ مرقاۃ

---

[1] اس جگہ ضمانت سے مراد عاریۃً لی ہوئی چیز کی واپسی ہے، بعض علماء نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عاریتہ میں بھی ضمانت ہے، پہلا مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم نواؤں کا ہے، دوسرا مذہب امام شافعی اور امام احمد کا ہے ــــ یہ صفوان اس دن کافر تھے، اس کے بعد اسلام لائے، وہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اموال غنیمت میں سے مالِ خطیر عطا فرمایا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! اس سخاوت کی متحمل نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اسلام لے آئے اور ان کا اسلام مقبول ہوا۔

۲۸۲۸/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ وَّالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَّالزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابوامامہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مانگی ہوئی چیز ادا کی جائے گی،[2] عاریۃً دی ہوئی چیز واپس کی جائے گی،[3] قرض ادا کیا جائے[5] گا اور کفیل ضامن[6] ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔

[2] یعنی عاریۃً لینے والے پر واجب ہے کہ دینے والے کو پہنچائے، یہ بات دونوں مذہبوں (جن کا ذکر ابھی کچھ پہلے ہو چکا ہے) پر ثابت ہے، جن حضرات کے نزدیک عاریۃً لی ہوئی چیز کی بھی ضمانت ہے (جیسے کہ امام شافعی کا مذہب ہے) ان کے نزدیک اگر وہ چیز موجود ہے تو وہ واپس کی جائے اور اگر ضائع ہو گئی ہے تو اس کی قیمت دی جائے۔

[3] منحہ میم مکسور، اصل میں اس کا معنی عطیہ اور ہبہ ہے، عام طور پر اس اونٹنی گائے یا بکری کو کہتے ہیں جو کسی کو دی جائے تاکہ وہ اس کی پرورش کرے، اس کا دودھ پیئے، اور اس کی اولاد سے بھی نفع حاصل کرے، بلکہ کاشت کی زمین اور باغ کے درختوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہوتا ہے تاکہ دوسرا شخص زمین کاشت کرے، درختوں کی پرورش کرے اور ان سے نفع حاصل کرے،

، اسے منیحہ بھی کہتے ہیں، بہر صورت منحہ میں دوسرے شخص کو شے کی ذات کا مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کے منافع کا مالک بنایا جاتا ہے، لہٰذا اس شے کا واپس کرنا واجب ہے۔

[5] اور اس کا ادا کرنا واجب ہے۔

[6] یعنی کفیل جو کسی کی ذات یا مال کا ضامن بنا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس ذات یا مال کو حاضر کرے جس کا

وہ ضامن بنا ہے۔

٢٨٢٩ ١٩ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا اَرْمِيْ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِيَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ قُلْتُ اٰكُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَكُلْ مِمَّا سَقَطَ فِيْ اَسْفَلِهَا ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ فِيْ بَابِ اللُّقَطَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)

حضرت رافع بن عمرو غفاری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لڑکا تھا، انصار کے کھجور کے درختوں کو پتھر مارتا تھا مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے فرمایا: لڑکے! تو کھجور کو پتھر کیوں مارتا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں کھجوریں کھاتا ہوں۔ فرمایا: تو پتھر نہ مار[2]، ان کے نیچے جو گری ہوئی ہیں۔ وہ کھا، پھر ان کے سر پر دست اقدس پھیرا اور دعا کی اے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے

(امام ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ) حضرت عمرو ابن شعیب کی حدیث ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب اللقطہ میں بیان کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٢٨٣٠ ٢٠ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سالم اپنے والد[1] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زمین کا کچھ حصہ[2] ناحق لیا اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔

(امام بخاری)

---

[1] رافع بن عمرو غفاری غین مکسور اور فار مخفف، ان کا بصری صحابہ میں شمار ہے۔

[2] یعنی اگر کھجوریں ہی کھانا چاہتے ہو تو پتھر نہ مارو اور درختوں کے نیچے گری ہوئی کھجوریں کھالو، علماء فرماتے ہیں کہ یہ حالت اضطرار کا حکم ہے، مخفی نہ رہے کہ اضطرار کی حالت میں تو پتھر مارنا بھی درست ہے۔ اسی طرح طیبی میں ہے

[1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

[2] (اشعۃ اللمعات کے نسخہ میں شَیْئًا کی جگہ شِبْرًا ہے ایک بالشت)

۲۸۳۱/۲۱ وَعَنْ يَعْلَى ابْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ اَنْ يَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت یعلیٰ بن مرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا جس نے ناحق کوئی زمین لی تو اسے اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ محشر میں اس کی تمام مٹی سر پر اٹھائے ہوئے پھرے[2]۔

(امام احمد)

[1] یعلیٰ بن مُرّہ میم مضموم اور راء مشدد مفتوح، کوفی صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ وہ بصری ہیں، صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر، فتح حنین اور طائف کے موقع پر حاضر تھے۔

[2] پہلی فصل میں فرمایا کہ اس کی گردن میں طوق ڈالا جائے گا اور اس جگہ زمین میں دھنسا دینے اور مٹی کے سر پر اٹھانے کا ذکر ہے اور یہ عذاب کی مختلف قسمیں ہیں، بعض کو ایک سزا دی جائے گی اور بعض کو دوسری۔

۲۸۳۲/۲۲ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَّحْفِرَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَ سَبْعِ اَرَضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ان ہی سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے بالشت بھر زمین ظلماً لی، اللہ تعالیٰ اسے تکلیف دے گا کہ وہ ساتویں زمین تک کھودے[1]، پھر قیامت کے دن تک اسے زمین کا طوق پہنائے گا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے[2]۔

(امام احمد)

[1] اس بالشت بھر زمین کو۔

[2] علماء نے یَقْضِیَ صیغۂ معلوم پڑھنے کو بھی صحیح قرار دیا ہے، یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے اور اس کا حکم مکمل ہو جائے۔

بَابُ الشُّفْعَۃِ

۲۳۶- شفعہ کا بیان

شُفعہ شین کے ضمہ کے ساتھ، شَفْعٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ملانا اور جوڑنا بنانا ہے۔ اصطلاحی شفعہ کو شفعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں خریدی ہوئی زمین کو شفیع کی زمین سے ملا دیا جاتا ہے، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے نزدیک صرف شریک کو شفعہ کا حق پہنچتا ہے۔ پڑوسی کو حق نہیں پہنچتا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام احمد سے منقول صحیح روایت کے مطابق پڑوسی بھی حقِ شفعہ رکھتا ہے، پڑوسی کے شفعہ کے بارے میں احادیث درجۂ صحت کو پہنچی ہوئی ہیں جس نے ان کی صحت میں کلام کیا ہے اس نے دلیل کے بغیر کلام کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۸۳۳ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَالَمْ يُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو[1]۔ جس وقت حدیں مقرر کر دی جائیں اور راستے الگ الگ کر دیے گئے تو شفعہ نہیں ہے[2]۔

(بخاری شریف)

---

[1] اور مشترکہ ہو۔

[2] کیونکہ شرکت باقی نہیں رہی، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو شفعہ کا حق نہیں ہے۔ تینوں امام اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

۲۸۳۴ وَعَنْهُ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْ حَائِطٍ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ زمین میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو شفعہ کا فیصلہ فرمایا، وہ گھر ہو یا باغ[1]، اس کے لیے اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر

لَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهٗ فَاِنْ شَآءَ اَخَذَ وَاِنْ شَآءَ تَرَكَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر وہ شریک چاہے تو لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے، پس اگر اسے اطلاع دیے بغیر بیچ دے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم شریف)

۲۸۳۵ / ۳ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ[1] ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے قرب[1] کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔ (بخاری شریف)

۲۸۳۶ / ۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے[1]۔ (صحیحین)

۲۸۳۷ / ۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب راستے کے بارے میں

---

[1] رَبْعَۃٌ راء مفتوح، باء ساکن اور تاء وحدت کے لیے ہے، رَبْعٌ کا معنی ہے سرائے منزل (گھر) محلہ اور موضع، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شفعہ غیر زمین میں نہیں ہوتا، یہ مسئلہ چاروں اماموں میں متفقہ ہے۔

[1] سقب سین اور قاف دونوں مفتوح، ایک لغت میں صاد بھی پڑھا جاتا ہے (صَقَبٌ)، اس کا معنیٰ قریب ہے، یعنی پڑوسی شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، اسے شفعہ کا حق اس وقت پہنچتا ہے جب وہ قریب ترین اور متصل ہو، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو بھی حق شفعہ ہے (جیسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔)

[1] اہل علم فرماتے ہیں کہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں یہ امر ایجابی ہے، امام احمد اور محدثین کا یہی مذہب ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ امر استحبابی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اسی طرف گئے ہیں، امام مالک کے دو قول ہیں۔ اصح یہ ہے کہ یہ امر استحباب ہے۔

اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيْقِ جُعِلَ عَرْضُهٗ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ رکھی جائے گی[1] (مسلم شریف)

[1] جب گھر کے راستے میں اختلاف ہو جائے، یعنی کسی قبیلے کی زمین میں راستہ ہو اور وہ اس جگہ عمارت بنانا چاہیں تو اگر راستے کی کسی مقدار پر اتفاق ہو جائے تو فبہا ورنہ اگر اختلاف واقع ہو جائے تو راستہ سات ہاتھ رکھا جائے (شریعت میں ایک گز (ہاتھ) ڈیڑھ فٹ کا ہے ۱۲ مرآۃ) حدیث کا یہی مطلب ہے، لیکن اگر راستہ پہلے سے سات ہاتھ سے زیادہ چھوٹا ہوا ہو اور اس پر آمد و رفت جاری ہو تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ لے لے اور کہے کہ راستہ صرف سات ہاتھ ہی کافی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۸۳۸/۶ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ دَارًا اَوْ عَقَارًا قَمِنٌ اَنْ لَّا يُبَارَكَ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَهٗ فِيْ مِثْلِهٖ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت سعید بن حریث[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو مکان یا زمین فروخت کرے وہ اس لائق ہے[2] کہ اسے برکت نہ دی جائے مگر یہ کہ وہ قیمت اس کی مثل میں لگائے[3] (ابن ماجہ، دارمی)

[1] سعید بن حریث حاء مضموم، راء مفتوح اور یاء ساکن، صحابی ہیں، فتح مکہ کے موقع پر پندرہ سال کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے، بعد ازاں کوفہ میں قیام کیا، خراسان کی جنگ میں شامل ہوئے اور کوفہ میں وصال ہوا، ان کی قبر وہیں ہے، بعض علماء نے فرمایا جزیرہ میں ہے۔

[2] "قَمِنٌ" قاف مفتوح اور میم مکسور، بمعنی لائق اور مستحق، "قَمِيْنٌ" بروزن "فَعِيْلٌ" بھی آیا ہے۔

[3] یعنی زمین خریدنے، عمارت بنانے اور اس کی مرمت میں لگائے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکان اور زمین بیچ کر اس کی قیمت، قابل انتقال چیزوں میں صرف کرنا مستحسن نہیں ہے، کیونکہ زمین اور مکان کے فائدے زیادہ اور نقصان پہنچنے کا احتمال کم ہے۔

۲۸۳۹/۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ بِهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے، اس کے شفعہ کا انتظار کیا جائے۔ اگرچہ وہ غائب ہی ہو، جب کہ ان کا راستہ ایک ہو[1]۔

(امام احمد، ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ دارمی)

[1] اور وہ دونوں اس میں شریک ہوں۔

۲۸۳۹/۸ ب وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّرِيْكُ شَفِيْعٌ وَالشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَهُوَ أَصَحُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شریک شفعہ کرنے والا ہے[1] اور شفعہ ہر چیز میں ہے[2]، یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور فرمایا کہ یہ ابن ابی ملیکہ[3] سے بھی روایت کی گئی ہے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے اور یہ زیادہ صحیح[4] ہے۔

[1] یعنی جو زمین فروخت کی جا رہی ہے اس کا شریک، شفعہ کا حق رکھتا ہے۔

[2] وہ مکان ہو۔ حویلی ہو یا باغ وغیرہ غیر منقول اشیاء میں سے، علماء اس امر پر متفق ہیں کہ زمین کے ماسوا حیوانات اور کپڑوں وغیرہ اشیاء میں شفعہ نہیں ہے۔

[3] عبد اللہ بن ابی ملیکہ مشہور اور مستند ترین تابعی ہیں۔

[4] یہ مرسل حدیث، سند کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔

۲۸۴۰/۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ فِي النَّارِ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُخْتَصَرٌ

حضرت عبد اللہ بن حبیش[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بیری[2] کاٹے اللہ تعالیٰ اسے سر کے بل جہنم کی آگ میں گرائے، یہ حدیث امام ابو داؤد نے روایت کی اور فرمایا یہ اختصار ہے۔ دوسری[3] حدیث کا جس میں فرمایا: جس نے جنگل کی بیری کاٹی، جس کے نیچے

يَعْنِيْ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِيْ فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيْلِ وَالْبَهَائِمُ غَشْمًا وَّ ظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ فِي النَّارِ۔

مسافر اور چوپائے سایہ حاصل کرتے ہوں وہ محض ظلم[4] و ستم سے اسے کاٹے، اس میں اس کا کوئی حق نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے سر کے بل آگ میں گرائے[5]

۱؎ عبداللہ بن حُبیش حاء مضموم، باء مفتوح، یاء ساکن اور پھر شین، بعض نسخوں میں ابن حبشی ہے حاء مضموم، باء ساکن شین مکسور اور یاء مشدد اور کہا گیا کہ یہی صحیح ہے، حضرت عبداللہ صحابی ہیں اور ان کا شمار اہل حجاز میں ہے۔

۲؎ سِدْرَۃ سین مکسور، دال ساکن، بیری، بیر کو عربی میں نِبْقٌ کہتے ہیں، نون مکسور اور باء ساکن۔

۳؎ امام ابوداؤد وہ مکمل حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا یہ اختصار ہے۔

۴؎ غشم غین مفتوح اور شین ساکن، ظلم، اس کے بعد ظلم کا ذکر بطور تاکید ہے اسی طرح بِغَیرِ حَقٍّ بھی تاکید ہے۔

۵؎ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مکہ معظمہ اور حرم شریف کی بیری مراد ہے، بعض نے فرمایا: مدینہ طیبہ کی بیری مراد ہے، ممانعت اس لیے فرمائی کہ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے بیری کے درختوں کی موجودگی باعث فرحت ہوگی اور وہ اس کے سائے میں بھی بیٹھ سکیں گے، بعض محدثین نے فرمایا: کسی بھی جنگل اور بیابان کی بیری مراد ہے جس کے سائے میں مسافر اور جانور فروکش ہوتے ہوں، جیسے کہ حدیث شریف کے کلمات سے ظاہر ہے، بعض نے فرمایا اس سے وہ بیری مراد ہے جو کسی کی ملکیت ہو اور دوسرا شخص اسے ظلماً کاٹ دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۸۴۱ ۱۰ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ اِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فِي الْاَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِيْهَا وَلَا شُفْعَةَ فِيْ بِئْرٍ وَّلَا فَحْلِ النَّخْلِ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں، جب زمین میں حدیں واقع ہو جائیں تو اس میں شفعہ نہیں ہے، کنوئیں میں شفعہ نہیں اور نہ ہی کھجور کے نر درخت میں[1]۔ (امام مالک)

۱؎ کیونکہ شفعہ اس زمین میں ہے جو تقسیم کی جا سکتی ہو، کنواں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور نر درخت زمین نہیں ہے، درخت کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ لوگ کھجور کے درختوں کے وارث ہوتے تھے اور انہیں آپس میں تقسیم کر لیتے تھے، ان میں نر درخت بھی ہوتا تھا جس سے مادہ درخت کا ملاپ کراتے تھے، اب اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے حصے میں سے وہ نر

درخت اس کے حقوق سمیت فروخت کر دینا تو اس میں شریک کار افراد کو شفعہ کا حق نہ پہنچتا کیونکہ وہ زمین نہیں ہے، کنوئیں کے بارے میں یہ امام شافعی کا مذہب ہے، ان کے نزدیک شفعہ کے واجب ہونے کا سبب یہ ہے کہ تقسیم کرنے کی مشقت کو دفع کر دیا جائے اور جو چیزیں (کنواں وغیرہ) تقسیم کا احتمال ہی نہیں رکھتیں ان میں یہ سبب نہیں پایا جاتا (لہٰذا ان میں شفعہ نہیں ہے) ہمارے نزدیک شفعہ ثابت ہے۔ اگرچہ تقسیم کا احتمال نہیں رکھتا جیسے کہ حمام، چکی وغیرہ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اَلشُّفْعَةُ فِی كُلِّ شَیْءٍ شفعہ ہر چیز میں ہے اور یہ سب کو شامل ہے (خواہ وہ تقسیم کے قابل ہوں یا نہ) نیز اس لیے کہ ہمارے نزدیک شفعہ کا سبب ملک کا متصل ہونا اور برے پڑوسی کی ضرر کو دفع کرنا ہے۔ اور یہ دونوں قسموں کو شامل ہے، اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ

۲۲۷۔ مساقات اور مزارعت کا بیان

مساقات کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے درخت دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے کہ تم انہیں پانی دینا ان کی پرورش کرنا اور تمہیں پیداوار کا ایک معین حصہ مثلاً نصف، تہائی یا چوتھائی دیا جائے گا، مزارعت زمین کے بارے میں ایسے ہی عقد کو کہتے ہیں (یعنی زمین ٹھیکے پر دینا)

خلاصہ یہ کہ مساقات درختوں میں ہوتی ہے اور مزارعت زمین میں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں عقد فاسد ہیں، صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے، علماء فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ہمیں معلوم نہیں کہ اہل علم میں سے کسی نے اس سے منع کیا ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ امام زفر بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ یہ نامعلوم اور معدوم چیز کے عوض اس شخص کو اجرت پر لینا ہے لہٰذا یہ درست نہیں، نیز حدیث میں مخابرت سے ممانعت واقع ہے، فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٢٨٤٢ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے کھجوروں کے باغ اور وہاں کی زمین، خیبر کے

نَخْلَ خَيْبَرَ وَ اَرْضَهَا عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَ يَزْرَعُوْهَا وَ لَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔

یہودیوں کو اس شرط پر دی کہ تم ان میں اپنے مالوں سے کام کرو گے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے لیے اس کے آدھے پھل ہوں گے،

(مسلم شریف)

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر[۱] اس شرط پر یہودیوں کو دیا کہ وہ اس میں کام کریں اور کاشتکاری کریں اور ان کے لیے پیداوار کا نصف ہوگا۔[۲]

⁂

[۱] وہاں کی زمینیں اور باغات ان کے سپرد کیے۔

[۲] دونوں روایتوں کا حاصل مطلب ایک ہی ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ نصف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ نصف یہودیوں کا ہوگا، پہلی روایت میں صرف پھل کا ذکر ہے جو درختوں کے ساتھ خاص ہے دوسری روایت میں پیداوار کا ذکر ہے جو غلے اور پھل دونوں کو شامل ہے، یہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے اس بات پر کہ مساقات اور مزارعت جائز ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں یہ واقعہ اس قسم سے متعلق نہیں ہے کیونکہ زمین اور باغات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نہیں تھے جو یہودیوں کو مساقات اور مزارعت کے طور پر دیے گئے تھے، بلکہ ان کے باغات اور زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور ان پر خراج مقرر کر دیا، خراج دو قسم کا ہوتا ہے (۱) خراج مُوظف (۲) خراج مقاسمت۔ اہلِ خیبر پر خراج مقاسمت مقرر کیا گیا تھا، خراج مُوظف یہ ہے کہ امام ہر سال کچھ رقم ان پر مقرر کر دے۔ جیسے کہ اہلِ نجران پر ہر سال ایک ہزار دو سو حلے مقرر فرمائے (اردو میں اسے لگان کہتے ہیں) اور خراج مقاسمت یہ کہ زمین کی پیداوار کا ایک حصہ ان پر مقرر کر دے جیسے کہ اہل خیبر پر مقرر کیا (اسے اردو میں بٹائی کہتے ہیں)

۲۸۴۳/۲ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا حَتّٰى زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا فَتَرَكْنَاهَا مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی[۱] سے روایت ہے کہ ہم زمین ٹھیکے پر دیا کرتے تھے اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ حضرت رافع بن خدیج[۲] نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، اس لیے ہم نے یہ کام چھوڑ دیا۔[۳]

(مسلم شریف)

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[2] صحابی ہیں۔

[3] مخابرت، مزارعت ہی ہے جیسے کہ بیان ہوا، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے۔

۲۸۴۴/۳ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبِعَآءِ اَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ فَقَالَ لَيْسَ بِهَا بَاْسٌ وَّكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُوا الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت حنظلہ بن قیس[1]، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ مجھے میرے دو چچاؤں نے خبر دی کہ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین کرائے پر دیا کرتے تھے اُس چیز کے عوض جو نالیوں[2] پر اُگے یا جسے[3] زمین کا مالک جدا کرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمادیا[4]، میں[5] نے حضرت رافع سے کہا کہ دراہم و دنانیر کے بدلے مزارعت کیسی ہے؟ فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جس[6] سے منع کیا گیا ہے اگر حلال و حرام کا فہم رکھنے والے اس میں غور کریں تو اسے جائز قرار نہیں دیں گے کیونکہ اس میں جُوا سا[7] ہے۔

(صحیحین)

---

[1] اہلِ مدینہ کے ثقہ تابعی ہیں۔

[2] چھوٹی نہریں جن سے کھیتی کو سیراب کرتے ہیں، اربعاء بار مکسور، جمع ربیعٌ نالی، چھوٹی نہر۔

[3] یعنی زمین کے معین ٹکڑے کو مستثنیٰ کرلے، مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس شرط پر زمین کرایہ پر دیتے تھے کہ مزارع اپنے پاس سے بیج ڈال کر کاشت کرے اور نالیوں کے کناروں پر اگنے والی فصل، زمین کے کرایہ کے طور پر مالک کو دے اور جو باقی بچے وہ مزارع کا ہو، یا اس طرح شرط لگاتے کہ زمین کے فلاں حصے میں جو کچھ پیدا ہوگا وہ مالک کا،

باقی مزارع کا ہوگا۔

۴؎ کیونکہ اس میں خطرہ اور دھوکا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس جگہ کوئی چیز پیدا ہی نہ ہو، مزارعت کو جائز قرار دینے والے ائمہ کے نزدیک مزارعت کی یہی وہ صورت ہے جس کے بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہے، یاد رہے کہ مزارعت کے بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں، فریقین کے لیے تاویل کا دروازہ کھلا ہے، جمہور ائمہ جواز کے قائل ہیں، دفع حاجت کے لیے ہمارے مذہب (حنفی) میں بھی جواز پر فتویٰ ہے۔

۵؎ حضرت حنظلہ فرماتے ہیں۔

۶؎ جیسے کہ اس کی صورت بیان کی جاچکی ہے (کہ مالک اپنے لیے کسی خاص جگہ کی پیداوار منتخب کرلیتا تھا)

۷؎ ممکن ہے اس جگہ پیداوار ہو یا نہ ہو جیسے کہ ہم نے بیان کیا۔

۲۸۴۵/۴ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ
قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ
حَقْلًا وَّكَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ
اَرْضَهٗ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ
لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ
ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ فَنَهَاهُمُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل مدینہ میں زیادہ کھیتی باڑی[۱] رکھتے تھے، ہم میں سے ایک شخص اپنی زمین کرائے پر دیتا تو کہتا یہ ٹکڑا[۲] میرے لیے اور یہ تیرے لیے ہے، کئی دفعہ اس[۳] زمین میں پیداوار ہوتی اور اس میں نہ ہوتی، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا[۴]۔
(صحیحین)

۱؎ صراح میں ہے کہ حقل حاء بے نقطہ اور قاف کے ساتھ، وہ کھیتی جس کے پتے نمودار ہوچکے ہوں اور ابھی موٹے نہ ہوئے ہوں، محاقلہ کا معنی ہے کھیتی کا پکنے سے پہلے بیچ دینا، اور دانے کا بالی (سٹے) میں فروخت کرنا، اور تہائی یا چوتھائی پر مزارعت کو بھی کہتے ہیں۔

۲؎ جہاں پیداوار ہوتی ہو وہ میرے لیے ہے، باقی تیرے لیے ہے۔

۳؎ وہ خطہ جو مالک نے اپنے لیے مقرر کیا تھا یا مزارع کے لیے مقرر کیا تھا (مطلب یہ کہ ایک ٹکڑے میں پیداوار ہوتی، دوسرے میں نہ ہوتی، اس طرح ایک فریق خالص فائدے میں اور دوسرا محض نقصان میں رہتا) ذِہٖ ذال مکسور اور ہاء ساکن، اسم اشارہ برائے مؤنث ہے جیسے تلک۔

۴؎ کہ اس میں خطرہ پایا جاتا ہے۔

۲۸۴۶/۵ وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ

حضرت عمرو[۱] فرماتے ہیں میں نے حضرت طاؤس[۲] سے کہا

لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَاِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهُ قَالَ اَىْ عَمْرُو اِنِّىْ اُعْطِيْهِمْ وَاُعِيْنُهُمْ وَاِنَّ اَعْلَمَهُمْ اَخْبَرَنِىْ يَعْنِىْ ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ اَنْ يَّمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُوْمًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کتنا اچھا ہوتا کہ آپ زمین اجرت پر دینا چھوڑ دیتے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، انہوں نے کہا اے عمرو! میں انہیں زمین دیتا ہوں اور ان کی امداد کرتا ہوں، صحابہ میں سے بڑے عالم یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا، ہاں یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک اپنے بھائی کو زمین عاریۃً دے تو اس سے بہتر ہے کہ اس پر مقرر اجرت لے[٣]۔

(صحیحین)

[١] حضرت عمرو بن دینار مشہور علماء اور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

[٢] طاؤس بن قیس یمانی، ائمہ دین، اجلہ تابعین اور اولیاء کاملین میں سے ہیں، مستجاب الدعوۃ تھے، چالیس حج کیے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر رہے۔

[٣] یعنی مزارعت ایک معاملہ ہے جس میں کچھ دیا جاتا ہے اور کچھ لیا جاتا ہے، لیکن اگر بغیر کسی معاوضے کے زمین دے دے تو یہ بہتر اور افضل ہے ـــ یمنح منحہ سے مشتق ہے جس کا معنی عطا ہے، اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ منحہ زمین میں بھی جاری ہوتا ہے جیسے کہ بکری اور اونٹنی میں ـــ ان یمنح میں دو روایتیں ہیں (۱) اِن ہمزہ مکسور، حرفِ شرط اور یَمْنَحْ مجزوم (۲) اَن ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ اور یَمْنَحَ منصوب۔

۲۷۴۷/۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود اسے کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عاریۃً دے دے اور اگر نہ مانے[١] تو اپنی زمین روک لے۔

(صحیحین)

[١] یعنی اس کا بھائی لینے پر آمادہ نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ اگر وہ شخص نہ تو خود کاشتکاری کرتا ہے اور نہ دوسرے کو دیتا ہے تو زمین محفوظ رکھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کاشتکاری اور عاریۃً دینے سے گریز کرنے اور مزارعت پر دینے پر زجر و توبیخ ہے اور اس شخص کے لیے ڈانٹ ڈپٹ ہے جو مال سے نہ تو خود نفع حاصل کرے اور نہ ہی دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔

٢٨٤٨/٧ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی سِکَّۃً وَّ شَیْئًا مِّنْ اٰلَۃِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ ھٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الذُّلَّ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ہل[١] اور کاشتکاری کے بعض آلات دیکھے تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا یہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوگا مگر اللہ[٢] تعالیٰ اس میں ذلت داخل فرمائے گا۔

(بخاری شریف)

[١] سکتہ سین مکسور اور کاف مشدد وہ لوہا جس کے ذریعے زمین کاشت کے لیے تیار کی جاتی ہے۔

[٢] امام بخاری کی ایک روایت میں اسم جلالت (اللہ) نہیں ہے، اس صورت میں اَدْخَلَ کی ضمیر، آلہ کاشتکاری یا کاشتکاری کی طرف راجع ہوگی۔ اس حدیث میں جہاد اور غزوات میں شامل ہونے کی رغبت دلائی گئی ہے، ان لوگوں پر خراج بھی اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ کاشتکاری اور دنیاوی تعمیر میں مشغول ہوگئے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد و قتال سے روگردانی کی۔ البتہ اگر کوئی شخص رزق حلال حاصل کرنے کے لیے کاشتکاری کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٢٨٤٩/٨ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَرَعَ فِیْ اَرْضِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِھِمْ فَلَیْسَ لَہٗ مِنَ الزَّرْعِ شَیْءٌ وَّلَہٗ نَفَقَتُہٗ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جس نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو اس کے لیے کاشت کا کوئی حصہ نہیں (ہاں) اس کے لیے اس کی محنت کا خرچہ ہے۔

(امام ترمذی، ابو داؤد)

امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

٢٨٥٠/٩ عَنْ قَیْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ

حضرت قیس بن مسلم[١]، حضرت ابو جعفر[٢] سے روایت کرتے ہیں

أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ
أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُوْنَ
عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ
عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَ
عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ
بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَ
عُرْوَةُ وَآلُ أَبِيْ بَكْرٍ وَآلُ
عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَقَالَ
عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ
أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ
يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ وَعَامَلَ
عُمَرُ النَّاسَ عَلٰى إِنْ جَاءَ
عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَهُ
الشَّطْرُ وَإِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ
فَلَهُمْ كَذَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہیں جو تہائی اور چوتھائی پر کاشت نہ کرتا ہو، حضرت علی، سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروہ، حضرت ابوبکر، عمر اور علی کی اولاد اور ابن سیرین نے کاشتکاری کروائی، عبدالرحمن بن اسود[۴] کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمن بن یزید[۵] سے کھیتی میں شرکت کیا کرتا تھا، حضرت عمر نے لوگوں کے ساتھ اس شرط پر معاملہ کیا کہ اگر[۶] وہ اپنے پاس سے بیج دیں تو ان کے لیے نصف ہے اور اگر مزارعین بیج لائیں تو ان کے لیے اتنا حصہ[۷] ہے۔

(بخاری شریف)

---

[۱] قیس بن مسلم ثقہ ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ فرقہ مرجئہ میں سے تھے۔

[۲] ابوجعفر یعنی حضرت امام محمد باقر سلام اللہ علیہ وعلیٰ سائر اہل بیت النبوۃ (اللہ تعالیٰ کی سلامتی نازل ہو ان پر اور تمام اہل بیت پر۔)

[۳] یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو وقاص کا نام مالک ہے۔

[۴] مشہور تابعی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ مبارکہ پایا مگر آپ کی زیارت یا آپ سے روایت ثابت نہیں۔

[۵] وہ بھی تابعین میں سے ہیں۔

[۶] إِنْ جَاءَ میں إِنْ ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ہے۔

[۷] یعنی تہائی یا چوتھائی جو شرط کیا گیا ہو۔

[۸] یہ حدیث چند آثار پر مشتمل ہے۔ امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی، محدثین کے طریقے کے مطابق یوں کہنا چاہیے تھا۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا۔

بَابُ الْاِجَارَةِ

۲۴۸۔ کرائے پر دینے کا بیان

اجارہ کسی چیز کا کرائے پر دینا، اجرت مزدوری، اجیر مزدور، اصطلاح شریعت میں اجارہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نفع کا مالک بنا دیا جائے، قیاس کہتا ہے کہ یہ عقد جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ نفع موجود نہیں ہے، لیکن لوگوں کی حاجت کے پیش نظر اسے جائز قرار دیا گیا ہے، احادیث و آثار سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۸۵۱ عَنْ عَبْدُ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ بِالْمُوَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پہلی فصل

حضرت عبد اللہ بن مغفل[۱] فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن ضحاک[۲] نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور زمین کرایہ پر دینے کا امر فرمایا[۳] اور فرمایا اس میں حرج نہیں۔

(مسلم شریف)

[۱] عبد اللہ بن مغفل میم مضموم، غین مفتوح اور فا مشدد، مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں اسی طرح ہے، یہ بیعت رضوان میں شامل ہونے والے مشہور صحابی ہیں، مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے بعد ازاں بصرہ چلے گئے، ۶۰ھ میں وہیں وصال ہوا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں بصرہ میں ان سے زیادہ شرافت والا کوئی نہ آیا، مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں ایک نسخہ معقل میم مفتوح، عین ساکن اور قاف مکسور کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، اسی طرح مسلم شریف کے نسخوں میں ہے، اور یہ دوسرے درجہ کے تابعین کوفہ میں سے ہیں۔ ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں۔

[۲] ثابت بن ضحاک انصاری صحابی ہیں، کم عمری میں بیعت رضوان کے موقع پر حاضر ہوئے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال ہوئی، ایک عرصہ بصرہ میں قیام کیا اور ابن زبیر کے فتنے کے زمانہ میں ۷۰ھ میں وصال فرمایا

[۳] یہ امر اباحت ہے، کرایہ پر دینے کا حکم یا تو اسی مزارعت کی صورت میں ہے یا مطلق اجارہ کا حکم ہے۔

(مزارعت کی ممنوعہ صورت اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ مالک اپنے لیے کوئی جگہ خاص کرلے، اور نقدی کے عوض زمین کا کرایہ پر دینا بلا کراہت جائز ہے ۱۲ مراۃ)۔

۲۸۵۲ ۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سینگیاں لگوائیں [1] اور لگانے والے کو اس کا معاوضہ دیا اور نسوار لی [2]

(صحیحین)

[1] یعنی خون نکلوایا۔ اس سے اجارہ کا صحیح ہونا اور سنگیاں لگانے کے عمل کا جواز ثابت ہوا۔

[2] نسعُوط پہلا حرف مفتوح، وہ دوا جو ناک میں ڈالی جائے، اس سے ثابت ہوا علاج معالجہ جائز ہے۔

۲۸۵۳ ۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَرْعٰى عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر انہوں نے بکریاں چرائیں [1] صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں [2] میں چند قیراط [3] پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔

(بخاری شریف)

[1] اگرچہ ایک دو ہی ہوں۔

[2] میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

[3] قیراط دینار کا بیسواں یا چوبیسواں حصہ، بعض علماء نے فرمایا: قراریط، مکہ مکرمہ میں ایک جگہ کا نام ہے، - نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اور اپنے اہل کی بکریاں، اجرت کے بغیر چراتے تھے، علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں حکمت، سیاست اور انتظام کا حصول، ان پر شفقت، چرانے کی مشقت پر صبر، اور خلوت کا حصول ہے، بادشاہ کی نسبت رعایا سے وہی ہوتی ہے جو چرواہے کی بکریوں سے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کی اس نعمت کو پہچانیں جو بطور احسان انہیں عطا فرمائی، انہیں منتخب فرمایا اور اس کے بعد انہیں بلند مراتب پر فائز فرمایا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا، علامہ خطابی نے فرمایا اللہ تعالٰی نے دنیاداروں، بادشاہوں اور امیروں کو نبوت عطا نہیں کی بلکہ بکریاں چرانے والے اور متواضع حضرات کو عطا فرمائی، حضرت ایوب علیہ السلام سلائی کا

اور حضرت زکریا علیہ السلام لکڑی کا کام کرتے تھے، اسی طرح علامہ کرمانی نے نقل کیا۔

٢٨٥٤/٤ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں سے جنگ کروں گا۔ (۱) وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ کرے [1] پھر وعدہ خلافی کرے (۲) جو آزاد کو بیچ کر اس کے پیسے کھائے [2] (۳) جو مزدور اجرت پر لے اور اس سے پورا کام [3] لے کر اسے اجرت نہ دے۔

(بخاری شریف)

[1] اور میری قسم کھائے۔

[2] پیسے کھالینا زجر و توبیخ کی زیادتی کے لیے تاکید ہے، قید نہیں حتیٰ کہ اس کا فروخت کرنا، قیمت کھائے بغیر حرام نہ ہو (خلاصہ یہ کہ آزاد کا بیچنا حرام ہے خواہ اس کی قیمت کھائے یا نہ کھائے، قیمت کھانے کی قید اتفاقی ہے)

[3] یعنی جس کام پر اسے مزدور بنایا تھا وہ تو پورا کروالیا لیکن اسے مزدوری نہ دی۔

٢٨٥٥/٥ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَآءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ اَوْ سَلِيْمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَآءِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ رَّاقٍ اِنَّ فِي الْمَآءِ رَجُلًا لَدِيْغًا اَوْ سَلِيْمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَآءٍ فَبَرِاَ فَجَآءَ بِالشَّآءِ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا اَخَذْتَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام ایک گھاٹ پر گزرے اس قوم میں ایک ایسا شخص تھا جسے کسی چیز نے ڈس لیا تھا۔ [1] گھاٹ والوں میں سے ایک شخص نے آکر کہا کیا آپ میں کوئی دم کرنے والا ہے [2] گھاٹ پر ایک شخص ڈسا ہوا ہے، ایک صحابی نے جاکر چند بکریوں کی شرط پر سورۃ فاتحہ پڑھی [3] تو وہ شخص تندرست ہو گیا، چنانچہ [4] وہ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو انہوں نے بکریاں لینے کے عمل کو ناپسند کیا [5] اور کہا آپ نے اللہ کی کتاب پر معاوضہ

عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَبْتُمْ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا۔

لیا ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچے اور عرض کیا[۵] یارسول اللہ! اس نے کتاب اللہ کے پڑھنے پر معاوضہ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جن چیزوں پر تم معاوضہ لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے[۶] (امام بخاری)۔

ایک روایت میں ہے کہ تم نے صحیح کیا[۷] تقسیم کرو[۸] اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی مقرر کرو[۹]

---

[۱] راوی کو اس میں شک ہے کہ روایت میں لفظ لَدِیْغ تھا یا سَلِیْم، معنی دونوں کا ایک ہے، اہل علم نے اسے سلیم کہنے کی وجہ، نیک فالی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اسے سلامت رکھے، علامہ طیبی نے نقل کیا کہ اکثر طور پر بچھو کے کاٹے ہوئے کو لدیغ اور سانپ کے ڈسے ہوئے کو سلیم کہتے ہیں اس صورت میں راوی کو معنی میں شک ہوگی (کہ وہ شخص بچھو کا ڈسا ہوا تھا یا سانپ کا) صراح میں ہے کہ لدغ کا معنی سانپ یا بچھو کا ڈسنا ہے، لدیغ سانپ کے ڈسے ہوئے کو کہتے ہیں سانپ کے ڈسے ہوئے کو نیک فالی کے طور پر سلیم کہہ دیتے ہیں۔

[۲] یعنی انہوں نے شرط لگائی کہ اگر چند بکریاں بطور معاوضہ دو تو میں پڑھتا ہوں۔

[۳] یعنی جس صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھی تھی اور اس پر بکریوں کا معاوضہ لیا تھا۔

[۴] سانپ کے ڈسے ہوئے پر سورہ فاتحہ پڑھنے کے بدلے بکریاں لینے کو ناپسند کیا، ان کا موقف یہ تھا کہ قرآن پاک پر اجرت کیوں لی جائے۔

[۵] بکریاں لینے والے صحابی کی شکایت کے طور پر۔

[۶] کہ تم اسے تعظیم و تکریم سے پڑھو اور کسی گرفتار بلا کو رہائی دلاؤ۔

[۷] کہ تم نے اجرت لے لی۔

[۸] یعنی بکریوں کو آپس میں تقسیم کرو، بکریاں لینے کی نسبت سب کی طرف اس لیے کی کہ یہ عمل ان میں واقع ہوا تھا، گویا ایک شخص کا فعل سب کا فعل تھا یا یہ اشارہ فرمایا کہ جو کچھ اس صحابی نے کیا، چاہو تو تم بھی وہی کرو۔

[۹] اس کا مقصد صحابہ کرام کا دل خوش کرنا ہے اور یہ بتانا کہ یہ مال بغیر کسی شک و شبہ کے حلال ہے۔ اگر میں بھی اس سے لوں تو درست ہے، یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ دم کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے

علماء متاخرین نے تعلیم اور کتابت کو بھی اسی پر قیاس کیا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ تعلیم قرآن پر معاوضہ لینا حرام ہے۔ لیکن متاخرین نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ (ورنہ دین کا کام کون کرے گا؟ دراصل یہ معاوضہ قرآن پاک پڑھانے اور نمازیں پڑھانے کا نہیں ہے بلکہ وقت صرف کرنے اور پابندی کا ہے۔ ہمارے اجتماعی امور اور تنظیمیں اسی لیے ناکام ہیں کہ نہ معاوضہ دیا جاتا ہے اور نہ کام ہوتا ہے ۱۲ قادری)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۲۸۵۶/۶ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْنَا عَلٰى حَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَقَالُوْا اِنَّا اُنْبِئْنَا اَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَآءٍ اَوْ رُقْيَةٍ فَاِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوْهًا فِى الْقُيُوْدِ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَجَآءُوْا بِمَعْتُوْهٍ فِى الْقُيُوْدِ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً اَجْمَعُ بُزَاقِىْ ثُمَّ اَتْفُلُ قَالَ فَكَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاَعْطُوْنِىْ جُعْلًا فَقُلْتُ لَا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلْ فَلَعَمْرِىْ لَمَنْ اَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ اَكَلْتَ

دوسری فصل

حضرت خارجہ بن صلت[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس ہوئے[۲] تو عرب کے ایک محلہ پر ہمارا گزر ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ اس مقدس ہستی کے پاس سے خیر لے کر آئے ہیں[۳] تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم درود ہے[۴]؟ ہمارے پاس ایک دیوانہ[۵] بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے، ہم نے کہا ہاں[۶]! تو وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے دیوانے کو لے آئے میں نے اس پر تین دن صبح وشام سورۂ فاتحہ پڑھی، میں لعاب دہن جمع کرکے اس پر تھوک دیتا تھا[۷]، فرماتے ہیں کہ وہ گویا بندش سے آزاد کر دیا گیا[۸]، ان لوگوں نے مجھے معاوضہ[۹] دیا تو میں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں لوں گا، آپ[۱۰] نے فرمایا: کھا میری زندگی کی قسم کہ جس نے جھوٹے دم سے کھایا اس نے بُرا کیا، تو نے تو سچے دم سے کھایا ہے[۱۱]۔

بِرُقْيَۃٍ حَقٍّ.

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤدَ)

(امام احمد، ابوداؤد)

۱؎ حضرت خارجہ تابعی ہیں، حضرت ابن مسعود اور اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا صحابی ہیں

۲؎ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کر کے وطن واپس جا رہے تھے۔

۳؎ اس محلہ والوں نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ اس ذات اقدس سے (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) خیر کثیر لے کر آئے ہیں۔

۴؎ رقیہ راء مضموم، قاف ساکن، دم، منتر، جمع رُقیٰ راء کے ضمہ کے ساتھ۔

۵؎ صراح میں ہے کہ معتوہ، بے عقل اور اس شخص کو کہتے ہیں جس کا دل قابو میں نہ ہو، کتب فقہ میں ہے کہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کبھی پاگل ہو اور کبھی ہوشیار۔

۶؎ ہمارے پاس دم موجود ہے۔

۷؎ انتفل فاء کے ضمہ کے ساتھ، اَجْمَعُ بُزَاقِیْ جملہ حالیہ ہے۔

۸؎ یعنی وہ دیوانہ تندرست ہو گیا اور دیوانگی سے رہائی پا گیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسی میں جکڑا ہوا تھا اب اسے رہائی مل گئی، انشاط اونٹ کو ڈھیل دے دینا، عقال اونٹ کا پاؤں باندھنے والی رسی۔

۹؎ جُعْلٌ جیم مضموم، عین ساکن، مزدوری۔

۱۰؎ میں نے پوچھا آپ نے فرمایا۔

۱۱؎ تم غمگین اور پریشان نہ ہو، لفظ رقیہ دونوں جگہ مضاف ہے۔

۲۸۵۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُہٗ.

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۱؎۔

(ابن ماجہ)

۱؎ مطلب یہ ہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری جلد ادا کرو اور دیر نہ کرو۔

۲۸۵۸ وَعَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے

جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَفِی الْمَصَابِیْحِ مُرْسَلٌ)

پر بیٹھ کر آئے[1]

(امام احمد، ابوداؤد[2]) مصابیح میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے[3]۔

---

[1] گویا یہ اس کے سوال کی اجرت ہے، اسی مناسبت سے اس حدیث کو باب الاجارۃ میں لائے ہیں۔

[2] اس حدیث کی سند میں بعض ائمہ ناقدین نے کلام کیا ہے، امام احمد نے فرمایا اس کی کچھ اصل نہیں ہے، یہ بھی فرمایا کہ دو حدیثیں بازار میں گردش کر رہی ہیں اور ان کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ایک تو یہی حدیث اور دوسری نَحْرُکُمْ یَوْمَ صَوْمِکُمْ، امام ابوداؤد نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے، ان کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال ہے۔

[3] اور تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث مسند ہے، مصابیح کے بعض نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۲۸۵۹ عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ النُّدَّرِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ طٰسٓمّٓ حَتّٰی بَلَغَ قِصَّۃَ مُوْسٰی قَالَ اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اٰجَرَ نَفْسَہٗ ثَمَانَ سِنِیْنَ اَوْ عَشْرًا عَلٰی عِفَّۃِ فَرْجِہٖ وَطَعَامِ بَطْنِہٖ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ)

تیسری فصل

حضرت عتبہ بن ندر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے سورہ طٰسٓمّٓ[2] پڑھی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ تک پہنچے[3]، فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو آٹھ یا دس[4] سال کے لیے مزدور بنایا پاکدامنی کی حفاظت[5] اور پیٹ بھر کھانے کی شرط پر[6]۔

(امام احمد، ابن ماجہ)

---

[1] عتبہ عین مضموم، تا ساکن بن الندر نون مضموم، دال مشدد مفتوح، بعض نسخوں میں عقبہ قاف کے ساتھ ابن المنذر میم مضموم، نون ساکن اور ذال مکسور، بعض حضرات نے عتبہ بن عبد سلمی کہا ہے، حضرت مولف (صاحب مشکوۃ) بھی کتاب الجہاد اسی طرح لائے ہیں اس جگہ عتبہ بن الندر کہہ دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] سورہ قصص جس کی ابتداء میں طٰسٓمّٓ ہے۔

[3] جس میں ان کے مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچنے، ان کی صاحبزادی کے نکاح کا پیغام دینے اور اپنے آپ کو دس سال تک مزدوری کے لیے پیش کرنے کا ذکر ہے۔

[4] انہیں اختیار تھا کہ آٹھ سال خدمت کریں یا دس سال۔

[۵] اس سے مراد نکاح ہے، عفت کا معنی پارسائی اور حرام سے باز رہنا ہے۔

[۶] مہر بھی یہی تھا گویا ان کی شریعت میں جائز تھا کہ خدمت کو مہر بنا دیا جائے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مہر کچھ اور ہو اور یہ خدمت اس کے علاوہ رضاکارانہ زائد ہو[۱]۔

۲۸۶۰/۱۰ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ
اَهْدٰى اِلَيَّ قَوْسًا مِّمَّنْ كُنْتُ
اُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْاٰنَ
وَلَيْسَتْ بِمَالٍ فَاَرْمِيْ عَلَيْهَا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كُنْتَ
تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِّنْ
نَارٍ فَاقْبَلْهَا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبادہ بن صامت[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جنہیں کتاب اللہ یعنی قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتا تھا ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان بطور ہدیہ پیش کی ہے اور یہ کوئی مال نہیں ہے[۲] میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلاؤں گا[۳]، فرمایا: اگر تو پسند کرتا ہے کہ تجھے دوزخ کی آگ کا طوق پہنایا جائے تو اسے قبول کرلے[۴]۔

(امام ابوداؤد، ابن ماجہ)

[۱] عبادہ بن صامت عین مضموم اور بار مخفف، اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

[۲] یعنی عرف میں اسے اموال میں سے شمار نہیں کیا جاتا حتیٰ کہ اسے اجرت میں شمار کیا جائے، گویا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا ممنوع ہے۔ اس لیے انہوں نے سوال کیا کہ کیا یہ کمان لوں یا نہ!

[۳] یہ کمان کے لینے کا عذر پیش کیا یا نہ لینے کی تاکید کے طور پر کہا کہ جب تعلیم قرآن کا معاوضہ لینا جائز نہیں تو اس کمان سے جہاد کرنا کیسے جائز ہو گا۔

---

[۱] حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے محنت مزدوری کرنا اچھا ہے سوال بُرا ہے۔ بڑے سے بڑے شخص کو محنت سے عار نہ کرنی چاہیے، خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب کی بکریاں چرانا بی بی صفورا کا مہر نہ تھا بلکہ نکاح کی شرط تھی اس لیے آپ نے فرمایا تھا عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ تم میری مزدوری آٹھ سال کرو اور اگر مہر ہوتا تو علیٰ کی بجائے بار آتی اور آپ اپنی بجائے بی بی صفورا کا ذکر فرماتے، قرآن کریم فرماتا ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ بیویاں اپنے مالوں سے تلاش کرو لہٰذا مذہب حنفی بالکل حق ہے کہ مہر میں مال دینا پڑے گا، خدمت زوجہ مہر نہیں بن سکتا امام شافعی کا فرمان کہ خدمت پر نکاح درست ہے اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ ۱۲ مراۃ۔

۴۵ اس کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ اجرت میں داخل ہے اور اسے نہیں لینا چاہیے، یا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ اجرت میں تو داخل نہیں ہے تاہم نہ لینا ہی بہتر ہے، اگر کہا جائے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ لائق ترین وہ چیز جس پر اجر لیا جائے وہ کتاب اللہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عُبادہ محض رضائے الٰہی کے لیے تعلیم دیا کرتے تھے، انہوں نے پسند نہیں فرمایا کہ ان کا اخلاص فوت ہو جائے اور ان کا عمل عزیمت (اصل) پر نہ رہے اور جو اس سے پہلے گزرا وہ بیان رخصت تھا۔

بَابُ اِحْیَاءِ الْمَوَاتِ وَالشِّرْبِ

۲۳۹۔ بنجر زمین کو آباد کرنے اور پانی دینے سے متعلق احادیث کا بیان

مَوات میم مفتوح کے ساتھ، وہ زمین جس کا کوئی مالک نہیں، اسی طرح قاموس میں ہے، نہایہ میں ہے کہ موات اس زمین کو کہتے ہیں جسے کاشت نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی اس کا کوئی مالک بنا ہو، اس کے احیاء کا معنی یہ ہے کہ اسے آباد کیا جائے، ہدایہ میں ہے کہ موات ان زمینوں کو کہتے ہیں جن سے نفع حاصل نہ کیا جاتا ہو یا تو اس لیے کہ وہاں پانی ہی نہ پہنچتا ہو یا وہ جگہیں پانی میں ڈوب گئی ہوں یا اس کے علاوہ کچھ رکاوٹیں ہوں جن کی بنا پر کاشت کاری نہ کی جا سکے، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اس زمین کا کوئی مالک ہی نہیں ہے، ابتدا سے وہ شخصی ملکیت میں نہیں آئی۔ (۲) تاریخ اسلام میں وہ کسی کی ملکیت تو تھی لیکن اب اس کا مالک معلوم نہیں اور وہ گاؤں سے اتنی دور ہے کہ اگر آدمی آبادی کے آخری کنارے پر کھڑا ہو کر آواز دے تو وہاں سنائی نہ دے، یہ بھی مَوات ہے۔

شِرب شین مکسور، پانی کا حصہ، لوگوں کا پانی میں حق ہے کہ انہیں روکا نہیں جا سکتا، اس جگہ دریاؤں، نہروں، ندیوں کے پانیوں اور اُن پانیوں میں تفصیل ہے جو ظروف اور برتنوں میں محفوظ کر لیے گئے ہوں۔ ان کے احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دریا کے پانی میں پینے، زمین کے سیراب کرنے اور اس سے نہریں کھود کر زمین تک لے جانے میں تمام انسانوں کا حق ہے، دریا کے پانی سے نفع حاصل کرنے میں چاند، سورج اور ہوا سے نفع حاصل کرنے کی طرح کسی کی خصوصیت نہیں ہے، اور سب لوگ اس میں شریک ہیں، جیحون، سیحون، دجلہ اور فرات وغیرہ بڑی نہروں کے پانی کا حکم وہی ہے جو دریا کے پانی کا ہے بشرطیکہ وہ کسی کو نقصان نہ دے، مثلاً ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ان کا رخ پھیر دے اور

بستیاں اور زمینیں زیر آب ڈوب جائیں، سب ہے کنوئیں اور نہریں ان میں بھی عامۃ الناس کا حق ثابت ہے، کیونکہ ان کی تعمیر پانی کے جمع کرنے اور محفوظ کرنے کے لیے نہیں ہوتی، اور کوئی بھی مباح چیز محفوظ کیے بغیر ملکیت میں نہیں آتی مثلاً ہرن کسی کی زمین میں آکر رہائش گاہ بنالے (تو وہ اس کی ملکیت میں نہیں آجائے گا)۔ انسان ہر جگہ اپنے ساتھ پانی نہیں لے جاسکتا حالانکہ اسے اپنے لیے اور اپنی سواری کے لیے پانی کی حاجت ہوگی (لہٰذا اسے کنوؤں اور نہروں سے پانی پینے اور سواری کو پلانے کا حق ملنا ضروری ہے)۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ اس پانی سے زمین سیراب کرے تو نہر والے اسے منع کر سکتے ہیں خواہ وہ انہیں نقصان دے یا نہ، کیونکہ یہ ان کا مخصوص حق ہے۔ اور اگر کسی نے برتن میں پانی محفوظ کر لیا ہے تو وہ اس کی ملکیت ہے غیر کا حق اس سے متعلق نہیں رہتا، جیسے کوئی شکار کو پکڑ لے۔ (تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتا ہے)۔

اور اگر کنواں، چشمہ یا نہر کسی کی مملوکہ زمین میں ہو تو اسے حق پہنچتا ہے کہ دوسرے کو اپنی ملکیت میں داخل ہونے سے روک دے یہ اس وقت ہے کہ اس پانی کے قریب ایسا پانی دستیاب ہو جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور اگر ایسا پانی دستیاب نہ ہو تو نہر کے مالک کو کہا جائے گا کہ یا تو خود ضرورت مند کو پانی لا کر دے یا اسے اجازت دو کہ آکر پانی لے لے بشرطیکہ کنوئیں کے چبوترے کو نقصان نہ پہنچائے، یہ اس وقت ہے کہ اس نے کنواں اپنی مملوکہ زمین میں کھودا ہو، اور اگر اس نے بنجر زمین میں کھودا ہو تو اسے پانی سے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا، زمین اگرچہ آدمی کی ملکیت ہو جاتی ہے لیکن پانی ملکیت نہیں ہوتا۔ اب اگر وہ ایسے شخص کو روکتا ہے جسے اپنی اور سواری کی ہلاکت کا خطرہ ہے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ ہتھیار کے ساتھ اس سے جنگ کرے۔ کنوئیں میں موجود پانی مباح ہے اور کسی کی ملکیت نہیں ہے، البتہ برتن میں محفوظ کیا ہوا پانی محفوظ کرنے والے کی ملکیت ہے، اگر کسی شخص کو ہلاکت کا خوف ہو تو ہتھیار کے بغیر جنگ کرے گا، شدید مجبوری کی حالت میں طعام کا بھی یہی حکم ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کنوئیں کے پانی کیلئے بھی ہتھیار کے بغیر جنگ کرے، کیونکہ منع کرنے والا گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس سے لڑائی کرنا تعزیر کے قائم مقام ہے، یہ تمام تفصیل ہدایہ میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۸۶۱/۱ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمَّرَ اَرْضًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ فَهُوَ اَحَقُّ قَالَ عُرْوَةُ قَضٰى

پہلی فصل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی زمین آباد کی جو کسی کی ملکیت نہیں ہے تو وہ ہی اس کا زیادہ حق دار ہے، حضرت عروہ

بِهٖ عُمَرُ فِيْ خِلَافَتِهٖ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

فرماتے ہیں حضرت عمر نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ فرمایا[۲]۔ (بخاری شریف)

[۱] اور اسے کاشت کیا۔

[۲] امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس میں بادشاہ کی اجازت شرط ہے، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بادشاہ کی اجازت شرط نہیں ہے۔

۲۸۶۲ ۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ ابْنَ جَثَّامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت صعب ابن جثامہ[۱] نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ چراگاہیں[۲] صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہیں۔ (بخاری شریف)

[۱] صعب صاد مفتوح اور عین ساکن ابن جثامہ جیم مفتوح اور ثا مشدد، حضرت صعب، صحابی ہیں اور ان کا شمار حجازیوں میں ہے، ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران اُن کا وصال ہوا۔

[۲] حِمیٰ حا کے کسرہ کے ساتھ، وہ زمین جس کے گرد باڑھ لگا دی جائے تاکہ صدقہ وغیرہ کے مویشی وہاں چریں، دور جاہلیت کی عادت یہ تھی کہ عرب کے اغنیاء اور رؤساء سبزے اور پانی والی زمین کے گرد اپنے چوپایوں کیلئے باڑھ لگا دیتے تھے، وہ ایسی جگہ آکر کتّے کو بھونکنے پر مجبور کرتے تھے، جہاں تک اس کی آواز جاتی تھی وہاں تک کی زمین محفوظ کر دیتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ زمین، صرف ان گھوڑوں اور اونٹوں کے چرانے کے لیے مخصوص کی جائے گی جن پر جہاد کے لیے یا فی سبیل اللہ سواری کی جائے گی، اس زمین میں صدقے کے مویشی چرائے جائیں گے؛ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت، شرافت کا اظہار کرنے کے لیے ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی امام کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی ذات کے لیے کسی زمین کو محفوظ کرے، اس میں اختلاف ہے کہ عوامی مصلحت وضرورت کے لیے زمین کا مخصوص کرنا کیسا ہے؟ بعض علماء نے فرمایا کہ درست ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا، بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر شہر کی آبادی کے لیے تنگی کا باعث ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

۲۸۶۳ ۳ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ

حضرت عروہ[۱] سے روایت ہے کہ حضرت زبیر کا

الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ فَاسْتَوْى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ایک انصاری سے حرہ کی ایک نالی[2] کے بارے میں جھگڑا ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، زبیر! تم پانی دے[3] لو پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو، انصاری نے کہا وہ آپ کے پھوپھی زاد جو ہوئے[4]۔ اس پر آپ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا[5]، پھر آپ نے فرمایا: زبیر! تم پانی دو، پھر اسے روک لو[6] یہاں تک کہ منڈیر کی طرف لوٹ جائے[7]، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو، اب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً حضرت زبیر کو اپنا پورا حق لینے کا حکم دیا، جب کہ انصاری نے آپ کو ناراض کیا[8]، حالانکہ آپ نے پہلے وہ حکم دیا تھا جس میں دونوں کے لیے گنجائش تھی۔

(بخاری ومسلم)

---

[1] حضرت عروہ ابن زبیر ابن عوام، اکابر اور ثقہ تابعین میں سے ہیں اور مدینہ طیبہ کے سات فقہا میں سے ایک ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں حضرت زبیر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاجزادے ہیں۔

[2] شرج، پانی کا وہ راستہ جو پتھریلی زمین سے نرم زمین کی طرف جائے، اس کی جمع شراج اور شروج ہے۔ حرہ حاء مفتوح اور راء مشدد، پتھریلی زمین، مدینہ منورہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان آباد ہے۔

[3] یعنی اپنی کھیتی کو سیراب کر لو پھر اپنے پڑوسی کی کھیتی کی طرف چھوڑ دو۔

[4] آپ نے زبیر کے حق میں اس لیے حکم دیا کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

[5] یعنی ناراضگی سے چہرہ انور سرخ ہو گیا۔

[6] یعنی پڑوسی کی کھیتی کی طرف نہ جانے دو۔

[7] یعنی پانی تمام زمین کو پہنچ جائے، اس کا اندازہ یہ کیا گیا ہے کہ پانی آدمی کے ٹخنے تک پہنچ جائے۔

۵۸ حفیظ، حفاظ اور حفظ حاء کے کسرہ کے ساتھ، ناراضگی۔

۵۹ پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو چشم پوشی اور پڑوس کی پاسداری کا حکم دیا تھا، انہیں حکم دیا تھا کہ اپنا کچھ حق چھوڑ دو، اگرچہ ایسا کرنا ان پر واجب نہ تھا اور جب انصاری نے جہالت کا مظاہرہ کیا، تو حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنا پورا حق وصول کر لیں۔ رہا یہ کہ انصاری نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بے ادبی کیوں کی ؟ بعض علماء نے کہا کہ وہ منافق تھا، اسے انصاری اس لیے کہا کہ وہ انصار کے قبیلے سے تھا۔ انصار کے بعض قبائل میں کچھ لوگ منافق بھی تھے۔ جیسے عبداللہ بن اُبی وغیرہ، یا طیش کی شدت کی بنا پر اُس سے لغزش واقع ہو گئی اور وہ بہک گیا، اسے قتل نہیں کیا گیا یا تو اس کی تالیف قلب کے لیے اور یا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقوں کی اذیتیں برداشت فرما لیتے تھے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸۶۴/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَآءِ لِتَمْنَعُوْا بِهٖ فَضْلَ الْكَلَاۤءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زائد پانی نہ روکو تاکہ اس سے زائد گھاس روکو[۱]

(صحیحین)

[۱] مطلب یہ ہے کہ پانی سے منع کرنا گھاس سے منع کرنا ہے، اور گھاس سے منع کرنا تو ممنوع ہے کیونکہ چوپایوں کو اس کی حاجت ہوتی ہے۔ لہذا پانی سے منع کرنا بھی ممنوع ہوگا، گھاس خشک ہو یا تر اس سے روکنا ممنوع ہے، البتہ اگر اسے محفوظ کیا ہوا ہو تو پانی کی طرح اس سے بھی روک سکتے ہیں۔

۲۸۶۵/۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى سِلْعَةٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِهَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَهُوَ کَاذِبٌ وَّرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى یَمِیْنٍ کَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا (۱) وہ شخص جس نے قسم کھائی کہ اسے مال کی زیادہ قیمت ملتی رہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے[۱] (۲) جو عصر کے بعد[۲] جھوٹی قسم کھائے۔ تاکہ اس کے ذریعے مسلمان کا مال ہتھیا لے۔ (۳) وہ شخص جو زائد

لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ
وَ رَجُلٌ مَّنَعَ فَضْلَ مَآءٍ
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ الْيَوْمَ اَمْنَعُكَ
فَضْلِيْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَآءٍ
لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ فِيْ بَابِ
الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ.

پانی روکے، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا[۳] کہ آج میں اپنا فضل روکتا ہوں جیسے تو نے زائد پانی روکا جو تیرے ہاتھوں کی کمائی نہ تھا[۴]۔ (صحیحین)

حضرت جابر کی حدیث ممنوعہ بیوع کے باب میں ذکر کی گئی ہے[۵]۔

---

[۱] یعنی ایک شخص سامان فروخت کرتا ہے، خریدار اسے قیمت کی پیشکش کرتا ہے، بائع قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ قیمت دی جا رہی تھی (لیکن میں نے مال نہیں بیچا)۔

[۲] عصر کے وقت کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ شرافت والا وقت ہے، اور اس وقت قسم کھانا بہت سخت ہے کیونکہ یہ انسانوں اور دن رات کے فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے، جیسے کہ آیت کریمہ۔ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (دونوں گواہوں کو نماز (عصر) کے بعد روکو) کی تفسیر کی گئی ہے۔

[۳] یعنی قیامت کے دن۔

[۴] مطلب یہ کہ پانی تیرے دونوں ہاتھوں اور تیری قدرت سے بنایا ہوا نہ تھا، بلکہ محض میری قدرت سے پیدا ہوا، اگرچہ کنواں اور نہر آدمی کے عمل سے پیدا ہوئی، لیکن پانی کا نکلنا، اور کنوئیں میں پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے، انسان کا کام صرف زمین کا کھودنا ہے۔

[۵] حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث جس میں زائد پانی کے بیچنے سے ممانعت ہے مصابیح میں اس جگہ مذکور ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے ممنوعہ بیوع کے باب میں ذکر کر دی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۸۶۶ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَاطَ حَائِطًا
عَلَى الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ.
(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت حسن بصری، حضرت سمرہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا، جو زمین کے گرد دیوار بنا لے تو وہ[۲] اس کی ہے۔

(ابوداؤد)

[1] حضرت سمرہ ابن جندب مشہور صحابی ہیں اور حضرت حسن بصری ان سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔

[2] جس زمین کے گرد اس نے احاطہ بنایا ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیوار کھینچ دینا، زمین کا مالک ہونے کے لیے کافی ہے، مشہور روایت کے مطابق یہ امام احمد کا مذہب ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک اس زمین کا آباد کرنا شرط ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رہائش کے لیے دیوار کھینچ لی جائے (وہ زمین کسی کی ملکیت نہ ہو اور نہ ہی رفاہِ عام سے متعلق ہو تو اس کی ملکیت ہو جائے گی)

۲۸۶۷/۷ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَیْرِ نَخِیْلًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت اسما[1] بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو کھجوریں بطور جاگیر عطا فرمائیں[2]۔

(ابوداؤد)

[1] حضرت اسما حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی اور حضرت زبیر بن عوام کی اہلیہ ہیں۔

[2] اقطاع کا مطلب یہ ہے کہ امام زمین کا کوئی حصہ کسی فوجی کے لیے مختص کر دے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ زمین مال غنیمت کے پانچویں حصے سے عطا فرمائی ہو جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے یا حضرت زبیر نے بے آباد زمین کو آباد کیا ہو۔

۲۸۶۸/۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِلزُّبَیْرِ حُضْرَ فَرَسِهٖ فَاَجْرٰی فَرَسَهٗ حَتّٰی قَامَ ثُمَّ رَمٰی بِسَوْطِهٖ فَقَالَ اَعْطُوْهُ مِنْ حَیْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کے گھوڑے کے دوڑنے کی حد تک زمین عطا فرمائی[1]، انہوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ ٹھہر گیا[2]، پھر انہوں نے اپنا چابک پھینکا تو فرمایا: ان کو دیدو، جہاں تک ان کا چابک پہنچا ہے۔

(ابوداؤد)

[1] یعنی اتنی زمین کہ گھوڑے کے دوڑنے کی انتہا تک ہو۔

[2] صراح میں ہے کہ حُضر حا مضموم، ضاد ساکن، گھوڑے کا دوڑنا۔

۲۸۶۹/۹ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت علقمہ[1] ابن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد[2] سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَہٗ اَرْضًا بِحَضْرَ مَوْتَ قَالَ فَاَرْسَلَ مَعِيَ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَعْطِهَا اِيَّاهُ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

نے انہیں حضرموت[۳] میں خطۂ زمین عطا فرمایا، وہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ حضرت معاویہ کو بھیجا کہ وہ زمین انہیں دے دو[۴] ۔

(ترمذی ، دارمی)

[۱] علقمہ عین مفتوح ، لام ساکن اور قاف مفتوح ، وہ حضرمی ، کوفی اور تابعی ہیں ۔

[۲] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرمی اور مشہور صحابی ہیں ۔

[۳] حَضْرَمَوْت ، ضاد ساکن ، را اور میم مفتوح ، حضرت وائل اسی جگہ کے تھے ۔

[۴] زمین کی پیمائش کر کے ان کے سپرد کر دو ۔

۲۸۷۰/۱۵ وَعَنْ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالِ اِلْمَارِبِيِّ اَنَّہٗ وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَہُ الْمِلْحَ الَّذِيْ بِمَأْرِبَ فَاَقْطَعَہٗ اِيَّاهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا اَقْطَعْتَ لَہُ الْمَآءَ الْعِدَّ قَالَ فَرَجَعَہٗ مِنْہُ قَالَ وَسَاَلَہٗ مَا ذَا يُحْمٰى مِنَ الْاَرَاكِ قَالَ مَا لَمْ تَنَلْہُ اَخْفَافُ الْاِبِلِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابیض[۱] بن حَمّال مأربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بطور نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ مجھے مأرب میں نمک کی کان عنایت فرما دیں ، آپ نے انہیں عطا فرما دی[۲] ، جب حضرت ابیض واپس ہوئے تو ایک شخص نے عرض کیا ، یارسول اللہ! آپ نے تو انہیں جاری رہنے والے پانی کا چشمہ[۳] عنایت فرما دیا ہے ، تب آپ نے اُن سے وہ چشمہ واپس لے لیا[۴] ، راوی کہتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کون سے پیلو محفوظ کیے جا سکتے ہیں[۵]؟ فرمایا : جنہیں اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچیں[۶] ۔

(ترمذی ، ابن ماجہ ، دارمی)

[۱] ابیض بروزنِ اَسْوَد ، سفید ابن حمال ، حا مفتوح اور میم مشدد ، کہتے ہیں کہ ان کا نام اسود (سیاہ) تھا ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام ابیض (سفید) رکھ دیا ، المأربی میم مفتوح ، ہمزہ ساکن اور را مکسور ، یمن کے ایک شہر مأرب کی طرف نسبت ہے جہاں نمک کی کانیں ہیں ، یہ صحابی ہیں ، ان سے تھوڑی حدیثیں مروی ہیں ۔

۲؎ بعض نسخوں میں ہے فَاقْطَعَهَا اس وقت یہ ضمیر زمین کی طرف راجع ہوگی۔

۳؎ آپ نے انہیں ایسا پانی دے دیا ہے جو کثیر ہے اور اس کا مادہ ختم نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ جاری رہتا ہے صراح میں ہے کہ عِدّ پہلا حرف مکسور، وہ پانی جو ختم نہ ہو جیسے چشمہ وغیرہ، کسی بھی چیز کی زیادہ مقدار، ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ کثرت کے معنی میں ہے، جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے۔

۴؎ محدثین فرماتے ہیں کہ پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال شریف یہ تھا کہ وہ قطعۂ زمین کان ہے جس سے نمک، محنت و مشقت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، جب یہ معلوم ہوا کہ وہ نمک تو پانی اور گھاس کی طرح محنت و مشقت کے بغیر، آسانی سے حاصل ہوتا ہے تو آپ نے اس سے عوام الناس کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے مناسب یہی جانا کہ اسے واپس لے لیا جائے۔

۵؎ یعنی جس طرح گھاس کو محفوظ کیا جاتا ہے اور اسے چراگاہ بنایا جاتا ہے، اسی طرح اگر پیلو کو محفوظ کیا جائے تو کون سے پیلو محفوظ کیے جائیں۔

۶؎ مطلب یہ ہے کہ جو پیلو شہر اور آبادی سے دور ہوں، کیونکہ جو قریب ہوں گے شہر والوں کو ان کی ضرورت ہوگی، بعض شارحین فرماتے ہیں۔ حمیٰ سے اس جگہ مراد آباد کرنا ہے اور بے آباد زمین کو آباد کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ آبادی سے دور ہو، اس معنی پر محمول کرنے کا باعث یہ ہے کہ کسی جگہ کو بطور چراگاہ محفوظ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، ہر شخص کا حق نہیں ہے۔

۲۸۷۱/۱۱ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَآءُ فِيْ ثَلٰثٍ فِي الْمَآءِ وَالْكَلَاءِ ۲؎ وَالنَّارِ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں۔ (۱) پانی ۱؎ (۲) گھاس ۲؎۔ (۳) آگ ۳؎

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

۱؎ جو کہ کسی کے ساتھ خاص نہ ہو، اس کی تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

۲؎ جنگل کی گھاس، اس کا حکم بھی گزر چکا ہے۔

۳؎ اگر ایک شخص کے پاس آگ ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو آگ لینے، چراغ جلانے اور اس کی روشنی میں بیٹھنے اور ایسے ہی دیگر امور سے منع کرے، ہاں اگر ان میں سے کوئی کام اس کے لیے نقصان دہ ہو تو منع کر سکتا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے چقماق پتھر مراد ہے (جس سے آگ روشن کی جاتی ہے، جیسے کہ آجکل

ماچس ہے، اس قول کے مطابق چنگاری لینے سے منع کیا جا سکتا کہ یہ ایک شخص کی ملکیت ہے اور اس طرح آگ بھی کم ہو جاتی ہے ۱۲ قادری)۔

۲۸۷۲/۱۲ وَعَنْ اَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَقَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَآءٍ لَّمْ يَسْبِقْهُ اِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت اسمر[1] بن مضرس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کی[2] تو آپ نے فرمایا: جو شخص پہلے کسی پانی تک پہنچا اس سے پہلے اس تک کوئی مسلمان نہیں پہنچا تھا تو وہ اس کی ملکیت ہے[3]۔

(ابوداؤد)

[1] اسمر بروزن احمر، ابن مضرس میم مضموم، ضاد مفتوح، اور را مشدد مکسور، آخر میں سین، صحابی ہیں، بنو طے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا شمار اہل بصرہ میں ہوتا ہے، اُن کی صاحبزادی عقیلہ عین مفتوح اور قاف مکسور، اُن سے روایت کرتی ہیں۔

[2] آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت اسلام کی۔

[3] اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، مسلم کی قید سے پتا چلتا ہے کہ اگر کافر وہاں پہلے پہنچ گیا تو وہ ملکیت سے منع نہیں کرے گا، کافر سے حربی مراد ہوگا، اسی طرح بیان کیا گیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸۷۳/۱۳ وَعَنْ طَاؤسٍ مُّرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا مِّنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ وَعَادِيُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِّنِّيْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الدُّوْرَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهِيَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ عِمَارَةِ الْاَنْصَارِ مِنَ

حضرت طاؤس[1] مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بنجر غیر آباد زمین کو آباد کیا تو وہ اس کی ہے اور پرانی زمین[2] اللہ اور اس کے رسول کی ہے، پھر وہ میری طرف سے تمہارے لیے ہے[3] (امام شافعی)۔ شرح السنہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں کچھ مکان[4] بطور جاگیر عطا فرمائے اور وہ انصار کی آبادی، ان کے گھروں اور کھجوروں کے درمیان تھے[5]، بنو عبد بن زہرہ[6] نے عرض کیا کہ

الْمَنَازِلِ وَالنَّخْلِ فَقَالَ بَنُو عَبْدِ ابْنِ زُهْرَةَ نَكِّبْ عَنَّا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِمَ ابْتَعَثَنِيَ اللهُ إِذًا إِنَّ اللهَ لَا يُقَدِّسُ أُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهِمْ حَقُّهُ.

ابن ام عبد کو ہم سے دور کر دیجیے[7]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تب پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں بھیجا ہے[8]؟ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کو گناہوں سے پاک نہیں فرماتا جن میں ضعیف کا حق نہ لیا جائے[9]۔

---

[1] حضرت طاؤس یمانی، اکابر تابعین میں سے ہیں۔

[2] یعنی وہ پرانی زمین جو کسی کی ملک نہیں ہے، عادیٌ گزشتہ قوموں میں سے قوم عاد و ثمود کی طرف نسبت ہے۔

[3] یعنی میں اس میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں، اور جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں، ظاہر یہ تھا کہ فرمایا جاتا کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے تمہارے لیے ہے، کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تصرف عطا فرمایا ہے۔

[4] وہ زمین مراد ہے جس میں وہ مکانات اور منزلیں تعمیر کر لیں، اس حدیث سے عمارات کے درمیان بنجر زمین کا بطور جاگیر دینا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ شہر سے دور ہونا شرط نہیں ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ مراد مالک بنانا نہیں بلکہ عاریۃً دینا مراد ہے۔

[5] انصار کو یہ بات گراں گزری کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا گھر ان کے گھروں کے درمیان اور ان کی منزل، انصار کی منزلوں کے درمیان ہو۔

[6] عبد بن زہرہ، زاء پر ضمہ ہے، حضرت عبد اللہ کے والد مسعود دورِ جاہلیت میں ان کے حلیف تھے، اور ان کی والدہ ام عبد ان کے خادموں اور متبعین میں سے تھیں۔

[7] ام عبد حضرت عبد اللہ بن مسعود کی والدہ ہیں، نَکِّبْ نون مفتوح، کاف مشدد مکسور، اور باء ساکن، تنکیب سے صیغہ امر ہے، نکوب کا معنی ہے ایک طرف ہونا اور تنکیب کا معنی ایک طرف کر دینا ہے، ان کی اس بات میں حضرت ابن مسعود کی توہین اور ان کو کم مرتبہ قرار دینا ہے۔

[8] مطلب یہ کہ اگر میں ضعیفوں اور مسکینوں کی امداد اور تقویت نہیں کرتا تو میری بعثت کا مقصد کیا ہوگا، اور میرے بھیجنے میں کیا حکمت ہوگی؟

۹؎ یعنی ابن مسعود تم میں ضعیف ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ ان کی پشت پناہی کروں۔

۲۸۷۴/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّيْلِ الْمَهْزُوْرِ أَنْ يُمْسَكَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلَ الْأَعْلٰى عَلَى الْأَسْفَلِ. (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہزور کے ۱؎ پانی کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اسے یہاں تک محفوظ رکھا جائے ۲؎ کہ ٹخنوں تک پہنچ جائے پھر اوپر والا، نیچے والے کی طرف چھوڑ دے ۳؎ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۱؎ مصابیح کے بعض نسخوں میں السیل المزور ہے اور بعض میں سَیْلِ ۲ الْمَهْزُوْرِ ہے اور یہ روایت زیادہ واضح ہے کیونکہ مہزور ایک وادی کا نام ہے جو بنو قریظہ کے ہاں واقع ہے، وہاں سے پانی آتا تھا اور لوگوں کے کھیتوں اور باغوں تک پہنچتا تھا۔

۲؎ ان مقامات میں جو بلند ہیں۔

۳؎ جیسے کہ پہلی فصل میں حضرت عروہ کی حدیث میں گزرا، وہ نہر جو محنت ومشقت کے بغیر جاری ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۸۷۵/۱۵ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ عَضُدٌ مِّنْ نَخْلٍ فِيْ حَائِطِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَ الرَّجُلِ أَهْلُهٗ فَكَانَ سَمُرَةُ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَتَأَذّٰى بِهٖ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَطَلَبَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْعَهٗ فَأَبٰى فَطَلَبَ أَنْ يُّنَاقِلَهٗ فَأَبٰى قَالَ فَهَبْهُ لَهٗ وَلَكَ كَذَا أَمْرًا رَغَّبَهٗ فِيْهِ فَأَبٰى فَقَالَ أَنْتَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کے باغ میں ان کے کھجور کے چند درخت ۱؎ تھے انصاری کے ساتھ ان کے گھر والے بھی تھے، حضرت سمرہ باغ میں جاتے ۲؎ تو انصاری کو تکلیف ہوتی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، آپ نے حضرت سمرہ سے مطالبہ ۳؎ کیا کہ اپنا حصہ باغ کے مالک کے پاس بیچ دیں، انہوں نے انکار کیا، آپ نے فرمایا: تبادلہ کر لیں ۴؎ انہوں نے انکار کر دیا، فرمایا: پھر مالک باغ کو ہبہ کر دو اور تمہارے لیے اتنا ثواب ہے ۵؎۔ اس کی رغبت دلائی انہوں

مُضَآرٌّ فَقَالَ لِلْاَنْصَارِيِّ اذْهَبْ فَاقْطَعْ نَخْلَهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا. فِيْ بَابِ الْغَصْبِ بِرِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ صِرْمَةَ مَنْ ضَآرَّ اَضَرَّ اللّٰهُ بِهٖ فِيْ بَابِ مَا يُنْهٰى مِنَ التَّهَاجُرِ.

نے پھر انکار کر دیا۔ تو فرمایا: تو تکلیف دینے والا ہے[6] انصاری کو فرمایا: جاؤ اور ان کے درخت کاٹ دو[7] (ابو داؤد) حضرت جابر کی حدیث کہ جو زمین آباد کرے، باب عضب میں حضرت سعید بن زید کی روایت سے ذکر کردی گئی ہے اور حضرت ابو صرمہ رض کی روایت جو نقصان دے اللہ تعالیٰ اسے نقصان دے گا۔ قطع تعلق کے ممنوع ہونے کے باب میں ذکر کی جائے گی[8]۔

[1] عَضُد عین پر زبر، ضاد پر پیش، وہ کھجور جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے۔

[2] اپنے اس درخت کو دیکھنے یا باغ کے مالک سے ملاقات کرنے۔

[3] کسی کو بھیج کر حضرت سمرہ سے مطالبہ کیا کہ اپنا درخت باغ کے مالک کے پاس فروخت کر دیں جنہیں ان کی آمد و رفت سے اذیت ہوتی ہے۔

[4] یعنی یہ درخت باغ والے کو دے دو اور اس کے بدلے میں مالک کے وہ درخت لے لو جو دوسری جگہ ہیں۔

[5] یعنی جنت میں، اور ترغیب کے لیے اجر و ثواب کا ذکر کیا۔

[6] اور جو کسی کو اذیت پہنچائے، اس کی اذیت کا دفع کرنا واجب ہے، اسلام میں کسی کو (بلاوجہ) اذیت دینا ممنوع ہے۔

[7] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود حضرت سمرہ نے تعمیل نہیں کی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم لازمی نہیں تھا، بلکہ بطور شفاعت اور طلب رحمت تھا، اسی لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجر و ثواب بیان فرما کر رغبت دلائی ورنہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سمرہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں توقف سے کام لیتے، تاہم مخفی نہ رہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مبالغہ اور تاکید و ترغیب کے باوجود، حکم کی تعمیل میں توقف سے کام لینا، اگرچہ وہ حکم استحبابی ہی تھا، دل کے سخت ہونے اور دل پر پردے پڑے ہوئے ہونے سے خالی نہیں ہے، حق یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اخلاق کی تہذیب اور ان کے نفوس کا تزکیہ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت شریفہ کی تاثیر اور آپ کے تصرف سے آہستہ آہستہ ہوتا تھا، ایسا نہیں تھا کہ تمام صحابہ کرام ابتدا ہی سے تہذیب یافتہ اور تزکیہ کے حامل تھے، اس کی نظیریں بہت ہیں، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت سمرہ میں نفسانی صفت اور شدت و غلظت، باقی اور غالب تھی، بعد ازاں رفتہ رفتہ ختم ہو گئی ہو واللہ تعالیٰ اعلم

[58] ابوصِرمہ صاد کے نیچے زیر اور را ساکن۔

[59] صاحب مصابیح نے یہ دو حدیثیں اس جگہ ذکر کی تھیں، صاحب مشکوٰۃ نے انہیں مناسب جگہ ذکر کر دیا۔

٢٨٧٦/١٦ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُهٗ قَالَ الْمَآءُ وَ الْمِلْحُ وَ النَّارُ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَآءُ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَ النَّارِ قَالَ یَا حُمَیْرَآءُ مَنْ اَعْطٰی نَارًا فَکَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِیْعِ مَا اَنْضَجَتْ تِلْکَ النَّارُ وَ مَنْ اَعْطٰی مِلْحًا فَکَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِیْعِ مَا طَیَّبَتْ تِلْکَ الْمِلْحُ وَ مَنْ سَقٰی مُسْلِمًا شَرْبَةً مِّنْ مَّآءٍ حَیْثُ یُوْجَدُ الْمَآءُ فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَةً وَّ مَنْ سَقٰی مُسْلِمًا شَرْبَةً مِّنْ مَّآءٍ حَیْثُ لَا یُوْجَدُ الْمَآءُ فَکَاَنَّمَا اَحْیَاهَا۔

(رَوَاهُ بْنُ مَاجَةَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کونسی چیز ہے؟ جس کا نہ دینا جائز نہیں ہے، فرمایا: پانی، نمک اور آگ، فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پانی کا حال تو ہم نے سمجھ لیا[1]۔ مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے[2]؟ فرمایا: اے حُمیرا[3]! جس نے آگ دی اس نے گویا وہ سب کچھ صدقہ کیا ہے جو اس آگ نے پکایا، اور جس نے نمک دیا، اس نے گویا وہ سب کچھ صدقہ کیا ہے۔ جسے اس نمک نے لذیذ بنایا ہے[4]، اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی کا ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی عام ملتا ہو اس نے گویا ایک غلام آزاد کیا اور جس نے ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی کا ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اس نے گویا اسے نئی زندگی بخشی ہے۔

(ابن ماجہ)

---

[1] کہ انسانوں اور جانوروں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ دینے سے ان کا نقصان ہوگا۔

[2] یہ انتہائی معمولی چیزیں ہیں، ان کے دینے اور نہ دینے کی کیا حیثیت ہے۔

[3] حُمیرا، احمر کی تصغیر ہے (احمر سرخ کو کہتے ہیں) حمرا، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب ہے نکہ ان کے رنگ میں گلاب کی سرخی تھی، اس لفظ کا ہندی زبان میں ایک معنی ہے جسے ارباب ذوق جانتے ہیں (غالباً گلابو طرف اشارہ ہے ۱۲ قادری)

عہ اس کے بعد پانی پلانے کا ثواب بھی بیان فرما دیا۔

بَابُ الْعَطَايَا

۲۴۷۔ عطیات کا باب

عطایا جمع ہے عطیہ کی، جس کا معنی ہے بخشش اور عطا، اس باب میں عطیات کی مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً وقف، ہبہ، عُمریٰ، عین پر پیش اور رُقبیٰ را پر پیش صاحب مصابیح گزشتہ اور کتاب النکاح تک آنے والے تمام ابواب کو کتاب البیوع میں لائے ہیں، صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان کی پیروی کی ہے، ان ابواب کو کتاب البیوع میں لانے کی وجہ ظاہر نہیں ہے، خصوصاً آئندہ ابواب کو دور دراز کے تکلف ہی سے کتاب البیوع میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں ان کے لیے مستقل کتاب کا اہتمام کیا گیا ہے (مثلاً کتاب العطایا، کتاب الفرائض وغیرہ)۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۸۷۷/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ اَصَابَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِىْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِىْ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِى الْفُقَرَآءِ وَفِى الْقُرْبٰى وَفِىْ

پہلی فصل

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر میں کچھ زمین پائی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خیبر میں کچھ زمین پائی ہے، اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، اس کے بارے میں آپ مجھے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟[لہ] فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین کو روک لو[کہ] اور اسے صدقہ کر دو، چنانچہ حضرت عمر نے وہ اس طرح صدقہ[سہ] کی کہ اس کا اصل نہ تو بیچا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ موروثی ہو گا، انہوں نے وہ زمین، فقراء، رشتہ داروں، غلاموں کے رہائی دلانے[ہمہ]، فی سبیل اللہ[ھہ] مسافروں[لہ] اور

الرِّقَابِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ الضَّیْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَلِیَھَا اَنْ یَّاْکُلَ مِنْھَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ یُطْعِمَ غَیْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ غَیْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

مہمانوں میں صدقہ کردی[۷] اس زمین کا متولی[۸] اگر معروف طریقے کے مطابق اس میں سے کھائے[۹] یا کھلائے[۱۰] تو اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مال جمع نہ کرے، ابن سیرین کی روایت میں ہے۔ غَیْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا[۱۱] (معنی وہی ہے کہ مال جمع نہ کرے)

(صحیحین)

[۱] میں اس مال کا کیا کروں؟ کیا راہ خدا میں کسی کو دے دوں؟ یا اسے اپنے پاس رکھوں اور اس کی پیداوار مسلمانوں میں تقسیم کر دوں؟۔

[۲] متعدد نسخوں میں حَبَّسْتَ کو بار مشدد کے ساتھ صحیح قرار دیا ہے، مجمع البحار میں علامہ کرمانی سے نقل کیا کہ بار مشدد ہو تو اس کا معنی وقف کرنا ہے اور مخفف ہو تو اس کا معنی روکنا ہے۔ بعض اوقات بمعنی وقف بھی استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اصل زمین کو وقف کر دو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔

[۳] جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

[۴] جیسے کہ زکوٰۃ، مکاتب غلاموں کو دی جاتی ہے تاکہ وہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔

[۵] اس سے مراد حاجی اور غازی ہیں۔

[۶] جو اپنے وطن سے دور ہیں اگرچہ اپنے گھروں میں بہت سے اموال رکھتے ہوں۔

[۷] اس زمین کی پیداوار صدقہ کر دی۔

[۸] جو اس زمین کے انتظامات کرتا ہو اور اس کی پیداوار کو اس کے مصارف تک پہنچاتا ہو۔

[۹] شرعی طریقے کے مطابق، انصاف اور میانہ روی سے کھائے۔

[۱۰] اپنے نادار متعلقین کو کھلائے، یعنی خود کھائے دوسروں کو کھلائے۔ مگر بقدر ضرورت و حاجت۔

[۱۱] انہوں نے غیر متمول کا معنی بیان کیا۔ صراح میں ہے کہ تَاَثُّل کا معنی اصل مال کا لینا ہے، یتیم کے متولی کے بارے میں وارد ہے کہ خود اس کا مال کھا سکتا ہے۔ غَیْرَ مُتَاَثِّلٍ مال جمع کرنے والا نہ ہو، جس چیز کی اصل قدیم اور مضبوط ہو اسے مُؤَثَّل کہتے ہیں۔ جیسے کہ مجدٌ مُؤَثَّل کہتے ہیں۔ (قدیم اور مضبوط بزرگی)۔

۲۸۷۸ / ۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بھر[۱] کے لیے

قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ۔	کوئی چیز دینا جائز ہے۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	(صحیحین)

[1] عُمریٰ عین پر پیش، میم ساکن اور آخر میں الف مقصورہ، بروزن حُبلیٰ، اس کا معنی یہ ہے کہ مالک، دوسرے شخص کو کہے کہ یہ مکان تیرا ہے جب تک تو زندہ ہے، اور یہ جائز ہے، جب تک وہ شخص زندہ رہے اسے نکالا نہیں جاسکتا، رہا یہ کہ اس کے بعد وہ مکان بطور وراثت اس کی اولاد کو ملے گا یا نہیں ؟ اس میں اختلاف ہے۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ اس طرح کہنے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) مالک کہے کہ یہ مکان یا یہ سرائے تیری ہے میں نے عمر بھر کے لیے تجھے دی، تیری وفات کے بعد تیرے وارثوں اور تیری اولاد کی ہے، تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ہبہ ہے اور مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی، اس مکان یا سرائے کا وہ دوسرا شخص مالک ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کے رشتہ دار وارث بنیں گے، اور اگر وارث نہ ہوں تو یہ مکان بیت المال کا ہوگا (۲) مطلقاً یہ کہے کہ یہ مکان یا سرائے تا زیست تمہاری ہے، جمہور علماء کے نزدیک اس کا حکم وہی پہلی قسم والا ہے، اس شخص کے بعد اس کے رشتہ دار وارث ہوں گے، ہمارا مذہب بھی یہی ہے، اور اصح یہ ہے کہ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، بعض علماء کے نزدیک اس شخص کی وفات کے بعد یہ مکان اس کے وارثوں کو نہیں ملے گا بلکہ اصل مالک کو واپس مل جائے گا، (۳) یہ کہے کہ یہ مکان عمر بھر کے لیے تیرا ہے اور اگر تو فوت ہو گیا تو میرا اور میرے وارثوں کا ہوگا۔ صحیح یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا حکم بھی پہلی قسم والا ہے، اور یہ شرط فاسد ہے اور ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، امام شافعی کا صحیح ترین قول بھی یہی ہے اس مذہب والوں کا اعتماد احادیث مبارکہ کے ظاہر پر ہے جن میں سے ایک حدیث یہ ہے، امام احمد کے نزدیک عمر بھر کے لیے اس طرح دینا فاسد ہے، کیونکہ اس میں فاسد شرط لگائی گئی ہے، امام مالک کے نزدیک تمام صورتوں میں اصل مکان کا مالک نہیں بنایا گیا بلکہ منافع کا مالک بنایا گیا ہے۔

۲۸۷۹/۳ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِّاَهْلِهَا۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عُمریٰ، اہل عُمریٰ کی وراثت ہے[1]
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)	(مسلم)

[1] یعنی اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد کی وراثت ہے، اس حدیث کا ظاہر یہی مذہب جمہور کی تائید کرتا ہے۔

۲۸۸۰/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ان ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کہ اسے اور اس

أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَإِنَّهَا لِلَّذِيْ أُعْطِيَهَا لَا يَرْجِعُ إِلَى الَّذِيْ أَعْطَاهَا لِأَنَّهٗ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کی اولاد کو کوئی چیز عمر بھر کے لیے دی گئی تو وہ اسی کی ہے[1] جسے دی گئی، دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی، کیونکہ اس نے ایسا عطیہ دیا ہے جس میں وراثتیں جاری ہو گئیں[2]

(صحیحین)

---

[1] یعنی اس کی ملکیت ہو جائے گی۔

[2] یعنی ہبہ صحیح ہے اور قبضہ بھی ہو چکا تو اب رجوع نہیں کر سکتا جیسے کہ تین قسموں میں سے پہلی قسم میں بیان ہوا۔

۲۸۸۱/۵ وَعَنْهُ قَالَ إِنَّمَا عُمْرَى الَّتِيْ أَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَأَمَّا إِذَا قَالَ هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ وہ عمری جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا یہ ہے کہ مالک کہے: یہ عمری ہے تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے لیکن اگر کہے کہ یہ تیرے لیے ہے جب تک تو زندہ رہے تو وہ اس کے صاحب کی طرف لوٹ جائے گی[1]۔

(صحیحین)

---

[1] یہ حدیث مذہب جمہور کے مخالف کی دلیل ہے، جمہور علما کہتے ہیں کہ یہ حضرت جابر کا اجتہاد ہے اور ان کی اپنی رائے ہے، یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (یہ حدیث امام مالک اور امام زہری کی دلیل ہے، جمہور کی دلیل حضرت جابر کی روایت کردہ وہ مرفوع حدیث ہے۔ اَلْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِأَهْلِهَا، عمری اس کے اہل کی میراث ہے (مرآۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۸۸۲/۶ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُرْقِبُوْا وَلَا تُعْمِرُوْا فَمَنْ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو کوئی چیز بطور رقبی[1] یا عمری نہ دو، جیسے کوئی چیز[2] رقبی

اُرْقِبَ شَيْئًا اَوْ اُعْمِرَ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

یا عمریٰ کے طور پر دی گئی تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۵۳

(ابو داؤد)

۵۱ لَاتُرْقِبُوْا تاء پر پیش، را، ساکن اور قاف کے نیچے زیر، رُقْبیٰ را پر پیش، اور قاف ساکن، یہ ہے کہ مالک کہے کہ یہ حویلی میں نے اس شرط پر تمہیں دی کہ اگر میں تجھ سے پہلے مرگیا تو یہ حویلی تیری ہوگی اور اگر تو مجھ سے پہلے مرگیا تو یہ میری ہوگی، اس صورت میں ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر ہوتا ہے (رقوب کا معنی انتظار ہے)۔

۵۲۔ یعنی زمین۔

۵۳ اس حدیث میں رُقبیٰ اور عُمریٰ سے منع کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ زمین اس شخص کی ہو جائے گی جسے دی گئی ہے اور تمہاری ملکیت سے نکل جائے گی، اور اس شخص کے وارثوں کے لیے ہو جائے گی لہٰذا تم اپنے اموال ضائع نہ کرو اور اپنی ملکیت سے بطور رقبیٰ دے کر خارج نہ کرو، یہ ممانعت جائز قرار دینے سے پہلے کی ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ یہ مصلحت کے خلاف ہے اور اگر زمین دے دی گئی تو یہ فعل صحیح ہوگا اور زمین اس شخص کی اور اس کے وارثوں کی ملکیت ہوگی۔ لہٰذا نسخ کا قول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۸۸۳ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَآئِزَةٌ لِّاَهْلِهَا وَالرُّقْبٰى جَآئِزَةٌ لِّاَهْلِهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عُمریٰ اس کے اہل۵۴ کے لیے اور رقبیٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے۔

(امام احمد، ترمذی، ابو داؤد)

۵۴ اہل سے مراد وہ شخص ہے جسے مکان اور حویلی بطور رقبیٰ اور عُمریٰ دی گئی ہے، ہدایہ میں ہے کہ رُقبیٰ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عُمریٰ کو جائز قرار دیا اور رقبیٰ کو رد فرمایا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۸۸۴ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكُوْا اَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے اموال اپنے پاس محفوظ رکھو اور انہیں ضائع

لَا تُفْسِدُوْهَا فَإِنَّهٗ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَ حَيًّا وَّ مَيِّتًا وَّ لِعَقِبِهٖ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نہ کرو، کیونکہ جسے کوئی چیز بطور عمریٰ دی گئی تو وہ اسی کی ہے جسے دی گئی وہ زندہ ہے یا مر جائے اور اس کے پسماندگان کی[1]

(مسلم)

[1] اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو دوسری فصل میں بیان ہوا (کہ یہ ممانعت، اجازت سے پہلے کی ہے یا اس لیے منع کیا گیا کہ یہ مصلحت کے خلاف ہے)۔

بَابُ

۲۴۱۔ سابقہ ابواب کی متمم حدیثیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۸۸۵/۱ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے سامنے ریحان پیش کیا جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کا بوجھ ہلکا[1] اور خوشبو اچھی ہے۔

(مسلم)

[1] یعنی اس کا احسان معمولی ہے۔ ریحان خوشبودار قسم کی ایک خاص گھاس، ہر خوشبودار گھاس یا اس کے پتے وغیرہ اسی طرح قاموس میں ہے، صراح میں ہے کہ ریحان نازبو کو کہتے ہیں سا سی پر ہر اس ہدیئے کو قیاس کیا گیا ہے جو معمولی ہو مگر مفید اسے واپس نہیں کرنا چاہیے تاکہ پیش کرنے والے کو اذیت نہ پہنچے[1]

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی خوشبو تحفۃً پیش کرے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتاً عطر پیش کرتے ہیں اور وہ خریدنے سے انکار کر دے تو اسے حدیث سنا کر (حاشیہ بقیہ صفحہ آئندہ)

۲۸۸۶ ۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

(بخاری)

۲۸۸۷ ۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی چیز دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ بری صفت ہمارے لائق نہیں ہے[لہ]

(بخاری شریف)

[لہ] یعنی ہمیں مسلمانوں کی جماعت کو ایسے فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے ہمارے نزدیک قبض کے بعد ہبہ اور صدقہ کا واپس لینا جائز ہے[عہ] مگر چند صورتوں میں جائز نہیں، مثلاً جس شخص کو ہبہ کیا گیا اس نے کوئی معاوضہ دے دیا یا وہ دینے والے کا ذی رحم محرم، قریبی رشتہ دار ہے، اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی پیش کی ہے، پیش نظر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہبہ واپس لینا مکروہ ہے اور مروت کے خلاف ہے، باقی تین اماموں کے نزدیک

[عہ] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں یہ حدیث رجوع کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ قے کتے پر حرام نہیں، یہ تشبیہ صرف نفرت دلانے کے لیے ہے، حضرت بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو غلام ہبہ کیا، حضور نے فرمایا: واپس لے جاؤ جیسے کہ آگے آ رہا ہے (مرآۃ) حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: حضرت عمر نے ایک گھوڑا خریدنے کا ارادہ کیا جو انہوں نے فی سبیل اللہ دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے نہ خریدو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں ملے اور تم اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو کیونکہ صدقہ دے کر واپس لینے والا ایسے ہے کہ جیسے کتا قے کر کے چاٹ لے، اس حدیث سے صدقہ کا خریدنا حرام ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ہبہ میں رجوع کی حرمت ثابت نہیں ہوگی، البتہ مکروہ ضرور ہے ۱۲ مرقاۃ۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ) خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، ایسے لوگ یا تو حدیث کا مطلب نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں مگر اپنی دوکانداری چلانے کے لیے حدیث کا سہارا لیتے ہیں ۱۲ ملخصًا۔

اس حدیث کے پیش نظر ہبہ کا واپس لینا جائز نہیں ہے، انہوں نے اس حدیث کو بیان حرمت پر محمول کیا ہے، امام شافعی کے نزدیک اور امام احمد سے مروی ایک روایت کے مطابق باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے لے تو یہ جائز ہے، کیونکہ اولاد اور اس کا مال باپ ہی کا ہے، یہ بات احادیث سے ثابت ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے واپس لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاجت کے وقت اولاد کا دوسرا مال لے کر صرف کر سکتا اسی طرح ہبہ کیا ہوا مال بھی لے کر صرف کر سکتا ہے ۔

۲۸۸۸/۴ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ ابْنِىْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِى الْبِرِّ سَوَآءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا وَّفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْطَانِىْ اَبِىْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ اَعْطَيْتُ ابْنِىْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِىْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا

حضرت نعمان[1] بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے[2] کو ایک غلام دیا ہے، فرمایا: کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح غلام دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، فرمایا: پھر اسے واپس لے لو ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: کیا تمہیں پسند ہے کہ تمام اولاد تمہاری خدمت کرنے میں برابر ہو[3]۔ عرض کیا کیوں نہیں[4]۔ فرمایا: تب تو نہیں[5]، ایک اور روایت میں ہے کہ میرے[6] والد نے مجھے ایک عطیہ[7] دیا، حضرت عمرہ بنت رواحہ[8] نے کہا میں راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ نہ بناؤ، وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ سے ہے ایک عطیہ دیا ہے اس خاتون نے مجھے کہا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کو گواہ بناؤں فرمایا کیا تم نے اپنی باقی اولاد کو بھی ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟ عرض کیا نہیں[9]، فرمایا: میں گواہ نہیں بنوں گا نیز فرمایا اللہ سے ڈرو[10] اور اپنی اولاد میں انصاف کرو، فرماتے ہیں میرے والد

بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ
فَرَدَّ عَطِيَّتَہٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّہٗ
قَالَ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ،
(مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ)

لوٹ گئے، پھر اپنا عطیہ واپس لے لیا، ایک
روایت میں ہے کہ فرمایا: میں ظلم۱۱؎ پر گواہ نہیں
بنتا
(صحیحین)

۱؎ نُعمان، نون پر پیش اور بشیر کی بار پر زبر ہے، حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، ان کی ولادت، ہجرت کے چار ماہ بعد ہوئی، ہجرت کے بعد انصار کے ہاں پیدا ہونے والے وہ پہلے بچے ہیں، ان کے والدین بھی صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲؎ حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳؎ یعنی سب تمہاری خدمت کریں، لفظ برّ عموماً والدین کی خدمت کے معنی میں آتا ہے۔

۴؎ میرے لیے یہ بات مسرت کا باعث ہے کہ سب میری خدمت کریں۔

۵؎ یعنی اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں فرق نہ کرو اور کسی کو خاص نہ کرو، خواہ وہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، بعض علماء نے کہا کہ وراثت کی طرح بیٹوں اور بیٹیوں کی نسبت دوگنا حصہ دے سکتا ہے، بہر صورت اس حدیث میں افضل اور زیادہ انصاف والی صورت کا حکم دیا گیا ہے، جمہور علماء کے نزدیک ہبہ جائز ہے۔ بعض کے نزدیک حرام ہے۔

۶؎ حضرت نعمان فرماتے ہیں۔

۷؎ خاص طور پر غلام کا ذکر نہیں ہے

۸؎ حضرت نعمان کی والدہ حضرت عمرہ، عین پر زبر، میم ساکن بنت رواحہ راء پر زبر مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی بہن ہیں۔

۹؎ سب کو ایسا عطیہ نہیں دیا۔

۱۰؎ اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔

۱۱؎ جور کا معنی ہے راہ راست سے ہٹ جانا اور کسی پر ظلم کرنا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۸۸۹/۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْجِعُ اَحَدٌ فِىْ هِبَتِهٖ اِلَّا الْوَالِدُ مِنْ وَّلَدِهٖ

(رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

کوئی شخص ہبہ دے کر واپس نہ لے، سوائے باپ کے اپنی اولاد سے[1]

(نسائی، ابن ماجہ)

[1] امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی اولاد کو ہبہ دے کر واپس لے سکتا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا مطلب وہ ہے جو اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے (وہ فرماتے ہیں کہ باپ ضرورت کے وقت اولاد کے مال میں تصرف کر سکتا ہے اسی طرح بوقت ضرورت ہبہ کیا ہوا مال بھی استعمال کر سکتا ہے)۔

۲۸۹۰/۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّعْطِىَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدُ فِيْمَا يُعْطِىْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِىْ يُعْطِى الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰى اِذَا شَبِعَ قَآءَ ثُمَّ عَادَ فِىْ قَيْئِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ التِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِىُّ)

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ عطیہ[1] دے کر واپس لے، سوائے والد کے جو وہ اپنی اولاد کو دے، اور عطیہ دے کر واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے۔ جس نے کچھ کھایا، یہاں تک کہ جب وہ سیر ہو گیا تو اس نے قے کر دی پھر وہ قے چاٹ لی[2]۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا)۔

[1] خواہ وہ ہبہ ہو، ہدیہ ہو یا صدقہ ہو۔

[2] اور اسے کھانا شروع کر دیا۔

۲۸۹۱/۷ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوان اونٹنی[1] بطور تحفہ پیش کی، آپ نے اس کے بدلے

فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

اسے چھ جوان اونٹنیاں عطا فرمائیں، تو وہ ناراض ہوگیا[۲] یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی[۳] تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد[۴] فرمایا: فلاں نے مجھے ایک اونٹنی تحفۃً دی، میں نے اسے اس کے عوض چھ اونٹنیاں دیں تو وہ ناراض ہوگیا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قریشی انصاری، ثقفی، یا دوسی[۵] سے ہی لیا کروں ۔

(امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

---

[۱] بکر باء پر فتحہ اور کاف ساکن، جوان اونٹ ۔

[۲] اس کے خیال میں چھ اونٹنیاں کم تھیں ۔

[۳] یعنی وہ شخص ناراض ہوگیا۔ اور انعام کو کم سمجھا ۔

[۴] جیسے کہ خطبہ اور کلام کی ابتدا میں آپ کی عادت کریمہ تھی ۔

[۵] دوسی دال پر زبر، واؤ ساکن، ثقفی اور دوسی دو قبیلوں کی طرف نسبت ہے، ان قبائل کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ یہ لوگ کرم، بلندیِ ہمت، اور سخاوتِ نفوس ایسی صفات سے موصوف تھے ۔

۲۸۹۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُعْطِيَ عَطَآءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰى فَقَدْ شَكَرَ وَمَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو کوئی عطیہ دیا گیا اور اس کے پاس گنجائش ہے[۱] تو اس کا بدلہ دے، اور جس کے پاس گنجائش نہ ہو تو وہ تعریف کرے[۲]، کیونکہ جس نے تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا[۳] اور جس نے چھپایا اس نے ناشکری کی، اور جس نے ایسی جگہ[۴] کے ساتھ اپنے آپ کو سجایا جو اسے نہیں دی گئی تھی تو وہ فریب کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے[۵] (ترمذی، ابو داؤد)

۱؎ یعنی اس کے پاس مال ہے تو وہ اس عطیے کا بدلہ اس مال میں سے دے۔

۲؎ یعنی جس کے پاس بدلہ دینے کے لیے مال نہ ہو تو وہ دینے والے کی تعریف کرے اور اس کے عطیے کا اظہار کرے۔

۳؎ یعنی جس نے اپنے محسن کی تعریف کی اس نے شکر ادا کر دیا کیونکہ مدح وثنا بھی شکر کے افراد میں سے ہے، محبت دل سے ہوتی ہے اور ثنا زبان سے اور خدمت ہاتھ اور پاؤں سے ہوتی ہے۔

۴؎ خواہ وہ احوال ہوں یا صفات وکمالات۔

۵؎ اس سے مراد وہ شخص ہے جو زاہدوں اور صالحین کا لباس پہنے اور حقیقت میں ان میں سے نہ ہو، بعض علمائے کہا کہ وہ شخص مراد ہے جو ایک پوشاک پہنے اور اس کے ساتھ دوسرے دو آستین ملالے تاکہ اس طرح دکھائی دے کہ اس نے دو پوشاکیں پہن رکھی ہیں، کہتے ہیں کہ عرب میں ایک شخص تھا جو دو عمدہ کپڑے پہنتا تھا تاکہ لوگوں میں عزت وشرافت کی نگاہ سے دیکھا جائے، اور وہ جھوٹی گواہی دیتا تھا

۲۸۹۳/۹ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَآءِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر احسان کیا جائے اور وہ محسن کو کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو اس نے اس کی تعریف کو انتہا تک پہنچا دیا۱؎۔ (ترمذی)

۱؎ کیونکہ اس نے اپنی کوتاہی کا اقرار کیا ہے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے، گزشتہ حدیث میں جو تعریف کا حکم فرمایا ہے اس میں بھی میانہ روی شرط ہے، شیخ اجل صاحب عدالت وکرامت عبدالوہاب متقی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صوفی کو چاہیے کہ مخلوق کے دینے اور نہ دینے میں استقامت کے دائرے سے باہر نہ نکلے اور راہ حق سے قدم باہر نہ رکھے، اگر کسی فاسق اور نااہل سے عطا دیکھے تو اس کی اتنی تعریف نہ کرے کہ اسے ولی اور صالح ہی قرار دے دے، اور اس کے فسق کو نیکی کا رنگ دے دے، بلکہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے اور اگر کوئی نیک آدمی اسے تکلیف پہنچائے تو اس کی نیکی کی نفی ہی نہ کر دے اور نہ ہی اسے گالی دے اور نہ ہی طعن وتشنیع کرے بلکہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اور ہماری مغفرت فرمائے۔ یہی اہل استقامت کی روش ہے، خلاصہ یہ کہ حق کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھے اور سنت کو ترک نہ کرے۔

۲۸۹۴/۱۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا[1]۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(امام احمد، ترمذی)

[1] اس انعام اور احسان میں جسے وہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں کے واسطے سے پہنچا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا، کیونکہ اس نے واسطے کے حق کی رعایت نہیں کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور ان کی نعمت کا اعتراف نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اس لیے کہ وہ ناشکری کا عادی ہے اور کفرانِ نعمت اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔

۲۸۹۵ ۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَّ لَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِّنْ قَلِيْلٍ مِّنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَ اَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَاِ حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف[1] لائے تو مہاجرین نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم جس قوم[2] کے مہمان بنے ہیں ہم نے اس کی نسبت، مال کثیر سے زیادہ خرچ کرنے والی[3]، اور تھوڑے مال سے زیادہ امداد کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی، وہ ہماری جگہ محنت کرتے ہیں[4] اور پیداوار[5] میں ہمیں شریک کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ ہمیں خوف ہے کہ وہ تمام اجر لے جائیں گے، فرمایا، نہیں[6]! جب تک تم اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں دعا مانگتے رہو، اور ان کی تعریف کرتے رہو[7]۔ (امام ترمذی نے اسے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا)۔

[1] ہجرت کر کے۔

[2] مراد قوم انصار ہے، وہ تھوڑا بہت جو بھی رکھتے تھے اس میں سے مہاجرین پر خرچ کیا اور ان کی امداد کی، جیسے کہ اس کے بعد آ رہا ہے۔

۳؎ بدل کا معنی ہے کسی چیز کا محفوظ رکھنا اور اسے قربان کرنا۔

۴؎ ہماری طرف سے مشقت اٹھاتے ہیں اور ہماری غم خواری کرتے ہیں۔

۵؎ ہمیں اس چیز میں شریک کرتے ہیں جس سے زندگی گزاری جا سکے اور معاشی اصلاح کی جا سکے، اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا، قاموس میں ہے مُہْنَأ وہ چیز جو تجھے مشقت کے بغیر حاصل ہو، یعنی ہمیں مشقت میں نہیں ڈالتے بلکہ مشقت خود اٹھاتے ہیں اور راحت و آسائش میں ہمیں شریک کر لیتے ہیں۔

۶؎ وہ تمام اجر و ثواب نہیں لے جائیں گے۔

۷؎ یعنی جب تک تم ان کی نعمت کا شکر اور ان کے احسان کا اقرار کرتے رہو اور چونکہ تم دعا اور ثنا کرتے ہو لہٰذا تمہارے لیے بھی ثواب ہے اور تم احسان کا بدلہ چکا رہے ہو۔

۲۸۹۶/۱۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَآئِنَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ کدورتوں ۱؎ کو دور کر دیتا ہے۔
(ترمذی)

۱؎ ضغائن ضاد اور غین کے ساتھ، ضغینہ کی جمع، جس کا معنی دشمنی ہے۔

۲۸۹۷/۱۳ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ سینے کے کھوٹ ۱؎ کو دور کرتا ہے، اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے دیے جانے والے ہدیے کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کے کھر ۲؎ کا ٹکڑا ہی ہو۔
(ترمذی)

۱؎ وَحَر پہلے دونوں حرفوں پر زبر، کھوٹ اور وسوسہ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی دشمنی، بغض اور سخت غصہ ہے۔

۲؎ فِرْسِن فا اور سین کے نیچے زیر اور درمیان میں را۔

۲۸۹۸/۱۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں واپس

ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَ اللَّبَنُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ قِيْلَ اَرَادَ بِالدُّهْنِ الطِّيْبَ)۔

نہیں کی جائیں گی، تکیے، تیل[1] اور دودھ۔

(اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے کہا گیا ہے کہ تیل سے مراد خوشبو ہے۔)

---

[1] جو سر اور باقی جسم پر ملا جاتا ہے۔

۲۸۹۹/۱۵ وَعَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِيَ اَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے۔ کیونکہ خوشبو جنت سے آئی ہے۔

(امام ترمذی نے اسے مرسلاً روایت کیا۔)

---

[1] ابو عثمان نہدی، نون پر زبر، ہا ساکن، یہ نہد کی طرف نسبت ہے جو اُن کے اجداد میں سے ہیں، اکابر تابعین میں سے ہیں، انہوں نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا، کہتے ہیں کہ انہوں نے جاہلیت میں ساٹھ سال سے زیادہ زندگی گزاری اور اسلام میں بھی اتنی ہی زندگی گزاری۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۹۰۰/۱۶ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَتِ امْرَاَةُ بَشِيْرٍ اِنْحَلِ ابْنِيْ غُلَامَكَ وَاَشْهِدْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَاَلَتْنِيْ اَنْ اَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِيْ وَقَالَتْ اَشْهِدْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بشیر[1] کی اہلیہ نے کہا کہ میرے بیٹے کو اپنا غلام دے دو اور اس پر میرے[2] لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں کی[3] بیٹی نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اپنا غلام اس کے لڑکے کو دے دوں اور اس نے کہا کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَهٗ
اِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَكُلُّهُمْ
اَعْطَيْتَهُمْ مِثْلَ مَا اَعْطَيْتَهٗ
قَالَ لَا قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا
وَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فرمایا: کیا اس لڑکے کے اور بھائی ہیں؟ عرض کیا ہاں، فرمایا: کیا تم نے ان سب کو ویسا ہی عطیہ دیا ہے؟ جو اسے دیا ہے، عرض کیا نہیں، فرمایا: پھر یہ درست[4] نہیں ہے اور میں صرف حق پر گواہ بنتا ہوں

(مسلم)

---

[1] حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد۔

[2] چونکہ بیٹے کا فائدہ ان کا فائدہ تھا اس لیے اپنی طرف نسبت کی ہے۔

[3] مراد ان کی اپنی بیوی، عمرہ بنت رواحہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی بہن سے ہے، جیسے کہ فصل اول میں بیان ہوا۔

[4] صراح میں ہے کہ صلاح کا معنی نیکی ہے اور یہ فساد کی ضد ہے۔

۲۹۰۱/۱۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ
رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِبَاكُوْرَةِ
الْفَاكِهَةِ وَضَعَهَا عَلٰى عَيْنَيْهِ
وَعَلٰى شَفَتَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ
كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ
ثُمَّ يُعْطِيْهَا مَنْ يَكُوْنُ عِنْدَهٗ
مِنَ الصِّبْيَانِ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ
الْكَبِيْرِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کی خدمت میں نیا پھل لایا جاتا تو آپ اسے آنکھوں سے لگاتے اور اسے بوسہ دیتے[1] اور عرض کرتے اے اللہ! جس طرح تو نے ہمیں اس کی ابتدا دکھائی ہے، اس کی انتہا بھی دکھا[2]، پھر جو بچہ آپ کے پاس ہوتا اسے عطا فرما دیتے[3]۔

(دعوات کبیر از امام بیہقی)

---

[1] اللہ تعالیٰ کی تازہ نعمت کی تعظیم و تکریم اور محبت کے تحت ایسا کرتے۔ کیونکہ وہ بارگاہ الٰہی سے نیا نیا آیا ہے اور اس کی جناب اقدس سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔

[2] مطلب یہ کہ وہ نعمت ایک عرصہ تک باقی رہے اور اس سے نفع حاصل کیا جائے۔

[3] کیونکہ بارگاہ الٰہی کے ساتھ قریبی تعلق ہونے میں نئے پھل اور بچوں میں مناسبت واضح ہے اور بچے نئے پھل پر

زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

بَابُ اللُّقَطَۃِ

۲۴۲- گری ہوئی چیز کے اٹھانے کا بیان

لقط اور التقاط کا معنی زمین سے کسی چیز کا اٹھانا ہے۔ اور لُقُطَہ لام کے پیش اور قاف کے سکون اور اس کی زبر کے ساتھ بھی آیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ زیادہ فصیح ہے، وہ مال جسے زمین سے اٹھائیں، خلیل سے مروی ہے کہ قاف کی زبر کے ساتھ، اٹھانے والے کا نام ہے، اور قاف کے سکون کے ساتھ، اٹھائے گئے مال کو کہتے ہیں۔ اکثر علماء لغت اس بات کے قائل ہیں کہ قاف کی زبر کے ساتھ بھی اس مال کو کہتے ہیں جو اٹھایا گیا ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۹۰۲/۱ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنِ اللُّقَطَۃِ فَقَالَ اَعْرِفْ عِفَاصَہَا وَ وِکَآءَ ھَا ثُمَّ عَرِّفْہَا سَنَۃً فَاِنْ جَآءَ صَاحِبُہَا وَ اِلَّا فَشَاْنُکَ بِہَا قَالَ فَضَآلَّۃُ الْغَنَمِ قَالَ ھِیَ لَکَ اَوْ لِاَخِیْکَ اَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَآلَّۃُ الْاِبِلِ قَالَ مَالَکَ وَلَہَا مَعَہَا سِقَآءُ ھَا وَ حِذَاؤُھَا تَرِدُ الْمَآءَ وَ تَاْکُلُ الشَّجَرَ حَتّٰی یَلْقَاھَا رَبُّہَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْمُسْلِمِ فَقَالَ عَرِّفْہَا سَنَۃً

پہلی فصل

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر لقطہ کا حکم دریافت کیا آپ نے فرمایا: تم اس کی تھیلی اور رسی کا اعلان کرو، پھر ایک سال اس کا اعلان کرو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر ورنہ پھر اس سے نفع حاصل کرو عرض کیا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے، عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ؟ فرمایا: تمہیں اس سے کیا غرض؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ ہے اور اس کے پاؤں ہیں، پانی پر جائے گا، درخت کھائے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے گا (صحیحین)، امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

ثُمَّ اَعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ۔

ایک سال اس کا اعلان کرو، پھر اس کی تھیلی اور رسی پہچان لو پھر اسے خرچ کر لو، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے ادا کر دو۔

۱؎ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابہ میں سے ہیں، کوفہ میں عبد الملک کے زمانہ میں سن اٹھتر ۷۸ھ میں ان کا وصال ہوا۔ بعض نے کہا کہ پچھتر سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے میں وصال ہوا۔

۲؎ عِفاص عین کے نیچے زیر، اس کے بعد فا، وہ برتن جس میں گم شدہ مال ہے چمڑے کا ہو یا کپڑے کا، صراح میں ہے عِفاص، عین کی زیر کے ساتھ چمڑے کا وہ ٹکڑا جو برتن کے سر پر باندھتے ہیں۔

۳؎ وِکار واؤ کے نیچے زیر، جس چیز سے مشکیزہ وغیرہ کا سر باندھا جائے، جیسے کہ قاموس میں ہے، نہایہ میں ہے کہ وکار وہ دھاگہ ہے جس سے تھیلی، پوٹلی اور مشکیزے کا سر باندھا جائے۔

۴؎ اس جگہ جہاں وہ مال ملا ہے، بازاروں میں، مسجدوں میں اور ان کے علاوہ لوگوں کے اجتماع کے مقامات میں، اعلان کا طریقہ یہ ہے کہ بلند آواز سے کہے جس کسی کی کوئی چیز گم ہوئی ہو وہ آئے اور اس کی نشانی بتائے۔ (کہ اس کی تھیلی کیسی تھی، رسی کیسی تھی اور مقدار کیا تھی؟) امام محمد، شافعی، مالک اور احمد کے نزدیک اس حدیث کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے اعلان کی مدت ایک سال ہے، امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح تر یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت معین نہیں ہے۔ ایک سال کا ذکر اتفاقی ہے، غالب کا اعتبار کرتے ہوئے، ہدایہ میں ہے کہ اگر وہ مال دس درہم سے کم ہو تو چند دن اعلان کرے، اگر دس درہم ہو تو ایک ماہ اور اگر سو یا اس سے زیادہ ہو تو ایک سال اعلان کرے، یہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی سی مدت لازم نہیں ہے، بلکہ یہ مسئلہ اٹھانے والے کی رائے کے سپرد ہے، وہ اس وقت تک اعلان کرے کہ اسے غالب گمان ہو جائے کہ اس مدت کے بعد کوئی اگر طلب نہیں کرے گا، اگر وہ کھانا ہو یا پھل وغیرہ تو اس وقت تک اعلان کرے کہ خراب نہ ہو جائیں۔

۵؎ اس کے سپرد کر دو، اگر مالک گواہ پیش کر دے تو ہمارے نزدیک مال اس کے حوالے کرنا واجب ہے، اور گواہ گزارے بغیر بھی دینا واجب ہے اگر اس کا دل مطمئن ہو جائے کہ یہ مال اسی کا ہے، اگر نشانی بیان کرنے پر دے دے تو بھی درست ہے لیکن اسے مجبور نہیں کیا جائے گا، یہ ہمارا مذہب ہے اور یہی امام شافعی اور امام مالک کا مذہب ہے جیسے کہ ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

۶؎ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اٹھانے والا اعلان کے بعد مالک ہو جائے گا خواہ مال دار ہو یا فقیر۔ یہی اکثر صحابہ کا مذہب ہے، امام شافعی اور امام احمد اس کے قائل ہیں، بعض صحابہ اس طرف گئے ہیں کہ مال دار صدقہ کر دے، وہ

مالک نہیں ہوتا، ابن عباس، سفیان ثوری، ابن المبارک اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے، ہدایہ میں ہے کہ اگر اس کا مالک نہیں آتا تو اسے صدقہ کر دے۔ کیونکہ حق کو اس کے مستحق تک حتی الامکان پہنچانا واجب ہے۔ اگر مالک مل جائے تو بعینہ اس کا حق اسے پہنچا دیا جائے اور وہ نہ ملے تو اس کا ثواب اسے پہنچا دیا جائے، ہدایہ میں یہ حکم مطلقاً بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر بھی صدقہ کرے، علماء فرماتے ہیں کہ اس کا اپنی اصل اور فرع اور اپنی بیوی پر صدقہ کرنا جائز ہے، اگر مالک آگیا اور اس نے صدقے کی اجازت دے دی تو اجر و ثواب اسے ملے گا۔ ورنہ یہ شخص ضمانت دے گا (یعنی اس چیز کی قیمت ادا کرے گا اور ثواب بھی اسی کو ہو گا ۱۲ قادری) شرح وقایہ کے بعض حواشی میں نہایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اعلان کے بعد صدقہ کرنے کی اجازت ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے۔

۷ھ اگر تو اس کی تشہیر کرے اور اس کے مالک کو نہ پائے تو وہ تیرے لیے ہے، تو اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔ یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یعنی اس گم شدہ بکری کا مالک آجاتا ہے اور اسے حاصل کر لیتا ہے، یا تو نے تو اس کی تشہیر نہیں کی لیکن مالک کو وہ اتفاقاً مل جاتی ہے، یا کوئی دوسرا آدمی اسے پکڑ کر لے جاتا ہے۔ یا بھیڑیئے کے لیے ہے۔ اگر ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جاتی، خلاصہ یہ کہ گم شدہ بکری کے پکڑ لینے اور اس سے نفع حاصل کرنے کے جائز ہونے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ ضائع نہ ہو جائے اور بھیڑیا نہ کھا جائے، یہ حکم ہر اس جانور کو شامل ہے کہ چرواہے کے بغیر اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

۸ھ مطلب یہ کہ اونٹ کو نہ پکڑو، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، اسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اسے پکڑا جائے اور ضائع ہونے کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

۹ھ اس سے مراد، پیٹ کا اندرونی حصہ اور انتڑیاں ہیں جن میں رطوبت ہوتی ہے اور وہ رطوبت کئی دنوں کے لیے کافی ہوتی ہے، جتنے دن اونٹ پیاس برداشت کر سکتا ہے دوسرے جانور برداشت نہیں کر سکتے ہیں، کہتے ہیں کہ اونٹ پندرہ دن تک پیاس برداشت کر سکتا ہے۔

۱۰ھ حِذاء حا کے نیچے زیر، اس کے بعد ذال اور آخر میں الف ممدودہ، صراح میں ہے حذا پہلے حرف کی زیر کے ساتھ، جوتا، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کا سُم، مطلب یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں چلنے، راستہ طے کرنے پانی اور چارے کا قصد کرنے اور درندوں سے بچنے کی قوت موجود ہے، اونٹ کو اس مسافر سے تشبیہ دی جو سفر کا ساز و سامان اپنے ساتھ رکھتا ہو۔

۱۱ھ علما فرماتے ہیں کہ ہر وہ حیوان، اونٹ کے حکم میں ہے کہ چرواہے کے بغیر اس کے گم ہونے کا خطرہ نہ ہو جیسے گھوڑا اور گائے، امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: جنگل میں اونٹ

اور گائے کو نہیں پکڑا جائے گا اور یہ افضل ہے، اسی حدیث کے پیش نظر، نیز اس بنا پر بھی کہ غیر کا مال لینے میں اصل حرمت ہے، اور مباح اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، چونکہ اس جگہ ضائع ہونے کا خوف نہیں ہے لہذا اسے پکڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، لیکن ضائع ہونے کا وہم تو باقی ہے۔ اس لیے اس کا پکڑنا مکروہ اور چھوڑ دینا مستحب ہے، ہمارے نزدیک ضائع ہونے کے وہم کی بنا پر ہر جگہ قبضہ کرنا مستحب ہے، لوگوں کے مال کی حفاظت کیلئے اس کا اٹھا لینا اور اعلان کرنا سنت ہے، اس چیز کا اٹھا لینا واجب نہیں ہے خواہ کوئی سا بھی مال ہو، اونٹ والی (پیش نظر) حدیث صرف اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اسے چھوڑنا جائز ہے نہ کہ واجب اور مستحب۔

۲۹۰۳/۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى ضَآلَّةً فَهُوَ ضَآلٌّ مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو گم شدہ چیز کو پناہ دے وہ گمراہ ہے جب تک اس کا اعلان نہ کرے[1]۔

(مسلم)

[1] یعنی اسے چاہیے کہ اعلان کرے، اعلان کے بغیر اسے محفوظ نہ کرے کہ اس میں خیانت ہے اور گمراہی۔

۲۹۰۴/۳ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد الرحمن بن عثمان تیمی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاجی کی گری ہوئی چیز سے منع فرمایا[2]

(مسلم)

[1] حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے اور صحابی ہیں، ان کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) بیعت رضوان کے بعد (۲) فتح مکہ کے دن۔ (۳) حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ۔

[2] باب حرم مکہ میں بیان ہوا کہ حرم شریف میں کسی کی گری ہوئی چیز مل جائے تو اسے اعلان کرنے کے لیے ہی اٹھایا جا سکتا ہے، مالک بننے، اس سے نفع حاصل کرنے یا صدقہ کرنے کے لیے نہیں اٹھا سکتے۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے لہذا اس جگہ جو راوی فرماتے ہیں کہ حاجی کے لقطہ سے منع فرمایا اس کا بھی یہی مطلب ہے کیونکہ غالب یہ ہے کہ حاجی کا لقطہ حرم میں ہی ہوگا، یا حاجی کے لقطہ سے مطلقاً منع فرمایا خواہ حرم میں ہو یا غیر حرم میں، کیونکہ اس میں اعلان نہیں ہے (حاجی جلد متفرق ہو جاتے ہیں)، البتہ حرم شریف محل اجتماع ہے اس لیے وہاں اعلان کیا جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۲۹۰۵/۴ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ مَنْ اَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِىْ حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ وَ مَنْ خَرَجَ بِشَیْءٍ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَ الْعُقُوْبَةُ وَ مَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَ ذَكَرَ فِىْ ضَآلَّةِ الْاِبِلِ وَ الْغَنَمِ كَمَا ذَكَرَ غَيْرُهٗ قَالَ وَسُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ مَا كَانَ مِنْهَا فِى الطَّرِيْقِ الْمِيْتَآءِ وَ الْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَ اِنْ لَّمْ يَاْتِ فَهُوَ لَكَ وَ مَا كَانَ فِى الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيْهِ وَ فِى الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَ رَوٰى اَبُوْ دَاؤدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ وَ سُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ اِلٰى اٰخِرِهٖ)

دوسری فصل

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لٹکائے ہوئے پھل[۱] کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جو حاجت مند[۲] اس سے لے اور ذخیرہ[۳] نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں[۴] اور جو کچھ لے کر نکل جائے[۵] تو اس پر دوگنا جرمانہ اور سزا ہے[۶] اور جو خرمن[۷] میں پہنچنے کے بعد اس میں سے کچھ چرائے اور وہ ڈھال کی قیمت[۸] کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[۹]، گم شدہ اونٹ اور بکری کا وہی حکم بیان کیا جو دوسروں[۱۰] نے بیان کیا ہے، عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ لقطہ[۱۱] کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: جو چیز آباد راستے[۱۲] اور بڑے گاؤں[۱۳] میں ملے تو ایک سال اس کا اعلان کر، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے اس کے سپرد کر، اور اگر نہ آئے وہ چیز تیری[۱۴] ہے اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینے میں پانچواں حصہ ہے

(امام نسائی)

امام ابوداؤد نے حضرت عمرو بن شعیب سے سُئِلَ عَنِ اللُّقْطَةِ سے آخر تک حدیث روایت کی۔

۱؎ اس سے مراد وہ گچھے ہیں جو خشک کرنے کے لیے لٹکا دیئے جاتے ہیں جیسے کہ عام معمول ہے، یا درخت پر لگے ہوئے پھل اتارنے سے پہلے مراد ہیں۔

۲؎ یعنی بھوکا، اگر شدید مجبوری کی حالت کو نہ پہنچا ہو۔

۳؎ خبن، پہلے خاء پھر باء، چھپانا، مصیبت کے دن کے لیے طعام کا رکھنا، اور خُبنۃ خاء پر پیش، وہ کھانا جو دامن میں اٹھالیا جائے۔

۴؎ وہ اس پر حلال ہے اور اس کی ضمانت لازم نہیں ہے۔

۵؎ یعنی پھل کھا بھی لے اور ساتھ بھی لے جائے تو اس پر ڈبل جرمانہ ہے، اس میں کمال زجر و توبیخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ (مالی جرمانہ) ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

۶؎ یعنی تعزیر، ہاتھ اس لیے نہیں کاٹا گیا کہ اس وقت باغات محفوظ نہیں ہوتے تھے۔

۷؎ جرین بروزن حزین، کھجوریں خشک کرنے کی جگہ۔

۸؎ یعنی تین درم کو اور بقول بعض علماء، چار درہم کو پہنچ جائے، یہ امام شافعی کے نزدیک چوری کا نصاب ہے ہمارے نزدیک یہ نصاب دس درہم ہے، علامہ شمنی نے کہا کہ اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی، اس کی تحقیق، چوری کی حدیث کے تحت آئے گی۔

۹؎ جیسے کہ چوری کی حد ہے۔

۱۰؎ یعنی حدیث کے دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے۔

۱۱؎ وہ مال جو راستے میں پڑا ہوا مل جائے۔

۱۲؎ مِیْتَاءٌ میم کے نیچے زیر اور یاء ساکن، اَتٰی یَأْتِیْ سے مِفْعَال کا وزن ہے، وہ راستہ جس پر لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو۔

۱۳؎ جہاں لوگ جمع ہیں۔

۱۴؎ کہ تو اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے، جیسے کہ بیان کیا گیا۔

۲۹۰۶/۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَجَدَ دِیْنَارًا فَاَتٰی بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَاَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستے میں پڑا ہوا ایک دینار ملا، وہ اٹھا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لائے اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رِزْقُ اللّٰهِ فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَتِ امْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّيْنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اَدِّ الدِّيْنَارَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

سے پوچھا[1] تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہے تو اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھایا، اس کے بعد ایک عورت دینار کو تلاش کرتے[2] ہوئے آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے علی! اسے دینار ادا کردو[3]

(ابوداؤد)

[1] کہ اسے خرچ کریں یا نہ

[2] تَنْشُدُ تا پر زبر، شین پر پیش

[3] اس عورت نے کوئی نشانی بیان کی ہوگی، یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ یہ دینار اسی کا ہے اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان نہیں کیا، بعض علماء کا یہی مذہب ہے کہ معمولی چیز میں اعلان نہیں کیا جائے گا اور دینار بھی مال قلیل ہی ہے، علامہ طیبی نے فرمایا: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقیر کی طرح مال دار بھی اس چیز کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے، واضح رہے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال دار ہونا ثابت نہیں ہے۔

۲۹۰۷/۶ وَعَنِ الْجَارُوْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت جارود[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا گم شدہ مال آگ کا شعلہ ہے۔

(دارمی)

[1] حضرت جارود صحابی ہیں، ہجرت کو نویں سال، عبد القیس کے وفد کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، بعد ازاں بصرہ میں قیام فرمایا، بعض علماء نے کہا کہ ارضِ فارس میں قیام کیا ۲۱ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں وصال فرمایا۔

[2] اگر اٹھانے والا، اٹھانے کے شرائط اور آداب کو ملحوظ نہ رکھے، صراح میں ہے "حَرَق" پہلے دونوں حرفوں پر زبر،

آگ اور اگر را، ساکن ہو تو اس کا معنی جلانا ہے۔

۲۹۰۸/۷ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ لُقْطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَاِنْ وَّجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَاِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عیاض بن حمار[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے گری پڑی چیز مل جائے تو وہ عادل[2] کو گواہ بنالے، اور اسے نہ تو چھپائے[3] اور نہ ہی غائب کرے، پھر اس کا مالک مل جائے تو اس کے سپرد کردے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے[4]۔

(امام احمد، ابوداؤد، دارمی)

[1] عیاض عین کے نیچے زیر، آخر میں ضاد، بن حمار حاء کے نیچے زیر، صحابی ہیں اور اہل بصرہ میں شمار ہوتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدیمی دوست تھے ان سے حضرت حسن بصری اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔

[2] ایک نیک آدمی کو گواہ بنائے یا دو آدمیوں کو کہ یہ شہادت کا نصاب ہے۔ ان کو گواہ بنائے کہ یہ چیز مجھے ملی ہے، تاکہ بعد میں تہمت نہ لگائیں اور زیادتی کا دعویٰ نہ کریں، نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس طرح نفس کے لالچ کا دفعیہ ہوجائے گا، اور اگر یہ شخص اچانک فوت ہوگیا تو وارث اس چیز کو ترکہ میں شامل نہیں کریں گے، بعض علماء نے کہا کہ گواہ بنانے کا حکم بطور استحباب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بطور وجوب ہے (پہلے قول کے مطابق گواہ بنانا مستحب اور دوسرے قول کے مطابق واجب)

[3] کہ اس کا اعلان نہ کرے، اور غائب نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ضرورت اسے حاضر کرے۔

[4] یعنی اس کا مالک بن جائے اور اس سے نفع حاصل کرے، کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے اسے بھیجا ہے، بعد میں اگر مالک کا پتا چل جائے تو اسے دے دے جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا۔

۲۹۰۹/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَاَشْبَاهِهٖ يَلْتَقِطُهُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، ہمیں لاٹھی، چابک، رسی اور اس جیسی چیزوں[1] کے بارے میں اجازت دی کہ ایک شخص انہیں اٹھا کر

الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ
وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ الْمِقْدَامِ بْنِ
مَعْدِ يْكَرِبَ اَلَا لَا يَحِلُّ فِيْ
بَابِ الْاِعْتِصَامِ)

اُن سے نفع حاصل کرتے۔ (ابو داؤد)۔
حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث
"اَلَا لَا يَحِلُّ"، بَابِ الْاِعْتِصَامِ میں بیان کر دی
گئی ہے۔

---

[1] جو عرف میں معمولی سمجھی جاتی ہیں اور ان کی کچھ زیادہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

[2] اس میں اختلاف ہے کہ مال قلیل کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ دس درہم سے کم قلیل ہے اور بعض کے نزدیک ایک دینار (اشرفی) یا اس سے کم قلیل ہے۔

بَابُ الْفَرَائِضِ

۲۴۳۔ وراثت کے حصوں کا بیان

فرائض جمع ہے "فَرِيْضَةٌ" کی اور مشتق ہے "فَرْضٌ" سے جس کا معنی اندازہ کرنا اور مقدر کرنا ہے، اس سے مراد وراثت کے وہ حصے ہیں جو قرآن پاک میں معین کر دیئے گئے ہیں۔ (ایسے ہی وہ حصے جو حدیث شریف یا اجماع سے متعین ہو چکے ہیں ۱۲ قادری) پھر وراثتوں سے متعلق علم کا نام علم فرائض رکھ دیا گیا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۹۱۰ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا
اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
فَمَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَّلَمْ
يَتْرُكْ وَفَآءً فَعَلَيَّ قَضَآؤُهٗ
وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ
وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّنْ تَرَكَ دَيْنًا
اَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِيْ فَاَنَا مَوْلَاهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں
مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں[1]
لہٰذا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر قرض ہو
اور اس کی ادائی کے لیے مال نہ چھوڑ جائے تو
اس کی ادائی مجھ پر ہے[2]، اور جو مال چھوڑ جائے
وہ اس کے وارثوں کا ہے، ایک روایت میں ہے کہ
جو قرض یا بال بچے[3] چھوڑ جائے وہ[4] میرے پاس آئے

وَ فِیْ رِوَایَۃٍ مَّنْ تَرَکَ مَالًا فَلِوَرَثَتِہٖ وَمَنْ تَرَکَ کَلًّا فَاِلَیْنَا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

میں اس کا والی ہوں[5]، ایک اور روایت میں ہے جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا اور جو بوجھ[6] چھوڑ جائے وہ ہمارے ذمہ ہے ۔

(صحیحین)

[1] مہربانی میں، خیر خواہی میں اور خیر اندیشی میں ۔

[2] تاکہ وہ شخص قرض کی وجہ سے گرفتار نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ثواب سے محروم ہو ۔

[3] ضِیاع ضاد پر زیر، اہل و عیال، کیونکہ اگر ان کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ ضائع ہو جائیں گے، ایک روایت کے مطابق ضاد کے نیچے زیر ہے، اس وقت یہ ضَائِعٌ کی جمع ہے جیسے جَائِعٌ کی جمع جِیَاعٌ ہے ۔

[4] یعنی اس کا وکیل یا وصی (کیونکہ بچے اپنا مطلب بیان کرنے سے قاصر ہوں گے)

[5] میں اس کا دوست ہوں، میں اس کا قرض ادا کروں گا اور اس کے عیال سے غم خواری کروں گا ۔

[6] بال بچے اور قرض، کَلٌّ کاف پر زبر اور لام پر شد، بوجھ، یہ عیال اور قرض کو شامل ہے ۔ ابتدا میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ اگر کوئی صحابی قرض چھوڑ کر فوت ہو جاتے اور اس کی ادائی کے لیے کچھ نہ چھوڑ جاتے تو آپ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے ۔ بعد میں یہ طریقہ مبارکہ تھا کہ قرض اپنے ذمہ لے لیتے اور نماز پڑھا دیتے، اور یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر کمال رحمت و شفقت تھی ۔

۲۹۱۱/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَھْلِھَا فَمَا بَقِیَ فَھُوَ لِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وراثت کے مقررہ حصے[1] ان کے مستحقین کو دو اور جو باقی بچے[2] وہ قریب ترین مرد کو دو ۔

(صحیحین)

[1] جو کتاب اللہ میں معین ہو چکے ہیں ۔

[2] اور جو فرائض ادا کرنے کے بعد باقی بچے وہ میت کے قریب ترین مرد کو دو، جسے عصبہ کہتے ہیں، حکم یہ ہے کہ فرائض سے جو کچھ بچے وہ عصبہ کا ہے عصبات میں جو زیادہ قریب ہوگا وہ زیادہ مقدم ہوگا[1]، ذَکَر (مذکر) کا ذکر تاکید اور

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قریبی وارث (حاشیہ بقیہ صفحہ آئندہ)

عصبہ ہونے کا سبب بیان کرنے کے لیے ہے ورنہ رَجُلٌ، مذکر ہی کو کہتے ہیں، عصبہ بیٹوں اور باپ کی طرف سے نرینہ رشتہ داروں کو کہتے ہیں، یہ مشتق ہے عصب سے جس کا معنی ہے قوت اور سختی، اسی لیے پٹھے کو عصب کہتے ہیں۔

۲۹۱۲ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ۳ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، کافر کا وارث نہیں اور کافر مسلمان کا وارث نہیں[1]

(صحیحین)

[1] یعنی اختلاف دین، وراثت سے مانع ہے بعض صحابہ کرام اور تابعین کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہے، کافر مسلمان کا وارث نہیں، یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

۲۹۱۳ وَعَنْ اَنَسٍ ۴ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قوم کا آزاد کردہ غلام ان میں سے ہوتا ہے[1]

(بخاری)

[1] اسی لیے بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر بنو ہاشم کی طرح صدقہ حرام ہے۔ اس جگہ مطلب یہ ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کے ہوتے ہوئے دور والے کو میراث نہ ملے گی، لہٰذا باپ کے ہوتے دادا محروم ہے، بیٹے کے ہوتے پوتا محروم، بھائی کے ہوتے بھتیجا محروم، چچا کے ہوتے چچازاد اولاد محروم یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اس مال کے حصے بانٹو جو ماں باپ یا قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، اَقْرَبُوْنَ اسم تفصیل سے معلوم ہوا کہ قریبی کے ہوتے بعید کا رشتہ دار محروم ہے، آج بعض جہلاء نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ بیٹے کے ہوتے پوتے کو بھی میراث دو، مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ باپ کے ہوتے دادا وارث ہو، بیٹی کے ہوتے یتیم نواسہ وارث ہو اور بھائی چچا کے ہوتے ان کی یتیم اولاد بھی وارث ہو ۱۲ مرآۃ۔ البتہ فوت ہونے والا اپنی وفات سے پہلے اپنے پوتے پوتی، نواسے، نواسی وغیرہ افراد کے لیے جو وارث نہیں اپنے مال کے تہائی حصہ سے وصیت کر سکتا ہے۔ اور اگر وصیت نہیں کرتا اور یہ افراد نادار ہیں تو ان کی کفالت کرنا اسلامی سٹیٹ، عامۃ المسلمین اور خصوصًا رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے۔ (۱۲ اشرف قادری)۔

آزاد کرنے والا، آزاد کیے ہوئے غلام کا وارث بنے گا اگر اس کا کوئی دوسرا نسبی وارث نہ ہو، آزاد کیا ہوا، آزاد کرنے والے کا وارث نہیں ہوگا، اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

۲۹۱۴/۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ اِنَّمَا الْوَلَاۤءُ فِيْ بَابٍ قَبْلَ بَابِ السَّلَمِ وَ سَنَذْكُرُ حَدِيْثَ الْبَرَآءِ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَ حِضَانَتِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قوم کا بھانجا ان ہی میں سے ہوتا ہے[1]، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "اِنَّمَا الْوَلَاۤءُ" بابِ سَلَم سے پہلے باب میں ذکر کر دی گئی ہے اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ خالہ ماں کے درجہ میں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ بچے کے بالغ ہونے اور اس کے پرورش کے باب[2] میں بیان کی جائے گی

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۲۹۱۵/۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتّٰى .
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ جَابِرٍ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں[1]

(ابو داؤد، ابن ماجہ اور امام ترمذی نے یہ حدیث حضرت جابر سے روایت کی)

---

[1] کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے اور وارث ہوتا ہے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ہے، ذوی الارحام کے وارث ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وارث ہوتے ہیں۔

[2] یہ باب کتاب النکاح میں ہے۔

[1] چنانچہ یہودی، عیسائی اور مجوسی ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے[1]

۲۹۱۶/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قاتل وارث نہیں بنتا[1]۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بچہ اگر قتل کرے تو یہ قتل وراثت سے مانع نہیں ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ قتل خطا، وراثت سے مانع نہیں ہے۔

۲۹۱۷/۸ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ اِذْ لَمْ تَكُنْ دُوْنَهَا اُمٌّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت بریدہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جدہ کے لیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا بشرطیکہ اس سے پہلے ماں نہ ہو[2]

(ابوداؤد)

[1] حضرت بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں۔

[2] اگر ماں موجود ہوئی تو جدہ کے لیے حاجب بن جائے گی (ماں کے ہوتے ہوئے جدہ کو کچھ نہیں ملے گا)۔

۲۹۱۸/۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِیُّ صُلِّیَ عَلَيْهِ وَوُرِّثَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بچہ پیدائش کے وقت آواز نکالے[1] تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اسے وارث بنایا جائے گا

(ابن ماجہ، دارمی)

[1] کیونکہ آواز نکالنا اس کے زندہ ہونے کی دلیل ہے، اگر آواز کے علاوہ اس کے زندہ ہونے کی کوئی

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ یہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو اس سے پہلے گزشتہ حدیث کا ہے کہ مومن اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے، اس طرح ایک حدیث کی شرح دوسری حدیث سے ہو گئی، نیز حدیث شریف میں ہے "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ"۔ کفر ایک ہی ملت ہے ۱۲ ملخصًا۔

دلیل پائی جائے تو پھر بھی یہی حکم ہوگا، لہٰذا اگر ایک شخص فوت ہوا اور اس کا وارث پیٹ میں ہے تو وراثت اس کے لیے موقوف رکھی جائے اگر زندہ پیدا ہوا تو وارث ہوگا۔ پھر ترکہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوگا، ورنہ وراثت باقی وارثوں کی ہوگی۔

٢٩١٩/١٠ وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَ حَلِيْفُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت کثیر بن عبداللہ[1] اپنے والد سے وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قوم کا آزاد کردہ ان ہی میں سے ہے۔ قوم کا حلیف[2] ان میں سے ہے اور قوم کا بھانجا اُن میں سے ہے[3]۔

(دارمی)

[1] کثیر ضعیف الحدیث اور متروک ہیں، اُن کے والد عبداللہ تابعی اور ان کے دادا حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔

[2] عرب کی عادت تھی کہ دو قبیلے آپس میں قسم کھاتے تھے کہ تمہارا خون، ہمارا خون تمہاری صلح ہماری صلح، تمہاری جنگ ہماری جنگ اور تمہارا وارث ہمارا وارث پھر یہ حکم قرآن پاک سے منسوخ ہوگیا۔

[3] جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

٢٩٢٠/١١ وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيْعَةً فَاِلَيْنَا وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَ اَنَا مَوْلٰى مَنْ لَّا مَوْلٰى لَهٗ اَرِثُ مَالَهٗ وَاَفُكُّ عَانَهٗ وَ الْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ يَرِثُ مَالَهٗ وَ يَفُكُّ عَانَهٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَ اَنَا

حضرت مقدام[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر مومن کے اس کی جان سے زیادہ قریب اور والی ہوں، جس نے قرض یا بال بچے چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ، اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا اور میں اس کا والی ہوں[2] جس کا کوئی والی نہیں، میں اس کے مال کا وارث[3] بنوں گا اور اس کا قیدی چھڑواؤں[4] گا، اور ماموں اس شخص کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں[5]۔ وہ اس کے مال کا وارث بنے گا اور اس کے قیدی کو چھڑائے گا، اور ایک روایت

وَاَرِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ اَعْقِلُ عَنْهُ وَاَرِثُهٗ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهٗ يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

میں ہے، میں اس کا وارث ہوں[6] جس کا کوئی وارث نہیں میں اس کی دیت دوں گا اور اس کا وارث بنوں گا اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں، وہ اس کی طرف سے دیت دے گا اور اس کا وارث بنے گا۔ (ابوداؤد)

[1] حضرت مقدام بن معدی کرب، صحابی ہیں اور اہل شام میں شمار ہوتے ہیں۔

[2] والی اور متولی وہ کہ کسی کا کام اپنے ذمہ لے لے۔

[3] یعنی اس کا مال بیت المال میں رکھوں گا ورنہ انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔

[4] فدیہ دے کر، عان کا اصل عانی ہے، یاء تخفیف کے لیے حذف کر دی گئی، اس کا معنی قیدی ہے

[5] نہ ذوی الفروض سے اور نہ عصبات سے، ماموں اور خالہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

[6] اسی معنی سے جو گزرا (یعنی اس کا مال بیت المال میں رکھوں گا)۔

۲۹۲۱ / ۱۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُ الْمَرْاَةُ ثَلٰثَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَلَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِيْ لَاعَنَتْ عَنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت واثلہ بن الاسقع[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت تین وراثتیں حاصل کرتی ہے (۱) آزاد کردہ غلام کی[2] (۲) اس گرے پڑے بچے کی جسے اس نے اٹھالیا[3]۔ (۳) اور اس بیٹے کی جس پر اس نے لعان کیا[4]۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] واثلہ ثاء کے نیچے زیر ابن الاسقع سین کے ساتھ، اہل صفہ میں سے صحابی ہیں تین سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کی

[2] یہ بالاتفاق ہے جیسے کہ مرد وارث ہوتا ہے۔

[3] اسے بیٹا بنالیا، اور اس کی پرورش کی، یعنی اس بچے کا مال بیت المال کا ہے، اور یہ عورت، دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس پر اس بچے کا چھوڑا ہوا مال خرچ کیا جائے۔

۴؎ لعان کا معنی ہے مرد کا عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور کہنا کہ جو بچہ اس نے جنا ہے وہ میرا نہیں ہے، مرد و زن کے ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کو بھی لعان کہتے ہیں۔ جیسے کہ باب اللعان میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، مرد نے لعان کے ساتھ جس بچے کی نفی کی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے، البتہ اس بچے کا نسب، ماں سے متعلق ہوگا اور وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے، زنا کی اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا نسب باپ سے نہیں ماں سے ثابت ہوگا۔

۲۹۲۲/۱۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنًا لَّا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے آزاد عورت یا لونڈی سے زنا کیا تو اولاد، حرام کی ہے نہ اولاد اس کی وارث نہ وہ اولاد کا وارث؎

(ترمذی)

؎ البتہ وہ ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

۲۹۲۳/۱۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ مَوْلًى لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئًا وَّلَمْ يَدَعْ حَمِيْمًا وَّلَا وَلَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْا مِيْرَاثَهٗ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک آزاد کردہ غلام فوت ہوگیا اور کچھ مال چھوڑ گیا، اس کا نہ تو کوئی رشتہ دار تھا اور نہ ہی اولاد تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی وراثت اس کی بستی والوں میں سے کسی شخص کو دے دو؎

(ابوداؤد، ترمذی)

؎ چونکہ اس مولیٰ کا وارث کوئی نہیں تھا، اس کا مال بیت المال میں جمع کر دیا جاتا ہے اور مسلمانوں پر صرف کیا جاتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصلحت اس میں دیکھی کہ اس کے گاؤں والوں پر صرف کر دیا جائے، یا یہ محسوس فرمایا کہ دوسرے مسلمانوں کی نسبت اس گاؤں کے لوگ زیادہ مستحق ہیں۔

۲۹۲۴/۱۵ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ مَاتَ

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ فَأُتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيْرَاثِهٖ فَقَالَ الْتَمِسُوْا لَهٗ وَارِثًا اَوْ ذَا رَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ وَارِثًا وَّ لَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ انْظُرُوْا اَكْبَرَ رَجُلٍ مِّنْ خُزَاعَةَ)۔

ہے کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص فوت ہو گیا، اس کی وراثت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی، آپ نے فرمایا: اس کا کوئی وارث[1] یا ذی رحم تلاش کرو، صحابہ کرام کو اس کا نہ تو کوئی وارث ملا اور نہ ہی ذی رحم ملا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وراثت خزاعہ کے کسی قریبی رشتہ دار کو دے دو[2]

(ابو داؤد) اُن کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: خزاعہ کے کسی بزرگ ترین شخص کو دیکھو۔

[1] ذوی الفروض یا عصبات میں سے۔

[2] جو اس میت کے جدِّ اعلیٰ کے قریب تر ہو اگرچہ وارثوں میں سے نہ ہو، کُبر کاف پر پیش، با، ساکن، اس جدِّ اعلیٰ کے قریب ہو، جس کی طرف لوگ اپنی نسبت کرتے ہوں یہ حدیث، گزشتہ حدیث کی طرح ہے۔ بستی والوں میں سے کسی شخص کو وراثت دینے میں، یہ ضرور ہے کہ اس جگہ ایسے شخص کی تخصیص کی گئی ہے جو جدِّ اعلیٰ کے قریب ہو، مطلب یہی ہے کہ اس شخص کا ترکہ بیت المال میں جمع کر کے، بعض مسلمانوں کو اس کا زیادہ حق دار قرار دے دیا۔

٢٩٢٥/١٦ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ وَ اَنَّ اَعْيَانَ بَنِي الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ الرَّجُلُ يَرِثُ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَ اُمِّهٖ دُوْنَ اَخِيْهِ لِاَبِيْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ فِيْ رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ الْاِخْوَةُ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم یہ آیت پڑھتے ہو: تمہاری کی ہوئی وصیت یا قرض کے بعد، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض کا حکم دیا[3]، اور یہ کہ حقیقی بھائی وارث ہوں گے نہ کہ علاتی[4]، مرد اپنے بھائی کا وارث بنے گا جو والدین کی طرف سے ہو، نہ اس کا جو صرف باپ کی طرف سے ہو[5] (ترمذی، ابن ماجہ)، امام دارمی کی روایت میں ہے کہ فرمایا[6]: ماں جائے بھائی[7] ایک دوسرے

مِنَ الْاُمِّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِي الْعَلَّاتِ اِلٰى اٰخِرِهٖ)

کے وارث ہوں گے، نہ کہ علاتی۔

۵۱ اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اور اس کے ذمہ جو قرض ثابت ہے وہ ادا کیا جائے گا اس کے بعد وراثت تقسیم کی جائے گی، یعنی آیت میں وصیت، قرض سے پہلے مذکورہ ہوئی ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرض کو وصیت جاری کرنے سے مقدم رکھا ہے، کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ آیت مبارکہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل میں مخالفت ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرض حکم میں پہلے ہے، اگرچہ اس کا ذکر بعد میں ہوا ہے، وصیت چونکہ وارثوں کے دلوں پر بوجھ ہوتی ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے اس کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے۔

۵۲ علّات، عین پر زبر، لام مشدد، صرف باپ کی طرف سے بھائی، یعنی اگر حقیقی بھائی، علاتی بھائیوں کے ساتھ جمع ہو جائیں تو وراثت حقیقی بھائیوں کے لیے ہے۔ لہٰذا قرآن پاک میں بھائیوں کے ذکر سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ سب برابر ہیں۔ وہ بھائی جو صرف ماں کی طرف سے ہوں وہ ذوی الفروض میں سے ہیں، یہ گفتگو عصبات کے بارے میں ہے۔

۵۳ یہ کلام سابق کی تفسیر اور تاکید ہے۔

۵۴ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

۵۵ وہ بھائی جن کی ماں بھی ایک ہو اور باپ بھی ایک ہو وہ وارث بنیں گے نہ کہ وہ بھائی جو باپ کی طرف سے ہوں اور ماں الگ الگ ہو، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ماں جائے بھائی سے مراد یہ ہو کہ ماں تو ایک ہے مگر باپ الگ الگ وہ وارث بنیں گے نہ کہ علاتی (جن کا صرف باپ ایک ہو) اس صورت میں ان کا یہ قول سابق کی تفسیر نہیں ہوگا جیسے کہ پہلی روایت میں تھا۔

۲۹۲۶/۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَّاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ربیع[۵۶] کی بیوی، اپنی دو بیٹیاں جو حضرت سعد سے تھیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض پرداز ہوئیں کہ یا رسول اللہ! یہ سعد بن ربیع کی دو بیٹیاں ہیں، ان کے باپ نے آپ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے اُحد کے دن جام شہادت نوش کیا، ان کے چچا نے ان کا مال[۵۷] لے لیا ہے اور ان کے لیے

مَا لًا وَّلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَ لَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِىَ اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِابْنَتَیْ سَعْدِ الثُّلُثَيْنِ وَ اَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِىَ فَهُوَ لَكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

کچھ نہیں چھوڑا، اور مال کے بغیر ان کا نکاح نہیں کیا جا سکتا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے بارے[3] میں فیصلہ فرمائے گا، تب آیت میراث نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چچا[4] کو پیغام بھیجا کہ سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ[5] دے دو، جو باقی بچے وہ تمہارا۔

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

---

[1] حضرت سعد بن ربیع، بدری اور انصاری صحابی ہیں۔ عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ میں حاضر ہوئے، جنگ احد میں شہید ہوئے اور حضرت خارجہ بن زید کے ساتھ احد میں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ ان کی اہلیہ محترمہ اپنی دو لڑکیاں لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

[2] جو ان کا حصہ بنتا تھا وہ سعد کے بھائی نے لے لیا۔

[3] اس مال کے بارے میں، یعنی صبر کرتا کہ وحی آجائے اور اللہ تعالیٰ حکم فرما دے۔

[4] جنہوں نے حضرت سعد بن ربیع کا مال لے لیا تھا۔

[5] مرد اولاد چھوڑ کر فوت ہو تو بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا ورنہ چوتھائی۔

۲۹۲۷/۱۸ وَعَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ ابْنَةٍ وَّ بِنْتِ ابْنٍ وَ اُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَ لِلْاُخْتِ النِّصْفُ وَائْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَيُتَابِعُنِیْ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَ اُخْبِرَ بِقَوْلِ اَبِىْ مُوْسٰى فَقَالَ لَقَدْ

ہزیل بن شرجیل[1] فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ[2] سے بیٹی، پوتی اور بہن کے بارے میں سوال کیا گیا[3] تو انہوں نے فرمایا: آدھا مال بیٹی کے لیے اور آدھا بہن کے لیے[4]، تم ابن مسعود کے پاس جاؤ، وہ ہماری ہی پیروی کریں گے[5]، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا اور انہیں حضرت ابو موسیٰ کی بات[6] بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا:

ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اَقْضِىْ فِيْهَا بِمَا قَضَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَ لِابْنَةِ الْاِبْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَ مَا بَقِىَ فَلِلْاُخْتِ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسٰى فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِىْ مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

تب[7] تو میں بھٹکا ہوا ہوں گا نہ کہ ہدایت یافتہ، میں اس مسئلے میں وہی فیصلہ کروں گا، جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی کے لیے آدھا مال، پوتی کے لیے چھٹا حصہ، تا کہ دو تہائی[8] مکمل ہو جائیں، باقی بہن کے لیے ہے[9] ہم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ابن مسعود کا قول بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: جب تک یہ علامہ[10] تم میں موجود رہیں مجھ سے سوال نہ کرو۔

(بخاری)

---

[1] ہزیل ہا پر پیش، زا پر زبر، یا ساکن، بن شرحبیل شین پر پیش، را پر زبر حا ساکن، با کے نیچے زیر، یا ساکن ہزیل تابعی ہیں، ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔

[2] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[3] سوال یہ تھا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن چھوڑ گیا، ہر ایک کو ترکہ میں سے کتنا حصہ ملے گا؟۔

[4] اور پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

[5] اور یہی جواب دیں گے جو میں نے دیا ہے۔

[6] یعنی ان کا فتویٰ بھی یہی ہو گا یا یہ کہ وہ بھی ہماری پیروی کریں گے۔

[7] اگر میں اس طرح فتویٰ دوں اور ان کی موافقت کروں۔

[8] یعنی دو بیٹیوں کا حق دو تہائی تھا، جب آدھا بیٹی کو مل گیا، تو دو تہائی سے کل مال کا چھٹا حصہ بچا وہ پوتی کو ملے گا۔

[9] یعنی ایک تہائی، حدیث شریف میں ہے، بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنا دو، جمہور علما اسی کے قائل ہیں۔

[10] یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حبر حا پر زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، دانشور یہ "حبر" سے ماخوذ ہے

جس کا معنی سیاہی ہے یعنی وہ دانشور جو اپنے علم کو ضبط تحریر میں لاتا ہے، یا "تحبر" سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے سنوارنا یعنی وہ شخص جو اپنا کلام خوب بنا سنوار کر پیش کرتا ہے۔

۲۹۲۸/۱۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ مَاتَ فَمَالِيْ مِنْ مِيْرَاثِهٖ قَالَ لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ لَكَ سُدُسٌ اٰخَرُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ اِنَّ السُّدُسَ الْاٰخَرَ طُعْمَةٌ لَكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

حضرت عمران بن حصین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بیٹا مرگیا ہے اس کی وراثت میں میرا کتنا حصّہ ہے؟ فرمایا: تیرے لیے چھٹا حصّہ ہے، جب اس نے پشت پھیری تو اسے بلایا اور فرمایا: تیرے لیے ایک اور چھٹا حصّہ ہے، جب پھر جانے لگا تو اسے بلایا اور فرمایا: دوسرا چھٹا حصّہ تیرے لیے خوراک ہے[2]۔

(امام احمد، ترمذی، ابو داؤد) امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[1] مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال کئی جگہ لکھے جاچکے ہیں۔

[2] مطلب یہ ہے کہ دوسرا چھٹا حصّہ، عصبہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ کیونکہ وہ اصل فریضہ سے زائد ہے اور متغیر نہیں ہوتا، اس مسئلہ کی صورت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے دو لڑکیاں اور یہ سائل چھوڑا جو لڑکیوں کا دادا ہے، دو تہائی حصہ لڑکیوں کو ملا، ایک تہائی بچا، اس میں سے ایک چھٹا حصّہ، سائل کو صاحبِ فرض ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا چھٹا حصّہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے عطا فرمایا۔ بیک وقت تہائی حصّہ عطا نہیں فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ صاحب فرض ہونے کے لحاظ سے اس کا حصّہ ۶ تہائی ہے۔

۲۹۲۹/۲۰ وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ جَآءَتِ الْجَدَّةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهٗ مِيْرَاثَهَا فَقَالَ لَهَا مَا لَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَمَا لَكِ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ

حضرت قبیصہ بن ذویب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نانی[2] حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنی وراثت کا مطالبہ کرنے حاضر ہوئی، انہوں نے فرمایا: تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں کچھ نہیں ہے۔

فَارْجِعِیْ حَتّٰی اَسْاَلَ النَّاسَ فَسَاَلَ فَقَالَ الْمُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَاہَ السُّدُسَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ ھَلْ مَعَکَ غَیْرُکَ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِیْرَۃُ فَاَنْفَذَہٗ لَھَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ جَآءَتِ الْجَدَّۃُ الْاُخْرٰی اِلٰی عُمَرَ رض تَسْاَلُہٗ مِیْرَاثَھَا فَقَالَ ھُوَ ذٰلِکَ السُّدُسُ فَاِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَھُوَ بَیْنَکُمَا وَ اَیَّتُکُمَا خَلَتْ بِہٖ فَھُوَ لَھَا۔

(رَوَاہُ مَالِکٌ وَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَ الدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

تو واپس جا یہاں تک کہ میں لوگوں[3] سے دریافت کرلوں، انہوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے جدّہ کو چھٹا حصّہ عطا فرمایا، حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے[4] تو حضرت محمد بن مسلمہ[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت مغیرہ نے بیان کیا تھا، تو حضرت ابوبکر نے جدّہ کے لیے چھٹے حصّے کا فیصلہ فرمادیا، پھر ایک اور جدّہ[6] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وراثت کا سوال لے کر حاضر ہوئی۔ انہوں نے فرمایا جدہ کا حصّہ وہی چھٹا حصّہ ہے، اگر تم دونوں جمع ہوجاؤ تو وہ تم دونوں کے درمیان مشترک ہے، اور تم دونوں میں سے کوئی ایک ہو تو چھٹا حصّہ اسی کے لیے ہے[7]۔

(امام مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ)۔

---

[1] قَبِیصہ قاف پر زبر، بار کے نیچے زیر، یار ساکن، بن ذُؤَیب ذال پر پیش واؤ پر زبر، ابن عبدالبر نے اپنی کتاب میں ان کا شمار، صحابہ میں کیا ہے، دیگر حضرات نے انہیں صحابی قرار نہیں دیا بلکہ تابعین شام کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے، بعض علماء نے فرمایا: ان کی ولادت، ہجرت کے پہلے سال ہوئی۔ بعض علماء نے کہا فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے، کہتے ہیں کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا اور آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ علم و فقاہت اور عظمت میں بلند مقام رکھتے تھے، مدینہ منورہ کے اکابر فقہاء میں سے تھے، سن چھیاسی میں وصال ہوا۔

[2] (مرقاۃ میں ہے کہ اس جگہ جدہ کا معنٰی نانی ہے۔ جیسے کہ ایک روایت میں ہے۔ ۱۲ قادری)

[3] یعنی علماء صحابہ سے ہوسکتا ہے انہیں اس کے حکم کا علم ہو۔

[4] جس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہو یا فیصلہ دیکھا ہو۔

[5] محمد بن مسلمہ میم پر زبر، سین ساکن اور لام پر زبر، مشہور صحابی ہیں۔

[6] باپ یا ماں کی طرف سے اسی میت کی جدہ آئی۔ اگر پہلی باپ کی طرف سے تھی تو یہ ماں کی طرف سے تھی، یا اس کے برعکس ۔

[7] یعنی جدہ (دادی اور نانی کو شامل) کی وراثت چھٹا حصہ ہی ہے، خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا پہلی جدہ کے لیے چھٹے حصے کا حکم اس لیے فرمایا کہ دوسری دادی سے مطلع نہ تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری کا علم ہوا تو انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ چھٹا حصہ دونوں میں مشترک ہے۔

۲۹۳۰/۲۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا اِنَّهَا اَوَّلُ جَدَّةٍ اَطْعَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ ضَعَّفَهُ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دادی اور اس کے بیٹے[1] کے بارے میں فرمایا: یہ پہلی دادی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹے[2] کے ساتھ بیٹے کے زندہ ہوتے ہوئے چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ (ترمذی، دارمی) امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔

[1] جو میت کا باپ تھا، یعنی ایک شخص نے اپنے پیچھے باپ اور دادی چھوڑی۔

[2] جو میت کا باپ تھا اور زندہ تھا، اس حدیث[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ کے موجود ہوتے ہوئے دادی وارث بنے گی، بعض صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے، دیگر علماء فرماتے ہیں کہ باپ کے موجود ہوتے ہوئے دادی کو وراثت میں سے حصہ نہیں ملے گا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ عطا فرمایا بطور خوراک تھا نہ کہ بطور وراثت

۲۹۳۱/۲۲ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دادی باپ کے ہوتے بھی میراث پائے گی، باپ کی وجہ سے محروم نہ ہوگی، یہ ہی چند صحابہ اور بعض فقہاء کا مذہب ہے، عام صحابہ و علما فرماتے ہیں کہ باپ کے ہوتے دادی محروم ہے، یہ حدیث اولاً ضعیف ہے، اگر صحیح بھی ہو تو حضور انور کا یہ فرمان بطور میراث نہ تھا بلکہ بطور عطیہ تھا جیسے ارشاد ربانی ہے ۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ (۴/۸) یعنی اگر تقسیم کے وقت بعض (محروم) قرابت دار موجود ہوں تو انہیں بھی کو دے دو (خلاصہ) یا میت کا باپ کافر تھا یا غلام کہ میراث کا مستحق نہ تھا اور محروم وارث دوسرے کو محروم نہیں کرتا۔ ۱۲ مرآۃ ملخصاً۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ وَرِّثِ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)۔

نے انہیں لکھا کہ اشیم ضبابی[٢] کی بیوی کو ان کے شوہر کی دیت سے وراثت دو۔

(امام ترمذی، ابوداؤد)۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

[١] حضرت ضحاک بن سفیان صحابی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم کا والی مقرر فرمایا۔ بہادر اتنے تھے کہ انہیں سو سواروں کے برابر قرار دیا جاتا تھا، تلوار لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہتے تھے، اُن سے ابن مسیب، حسن بصری اور دیگر حضرات نے روایت کی۔

[٢] اَشیَم ہمزہ پر زبر، شین ساکن، یا پر زبر ضبابی ضاد کے نیچے زیر، پہلی با مخففہ، ضباب بن کلاب کی طرف نسبت ہے، یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں غلطی سے قتل کر دیے گئے تھے، کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ عورت، مرد کی دیت سے ورثہ نہیں پائے گی، تو حضرت ضحاک بن سفیان نے انہیں یہ حدیث بیان کی، اسی طرح اسد الغابہ میں ہے۔

٢٩٣٢/٢٣ وَعَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا السُّنَّةُ فِيْ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلٰى يَدَيْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت تمیم داری[١] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مشرک کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے، فرمایا: وہ مسلمان اس ایمان لانے والے کا زندگی اور موت میں قریب ترین ہے[٢]۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

---

[١] مشہور صحابی ہیں، پہلے عیسائی تھے نو ہجری میں مشرف باسلام ہو گئے، شب زندہ دار تھے، ایک رکعت میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے اور کبھی ایک آیت کی تکرار تمام رات صبح تک کرتے رہتے، محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داری سے ایک رات تہجد کی نماز ادا نہ ہو سکی اس کا کفارہ یوں ادا کیا کہ مکمل ایک سال نہیں سوئے، کہتے ہیں کہ انہوں نے

نماز میں پہننے کے لیے کپڑوں کا ایک جوڑا ایک ہزار درہم میں خریدا، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسجد نبوی میں چراغ جلایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں دجال اور جساسہ کا واقعہ ان سے روایت کے طور پر بیان فرمایا جیسے کہ ذکر دجال کے باب میں آئے گا، آپ کے اجداد میں ایک شخص دار بن ہانی تھے اسی کی نسبت سے آپ داری کہلاتے ہیں۔

[2] یعنی وہ اس کا مولا ہے، کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں مولا ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، بعض علماء نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان زندگی میں اسلام لانے والے کی امداد کرنے کا اور وفات کے بعد اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہیں ہوگا)۔

$\frac{۲۹۲۳}{۲۴}$ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مَّاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا غُلَامًا كَانَ اَعْتَقَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَهٗ اَحَدٌ قَالُوْا لَا اِلَّا غُلَامًا لَّهٗ كَانَ اَعْتَقَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيْرَاثَهٗ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص فوت ہوگیا اور اس نے آزاد کردہ غلام کے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑا۔، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کوئی وارث ہے؟ عرض کیا سوائے ایک غلام کے جسے اس نے آزاد کیا تھا اور کوئی نہیں ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وراثت اس کے آزاد کردہ غلام کے لیے مختص فرما دی[1]

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

[1] یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جن کے نزدیک آزاد کیا ہوا، آزاد کرنے والے کا وارث بنتا ہے، جب کہ اس کے عکس میں اتفاق ہے (یعنی کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا نسبی وارث کوئی نہ ہو تو اس کے آزاد کرنے والے کو وراثت ملے گی ۱۲ قادری) جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ اسی طرح ہے جیسے کہ آپ نے گاؤں کے ایک شخص کو فوت ہونے والے کا ترکہ عطا فرما دیا جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

$\frac{۲۹۲۴}{۲۵}$ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرِثُ الْوَلَاءَ مَنْ يَّرِثُ الْمَالَ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء کا وارث وہ ہوگا جو مال کا وارث ہوگا[1]۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ إِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ)

انہوں نے فرمایا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ (ترمذی)

[1] مثلاً باپ کا آزاد کردہ، یا باپ کے آزاد کردہ کا آزاد کردہ غلام فوت ہوگیا، تو اس کا بیٹا ان غلاموں کی وَلاء[1] کا مالک ہوگا (جیسے کہ اپنے باپ کے مال کا وارث ہوگا ۱۲ قادری) یہ عصبہ کے ساتھ مخصوص ہے، عورت وَلاء کی وارث نہیں ہوگی، ہاں عورت نے جس غلام کو آزاد کیا تھا یا اس کے آزاد کردہ غلام نے جسے آزاد کیا تھا اس کی وَلاء اس عورت کو ملے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۹۳۵/۲۶ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ اَدْرَكَهُ الْاِسْلَامُ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْاِسْلَامِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وراثت جاہلیت میں تقسیم کی جا چکی ہو وہ جاہلیت کی تقسیم پر رہے گی اور جس وراثت کو حکم اسلام نے پالیا تو وہ اسلام کی تقسیم پر ہے۔[1] (ابن ماجہ)

[1] اسلام کے مطابق وراثت کی تقسیم تو معروف ہے، دور جاہلیت کی تقسیم کے بارے میں بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کس طرح تھی۔

۲۹۳۶/۲۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ يَقُوْلُ عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُوْرَثُ وَلَا تَرِثُ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

محمد بن ابی بکر بن حزم[1] سے روایت ہے کہ انہوں نے بہت دفعہ اپنے والد سے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ پھوپھی پر تعجب ہے کہ بھتیجا اس کی وراثت پاتا ہے مگر وہ وارث نہیں ہوتی[2]۔ (امام مالک)

---

[1] وَلاء وہ لاوارث میت کا ترکہ ہے جو اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے ۱۲ قادری

[1] محمد بن ابی بکر بن حزم حا پر زبر، زا ساکن، ثقہ راوی ہیں اور ان کے والد ابو بکر تابعین میں سے ہیں۔

[2] یہ حکم اس بات پر مبنی ہے کہ ذوی الارحام وارث نہیں بنتے، پھوپھیاں، ماں کی طرف سے چچے، ماں کی بہن اور بھائی خواہ وہ کسی بھی قسم کے ہوں ذوی الارحام میں سے ہیں، جن علماء کے نزدیک ذوی الارحام وارث بنتے ہیں، ان کے نزدیک یہ لوگ بھی وارث بنیں گے۔ تفصیل علم میراث میں بیان کی گئی ہے۔

۲۹۳۷/۲۸ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَزَادَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالطَّلَاقَ وَالْحَجَّ قَالَا فَإِنَّهُ مِنْ دِيْنِكُمْ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میراث کے احکام سیکھو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضافہ فرمایا کہ طلاق اور حج کے احکام بھی سیکھو، دونوں نے فرمایا: یہ تمہارے دین کے اہم مسائل ہیں[1]۔

[1] اور لوگ ان کے سیکھنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

بَابُ الْوَصَايَا

۲۴۴- وصیتوں کا باب

وصایا جمع ہے وصیت کی جیسے خطایا جمع ہے خَطِیْئَۃٌ کی، اصل میں وصیت کا معنی عہد ہے، پھر اس کا عام استعمال موت کے بعد کسی کام کے تاکیدی حکم کے لیے ہو گیا ہے۔ صراح میں ہے کہ وصیت کا معنی تاکیدی حکم کرنا ہے۔ وصیت واجب نہیں مستحب ہے۔ ظاہریہ کی ایک جماعت کے نزدیک واجب ہے، وراثت کا حکم نازل ہونے سے پہلے وصیت واجب تھی۔ جب وراثت لازم ہو گئی تو وصیت کا وجوب منسوخ ہو گیا، اسی لیے وارث کے لیے وصیت درست نہیں ہے، علما فرماتے ہیں کہ اگر کسی پر قرض ہے یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہوئی ہے تو وصیت کرنا۔

---

[1] خیال رہے کہ بھتیجا تو عصبہ ہے مگر بھتیجی ذی رحم ہے اور یہاں وراثت سے مراد عصبۃً وراثت ہے ورنہ پھوپھی بھی بھتیجے کی ذی رحم وارث تو ہے، اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو ذی رحم کو وارث نہیں مانتے وہ حضرات اس جملہ کے معنٰی یہ کرتے ہیں کہ پھوپھی بالکل وارث نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ذی رحم ہے مگر وہ ہی مطلب قوی ہے جو ابھی عرض کیا گیا ۱۲ مرآۃ۔

اسے لکھ لینا اور اس پر گواہ بنانا ضروری ہے ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۲۹۳۸/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَيْءٌ يُوْصِىْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس لائق وصیت کوئی چیز[1] ہو تو اسے لائق نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس حال میں گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو[2] ۔

(صحیحین)

[1] خواہ وہ مال ہو یا لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ ہو۔

[2] دو راتوں کا ذکر بطور قید نہیں ہے بلکہ تھوڑا سا زمانہ مراد ہے، لیکن اس میں اشارہ ہے کہ اگر ایک رات گزار لے تو حرج نہیں ہے، اس سے زیادہ وقت نہیں گزرنا چاہیئے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بعض علماء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وصیت کرنا لازم اور واجب ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں تاکید اور مبالغہ ہے وصیت کے مستحب ہونے اور اس کے بارے میں جلدی کرنے کے بارے میں۔

۲۹۳۹/۲ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ مَرِضْتُ عَامَ الْفَتْحِ مَرَضًا اَشْفَيْتُ عَلَى الْمَوْتِ فَاَتَانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِىْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ مَالًا كَثِيْرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِىْ اِلَّا ابْنَتِىْ اَفَاُوْصِىْ بِمَالِىْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثَىْ مَالِىْ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ

حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچ گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری عیادت کرنے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس بہت سارا مال ہے اور ایک بیٹی[1] کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں عرض کیا دو تہائی مال کی؟ فرمایا، نہیں عرض کیا نصف کی؟ فرمایا: نہیں، پوچھا تہائی کی فرمایا: تہائی مال کی وصیت کر دو اور تہائی بھی زیادہ[2] ہے، بے شک تم اگر[3] اپنے وارثوں کو مالدار

قَالَ الثُّلُثُ وَ الثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِكَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

چھوڑ جاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج بنا کر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز[۴] کرتے پھریں اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو بھی[۵] خرچ کرو گے تمہیں اس پر ثواب دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس لقمے پر جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔

(صحیحین)

---

[۱] یعنی ذوی الفروض میں سے، یا ان رشتہ داروں میں سے جن کے ضائع ہونے کا مجھے خوف ہے، ورنہ اُن کے وارث اور عصبات تو بہت تھے۔

[۲] وصیت کرنے کے لیے اور خصوصًا اس مال میں سے جو تمہارے پاس ہے۔

[۳] اَنْ تَذَرَ میں ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بھی روایت ہے (ترجمہ میں اِنْ شرطیہ والی روایت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ۱۲ قادری)

[۴] تَكَفُّفْ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شخص لوگوں سے ایک ایک مٹھی کھانا طلب کرتا ہے۔

[۵] یعنی اگر تم زندہ رہے اور خرچ کیا (خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر تھی کہ حضرت سعد کی وفات اس مرض میں نہیں ہے، جیسا کہ دیگر روایات میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم ابھی جیو گے اور تم سے کچھ نفع پائیں گے۔ اور کچھ نقصان ۱۲ مرآۃ)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

۲۹۴۰ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ ۳ قَالَ عَادَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِيْضٌ فَقَالَ اَوْصَيْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكَمْ قُلْتُ بِمَالِىْ كُلِّهٖ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جب کہ میں بیمار تھا، آپ نے فرمایا: تم نے کچھ وصیت کر دی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں[۱]! فرمایا: کتنے کی؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمام مال کی

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَرَکْتَ لِوَلَدِکَ قُلْتُ ھُمْ اَغْنِیَآءُ بِخَیْرٍ فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَا زِلْتُ اُنَاقِصُہٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَ الثُّلُثُ کَثِیْرٌ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

فرمایا: تم نے اپنی اولاد کیلئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا وہ اغنیاء ہیں ان کے پاس بہت مال ہے[۲]، فرمایا دسویں حصے کی وصیت کر دو، تو میں اس مقدار کو کم قرار دیتا رہا[۳] یہاں تک کہ فرمایا: تہائی حصے کی وصیت کر دو اور تہائی بھی بہت ہے۔

(ترمذی)

---

[۱] یعنی میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

[۲] انہیں ضرورت نہیں ہے کہ ان کے لیے کچھ چھوڑ جاؤں۔

[۳] اس مقدار کو جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے رہے اور بار بار آپ سے درخواست کرتا رہا، ایک روایت میں اُنَاقِضُہٗ نقطے والے ضاد کے ساتھ ہے، یعنی میں جواب عرض کرتا رہا۔ (کہ حضور اتنی مقدار کی وصیت کم ہے۔ ۱۲ قادری)۔

۲۹۴۱/۴ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدُ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَ زَادَ التِّرْمِذِیُّ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَ لِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ وَ حِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ وَ یُرْوٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ الْوَرَثَۃُ مُنْقَطِعٌ ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ

حضرت ابوامامہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے[۲]۔ اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے[۳] (ابوداؤد، ابن ماجہ) امام ترمذی نے اضافہ کیا کہ بچہ بستر والے کا ہے[۴] اور زانی کے لیے پتھر ہے[۵] اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے[۶] ابن عباس، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت نہیں ہے، مگر اس وقت کہ باقی وارث چاہیں[۷]۔ یہ حدیث منقطع[۸] ہے۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا:

وَفِيْ رِوَايَةِ الدَّارَ قُطْنِيِّ
قَالَ لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِّوَارِثٍ
اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ الْوَرَثَةُ۔

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے[۹]۔ مگر یہ کہ دوسرے وارث چاہیں۔

۱؎ مشہور صحابی ہیں۔

۲؎ کہ وراثت میں ہر ایک کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔

۳؎ آیتِ میراث کے نازل ہونے سے پہلے اقارب کے لیے وصیت کرنا واجب تھا، جیسے کہ قرآن مجید اس کے ساتھ ناطق ہے۔ جب میراث کی آیت نازل ہوئی تو اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔

۴؎ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ بچہ عورت کا ہے جو اپنے شوہر کے نیچے ہے، مطلب یہ ہے کہ بچہ بستر والے کا ہے خواہ شوہر ہو یا مالک۔

۵؎ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ بچے کا نسب اس سے ثابت نہ ہو گا، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کے لیے مٹی ہے۔ (یعنی کچھ نہیں)، یا یہ مطلب ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا۔ (اگر رجم کی شرطیں پائی گئیں)۔

۶؎ کہ ہر ایک کو اس کے کردار کی جزا عطا فرمائے گا، یہ عبارت دوسرے معنیٰ کے زیادہ مناسب ہے۔ مطلب یہ ہو گا کہ ہم زانیوں پر حد جاری کریں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کہ وہ چاہے تو پکڑ لے اور چاہے تو معاف فرما دے۔

۷؎ کیونکہ وہ وراثت میں شریک ہیں۔

۸؎ منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو گیا ہو جیسے کہ مقدمہ میں بیان ہوا۔

۹؎ اس روایت میں صراحۃً ناجائز ہونے کا حکم ہے پہلی روایت میں احتمال ہے کہ اولویت کی نفی ہو۔

۲۹۴۲ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ
بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً
ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ
فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ
ثُمَّ قَرَاَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مِنْۢ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تحقیق مرد اور عورت ساٹھ سال اللہ تعالیٰ کی طاعت میں عمل کرتے ہیں پھر انہیں موت حاضر ہو جاتی ہے اور وہ وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں[۱] تو ان کے لیے دوزخ کی آگ واجب ہو جاتی ہے پھر حضرت ابوہریرہ نے آیت کریمہ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ سے لے کر وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

غَيْرَ مُضَآرٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

تک پڑھی[2]، وراثت لیتے ہیں کی جانے والی وصیت یا قرض کے بعد، اس حال میں کہ نقصان نہ پہنچائیں[3]
(ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)۔

---

[1] ایک شخص نے کسی کے لیے وصیت کی تھی اور یہ اسے نافذ نہیں کرتے، یا اس میں کمی کر دیتے ہیں، یا اسے تبدیل کر کے کسی دوسرے کو دے دیتے ہیں۔

[2] اس حدیث کی تائید کے لیے۔

[3] نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) تہائی حصے سے زیادہ کی وصیت کر کے وارثوں کو نقصان پہنچائیں (۲) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے وصیت نہیں کی بلکہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کی ہے (۳) ایسے قرض کا اقرار کیا جائے جو اس پر لازم نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۹۴۳/۶ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَّاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَّ سُنَّةٍ وَّ مَاتَ عَلٰى تُقًى وَّ شَهَادَةٍ وَّ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وصیت پر مرا[1] وہ دین کے راستے اور سنت پر مرا اور اس نے تقوے و شہادت کی موت[2] پائی اور بخشا ہوا مرا۔
(ابن ماجہ)

---

[1] یعنی فوت ہوتے وقت، مال کے کچھ حصے کی وصیت فقراء کے لیے کر گیا۔

[2] یعنی متقیوں اور شہیدوں میں داخل ہو گیا۔

۲۹۴۴/۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں چنانچہ اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے

هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَ اِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَ بَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذٰلِكَ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

پچاس غلام آزاد کر دیے، پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن عاصؓ نے ارادہ کیا کہ اس کی طرف سے باقی پچاس آزاد کر دیں، تو انہوںؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر ہی ایسا کروں گا، چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں، ہشامؓ نے اس کی طرف سے پچاس آزاد کر دیے ہیں اور پچاس باقی ہیں[3] کیا میں اس کی طرف سے غلام آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اگر مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ دیتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسے ان اعمال کا ثواب پہنچ جاتا[4]۔

(ابوداؤد)

[1] عاص بن وائل سہمی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا دادا تھا۔ اسلام نہیں لایا۔

[2] عاص بن وائل کے دو بیٹے تھے (۱) حضرت عمرو بن عاص جو مشہور صحابی ہیں۔ (۲) حضرت ہشام بن عاص جو حضرت عمرو بن عاص کے بھائی ہیں وہ بھی صحابی ہیں اور قدیم الاسلام مکہ معظمہ میں اسلام لائے، وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے، پھر جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارے میں سنا تو مکہ معظمہ آ گئے، ان کے باپ اور ان کی قوم نے انہیں مکہ مکرمہ میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ غزوہ خندق کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، وہ حضرت عمرو سے چھوٹے تھے۔ اجنادین اور بعض علما کے قول کے مطابق یرموک میں سن تیرہ یا پندرہ ہجری کو شہید ہوئے۔

[3] حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں پوچھ کر آزاد کروں گا کہ ایسا کرنا باپ کے لیے مفید ہے یا نہیں؟۔

۴ہ جو میرا بھائی ہے۔

۵ہ وصیت کے مطابق۔

۶ہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کافر کے لیے مفید نہیں ہے، اور اسے عذاب سے نجات نہیں دلاتا، نیز یہ بھی معلوم ہو مسلمان کو مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے۔

۲۹۴۵/۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ مِیْرَاثَ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیْرَاثَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی لہ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی میراث جنت سے قطع کر دے گا ۲ہ۔

(ابن ماجہ)۔ امام بیہقی نے یہ حدیث شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

لہ اسے وراثت سے محروم کیا۔

۲ہ۔ جس کا یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ۔ (وہ فردوس کے وارث ہوں گے۔) کے مطابق وعدہ کیا ہوا ہے۔

(۱۳) — کِتَابُ النِّکَاحِ

۲۴۵۔ نکاح کا بیان

لغت میں نکاح کا معنی ملانا اور جمع کرنا ہے، اور اس کا استعمال جماع کے معنیٰ میں بھی آتا ہے کہ اس میں بھی ملانے اور جمع کرنے کا معنی موجود ہے، ہمارے نزدیک نکاح سنت ہے، اور اگر عورتوں کی طرف میلان اور ان کی طرف رغبت پائی جائے اور اس کے اخراجات کی قدرت بھی موجود ہو تو واجب ہے، ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ اگر زنا کا خوف ہو تو واجب ہے اور رغبت و میلان کی صورت میں سنت ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ اگر بڑھاپے یا بیماری کے سبب رغبت نہ ہو تو مباح ہے، ایک روایت کے مطابق مستحب ہے، واجب ہونے کی صورت میں آیا لونڈی خرید لینے سے وجوب ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اس جگہ دو قول ہیں۔ (ہاں! یا نہیں)۔

امام شافعی کے نزدیک اخراجات کی قدرت اور رغبت موجود ہو تو مستحب ہے اور اگر اخراجات کی قدرت نہیں تو بالاتفاق مکروہ ہے، ہمارے نزدیک عبادت کے لیے مجرّد رہنے سے نکاح کرنا افضل ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک عبادت کے لیے مجرد رہنا اور خلوت کا اختیار کرنا نکاح سے افضل ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے کہ نکاح واجب نہ ہو۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۹۴۶/۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اے جوانوں کے گروہ[1]! تم میں سے جو جماع[2] کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح نظر کو پوشیدہ کرنے والا[3] اور شرمگاہ کا محافظ ہے[4]۔ اور جو طاقت نہ رکھے تو وہ روزہ رکھے کہ یہ اسے خصی کرنا ہے[5]۔

(صحیحین)

[1] شباب شین پر زبر، بار مخفف، بروزنِ سَحاب، "شابّ" کی جمع ہے۔ اور "شُبّان" شین پر پیش۔، بار مشدد اور آخر میں نون، یہ بھی "شابّ" کی جمع ہے، جوانی کی حد چالیس سال تک ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک تیس سال تک۔

[2] "بَاءَة" میں چار لغات ہیں (۱) "بَاءَة" تاء اور مدّ کے ساتھ جیسے کہ اس حدیث میں ہے۔ (۲) "بَاء" مدّ کے ساتھ بغیر تاء کے۔ (۳) "بَاهَة" ہاء اور تاء کے ساتھ (۴) "بَاه" ہاء کے ساتھ بغیر تاء کے، اس کا معنی منزل ہے جو نکاح کرے گا لازمی طور پر اسے مکان کی ضرورت ہو گی۔

[3] کہ نامحرم عورت پر نہ پڑے، غَضّ غین اور ضاد دونوں نقطے والے، آنکھ کو سُلا دینا۔

[4] حِصن حاء کے نیچے زیر، جائے پناہ فرج راء ساکن، شرمگاہ۔

[5] وَجْءٌ واؤ پر زبر، جیم ساکن، خصی کرنا، وِجاء واؤ کے نیچے زیر، اور مدّ کے ساتھ خصیے (کپورے) کا پتھر سے کوٹ دینا۔

۲۹۴۷/۲ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر نکاح کے رہنے[2] کی اجازت نہ دی اور اگر انہیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے[3]۔

(صحیحین)

[1] اکابر صحابہ مہاجرین میں سے ہیں۔

[2] تبتّل کا معنی دراصل کاٹنا اور جدا کرنا ہے۔ بتول اور بتیل مردوں سے الگ رہنے والی عورت کو کہتے ہیں یہ حضرت مریم بنت عمران کا لقب ہے کیونکہ وہ مردوں سے الگ تھلک رہتی تھیں۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی بتول کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ سے لگائے رکھتی تھیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ انہیں بتول اس لیے کہا گیا کہ وہ جہان بھر کی عورتوں سے فضیلت، دین اور جمال و کمال میں ممتاز تھیں۔

[3] یعنی عورتوں سے الگ تھلگ رہنے میں مبالغہ کرتے اور قریب تھا کہ ہم خصی ہو جاتے، ان کا گمان تھا کہ خصی ہونا جائز ہے۔

۲۹۴۸/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار صفات کی بنا پر نکاح کیا[1] جاتا ہے (۱) اس کے مال[2] (۲) اس کے خاندان[3]۔ (۳) اس کے حسن[4] (۴) اور اس کے دین[5] کی وجہ سے، پس تو دین کو حاصل کر[6]۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں[7]۔

(صحیحین)۔

[1] جیسے کہ عرف اور عادت ہے۔

[2] اس خیال سے کہ عورت مالدار ہے اور اپنا مال مرد پر خرچ کرے گی۔

[3] اس عورت کی ذات اور اس کا خاندان، عزت و شرافت کا حامل ہے۔ اس کی وجہ سے اولاد کے نسب کو شرافت حاصل ہو جائے گی۔ بعض علماء نے کہا اس جگہ اس عورت کا نیک کردار اور نیک نہاد ہونا مراد ہے۔

[4] اس میں نفس کا حصّہ ہے، فراغ خاطر ہے اور اس کی وجہ سے نعمت کا شکر کامل اور مکمل ہوگا۔

[5] اس کا دین، اس کی نیکی اور عفت و عصمت، تقویٰ اور دین سے داری میں معاون اور مددگار ہوگی۔

[6] اور اسے طلب کر۔

[7] یہ کلمات کسی کو ذلت اور ہلاکت کی دعا دینے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس جگہ اُن کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے۔ بلکہ انکار، تعجب اور کسی کام پر ناراضگی آمیز انداز میں ابھارنا مراد ہے۔

۲۹۴۹ ۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَّ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا تمام کی تمام نفع اور آسائش حاصل کرنا ہے[1] اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے[2]۔

(مسلم شریف)

[1] یعنی خواہشوں اور لذتوں سے بہرہ ور ہونا ہے، مقصد یہ کہ دنیا معمولی اور حقیر چیز ہے۔

[2] جو مصلحت کے مطابق اور معاملے کے سدھارنے کا باعث بنے۔

۲۹۵۰ ۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَآءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَآءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِیْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ يَدِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ پر سواری کرنے والی[1] بہترین عورتیں، قریش[2] کی نیک عورتیں ہیں، بچے[3] پر اس کے بچپن میں بہت ہی مہربان اور شوہر کے مال[4] کی حد درجہ حفاظت کرنے والی ہیں۔

(صحیحین)

[1] اس سے مراد عرب کی عورتیں ہیں کہ وہ عموماً اونٹوں پر سواری کرتی ہیں، مطلب یہ ہوا کہ عرب کی بہترین عورتیں۔

[2] یہ ایک مخصوص قبیلہ ہے اور دیگر قبائل سے افضل۔

[3] کوئی بھی بچہ، ہو خواہ اس کا اپنا، ہو یا اس کے شوہر کا دوسری عورت سے۔

[4] مال چونکہ ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لیے اسے ذات الید کہتے ہیں۔

۲۹۵۱ ۶ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی آزمائش نہیں چھوڑی[1]۔

(صحیحین)

[1] کیونکہ عورتیں گناہ اور مشقت میں واقع ہونے کا سبب بنتی ہیں۔ اس حدیث سے اشارہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں حق کے دبدبے کے غلبے کی وجہ سے مردوں کے لیے عورتوں کی فتنہ گری نہ تھی، بلکہ آپ کے زمانہ مبارکہ کے بعد باطل کے غلبے کے سبب ایسا ہوا۔ —— پہلے نیک عورتوں کی صفات اور ان کے فوائد بیان کیے اب ان کے نقصانات بیان کیے جا رہے ہیں۔

۲۹۵۲
۷
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ ِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَ اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَ اتَّقُوا النِّسَآءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَآءِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میٹھی اور سرسبز ہے[1]۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے لوگوں کے بعد اس میں خلیفہ بنائے گا اور دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، لہٰذا تم دنیا (اور اس کے شر) سے پرہیز کرو۔ عورتوں (اور ان کے فتنوں) سے پرہیز کرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کی طرف سے تھا[2]۔

(مسلم)

[1] اس کی لذت انسانی طبیعت اور دل کو اچھی لگتی ہے اور آنکھوں کو دلکش اور زیبا دکھائی دیتی ہے۔

[2] کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے چچا کی لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا پھر اپنے چچا کو قتل کر دیا، اس پر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ (یہ واقعہ کتب تفسیر میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے)

۲۹۵۳
۸
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّؤْمُ فِي الْمَرْاَةِ وَ الدَّارِ وَ الْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدفالی عورت، گھر اور گھوڑے میں ہے

(صحیحین)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلشُّؤْمُ فِیْ ثَلَاثَۃٍ فِی الْمَرْاَۃِ وَ الْمَسْکَنِ وَ الدَّابَّۃِ۔

ایک روایت میں ہے بدفالی تین چیزوں ۔ عورت، مکان اور چوپائے میں ہے[1]۔

[1] دونوں روایتوں کا حاصل مطلب ایک ہی ہے، البتہ مسکن دار سے عام ہے اور دابہ (سواری) گھوڑے سے عام ہے ۔ بعض علماء نے کہا کہ شوم کا معنیٰ بدفالی ہے جسے عربی میں طِیَرَۃٌ کہتے ہیں احادیث مبارکہ کے پیش نظر بدفالی صحیح نہیں ہے، ان تین چیزوں میں بدفالی بطور فرض ثابت کی گئی ہے ۔ یعنی اگر بدفالی ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی۔ جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ نظر بد کا نقصان، تقدیر سے سبقت لے جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر بد تھی کہ اس کی تاثیر بڑی شدید اور قوی ہوتی ہے ۔ بعض علماء نے کہا: ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء میں سے بدفالی کے لیے ان تین چیزوں کو مخصوص کر دیا ہو اور ان کو یہ خاصیت دی ہو، جیسے کہ بعض علماء نے کہا کہ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے اس میں سے خارش اور کوڑھ کی تخصیص ہے۔ بعض علماء نے فرمایا، عورت کی نحوست یہ ہے کہ اس کے ہاں اولاد پیدا نہ ہو اور وہ بدخلق ہو، گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور ہمسائے برے ہوں اور مصلحت کے مطابق نہ ہو، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ بدمزاج اور سرکش ہو اور اس پر سوار ہو کر جہاد نہ کیا جائے۔ مختصر یہ کہ اس جگہ شوم سے مراد یہ ہے کہ شے کے مطلوبہ فوائد و منافع اس سے حاصل نہ ہوں، ان تین اشیاء کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُن اہم ترین اشیاء میں سے ہیں جن کے فوائد و منافع بھی مطلوب ہوتے ہیں۔

۲۹۵۴/۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا کُنَّا قَرِیْبًا مِّنَ الْمَدِیْنَۃِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِکْرٌ اَمْ ثَیِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُهَا وَ تُلَاعِبُکَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ کافروں سے کی جانے والی ایک جنگ میں شریک تھے. جب واپس ہوئے تو ہم مدینہ منورہ کے قریب تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نیا نیا شادی شدہ ہوں[1] فرمایا، کیا تم نے نکاح کر لیا؟ عرض کیا، ہاں! فرمایا: کیا وہ کنواری ہے یا بیوہ؟ میں نے عرض کیا وہ کنواری نہیں بلکہ بیوہ ہے، فرمایا: تو کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا؟ تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی[2]، جب ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ہم اپنے گھر جانے لگے

نَدْخُلَ لَيْلًا اَىْ عِشَآءً لِكَىْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَ تَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو فرمایا: ٹھہر جاؤ تاکہ ہم رات کو عشاء کے وقت گھر جائیں تاکہ پراگندہ بالوں والی[3] کنگھی کرے اور غائب شوہر والی[4] ناپسندیدہ بالوں کو دور کرے۔

(صحیحین)

[1] اگر اجازت ہو تو پہلے گھر چلا جاؤں۔

[2] اس سے صحبت، اختلاط اور محبت میں بے تکلفی اور کمالِ الفت مراد ہے۔ کیونکہ اگر بیوہ دوسرے شوہر کو پہلے شوہر کی طرح نہ پائے تو بعض اوقات اس کا دل پہلے شوہر کی یادوں سے وابستہ ہوگا اور دوسرے شوہر کی صحبت اور اس سے اختلاط میں تکلف سے کام لے گی۔

[3] شَعَثٌ پہلے اور دوسرے حرف پر زبر، الجھے ہوئے بالوں والا ہونا اور شَعِثٌ شین پر زبر عین کے نیچے زیر الجھے ہوئے بالوں والا۔

[4] مُغیبہ میم پر پیش، غین کے نیچے زیر، استحداد کا معنی ہے لوہا استعمال کرنا، اور لوہے کے ساتھ بالوں کا مونڈنا، اس جگہ بالوں کا اکھیڑنا مراد ہے، جیسے کہ عورتوں کی عادت ہے، لوہے کا استعمال کرنا مراد نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ صبر کرو تاکہ عورتیں اپنی آرائش کرلیں اور تمہاری صحبت کے لیے تیار ہوجائیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ دوسری حدیث میں رات کے وقت سفر سے گھر آنے سے منع کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اطلاع دیے بغیر اچانک گھر پہنچ جائیں، اور اگر اطلاع ہوچکی ہو تو ممانعت نہیں ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ لیل سے مراد زوال کے بعد کا وقت ہے، حاشیہ میں نسخہ کا نشان دے کر لَیْلًا کے بعد اَیْ عِشَآءً لکھا ہے یہ راوی کی تفسیر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

$\frac{2955}{10}$ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ اَلْمُكَاتَبُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْاَدَآءَ وَ النَّاكِحُ الَّذِىْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَ الْمُجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی امداد اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ثابت ہے، (۱) مکاتب جو ادا کا ارادہ رکھتا ہے[1] (۲) نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کا ارادہ رکھتا ہے[2]۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ۔ (ترمذی ۔ نسائی ۔

وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

ابن ماجہ)

۱؎ جس کا ارادہ ہے کہ بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائے۔

۲؎ یعنی نکاح کرنے میں اس کی نیت یہ ہے کہ نامحرموں پر نظر کے واقع ہونے اور زنا کا مرتکب ہونے سے محفوظ ہو جائے۔

۲۹۵۶ [۱۱] **وَعَنْہُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَزَوِّجُوْہُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ عَرِیْضٌ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں۱؎ وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین اور جس کے اخلاق تمہیں پسند ہیں تو اُس سے نکاح کر دو۲؎۔ اگر ایسا نہیں کرو گے۳؎ تو زمین میں فتنہ اور وسیع فساد پیدا ہو جائے گا۔

(ترمذی)

۱؎ یہ عورت کے اولیاء (قریبی رشتہ داروں سے خطاب ہے)۔

۲؎ اور اسے لڑکی دے دو۔

۳؎ اگر تم اس شخص کو رشتہ نہیں دو گے جس کی دین داری اور اخلاق تمہیں پسند ہیں، حالانکہ یہ امور بہتری کے موجب ہیں، اور تم محض مال اور خاندان کو دیکھتے ہو جو فساد اور سرکشی کا باعث ہیں تو زمین میں فتنہ و فساد پیدا ہو گا —— یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم دین دار اور صاحب اخلاق حمیدہ سے نکاح نہیں کرتے بلکہ اہل دنیا کی عادت کے مطابق صاحبِ جاہ و مال کی انتظار میں رہتے ہو تو بہت سی عورتیں، شوہر کے بغیر اور بہت سے مرد عورت کے بغیر رہ جائیں گے، اس صورت میں زنا کی کثرت ہو گی، لڑکی کے وارثوں کے سر بار ندامت سے جھک جائیں گے، لہٰذا وہ بدنامی کا باعث بننے والے کو قتل کریں گے اور فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کا بازار گرم ہو جائے گا۔

۲۹۵۷ [۱۲] **وَعَنْ مَّعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ)

حضرت معقل بن یسار۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: محبت کرنے والی، بہت بچے جننے والی عورت۲؎ سے نکاح کرو، کیونکہ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر غالب آنے والا ہوں۳؎

(ابوداؤد، نسائی)۔

[1] مَعْقَل میم پر زبر، عین ساکن، قاف پر زبر بن یسار یا پر زبر، سین مخفف، حضرت معقل صحابی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، بصرہ کی نہر معقل ان کی طرف منسوب ہے۔

[2] اگر لڑکی کنواری ہے تو اس کی یہ دو صفتیں اس کے رشتہ داروں سے پوچھی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ عام طور پر قریبی رشتہ داروں کی طبیعتیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور عادتیں ایک دوسرے سے مشابہت بھی رکھتی ہیں۔

[3] یعنی میں چاہتا ہوں کہ میری امت دوسرے پیغمبروں کی امتوں سے زیادہ ہو، اس لیے زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، محبت کرنے والی ہونا بھی ایسا وصف ہے جس کا بچے جننے میں دخل ہے۔ کیونکہ محبت پیار اور رغبت شہوت کا باعث اور استقرار حمل اور پیدائش کا موجب ہے۔

٢٩٥٨/١٣ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مُرْسَلًا)

حضرت عبد الرحمن بن سالم بن عتبہ[1] ابن عویم بن ساعدہ انصاری اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کنواریوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ منہ کی میٹھی[2] ہوتی ہیں، ان کا رحم، حمل کو جلد قبول کرتا ہے[3]، اور کم پر[4] زیادہ راضی ہونے والی ہوتی ہیں (امام ابن ماجہ نے یہ حدیث مرسلاً روایت کی)۔

[1] عُتْبَہ عین پر پیش، تا ساکن بن عُوَیم عین پر پیش، واؤ پر زبر اور یا ساکن، حضرت سالم اور عتبہ تابعی ہیں اور حضرت عویم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔

[2] یعنی ان کا لعاب دہن میٹھا اور دل پسند ہوتا ہے، بعض علماء نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ ان کے الفاظ اور ان کی حکایات میں مٹھاس ہوتی ہے کہ ان میں فحش گوئی نہیں پائی جاتی۔

[3] نتق کا معنی ہے عورت کا زیادہ بچوں والی ہونا، رحم بچہ دانی۔

[4]۔ (چونکہ پچھلا تجربہ نہیں ہوتا اس لیے) وہ تھوڑے مال، کم سہولتوں اور کم جماع پر راضی ہو جاتی ہے۔

⁂

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۹۵۹/۱۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مخاطب! تو نے دوستی کی زیادتی اور اس کی بقا کے طلب گار دوستوں کے لیے کوئی چیز، رشتہ نکاح ایسی نہیں دیکھی ہوگی[1]۔

[1] اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر دو قوموں کے درمیان دشمنی ہو، پھر ان کے درمیان رشتہ نکاح قائم ہو جائے تو ان کی دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جائے گی، اور اگر پہلے ہی محبت ہو تو اس میں لازمی طور پر اضافہ ہو جائے گا، بعض علماء نے کہا کہ مطلب یہ ہے اگر کسی شخص کے کسی عورت کے ساتھ دوستانہ روابط تھے اور وہ اس کا عاشق تھا تو نکاح کی بدولت اس کی الفت و محبت میں لطف و لذت کا اضافہ ہو جائے گا[1]۔ یا یہ مطلب ہے کہ محبت کے بعد نکاح میں لذت و رغبت دو بالا ہو جائے گی۔

۲۹۶۰/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ طَاهِرًا مُّطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاف ستھرا[1] ہو کر حاضر ہو تو وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے[2]۔

[1] اس حال میں کہ وہ پاک ہو اور پاک کیا گیا ہو یعنی اس کی پاکیزگی کا حکم کیا گیا ہو۔

[2] کیونکہ آزاد عورتیں، لونڈیوں کی نسبت زیادہ طاہر و مُطَہَّر ہوتی ہیں، اس لیے ان کی صحبت اور ہم نشینی سے مرد کو بھی طہارت کا حصہ ملے گا، یہ غالب اور اکثر کے لحاظ سے حکم ہے (لونڈی عموماً اپنے مولا کی خدمت میں مصروف رہنے کے سبب تعلیم و تربیت سے محروم ہوتی ہے اس لیے اس کی بدولت مرد کو یا اس کی اولاد کو تقویٰ و طہارت اور اچھے اخلاق کا اثر نہیں پہنچے گا۔ ۱۲ قادری)۔

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں: اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہو جائے تو زنا نہ کرے کہ پھر بغض پیدا ہو جائے گا بلکہ نکاح کرے تب محبت دائمی رہے گی ۱۲ مراۃ۔

۲۹۶۱/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰهِ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ رَوَی ابْنُ مَاجَةَ الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَةَ ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن نے خوفِ خدا کے بعد اچھی بیوی[1] سے بہتر کوئی چیز حاصل نہیں کہ، اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اگر اس کی طرف دیکھے تو اس کے من کو بھائے، اگر اس پر قسم کھائے[2] تو اسے پورا کر دے، اور اگر اس سے غائب ہو تو اپنی ذات[3] اور اس کے مال[4] میں خیر خواہی کرے۔
(مذکورہ بالا تینوں حدیثیں امام ابن ماجہ نے روایت کیں)۔

[1] خوب سیرت، خوب صورت۔

[2] مرد قسم کھا کر کہے کہ اسے یہ کام کرنا ہوگا تو وہ کام کر دے (بشرطیکہ شرعاً جائز ہو ۱۲ قادری)

[3] اپنے آپ کو فسق اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھے۔

[4] یعنی مرد کے مال میں خیانت نہ کرے اور اسے ضائع نہ کرے۔

۲۹۶۲/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰهَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نکاح کرلے تو اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا، باقی آدھے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے[1]

[1] علماء کرام نے اس حدیث کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ دین کے فساد کا سبب عموماً پیٹ اور شرمگاہ ہے نکاح کرنے سے شرمگاہ کے فساد سے نجات مل گئی اب اسے چاہیے کہ پیٹ کے معاملے میں خدا خوفی کو کام میں لائے تاکہ دین کی بہتری مکمل طور پر حاصل ہو جائے۔

۲۹۶۳/۱۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مُؤْنَةً رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

بڑا ہی بابرکت نکاح وہ ہے جس میں بوجھ کم ہو[1] (یہ دونوں حدیثیں امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں)۔

---

[1] یعنی اس کے اسباب مہیا کرنے میں زیادہ دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بہترین عورتیں وہ ہیں جو تھوڑی سی چیز پر راضی ہو جائیں۔ (آج کے رسم رواج خانہ آبادی کی بجائے خانہ بربادی کا باعث ہیں بھاری حق مہر، لمبا چوڑا جہیز، باراتیوں کا ہجوم، انواع واقسام کے کھانے، وڈیو فلموں کا فلمانا، ناچ گانا، ریکارڈنگ، یہ سب فضول رسمیں ہیں، بابرکت نکاح وہی ہے جو ان بیہودہ رسموں سے خالی ہو ۱۲ قادری۔

بَابُ النَّظْرِ اِلَى الْمَخْطُوْبَةِ وَبَيَانِ الْعَوْرَاتِ

۲۴۵۔ جس عورت کو نکاح کا پیغام دیا جائے اسے دیکھنے اور ستر کا بیان

مخطوبہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو، یہ خِطبہ خاء کے نیچے زیر، سے مشتق ہے، لغت میں اس کا معنی خطاب اور کسی کی طرف روئے سخن پھیرنا ہے، کیونکہ مرد، عورت اور اس کے قریبی رشتہ داروں سے نکاح کرنے کی بات کرتا ہے، اس مرد کو خاطب اور عورت کو مخطوبہ کہتے ہیں، خُطبہ خاء پر پیش ہو تو یہ بھی خطاب سے ہے۔ خطبہ دینے والے کو خطیب کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک نکاح سے پہلے عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے، امام شافعی امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک بھی جائز ہے، امام مالک کے نزدیک عورت کی اجازت سے جائز ہے، ان سے ایک روایت ہے کہ مطلقاً ناجائز ہے، اور اگر کسی ماہر اور امین عورت کو بھیجے تو بہتر ہے۔ عورت، انسان کے ان اعضاء کو کہتے ہیں کہ جن کے دیکھنے اور دکھانے سے شرم آئے، شرم گاہ اس کی جمع عورات ہے، اس کی واؤ ساکن اور زبر کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۹۶۴/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِيْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: اسے دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے[1]۔

(مسلم)

[1] یعنی ان کی آنکھیں نیل گوں یا زرد ہوتی ہیں. علامہ طیبی نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصاری مردوں کی آنکھوں کو دیکھا، ان پر قیاس کرتے ہی فرمایا کہ عورتوں کی آنکھیں بھی ایسی ہی ہوں گی، یا لوگوں کی زبانی سنا کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں یہ صفت ہوتی ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اگر آپ نے انصاری خواتین کا چہرہ اور ان کی آنکھیں دیکھی ہوں تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے. لیکن محققین نے تصریح کی ہے کہ آپ کا باپ ہونا بطور شفقت اور خیر خواہی اور تعظیم و توقیر اور اطاعت کے واجب ہونے کے اعتبار سے ہے (یعنی عام عورتوں کے لیے آپ سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے ۱۲ قادری)۔ چنانچہ علامہ بیضاوی نے آیت مبارکہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ کی تفسیر میں تصریح کی ہے. علماء محدثین نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض خواتین کے ساتھ تنہائی میں ملاقات فرمانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ آپ کی رضاعی خالہ تھیں، یہ بات ہم نے اس کتاب کے بعض دیگر مقامات میں بھی بیان کی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ عورت کا چہرہ عورت نہیں ہے[1] فقہاء کرام نے بوقت ضرورت اس کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیا ہے، جیسے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے لہذا اگر اتفاقاً کسی کی آنکھ پر نظر پڑ گئی ہو تو جائز ہوگا۔

۲۹۶۵
۲
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] در مختار میں ہے کہ جوان عورت کو مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔ کیونکہ چہرہ اگرچہ عورت نہیں ہے لیکن فتنے کا خوف ہے (در مختار)۔ یعنی اسلام صرف برائی ہی کو نہیں روکتا بلکہ برائی کے راستوں کو بھی بند کرتا ہے، آج معاشرے کے بگاڑ کا ایک بڑا سبب جوان لڑکیوں کا بے پردہ، ٹیڈی لباس پہن کر منظر عام ـ، بازاروں، اخباروں اور ٹی وی پر آنا ہے، یہی وجہ ہے کہ جنسی جرائم میں خوفناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے اور نظر کی پاکیزگی کا تو قصہ ہی پرانا ہو چکا ہے ۱۲ قادری

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا: ایسا نہ ہو کہ ایک عورت دوسری عورت سے ملاقات کرے پھر اس کا حلیہ اپنے شوہر سے اسطرح بیان کرے جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

(صحیحین)

۲۹۶۶ وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ[۳] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد، مرد کی اور عورت، عورت کی شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے[۱]، اور مرد، مرد کے ساتھ[۲] اور عورت، عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں جمع نہ ہو[۳]۔

(مسلم)

۲۹۶۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ[۴]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ مرد کا عورت کے ستر کو دیکھنا اور عورت کا مرد کے ستر کو دیکھنا ہی ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ مرد کا مرد کے ستر کو اور عورت کا عورت کے ستر کو دیکھنا بھی ممنوع ہے — مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے اسی طرح عورت کا ستر، عورت کے لیے بھی یہی ہے، مرد کے لیے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ عورت کا تمام جسم عورت ہے۔ (جسے چھپانا ضروری ہے)، یہی وجہ ہے کہ صنف نازک کو عورت کہا جاتا ہے کہ وہ سراپا عورت ہے، صحیح ترین حکم یہ ہے کہ بے ریش لڑکا بھی عورت کے حکم میں ہے، اجنبی عورت پر (ضرورت شرعیہ کے بغیر) نظر ڈالنا حرام ہے خواہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ شہوت کے بغیر دیکھنا مکروہ ہے۔ بعض روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بے ریش لڑکے کو دیکھنا اس وقت حرام ہے جب نظر شہوت سے ہو، اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جائے۔

[۲] یعنی دو مرد برہنہ ایک لحاف میں نہ لیٹیں۔

[۳] یعنی اس میں عام طور پر اگرچہ گناہ اور آفت کا خطرہ نہیں پھر بھی ایسا کرنا حرام اور مکروہ ہے۔ (وہم جنسی کا خطرہ بہر صورت موجود ہے، مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہی پاکیزگی اور سلامتی کی راہ ہے۔ ۱۲ قادری)۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلَا لَا يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَاَةٍ ثَيِّبٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَاكِحًا اَوْ ذَا مَحْرَمٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے، مگر یہ کہ اس کا شوہر ہو یا محرم[1]۔

(مسلم)

[1] محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ کبھی بھی نکاح نہ کیا جا سکے، شادی شدہ ہونے کی قید اس لیے لگائی کہ کنواری لڑکی تو شرمیلی ہوگی اور اس کے دل میں خوف ہوگا۔ (کہ اگر خدانخواستہ کسی غلط حرکت کی بنا پر حمل ٹھہر گیا تو اس کا کیا بنے گا جب کہ شادی شدہ عورت سمجھتی ہے کہ وہ اس کے شوہر ہی کا شمار کیا جائے گا ١٢ قادری) اس لیے اس جگہ فتنے کا خوف کم ہوگا، اسی طرح علماء نے بیان کیا ہے، بعض علماء نے کہا کہ ثیب سے مراد وہ عورت ہے جس کا شوہر نہ ہو، زیادہ واضح یہ ہے اس سے مراد جوان عورت لینی چاہیئے۔

٢٩٦٨/٥ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو[1]، ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! دیور کے بارے میں فرمایئے[2]، فرمایا: دیور تو موت ہے[3]

(صحیحین)

[1] جو کہ بیگانی ہوں۔

[2] اس کا عورتوں کے پاس جانا جائز ہے یا نہیں؟ حَمْوٌ حا پر زبر، میم ساکن، اس پر زبر بھی پڑھی جا سکتی ہے، مرد کی طرف سے عورت کا رشتے دار، مثلاً مرد کا بھائی اور بھتیجا کہ عورت کے محرم نہیں ہیں، برخلاف شوہر کے باپ اور بیٹے کے (کہ وہ محرم ہیں)۔

[3] یعنی دیور میں فتنہ زیادہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں لوگ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، گھر میں اس کی آمدورفت زیادہ ہوتی ہے، اس کے لیے میل جول اور رسائی حاصل کرنا آسان ہوتا ہے، دیور تو موت ہے یہ جملہ محاوراتِ عرب میں کسی چیز کی شدت اور برائی بیان کرنے اور اس سے ڈرانے اور دور رہنے کی تلقین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ شیر موت ہے، بادشاہ آگ ہے، قریبی رشتہ داروں کے بارے میں خوف زیادہ ہوتا ہے اور فتنہ واقع ہوتا

رہتا ہے۔

٢٩٦٩ ٦ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ فَاَمَرَ اَبَا طَيْبَةَ اَنْ يَحْجُمَهَا قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ اَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ اَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فصد[١] کی اجازت طلب کی، آپ نے حضرت ابو طیبہ کو ان کے فصد[٢] کا حکم دیا، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے[٣]۔

(مسلم)

[١] خون نکلوانا۔

[٢] يَحْجُمُهَا جیم پر پیش، حضرت ابو طیبہ فصد لگانے کا کام کرتے تھے۔

[٣] بعض علماء فرماتے ہیں کہ علاج کی غرض سے طبیب کے لیے دیکھنا جائز ہے۔

٢٩٧٠ ٧ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِيْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جریر بن عبد اللہ[١] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے[٢] کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لوں[٣]۔

(مسلم)

[١] مشہور صحابی ہیں اور اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں، دوسری جگہ ان کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔

[٢] جو اجنبی عورت پر واقع ہو جائے۔ فَجَاءَۃ فاء پر زبر، جیم ساکن، دوسری لغت یہ ہے کہ فاء پر پیش ہو، جیم پر زبر اور آخر میں الف ممدودہ فُجَاءَۃٌ۔

[٣] یعنی اچانک پڑنے والی نظر معاف ہے لیکن چاہیے کہ دیکھتا ہی نہ رہ جائے اور دوسری نظر بھی نہ ڈالے کہ اس صورت میں معذور نہ ہوگا۔

٢٩٧١ ٨ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَّتُدْبِرُ فِيْ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے[١]۔ جب

صُوْرَۃِ شَیْطَانٍ اِذَا اَحَدُکُمْ اَعْجَبَتْہُ الْمَرْاَۃُ فَوَقَعَتْ فِیْ قَلْبِہٖ فَلْیَعْمِدْ اِلَی امْرَاَتِہٖ فَلْیُوَاقِعْھَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِہٖ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آئے اور دل میں گھر کر جائے تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کا قصد کرے اور اس سے مباشرت کرے کہ یہ عمل اس کے دل کی رغبت کو دور کر دے گا۔

(مسلم)

---

[1] (یعنی اسے آتے ہوئے آگے سے دیکھو یا جاتے ہوئے پیچھے سے۔ بہر صورت دل میں وسوسہ پیدا کرتی ہے جیسے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے، آج کل عورتیں ٹیڈی لباس پہن کر میک اپ کر کے نکلتی ہیں تو سراپا دعوتِ نظارہ بنی ہوئی ہوتی ہیں، ایسے میں وہ شخص بڑا متقی ہے جو اپنی نگاہوں کو بہکنے سے بچالے، اس طرح عورت کا گھر سے نکلنا نہ صرف شرعًا ناجائز ہے بلکہ اخلاقی دیوالیہ پن کی دلیل بھی ہے ۱۲ قادری)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٢٩٧٢ ٩ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْاَۃَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جب تم میں سے ایک شخص کسی عورت کے نکاح کا پیغام دینا چاہے تو اگر ہو سکے کہ ایسی چیز میں غور و فکر کرے جو اس کے نکاح کا باعث بنے تو ضرور غور کرے[1]۔

(ابو داؤد)

---

[1] باعثِ نکاح سے مراد یا تو وہ امور ہیں جو عمومًا عورتوں میں پیش نظر رکھے جاتے ہیں مثلاً مال، حسب و نسب جمال، دینداری اور پاک دامنی تاکہ دین کے معاملے میں پورا اہتمام کیا جا سکے، یا اس سے خاص باعث مراد ہے یعنی غیر عورت کی طرف نگاہ نہ اٹھے اور امور معیشت میں کفایت حاصل ہو وغیر ذالک، دونوں صورتوں میں نظر کا معنی غور و فکر ہے، اور اگر منگیتر کی طرف دیکھنا مراد لیا جائے، کیونکہ یہ باب اسی مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے تو بھی درست ہے، لیکن یہ مطلب ظاہر عبارت سے بعید ہے۔

٢٩٧٣ ١٠ وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَۃً فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ نَظَرْتَ اِلَیْھَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّہٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

ہے کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا: اسے دیکھ[1] لو کہ یہ دیکھنا تمہارے درمیان محبت والفت کے لیے زیادہ مناسب ہے[2]۔

(امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

---

[1] یعنی اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو اسے دیکھ لو کسی حیلے بہانے سے یا کسی دیانت دار عورت کو دکھا دو (۲، قادری)۔

[2] ایدام کا معنی ہم آہنگی اور موافقت کرنا ہے، سالن کو جو ادام کہتے ہیں تو وہ بھی اسی مادے سے ہے۔

۲۹۷۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ امْرَاَۃً فَاَعْجَبَتْہُ فَاَتٰی سَوْدَۃَ وَھِیَ تَصْنَعُ طِیْبًا وَعِنْدَھَا نِسَآءٌ فَاَخْلَیْنَہٗ فَقَضٰی حَاجَتَہٗ ثُمَّ قَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ رَاٰی امْرَاَۃً تُعْجِبُہٗ فَلْیَقُمْ اِلٰی اَھْلِہٖ فَاِنَّ مَعَھَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَھَا۔

۱۱

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جو بھلی معلوم[1] ہوئی، آپ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[2] کے پاس تشریف لائے وہ خوشبو تیار کر رہی تھیں اور ان کے پاس کچھ عورتیں موجود تھیں، انہوں نے تخلیہ کر دیا، آپ اپنی حاجت سے فارغ[3] ہوئے، پھر فرمایا، جو شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے بھلی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جائے[4] کہ اس کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو اس دوسری عورت کے پاس ہے[5]۔

(دارمی)

---

[1] پہلی نظر میں بتقاضائے طبیعت بھلی معلوم ہوئی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے بعض علماء شافعیہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ جو عورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آجاتی وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ شان ہے جو امت میں سے کسی کی نہیں ہے، اور آپ کا کسی کام کو کرنا حکم شرعی کے وارد ہونے کا سبب ہوتا تھا اور وہ فعل سنت قرار پاتا تھا۔

[2] ام المومنین ہیں۔

[۳] ام المومنین حضرت سودہ سے حاجت پوری کی۔

[۴] اور اس سے جماع کرے۔

[۵] اور اپنی بیوی سے محبت کرے تاکہ جو میلان اور خواہش اُس عورت کے لیے پیدا ہوئی ہے وہ اس پر صرف ہو جائے اور اُس کا خیال دل سے نکل جائے، بعض علماء شافعیہ نے ایک عجیب بات کہہ دی کہ اپنی عورت سے، اس عورت کے خیال سے جماع کرے تاکہ اس کے خیال سے مکمل طور پر خالی ہو جائے۔

۲۹۷۵/۱۲ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صنفِ نازک سراپا عورت ہے[۱]۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے دیکھتا ہے[۲]۔

(ترمذی)

[۱] اس کا حق یہ ہے کہ پوشیدہ اور چھپائی ہوئی ہو، یہی عورت کا معنیٰ ہے۔

[۲] اور اس کے درپے ہوتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اور مردوں کو اس کی طرف متوجہ کرے، اِسْتِشْرَاف کا معنیٰ ہے کسی چیز کو دیکھنے کے لیے آنکھیں اٹھانا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھنا جیسے کہ لوگ غور سے دیکھتے وقت عموماً کرتے ہیں۔

۲۹۷۶/۱۳ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اے علی! تو ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈال[۱] کیونکہ پہلی نظر تیرے لیے جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔

(امام احمد، ترمذی ابوداؤد، دارمی)

[۱] اِتْبَاع، ہمزہ کے نیچے زیر اور تا ساکن، پیچھے بھیجنا، اور اتباع تا مشدد کے ساتھ پیچھے جانا، یعنی پہلی نظر جو اچانک پڑ گئی (وہ جائز ہے) اس کے بعد دوبارہ نہ دیکھو

۲۹۷۷/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَمَتَهُ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى عَوْرَتِهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى مَا دُوْنَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

جب تم میں سے ایک شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے تو اس لونڈی کا ستر ہرگز نہ دیکھے[1] اور ایک روایت میں ہے کہ ناف سے نیچے اور گھٹنے کے اوپر کا حصہ[2] نہ دیکھے۔

(ابوداؤد)

---

[1] یعنی جس کنیز کا اس نے نکاح کر دیا وہ اس کے لیے اجنبی عورت کی حیثیت رکھتی ہے اور اجنبی کنیز کا ستر ناف سے زانو تک ہے، جیسے کہ خود اس کی تفسیر فرمائی ہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ (اجنبی کنیز کی) ناف اور زانو، ستر نہیں ہے۔

۲۹۷۸/۱۵ **وَعَنْ** جَرْهَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت جرہد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران، ستر ہے[2]

(ترمذی، ابوداؤد)

---

[1] جرہد جیم پر زبر، اہل صفہ میں سے صحابی ہیں۔

[2] اسد الغابہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں حضرت جرہد کے پاس سے گزرے، ان کی ران برہنہ تھی، آپ نے فرمایا: ران کو ڈھانپ لو کیونکہ ران ستر ہے، یہ حدیث امام مالک کے خلاف دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ران، ستر نہیں ہے۔

۲۹۷۹/۱۶ **وَعَنْ** عَلِيٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَّلَا مَيِّتٍ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اپنی ران برہنہ نہ کرو اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھو[1]۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر میں مردہ اور زندہ کا ایک ہی حکم ہے۔

۲۹۸۰/۱۷ **وَعَنْ** مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ

حضرت محمد بن جحش[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعْمَرٍ وَّفَخِذَاهُ مَكْشُوْفَتَانِ قَالَ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَاِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معمر[2] کے پاس سے گزرے، اس حال میں کہ ان کی دونوں رانیں منکشف تھیں، آپ نے فرمایا: اپنی رانوں کو ڈھانپ[3] لو کیونکہ رانیں ستر ہیں۔

(شرح السنۃ)

[1] محمد بن جحش جیم پر زبر، حا ساکن، جو کتابیں میری نظر سے گزری ہیں اُن میں ان کا ذکر نہیں ملا۔ کلمات حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

[2] معمر دونوں میموں پر زبر، عین ساکن، قدیم الاسلام صحابی ہیں۔

[3] غَطِّ غین پر زبر اور طا مشدد۔

۲۹۸۱/۱۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَاِنَّ مَعَكُمْ مَّنْ لَّا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ننگے ہونے سے بچو[1] کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے مگر قضاء حاجت کے وقت اور اس وقت جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے[3]۔ پس تم ان کا حیا کرو اور ان کی عزت کرو[4]۔

(ترمذی)

[1] اگرچہ تم تنہائی میں اکیلے ہی ہو۔

[2] غائط اصل میں پست زمین اور گڑھے کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد قضاء حاجت لیتے ہیں۔

[3] اور اس سے جماع کرتا ہے۔

[4] وہ فرشتے مراد ہیں جو انسان کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں یعنی کراماً کاتبین اور وہ فرشتے جو حفاظت پر مقرر ہیں۔ یہ دو وقتوں کے علاوہ ہمیشہ آدمی کے ساتھ رہتے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ صرف محافظ فرشتے مراد ہیں کیونکہ کراماً کاتبین کسی وقت آدمی سے جدا نہیں ہوتے۔

۲۹۸۲/۱۹ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے

كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ اِذَا قَبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗد)

کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں[1] اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اُن سے پردہ کرو، میں[2] نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ جو ہمیں نہیں دیکھتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں[3] نابینا ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں[4]؟

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد)

[1] دونوں امہات المومنین میں سے ہیں۔

[2] حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔

[3] حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[4] یعنی وہ اگرچہ نابینا ہیں تم تو نابینا نہیں ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اجنبی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح اگر برعکس ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی اصل ہے۔ جس حدیث میں حبشیوں کے کھیلنے کا ذکر ہے وہ رخصت پر محمول ہے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت کم عمر تھیں، مختار یہ ہے کہ مرد کی ناف سے اوپر اور زانوؤں سے نیچے کی طرف عورت کا دیکھنا جائز ہے، اس پر عورتوں کے نماز کے لیے حاضر ہونے سے استدلال کیا گیا ہے، لازمی بات ہے کہ ان کی نظر مردوں پر پڑتی ہوگی، یہ سب اس صورت میں ہے کہ شہوت کی نظر نہ ہو۔

۲۹۸۳ ۲۰ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا

حضرت بہز بن حکیم[1] اپنے والد سے وہ ان کے دادا[2] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی اور مملوکہ کنیز[3] کے علاوہ اپنا ستر چھپاؤ، میں نے عرض کیا یارسول اللہ!

مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَرَءَيْتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ فَاللهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

یہ فرمایئے کہ جب مرد تنہا ہو تو؟[4] فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیا کیا جائے[5]۔

(امام ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

[1] بہز باء پر زبر، ہا ساکن، آخر میں زاء، بن حکیم، ثقہ تابعی ہیں ان سے امام ثوری، ابن مبارک اور دوسرے محدثین روایت کرتے ہیں، بعض محدثین ان کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔

[2] ان کے دادا حضرت معاویہ بن حیدہ حاء پر زبر، یاء ساکن، صحابی ہیں، بصرہ میں مقیم ہوئے اور خراسان میں وصال ہوا۔

[3] جو خرید و فروخت سے تمہاری ملکیت میں ہے، ملک یمین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بیع کے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں اور قیمت ہاتھ میں تھما دیتے ہیں۔

[4] یعنی آدمی اکیلا تنہائی میں ہو تو پھر بھی ستر چھپائے۔

[5] اگرچہ اس جگہ کوئی دوسرا نہ ہو، اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔ اس میں ادب اور حیاء کی انتہائی پاسداری ہے۔

٢٩٨٤ ٢١ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطٰنُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات نہیں کرتا مگر شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے۔

(ترمذی)

٢٩٨٥ ٢٢ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر غائب ہوں کیونکہ شیطان، تم میں سے ایک کے خون کے

قُلْنَا وَ مِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ مِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

جاری ہونے کی جگہ جاری ہوتا ہے[2]، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے بھی؟ فرمایا! میرے بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری امداد فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا[3]

(ترمذی)

[1] "مُغِیْبَۃٌ" میم پر پیش، غین کے نیچے زیر اور یا ساکن، وہ عورت جس کا شوہر غائب ہے، اس کی تخصیص اس لیے کی کہ اسے مباشرت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔

[2] اس کا تصرف اور وسوسہ، انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔

[3] وہ شیطان میرا مطیع اور فرمانبردار ہوگیا اور میں اس کے تصرف سے محفوظ ہوگیا ہوں ــــ ایک روایت میں اَسْلَمُ میم کی پیش کے ساتھ ہے، اب معنی یہ ہوگا کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں، اس حدیث کی شرح کتاب کی ابتداء میں باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے۔

$\frac{۲۹۸۶}{۲۳}$ **وَعَنْ** اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهٗ لَهَا وَعَلٰى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ اِذَا قَنَّعَتْ بِهٖ رَاْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَ اِذَا غَطَّتْ بِهٖ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَاْسَهَا فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقٰى قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكِ بَاْسٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُوْكِ وَ غُلَامُكِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسے غلام کے ساتھ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے جو آپ انہیں ہبہ فرما چکے تھے، حضرت فاطمہ پر ایسا کپڑا تھا کہ جب اس سے سر ڈھانپتیں[1] تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب اس سے پاؤں ڈھانپتیں تو سر تک نہ پہنچتا، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس مشکل[2] میں مبتلا دیکھا تو فرمایا! بے شک تم پر کوئی حرج نہیں، جن سے تم شرما رہی ہو وہ تمہارے والد ہیں اور تمہارا غلام ہے[3]۔

(ابوداؤد)

---

[1] صراح میں ہے مِقْنَعٌ اور مِقْنَعَةٌ میم کے نیچے زیر، اوڑھنی۔

[2] جو وہ اپنے جسم شریف کو ڈھانپنے کے لیے اٹھا رہی تھیں۔

[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا مملوک اس کا محرم ہے، اور قرآن میں جو واقع ہے، وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

تو یہ لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے۔ بعض علما نے فرمایا: کہ اس سے مراد کنیزیں ہیں، عورت کا غلام اس کے لیے اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک مملوک صرف اس حد تک دیکھ سکتا ہے۔ جہاں تک اجنبی دیکھ سکتا ہے[1]۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۲۹۸۷ / ۲۴ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عِنْدَنَا وَ فِی الْبَیْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اُمَیَّۃَ اَخِیْ اُمِّ سَلَمَۃَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ لَکُمْ غَدًا الطَّآئِفَ فَاِنِّیْ اَدُلُّکَ عَلٰی ابْنَۃِ غَیْلَانَ فَاِنَّھَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَّ تُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلَنَّ ھٰؤُلَآءِ عَلَیْکُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا[1] تھا اس نے حضرت ام سلمہ کے بھائی عبد اللہ ابن ابی امیہ سے کہا اے عبد اللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہارے لیے طائف فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان[2] کی بیٹی کا پتا دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ آتی ہے چار کے ساتھ اور جاتی ہے آٹھ کے ساتھ[3]، تب[4] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اور اس قسم کے لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں[5]۔

(صحیحین)

[1] مُخَنَّثٌ نون مشدد پر زبر، اس کے نیچے زیر بھی پڑھی جا سکتی ہے وہ مرد جو گفتگو اخلاق اور حرکات و سکنات میں عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو، اصل میں خناث کا معنی سست اور دوہرا ہونا ہوتا ہے، یہ وصف کبھی پیدائشی ہوتا ہے۔

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا اس حدیث سے استدلال کچھ ضعیف سا ہے۔ کیونکہ یہ غلام نابالغ اور غیر محل شہوت تھا عربی میں غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں، جس پر قرآن مجید، احادیث اور لغت کی کتب گواہ ہیں .... خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں غلام اپنی مالکہ کے لیے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس کا چہرہ، ہاتھ، پاؤں ضرورۃً دیکھ سکتا ہے، مگر امام شافعی کے ہاں محرم کی طرح ہے کہ اس کا سر، بازو، پنڈلی بھی دیکھ سکتا ہے۔

۱۲ مرآۃ۔

ایسی صورت میں گناہگار اور مستحق مذمت اور سزا نہ ہوگا اور کبھی بناوٹی جو تکلف سے اختیار کیا جاتا ہے اور یہ مذمت اور لعنت کا سبب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے، اس ہیجڑے کا نام ماطع تھا میم اور طاء کے ساتھ، بعض علماء نے اس کا نام ہیت بیان کیا، ہاء کے نیچے زیر، یا ساکن، بعد میں تاء ساکن، بعض علماء نے کہا اس کا نام ہنب تھا، پہلے ہاء پھر نون اس کے بعد باء۔

۵۲ غَیلان غین پر زبر، یاء ساکن، ایک شخص کا نام، اس کی لڑکی کا نام بادیہ تھا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے نکاح کیا۔

۵۳ اس کا موٹاپا بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ موٹے لوگوں کے پیٹ میں بل (سلوٹیں) پڑجاتے ہیں۔ اگر وہ اگلی جانب چار ہوئے تو پچھلی جانب آٹھ ہوں گے کیونکہ دائیں، بائیں ان کے چار، چار کنارے ہوں گے۔ ان کو عربی میں "عُکَن" کہتے ہیں یہ "عکنۃ" کی جمع ہے، صراح میں ہے عکنہ موٹاپے کی وجہ سے پیٹ میں پڑنے والے بل (سلوٹ) کو کہتے ہیں، عرب طبعًا موٹی عورت کو پسند کرتے ہیں۔

۵۴ مخنث کی یہ بات سن کر۔

۵۵ پہلے اس مخنث کی آمد و رفت امہات المومنین کے ہاں اس خیال کے تحت ممنوع نہ تھی کہ اسے عورتوں کی طرف میلان، رغبت اور حاجت نہیں ہے اور وہ غیر اُولِی الْاِرْبَہ قسم کی چیز ہے جس سے قرآن مجید کی رُو سے عورتوں کا پردہ کرنا واجب نہیں ہے، جیسے کہ پیر فرتوت اور وہ شخص جس کا عضو تناسل اور خصیتین کاٹ دیے گئے ہوں اور وہ نیم پاگل جنہیں عورتوں کے معاملے کی بالکل خبر نہ ہو اور بچے ہوئے کھانے اور ایک دو لقموں کے لیے لوگوں کے گرد منڈلاتے ہوں، اب معلوم ہوا کہ وہ مخنث (ہیجڑا) اس قسم کا نہیں ہے تو اسے آنے جانے سے منع کر دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں تمہارے پاس نہیں آنا چاہیئے، اس حدیث میں ہیجڑوں کے عورتوں کے پاس آنے کی ممانعت ہے، خصی اور جس کا عضو کاٹ دیا گیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے، علامہ بیضاوی نے کہا کہ ان دونوں میں اختلاف ہے۔

۲۹۸۸/۲۵ **وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ** قَالَ حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِیْلًا فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ سَقَطَ عَنِّیْ ثَوْبِیْ فَلَمْ اَسْتَطِعْ اٰخُذَہٗ فَرَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ خُذْ عَلَیْکَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا، میں اسے اٹھائے ہوئے چل ہی رہا تھا کہ میرا کپڑا مجھ سے گر گیا، میں اسے پکڑ نہیں سکا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اپنا کپڑا پکڑ کر پہن لو اور ننگے

ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً.

نہ چلا کرو[2]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم شریف)

---

[1] مِسْوَر میم کے نیچے زیر اور سین ساکن بن مَخْرَمَہ میم پر زبر، خا ساکن اور را پر زبر کم عمر صحابی ہیں، ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھانجے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[2] پہلے تو حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا کپڑا اٹھا کر باندھ لو پھر بطور عموم فرمایا: تم ننگے نہ چلا کرو۔

۲۹۸۹/۲۶ وَعَنْ عَاۤئِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ اَوْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ستر کی طرف ہرگز نظر نہیں کی یا میں نے ہرگز نہیں دیکھا[1]۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

---

[1] راوی کو شک ہے کہ ام المومنین نے مَا نَظَرْتُ فرمایا یا مَا رَاَيْتُ، جب کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، ہوسکتا ہے کہ دونوں روایتوں میں فرق یہ ہو کہ نظر قصداً کی جاتی ہے اور دیکھنا عام ہے (قصداً ہو یا اتفاقاً مطلب یہ ہوا کہ میں نے قصداً دیکھا اور نہ بغیر قصد کے — ایک دوسری روایت میں ہے کہ نہ آپ نے مجھ سے دیکھا اور نہ میں نے آپ سے دیکھا، ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب یہ ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مخفی اعضاء کو نہ دیکھیں، بعض فقہاء نے فرمایا: ایک دوسرے کے اعضاء کا دیکھنا، قوت شہوت کا باعث ہے اور وہ مکمل طور پر نعمت کے حاصل کرنے کا موجب ہے اور وہ مزید شکر کا سبب ہے، انہوں نے فرمایا، اس ارادے سے دیکھنا مستحسن ہے۔

۲۹۹۰/۲۷ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو پہلی بار کسی عورت کی خوبیوں کو دیکھے پھر اپنی آنکھ نیچی کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی عبادت پیدا فرمائے گا جس کی وہ مٹھاس پائے گا[1]

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(امام احمد)

---

[1] پہلی نظر جو اچانک اس پر پڑ گئی۔

[۲] یہ مٹھاس اس تلخی کی جزا ہے جو اس نے صبر میں برداشت کی۔

۲۹۹۱ / ۲۸ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

حضرت حسن بصری سے بطریق ارسال مروی ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے دیکھنے والے پر[۱] اور اس پر جس کی طرف دیکھا جائے[۲]۔

امام بیہقی نے یہ حدیث شعب الایمان میں روایت کی۔

---

[۱] وہ شخص جو دوسرے کی شرم گاہ کی طرف دیکھے۔

[۲] اگر اس کا ارادہ ہو اور اس کی دلچسپی شامل ہو۔

بَابُ الْوَلِیِّ فِی النِّکَاحِ وَاسْتِیْذَانِ الْمَرْأَةِ

۲۴۶۔ نکاح کے ولی اور عورت سے اجازت لینے کا بیان

ولی وہ شخص ہے جو کسی کے کام کا ذمہ دار بن جائے اور اس کا کام اپنے ذمہ لے لے۔ اس جگہ وہ شخص مراد ہے۔ جو نکاح کے معاملے کا ذمہ دار ہو، جیسے باپ، دادا، وغیرہ، اس باب میں وہ حدیثیں لائیں گے، جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ آیا نکاح میں ولی کا موجود ہونا واجب ہے؟ اور کیا نکاح میں عورت سے اجازت لینا واجب ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۲۹۹۲ / ۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ اِذْنُهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! بیوہ کا نکاح نہیں کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس سے پوچھا جائے[۱] اور کنواری کا نکاح نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ اس سے اجازات لی جائے[۲]، صحابہ نے عرض کیا کنواری کی اجازت کیسے ہوئی؟ فرمایا: یہ کہ

قَالَ اَنْ تَسْكُتَ ۔

وہ خاموش ہو جائے ۵۳

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(صحیحین)

۵۱ اور اس سے مشورہ کیا جائے۔ ایّم، ہمزہ پر زبر، یا مشددہ کے نیچے زیر، وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ، اس جگہ بیوہ مراد ہے کیونکہ کنواری کے مقابل واقع ہے ۔

۵۲ بیوہ کے بارے میں تُسْتَأْمَرُ فرمایا، یعنی اس کا امر اور مشورہ طلب کیا جائے اور کنواری کے بارے میں تُسْتَأْذَنُ فرمایا جس کا معنی ہے کہ اس کا اذن اور اس کی رضا طلب کی جائے، کیونکہ بیوہ حکم دے گی اور شرمائے بغیر صراحۃً اشارہ کر دے گی۔ برخلاف کنواری کے کہ صراحۃً بات کہنے سے شرمائے گی، ہاں وہ اجازت دے گی اور راضی ہو جائے گی اگرچہ بزبانِ خاموشی ہی ہو۔

۵۳ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے ۔

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے امر اور اذن کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے، لیکن علماء نے اس جگہ تفصیل بیان کی ہے، عورت کی چار قسمیں ہیں ۔

۱۔ بیوہ بالغہ : اس کے بارے میں اتفاق ہے کہ اگر وہ عاقلہ ہے تو اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ۔

۲۔ نابالغ کنواری : اس میں اتفاق ہے کہ اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے ۔

۳۔ نابالغ ثیبہ (شادی شدہ) احناف کے نزدیک اس کا نکاح اجازت کے بغیر کیا جا سکتا ہے، شافعیہ کے نزدیک نہیں کیا جا سکتا ۔

۴۔ کنواری بالغہ ہمارے نزدیک اجازت کے بغیر اس کا نکاح جائز نہیں جب کہ شافعیہ کے نزدیک جائز ہے۔

ہمارے نزدیک ولایت اور اختیار کا دار و مدار عورت کے بالغ ہونے پر ہے اور اختیار نہ ہونے کا مدار نابالغ ہونے پر ہے، امام شافعی کے نزدیک ثیبہ اور کنواری ہونے پر مدار ہے (یعنی ثیبہ کو اختیار ہے کنواری کو نہیں)، ہمارے نزدیک حدیث بالغہ پر محمول ہے خواہ بیوہ ہو یا کنواری، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان۔ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ امام شافعی پر حجت ہے جیسے کہ مخفی نہیں (ان کے نزدیک کنواری کو اختیار نہیں لہٰذا اس سے اجازت بھی نہیں لی جائے گی جب کہ حدیث میں صاف اجازت لینے کا ذکر ہے ۱۲ قادری ۔

۲۹۹۳ / ۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَ الْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَ اِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَ الْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَ اِذْنُهَا سُكُوْتُهَا وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا وَ مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِيْ نَفْسِهَا وَ اِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شوہر عورت اپنی ذات کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اسکی خاموشی ہے، ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: بیوہ اپنی ذات کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: بیوہ اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے اپنے ولی سے اور کنواری سے اس کی ذات کے بارے میں اس کا باپ اجازت لے اور اس کی اجازت، اس کی خاموشی ہے[1]۔

(مسلم)

[1] یہ دونوں روایتیں معنی کے لحاظ سے ایک دوسری کے قریب ہیں اور ان کا ترجمہ ظاہر ہے (مترجم نے ترجمہ بھی لکھ دیا ہے ۱۲ قادری)۔

۲۹۹۴ ۳ وَعَنْ خَنْسَآءَ بِنْتِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَ هِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نِكَاحَ اَبِيْهَا۔

حضرت خنساء بنت خذام[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جب کہ وہ شادی شدہ تھیں انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں[2] تو آپ نے والد کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا[3] (بخاری)، امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ان کے باپ کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا[3]۔

[1] خَنْسَاء خا پہ زبر اور نون ساکن بنت خذام خا کے نیچے زیر اور اس کے بعد ذال، دونوں نقطے والے حرف ہیں، صحابیہ انصاریہ ہیں۔ (پہلے ان کی شادی ہو چکی تھی اور اس وقت کسی کے نکاح میں نہ تھیں۔ ۱۲ قادری)۔

[2] اور اپنا حال عرض کیا۔

[3] مصابیح میں نِکَاحَہَا ہے اس عورت کا نکاح رد کر دیا۔

یہ تمام روایات کا مطلب ایک ہی ہے۔

۲۹۹۵/۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشَرَةَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ سات سال کی لڑکی تھیں[ع] اور رخصتی[۱] کے وقت وہ نو سال کی لڑکی تھیں اور ان کے کھلونے[۲] ان کے ساتھ تھے اور حضور کا وصال ہوا اور آپ ان سے جدا ہوئے تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

(مسلم شریف)

[۱] زفاف زا کے نیچے زیر، دلھن کو شوہر کے گھر بھیجنا۔

[۲] لُعَبٌ لام پر پیش، عین پر زبر، "لُعْبَۃٌ" پہلے حرف پر پیش، دوسرا ساکن، کی جمع ہے جس کے ساتھ بچیاں کھیلتی ہیں (کھلونا)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۲۹۹۶/۵ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح نہیں ہے مگر ولی کے ذریعے[۱]

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ۔ دارمی)

[ع] مرآۃ میں ہے: یعنی چھ سال کی ہو کر ساتویں سال میں داخل ہو چکی تھیں لہٰذا یہ روایت ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں آپ کی عمر اس وقت چھ سال مذکور ہے۔ بہر حال آپ اس وقت بالغہ نہ تھیں معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح ولی کر سکتا ہے نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ یعنی جن لڑکیوں کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور انہیں طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اگر بچی نابالغہ کا نکاح درست نہ ہوتا تو اسے طلاق کیسی؟ اور اس کی عدت تین ماہ کیسی؟ آج بعض منکرین حدیث نابالغہ لڑکی کے نکاح کا انکار کرتے ہیں ان کا یہ انکار صریحی آیت قرآنی کے خلاف ہے، یہاں مرقاۃ نے فرمایا: حضرت عائشہ کا نکاح چھ سال کی عمر میں حدیث متواتر سے ثابت ہے ۱۲۔

اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

[1] حضرات شافعیہ اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نکاح تب ہی ہوگا جب ولی اسے منعقد کرے، ۔ عورتوں کے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا، اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہ بھی اس وقت ہے کہ لڑکی نابالغہ ہو، یا یہ مطلب ہے کہ کامل نکاح نہیں ہوتا، نیز اس حدیث کے صحیح ہونے میں بھی کلام ہے، بہت سے ائمہ حدیث اسے صحیح نہیں ملنتے ۔

۲۹۹۷/۶ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَۃٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے[1] اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کرے[2] تو اس کے لیے مہر ہے اس امر کے بدلے کہ اس مرد نے اس عورت کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا، پھر اگر رشتے دار جھگڑا کریں[3] تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے[4]۔

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)۔

[1] تین بار فرمایا، اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام ہے، امام احمد سے لوگوں نے پوچھا ولی کے بغیر نکاح کے بارے میں کوئی چیز ثابت ہے؟ فرمایا اس سلسلے میں میرے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور اگر اسے صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو نابالغ لڑکی مراد ہے، یہ وہ عام ہے جو دوسرے دلائل کی بنا پر مخصوص ہے۔

[2] جس عورت نے اذنِ ولی کے بغیر نکاح کیا ہے اگر مرد اس کے ساتھ مباشرت کرتا ہے تو اس عورت کے لیے طے شدہ مہر ہے یا مہر مثل (یعنی اگر معین نہیں ہوا تو اس کی قریبی رشتہ دار عورتوں جیسا مہر دیا جائے گا۔

[3] آپس میں جھگڑا کر بیٹھیں، اِشْتِجَار شین نقطوں والا اور جیم کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کرنا۔

[۴] اولیاء باہمی اختلاف کے سبب کالعدم قرار پائیں گے اور سلطان ولی ہوگا

۲۹۹۸ ۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَايَا الَّتِيْ يَنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زانیہ عورتیں وہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہیں[۱] زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس پر موقوف ہے[۲]۔ (ترمذی)

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ گواہوں کے بغیر نکاح باطل ہے، یہی ائمہ کا مذہب ہے اور یہی صحابہ اور تابعین سے منقول ہے۔ بعض متاخرین کا اس سے اختلاف کرنا صحیح نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس جگہ بینہ سے مراد ولی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نکاح ظاہر ہو جاتا ہے، اس صورت میں بطور مبالغہ اسے زنا کہا گیا ہے کیونکہ اس میں اختلاف کے پائے جانے کے سبب اس میں شبہہ ہے۔

[۲] یعنی یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، بعض محدثین نے اسے مرفوعًا بھی روایت کیا ہے۔

۲۹۹۹ ۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيْمَةُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یتیم بچی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت طلب کی جائے گی[۱] اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کر دے تو اس پر کوئی جبر نہیں ہے[۲]۔ (امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور امام دارمی نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی)۔

[۱] یعنی اس کے نکاح کے بارے میں، یتیمہ سے مراد کنواری بالغہ ہے، سابقہ حالت کی بنا پر اسے یتیم کہا گیا ہے۔

[۲] اور اسے زجر و توبیخ نہ کی جائے کیونکہ وہ بالغ ہو چکی ہے۔

۳۰۰۰ ۹ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ ۱۰ النَّبِيِّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ فَهُوَ عَاهِرٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ الدَّارِمِيُّ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو وہ زانی ہے۔[۱]

(امام ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

---

[۱] یعنی مملوک کا نکاح مالک کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے، پھر اگر اس نے اس نکاح کی بنا پر صحبت کی تو یہ صحبت حرام ہوگی اور وہ زانی ہوگا، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مولا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح جائز ہے لیکن وہ نافذ تب ہوگا جب مولا اجازت دے گا، اس کی اجازت سے نافذ ہو جائے گا۔ جیسے کہ فضولی کا نکاح (موقوف ہوتا ہے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۰۰۱/۱۰ **عَنِ** ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ ناخوش ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔[۱]

(ابوداؤد)

---

[۱] وہ لڑکی بالغہ تھی یا خیار بلوغ مراد ہے جیسے کہ ہمارا مذہب ہے لیکن اس میں ناپسندیدگی شرط نہیں ہے ہوسکتا ہے اس کا ذکر اتفاقاً ہو۔

۳۰۰۲/۱۱ **وَعَنْ** اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَاِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِيْ تُزَوِّجُ نَفْسَهَا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ ہی عورت خود اپنا نکاح کرے کیونکہ زانیہ وہ ہے جو خود اپنا نکاح کرتی ہے۔[۱]

(ابن ماجہ)

[1] مراد نابالغہ لڑکی ہے[1]۔

۳۰۰۳/۱۲ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَّ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَ اَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ۔

حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھے[1] اور اسے اچھا ادب سکھائے[2] اور جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے[3]۔ اور اگر بالغ ہونے پر اس کا نکاح نہ کیا اور اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[4]۔

[1] کیونکہ اچھا نام مرد کے لیے جمال وکمال کا سرمایہ ہے، یہاں تک کہ بعض علماء نے گمان کیا کہ نام کی نام والے میں تاثیر ہے، ہم نے اس بات کی شرح سفر السعادۃ میں مکمل طور پر وضاحت کی ہے۔

[2] اسے شریعت مبارکہ کے احکام، معیشت اور معاشرت کے آداب سکھائے جو اُسے دینا اور آخرت میں فائدہ دیں۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ نکاح، بالغ ہونے کے بعد کرے۔

[4] کیونکہ اس نے کوتاہی کی ہے اور اس گناہ کا سبب بنا ہے، یہ مبالغہ اور حصر بطور تشدید ہے۔

۳۰۰۴/۱۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهٗ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ سَنَةً وَّ لَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ۔

حضرت عمر بن خطاب اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کی ہو گئی اور اس نے اس کا نکاح نہیں کیا اور اس لڑکی نے کسی گناہ کا ارتکاب کر لیا تو اس کا گناہ لڑکی کے باپ کے سر ہے۔

---

[1] حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں، یعنی بغیر گواہ نکاح نہ کرے یا غیر کفو میں نکاح نہ کرے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا، اس پر فتویٰ ہے دیکھو در مختار، یہ مطلب نہیں کہ بالغہ بغیر ولی کے نکاح نہیں کر سکتی ورنہ وہ خرابیاں لازم ہوں گی جو پہلے عرض کی گئیں ۱۲ مرآۃ۔

(رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(یہ دونوں حدیثیں امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں)

بَابُ اِعْلَانِ النِّكَاحِ وَالْخُطْبَةِ وَالشَّرْطِ

۲۴۷- نکاح کے اعلان، خطبہ اور شرط کا بیان

اعلان کا معنی ہے مشہور کرنا، نکاح کا اعلان مستحب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ نکاح کا اعلان کرو اگرچہ دف کے ساتھ ہو، دف بجانے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا کہ حرام ہے، بعض نے اسے مطلقاً مکروہ اور بعض نے مطلقا جائز قرار دیا، اور صحیح یہ ہے کہ بعض اوقات میں مباح (جائز ہے) جیسے عید کے دن، کسی کی آمد کے دن اور نکاح کے موقع پر، اس کے علاوہ حرام ہے، بعض علماء نے فرمایا نکاح میں دف بجانا مستحب ہے، — خطبہ کی خا پر محدثین نے زیر اور پیش دونوں کو جائز قرار دیا ہے، زیر پڑھیں تو اس کا معنی پیغام نکاح ہے اور پیش پڑھیں تو اس سے مراد خطبۂ نکاح ہے اور ظاہر یہ ہے کہ پیش پڑھا جائے، قاموس میں ہے۔ خطبہ وہ مسجّع نثر ہے جو حمد و ثنا، درود شریف اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو، نکاح میں خطبہ سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ہر عقد میں خطبہ سنت ہے مثلاً خرید و فروخت وغیرہ — شرط سے مراد وہ شرط ہے جسکا ذکر نکاح صحیح یا فاسد میں کیا جائے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۰۰۵ ۱ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَآءَ قَالَتْ جَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِیْنَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ کَمَجْلِسِكَ مِنِّیْ فَجَعَلَتْ جُوَیْرِیَاتٌ لَّنَا یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَیَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَآئِیْ یَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدٰهُنَّ

پہلی فصل

حضرت رُبَیِّع بنت معوذ بن عفراء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے جیسے کہ تم میرے[3] بستر پر بیٹھے ہوئے ہو ہماری بچیوں[4] نے دف بجانا شروع کی اور بدر کے دن شہید ہونے والے میرے باپ[5] دادا کا مرثیہ گانے لگیں اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا، ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں

وَ فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تو آپ نے فرمایا اسے رہنے دو اور وہی کہو جو تم کہتی تھیں[6]۔

(بخاری)[7]

---

[1] رُبَیِّع را پر پیش، با پر زبر، یا مشدد کے نیچے زیر بنت مُعَوِّذ میم پر پیش عین پر زبر، واؤ مشدد کے نیچے زیر اور آخر میں ذال بن عفراء عین پر زبر، فا ساکن، صحابیہ انصاریہ ہیں، درخت کے نیچے بیعت کرنے والی خواتین میں شامل تھیں عظیم المرتبت اور بلند پایہ خاتون ہیں، طویل عمر پائی۔

[2] یعنی جب مجھے شوہر کے گھر بھیج دیا گیا۔

[3] یہ اس شخص سے خطاب ہے جس نے ان سے حدیث روایت کی

[4] بچیوں یا کنیزوں نے ـــ دُف دال پر پیش، فا مشدد۔

[5] ان کے والد حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے شہداء میں سے ہیں، ابو جہل ملعون نے انہیں شہید کیا، حضرت معوذ کے دو بھائی حضرت معاذ اور حضرت عوف بھی بدر کے دن شہید ہو گئے، بعض علماء نے کہا کہ حضرت معاذ بدر کے بعد ایک عرصہ تک حیات رہے واللہ تعالیٰ اعلم ـــ ندبہ کا معنی ہے میت کے اوصاف وخصائل کو بیان کرنا یَنْدُبُ دال کے پیش کے ساتھ ہے۔

[6] علماء فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کی گئی تھی (اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بکثرت علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے پھر بھی) یہ نسبت آپ کو پسند نہیں آئی، بعض علماء نے فرمایا کہ اس لیے منع فرمایا کہ لہو و لعب کے دوران آپ کا ذکر مناسب نہ تھا ـــ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دُف بجانا اور اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اشعار ترنم سے پڑھے جا رہے تھے، اور ایسے مواقع پر یہ جائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچیوں کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

[7] امام ترمذی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۰۰۶/۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ زُفَّتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے انصاری شوہر کے ہاں بھیجی گئی[1]۔ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ کوئی کھیل

مَعَکُمْ لَھْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

نہ تھا؟ انصار کو تو کھیل پسند ہے[2]

(بخاری)

[1] زفاف کا معنی ہے دلہن کو اس کے شوہر کے پاس بھیجنا

[2] لہو سے مراد گانا ہے، اصل میں لہو کا معنی کھیل ہے، اس جگہ سے شادی اور رخصتی کے وقت گانے کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے، علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی پسندیدگی کو برقرار رکھا، ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گانے کو پسند کرنا انصار کی دائمی عادت تھی، دوسری فصل میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ احادیث آئیں گی۔

۳۰۰۷ وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَوَّالٍ وَّبَنٰى بِیْ فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّیْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں کون مجھ سے زیادہ آپ سے بہرہ ور ہوئی[1]۔

(مسلم)

[1] صراح میں ہے حظوہ پہلے حرف پر پیش اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، عورت کا مرد سے بہرہ ور ہونا فیض یاب ہونا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوال کے مہینے میں نکاح کرنا اور رخصتی مستحب ہے، جب کہ اہل جاہلیت اسے منحوس جانتے تھے، کیونکہ شوال کا معنی ہے، اٹھانا، مٹانا، زمین پر کھینچنا اور مکمل کرنا، اسی طرح بیان کیا گیا ہے (ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ مطہرہ ہیں وہ فرماتی ہیں کہ اگر شوال کا مہینہ منحوس ہوتا تو میرا نکاح اور رخصتی اس مہینے میں نہ ہوتی۔ ۱۲ قادری)۔

۳۰۰۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ وفا کرنے کے لائق وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے تم اپنے لیے ستر

بِهِ الْفُرُوْجَ ۔

حلال کرتے ہو[5]

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(صحیحین)

---

[5] پردے کے مقام اپنے لیے حلال کرتے ہو اور ان میں مخصوص تصرف کرتے ہو، اس شرط سے مراد یا تو حق مہر ہے یا وہ حق ہے کہ عورت زوجیت کی بنا پر اس کی مستحق ہوئی ہے (مثلاً نان و نفقہ اور رہائش) اور جب مرد نے یہ حقوق اپنے ذمہ لیے ہیں تو گویا اس نے شرط مان لی ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ ہر وہ شرط مراد ہے جسے عورت کو نکاح پر آمادہ کرنے کے لیے مرد تسلیم کرتا ہے بشرطیکہ وہ حرام اور مکروہ نہ ہو (یہ حکم عورت کو بھی شامل ہے، یوں تو ہر تسلیم شدہ شرط پوری کرنی چاہیے خصوصاً جو نکاح کے متعلق ہو اسے تو ضرور پورا کرنا چاہیے بشرطیکہ جائز ہو، مثلاً مرد کہے کہ تم پردہ کروگی، فلاں سے نہیں ملوگی، میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جاؤگی، غرض یہ کہ نکاح سے متعلق شرائط کا مرد و زن کو کچھ زیادہ ہی پاس ہونا چاہیے۔ ۱۲ قادری)۔

۳۰۰۹/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ بھائی نکاح کرے یا چھوڑ دے[1]

(صحیحین)

---

[1] اگر دوسرے مسلمان بھائی نے نکاح کر لیا تو پیغام نکاح دینے کا سوال ہی نہیں رہے گا اور اگر وہ ترک کر دے تو پیغام دے سکتا ہے۔

۳۰۱۰/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اپنی بہن[1] کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ اس کا پیالہ خالی کر دے[2] اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا جائے[3] کیونکہ اس کیلئے وہی کچھ ہے جو اس کے لیے مقدر ہو چکا ہے[4]

(صحیحین)

---

[1] بہن سے مراد وہ عورت ہے جو مرد کے نکاح میں ہے، دین کے اعتبار سے اسے بہن کہا گیا ہے جیسے مسلمان بھائی کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص شادی شدہ ہے اور دوسری عورت کو نکاح کا پیغام دیتا ہے، دوسری

عورت کہتی ہے کہ پہلی بیوی کو طلاق دے دو، یا ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی کو اپنے شوہر کی توجہ اور چاہت زیادہ حاصل ہے اس لیے وہ چاہتی ہے کہ مرد اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دے۔

[2] مطلب یہ کہ صرف وہی مرد سے استفادہ کرے ـــــ استفراغ اور تفریغ کا معنی یہ ہے کہ برتن میں جو کچھ ہے برتن کو اس سے خالی کر دینا، صحفہ پہلے صاد، پھر حا ساکن بڑا پیالہ ـــ دوسری کے پیالے کو خالی کر دینا دوسری صورت کے لحاظ سے ہے (کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک چاہے کہ دوسری کا حصّہ بھی وہی حاصل کر لے ۱۲ قادری)۔

[3] یہ پہلی صورت کے لحاظ سے ہے (کہ عورت مرد کو کہے کہ پہلے اپنی بیوی کو طلاق دو پھر مجھ سے نکاح کر لینا ۱۲ قادری) اور اگر نکاح بمعنی جماع ہو تو دونوں فعل (لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا اور لِتَنْكِحَ) دوسری صورت کے لحاظ سے ہوں گے (یعنی ایک بیوی یہ چاہے کہ دوسری بیوی کی جگہ نان و نفقہ بھی اسے ہی مل جائے اور عمل زوجیت بھی صرف اسی سے ہو ۱۲ قادری)۔

[4] اور جو اس کی قسمت میں ہے۔

۳۰۱۱/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شغار[1] سے منع فرمایا، اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے اور ان کے درمیان حق مہر نہ ہو[2] (صحیحین) امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اسلام میں شغار نہیں ہے[3]۔

---

[1] شغار شین کے نیچے زیر اس کے بعد غین۔

[2] یہی تبادلہ ہی مہر ہو، دور جاہلیت میں نکاح کی یہ قسم رائج تھی، اسلام میں اسے ممنوع قرار دے دیا گیا، لغت میں شَغَرَ اور شغار کا معنی ہے کتے کا پیشاب کرتے وقت ٹانگ اٹھانا، شہر کا لوگوں سے خالی رہ جانا، کسی کو کسی جگہ سے نکال دینا، پینے کے پانی کا دور ہونا اور جنگل میں۔ دور چلے جانا۔

[3] یہ الفاظ باب غصب و عاریت میں گزر چکے ہیں۔

۳۰۱۲/۸ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ مُتْعَۃِ النِّسَآءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّۃِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ[1] اور پالتو گدھوں[2] کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

(صحیحین)

[1] متعہ کہتے ہیں ایک معین مدت کے نکاح کرنے اور اس مدت تک عورت سے نفع حاصل کرنے کو اور یہ ابتداء اسلام میں مباح تھا پھر حرام ہوگیا، اس کی تحقیق یہ ہے کہ متعہ دو بار حلال ہوا اور دو ہی بار حرام ہوا، پہلے جنگ خیبر سے قبل حلال تھا پھر خیبر کے دن حرام ہوا پھر فتح مکہ کے دن حلال ہوا اس کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام ہوگیا، امام نووی (شارح مسلم) نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی ہے

[2] جنگلی گدھے جن کو گورخر کہتے ہیں ان سے منع نہیں فرمایا، بعض روایات میں ہے کہ خیبر کے دن گدھوں کے گوشت ہنڈیوں میں اُبل رہے تھے کہ ان کی حرمت کا حکم نازل ہوگیا چنانچہ وہ تمام گوشت زمین پر انڈیل دیے گئے ـــ مشہور روایت کے مطابق اِنْسِیَہ ہمزہ کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ ہے یہ انس بمعنی انسان کی طرف نسبت ہے مطلب یہ کہ وہ گدھے جو انسانوں سے مل جل کر رہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہمزہ پیش کے ساتھ بھی آیا ہے، اُنس کا معنی اُلفت اور آرام ہے، اَنَسِیَہ پہلے دو حرفوں کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے یہ بھی اُنس ہمزہ پر پیش کے معنیٰ میں ہے۔

۳۰۱۳/۹ وَعَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِی الْمُتْعَۃِ ثَلٰثًا ثُمَّ نَھٰی عَنْھَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت سلمہ بن اکوع[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوطاس[2] کے سال تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرما دیا۔

(مسلم)

[1] سلمہ بن اکوع ہمزہ پر زبر، کاف ساکن، مشہور صحابی ہیں، نامور بہادروں اور تیر اندازوں میں سے ہیں، جو پیدل ہوتے ہوئے بھی سواروں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاتے تھے۔ بیعت رضوان کے موقع پر حاضر ہوئے۔

[2] اوطاس ہمزہ پر زبر، واؤ ساکن، قبیلہ ہوازن کے علاقے میں ایک وادی جہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں، یہ فتح مکہ کے متصل بعد کا واقعہ ہے اس لحاظ سے اس رخصت کو فتح مکہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے جیسے کہ امام نووی کے کلام میں واقع ہوا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۰۱۴/۱۰ **عَنْ** عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَ التَّشَهُّدُ فِي الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ يَقْرَأُ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ يٰاَيُّهَا

دوسری فصل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد اور حاجت[1] میں پڑھا جانے والا تشہد سکھایا، فرمایا: نماز میں تشہد یہ ہے، تمام عبادتیں اور نمازیں اور خوبیاں اللہ کے لیے، آپ پر سلام ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ، اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم اور رسول ہیں[2] اور حاجت کا تشہد یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، ہم اس سے مدد اور معافی طلب کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مستحق عبادت نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم اور رسول اللہ ہیں[3] اور تین آیتیں پڑھے۔ (۱) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈور جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو (۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈور جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ وَ فِيْ جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ فَسَّرَ الْاٰيَاتِ الثَّلٰثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ زَادَ ابْنُ مَاجَةَ بَعْدَ قَوْلِهٖ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ بَعْدَ قَوْلِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَ الدَّارِمِيُّ بَعْدَ قَوْلِهٖ عَظِيْمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ وَ رَوٰى فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَ غَيْرِهٖ)

مانگتے ہو اور رحم کی رشتہ داریوں سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے[۴]۔

(۳) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو۔ اللہ تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اس نے عظیم کامیابی حاصل کی،

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دارمی)۔ جامع ترمذی میں ہے کہ سفیان ثوری نے ان تین آیتوں کا ذکر کیا، ابن ماجہ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے بعد نَحْمَدُہٗ کا اضافہ کیا[۵] اور مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا کے بعد وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا کا اضافہ کیا، دارمی نے فرمایا: عَظِیْمًا[۶] کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرے[۷]،

شرح السنۃ میں ابن مسعود کی روایت میں خطبہ حاجت کے بیان میں حاجت کی تفصیل نکاح وغیرہ سے کی ہے[۸]۔

---

[۱] مثلاً نکاح وغیرہ جیسے کہ حدیث کے آخر میں آئے گا، امام شافعی کے نزدیک تمام عقود مثلاً خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ میں خطبہ سنت ہے اور حاجت کا اسی طرف اشارہ ہے۔

[۲] اس کی شرح کتاب الصلاۃ میں گزر گئی ہے۔

[۳] ان کلمات کی شرح بھی خطبہ کتاب میں گزر گئی ہے۔

[54] بعض نسخوں میں ہے۔ اَلَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا، محدثین فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں اسی طرح ہو یا راوی نے آیت بالمعنی نقل کر دی ہو، یہ دوسری وجہ بعید ہے قرآن پاک میں اس طرح ہے۔ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا وَبَثَّ مِنْہُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝ (۱/۴)

[55] اس صورۃ میں لازماً نَسْتَعِیْنُہٗ سے پہلے واؤ بھی زائد کی ہو گی۔

[56] آیات کے آخر میں

[57] جو مشکل اسے درپیش ہے اس کا ذکر کرے۔

[58] جیسے کہ ہم نے حدیث کے ترجمہ کی ابتدا میں بیان کیا۔

۳۰۱۵ ۱۱ **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ خُطْبَةٍ لَّيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ خطبہ جس میں کلمہ تشہد نہ ہو وہ کوڑھی ہاتھ کی طرح ہے[1]۔ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

[1] یعنی برکت سے محروم اور بے فائدہ ہے، جذام مشہور بیماری (کوڑھ) ہے۔

۳۰۱۶ ۱۲ **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَّا يُبْدَاُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ اہمیت والا کام جسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام ہے[1]۔

(ابن ماجہ)

[1] علامہ سیوطی نے فرمایا: بال کا معنی دل ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ کا مطلب ہوا وہ کام جس کی طرف دل کو متوجہ کیا جائے، بعض علماء نے کہا کام کو ذِیْ بَالٍ (دل والا) اس لیے کہتے ہیں کہ جب وہ کام دل کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے تو گویا دل کا مالک ہو گیا اور دل اس کی گرفت میں آ گیا، بعض علماء نے کہا: بال کا معنی حال اور

شان ہے یعنی وہ خاص عالم جو مخصوص شان رکھتا ہو، بعض نے فرمایا: وہ کام جو عظیم الشان ہے۔ تمام معانی کا حاصل یہ ہے کہ وہ کام اہمیت اور شرافت کا حامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ کام جو شرافت اور عظمت والا ہے۔

۲؎ ایک روایت میں بِحَمْدِ اللّٰہِ دوسری روایت میں لَا یُبْدَأُ فِیْہِ بِذِکْرِ اللّٰہِ تیسری روایت میں بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیا ہے۔

۳؎ وہ امر قطع کیا ہوا اور ناتمام ہے، ایک روایت میں ہے فَھُوَ اَجْذَمُ ـــ امام نووی شرح مسلم میں (مسلم شریف میں خطبہ کی شرح میں) فرماتے ہیں۔ یہ سب روایات حافظ عبد القادر رہادی کی کتاب الاربعین میں بیان کی گئی ہیں، انہوں نے یہ حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کی اور مشہور حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے، اسے امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام نسائی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا، اَقْطَعُ کا معنی کم برکت والا ہے اور اَجْذَمُ کا بھی یہی معنی ہے۔

۳۰۱۷/۱۳ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَیْہِ بِالدُّفُوْفِ۔	ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجدوں میں منعقد کرو اور اس پر دفیں بجاؤ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)	یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور کہا یہ حدیث غریب ہے ۱؎۔

۱؎ یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث کے راوی عیسیٰ بن میمون انصاری کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۳۰۱۸/۱۴ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ نِ الْجُمَحِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِی النِّکَاحِ۔	حضرت محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح میں حلال اور حرام کے درمیان فرق آواز اور دف ہے ۲؎۔
(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)	(امام احمد، ترمذی)

وَ النَّسَآئِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

نسائی، ابن ماجہ)

[1] محمد بن حاطب پہلے حا، الف کے بعد طا، کے نیچے زیر، یہ دونوں حرفِ بغیر نقطے کے ہیں۔ اَلْجُمَحِیُّ۔ جیم پر پیش میم پر زبر اس کے بعد حا، بغیر نقطہ کے، کم عمر صحابی ہیں، بچپن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، ان کے چچا خطاب بھی صحابی ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن حاطب پہلے وہ شخص ہیں جن کا نام نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام نامی پر رکھا گیا، حبشہ میں پیدا ہوئے اور سن چوہتر میں مکہ مکرمہ میں وصال ہوا۔

[2] آواز سے مراد لوگوں میں ذکر اور تشہیر ہے، چونکہ اس کے ساتھ دف کا ذکر ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ آواز سے گانا مراد لیا جائے کیونکہ دف کی طرح نکاح میں گانا بھی جائز ہے۔

۳۰۱۹ / ۱۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ جَارِيَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَآئِشَةُ اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَآءَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی میں نے اس کا نکاح کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! تم گیت کیوں نہیں گاتیں[1]۔ کیونکہ انصار کے اس محلے والے گیت کو پسند کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان[2])

[1] یعنی کسی کو گانے کا حکم کیوں نہیں دیتیں۔؟

[2] ابن حبان حا، کے نیچے زیر، با، مشدد، ائمہ حدیث میں سے ہیں —— اصل میں یہ جگہ خالی تھی یہ عبارت حاشیہ میں لکھی گئی تھی۔

۳۰۲۰ / ۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَآئِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُّغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انصار میں سے اپنی کسی رشتہ دار کا نکاح کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: کیا تم نے دوشیزہ لڑکی کو رخصت کر دیا[1]؟ حاضرین نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا، تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجا[2]؟ ام المومنین نے عرض کیا نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَّقُوْلُ اَتَيْنٰكُمْ اَتَيْنٰكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

نے فرمایا: انصار ایسی قوم ہے جو غزل کو پسند کرتی ہے، اس لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیجا ہوتا جو کہتا: ہم آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں زندہ رکھے[۳]۔

(ابن ماجہ)

[۱] ہَدٰی اور اِھْدَاءٌ کی نسبت دلہن کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دلہن کو اس کے شوہر کے گھر روانہ کرنا۔

[۲] مغازلۃ النساء، کا معنی ہے عورتوں سے گفتگو کرنا، صراح میں ہے مغازلہ، عورتوں سے باتیں کرنا، عشق بازی کرنا اسم غزل پہلے دو حرف مفتوح، اس جگہ مراد گانا اور غزل خوانی کرنا ہے۔

[۳] حاشیہ میں ہے اس کا دوسرا مصرع یہ ہے وَلَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ لَمْ تَسْمَنْ عَذَارَاكُمْ (اور اگر گندم نہ ہو تو تمہاری جوان لڑکیاں فربہ نہ ہوں)۔

۳۰۲۱/۱۷ وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا وَمَنْ بَاعَ بَيْعًا مِّنْ رَّجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْاَوَّلِ مِنْهُمَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت سَمُرہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت کا نکاح دو ولی کر دیں تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کی ہو گی[۲] اور جس نے کوئی چیز دو آدمیوں کے پاس بیچی وہ ان دونوں میں سے پہلے کی ہو گی۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

[۱] سَمُرہ سین پر زبر، میم پر پیش۔

[۲] اس مرد کی ہو گی جس کے ساتھ ولی نے پہلے نکاح کیا۔ اور یہ اس وقت ہے جب دونوں ولی ایک مرتبہ میں ہوں (مثلاً دو بھائی یا دو چچا ہیں۔ ۱۲ قادری) ورنہ ولی اقرب مقدم ہو گا۔

⁂

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣٠٢٢/١٨ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَعَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَّسْتَمْتِعَ فَكَانَ اَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَءَ عَبْدُ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے تھے، ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں، ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔؟ تو آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا، پھر متعہ[۱] کرنے کی اجازت دی، چنانچہ ہم میں سے ایک شخص ایک کپڑے[۲] کے بدلے عورت سے ایک مدت تک کیلئے نکاح کرتا تھا، پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! اللہ کی حلال کی ہوئی پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ جانو۔

(صحیحین)

[۱] معین مدت کے لیے نکاح کرنے۔

[۲] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق مہر میں دس درہم شرط نہیں ہیں، ہمارے نزدیک اس کی ایک تاویل ہے جو باب المہر میں آئے گی، ہو سکتا ہے کہ جب متعہ جائز تھا اس وقت مہر میں بھی وسعت تھی پھر یہ وسعت منسوخ ہوگئی۔

٣٠٢٣/١٩ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يُرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعَهٗ وَتُصْلِحُ لَهٗ شَيْئَهٗ حَتّٰۤى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں تھا، ایک شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی شناسائی نہ ہوتی تو وہ کسی عورت سے اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتا جب تک اس کے خیال میں قیام کرنا ہوتا، وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کا کھانا تیار کرتی[۱] یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر اپنی بیویوں پر یا ان کنیزوں

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

پر جن کے وہ مالک ہیں[۵۲]۔ ابن عباس نے فرمایا: ان دو کے علاوہ ہر شرم گاہ حرام ہے۔

(ترمذی)

[۵۱] مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح واقع ہوا ہے شَیَّہ، شین پر زبر اور یا مشدد بمعنی مَشْوِیٌّ بھونا ہوا، یعنی اس کا کھانا۔ مشکلات حدیث کے کسی شارح نے اس کا ضبط نہیں کیا اور اس کی تحقیق نہیں کی، اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ مَشِیَّۃٌ ہے یعنی اس کی ضرورت وحاجت کی اشیاء کو درست کرتی، جامع ترمذی کے عربی رسم الخط والے قدیم (قلمی) نسخہ میں اسی طرح دکھایا گیا ہے۔

[۵۲] اور جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ زوجہ نہیں ہے کیونکہ وہ بالاتفاق وارث نہیں بنتی (زوجہ تو وارث ہے، معلوم ہوا کہ وہ عورت زوجہ نہیں ہے، اور مملوکہ کنیز بھی نہیں ہے لہذا اس آیت کی رو سے حرام ہے ۱۲ قادری)۔

۳۰۲۴/۲۰ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَىٰ قَرَظَةَ ابْنِ كَعْبٍ وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فِي عُرْسٍ وَإِذَا جَوَارٍ يُغَنِّيْنَ فَقُلْتُ أَيْ صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلَ بَدْرٍ يُفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَ اجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَإِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَإِنَّهُ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

عامر بن سعد[۱] سے روایت ہے کہ میں حضرت قرظہ ۱ بن کعب[۲] اور حضرت ابو مسعود انصاری[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شادی[۴] میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بچیاں[۵] گا رہی ہیں میں نے کہا: اے[۶] رسول اللہ کے صحابیو! اور اے بدر والو[۷]! تمہارے پاس یہ کچھ کیا جا رہا ہے[۸]؟ ان دونوں نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سن اور اگر چاہے تو چلا جا کیونکہ ہمیں شادی کے موقع پر گانے کی اجازت دی گئی ہے[۹]۔

(نسائی)

۱ے عامر بن سعد بن ابی وقاص مشہور تابعی ہیں۔

۲ے قَرَظَہ قاف، را اور ظا تینوں پر زبر ہے بن کعب انصاری صحابی ہیں۔

۳ے ابو مسعود انصاری مشہور صحابی ہیں۔

۴ے ولیمہ کے کھانے کو بھی عرس کہا جاتا ہے۔

۵ے دو بچیاں یا دو کنیزیں۔

۶ے اَیْ ہمزہ پر زبر اور یا ساکن، یا کی طرح حرف ندا ہے۔

۷ے یہ دونوں حضرات اصحاب بدر میں سے تھے، البتہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض محدثین کہتے ہیں کہ انہیں اس معنی میں بدری کہا جاتا ہے کہ وہ بدر میں مقیم تھے، اس لیے نہیں کہ وہ جنگ بدر میں شامل تھے۔

۸ے کہ بچیاں گا رہی ہیں۔

۹ے اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مشہور و معروف یہ تھا کہ گانا مکروہ اور حرام ہے اور عید یا شادی بیاہ کی تخصیص بعض کو معلوم تھی اور بعض کو نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ

۲۴۸- محرمات کا بیان

ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح حرام کیا گیا ہے — محرمات کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) نسب کی وجہ سے جیسے مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، بھتیجیاں اور بھانجیاں ان کی حرمت ہمیشہ کے لیے ہے کسی طرح بھی حلال نہیں ہے (۲) مصاہرت کی بنا پر یہ حرمت نکاح کی بنا پر آتی ہے، ان میں سے بعض کی حرمت دائمی ہے جیسے ساس (بیٹے، پوتے پرپوتے وغیرہ کی بیوی، باپ، دادا وغیرہ کی بیوی اور اس عورت کی بیٹی جس کے ساتھ دخول کیا ہے، اور بعض کی حرمت دائمی نہیں ہے جیسے بیوی کی بہن، پھوپھی اور خالہ (کہ اس وقت تک حرام ہیں جب تک بیوی نکاح میں رہے) ان کی ذوات حرام نہیں، انہیں بیوی کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، ایک تیسری قسم بھی ہے جو دودھ کے رشتے کی وجہ سے حرام ہے، اس کی تفصیل احادیث اور فقہ میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٣٠٢٥/١ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَ عَمَّتِهَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَ خَالَتِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت اور اس کی پھوپھی کو اسی طرح عورت اور اس کی خالہ[1] کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

(صحیحین)

[1] پھوپھی اور خالہ، علیا اور سفلی دونوں کو شامل ہے علیا جیسے دادا یا دادی (اسی طرح نانا یا نانی) کی بہن پھوپھی اور خالہ کی تخصیص اتفاقی ہے کیونکہ سوال ہی ان کے بارے میں کیا گیا ہوگا، دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے لیکن ان کا ذکر تو نص قرآن میں واقع ہے اس لیے اس جگہ ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

٣٠٢٦/٢ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَ یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ پینے سے وہ عورتیں حرام ہوتی ہیں جو پیدائش سے حرام ہوتی ہیں[1]

(بخاری)

[1] اس قاعدہ کلیہ سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ (١) بہن کی ماں (سگی بہن کی رضاعی ماں، رضاعی بہن کی سگی ماں یا رضاعی بہن کی رضاعی ماں ١٢ قادری) (٢) بیٹے کی بہن (سگے بیٹے کی رضاعی بہن یا رضاعی بیٹے کی سگی بہن (٣) باپ کی بیوی (رضاعی باپ کی بیوی) (٤) رضاعی بیٹے کی بیوی وغیرہ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

٣٠٢٧/٣ وَعَنْهَا قَالَتْ جَآءَ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیَّ فَاَبَیْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ حَتّٰی اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اُن ہی سے روایت ہے کہ میرے دودھ کے چچا[1] آئے اور انہوں نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ لوں[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف

فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَاْذَنِيْ لَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِيْ الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لائے تو میں نے آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا: وہ تمہارے چچا ہیں انہیں اجازت دے دو، ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو صرف عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے تو نہیں پلایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ تمہارے چچا ہیں وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں، اور یہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے۔ (صحیحین)

[1] ان کا نام افلح تھا وہ ابوالقُعَیس قاف پر پیش، عین پر زبر یا ساکن اور آخر میں سین، کے بھائی تھے۔ یہ ابوالقعیس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی باپ اور اس عورت کے شوہر تھے۔ جس نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا، بعض علما کہتے ہیں کہ ابوالقعیس حضرت عائشہ کے چچا تھے، بعض نے کہا افلح، ابوالقعیس کے بیٹے تھے، بعض نے افلح، ابوالقعیس کا نام ہے۔

[2] کہ ان کا میرے پاس آنا درست ہے یا نہیں؟

[3] اس عورت کا دودھ جس مرد سے ہے وہ تمہارا رضاعی باپ ہوا اور اس کا بھائی تمہارا رضاعی چچا ہوا۔

۳۰۲۸ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ لَكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاِنَّ اللهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو اپنے چچا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی میں رغبت ہے؟ وہ قریش کی حسین ترین دوشیزہ ہیں، آپ نے انہیں فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے سبب وہ عورتیں حرام فرما دی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ (مسلم)

[1] امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی اس اعتبار سے تھے کہ ابولہب کی کنیز ثویبہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امیر حمزہ کو دودھ پلایا تھا۔ پہلے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

پلایا یا چار سال بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پلایا۔

۳۰۲۹/۵ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ اَوِ الرَّضْعَتَانِ وَ فِيْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَ الْمَصَّتَانِ وَ فِيْ اُخْرٰى لِاُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ اَوِ الْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَايَاتُ لِمُسْلِمٍ.

حضرت ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک یا دو دفعہ دودھ پلانا ف۲ حرام نہیں کرتا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک یا دو دفعہ چوسنا حرام نہیں کرتا حضرت ام فضل کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یا دو دفعہ منہ میں پستان دینا ف۳ حرام نہیں کرتا —— یہ امام مسلم کی روایات ہیں ف۴۔

ف۱ حضرت ام فضل، حضرت عباس کی زوجہ محترمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت فضل بن عباس کی والدہ اور حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث کی بہن تھیں ان کا نام لبابہ بنت حارث تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ف۲ ایک روایت میں ہے وَلَا الرَّضْعَتَانِ، مراد ایک یا دو مرتبہ چوسنا ہے جیسے کہ دوسری روایت میں ہے۔

ف۳ ملج کا معنیٰ ہے بچے کا ہونٹوں سے پستان کو پکڑنا اور املاج کہتے ہیں بچے کے منہ میں ماں کے پستان دینے کو۔

ف۴ اور ان کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بار چوسنا حرام کرتا ہے، بعض علماء اسی کے قائل ہیں، بعض کے نزدیک دس مرتبہ چوسنا حرمت کا سبب ہے اکثر علماء صحابہ وتابعین اور ہمارے نزدیک تھوڑا اور بہت برابر ہے، ایک دفعہ چوسنا بھی حرام کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا (ایک بار ہو یا اس سے زیادہ) اور تمہاری دودھ کی بہنیں حرام ہیں ۱۲ قادری)۔

۳۰۳۰/۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن پاک کی نازل کردہ آیات میں یہ آیت بھی تھی کہ دس معلوم چسکیاں حرام کرتی ہیں ف۵ پھر یہ پانچ چسکیوں کے ساتھ منسوخ

فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کردی گئیں[2]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ قرآن میں پڑھی جاتی تھی[3]۔ (مسلم)

[1] یعنی دس مرتبہ چوسنا جو یقیناً معلوم ہو حرمت لاتا ہے۔

[2] یعنی تعداد کم کردی گئی۔

[3] یعنی پانچ چسکیوں کا حکم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری دنوں تک باقی تھا پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ یہ امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے اور جمہور کے نزدیک آیت کے اطلاق سے یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا، اس آیت کی تلاوت کے باقی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جن حضرات کو نسخ کی اطلاع نہیں پہنچی تھی وہ پڑھتے رہے ورنہ اگر اس کی تلاوت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری وقت تک باقی تھی تو یہ متروک کیسے ہوگئی؟ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے بعد تو نسخ ہو نہیں سکتا (اگر یہ مطلب نہ ہو تو حضرت علی مرتضےٰ اور اہل بیت کرام پر بھی اعتراض آئے گا کہ ان کے ہوتے ہوئے یہ آیت کیسے ترک کردی گئی؟ ۱۲ قادری)۔

٣٠٣١ وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهٗ اَخِيْ فَقَالَ اُنْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ایک شخص تھا گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا، ام المومنین نے عرض کیا یہ میرا (رضاعی) بھائی ہے تو آپ نے فرمایا غور کرلو[1] کہ کون تمہارے بھائی ہیں؟ کیونکہ دودھ پینے کا حکم (کہ حرمت لائے) نہیں ہے مگر بھوک سے[2]۔ (صحیحین)

[1] تمام عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

[2] کہ شیرخوار کو دودھ سے سیری ہوجاتی ہے، ایسا بچپن میں ہوتا، اکثر ائمہ کے نزدیک دو سال مکمل ہونے سے پہلے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اڑھائی سال میں، اس مدت میں بچے کی سیری کھانے سے نہیں ہوتی، خلاصہ یہ کہ حرمت رضاعت بڑی عمر میں دودھ پینے سے نہیں ہوتی اور وہ شخص جو حضرت عائشہ کے پاس تھا اور حضرت عائشہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ میرا بھائی ہے اس نے بڑی عمر میں دودھ پیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذہب یہ ہے کہ بڑی عمر میں دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔

۳۰۳۲/۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتِ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِيْ وَلَا اَخْبَرْتِنِيْ فَاَرْسَلَ اِلٰى اٰلِ اَبِيْ اِهَابٍ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عقبہ بن حارث[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز[۲] کی بیٹی سے نکاح کیا تو ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے عقبہ اور اس[۳] لڑکی کو دودھ پلایا ہے جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے، حضرت عقبہ نے فرمایا: مجھے علم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور تو نے مجھے (اس سے پہلے) خبر بھی نہیں دی[۴]، انہوں نے لڑکی کے گھر والوں کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے پوچھا[۵] تو انہوں نے کہا ہمیں علم نہیں کہ اس عورت نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہے، تو وہ سوار ہو کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آپ سے اس مسئلے کا حکم پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لڑکی سے نباہ کیسے کر سکتے ہو؟ جب کہ یہ کہا گیا ہے[۶]۔ حضرت عقبہ نے اس لڑکی کو جدا کر دیا اور اس نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔

(بخاری)

---

[۱] عقبہ بن حارث، نوفل بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں اور صحابی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور اہل مکہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

[۲] ابواہاب ہمزہ کے نیچے زیر بن عزیز عین پر زبر، اس کے بعد دو زا اور ان کے درمیان یا، عزت والا، ذلیل کے مقابل۔

[۳] ابواہاب کی بیٹی کو، پس یہ لڑکی حضرت عقبہ کی رضاعی بہن ہوئی اور ان کے درمیان نکاح باطل ہوتا ہے۔

[۴] اور نہ ہی میں نے یہ بات سنی ہے۔

[۵] کہ کیا تمہاری بیٹی کو اس عورت نے دودھ پلایا ہے؟

[۶] کہ وہ تمہاری دودھ کی بہن ہے —— یعنی دودھ کا پلانا اگرچہ گواہی سے ثابت نہیں ہو سکا لیکن،

مروت، تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرو اور اسے اپنے آپ سے جدا کر دو، اکثر علماء کے نزدیک یہ واقعہ اسی پر محمول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رضاعت اس وقت ثابت ہوگی جب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں، امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی، بعض علماء کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی چاہیے امام احمد کے نزدیک دودھ پلانے والی کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے گی، ان کے نزدیک حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے یہ نہیں کہ یہ ورع و تقویٰ کا تقاضا ہے، حدیث کا ظاہر مطلب وہی ہے جو جمہور نے کہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٠٣٣/٩ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ بَعَثَ جَیْشًا اِلٰی اَوْطَاسٍ فَلَقُوْا عَدُوًّا فَقَاتَلُوْهُمْ فَظَهَرُوْا عَلَیْهِمْ وَ اَصَابُوْا لَهُمْ سَبَایَا فَکَاَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوْا مِنْ غِشْیَانِهِنَّ مِنْ اَجْلِ اَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اَیْ فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس[1] کی طرف بھیجا، ان کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور اُن پر غالب آگئے اور ان کی کچھ عورتیں گرفتار ہو گئیں پس گویا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے ان عورتوں کی صحبت میں حرج محسوس کیا[2] ان کے مشرک شوہروں کے سبب[3]، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی؛ "تم پر شوہر والیاں[4] حرام کی گئی ہیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں ہوں"، تو یہ عورتیں اُن کے لیے[5] حلال ہیں جب ان کی عدت گزر جائے[6]۔

(مسلم)

---

[1] اوطاس، ہوازن کے علاقے میں ایک وادی۔

[2] ان عورتوں سے جماع کرنے کو گناہ خیال کرتے ہوئے اجتناب کیا۔

[3] یعنی جب ان کے شوہر موجود ہیں تو ان سے جماع کیسے کیا جاسکتا ہے۔

[4] ان کو مُحْصَنات اس لیے کہا گیا کہ مرد ان کی پاک دامنی کے محافظ ہوتے ہیں۔ ایک قرأت میں

مُحْصِنَات صاد کی زیر کے ساتھ ہے کہ یہ عورتیں اپنی شرم گاہوں کو اپنے مردوں کے لیے محفوظ رکھتی ہیں۔

[۵] غازیوں کے لیے، اگرچہ ان عورتوں کے شوہر زندہ ہی ہیں (یعنی گرفتار ہونے پر ان کا نکاح ٹوٹ چکا ہے ۱۲ قادری)۔

[۶] ان کی عدت استبراء ہے ایک حیض آجائے یا بچہ پیدا ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۰۳۴/۱۰ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُنْکَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا اَوِ الْعَمَّةُ عَلٰی بِنْتِ اَخِیْهَا وَالْمَرْاَةُ عَلٰی خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِهَا لَا تُنْکَحُ الصُّغْرٰی عَلَی الْکُبْرٰی وَلَا الْکُبْرٰی عَلَی الصُّغْرٰی۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرِوَایَتُهٗ اِلٰی قَوْلِهٖ بِنْتِ اُخْتِهَا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت سے نکاح کیا جائے اس کی پھوپھی پر یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر یا عورت سے اس کی خالہ پر یا خالہ سے بھانجی پر[۱]، چھوٹی سے بڑی پر اور بڑی سے چھوٹی پر نکاح نہ کیا جائے[۲]۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی) امام نسائی نے یہ حدیث بِنْتِ اَخِیْهَا تک روایت کی ہے[۳]۔

[۱] مطلب یہ کہ ان عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

[۲] یہ حکم سابق کی تاکید ہے، چھوٹی سے مراد بھتیجی اور بھانجی اور بڑی سے مراد پھوپھی اور خالہ ہے۔

[۳] اور وَلَا تُنْکَحُ الصُّغْرٰی سے آخر تک کا حصہ ان کی روایت میں نہیں ہے۔

۳۰۳۵/۱۱ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّ بِیْ خَالِیْ اَبُوْ بُرْدَةَ ابْنُ نِیَارٍ وَّمَعَهٗ لِوَاءٌ فَقُلْتُ اَیْنَ تَذْهَبُ قَالَ بَعَثَنِیَ النَّبِیُّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ماموں ابوبردہ بن نیار[۱] جھنڈا لیے[۲] میرے پاس سے گزرے، میں نے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اٰتِيَهٖ بِرَاْسِهٖ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَالنَّسَآئِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَاٰخُذَ مَالَهٗ وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّيْ بَدَلَ خَالِيْ)

نے فرمایا: مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا ہے کہ اس کا سر لاکر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

(امام ترمذی، ابوداؤد) امام ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور دارمی کی ایک روایت میں ہے کہ اس کی گردن مار دوں اور مال ضبط کر لوں اور اس روایت میں ماموں کی جگہ چچا کا ذکر ہے[3]۔

[1] ابوبردہ باء پر پیش بن نیار نون کے نیچے زیر اس کے بعد یار۔

[2] یہ جھنڈا انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا تاکہ اس بات کی نشانی ہو کہ انہیں کسی خاص کام کے لیے بھیجا گیا ہے جیسے کہ آپ لشکر کے سردار کو جھنڈا عطا فرماتے تھے۔

[3] اس لیے اس میں اختلاف واقع ہو گیا کہ حضرت ابوبردہ بن نیار، حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں یا چچا، وہ اکابر صحابہ میں سے ہیں، عقبہ ثانیہ میں ستر انصاری صحابہ کے ساتھ حاضر ہوئے، جنگ بدر اور دوسری تمام جنگوں میں حاضر ہوئے، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگوں میں حاضر ہوئے اسی طرح حضرت براء بن عازب بھی حاضر ہوئے —— ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا قتل کرنا اور اس کا مال ضبط کرنا اس کے اس فعل کی سزا تھی کہ اس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا ممکن ہے کہ یہ حکم سیاست پر مبنی ہو، محدثین فرماتے ہیں کہ اس شخص کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ عورت اس کے لیے حلال ہے اور اس نے حکم شریعت کا انکار کیا تھا اس بنا پر اس کے قتل اور مال کی ضبطی کا حکم فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰۳۶/۱۲ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَآءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ پلانے کی کوئی قسم حرام نہیں کرتی۔ مگر پستان کا وہ دودھ جو انتڑیوں کو کھولے[1] اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو[2]۔

(ترمذی)

[5] کھانے کی طرح، اور معدے میں غذا کی جگہ لے اور ایسا دودھ پلانے کی مدت دو، اڑھائی سال میں ہی ہوتا ہے، یعنی رضاعت کا حکم بڑی عمر میں ثابت نہیں ہوتا ــــ فِی الثَّدْیِ (پستان میں) سے مقصد، دودھ پلانے کا محل ذکر کر کے صورت واقعیہ کا بیان ہے، حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے شرط نہیں ہے کہ پستان ہی سے پلایا جائے (پیالی سے پلا دیا تو بھی حرمت ثابت ہو جائے گی ۱۲ قادری) اسی لیے مِنَ الثَّدْیِ (پستان سے) نہیں فرمایا۔

[6] فِطام فا کے نیچے زیر، یعنی مدتِ رضاعت میں ہو، یہ پہلے کلام کی تاکید ہے۔ فطم اور فطام بچے کا دودھ چھڑانے کو کہتے ہیں۔

۳۰۳۷/۱۳ وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذِمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حجاج بن حجاج اسلمی[1] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کونسی چیز مجھ سے دودھ پینے کا حق ادا کر سکتی ہے[2]؟ فرمایا: پیشانی، غلام یا کنیز[3]۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

---

[1] حجاج بن حجاج اسلمی ثقہ تابعی ہیں، امام احمد نے فرمایا ان میں کوئی عیب نہیں ہے اپنے والد حجاج اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں، مروان الحمار کے زمانے میں سن ایک سو اکتیس ۱۳۱ میں وصال ہوا۔

[2] کونسی چیز ہے؟ جسے ادا کرنے سے دودھ پلانے والی کا حق ادا ہو جائے گا اور میرے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا ــــ مَذِمَّۃ میم پر زبر، ذال کے نیچے زیر اور میم مشدد وہ چیز جو ذمہ پر ثابت اور اس کی رعایت نہ کرنے پر آدمی کی مذمت کی جائے، ذال پر زبر ہو تو یہ ذم کے معنی میں بھی آتا ہے، عربوں کے ہاں اس بات کو پسند کیا جاتا تھا کہ بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد دودھ پلانے والی کو اجرت کے علاوہ بھی انعام و اکرام سے نوازا جائے۔

[3] غرہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو درہم سے بڑی مقدار میں گھوڑے کی پیشانی میں ہوتی ہے شرافت والی چیز اور غلام اور کنیز کے معنی میں بھی آتا ہے چونکہ مملوک چیزوں میں بہترین اور شرافت والا وہ انسان ہے جو مملوک ہو اس لیے اسے غرہ کہتے ہیں، دودھ پلانے والی اپنے آپ کو خادم بنا دیتی ہے اس لیے اسے اس کے فعل جیسی جزا دی جاتی ہے یعنی اسے خدمت گار مملوک دیا جاتا ہے۔

۳۰۳۸ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ الْغَنَوِیِّ [۱۴] قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ فَبَسَطَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رِدَآءَهٗ حَتّٰی قَعَدَتْ عَلَیْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِیْلَ هٰذِهٖ اَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوالطفیل غنوی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خاتون آئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئیں، جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

(ابوداؤد)

---

[1] ابوالطفیل غنوی غین اور نون پر زبر، غنی بن اعصر کی طرف نسبت ہے جو آپ کے اجداد میں سے ہیں ان کا نام عامر بن واثلہ ہے، کم عمر صحابی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آٹھ سال پانے کا شرف حاصل ہوا، یہ آخری صحابی ہیں جن کی وفات سے صحابیت کا دور ختم ہوگیا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے تمام جنگوں میں اُن کے ساتھ رہے۔

۳۰۳۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ غَیْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ [۱۵] الثَّقَفِیَّ اَسْلَمَ وَلَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَاَسْلَمْنَ مَعَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ اَرْبَعًا وَّ فَارِقْ سَائِرَهُنَّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ[1] ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے، دور جاہلیت میں ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ اسلام لے آئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چار کو اپنے پاس رکھو اور باقی عورتوں کو جدا کردو[2]۔

(امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

---

[1] غیلان غین پر زبر اور یار ساکن بن سَلَمَۃ لام پر زبر۔

[2] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے نکاح صحیح ہیں، جب وہ مسلمان ہوں تو انہیں دوبارہ نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر یہ کہ ان کے نکاح میں کوئی ایسی عورت ہو جس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے (تو ان کو جدا کر دیا جائے گا ۱۲ قادری)، اسی طرح شارحین نے فرمایا ہے، لیکن یہ احتمال ہے کہ مطلب یہ ہو کہ چار عورتوں کو نکاح کے لیے منتخب کر لو،

فاہم (خوب اچھی طرح سمجھ لو) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرد و زن میں سے ایک کا ایمان لانا، مرتد ہونے کی طرح موجبِ تفریق ہے جیسے کہ احناف کا مذہب ہے[عہ]۔ فافہم ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ سب ایک ساتھ ایمان لائے تھے اور یہ بعید ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روکنے سے مراد نکاح ہو جیسے کہ ہم نے اشارہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰۴۰/۱۶ وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِيْ خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَّاَمْسِكْ اَرْبَعًا فَعَمَدْتُ اِلٰى اَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِيْ عَاقِرٍ مُّنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

حضرت نوفل بن معاویہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اسلام لایا تو میرے نیچے پانچ عورتیں تھیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ایک کو جدا کر دو اور چار رکھ لو چنانچہ میں نے ان میں سے قدیم صحبت والی ساٹھ سال سے بانجھ عورت کا ارادہ کیا اور اسے جدا کر دیا۔

(شرح السنۃ)

[1] حضرت نوفل بن معاویہ صحابی ہیں، پہلے پہل فتح مکہ کے موقع پر حاضر ہوئے، اسلام اس سے پہلے لا چکے تھے. کہتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کی عمر ساٹھ سال تھی، اسلام میں بھی ساٹھ سال عمر گزاری، بعض محدثین نے فرمایا مسلمان ہونے کے بعد سو سال حیات رہے یزید بن معاویہ کے زمانے میں وصال ہوا۔

۳۰۴۱/۱۷ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوْزَ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ وَتَحْتِيْ اُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ

حضرت ضحاک بن فیروز دیلمی[1] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں اور میرے نیچے دو بہنیں ہیں، فرمایا: ان میں سے جس ایک کو چاہے

[عہ] احناف فرماتے ہیں کہ مرد و زن میں سے کوئی ایک ایمان لے آئے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا وہ بھی اسلام قبول کرلے تو دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے اور اگر انکار کر دے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی (ملخصًا در مختار، باب نکاح الکافر) یعنی تفریق اس لیے نہیں کی جائے گی کہ دونوں میں سے ایک ایمان لے آیا ہے بلکہ اس لیے کی جائے گی کہ دوسرے نے اسلام لانے سے انکار کر دیا ہے، پیش نظر حدیث سے بلاشبہ یہ ظاہر ہے کہ یہ سب اکٹھے ایمان نہیں لائے مگر حضرت غیلان کے ایمان لانے پر تفریق نہیں کی گئی ۱۲ قادری)۔

اَيَّتَهُمَا شِئْتَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

اختیار کرلے[۵۲]۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[۵۱] ضحاک بن فیروز فا پر زبر، یا ساکن، تابعی ہیں ان کی حدیث بصرہ کے محدثین نے روایت کی، ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ حضرات میں کیا ہے، ان کے والد حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، حضرت نجاشی کے بھانجے اور یمن میں جھوٹی نبوت کے دعویدار اسود عنسی کے قاتل ہیں۔

[۵۲] خواہ اس سے پہلے نکاح کیا ہو یا بعد میں، یہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد) کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے ساتھ آگے پیچھے نکاح کیا تھا تو اسے اپنے پاس رکھے جس کے ساتھ پہلے نکاح کیا تھا کیونکہ اس وقت بعد والی کا نکاح ہی صحیح نہ تھا، یہ اس وقت ہے کہ دو بہنوں میں سے ایک کو پہلے نکاح کے ساتھ رکھنا چاہے اور اگر پہلی کو طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جانے کے بعد دوسری سے نکاح کرلے تو صحیح ہے ۱۲ قادری)۔

۳۰۴۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَسْلَمَتِ امْرَاَةٌ فَتَزَوَّجَتْ فَجَآءَ زَوْجُهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَعَلِمَتْ بِاِسْلَامِيْ فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْاٰخَرِ وَرَدَّهَا اِلٰى زَوْجِهَا الْاَوَّلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهَا اَسْلَمَتْ مَعِيَ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ النِّسَآءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت اسلام لائی اور اس نے نکاح کرلیا پھر اس کا شوہر[۵۳] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا یارسول اللہ! میں اسلام لاچکا ہوں اور اسے[۵۴] میرے اسلام کا علم تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دوسرے شوہر سے لے کر پہلے شوہر کے سپرد کردیا، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا وہ میرے ساتھ اسلام لائی تھی تو آپ نے وہ عورت انہیں واپس کردی (ابوداؤد)

شرح السنۃ میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کی ایک جماعت کو پہلے نکاح کی بنا پر ان کے شوہروں

الْاَوَّلِ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اِجْتِمَاعِ الْاِسْلَامَيْنِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ ابْنَ عَمِّهٖ وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانًا لِّصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيْرَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ حَتّٰى اَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ وَاَسْلَمَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَاَةُ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِىْ جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ حَتّٰى قَدِمَتْ عَلَيْهِ الْيَمَنَ فَدَعَتْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسَلًا)

پر لوٹا دیا دونوں[3] اسلاموں کے جمع ہونے کے وقت، دین اور ملک[4] کے جدا ہونے کے باوجود، ان ہی میں سے ولید بن مغیرہ کی بیٹی ہیں وہ صفوان بن امیہ[5] کے نکاح میں تھیں، فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں[6]، ان کے شوہر اسلام سے بھاگ گئے، ان کے چچازاد بھائی وہب بن عمیر[7] کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر بطور امان دے کر صفوان کے پاس بھیجا، جب وہ حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں چار مہینے کی سیر و سیاحت کی اجازت عطا فرمائی[8] یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے[9] پھر ان کی بیوی[10] ان کے پاس رہیں (اسی طرح) ام حکیم بنت حارث بن ہشام[11]، عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی فتح کے دن مکہ معظمہ میں ایمان لے آئیں اور ان کے شوہر[12] اسلام سے بھاگ کر یمن پہنچ گئے، چنانچہ ام حکیم[13] سفر کر کے ان کے پاس یمن پہنچ گئیں اور انہیں اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آئے[14] تو وہ دونوں[15] اپنے نکاح پر برقرار رہے۔

یہ حدیث امام مالک نے ابن شہاب سے مرسلاً روایت کی[16]۔

---

[1] جن کے نکاح میں وہ پہلے تھی۔

[2] ایک نسخے میں ہے عَلِمْتَ آپ کو میرے اسلام کا علم ہے یہ اسلام لانے کی توثیق ہے یعنی میرا اسلام کسی شک و شبہ سے خالی ہے۔

[3] یعنی مرد اور عورت کا اسلام۔

[4] یعنی اگرچہ دین مختلف ہو گیا کہ ایک ایمان لے آیا اور دوسرا نہیں لایا، اور اگرچہ دار مختلف ہو جائے کہ ایک دارِ اسلام میں ہو اور دوسرا دارِ کفر میں، اور ملک کا اختلاف موجب فرقت ہے، لیکن اگر دونوں اسلام لے آئیں تو فرقت واقع نہیں ہو گی اور نکاح سابق باقی رہے گا۔

[5] ان کا والد جنگ بدر میں حالتِ کفر میں مارا گیا، یہ بھی غزوہ حنین اور طائف میں کافر تھے فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔

[6] اپنے شوہر سے ایک ماہ پہلے۔

[7] وہب بن عُمیر عین پر پیش اور میم پر زبر۔

[8] جیسے اہل مکہ کو حکم دیا تھا کہ چار ماہ کے لیے زمین کی سیر و سیاحت کریں اور جہاں چاہیں جائیں یہاں تک کہ حیران، پریشان اور نادم ہو جائیں جیسے قرآن پاک میں مذکور ہے پھر آکر اسلام لائیں۔

[9] ایک ماہ کے بعد

[10] ولید بن مغیرہ کی بیٹی۔

[11] حارث بن ہشام ماں کی طرف سے ابوجہل کے بھائی ہیں، صحابی ہیں، اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں اور قریشی ہیں دورِ جاہلیت میں بھی اوصاف حمیدہ رکھتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور دل و جان سے مسلمان ہو گئے۔

[12] عکرمہ بن ابوجہل۔

[13] شوہر کی تلاش میں یہ سفر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے کیا تھا۔

[14] پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا: مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ، مہاجر سوار کو خوش آمدید! ایک روایت میں ہے کہ اٹھ کر انہیں سینے سے لگا لیا، وہ دل و جاں سے اسلام لائے اور ان کے مناقب بہت ہیں۔

[15] ام حکیم اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[16] یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مرد و زن میں سے ایک کے اسلام لانے سے فرقت واقع نہیں ہوتی جیسے کہ شافعیہ کہتے ہیں (حضرت ابوالطفیل غنوی کی روایت کی شرح میں حضرت شارح قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ احناف کے نزدیک

فرقت واقع ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ وہ ان کا تسامح تھا ۱۲ قادری)۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۰۴۳/۱۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَاَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ الْاٰيَةَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے سات عورتیں حرام کی گئی ہیں اور سسرالی رشتے[۱] سے سات عورتیں حرام کی گئی ہیں، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی[۲]: تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ (الآیۃ) (بخاری)

---

[۱] مصاہرۃ وہ رشتے داری جو نکاح کی بنا پر حاصل ہو۔

[۲] اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے یہ آیت آخر تک پڑھی کیونکہ یہ آیت ان تمام عورتوں کے ذکر پر مشتمل ہے جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور مصاہرت کی بنا پر حرام ہونے والی اکثر عورتوں پر مشتمل ہے۔ عنوان باب کی شرح میں ان کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

۳۰۴۴/۲۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ اِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَالْمُثَنَّى ابْنُ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اس کے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حلال نہیں اور اگر اس کے ساتھ صحبت نہیں کی تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے[۱]۔ اور جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے حلال نہیں کہ اس کی ماں سے نکاح کرے خواہ اس کے ساتھ صحبت کی ہو یا نہ[۲]۔ امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا: یہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اسے صرف ابن لہیعہ[۳] اور مثنیٰ بن صباح

الصَّبَاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَّهُمَا يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ،

نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے اور وہ دونوں حدیث میں ضعیف ہیں۔

---

[1] اگرچہ ہے تو، لیکن پہلی منکوحہ سے علیحدگی (اور اس کی عدت گزر جانے) کے بعد، کیونکہ ماں اور بیٹی کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی بیٹی سے نکاح کے حرام ہونے میں اس عورت کے ساتھ دخول شرط ہے، اس عورت کی ماں سے نکاح کے حرام ہونے میں دخول شرط نہیں ہے۔ یہ دونوں حکم قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

[3] ابن لہیعہ لام پر زبر اور ہا کے نیچے زیر۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ

۲۴۹۔ مباشرت کا بیان

مباشرت کا اصل بُشرہ اور بشرہ کا معنی انسان کی ظاہری جلد جو بالوں سے خالی ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان کو بشر کہتے ہیں کہ اس کی جلد بالوں سے خالی ہوتی ہے جب کہ دوسرے حیوانات میں ایسا نہیں ہوتا، مباشرت کا معنی ہے جلدوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا۔ بطور کنایہ اس سے مراد جماع لیتے ہیں کہ اس میں مرد و زن کا جسم اور جلد ایک دوسرے سے ملتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۰۴۵ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ جب مرد عورت کے پیچھے سے اس کے فرج میں صحبت کرے[1] تو بچہ بھینگا ہوتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی، تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں[2] تو تم اپنی کھیتیوں کو آؤ جیسے چاہو[3] (صحیحین)

---

[۱] یعنی جماع تو اس کی اگلی جانب کرتا ہے جیسے کہ عادت ہے لیکن پشت کی جانب سے دخول کرتا ہے۔

[۲] کہ وہاں سے نتیجہ (اولاد کی صورت میں) حاصل ہوتا ہے۔

[۳] جس کیفیت اور جس طریقے سے چاہو، جب کہ کھیتی کی جگہ میں آؤ، کہ وہاں سے نتیجہ حاصل ہو، (آیت مبارکہ میں اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ہے یعنی کسی ہیئت اور وضع کی تخصیص نہیں ہے، اس جگہ اَنّٰی بمعنی مکان نہیں ہے حتٰی کہ یہ معنی ہو کہ جہاں چاہو آؤ کیونکہ محل لواطت، کھیتی کی جگہ نہیں ہے ۱۲ قادری)۔

۳۰۴۶/۲ **وَعَنْهُ** قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا۔

اُن ہی سے روایت ہے کہ ہم عزل[۱] کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا[۲]۔ (صحیحین) امام مسلم نے یہ اضافہ کیا: یہ بات[۳] نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا[۴]

[۱] عزل عین بغیر نقطہ کے اور زا، نقطہ والی، نطفہ کو اس طرح خارج کرنا کہ رحم میں واقع نہ ہو۔

[۲] یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی نازل ہوتی تھی، ہم عزل کرتے تھے ہمیں اس سے منع نہیں کیا گیا۔

[۳] ہمارے عزل کرنے کی خبر۔

[۴] مطلب یہ کہ عزل کی ممانعت نہ تو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے اس سے معلوم ہوا کہ عزل مباح ہے۔

۳۰۴۷/۳ **وَعَنْهُ** قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِىْ جَارِيَةً هِىَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَيْهَا وَاَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خادمہ ہے اور میں اس سے مباشرت کرتا ہوں[۱] اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں، فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کر دو کیونکہ جو کچھ اس کے لیے مقدر[۲] ہے، وہ اسے آکر رہے گا[۳] وہ شخص کچھ وقت کے بعد پھر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور

اَتَاہُ فَقَالَ اِنَّ الْجَارِیَۃَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ اَخْبَرْتُکَ اَنَّہٗ سَیَاْتِیْھَا مَا قُدِّرَ لَھَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کہنے لگا: لونڈی حاملہ ہوگئی ہے، آپ نے فرمایا: میں نے تجھے پہلے ہی خبر دی تھی کہ جو اس کیلئے مقدر ہے وہ اسے آکر رہے گا[4]۔

(مسلم)

[1] طواف کہتے ہیں کسی چیز کے گرد چکر لگانے کو، مراد یہ ہے کہ میں اس سے وطی کرتا ہوں۔

[2] مطلب یہ کہ اگر تم چاہتے ہو کہ حاملہ نہ ہو تو بے شک عزل کر لو، لیکن اس کا فائدہ نہ ہوگا۔

[3] یعنی اولاد۔

[4] اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزل مباح ہے، لیکن اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس کا کچھ فائدہ نہیں۔

۳۰۴۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ڹالْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ بَنِی الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْیًا مِّنْ سَبْیِ الْعَرَبِ۔ فَاشْتَھَیْنَا النِّسَآءَ وَ اشْتَدَّتْ عَلَیْنَا الْعُزْبَۃُ وَ اَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَّعْزِلَ وَ قُلْنَا نَعْزِلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَّسْاَلَہٗ فَسَاَلْنَاہُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ مَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَّسَمَۃٍ کَائِنَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا وَ ھِیَ کَائِنَۃٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ بنو المصطلق[1] میں نکلے، ہم نے عرب کے غلاموں میں سے کچھ قیدی پائے۔ پس ہم نے عورتوں کی رغبت کی اور بیویوں کے بغیر رہنا[2] ہمارے لیے مشکل ہوگیا، ہم نے عزل کو پسند کیا ہم نے عزل کا ارادہ کیا اور ہم نے کہا[3] کیا ہم پوچھے بغیر عزل کریں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، ہم نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا، تم ایسا کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں[4]، جو روح بھی قیامت کے دن تک پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی[5]۔

(صحیحین)

ف۱ مُصطلق میم پر پیش، صاد ساکن، طا پر زبر، لام کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی آئی ہے، آخر میں قاف، ایک قبیلے کا نام ہے (یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا ۱۲ مرآۃ)۔

ف۲ عُزْبہ عین پر پیش، زا ساکن، اس کے بعد با ـــــــ عورت کے بغیر یا مرد کے بغیر ہونا عَزَبٌ، پہلے دونوں حرفوں پر زبر۔ مرد جو عورت کے بغیر ہو۔

ف۳ بطور استبعاد و انکار۔

ف۴ ایک روایت میں ہے لا عَلَیْکُمْ (معنی ایک ہی ہے) لا زائد ہے، ایک روایت میں ان ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر تم عزل کرو تو تم پر گناہ نہیں ہے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ تم پر واجب نہیں کہ عزل نہ کرو، اب لا زائدہ نہیں ہوگا۔

ف۵ جیسے کہ گزشتہ حدیث میں فرمایا: فَاِنَّہٗ سَیَاْتِیْھَا مَا قُدِّرَ لَھَا اس کنیز کے لیے جو کچھ مقدر ہے وہ اسے آکر رہے گا۔ نَسَمَۃٌ پہلے دونوں حرف مفتوح، روح، انسان۔

۳۰۴۹/۵ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ كُلِّ الْمَآءِ يَكُوْنُ الْوَلَدُ وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا[1] تو آپ نے فرمایا: ہر منی سے بچہ نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی[2]۔ (مسلم)

ف۱ کہ اس کا حکم کیا ہے؟ جائز یا ناجائز۔

ف۲ یعنی تمہارا خیال ہے کہ منی کا رحم میں گرانا بچے کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور عزل، بچے کے پیدا نہ ہونے کا سبب ہے، جیسے تم نے وہم کیا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے، کئی دفعہ منی رحم میں گراتے ہیں لیکن بچہ پیدا نہیں ہوتا اور کئی دفعہ عزل کرتے ہیں اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ صحیح ہے کہ بچہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ عزل کی صورت میں غیر اختیاری طور پر نطفے کا کچھ حصہ رحم میں واقع ہو جائے اور بچہ پیدا ہو جائے اگر تقدیر الٰہی میں بچے کا پیدا ہونا طے ہے تو وہ بغیر نطفے کے بھی پیدا کر سکتا ہے[1]، اور یہ تو عموماً ہوتا ہے کہ نطفہ رحم میں

---

[1] اس حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے پیدا کرنا چاہے اسے کوئی شے نہیں روک سکتی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

واقع ہوتا ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

ان احادیث سے عزل (برتھ کنٹرول) کی اباحت معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی اس کے مکروہ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے، ہمارا اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ عورت اگر آزاد ہے تو اس کی اجازت کے بغیر عزل جائز نہیں ہے اور اگر کنیز ہے تو جائز ہے خواہ منکوحہ ہو یا مملوکہ اس کی اجازت کی ضرورت نہیں، بعض علماء نے کہا کہ اگر کنیز منکوحہ ہے تو اس کے مالک کی اجازت معتبر ہے۔

٣٠٥١/٦ **وَعَنْ** سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰی وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَآرًّا ضَرَّ فَارِسَ وَ الرُّوْمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سعد بن ابن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی[1] سے عزل کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میں اس کے بچے پر خوف کھاتا ہوں[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ فعل نقصان دہ ہوتا تو فارس اور روم والوں کو نقصان دیتا[3]۔

(مسلم)

[1] اس عورت کا شیر خوار بچہ بھی تھا۔

[2] کہ یہ فعل اسے نقصان نہ دے، اشفاق ہمزہ کی زیر کے ساتھ، ازراہ مہربانی اس بات سے ڈرنا کہ کوئی چیز کسی آدمی کو نقصان نہ پہنچا دے، مُشفِق اور شفیق اسی سے مشتق ہے، بچے کے نقصان کا خوف اس لحاظ سے تھا کہ کچھ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ دودھ پلانے کی حالت میں عورت سے جماع کرنا اور عورت کا حاملہ ہو جانا بچے کو نقصان پہنچاتا ہے جسے وہ دودھ پلا رہی ہو کیونکہ دودھ میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، نیز حمل کے زمانے میں

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: اس شے میں بڑی وسعت ہے یعنی عزل، فرنچ لیدر (FRENCH LEATHER)۔ مانع حمل دوائیں، خاندانی منصوبہ بندی کی تدابیر وغیرہ کوئی شے آنے والے بچے کو نہیں روکتی آج تقدیر کے سامنے سائنس سر ٹیک گئی ۱۲ مرآۃ)۔

دودھ کم اور خشک ہو جاتا ہے اور پیٹ میں پیدا ہونے والے بچے کو یہ دودھ نقصان دیتا ہے اور اسے (عربی میں) غیلہ کہتے ہیں غین کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ زبر صرف اس وقت پڑھ سکتے ہیں جب تار کو حذف کر دیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ تار کی موجودگی میں زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، غیلہ، قتل اور ہلاکت کے معنی میں آتا ہے جیسے کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔

[5] جو اس عمل کے عادی ہیں اور انہیں یہ عمل نقصان نہیں دیتا، لہٰذا اس خوف سے عزل نہ کرو کہ عورت حاملہ ہو جائے گی، اس جگہ عزل کی ممانعت میں مبالغہ ہے۔

۳۰۵۱/۷ وَعَنْ جُذَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أُنَاسٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِى الرُّوْمِ وَ فَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَ هِيَ وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جذامہ بنت وہب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں کچھ لوگوں[2] کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں نے غیلہ سے منع کرنے کا ارادہ کیا[3] پھر میں نے روم اور فارس والوں میں غور کیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں[4] اور یہ فعل ان کی اولاد کو کچھ نقصان نہیں دیتا[5]، پھر صحابہ نے آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے[6] اور یہ قبیح خصلت اس آیت کے مضمون کے نیچے داخل ہے کہ جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا۔ (مسلم)

[1] جُذَامہ جیم پر پیش، ذال مخفف بنت وہب واؤ پر زبر، ہا ساکن، مہاجرہ صحابیات میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ایمان لائیں اور اپنی قوم کے ساتھ ہجرت کی، کہتے ہیں کہ وہ حضرت عکاشہ کی ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی ہیں۔

[2] اُناس ہمزہ پر پیش اور انس، ہمزہ کی زیر کے ساتھ، انسانوں کو کہتے ہیں۔

[3] لوگوں میں مشہور عقیدے کی بنا پر۔

[4] اور حمل کے دنوں میں دودھ پلاتے ہیں۔

[۵] ظاہر یہ ہے کہ ممانعت کا ارادہ اور اسے ترک فرمانا اجتہاد پر مبنی تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۶] وَاْد ہمزہ کے ساتھ، بچے کو زندہ درگور کرنا، اسے خفیہ اس اعتبار سے فرمایا کہ حقیقۃً اور ظاہراً زندہ درگور کرنا نہیں ہے، کیونکہ اس میں جان کا نکالنا نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے مشابہ اور اس کے حکم میں ہے، لہٰذا مکروہ ہوگا، بعض علماء عزل کو منع فرماتے ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر حق یہ ہے کہ عزل جائز ہے، یہ حدیث منسوخ ہے۔

۱۲ مرآۃ بحوالہ مرقاۃ

۳۰۵۲/۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ الرَّجُلَ یُفْضِیْ اِلٰی امْرَاَتِہٖ وَ تُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بڑی امانت[۱] اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین مرتبے والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جائے[۲] اور بیوی اس کے پاس آئے پھر وہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر کرے[۳]

(مسلم)

[۱] جس میں مرد خیانت کرے اور قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

[۲] اور اس کے ساتھ مباشرت اور جماع کرے۔

[۳] جیسے کہ اوباش اور گھٹیا لوگوں کی عادت ہے (کہ پہلی رات کی مخفی باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں ۱۲ قادری) سِرّ بمعنی جماع بھی آتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ عورت کے کچھ عیوب مراد ہیں یا وہ باتیں مراد ہیں جو اس وقت میاں بیوی میں ہوتی ہیں اور ان کا بیان کرنا بے شرمی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۰۵۳/۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآؤُکُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی، تمہاری بیویاں تمہاری

حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ الْآيَةَ اَقْبِلْ وَ اَدْبِرْ وَ اتَّقِ الدُّبُرَ وَ الْحِيْضَةَ ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں کو آؤ"، آگے کی جانب سے یا پچھلی جانب سے آؤ اور دُبر اور حالت حیض سے بچو۔
(امام ترمذی ، ابن ماجہ ، دارمی)

[۱] یہ آیت کریمہ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ کی تفسیر ہے، اس میں یہودیوں کی مخالفت ہے کہ پچھلی جانب سے وطی کرنے سے منع کرتے تھے جیسے کہ پہلی فصل میں بیان ہوا۔

۳۰۵۴ ۱۰ وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رض اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ لَا تَأْتُوا النِّسَآءَ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

حضرت خزیمہ بن ثابت[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا[۲]، تم عورتوں کو ان کی دبروں میں نہ آؤ۔ (ان سے لواطت نہ کرو۔)
(امام احمد، ترمذی ، ابن ماجہ ، دارمی)

[۱] خزیمہ خا پر پیش، زا پر زبر بن ثابت انصاری صحابی ہیں جنگ بدر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن ان کی قوم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیے گئے تو انہوں نے تلوار کھینچی اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، ان کا لقب ذوالشہادتین (دو گواہیوں والے) ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار دی تھی ۱۲ قادری)۔

[۲] اس میں انتہائی تاکید اور شدید حرمت پر تنبیہ ہے، یعنی یہ ایسی بات ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی مکروہ ہے اگرچہ بطور ممانعت ہو، لیکن حکم شرعی بیان کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔

۳۰۵۵ ۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ اَتَى امْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے[۱] جو اپنی بیوی کی دبر میں آئے (اس سے لواطت کرے)۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

(امام احمد، ابوداؤد)

---

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قرب اور اس کی رضا سے دور کیا گیا ہے، ایک نسخہ میں ہے اِمْرَأَۃً یعنی کسی عورت کو، ظاہر ہے کہ اجنبی عورت سے لواطت کرنا زیادہ شدید حرام اور گناہ ہے۔

۳۰۵۶/۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِيْ يَاْتِيْ امْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا لَا يَنْظُرُ اللهُ اِلَيْهِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں آتا ہے (لواطت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔

(شرح السنۃ)

۳۰۵۷/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِي الدُّبُرِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں آیا[۱]۔

(ترمذی)

---

[۱] اس میں شک نہیں کہ مرد سے لواطت زیادہ قبیح اور شنیع ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا، بعض علماء نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اپنی بیوی اور کنیز کے بارے میں ان کا کوئی قول ہے۔

۳۰۵۸/۱۴ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهٗ عَنْ فَرَسِهٖ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت اسماء بنت یزید[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اپنی اولاد کو خفیہ[۲] قتل نہ کرو کیونکہ غیل گھوڑے سوار کو آلیتا ہے اور اسے گھوڑے سے پچھاڑ دیتا ہے[۳]۔

(ابوداؤد)

---

[۱] حضرت اسماء بنت یزید، صحابی کی بیٹی، انصاریہ صحابیہ ہیں، بڑی دانا تھیں، جنگ یرموک میں حاضر ہوئیں اور خیمے کی لکڑی سے نو کافروں کو قتل کیا۔

ـه٢ یہ غیلہ سے کنایہ ہے (عورت کا دودھ پلانے کی حالت میں حاملہ ہو جانا) کہ وہ قتل کے حکم میں ہے۔

ـه٣ اور اسے ہلاک کر دیتا ہے، یعنی غیل کا اثر، مزاج کے بگاڑ اور قوی کے ضعف سن بلوغ کو پہنچنے تک باقی رہتا ہے، لہذا جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے وقت کمزور پڑ جاتا ہے اور گھوڑے کی پشت سے گر پڑتا ہے اور شکست کھا جاتا ہے ـه٤ اس حدیث سے غیل کا اثر ثابت ہوتا ہے، جب کہ گزشتہ احادیث میں اس کی نفی ہوتی ہے، علامہ طیبی نے فرمایا کہ نفی کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل موثر حقیقی نہیں ہے جیسے کہ دور جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ تھا اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فی الجملہ سبب عادی ہے۔ ـــــــ ظاہر یہ ہے کہ ممانعت اور اس کا ترک دونوں باتیں اجتہاد سے تھیں، پہلے کوئی دلیل سامنے آئی تو ممانعت فرما دی، بعد ازاں اہل فارس و روم کے حال میں غور و فکر فرمایا اور دیکھا کہ انہیں نقصان نہیں پہنچتا تو ممانعت ترک فرما دی جیسے کہ حضرت جذامہ کی حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰۵۹/۱۵ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا جائے۔

(ابن ماجہ)

ـه١ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کنیز سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا جا سکتا ہے: جیسے کہ ہمارا مذہب ہے۔

باب

۲۵۰۔ گزشتہ باب کے لواحق اور تتمات کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۰۶۰/۱ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عروہ ـه١، ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِيْ بَرِيْرَةَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے انہیں بریرہ[2] کے بارے میں فرمایا: انہیں خرید لو اور آزاد کر دو[3]، حضرت بریرہ کے شوہر غلام تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا[4] تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا[5] اور اگر ان کے شوہر آزاد ہوتے تو آپ بریرہ کو اختیار نہ دیتے[6]۔

(صحیحین)

---

[1] حضرت عروہ بن زبیر اکابر تابعین میں سے ہیں اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے ہیں۔

[2] بریرہ با پر زبر، پہلی را کے نیچے زیر، حضرت عائشہ کی آزاد کردہ کنیز، پہلے یہودیوں کی ملک تھیں۔ حضرت عائشہ نے انہیں یہودیوں سے خرید لیا، ان کا واقعہ کتاب البیوع میں گزر چکا ہے۔

[3] چنانچہ ام المومنین عائشہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

[4] کہ آزادی کے بعد شوہر کے نکاح میں رہیں یا نہ رہیں، اسے خیار عتق کہتے ہیں یعنی کنیز کسی مرد کے نکاح میں ہو پھر وہ آزاد ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ اس مرد کو اختیار کرے یا نہ کرے جیسے کہ خیار بلوغ ہوتا ہے۔

[5] شوہر کے ساتھ رہنا قبول نہ کیا اور ان سے الگ ہو گئیں۔

[6] یہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد) کا مذہب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آزادی کے بعد عورت کے لیے اختیار اس شرط پر ثابت ہوگا کہ اس کا شوہر غلام ہو تاکہ اسے یہ عار نہ ہو کہ آزاد، غلام کے نکاح میں کیسے ہو گی؟ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اختیار ثابت ہے اگرچہ شوہر آزاد بھی ہو، امام اعظم کے نزدیک اختیار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اسے ملک کی زیادتی قبول نہ کرنے کا اختیار ہے، کیونکہ مرد، آزاد عورت کو تین طلاقیں دے سکتا ہے لونڈی کو دو طلاقیں دے سکتا ہے، گویا ان کے نزدیک یہ زیادتی حدیث میں ثابت نہیں ہے کہ اگر حضرت بریرہ آزاد ہوتیں تو آپ انہیں اختیار نہ دیتے، یا راوی نے اپنے عقیدے اور مذہب کی بنا پر حدیث میں یہ کلمات شامل کر دیئے ہیں، اس مسئلے کی تحقیق اصول فقہ میں ہے، اگر زوجین کو بیک وقت آزاد کر دیا جائے تو اس پر اتفاق ہے کہ اختیار ثابت نہیں ہوگا اور اگر شوہر کو آزاد کیا جائے تو عورت کو اختیار نہیں ہوگا، خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی۔

۳۰۶۱/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا اَسْوَدَ يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهٗ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَعْتِهٖ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر سیاہ فام غلام تھے۔ جنہیں مغیث[۱] کہا جاتا تھا، گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں[۲] میں روتے ہوئے[۳] بریرہ کے پیچھے پھر رہے ہیں اور ان کے آنسو ان کی داڑھی پر بہ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو فرمایا: اے عباس کیا آپ بریرہ سے مغیث کی محبت اور مغیث سے بریرہ کی نفرت پر تعجب نہیں کرتے[۴]؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اچھا ہوتا کہ تم اس کی طرف رجوع کر لیتیں[۵] انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں[۶]؟ فرمایا، میں صرف سفارش کر رہا ہوں[۷]، انہوں نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(بخاری)

[۱] مغیث میم پر پیش، غین کے نیچے زیر۔

[۲] سِکَک سین کے نیچے زیر، پہلے کاف پر زبر، "سِکَّۃ" کی جمع۔

[۳] بریرہ کی جدائی میں

[۴] کسی شاعر (حافظ شیرازی) نے کہا ہے۔

میل من سوئے وصال وقصد او سوئے فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا بر آید کامِ دوست

میرا میلان وصال کی طرف اور اس کا جدائی کی طرف ——— میں نے اپنی خواہش چھوڑ دی تا کہ محبوب ک خواہش پوری ہو جائے۔

[۵] حضرت بریرہ کو فرمایا: کیا اچھا ہوتا کہ تم مغیث کو بحیثیت شوہر قبول کر لیتیں۔

[۶] یعنی اگر آپ کا حکم ہے کہ میں رجوع کر لوں تو تعمیلِ حکم کے سوا چارہ نہیں۔

[۷] یعنی میں حکم نہیں دے رہا، سفارش کر رہا ہوں اور تمہارا اختیار باقی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۰۶۲ [٣] عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوْکَیْنِ لَھَا زَوْجٌ فَسَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَھَا اَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْاَۃِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے دو مملوکوں کو آزاد کرنا چاہا جو آپس میں میاں بیوی تھے[١]، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا[٢] تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ عورت سے پہلے مرد سے ابتدا کریں[٣]۔

(ابوداؤد، نسائی)

[١] زوج جوڑے کو کہتے ہیں، اس لیے مرد وزن دونوں کو زوج کہہ سکتے ہیں، مصابیح کے اکثر نسخوں میں زوجین کا لفظ واقع ہے، بعض نسخوں میں مَمْلُوکَۃٌ لَّھَا زَوْجٌ واقع ہے لھا کی ضمیر مملوکہ کی طرف راجع ہے، یہ دونوں نسخے زیادہ ظاہر ہیں۔

[٢] کہ پہلے کسے آزاد کروں ؟ مرد کو یا عورت کو۔

[٣] آزاد کرنے میں ——— تاکہ نکاح فسخ نہ ہو جائے اگر پہلے زوجہ کو آزاد کر دیں اور وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے (اور شوہر کو اختیار نہ کرے) اور اگر دونوں کو ایک ساتھ آزاد کرتیں تو بھی نکاح باقی رہتا جیسے کہ اس سے پہلے معلوم ہو چکا۔

۳۰۶۳ [٤] وَعَنْھَا اَنَّ بَرِیْرَۃَ عَتَقَتْ وَھِیَ عِنْدَ مُغِیْثٍ فَخَیَّرَھَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَھَا اِنْ قَرِبَکِ فَلَا خِیَارَ لَکِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

انہی سے روایت ہے کہ حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو وہ حضرت مغیث کے پاس تھیں[١]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا اور انہیں فرمایا، اگر یہ تمہارے قریب[٢] ہوا تو تمہیں کوئی اختیار نہیں ہے[٣]۔

(ابوداؤد)

[١] اور ان کے نکاح میں تھیں۔

[٢] یعنی اگر تمہارے شوہر نے تم سے جماع کیا ——— قَرِب کی راء کے نیچے زیر ہے از باب سَمِعَ یَسْمَعُ۔

۵۳ کیونکہ اس صورت میں ان کی زوجہ ہونے پر رضامندی پائی گئی ہے ـــ خیار بلوغ میں محض خاموشی سے رضامندی حاصل ہو جاتی ہے ـــ اس باب میں تیسری فصل نہیں ہے۔

بَابُ الصَّدَاقِ

۲۵۱- مہر کا بیان

صداق صاد پر زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، صدقہ صاد کی زبر اور دال کی پیش کے ساتھ بھی آیا ہے حق مہر، اس کی جمع صُدُقٌ ہے جیسے سحاب (بادل) کی جمع سُحُبٌ اور کِتابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے ـــ ہمارے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، امام مالک کے نزدیک دینار کا چوتھائی حصہ اور وہ ڈھال کی قیمت ہے اور وہی ان کے ہاں چوری کا نصاب ہے (جس کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے) امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو چیز ثمن بن سکتی ہے اور اس کی شرط لگائی گئی ہے۔ (وہ مہر بن سکتی ہے) خواہ کم ہو یا زیادہ۔ امام احمد کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ ایسی چیز ہو جس کی قدر و قیمت ہو، لہذا پیسہ یا اس جیسی معمولی چیز مہر نہیں بن سکتی، ہدایہ میں حضرت جابر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے کہ لَا مَھْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشْرَۃٍ دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۰۶۴ / ۱ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَتْہُ امْرَاَۃٌ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ وَھَبْتُ نَفْسِیْ لَکَ فَقَامَتْ طَوِیْلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَوِّجْنِیْھَا اِنْ لَّمْ تَکُنْ لَکَ فِیْھَا حَاجَۃٌ فَقَالَ ھَلْ

پہلی فصل

حضرت سہل بن سعد[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی ذات آپ کو ہبہ کر دی[۲]، پھر دیر تک کھڑی رہی[۳] تب ایک شخص کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! ان کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر آپ کو ان کی حاجت نہیں ہے[۴]، فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ جو اسے مہر میں دو[۵]۔

عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ إِلَّا إِزَارِيْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا فَقَالَ قَدْ تَزَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ،

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

انہوں نے کہا میرے پاس تو صرف یہ تہبند ہے[6]، فرمایا: تلاش تو کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو[7]، انہوں نے تلاش کی مگر کچھ نہ ملا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس قرآن پاک کا کوئی حصہ ہے عرض کیا ہاں! فلاں فلاں سورۃ ہے، آپ نے فرمایا: میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا قرآن پاک کے اس حصے کی وجہ سے جو تمہارے پاس ہے[8] اور ایک روایت میں ہے جاؤ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا تم اسے قرآن پاک کی تعلیم دو۔

(صحیحین)

---

[1] سہل بن سعد ساعدی انصاری، مشہور صحابی ہیں، مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

[2] یہ شریعت مطہرہ کا حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنی ذات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہبہ کر دے تو وہ بغیر مہر کے نکاح کرنے سے آپ کے لیے حلال تھی اور یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ جیسے کہ قرآن پاک میں مذکور ہے (وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ایماندار عورت اگر اپنی ذات نبی کو ہبہ کر دے، یہ خاص تمہارے لیے ہے (عام) مومنوں کے لیے نہیں)۔

[3] اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے اور اسے قبول کرنے یا رد کے ساتھ جواب نہیں دیا۔

[4] یعنی آپ انہیں حکم فرمائیں اور اس پر راضی کر دیں یا اس اعتبار سے کہ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی امام ہے۔

[5] اِصْدَاق ہمزہ کے نیچے زیر، مہر مقرر کرنا۔

[6] جو میں نے باندھ رکھا ہے ـــــ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند کس

کام کا؟ اگر تم پہنو گے تو وہ برہنہ رہے گی اور اگر اس نے پہنا تو تم برہنہ رہو گے۔

[۷] یہ حدیث ان ائمہ کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مہر کی مقدار معین نہیں ہے۔ جو چیز ثمن بن سکتی ہے وہ مہر بھی بن سکتی ہے، ہمارے علماء (احناف) فرماتے ہیں ایسی احادیث مہر معجل پر محمول ہیں کیونکہ عربوں کی عادت تھی کہ دخول سے پہلے کچھ مہر بروقت دے دیتے تھے۔

[۸] ظاہر یہ ہے کہ اس خاتون کا مہر، تعلیم قرآن ہی کو مقرر فرمایا، بعض ائمہ کے نزدیک یہ جائز ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت اور ان کی بکریاں چرانے کو مہر مقرر فرمایا، احناف کہتے ہیں کہ اس صورت میں مہر مثل واجب ہے، جیسے کہ مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں (مہر مثل واجب ہوتا ہے) حرف باء اس جگہ مقابلہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ سببیت کے لیے ہے، یعنی میں نے قرآن پاک کے اس حصے کے سبب نکاح کر دیا۔ جو تمہارے پاس ہے، اور اس کے ساتھ تیرے مجتمع ہونے کا سبب قرآن ہے، جیسے کہ آئندہ آئے گا کہ حضرت ابو طلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسلام کے سبب نکاح کیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس عورت نے اس مرد کو حق مہر بخش دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰۶۵ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ کَمْ کَانَ صَدَاقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ صَدَاقُہٗ لِاَزْوَاجِہٖ ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ اُوْقِیَّۃً[۱] وَّنَشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِیَّۃٍ فَتِلْکَ خَمْسُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّنَشٌّ بِالرَّفْعِ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَفِیْ جَمِیْعِ الْاُصُوْلِ)

حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا؟۔ انہوں نے فرمایا: آپ کا اپنی ازواج مطہرات کے لیے مہر بارہ اوقیہ[۱] اور نش تھا، پھر انہوں نے فرمایا، جانتے ہو کہ نش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا: آدھے اوقیہ کو کہتے ہیں تو یہ کل پانچ سو درہم ہوئے۔ (مسلم) شرح السنۃ اور دیگر تمام اصول میں نَشٌّ پیش کے ساتھ ہے[۲]۔

---

[۱] اُوقِیۃ ہمزہ پر پیش، واؤ ساکن، قاف کے نیچے زیر اور یاء مشدد، چالیس درہم کو کہتے ہیں، نَشٌّ نون پر زبر اور شین مشدد، بیس درہم، آدھا اوقیہ، نَشّ ہر چیز کے نصف کو کہتے ہیں، نَشُّ رَغِیف، آدھی روٹی

[۲] مصابیح کے اکثر نسخوں میں بھی اسی طرح ہے۔ اصل میں عبارت یوں ہو گی، وَمَعَہَا نَشٌّ (بارہ اوقیہ اور

ان کے ساتھ آدھا) یا نَشًّا وَنَشٌّ (آدھا اوقیہ)، مصابیح کے بعض نسخوں میں وَنَشًّا زبر کے ساتھ ہے اس کا عطف ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ پر ہوگا، یہ اگرچہ لفظ اور عبارت کے لحاظ سے ظاہر ہے لیکن روایت کے موافق نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٣٠٦٦/٣ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَآءِ فَاِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِّنْ نِّسَآئِهٖ وَلَا اَنْكَحَ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اُوْقِيَّةً (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: خبردار! عورتوں کا بھاری مہر مقرر نہ کیا کرو[1]، کیونکہ یہ اگر دنیا میں بڑائی[2] اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ حق دار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے کسی سے نکاح کیا ہو یا اپنی صاحبزادی کا نکاح کرایا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر[3]۔ (امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)۔

[1] لَا تُغَالُوْا تا کے پیش کے ساتھ۔

[2] مَکْرُمَۃ میم پر زبر اور را پر پیش۔

[3] حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اس سے بھی کم تھا یعنی چار سو درہم تھا جو بارہ اوقیہ سے کسی قدر کم تھا ——— البتہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درہم یا چار سو دینار تھا یہ حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا، انہوں نے حبشہ میں ام المومنین کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا اس وقت ام المومنین حبشہ میں تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں ۱۲ قادری)۔ اور آپ کی تعظیم وتکریم کے لیے اتنی مقدار میں مہر مقرر کیا ——— امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ افضل، اولیٰ اور عزیمت کا بیان ہے ورنہ اس سے زیادہ کے جائز ہونے اور اس کی رخصت میں کوئی کلام نہیں ہے

٣٠٦٧/٤ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْطٰى فِيْ صَدَاقِ امْرَاَتِهٖ مِلْاَ كَفَّيْهِ سَوِيْقًا اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوہارے دیے اس نے اسے اپنے لیے حلال کر لیا[1]

(ابوداؤد)

[1] اس حدیث سے بھی دیگر ائمہ کے مذہب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، (کہ جو چیز طے پا جائے وہ مہر بن سکتی ہے)، ہمارے نزدیک اس کی توجیہ وہی ہے جو مذکور ہوئی (یعنی اس سے مہر معجل مراد ہے) صراح میں ہے استحلال کا معنی ہے حلال قرار دینا۔

۳۰۶۸/۵ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰى نَعْلَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَضِيْتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت عامر بن ربیعہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو فزارہ[2] کی ایک عورت نے دو جوتوں پر نکاح کیا، انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دو جوتوں کے بدلے اپنے نفس اور مال سے راضی ہو[3]؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا[4]۔

(ترمذی)

[1] عامر بن ربیعہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، انہوں نے دونوں ہجرتیں کیں (پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ) بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

[2] بنو فزارہ فاء اور زاء پر زبر، ایک قبیلے کا نام۔

[3] یعنی ان دو جوتوں کے بدلے تم نے اپنی ذات سپرد کر دی اور اس پر راضی ہو؟۔

[4] یہ بھی مہر معجل پر محمول ہے۔

۳۰۶۹/۶ وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا شَيْئًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَهَا مِثْلُ

حضرت علقمہ[1] سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کیلئے کوئی چیز مقرر نہیں کی اور نہ ہی اس سے دخول کیا[2] یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، حضرت ابن مسعود نے

صَدَاقِ نِسَآءِهَا وَلَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيْرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ امْرَاَةٍ مِّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

فرمایا[3]: اس کے لیے اس جیسی عورتوں[4] کا مہر ہے نہ کم، نہ زیادہ[5]، اور اس پر عدت ہے[6] اور اس کیلئے وراثت ہے[6]، اس پر حضرت معقل بن سنان[8] اشجعی نے اٹھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری ایک عورت بروع بنت واشق[9] کے حق میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا جیسا کہ آپ نے کیا تو حضرت ابن مسعود اس بات پر[7] خوش ہو گئے۔

(امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی، دارمی)

---

[1] علقمہ معتبر اور اکابر تابعین میں سے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئے حضرت ابن مسعود کے اکابر شاگردوں میں سے تھے۔

[2] اگر وہ شخص اس حالت میں طلاق دے دیتا تو متعہ واجب ہوتا (یعنی عورت کو کپڑے وغیرہ دیتا)۔

[3] اس مسئلے میں ایک ماہ تک غور و فکر اور اجتہاد کرنے کے بعد۔

[4] اس کی قوم کی عورتیں ایسا، مثلاً بہنوں، پھوپھیوں اور بیٹیوں کی مثل۔ جو مال، جمال، کنواری یا ثیبہ ہونے میں اس جیسی ہو۔

[5] وَکْسَ واؤ پر زبر، کاف ساکن اور آخر میں سین ساکن، کم ہونا، کم کرنا۔ شطط شین پر زبر اور اس کے بعد دو طاء بغیر نقطے کے، زیادتی، یعنی اس پر کمی بیشی کے بغیر مہر مثل واجب ہے۔

[6] اگرچہ اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو۔

[7] اس مرد کی، حضرت ابن مسعود نے یہ فیصلہ دینے کے بعد فرمایا: جو کچھ میں نے کہا وہ اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

[8] مَعْقِل میم پر زبر، عین ساکن اور قاف کے نیچے زیر، بن سنان سین کے نیچے زیر۔ صحابی ہیں، فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے اور ان کی قوم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حرہ کے روز (جب یزید کی فوج نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی) اپنے بیٹے کے ساتھ شہید ہوئے۔

۹ بَرْوَعْ باء کے نیچے زیر اور زبر بھی آئی ہے اور را ساکن بنت واشق شین کے نیچے زیر، صحابیہ ہیں قبیلہ اشجع سے تعلق رکھتی تھیں۔

۱۰ یا اس فتوی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی موافقت پر، صحیح حکم تک رسائی پانے کے شکریئے کے طور پر خوش ہوئے اور فرمایا: اسلام لانے کے بعد مجھے کبھی اتنی خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی خوشی اس بات پر ہوئی ہے کہ میرا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کے موافق ہے، حضرت علی اور صحابہ کی ایک جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس مسئلے میں مذہب یہ ہے کہ چونکہ دخول نہیں ہوا اس لیے اس عورت کے لیے مہر نہیں ہے، اس پر عدت لازم ہے اور اس کے لیے وراثت ہے امام شافعی کے اس جگہ دو قول ہیں ایک حضرت علی مرتضیٰ کے موافق اور دوسرا حضرت ابن مسعود کے مذہب کے مطابق، ہمارا مذہب وہی ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۰۷۰ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمْهَرَهَا عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَ بَعَثَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيْلَ ابْنِ حَسَنَةَ.

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت ام حبیبہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن جحش[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ سرزمین حبشہ میں فوت ہو گئے تو حضرت نجاشی نے ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر دیا[۳] اور آپ کی طرف سے انہیں بطور مہر چار ہزار دیے ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم دیئے[۴] اور انہیں حضرت شرحبیل بن حسنہ[۵] کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

(ابوداؤد، نسائی۔)

---

[۱] ام حبیبہ ام المومنین ہیں، حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی اور حضرت امیر معاویہ کی بہن ہیں (ان کا نام رملہ ہے)

[۲] عبداللہ بن جحش پہلے جیم پھر حاء بغیر نقطہ کے اس کے بعد شین، مشہور صحابی اور ام المومنین زینب

بنت جحش کے بھائی ہیں ــــــــ مشکوۃ شریف کے متعدد نسخوں میں اسی طرح ہے صحیح عبیداللہ بن جحش یا ر تصغیر کے ساتھ ہے جیسے کہ سنن ابوداؤد، جامع الاصول اور دوسری کتابوں میں ہے۔ کیونکہ یہ عبیداللہ اسلام لانے کے بعد حبشہ چلا گیا اور وہاں عیسائی ہو گیا اور دین اسلام سے پھر گیا۔ اور وہیں فوت ہوا، لیکن حضرت ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

[۳] کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تھا تاکہ حضرت ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیں۔

[۴] اس روایت میں درہم کا صراحۃً ذکر ہے۔

[۵] شرحبیل شین پر پیش، را پر زبر، حا ساکن با کے نیچے زیر اور یا ساکن، بن حسنۃ ابتدائی تینوں حرفوں پر زبر ــــــــ آپ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے اور قریش کے سرکردہ لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

۳۰۷۱/۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْ طَلْحَۃَ اُمَّ سُلَیْمٍ فَکَانَ صَدَاقُ مَا بَیْنَھُمَا الْاِسْلَامَ اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ قَبْلَ اَبِیْ طَلْحَۃَ فَخَطَبَھَا فَقَالَتْ اِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَکَحْتُکَ فَاَسْلَمَ فَکَانَ صَدَاقَ مَا بَیْنَھُمَا۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے حضرت ام سلیم[۱] سے نکاح کیا تو ان کے درمیان حق مہر اسلام تھا، حضرت ام سلیم پہلے اسلام لے آئیں حضرت ابو طلحہ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: میں اسلام لے آئی ہوں اگر تم بھی اسلام لے آؤ تو تمہارے ساتھ نکاح کر لوں گی چنانچہ وہ اسلام لے آئے، اس طرح اسلام ان کے درمیان حق مہر ہوا[۲]۔

(نسائی)

[۱] حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس کی والدہ ہیں، حضرت انس حضرت ابو طلحہ کے ربیب (یعنی ان کی بیوی کے سابق شوہر سے بیٹے) تھے، ام سلیم ان سے پہلے مالک کے نکاح میں تھیں، جو حضرت انس کے والد ہیں۔

[۲] دیگر ائمہ اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں احناف کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سبب بنا حضرت ابو طلحہ کے حضرت ام سلیم کو حاصل کرنے کا، یہ مطلب نہیں کہ مہر یہی تھا۔

❖

بَابُ الْوَلِيْمَةِ

۲۵۲- ولیمہ کا بیان

نہایہ میں ہے کہ ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو شادی کے موقع پر تیار کیا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے ولیمہ شادی کے کھانے یا ہر کھانے کو کہتے ہیں، اسے ولیمہ اس بناء پر کہا جاتا ہے کہ یہ مرد و زن کے اجتماع کے وقت تیار کیا جاتا ہے اِلتِیَام (مل جانا) کا مادہ بھی یہی ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ سنت ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے، بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں، ولیمہ کا وقت دخول کے بعد ہے یا عقد کے وقت یا دونوں وقت، دو دن سے زیادہ ولیمہ جاری رکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت اسے مکروہ قرار دیتی ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک ہفتے تک مستحب ہے —— مجمع البحار میں ہے کہ ضیافت کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) عرس، شادی کے موقع پر (۲) خُرس خا پر پیش پیدائش پر (۳) اعذار، ختنہ (۴) وکیرہ، تعمیر (۵) نقیعہ، کسی کی سفر سے واپسی پر، وہ دوسروں کے لیے تیار کرے یا دوسرے اس کے لیے تیار کریں، یہ نَقعٌ سے مشتق ہے جس کا معنی غبار ہے (۶) وضیمہ نقطے والے ضاد کے ساتھ، مصیبت کے وقت (۷) عقیقہ بچے کا نام رکھتے وقت (۸) مأدُبہ ہمزہ کے ساتھ اور دال پر پیش اس کے بعد بار، وہ کھانا جو بغیر کسی سبب کے ضیافت کے لیے تیار کیا جائے، ولیمہ کے علاوہ باقی تمام قسمیں مستحب ہیں، ولیمہ بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، بغوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا فرمانے پر دولہا بطور شکرانہ تیار کرے تو مستحب ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٣٠٧٢/١ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ

پہلی فصل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف پر زردی کا نشان[۱] دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے[۲]؟ انہوں نے عرض کیا میں نے گٹھلی کے ہم وزن سونے[۳] پر ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ ولیمہ کرو اگرچہ

وَلَوْ بِشَاةٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بکری سے ہو۔۴

(صحیحین)

۱ جوان کے جسم یا کپڑے پر لگا ہوا تھا، یہ دلہن کی خوشبو زعفران وغیرہ تھی، بعض علماء کے نزدیک نکاح کرنے والے کے لیے زعفران کا استعمال جائز ہے۔

۲ یعنی اس کا سبب کیا ہے؟ اور یہ نشان کہاں سے لگا ہے؟ آیا شادی کی وجہ سے ہے یا اس کے علاوہ۔

۳ اہل حساب کے نزدیک گٹھلی کا وزن پانچ درم کو کہتے ہیں جو ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے۔

۴ یہ عبارت کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کے بیان کے لیے آتی ہے، شارحین فرماتے ہیں کہ اس جگہ تکثیر مراد ہے یعنی اگرچہ زیادہ خرچ ہو جائے تو کر دو کیونکہ اس زمانے میں بکری کا میسر ہونا بھی بڑی بات تھی، حضرت عبدالرحمن بن عوف اس زمانے میں حد غنا کو بھی نہیں پہنچے تھے جیسے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، ستو اور حیس وغیرہ سے ولیمہ کرتے تھے جیسے کہ آئندہ آئے گا۔

۳۰۷۳/۲ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے کسی پر ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیا، ایک بکری سے ولیمہ کیا۱

(صحیحین)

۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری سے ولیمہ کثیر (بہت) ہے۔

۳۰۷۴/۳ وَعَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّ لَحْمًا ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آپ کے ہاں رخصتی ہوئی تو آپ نے لوگوں کو پیٹ بھر روٹی اور گوشت کھلایا۔

(بخاری)

۳۰۷۵/۴ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ۱ کو آزاد

أَعْتَقَ صَفِيَّةَ[1] وَ تَزَوَّجَهَا وَ جَعَلَ عِتْقَهَا[2] صَدَاقَهَا وَ أَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ[3]

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کیا اور ان سے نکاح فرمایا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا[2] اور ان پر حیس[3] سے ولیمہ کیا۔

(صحیحین)

[1] ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں (وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں ۱۲ مرقاۃ)۔

[2] یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ حقیقۃً یہ نکاح مہر کے بغیر تھا یا ہبہ تھا۔

[3] حیس حاء پر زبر، یا ساکن، کھجور، ستو اور گھی سے تیار کیا جانے والا کھانا بعض اوقات ستو کی جگہ پنیر ڈال دیتے ہیں، یہ حلوے ایسی غذا تیار ہو جاتی ہے۔

۳۰۷۶ ۵ وَعَنْهُ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَ الْمَدِيْنَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى وَلِيْمَتِهٖ وَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَ لَا لَحْمٍ وَ مَا كَانَ فِيْهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَ الْأَقِطُ وَ السَّمْنُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان تین رات قیام فرمایا اس دوران حضرت صفیہ کو حاضری بارگاہ کی سعادت نصیب ہوئی تو میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمے کی دعوت دی اس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت، اس میں صرف یہ تھا کہ آپ نے چمڑے کے دستر خوان[1] بچھانے کا حکم دیا اور ان پر کھجوریں، پنیر اور گھی[2] رکھ دیا گیا۔

(بخاری)

[1] انطاع جمع ہے نطع کی نطع میں چار لغات ہیں نون پر زبر یا زیر اور طا ساکن یا مفتوح۔

[2] اقط ہمزہ پر زبر، قاف کے نیچے زیر، پنیر —— سمن سین پر زبر، میم ساکن، گھی گزشتہ حدیث میں حریسہ کا ذکر تھا جو ان ہی چیزوں سے بنایا جاتا ہے، ممکن ہے دونوں ہی ہوں، باب معجزات میں گزرا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کے لیے حریسہ بھیجا۔

۳۰۷۷/۶ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت صفیہ بنت شیبہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات پر دو سیر جو[2] سے ولیمہ کیا۔

(بخاری)

[1] صفیہ بنت شیبہ شین پر زبر، یا ساکن، اس کے بعد با، ان کا نسب یہ ہے صفیہ بنت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ حجبی، اس میں اختلاف ہے کہ وہ صحابیہ ہیں یا نہیں، دار قطنی نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا درجہ صحت کو نہیں پہنچا، ابن حبان نے کتاب الثقاۃ میں انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ ولید کے زمانے تک حیات تھیں۔

[2] یعنی آدھے صاع سے ——— علامہ سیوطی نے فرمایا: اس سے مراد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

۳۰۷۸/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ اَوْ نَحْوَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ ولیمہ میں شرکت کرے[1] (صحیحین) امام مسلم کی روایت میں ہے چاہیے کہ دعوت قبول کرے شادی ہو یا اس کی مثل[2]

[1] دعوت کا قبول کرنا خواہ کسی موقع پر ہو سنت اور مستحب ہے، غالباً ولیمہ میں زیادہ تاکید ہے۔ بعض علماء نے فرمایا دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے، بعض نے فرض کفایہ کہا، چند چیزوں کی بنا پر وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ (۱) کھانا مشتبہ ہو۔ (۲) صرف مالداروں کو بلایا گیا ہو۔ (۳) فاسقوں کی مجلس ہو (۴) کسی کو بطور رشوت بلایا گیا ہو اور ناجائز کام میں تعاون طلب کیا جا رہا ہو (۵) یا وہاں خلافِ شریعت امور موجود ہوں (مثلاً دسترخوان پر شراب موجود ہو، بینڈ باجا بجایا جا رہا ہو، یا عورتوں کی بے پردگی ہو، یا جیسے کہ آج کل عورتوں کو مرد بیرے کھانا کھلاتے ہیں ویڈیو فلمیں بنائی جاتی ہیں ۱۲ قادری) ذمی (غیر مسلم) کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔

[2] مثلاً عقیقہ کی دعوت ہو، گویا اس روایت میں ولیمہ سے مراد مطلق کھانے کی دعوت ہے۔

۳۰۷۹/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ قبول کرے[1]، پھر اگر چاہے تو کھانا کھائے اور چاہے تو نہ کھائے[2] (مسلم)

[1] اور مسلمان کی خاطرداری کے لیے حاضر ہو، البتہ اسے کھانا کھانے یا نہ کھانے کا اختیار ہے۔

[2] سنت یا واجب حاضر ہونا ہے نہ کہ کھانا اور اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا مستحب ہے۔

۳۰۸۰/۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس کے لیے مالداروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت کا قبول کرنا ترک کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی[1]۔ (صحیحین)

[1] ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا قبول کرنا واجب ہے یا سنت اور مستحب ہونے کی تاکید ہے اور یہ اس وقت ہے کہ کوئی مانع نہ پایا جائے جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

۳۰۸۱/۱۰ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنٰى أَبَا شُعَيْبٍ كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً لَعَلِّي أَدْعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهٗ طُعَيِّمًا ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص ابوشعیب کنیت سے یاد کیا جاتا تھا ان کا گوشت بیچنے والا ایک غلام تھا، انہوں نے اسے کہا کہ میرے لیے کھانا تیار کر جو پانچ افراد کے لیے کافی ہو، ہوسکتا [illegible] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمیت پانچ حضرات کو دعوت دوں، غلام نے ان کے لیے تھوڑا سا کھانا تیار کیا، پھر انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دعوت دی، ایک شخص مہمانوں کے پیچھے ہولیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا شُعَيْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشعیب ایک شخص ہمارے پیچھے آگیا ہے اگر تم چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو، انہوں نے کہا نہیں، بلکہ اسے میری طرف سے اجازت ہے [1] (صحیحین)

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مخصوص جماعت کو دعوت دے اور ایک شخص بلائے بغیر آجائے تو میزبان سے اجازت لینی چاہیے اور میزبان کو چاہیے کہ معزز مہمانوں کی پاس داری کرتے ہوئے اسے اجازت دے دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۳۰۸۲ / ۱۱ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ستو اور کھجور [1] سے ولیمہ کیا۔ (امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

---

[1] الگ الگ سے یا دونوں سے تیار کردہ ہریسہ سے۔

۳۰۸۳ / ۱۲ وَعَنْ سَفِيْنَةَ اَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَآءَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَاَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَدَّكَ

حضرت سفینہ [1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمان ہوا، انہوں نے اس کے لیے کھانا تیار کیا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کاش! ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاتے تو آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرماتے، چنانچہ آپ کو بلایا آپ تشریف لائے اور دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹ کے دونوں طرف رکھے، آپ نے دیکھا کہ گھر کے ایک کونے میں پردہ [2] لٹکایا ہوا ہے، آپ لوٹ گئے [3]

قَالَ اِنَّہٗ
لَیْسَ لِیْ اَوْ لِنَبِیٍّ اَنْ یَدْخُلَ
بَیْتًا مُزَوَّقًا۔
(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے پیچھے جاکر عرض کیا یارسول اللہ! کس چیز نے آپ کو واپس کر دیا؟[۴] فرمایا میرے لیے یا کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ سجائے ہوئے گھر میں داخل ہو[۵]۔ (امام احمد، ابن ماجہ)

---

[۱] حضرت سفینہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے (مرآۃ میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے انہوں نے اس شرط پر آزاد کیا کہ تازیست نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کریں گے حضرت سفینہ نے کہا اگر آپ یہ شرط نہ لگاتیں تب بھی میں خدمت کرتا، میرا جسم آزاد ہوا ہے مگر دل ہمیشہ ان کا غلام رہے گا ان کا نام رباح، مہران، یا رومان تھا) وہ سفر میں دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بوجھ اٹھاتے تھے۔ ان کا نام ہی سفینہ (کشتی) رکھ دیا گیا۔

[۲] قرام قاف کے نیچے زیر، باریک اور منقش پردہ، بعض علماء نے کہا کہ وہ پردہ منقش نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ دیوار کو ڈھانپا گیا تھا جیسے حجلہ عروسی ہوتا ہے اور یہ اہل تفاخر کی عادت ہے۔

[۳] اور گھر کے اندر تشریف نہیں لائے۔

[۴] آپ واپس تشریف لے آئے اور اندر نہیں آئے۔

[۵] تزویق زاء اور قاف کے ساتھ، آراستہ کرنا، منقش کرنا (اشعۃ اللمعات میں ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لِنَبِیٍّ، درمیان میں لِیْ نہیں ہے ۱۲ قادری)۔

۳۰۸۴/۱۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِیَ فَلَمْ
یُجِبْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَ
رَسُوْلَہٗ وَ مَنْ دَخَلَ عَلٰی
غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا
وَ خَرَجَ مُغِیْرًا۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کھانے کے لیے بلایا گیا اور اس نے دعوت قبول نہیں کی[۱] تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بن بلائے آگیا تو وہ چور[۲] کی حیثیت سے داخل ہوا اور لٹیرے[۳] کی حیثیت سے نکلا۔ (ابوداؤد)

---

[۱] اور حاضر نہیں ہوا۔

[۲] کیونکہ وہ صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر داخل ہوا گویا وہ چور کی طرح پوشیدہ طور پر داخل ہوا۔

[3] اگر اس نے کچھ کھایا اور کچھ ساتھ لے گیا چونکہ مالک کی اجازت کے بغیر ہے اس لیے گویا وہ غصب اور لوٹ کا مرتکب ہے۔

۳۰۸۵ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ
۱۴
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِیَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَہُمَا بَابًا وَّ اِنْ سَبَقَ اَحَدُھُمَا فَاَجِبِ الَّذِیْ سَبَقَ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤدَ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو دعوت دینے والے جمع ہوں تو قریبی دروازے والے[1] کی دعوت قبول کر اور اگر ان میں سے ایک نے پہلے دعوت دی ہو تو پہلے کی دعوت قبول کرے[2]۔

(امام احمد، ابوداؤد)۔

[1] ہمسایہ ہونے میں گھر کا قریب ہونا نہیں بلکہ دروازے کا قریب ہونا معتبر ہے۔

[2] واضح طور پر یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں کی دعوت قبول نہ کی جا سکے مثلاً وقت ایک ہو یا ایسی ہی کوئی دوسری وجہ ہو، اور اگر جمع کر سکیں تو دونوں کی دعوت قبول کرنی چاہیے، یہ پڑوس کا حکم ہے، اگر دعوت دینے والوں کا تعلق ایک شہر سے ہو تو دیگر امور کی بنا پر ترجیح ہو گی، مثلاً جان پہچان، صلاح و تقویٰ دوستی یا دیگر حقوق واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰۸۶ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ
۱۵
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ یَوْمٍ حَقٌّ وَّ طَعَامُ یَوْمِ الثَّانِیْ سُنَّۃٌ وَّ طَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَۃٌ وَّ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے دن کا کھانا حق[1] ہے۔ دوسرے دن[2] کا کھانا سنت[3] ہے اور تیسرے[4] دن کا کھانا دکھلاوا ہے[5]، اور جو شخص لوگوں کو سنائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مشہور کرے گا[6]۔

(ترمذی)

[1] ولیمہ اور ضیافت میں حق ہے یعنی واجب یا سنت مؤکدہ جیسے کہ اختلاف ہے۔

[2] بعض نسخوں میں الیَوْمِ الثَّانِیْ الف لام کے ساتھ ہے۔

۵۳ سنت ہے اور مستحب، اس نقصان کا ازالہ کرنے کے لیے جو پہلے دن میں واقع ہوا اور اس کی تکمیل کے لیے۔

۵۴ بعض نسخوں میں الیوم الثالث ہے۔

۵۵ سُمْعَۃ" سین پر پیش، میم ساکن، یعنی اس مقصد کے لیے ہے کہ لوگ سنیں اور تعریف کریں، کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کام سُمْعَہ اور ریا کے لیے کیا ہے تاکہ لوگ دیکھیں اور سنیں۔

۵۶ دونوں سَمَّعَ سین کی زبر اور میم کی تشدید کے ساتھ، تَسْمِیْعٌ" سے مشتق ہیں، یعنی جو لوگوں کو سنائے اور اپنے آپ کو فخر اور ریاکاری کے طور پر مشہور کرے اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، حشر کے میدان میں مشہور کرے گا کہ یہ ریاکار افتراء پرداز اور جھوٹا ہے یا دنیا میں اسے رسوا کرے گا اور دکھلاوے اور نمائش کی جزا دے گا۔ مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو نعمت عطا فرمائے تو بندے کو چاہیے کہ اس کی نعمت کا شکر ادا کرے، اس کا اظہار کرے اور لوگوں پر احسان کرے لیکن میانہ روی سے تجاوز نہ کرے تاکہ فضول خرچی اور نمود و نمائش کی حدود میں داخل نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

۳۰۸۷/۱۶ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَ قَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا)

حضرت عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کھلانے والے دو شخصوں۱ کا کھانا کھانے سے منع فرمایا: (ابوداؤد)

محی السنۃ نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ حضرت عکرمہ نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرسلاً۲ روایت کی۔

۱ مُتَبَارِیَان وہ دو شخص ہیں جو ایک دوسرے کی ضد میں بڑھ چڑھ کر کھانا کھلائیں تاکہ کھانا کھلانے میں دوسرے پر غالب آجائیں، یعنی اگر فخر اور نمود و نمائش کے لیے کھانا پکائیں اور دعوت کریں تو ان کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے اور ان کا کھانا نہیں کھانا چاہیے، سلف صالحین ایسے لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کا کھانا کھاتے تھے۔

۲ انہوں نے یہ حدیث ابن عباس یا کسی دوسرے صحابی کا ذکر کیے بغیر روایت کی۔

⁂

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣٠٨٨ / ١٧ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَبَارِیَانِ لَا یُجَابَانِ وَلَا یُؤْکَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ یَعْنِیْ الْمُتَعَارِضَیْنِ بِالضِّیَافَةِ فَخْرًا وَّرِیَآءً۔

تیسری فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ضدیوں کی دعوت قبول نہیں کی جائے گی اور ان کا کھانا نہیں کھایا جائے گا۔

امام احمد نے فرمایا[1]: اس سے مراد وہ دو شخص ہیں جو فخر اور ریاکاری کے لیے ضیافت کریں۔

---

[1] مُتَبَارِیَانِ کی تفسیر کرتے ہوئے۔

٣٠٨٩ / ١٨ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوتِ طعام کے قبول کرنے سے منع فرمایا[1]۔

---

[1] کیونکہ فاسق عموماً کھانے میں احتیاط نہیں کرتے اور حرام کھا جاتے ہیں اور کبھی وہ ظالم بھی ہوتے ہیں اور ازراہ ظلم لوگوں کا مال ہتھیانے والے ظالم کا طعام بالاتفاق حرام ہے نیز اس کی دعوت قبول کرنے میں اس کی عزت افزائی ہے (حالانکہ ہمیں ان کی توہین اور حوصلہ شکنی کا حکم دیا گیا ہے ۱۲ قادری)۔

٣٠٩٠ / ١٩ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَاْكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَلَا يَسْئَلْ وَيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ وَلَا يَسْئَلْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کے طعام میں سے کھائے اور پوچھ گچھ نہ کرے[1] اور اس کے پانی میں سے پئے اور پوچھ گچھ نہ کرے[2]، یہ تینوں حدیثیں امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا: اگر یہ آخری حدیث صحیح ہو۔

قَالَ هٰذَا اِنْ صَحَّ فَلِاَنَّ	تو اس اعتبار سے ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ
الظَّاهِرَ اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُطْعِمُهٗ	مسلمان اسے وہی کھلائے اور پلائے گا
وَ لَا يَسْقِيْهِ اِلَّا مَا هُوَ	جو اس کے نزدیک حلال ہو گا۔
حَلَالٌ عِنْدَهٗ ۔	

---

[1] کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کیسا ہے؟۔

[2] یہ نہ پوچھے کہ کہاں سے آیا ہے اور کیسا ہے؟ حسنِ ظن اور تالیف قلب کا یہی تقاضا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ حرام ذریعے سے حاصل کیا گیا ہے (تو نہ کھائے اور نہ پیئے) اور اگر وہ ایسا شخص ہے کہ حرام اس کے کھانے پر غالب ہے تو بھی نہ کھائے، اور اگر اسے علم ہو کہ اس کا کھانا، حلال اور حرام دونوں طرح کا ہوتا ہے تو اس احتمال کی بنا پر کھا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ حلال ہو، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے کہ وہ شخص حلال اور حرام میں فرق کرتا ہے یا نہیں۔

بَابُ الْقَسْمِ

۲۵۳- باری مقرر کرنے بیان

قسم قاف کی زبر کے ساتھ، تقسیم کرنا، اس جگہ عورتوں کی باری کے ملحوظ رکھنے کے معنی میں ہے، قاف کے نیچے زیر ہو تو اس کا معنی حصّہ ہے، پہلے دونوں حرفوں پر زبر ہو تو اس کا معنی قسم (حلف) ہے۔ دو یا اس سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کی باری مقرر کرنا واجب ہے، اور اگر ایسا نہ کرے تو جس پر ظلم کیا گیا ہے اس کا حق پورا کرنا واجب ہے، ایک بیوی کی باری میں دوسری کے گھر میں رات گزارنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کی اجازت کے بغیر ایک رات میں دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک رات میں امہات المومنین کے پاس تشریف لے جانا باری مقرر کرنے کے واجب ہونے سے پہلے تھا یا اُن کی اجازت سے تھا، احناف کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باری کا مقرر کرنا واجب نہیں تھا، آپ کا باری کی رعایت فرمانا محض از راہ لطف و کرم تھا واللہ تعالیٰ اعلم ——— سفر میں (ایک بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے دیگر ائمہ کے نزدیک) قرعہ اندازی واجب ہے اور ہمارے نزدیک مستحب ہے، سفر کے دنوں کی قضا واجب نہیں ہے اور اگر قرعہ اندازی کے بغیر کسی بیوی کو ساتھ لے جائے تو دوسری کے لیے قضا واجب ہے (اتنے دن دوسری کے پاس رہے) مقیم کے لیے

باری کے سلسلے میں رات پر دارومدار ہے دن رات کے تابع ہے اور اگر کوئی شخص رات کو کام کرتا ہو تو اس کے لیے باری کے سلسلے میں دن اصل ہے، باقی احکام و مسائل فقہ میں مذکور ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۰۹۱ ۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ وَّکَانَ یَقْسِمُ مِنْھُنَّ لِثَمَانٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو بیویاں۱؎ چھوڑ کر وصال فرمایا اور ان میں سے آٹھ کی باری مقرر فرماتے تھے۲؎۔

(صحیحین)

۱؎ اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نو سے زیادہ تھیں، جیسے کہ علماء نے اپنی جگہ بیان کیا ہے اور ہم نے شرح سفر السعادۃ میں اجمالی طور پر ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن آپ کے وصال کے وقت نو امہات المومنین موجود تھیں۔ (۱) حضرت عائشہ (۲) حفصہ (۳) ام حبیبہ (۴) سودہ (۵) ام سلمہ (۶) صفیہ (۷) میمونہ (۸) زینب بنت جحش۔ (۹) جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

۲؎ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے باری مقرر نہیں فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخش دی تھی جیسے کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔

۳۰۹۲ ۲ وَعَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ سَوْدَۃَ لَمَّا کَبِرَتْ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ جَعَلْتُ یَوْمِیْ مِنْکَ لِعَآئِشَۃَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لِعَآئِشَۃَ یَوْمَیْنِ یَوْمَھَا وَیَوْمَ سَوْدَۃَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بوڑھی ہو گئیں۱؎ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سے مجھے جو باری حاصل تھی وہ میں نے عائشہ کو دے دی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو دو دن عنایت فرماتے، ایک خود ان کا اور ایک حضرت سودہ کا۲؎۔

(صحیحین)

۱؎ کَبِرَتْ بار کے نیچے زیر، باب سمع سے بوڑھا ہونا اور بار پر پیش ہو تو اس کا معنی قدر و منزلت میں بڑا ہونا۔

---

[2] بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیجئے تاکہ قیامت کے روز آپ کی ازواج مطہرات میں میرا حشر ہو اور اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی (یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ محض ان کی پیرانہ سالی کی بنا پر آپ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا کیونکہ بیوی کے بوڑھی ہو جانے کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اسے طلاق دے کر الگ کر دیا جائے بلکہ جنگ بدر کے دن ان کے کچھ رشتے دار مشرکین کی طرف سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے جن کے بارے میں حضرت سودہ نے اظہار غم کیا اور مرثیہ کے کچھ اشعار پڑھے تھے اس بنا پر ناخوش ہو کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا قصد فرمایا ۱۲ قادری)۔

۳۰۹۳/۳ وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْئَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَآئِشَةَ فَاَذِنَ لَهٗ اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَآءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَآئِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرضِ وصال میں دریافت فرماتے تھے کہ کل ہم کہاں ہوں گے؟ کل ہم کہاں ہوں گے؟ اس حال میں کہ آپ حضرت عائشہ کی باری چاہتے تھے[2]، ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں[3]۔ چنانچہ آپ حضرت عائشہ کے گھر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ ان کے ہاں ہی وصال ہوا۔

(بخاری)

---

[1] ہر روز امہات المومنین سے دریافت فرماتے تھے۔

[2] اور ان سے حضرت عائشہ کے ہاں قیام کی اجازت طلب فرماتے تھے۔

[3] اس میں انتہائی تعمیل اور رضا جوئی ہے ورنہ ظاہر یہ تھا کہ عرض کرتیں کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر قیام فرمائیں، نیز جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجمال رکھا اور حضرت عائشہ کے گھر کی تصریح نہیں فرمائی، امہات المومنین نے بھی اجمال سے کام لیا اور حضرت عائشہ کے گھر کی تصریح نہیں کی (یہ اس سوال کا جواب ہے کہ انہوں نے یوں کیوں نہیں کہا کہ آپ حضرت عائشہ کے ہاں قیام فرمائیں ۱۲ قادری) ——— اَذِنَ ہمزہ پر زبر، ذال کے نیچے زیر اور نون مخفف، صیغہ واحد کے ساتھ اور اَذِنَّ نون کی تشدید اور صیغہ جمع کے ساتھ بھی روایت ہے۔

۳۰۹۴/۴ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ

إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرماتے جن کا نام نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے[1]۔

(صحیحین)

[1] قرعہ، فال نکالنا، [2] سہم حصہ۔

۳۰۹۵/۵ وَعَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَّقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو قلابہ[1] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیوہ پر کنواری سے نکاح کرے تو اسکے پاس سات راتیں رہے[2] اور تقسیم کرے[2] اور جب بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے پھر تقسیم کرے ابو قلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو کہہ دوں کہ حضرت انس نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کی[3] (صحیحین)

[1] حضرت ابو قلابہ ثقہ تابعی ہیں انہیں قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا اس سے بچنے کے لیے جنگل میں چلے گئے اور کسی وادی میں مقیم ہو گئے۔

[2] سات راتوں کے بعد نئی اور پرانی میں تقسیم کرے۔

[3] کیونکہ مختار یہ ہے کہ صحابی کا یہ فرمانا کہ سنت اس طرح ہے، مرفوع کے حکم میں ہے۔

۳۰۹۶/۶ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن[1] سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کی پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعے ایک گولی اٹھواتے اس میں جس کا نام نکل آتا اس کو سفر میں لے جاتے، قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں مگر یہ زیادہ مروج ہے ۱۲ مرآۃ ع یعنی اگر ہم اس وقت تمہارے پاس سات دن قیام کریں گے تو بقیہ بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی رہیں گے معلوم ہوا کہ باری اول ہی سے مقرر ہو جاتی ہے، ورنہ چاہیے تھا کہ اگر حضرت ام سلمہ کے پاس سات دن قیام ہوتا تو باقی ازواج کے پاس چار چار دن قیام ہوتا کیونکہ تین دن تو ام سلمہ کے خصوصی حق کے ہوتے بعد میں باری مقرر ہوتی، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے ۱۲ مرآۃ۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلٰى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهٗ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَّلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور انہوں نے آپ کے پاس صبح کی تو آپ نے انہیں فرمایا، تمہاری وجہ سے تمہارے قبیلے پر بے عزتی نہیں[2]، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات راتیں قیام کروں[3] اور دیگر ازواج مطہرات کے پاس بھی سات راتیں قیام کروں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین راتیں رہوں[4] اور دورہ کروں[5]، انہوں نے عرض کیا تین راتیں قیام فرمائیں[6] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں فرمایا: کنواری کے لیے سات اور بیوہ کے لیے تین راتیں ہیں۔

(مسلم)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۳۰۹۷ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

---

[1] حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی تابعی ہیں اور ابوجہل بن ہشام کے بھائی کے پوتے ہیں۔

[2] صرف تین راتیں میرے قیام کرنے کی وجہ سے، کیونکہ یہ اس لیے نہیں کہ مجھے تمہارے پاس رہنے میں دلچسپی نہیں بلکہ اس لیے کہ شریعت کا حکم یہی ہے یہ صرف تین دن قیام کا عذر بیان کرنے کی تمہید ہے۔

[3] جیسے کہ کنواری عورت کا حکم ہے۔

[4] جیسے کہ بیوہ کا حکم ہے۔

[5] دیگر ازواج مطہرات کے ہاں باری باری جاؤں جیسے کہ طریقہ ہے۔

[6] سات راتیں قیام کی حاجت نہیں ہے، یہ بات محتاج بیان ہے کہ جب تین راتیں جو خاص بیوہ کا حق ہیں حضرت ام سلمہ کے لیے ہوئیں تو چاہیے کہ دیگر ازواج مطہرات کے پاس چار چار راتیں قیام ہوتا نہ کہ سات سات راتیں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب بیوہ نے اپنے حق سے زائد (تین کی بجائے سات راتوں) کا مطالبہ کیا تو اس سے اس کا مخصوص حق ساقط ہو گیا (احناف کے نزدیک ابتداء ہی سے باری مقرر ہو جاتی ہے۔ سات راتیں قیام ہو یا تین راتیں، باقی بیویوں کے پاس بھی اتنی راتیں ہی گزارے گا۔ ۱۲ قادری)۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَيَعْدِلُ وَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَ لَا اَمْلِكُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر فرماتے اور انصاف[1] فرماتے تھے اور کہتے تھے اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جہاں تک میں مالک ہوں[2] اور تو مجھے اس چیز[3] میں عتاب نہ فرما جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)۔

۱؎ اور مساویانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

۲؎ رات گزارنے اور ظاہر کی رعایت میں۔

۳؎ باطنی میلان اور محبت میں ——— تقسیم میں، جماع کرنے میں برابری شرط نہیں ہے۔

۳۰۹۸/۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ شِقُّهٗ سَاقِطٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)۔

۳۰۹۹/۹ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا

حضرت عطاءؓ سے روایت ہے کہ ہم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ مقام سرف میں حضرت میمونہؓ کے جنازہ کو حاضر ہوئے ابن عباس نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ انہیں زور سے

تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْا بِهَا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ وَّلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَآءٌ اَلَّتِىْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْسِمُ لَهَا بَلَغَنَا اَنَّهَا صَفِيَّةُ وَكَانَتْ اٰخِرَهُنَّ مَوْتًا مَّاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ رَزِيْنٌ غَيْرُ عَطَآءٍ هِىَ سَوْدَةُ وَهُوَ اَصَحُّ وَوَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَآئِشَةَ حِيْنَ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَمْسِكْنِىْ وَقَدْ وَهَبْتُ يَوْمِىْ لِعَآئِشَةَ لَعَلِّىْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ نِّسَآئِكَ فِى الْجَنَّةِ۔

ہلاؤ اور نہ جھٹکا دو[2] اور ان سے نرمی کرو، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں، آپ ان میں سے آٹھ[3] کی باری مقرر فرماتے تھے اور ایک کی باری مقرر نہیں فرماتے تھے، حضرت عطاء فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جس ام المومنین کے لیے آپ باری مقرر نہیں فرماتے تھے وہ حضرت صفیہ تھیں امہات المومنین میں سب سے آخر میں ان کا وصال ہوا ان کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا[4] (صحیحین) رزین[5] کہتے ہیں کہ حضرت عطاء کے علاوہ محدثین نے فرمایا: وہ حضرت سودہ ہیں۔ اور یہ قول زیادہ صحیح ہے[6]، انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا[7]، انہوں نے عرض کیا مجھے اپنے پاس رکھیں میں نے اپنی باری عائشہ کو بخش دی، اس امید پر کہ میں جنت میں آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہوں۔

---

[1] عطاء نام کے متعدد حضرات ہیں اور سب ہی تابعی ہیں، ظاہر یہ ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہیں جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

[2] حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابن عباس کی خالہ اور امہات المومنین میں سے ہیں سرف سین پر زبر، راء کے نیچے زیر، مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت میمونہ کا مزار ہے، ان کا نکاح بھی اسی جگہ ہوا اور رخصتی بھی اسی جگہ ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسی جگہ میں اکاون ۵۱ ہجری میں ان کا وصال ہوا بعض نے کہا سن اکسٹھ میں وصال ہوا پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ لَا تُزَلْزِلُوْھَا، سابقہ جملہ فَلَا تُزَعْزِعُوْھَا کی تاکید ہے۔ زَعْزَعَۃٌ طاقت سے ہلانا، اسی طرح قاموس میں ہے، صراح میں ہے زَلْزَلَۃٌ اچھی طرح ہلانا۔ گویا اول زمین سے اٹھانے میں ہے اور ثانی اٹھا کر لے جانے میں ——— مقصد ان کی تعظیم ہے کہ ان کا جنازہ آرام اور ادب کے ساتھ اٹھایا جائے، گویا انہوں نے اٹھانے والوں سے کسی قدر بے احتیاطی اور بے ادبی ملاحظہ فرمائی تو فرمایا زیادہ نہ ہلاؤ۔

۵۳ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان آٹھ امہات المومنین میں سے تھیں جن کی باری نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقرر فرمایا کرتے تھے، ان کی شان کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ان سے مساویانہ برتاؤ کیا کرتے تھے۔

۵۴ سن باون یا پچاس میں۔

۵۵ رزین ائمہ حدیث میں سے ہیں۔

۵۶ یہی مشہور قول ہے، خطابی فرماتے ہیں کہ یہ قول کہ وہ حضرت صفیہ تھیں، بعض راویوں کا وہم ہے، وہ حضرت سودہ تھیں۔

۵۷ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق نہیں دی تھی۔ صرف ارادۂ طلاق کیا تھا، جب انہوں نے یہ درخواست کی تو آپ نے طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ آپ نے انہیں طلاق دے دی تھی جب انہوں نے یہ گزارش کی تو آپ نے رجوع فرمالیا، پہلا قول زیادہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم قاضی عیاض روایت کرتے ہیں کہ جس کی باری مقرر نہیں فرمائی تھی وہ حضرت صفیہ تھیں اس کی انہوں نے ترجیح اور تصحیح کی ہے جسے ہم نے شرح میں نقل کیا ہے۔

بَابُ عِشْرَةِ النِّسَآءِ وَمَا لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ

۲۵۴۔ بیویوں کے ساتھ رفاقت اور ان میں سے ہر ایک کے حقوق کا بیان

لفظ کل اس لیے لائے ہیں کہ عورتوں کی مختلف قسمیں مراد ہیں، مثلاً کنواری، بیوہ، خوش اخلاق، مالدار، غریب، ورنہ ظاہر یہ تھا کہ کہا جاتا۔ وَمَا لَهُنَّ مِنَ الْحُقُوْقِ ——— عشرت اور معاشرت کا معنی میل جول ہے، عشیرہ قبیلہ کو کہتے ہیں اس کی جمع عَشَائِرُ ہے، عشیر، شوہر اور ہر ساتھی کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ۔ برا دوست ہے اور برا ساتھی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۱۰۰/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَّ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَ اِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو[۱] کیونکہ وہ پسلی[۲] سے پیدا کی گئی ہیں اور بے شک سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے اگر تو اسے[۳] سیدھا کرنا چاہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے تو وہ ٹیڑھی رہے گی لہٰذا عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو[۴]

(صحیحین)

[۱] یا یہ معنی ہے کہ عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو یا یہ مطلب ہے کہ اپنے آپ سے وصیت طلب کرو (استفعال کا سین اور تاء طلب کے لیے ہے ۱۲ قادری) ——— وصیت کا معنیٰ عہد ہے، ایصا، توصیت اور استیصا کا معنی عہد کرنا ہے۔ صراح میں ہے وصیت نیکی کی نصیحت اور ایصا نیکی کی وصیت کرنا۔

[۲] ضِلَع ضاد کے نیچے زیر، لام پر زبر، پہلے دونوں حرفوں پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، پسلی صراح میں ہے۔ ضلع حرکت کے ساتھ، پیدائش میں ٹیڑھا ہونا، حضرت حوا کی پیدائش کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر والی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں۔

[۳] پسلی کو ——— اسی طرح عورتیں ہیں جو پیدائشی طور پر اعمال اور اخلاق میں کجی رکھتی ہیں اگر مرد چاہیں کہ انہیں سیدھی اور درست کر دیں تو اس کا نتیجہ ٹوٹنے کی صورت میں ظاہر ہوگا یعنی طلاق ہو جائے گی جیسے کہ آئندہ حدیث میں آئے گا، لہٰذا عورتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی یہی ایک صورت ہے کہ انہیں ان کی کجی پر چھوڑ دیا جائے، جب تک کہ اس میں گناہ، معصیت اور اصلاح احوال کی مخالفت نہ پائی جائے کہ اس صورت میں غفلت اور چشم پوشی جائز اور مناسب نہیں ہوگی۔

[۴] یہ حکم تاکید کے لیے دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔

۳۱۰۱/۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت پسلی

إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ
لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ
فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ
بِهَا وَ بِهَا عِوَجٌ[1] وَ إِنْ
ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَ
كَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سے پیدا کی گئی ہے وہ تیرے لیے راہ راست پر ہرگز سیدھی نہیں ہوگی، اگر تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہے تو اس کی کجی[1] کے باوجود نفع حاصل کر اور تو اسے سیدھی کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا اور اس کے توڑنے سے مراد اس کی طلاق ہے۔

(مسلم)

[1] عوج عین کے نیچے زیر اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں، لیکن زیر راجح ہے، کجی، بعض علماء نے کہا کہ صورت کی کجی ہو تو عین پر زبر اور صفات کی کجی ہو تو اس کے نیچے زیر۔

۳۱۰۲/۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ
كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا
آخَرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مرد، ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے، اگر اسے عورت کی ایک عادت یا ایک فعل ناپسند ہوگا تو اس کی دوسری عادت یا فعل پسند ہوگا[1]۔

(مسلم)

[1] کیونکہ کسی بھی آدمی کے تمام اخلاق و اعمال برے نہیں ہوتے، اگر ان میں کچھ برے ہوں تو کچھ دوسرے اچھے ہوں گے، مرد وہی اچھے اخلاق و اعمال پیش نظر رکھے، راضی رہے اور صبر کرے، مقصد ترغیب ہے اور مبالغہ ہے۔ حسن معاشرت، صحبت کے برقرار رکھنے اور عورتوں کی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین میں ـــــــ فرک فا پر زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، عام بغض و عداوت یا خاص زوجین کی اسی طرح قاموس میں ہے۔ صحاح میں ہے کہ یہ لفظ میاں بیوی کے ماسوا میں نہیں سنا گیا، صراح میں ہے فرک، مرد کا عورت کو دشمن جاننا۔

۳۱۰۳/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ لَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ
اللَّحْمُ وَ لَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ
تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بنی اسرائیل[1] نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا اور اگر حوا[2] نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے کبھی خیانت نہ کرتی[2]۔

(صحیحین)

[1] یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ـــــــ اسرائیل پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے

تمام قوم بنی اسرائیل ان کی اولاد ہے، ——— اللہ تعالیٰ نے میدان تیہ میں ان پر من وسلویٰ اتارا اور حکم دیا کہ اتنی مقدار میں لو جو تمہیں کافی ہو اور بچا کر نہ رکھو، انہوں نے شدت حرص کے تحت آئندہ کے لیے گوشت اٹھا رکھا جو خراب ہو گیا پس یہ گوشت کا خراب ہونا ایک سزا ہے جو بنی اسرائیل کو ذخیرہ کرنے ایسے فعل قبیح پر دی گئی ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہ کرنے، بے اعتمادی اور حرص پر مبنی تھا اس کے بعد گوشت کا خراب ہونا دائمی ہو گیا۔

[2] کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے حضرت حوا نے درخت کو چکھا، حالانکہ حضرت آدم نے انہیں درخت کے چکھنے سے منع فرمایا تھا، پھر انہیں بھی اکسایا چنانچہ انہوں نے بھی کھا لیا ——— صراح میں ہے خِيَانَةٌ، خَوْنٌ اور مَخَانَةٌ راہ راست سے منحرف ہونا، اور یہ اسی کجی کا نتیجہ تھا جو حضرت حوا کی خلقت میں تھی۔

۳۱۰۴/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا فِيْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِّنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن زمعہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو کوڑے نہ مارے جیسے غلام کو مارتا ہے پھر دن کے آخر میں اس سے جماع کرے گا، اور ایک روایت میں ہے تم میں سے ایک شخص قصد کرتا ہے اور اپنی بیوی کو کوڑے مارتا ہے جیسے غلام کو مارتا ہے[2] تو شاید کہ وہ اس دن کے آخر میں اس کے ساتھ سوئے گا[3] پھر گوز کے سبب ہنسنے پر انہیں[4] نصیحت فرمائی اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص ایسے کام پر کیوں ہنستا ہے جو وہ خود کرتا ہے۔

(صحیحین)

---

[1] عبداللہ بن زمعہ زا پر زبر، میم پر زبر اور اسے ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں، ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی، ان کے والد کا نام زمعہ ہے۔

[2] اسے چاہیے کہ ایسا نہ کرے۔

[3] یعنی یہ مناسب نہیں کہ جس کے ساتھ تم یہ معاملہ کرتے ہو اس کے ساتھ وہ سلوک کرو، اگرچہ نافرمانی اور عدم موافقت کی صورت میں مارنے کی گنجائش ہے لیکن اس طرح نہیں (کہ اسے غلاموں کی طرح مارو حدیث میں اس طرف اشارہ ہے

کہ اگر غلام اور کنیز، الفاظ اور کلام کے ساتھ سیدھے نہ ہوں تو انہیں مارنا جائز ہے۔

؎۴ لوگوں کو۔

۳۱۰۵/۶ **وَعَنْ** عَآئِشَۃَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِيْ صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں؎۱ سے کھیلتی تھی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ آپ سے چھپ جاتی تھیں؎۲ تو آپ انہیں میری طرف بھیج دیتے؎۳ تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔

(صحیحین)

؎۱ بنات کا معنی لڑکیاں ہیں، اس جگہ کپڑے کی بنائی ہوئی گڑیاں مراد ہیں جن سے بچیاں کھیلتی ہیں۔

؎۲ انقماع کا معنی ہے پوشیدہ ہو جانا، چھپ جانا۔

؎۳ تَسْرِیْب کا معنی راستے پر بھیجنا، سرب راستہ۔

۳۱۰۶/۷ **وَعَنْهَا** قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَآئِهٖ لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ

ان ہی سے روایت ہے کہ بخدا! میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد میں چھوٹے نیزے؎۱ کے ساتھ کھیلتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں آپ کے کان اور کندھے کے درمیان میں سے حبشیوں کا کھیل دیکھوں، پھر میرے لیے کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں ہی واپس ہوتی؎۲ تو تم کھیل کی شوقین نوعمر لڑکی کے کھڑے ہونے کی مقدار کا اندازہ

الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ۔	لگا لو۳؎۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	(صحیحین)

۱؎ حَرْبَہ حا پر زبر، را ساکن چھوٹا نیزہ ـــــ مسجد سے مراد یا تو مسجد سے متصل خالی جگہ ہے یا خود مسجد میں کھیلتے تھے، کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ چھوٹے نیزے کے ساتھ ان کا یہ کھیل، دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ کے حکم میں تھا اور تیر اندازی کی طرح جنگ کی تیاری تھی، لہٰذا یہ کھیل عبادت کے حکم میں تھا اور عید کے دن تھا جب کہ کھیل کود مباح ہوتا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے منع کیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آج عید کا دن ہے انہیں منع نہ کرو، حضرت عائشہ نوعمر تھیں

۲؎ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حد تک صبر فرماتے اور کھڑے رہتے جب تک میں خود واپس نہ ہوتی اور بس نہ کرتی، آپ نہ پلٹتے۔

۳؎ یعنی خیال کرو کہ نوعمر لڑکیاں کھیلوں کے دیکھنے کی کتنی شوقین ہوتی ہیں؟ میں اتنی دیر تک کھڑی رہتی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری خاطر کھڑے رہتے یہ آپ کے حسن معاشرت اور حسن اخلاق کا کمال تھا اور حضرت عائشہ سے آپ کی محبت اور ان پر آپ کی عنایت کا نتیجہ تھا۔

۳۱۰۷/۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَّ اِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَّ اِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ۔	ان ہی سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جانتے ہیں جب تم ہم سے راضی ہوتی ہو اور جب ہم سے ناراض۱؎ ہوتی ہو، میں نے عرض کیا: آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا: جب تم ہم سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو مجھے رب محمد مصطفیٰ کی قسم۲؎! اور جب ہم سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ایسے نہیں ہے حضرت ابراہیم کے رب کی قسم۳؎! میں نے عرض کیا: ہاں۴؎، خدا کی قسم! یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام ہی ترک کرتی ہوں۵؎۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)	(صحیحین)

۱؎ غضبٰی بر وزن سلمٰی ناراض عورت۔

۲؎ یعنی اللہ تعالٰی کی قسم کھاتی ہو مگر ہمارے نام کی طرف مضاف کرکے۔

۳؎ یعنی تم ہمارا نام نہیں لیتیں اور رب ابراہیم کہتی ہو۔

۴؎ ایسے ہی ہے۔

۵؎ یعنی ناراضگی کی حالت میں جب اختیار مغلوب ہو جاتا ہے یا باقی نہیں رہتا اس وقت بھی فقط آپ کا نام نامی ترک کرتی ہوں نہ کہ آپ کی ذات اقدس کو[۱] میرا دل اس وقت بھی آپ کی محبت سے معمور اور آپ کی ذات والا صفات پر قربان ہوتا ہے ـــــ علامہ طیبی فرماتے ہیں اُھْجُرُ کے لفظ میں اشارہ ہے کہ انہیں نام شریف کے ترک کرنے پر بھی صدمہ ہوتا تھا جیسے کہ محب، محبوب کو غیر اختیاری طور پر چھوڑنے پر دکھ محسوس کرتا ہے۔

۳۱۰۸/۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَّدْعُوْا امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَتَاْبٰی عَلَیْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، جب مرد عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے[۱] پس مرد ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح تک[۲] اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں (صحیحین) اور ان[۳] کی ایک روایت میں ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے نہیں ہے کوئی مرد جو اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے مگر یہ کہ آسمان والا[۴] اس پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ مرد اس سے راضی ہو جائے۔

۱؎ وہ سرکشی کا مظاہرہ کرے اور اس کے پاس نہ آئے۔

۱؎ یہ ناراضی ناز کی ہے نہ کہ نفرت کی ورنہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ناراض ہونا کفر ہے، محبوبوں کی یہ ناراضی بھی پیاری ہوتی ہے، لہذا اس حدیث سے روافض دلیل نہیں پکڑ سکتے اور جناب ام المومنین پر اعتراض نہیں کرسکتے ۱۲ مرآۃ ملخصاً۔

[2] یعنی ساری رات۔

[3] امام بخاری اور مسلم

[4] ہو سکتا ہے کہ اَلَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہو اس اعتبار سے کہ آسمانوں میں اس کا حکم جاری ہے اور کمال قدرت کا ظہور ہے ____ علامہ طیبی نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے غضب اور مخلوق کے قریب نزول فرمانے کا ذکر کیا جاتا ہے تو خاص طور پر آسمان کا ذکر کیا جاتا ہے، درحقیقت یہ از قبیل متشابہات ہے جن کا حکم معلوم ہے۔

٣١٠٩ وَعَنْ اَسْمَآءَ[1] اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِیْ غَيْرَ الَّذِیْ يُعْطِيْنِیْ فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت اسماء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک سوکن[2] ہے کیا مجھ پر کچھ گناہ ہے؟ اگر میں اپنے شوہر سے وہ چیز ظاہر کروں[3] جو اس کی دی ہوئی چیز کے علاوہ ہے[4]۔ فرمایا: جو شخص وہ کچھ ظاہر کرے جو اسے نہیں دیا گیا[5] وہ دو جھوٹے کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔

(صحیحین)

[1] حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[2] ضَرَّتَانِ وہ دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں، ان میں سے ہر ایک دوسری کے لیے ضَرَّہ ہے۔

[3] یعنی اپنی سوکن کے سامنے غلط بیانی سے یہ ظاہر کروں کہ یہ چیز مجھے میرے شوہر نے دی ہے۔

[4] یعنی جو کچھ شوہر نے دیا ہے اس سے زیادہ کا اظہار کروں تاکہ سوکن کو غصہ دلاؤں اور اسے غمگین کر دوں، اصل میں تشبع کا معنی ہے یہ ظاہر ہونا کہ سیر ہو چکا ہے حالانکہ سیر نہیں ہے۔

[5] نعمت اور مال و اسباب، تکبر اور تفاخر کے لیے

[6] تہبند اور اوڑھنے والی چادر، جیسے کہ ایک شخص نے مانگ کر کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور ظاہر یہ کرے کہ یہ میری ملکیت ہیں، یا صوفیوں کا لباس پہنے تاکہ زاہدوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے یا قیمتی کپڑے پہنے تاکہ جھوٹی گواہی دے یا ایک رنگ کا کپڑا پہنے اور اس کی آستینیں دوسرے رنگ کی ہوں تاکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ اس نے دو کپڑے پہن رکھے ہیں۔

۳۱۱۰/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا وَّ كَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِىْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّ عِشْرِيْنَ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے ایک ماہ کا ایلاء[1] کیا اور آپ کے پائے اقدس کا جوڑ کھل گیا تھا[2]، تو آپ نے بالاخانہ میں[3] انتیس۲۹ راتیں قیام فرمایا: پھر نیچے تشریف لے آئے[4] صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا، فرمایا: بے شک مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے[6]۔

(بخاری)

---

[1] یعنی آپ نے امہات المومنین کے پاس ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم کھائی تھی، ایلاء فقہ کی کتاب الطلاق کا مشہور باب ہے (یہ لغوی ایلاء تھا، شرعی ایلاء یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائے، پھر اگر مدت میں رجوع کر لیا تو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا ورنہ یہ مدت گزرنے پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی ۱۲ مرآۃ ملخصًا)

[2] گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرنے کے سبب، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پائے مبارک میں خراش آگئی تھی، تحقیق یہ ہے کہ پائے اقدس کا جوڑ کھل گیا تھا، انفکاکِ قدم کا معنی ہے پاؤں کے اجزاء کا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا۔

[3] اقامت: کسی جگہ آرام کرنا ـــــــــــ مَشْرُبہ میم پر زبر، شین ساکن، را پر پیش، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد بار بالاخانہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کاشانہ مبارک کچی اینٹوں سے بنا ہوا تھا اس کی چھت لکڑی اور کھجور کے پتوں سے تیار کی گئی تھی، اس پر بالاخانہ بھی تھا ـــــــــــ اس مدت میں آپ امہات المومنین کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔

[4] بالاخانے سے اتر کر اہل خانہ کے پاس تشریف لائے۔

[5] اور مہینہ تیس دن کا ہوتا اور آپ انتیس دن کے بعد نیچے تشریف لے آئے ہیں۔

[6] صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہینہ انتیس دن کا تھا جس میں آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا تھا۔

۳۱۱۱/۱۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر تشریف لائے اور رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِيْ كَمَا تَرٰى يَسْاَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى عَآئِشَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰى حَفْصَةَ يَجَاُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْاَلِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی، انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دروازے[1] پر بیٹھے ہیں اور ان میں سے کسی[2] کو اجازت نہیں دی گئی، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو اجازت دی گئی تو وہ اندر چلے گئے، پھر حضرت عمر آئے انہوں نے اجازت مانگی انہیں بھی اجازت دے دی گئی انہوں[3] نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد ازواج مطہرات جمع ہیں اور آپ غمگین[4] اور خاموش تشریف فرما ہیں حضرت عمر نے کہا[5] کہ میں کوئی ایسی بات کروں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسا دوں۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! اگر آپ ملاحظہ فرماتے کہ بنت خارجہ[6] نے مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کیا تو میں نے اٹھ کر اس کی گردن دبوچ لی[7]۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا: جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو یہ میرے گرد جمع ہیں اور نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہیں، حضرت ابوبکر نے اٹھ کر حضرت عائشہ کی گردن دبائی اور حضرت عمر نے اٹھ کر حضرت حفصہ کی گردن مروڑی اور وہ دونوں[8] فرما رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ کچھ مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے انہوں نے کہا بخدا! ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی چیز کا کبھی مطالبہ نہیں کریں گے جو آپ کے پاس نہیں ہو گی[9] پھر آپ نے ان سے ایک مہینہ یا انتیس دن علیحدگی اختیار فرمائی[10]، اس کے

شَهْرًا اَوْ تِسْعًا وَّ عِشْرِيْنَ
ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰۤاَيُّهَا
النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى
بَلَغَ لِلْمُحْصَنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
عَظِيْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَآئِشَةَ
فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنِّىْ اُرِيْدُ
اَنْ اَعْرِضَ عَلَيْكِ اَمْرًا
اُحِبُّ اَلَّا تَعْجَلِىْ فِيْهِ حَتّٰى
تَسْتَشِيْرِىْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ
وَمَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
فَتَلَا عَلَيْهَا الْاٰيَةَ قَالَتْ
اَفِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِيْرُ
اَبَوَىَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
وَ اَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تُخْبِرَ
امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِكَ بِالَّذِىْ
قُلْتُ قَالَ لَا تَسْاَلُنِىْ امْرَاَةٌ
مِّنْهُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ
اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِىْ مُعَنِّتًا وَّ
لَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِىْ
مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بعد یہ آیت نازل ہوئی: اے نبی اپنی ازواج مطہرات کو فرما دیجئے یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا: اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے اجر عظیم تیار فرمایا ہے[11] راوی کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت عائشہ سے ابتدا کی[12] اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک بات رکھنا چاہتا ہوں، مجھے یہ پسند ہے کہ تم اس میں[13] جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا بات ہے؛ تو آپ نے ان کے سامنے آیت[14] کی تلاوت کی، انہوں نے عرض یارسول اللہ! کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور آپ سے میری درخواست[15] ہے کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ دوسری بیبیوں میں) سے کسی کو نہ بتائیں[16]! آپ نے فرمایا: ان میں سے جو بھی ہم سے پوچھے گی[17]۔ ہم اسے بتا دیں گے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشقت میں ڈالنے والا اور مشقت میں واقع ہونے والا[18] بنا کر نہیں بھیجا، لیکن ہمیں تو تعلیم اور آسانی دینے والا[19] بنا کر بھیجا ہے۔

(مسلم)

---

[1] یعنی مسجد میں۔

[2] داخل ہونے کی

[3] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

---

[۵۴] وجم، وُجُوُمٌ غم وغصہ کی وجہ سے خاموش ہونا، نہایہ میں ہے وَاجِمٌ، جس کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ہوں اور شدت غم سے سر جھکایا ہوا ہو۔

[۵۵] ایک نسخے میں ہے فَقُلْتُ پس میں نے کہا، دل میں یا زبان سے

[۵۶] اس سے مراد ان کی زوجہ محترمہ ہیں۔

[۵۷] یعنی اگر میری بیوی مجھ سے (ضرورت سے زیادہ ۱۲ قادری) نفقہ کا مطالبہ کرتی ہے تو میں اس کی گردن پر مکا رسید کرتا ہوں تاکہ مطالبے سے باز آجائے۔

[۵۸] حضرت ابوبکر وعمر، حضرت عائشہ، حفصہ سے ——— رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

[۵۹] حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں کو غنی فرما دیا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا، اَغْنَاھُمُ اللہ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ اللہ اور رسول نے انہیں اللہ کے فضل سے غنی کر دیا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ نہیں رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں (رضا بریلوی)
بوریا ممنونِ خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

(مرآۃ بتغیر)

[۶۰] یہ راوی کو شک ہے ——— یہ علیحدگی اس رنج وغم کی وجہ سے تھی جو امہات المومنین کی طرف سے آپ کے دل اقدس کو پہنچا۔

[۶۱] اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی ازواج مطہرات کو فرما دیجئے! کہ اگر تم دنیا کی طلب گار ہو تو آؤ تاکہ تم سب کو مالِ دنیا دے کر اپنے سے جدا کر دوں، اور اگر تم خدا ورسول کی طلبگار ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم نیکو کاروں کیلئے عظیم ثواب تیار کیا ہوا ہے۔

[۶۲] یعنی سب سے پہلے حضرت عائشہ سے ابتدا کی کہ وہ آپ کو زیادہ محبوب تھیں اور زیادہ قریب تھیں۔

[۶۳] اس کا جواب دیتے ہیں۔

[۶۴] جو نازل ہوئی تھی۔

[۶۵] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے بعد یہ درخواست پیش کی۔

[۶۶] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں نے خدا ورسول کو اختیار کیا ہے تاکہ ان کا معاملہ بین بین رہے اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دنیا کو اختیار کر لے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد نکاح سے نکل جائے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق حضرت عائشہ کی محبت وغیرت کی انتہا ہے۔

[517] یعنی جس نے تمہارے جواب کے بارے میں پوچھا تو اسے ہم بتا دیں گے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ از خود نہیں بتائیں گے لیکن پوچھنے پر بھی نہ بتانا شفقت اور مہربانی کے خلاف ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام جہانوں کے لیے شفقت، خیر خواہی اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

[518] عنت پہلے دونوں حرف متحرک، فساد، گناہ، ہلاکت، مشقت اور شدت۔

[519] ہمیں لوگوں کو دین کے احکام اور رشد و ہدایت کے راستے کی تعلیم دینے والا اور لوگوں کے کام آسان کرنے والا بنا کر بھیجا ہے ـــــــــــ یہ دین، خیر خواہی اور امت پر شفقت فرمانے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استقامت کا کمال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خصوصی لگاؤ کے باوجود ان کی خاطر حق کو ترک نہیں فرمایا۔

۳۱۱۲ ۱۳ وَعَنْ عَآئِشَةَ، قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى الّٰتِیْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ قُلْتُ مَآ اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَ حَدِیْثُ جَابِرٍ اتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ ذُكِرَ فِیْ قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت[1] کھاتی تھی جنہوں نے اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہبہ کیں، تو میں نے کہا کیا عورت اپنی جان ہبہ کرتی ہے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان میں سے جسے چاہو مؤخر کر دو اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جن کو آپ جدا کر چکے ہوں ان میں سے کسی کو طلب کریں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے[2] تو میں[3] نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری فرماتا ہے[4]۔ (صحیحین)

حضرت جابر کی حدیث[5] کہ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، حجۃ الوداع کے واقعہ میں بیان کر دی گئی ہے۔

[1] کہتے ہیں کہ اس جگہ غیرت کا لازم مراد ہے یعنی پیچ و تاب کھانا اور مشقت اٹھانا۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت اپنی جان ہبہ کرتی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اسے قبول کرنا لازم نہیں تھا اگر چاہتے قبول فرماتے اور چاہتے تو رد فرما دیتے۔

۳؎ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

۴؎ اور جو کچھ آپ چاہتے ہیں اور جس کا میلان رکھتے ہیں وہی کرتا ہے[۱]۔

۵؎ جو عورتوں کے حقوق ادا کرنے سے متعلق واقع ہے اور اس کی ابتدا اس جملے سے ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۱۱۳/۱۴ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ عَلٰى رِجْلَیَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهٗ فَسَبَقَنِیْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی[۱] تو میں پاؤں سے دوڑنے[۲] میں آگے نکل گئی، پھر جب میرا جسم بھاری ہو گیا تو میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے فرمایا: یہ اس سبقت کا بدلہ ہے[۳]۔ (حساب برابر ہو گیا)

(ابوداؤد)

۱؎ مسابقت کا معنی ہے آگے نکلنے کے ارادے سے ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگانا۔

۲؎ اس کلمہ سے مقصد کی تاکید مراد ہے اور وہ مقصد کمیل کا بیان ہے جیسے کہتے ہیں کَتَبْتُہٗ بِیَدِیْ میں نے وہ چیز اپنے ہاتھ سے لکھی اور اَبْصَرْتُہٗ بِعَیْنِیْ میں نے اسے اپنی آنکھ سے دیکھا۔

۳؎ اس واقعہ کے تذکرہ سے مقصود، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات سے حسن معاشرت اور

۱؎ اس آیت کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ اے محبوب! جس عورت سے آپ چاہیں نکاح کریں اور اسے اپنے پاس رکھیں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں آپ پر تعداد ازواج کی کوئی پابندی نہیں اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ، دوسرے یہ کہ اے محبوب! آپ کو اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہیں اپنے سے علیحدہ رکھیں کہ اس کے لیے باری کوئی مقرر نہ فرمائیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں، ام المومنین نے پہلی تفسیر اختیار فرمائی کہ آپ جس قدر عورتوں سے چاہیں نکاح کریں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المومنین کا عقیدہ یہ تھا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (مرآۃ)

ان سے اختلاط کا بیان ہے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو ازواج مطہرات میں سے آپ کی محبوب ترین زوجہ ہیں۔

۳۱۱۴/۱۵ **وَعَنْهَا** قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَ اِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰى قَوْلِهٖ لِاَهْلِيْ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ[۱] شخص ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو اور میں تم سے بہترین ہوں اپنے گھر والوں کے لیے اور جب تمہارا ساتھی[۲] فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو (امام ترمذی، دارمی) امام ابن ماجہ نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لِاَھْلِیْ تک روایت کی[۳]۔

[۱] مخلوق اور خالق کے نزدیک۔

[۲] جو تمہارے درمیان رہتا تھا وہ فوت ہو جائے تو اس کے عیوب اور نقائص بیان نہ کرو، اس سے مراد یہ ہے کہ مردوں کی غیبت نہ کرو، جیسے کہ آیا ہے۔ اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ اپنے مردوں کو اچھائی کے ساتھ یاد کرو، بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ فوت ہونے والے پر رونا دھونا ترک کر دو، بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحب سے اپنی ذات اقدس مراد لی ہے یعنی جب میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مجھ پر حسرت و غم کا اظہار نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فوت ہونے والے کا خلیفہ ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق تمہارا معاملہ خیر و خوبی کے ساتھ رہے گا، الفاظ سے اس معنی کا سمجھنا کسی قدر بعید ہے لیکن گزشتہ کلام سے اس کی مناسبت بہت واضح ہے۔

[۳] ان کی روایت میں اِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ الخ مذکور نہیں ہے۔

۳۱۱۵/۱۶ **وَعَنْ** اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَ صَامَتْ شَهْرَهَا وَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ اَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے[۱] اور اپنے رمضان کے روزے رکھے اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے[۲] تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو، یہ حدیث

(رَوَاہُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ)

ابو نعیم[3] نے حلیۃ الاولیاء[4] میں روایت کی۔

[1] جو اس پر فرض ہے۔

[2] ان امور میں جو نکاح سے متعلق ہیں مثلاً جماع وغیرہ (بشرطیکہ شوہر شریعت مطہرہ کے مخالف حکم نہ دے ورنہ اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی ۱۲ قادری)

[3] ابو نعیم نون پر پیش۔

[4] علم حدیث کی کتاب جس میں بعض مشاہیر اولیاء کرام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

۳۱۱۶/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَّاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[1]۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(ترمذی)

[1] اس میں مبالغہ ہے اور عورت پر مرد کی اطاعت کے کمالِ وجوب کا بیان ہے۔

۳۱۱۷/۱۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ مَّاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مر جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(ترمذی)

۳۱۱۸/۱۹ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَ اِنْ كَانَتْ عَلَی التَّنُّوْرِ۔

حضرت طلق بن علی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد، عورت کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ اس کے پاس آئے اگرچہ وہ عورت تنور پر ہو[2]۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(ترمذی)

[۱] طلق طا پر زبر، اس کے بعد قاف، بن علی، صحابی ہیں، یمامہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفد میں شامل تھے۔

[۲] یعنی اگرچہ کسی ضروری کام میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا بھی احتمال ہو۔ مثلاً اس نے تنور میں روٹیاں لگائی ہوئی ہوں اور شوہر اسے طلب کر لے، علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ روٹیاں مرد کی ہوں کیونکہ جب وہ اسے اس حالت میں بلائے گا تو وہ اپنے مال کے ضیاع پر راضی ہوگا، ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اگرچہ وہ عورت کسی مشکل میں مبتلا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ وہاں حاجت کا پورا کرنا ممکن نہ ہو، اس میں مبالغہ ہے امر محال پر معلق کرنے کی صورت میں۔

۳۱۱۹/۲۰ وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِی امْرَأَۃٌ زَوْجَہَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَكِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَكِ دَخِیْلٌ یُوْشِكُ اَنْ یُّفَارِقَكِ عَلَیْنَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو حور عین[۱] میں سے اس کی بیوی کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے[۲] اسے تکلیف نہ دے، تیرے پاس تو وہ مہمان ہے[۳] عنقریب وہ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا[۴]۔

(امام ترمذی، ابن ماجہ)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

[۱] عِیْنٌ جمع ہے عَیْنَاءُ کی، بڑی آنکھوں والی عورت۔

[۲] یہ اس عورت کے لیے بددعا ہے۔

[۳] تیرے پاس تو اس کا چند روز قیام ہے ——— دخیل اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے پاس آئے اور ان میں سے نہ ہو۔

[۴] یعنی وہ بہشت میں آئے گا اور تو دوزخ میں جائے گی ——— یُوْشِكُ (قریب ہے) اس لیے کہا کہ اس مرد کا جنتی ہونا یقینی نہیں ہے۔

۳۱۲۰/۲۱ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَ تَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَ لَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری[1] اپنے والد[2] سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ فرمایا؛ یہ کہ جب تو کھائے تو اسے کھلا، جب تو پہنے تو اسے[3] پہنا، چہرے پر نہ مار[4] اس کے اقوال و افعال کو برا نہ کہہ[5] اور اسے جدا نہ کر مگر گھر میں[6]۔

(امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

---

[1] قشیری قاف پر پیش، شین پر زبر، قشیر بن کعب کی طرف نسبت ہے، حضرت حکیم تابعی ہیں، امام نسائی نے فرمایا؛ ان میں کوئی حرج نہیں ہے، جامع الاصول میں ہے اعرابی ہیں اور ان کی روایت حسن ہے۔

[2] حضرت معاویہ بن حیدہ حا پر زبر، یا ساکن، اس کے بعد دال بغیر نقطے کے،

[3] بعض روایات میں ہے مِمَّا طَعِمْتَ وَمِمَّا اكْتَسَيْتَ یعنی جو خود کھاؤ اسے کھلاؤ اور جو خود پہنو اسے پہناؤ، مطلب یہ کہ خوراک اور پوشاک میں اسے اپنے برابر رکھو، پہلی روایات سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی، غالباً واجب نفقہ کے ماسوا مراد ہے۔

[4] اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت سے فحش افعال صادر ہوں یا فرائض ترک کرے یا اسے ادب سکھانا مقصود ہو تو چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر مار سکتا ہے لیکن چہرے پر مارنا ہر حال میں ممنوع ہے۔

[5] یا یہ مطلب ہے کہ اسے قَبَّحَكِ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ تجھے بدصورت بنائے کی بددعا نہ دے ——— یعنی اسے ناحق نہ پھٹکارے۔

[6] یعنی اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اسے جدا کیا جائے تو اس کا بستر الگ کر دو ایسا نہ کرو کہ دوسرے گھر میں ہی رہائش اختیار کر لو ——— اس سلسلے میں قرآن پاک کا حکم یہ ہے۔

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ تمہیں

جن عورتوں کی نافرمانی کا خوف ہو انہیں نصیحت کرو، ان کے بستر الگ کردو اور انہیں مارو (یعنی پہلے زبان سے سمجھاؤ نہ مانیں تو بستر الگ کر دو، پھر بھی نہ مانیں تو انہیں مارو ——— پھر بھی وحشیانہ اور ظالمانہ انداز نہ ہو۔ ۱۲ قادری)

٣١٢١/٢٢ وَعَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيَ امْرَاَةً فِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِيْ مِنْهَا وَلَدًا وَّلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَّكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَيَّتَكَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت لقیط بن صبرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ چیز ہے یعنی زبان درازی[2] فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے عرض کیا: اس سے میری اولاد ہے[3] اور اس کی میرے ساتھ رفاقت[4] ہے، فرمایا: تو اسے حکم دو یعنی اسے نصیحت کرو[5]، اگر اس میں بھلائی ہوئی تو وہ قبول کرے گی[6] اور اپنی بیوی کو ہرگز اس طرح نہ مارو جس طرح تم اپنی لونڈی کو مارتے ہو[7]۔ (ابوداؤد)

[1] لقیط لام پر زبر، قاف کے نیچے زیر، یا ساکن اور آخر میں بے نقطہ طاء۔ بن صبرہ صاد پر زبر، با کے نیچے زیر، آخر میں را، مشہور صحابی ہیں اور اہل طائف میں شمار ہوتے ہیں۔

[2] شے سے ان کی مراد فحش گوئی، بدزبانی اور بیہودہ گوئی ہے۔

[3] ولد کا استعمال ایک اور اس سے زائد دونوں کے لیے ہوتا ہے۔

[4] جس پر میں راضی ہوں۔

[5] راوی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مُرْھَا کی مراد بیان کرنے کے لیے کہا یقول عظہا آپ نے فرمایا: اسے نصیحت کر۔

[6] نصیحت قبول کرے گی اور فحش گوئی سے باز آجائے گی۔

[7] ظَعِیْنَہ نقطے والی ظاء کے ساتھ بروزن سکینہ، کجاوے میں بیٹھی ہوئی عورت یہ ظعن سے مشتق ہے جس کا معنی سفر اور رحلت ہے، کبھی بغیر کجاوے کے عورت کو بھی کہہ دیتے ہیں اور کبھی عورت سے خالی کجاوے کو بھی کہہ دیتے ہیں اس جگہ صاحبہ اور رفیقہ حیات مراد ہے، آزاد عورت کو اس عنوان سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ——— اُمَیَّۃ ہمزہ پر پیش، یا مشدد، ''اَمَۃ'' کی تصغیر ہے۔

۳۱۲۲ وَعَنْ اِيَاسِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ۔
۲۳

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ایاس[51] بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کنیزوں[52] کو نہ مارو اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر[53] ہو گئی ہیں تو آپ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی، تو بہت سی عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل بیت کے پاس چکر[54] لگائے وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں[55]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سی عورتوں نے ہمارے گھر والوں کے پاس چکر لگائے ہیں وہ اپنے مردوں کی شکایت کرتی ہیں، وہ[56] تم میں سے اچھے نہیں ہیں۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی)

[51] ایاس ہمزہ کے نیچے زیر اور یا مخفف۔

[52] اس سے بیویاں مراد ہیں، کیونکہ مرد اللہ تعالیٰ کے غلام اور عورتیں کنیزیں ہیں۔

[53] یہ ارشاد سن کر مردوں کی نافرمان ہو گئی ہیں ——— ذَئِرْنَ نقطے والے ذال ہمزہ اور راء کے ساتھ دلیر ہو جانا۔

[54] اس جگہ اَطَافَ کو ہمزہ کے ساتھ صحیح قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ بغیر ہمزہ کے دونوں ایک ہی معنی میں آتے ہیں مصابیح کے نسخوں میں دونوں جگہ ہمزہ کے ساتھ ہے۔

[55] کہ انہوں نے ہمیں مارا ہے۔

لہ جو عورتوں کو مارتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ عورتوں کو مار کر اچھا نہیں کرتے۔

۳۱۲۳ / ۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰی سَیِّدِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے سامنے اور غلام کو اس کے آقا کے سامنے خراب کرے لہ۔

(ابو داؤد)

لہ یعنی عورت کی برائیاں مرد کے سامنے اور غلام کی برائیاں اس کے آقا کے سامنے بیان کرے۔ تخبیب نقطے والی خا اس کے بعد دو مرتبہ با، دھوکا دینا اور بگاڑ پیدا کرنا۔

۳۱۲۴ / ۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّ اَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے اچھے اخلاق والا اور اپنے اہل و عیال لہ پر مہربان ہے۔

(ترمذی)

لہ کیونکہ ان کی طرف سے اذیت اور تکلیف زیادہ پہنچتی ہے اس کے باوجود خوش اخلاقی اور نرم رویہ اپنانا ایمان اور صبر کا کمال ہے۔

۳۱۲۵ / ۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّ خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ اِلٰی قَوْلِهٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو اخلاق میں ان میں سے اچھا ہے اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام ابو داؤد نے یہ حدیث خُلُقًا تک

خُلُقًا۔

روایت کی۔

۳۱۲۶/۲۷ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اَوْ حُنَیْنٍ وَّ فِیْ سَھْوَتِھَا سِتْرٌ فَھَبَّتْ رِیْحٌ فَکَشَفَتْ نَاحِیَۃَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِّعَآئِشَۃَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا عَآئِشَۃُ قَالَتْ بَنَاتِیْ وَ رَاٰی بَیْنَھُنَّ فَرَسًا لَّہٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِّقَاعٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا الَّذِیْ اَرٰی وَسْطَھُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا ھٰذَا الَّذِیْ عَلَیْہِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَّہٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَیْمَانَ خَیْلًا لَّھَا اَجْنِحَۃٌ قَالَتْ فَضَحِکَ حَتّٰی رَاَیْتُ نَوَاجِذَہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک[1] یا حنین[2] سے تشریف لائے، ام المومنین کے طاقچے[3] پر پردہ پڑا ہوا تھا، ہوا چلی تو اس سے پردہ اٹھ گیا اور حضرت عائشہ کی گڑیاں[4] دکھائی دینے لگیں آپ نے فرمایا: عائشہ! یہ کیا[5] ہے؟ عرض کیا یہ میری بچیاں ہیں، آپ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے[6] کے دو پر تھے، فرمایا: ہم ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ عرض کیا یہ گھوڑا ہے[7]، فرمایا: یہ اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا دو پر ہیں فرمایا: گھوڑے کے دو پر[8]؟ عرض کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تھے[9]، فرماتی ہیں آپ ہنسے یہاں تک کہ میں نے آپ کے اندرونی دانت دیکھے[10]۔

(ابوداؤد)

---

[1] تبوک پہلے تا پھر بار، ملک شام کی مشہور جگہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ آخری غزوہ ہے جو ۹ھ میں واقع ہوا۔

[2] یہ راوی کو شک ہے ——— حنین حا پر پیش، پہلے نون پر زبر، مکہ مکرمہ سے چند مرحلوں کے فاصلے پر ایک جگہ ہے، یہ غزوہ، فتح مکہ کے متصل ۸ھ میں تھا۔

[3] سہوہ سین پر زبر، ہا ساکن، چھپر یا چھوٹا کمرہ جہاں غلہ وغیرہ محفوظ کیا جاتا ہے، یا طاقچہ جس میں کوئی چیز رکھی جاتی ہے ——— ستر سین کے نیچے زیر، تا ساکن، پردہ۔

[4] لعب، بنات کا بیان ہے، لام پر پیش، عین پر زبر، "لُعْبَۃٌ" کی جمع، بچیوں کے کھیلنے کی چیزیں جو کپڑے کی دھجیوں سے بنائی جاتی ہیں۔

[۵] یہ کھلونے کیا ہیں؟

[۶] رِقاع رُقعہ کی جمع ہے زیر، رقعہ کپڑے کا ٹکڑا یا کاغذ۔

[۷] اور اس کی تصویر ہے۔

[۸] بطور تعجب فرمایا۔

[۹] جن کے ساتھ وہ اڑتے تھے اور تخت کو ہوا میں اڑاتے تھے۔

[۱۰] اس جگہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کھلونوں اور تصویروں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کھیلنے کو کیسے جائز قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کھلونوں کی واضح صورتیں نہیں تھیں کیونکہ تصویریں تو حرام ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تصویروں کے حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے یا اس لیے کہ بچوں کے کھلونوں کا حکم ہلکا ہے۔ ——— واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۱۲۷/۲۸ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ

تیسری فصل

حضرت قیس بن سعد[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حیرہ[۲] گیا، میں نے دیکھا وہ لوگ اپنے سردار[۳] کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں سجدہ کیا جائے، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حیرہ گیا اور دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، آپ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے آپ نے مجھے فرمایا: اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم اسے سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: اب بھی سجدہ نہ کرو[۴]، اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا

لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ)

کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا عورتوں پر حق رکھا ہے

(ابو داؤد) امام احمد نے یہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

[۱] قیس بن سعد انصاری، خزرجی، مدنی صحابی ہیں، دس سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، بڑے جسیم، بلند قامت، سخی سردار، صاحب عقل و دانش اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی تھے، ان کے والد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اکابر صحابہ میں سے تھے (حضرت قیس، حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے سنہ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۱۲ مرآۃ)

[۲] حیرہ حاء کے نیچے زیر، یا ساکن، اس کے بعد راء، کوفہ کے پاس مشہور قدیم شہر ہے۔

[۳] مرزبان، میم پر زبر، را ساکن، زا پر پیش، شہسوار، بہادر، سردار۔

[۴] یعنی اگر اس وقت میری تعظیم و تکریم اور ہیبت و جلال کے سبب سجدہ کرو گے اور جب میں اس جہان سے پردہ کر جاؤں گا تو سجدہ نہیں کرو گے، لہٰذا اس ذات کو سجدہ کرنا چاہیے جسے کبھی موت نہ آئے اور اس کا ملک کبھی زائل نہ ہو[۵]۔

۳۱۲۸/۲۹ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا يُسْاَلُ الرَّجُلُ فِيْمَا ضَرَبَ امْرَاَتَهٗ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد سے اس چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا[۱] جس پر اس نے اپنی عورت کو مارا[۲]۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

---

[۱] ذرا تقویۃ الایمان کا انداز بھی ملاحظہ ہو، شاہ اسمٰعیل دہلوی یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: ف یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں؟" حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں "مر کر مٹی میں ملنے والا"، کے الفاظ سن کر کوئی بھی مسلمان اضطراب محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا، یہ الفاظ نہ تو حدیث کا ترجمہ ہیں اور نہ ہی اس سے مستفاد ہیں بلکہ سراسر ایجاد بندہ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے، یہ تبصرہ صراحۃً اس حدیث کے منافی ہے ۱۲۔

(قادری)

[1] نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

[2] لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی حدود اور شرائط کی رعایت کرے، حد سے تجاوز نہ کرے اور ظلم نہ کرے۔

۳۱۲۹/۳۰ **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَتْ زَوْجِیْ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ وَیُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ وَلَا یُصَلِّی الْفَجْرَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَہٗ قَالَ فَسَاَلَہٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا قَوْلُہَا یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ فَاِنَّہَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَیْنِ وَقَدْ نَہَیْتُہَا قَالَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتْ سُوْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ تَکَفَنَتِ النَّاسَ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُہَا یُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ فَاِنَّہَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا اَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَاَۃٌ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حاضر بارگاہ تھے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: جب میں نماز پڑھتی ہوں تو میرے شوہر صفوان بن معطل[1] مجھے مارتے ہیں، روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتے ہیں، اور صبح کی نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت صفوان بھی حاضر تھے[2]، آپ نے اُن سے ان کی بیوی کے بیان کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا کہنا ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو سورتیں پڑھتی ہے[3] حالانکہ میں نے اسے منع کیا ہوا ہے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قرارت ایک سورت کی مقدار ہوتی تو لوگوں کے لیے کافی ہوتی، اس کا یہ کہنا کہ میں روزہ رکھتی ہوں تو یہ کھلوا دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھتی چلی جاتی ہیں، میں جوان مرد ہوں اور صبر نہیں کر سکتا[4]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت مرد کی اجازت کے

إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّيْ لَا أُصَلِّيْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعُ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

بغیر روزہ نہ رکھے، یہ کہتی ہیں کہ میں نماز نہیں پڑھتا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایسے گھر والے ہیں جس کے باشندوں کی عادت معروف ہے اور ہم طلوعِ آفتاب تک نہیں اٹھ سکتے[5] فرمایا: صفوان! جب بیدار ہو تو نماز پڑھو[6]

(ابو داؤد، ابن ماجہ[7])

---

[1] صفوان بن معطل میم پر پیش، عین بغیر نقطے کے، طا مشدد مفتوح، صحابی ہیں واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق نازیبا بات آپ ہی سے منسوب کی گئی (جس کی تردید قرآن مجید نے کی غزوہ آرمینیہ میں ۱۹ھ میں شہید ہوئے، ساٹھ سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی، بڑے باخبر بزرگ ہیں ۱۲ مرآۃ۔)

[2] جن کی بیوی نے یہ شکایت کی تھی۔

[3] یعنی طویل قرارت کرتی ہیں۔

[4] جماع سے

[5] اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم رات کو کھیتی اور باغ کو پانی دینے میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو سونے کا موقع نہیں ملتا، لہذا ہم مجبوراً سورج کے نکلنے تک سوئے رہتے ہیں۔

[6] ان کی کوتاہی کے باوجود ان کا عذر قبول کرنے میں مبالغہ کے ساتھ یہ امر بیان فرمایا ہے کہ مردوں کا حق عورتوں پر ثابت ہے۔

[7] ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے۔

۳۱۳۰/۳۱ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ أَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! چوپائے اور درخت آپ کو سجدہ کرتے

اَلْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلٰى جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰى جَبَلٍ اَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تَفْعَلَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ہیں تو ہم آپ کو سجدہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، فرمایا: اپنے رب، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے بھائی[1] کی تعظیم کرو، اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر مرد عورت کو حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف اور سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ[2] کی طرف پتھر منتقل کرے تو اسے چاہیے کہ یہ کام کرے۔

(امام احمد)

[1] اس سے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے[1]

[2] پہاڑوں کے مختلف رنگوں کا ذکر کرنے میں بطور مبالغہ پہاڑوں کی باہمی دوری کا بیان ہے کیونکہ ان اوصاف کے پہاڑ ایک دوسرے کے قریب نہیں پائے جاتے۔

۳۱۳۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ ۳۲ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا تَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی اوپر جاتی ہے (۱) بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ اپنے مالکوں

---

[1] یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور لطف و کرم کا اظہار ہے، کسی امتی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کہے: "آپ پر وحی نازل ہوتی تھی ہم پر نازل نہیں ہوتی لہٰذا آپ ہمارے بڑے بھائی ہوئے اور ہم ان کے چھوٹے۔" جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے، کیا صحابہ کرام اور اہل بیت عظام بھی آپ کو بھائی کہہ دیا کرتے تھے؟ نہیں وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۱۲ قادری ر

حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهٗ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

کے پاس واپس آجائے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے[۲]، (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو (۳) نشے والا یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔

(شعب الایمان، امام بیہقی)

[۱] یعنی انہیں اس نماز کا مکمل ثواب نہیں ملتا، اگرچہ وہ شرعاً صحیح ہوتی ہے۔ اور آدمی اس کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

[۲] اور ان کے تصرف اور ان کی خدمت میں آجائے، موالی جمع کا صیغہ لایا گیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ مالک اور اس کی اولاد کی وفاداری کرے۔

۳۱۳۲/۳۳ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کونسی عورت بہتر ہے۔ فرمایا: وہ کہ جب مرد اسے دیکھے اسے مسرور کر دے، جب حکم کرے[۱] تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات اور اپنے مال[۲] میں ایسے طریقے سے مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند رکھتا ہو۔

(امام نسائی، شعب الایمان، امام بیہقی)

[۱] اور کسی کام کا کہے۔

[۲] اس مال میں جو اس کے تصرف اور اس کے ہاتھ میں ہے، یا اس مال میں جو اس عورت کی ملکیت میں ہے اور مرد فقیر ہو تو اس پر صرف کرے۔

۳۱۳۳/۳۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَّنْ اُعْطِیَھُنَّ فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ قَلْبٌ شَاکِرٌ وَّ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَّ بَدَنٌ عَلَی الْبَلَآءِ صَابِرٌ وَّ زَوْجَۃٌ لَّا تَبْغِیْہِ خَوْنًا فِیْ نَفْسِھَا وَ لَا مَالِہٖ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے چار چیزیں دی گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کر دی گئی۔ (۱) شکر کرنے والا دل[1] (۲) ذکر کرنے[2] والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے[3] والا جسم (۴) وہ عورت جو اپنی ذات اور مرد[4] کے مال میں خیانت کی خواہاں نہ ہو۔

(شعب الایمان، امام بیہقی)

---

[1] جو نعمت عطا فرمانے والے کا شکر گزار اور اس کا محب ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کریم جل شانہ کی طرف سے ہے۔

[2] اللہ کریم جل مجدہ کا۔

[3] جزع فزع (واویلا) سے بچنے والا۔

[4] گزشتہ حدیث میں فِیْ مَالِھَا تھا عورت اپنے مال میں مرد کی مخالفت نہ کرے) اور اس جگہ فِیْ مَالِہٖ ہے (ضمیر مرد کی طرف راجع ہے)

بَابُ الْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ

۲۵۵- خلع اور طلاق کا بیان

خلع پہلے حرف پر زبر، اس کا معنی ہے کھینچنا اور باہر نکالنا، عام طور پر اس کا استعمال پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑا موزہ اور جوتا جسم سے اتارنے کے معنی میں ہوتا ہے، اور خلع پہلے حرف پر پیش، اس کا اسم ہے، اصطلاح شریعت میں اس کا معنی ہے عورت کا حق مہر یا کچھ اور دے کر اپنی ذات کو مرد سے واپس لینا، مطلق طلاق کو بھی خلع

کہہ دیتے ہیں، لغت میں طلاق کا معنی ہے کھولنا اور رہا کرنا، طلیق اس قیدی کو کہتے ہیں جو رہائی پا جائے۔ طَلِیْقُ الْوَجْہِ کشادہ چہرے والا طلیق اللسان وہ شخص جس کی گویائی کسی بھی رکاوٹ سے آزاد ہو، شریعت میں طلاق کا معنی ہے مرد کا عورت کو قیدِ نکاح سے رہا کرنا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۱۳۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَۃَ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ثَابِتُ بْنُ قَیْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَیْہِ فِیْ خُلُقٍ وَّلَا دِیْنٍ وَّلٰکِنِّیْ اَکْرَہُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْہِ حَدِیْقَتَہٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِیْقَۃَ وَ طَلِّقْھَا تَطْلِیْقَۃً۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

پہلی فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس[۱] کی بیوی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ثابت بن قیس کی عادت اور دین میں اعتراض نہیں ہے[۲]، لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند رکھتی ہوں[۳]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم انہیں ان کا باغ واپس کر دو گی[۴]؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے[۵] فرمایا: باغ قبول کر لو اور انہیں ایک طلاق دے دو[۶]۔

(بخاری)

---

[۱] جو کہ انصاری تھے۔

[۲] یعنی میں ان سے اس لیے علیحدگی کی طلب گار نہیں ہوں کہ وہ بداخلاق ہیں، اور ان کے دین میں نقصان ہے بلکہ وہ مجھے طبعاً پسند نہیں ہیں مجھے خوف ہے کہ ان کے بارے میں مجھ سے خلاف اسلام کوئی فعل نہ واقع ہو جائے، یعنی اگر نکاح برقرار رہا تو میں ان سے نبھا نہ کر سکوں گی اور ان کے حق میں کفرانِ نعمت کی مرتکب ہو جاؤں گی آئندہ جملے۔ وَلٰکِنِّیْ اَکْرَہُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ کا یہی مطلب ہے۔

۵۳ کہتے ہیں کہ وہ (ظاہری طور پر) خوب صورت نہ تھے اور قد بھی چھوٹا تھا، اور ان کی بیوی بڑی خوبصورت تھیں، ان کا نام بھی جمیلہ تھا اور وہ عبد اللہ بن ابی کی بیٹی تھیں، بعض علماء نے کہا کہ وہ حبیبہ بنت سہل انصاری تھیں۔

۵۴ جو ثابت بن قیس نے تمہیں مہر میں دیا تھا ———— صراح میں ہے حدیقہ باغ یا درخت کو کہتے ہیں۔

۵۵ حضرت ثابت بن قیس کو فرمایا۔

۵۶ فقہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلع طلاقِ بائن ہے۔

۳۱۳۵/۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَّهٗ وَهِيَ حَآئِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا وَّ حَامِلًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں[2] ناراض ہوئے، پھر فرمایا: انہیں[3] چاہیے کہ اس عورت سے رجوع کریں پھر اسے روکے رکھیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے اور پاک ہو جائے[4] پھر اگر ان کی رائے ہو تو اسے چھونے سے پہلے پاکی کی حالت میں طلاق دیں یہ وہ[5] عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے ایک روایت میں ہے کہ انہیں حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کریں پھر پاکی کی حالت میں[6] یا حمل کی صورت میں طلاق دیں[7]۔

(صحیحین)

[1] کہ میرے بیٹے نے یہ کام کیا ہے۔

[۲] ایسی حالت میں طلاق دینے کے سبب۔

[۳] ابن عمر کو

[۴] دوسرے حیض سے۔

[۵] یعنی جماع کرنے سے پہلے۔

[۶] حالت مذکورہ (پاکی کی حالت میں چھونے سے پہلے) طلاق دینا۔

[۷] اگر حاملہ نہیں ہے۔

[۸] اس حدیث میں دلیل ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ طلاق کسی مصلحت کی بنا پر نہ دے رہا ہو بلکہ طبعی کراہت اور نفرت کی بنا پر دے رہا ہو، پاکی کی حالت میں یہ احتمال نہیں ہوگا، اس کے باوجود اگر کسی نے طلاق دے دی تو واقع ہو جائے گی۔ اسی لیے فرمایا۔ فَلْيُرَاجِعْهَا انہیں رجوع کرنا چاہیے اور رجوع، طلاق کے (واقع ہونے) کے بعد ہی ہوتا ہے۔

البتہ یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دوسرے طہر تک تاخیر کا کیا فائدہ ہے؟ کیوں نہ پہلے طہر میں طلاق دے دے؟ اہل علم نے اس سوال کے کئی جواب دیے ہیں۔

۱۔ تاکہ رجوع، طلاق دینے کی غرض سے نہ ہو۔ اس لیے چاہیے کہ عورت کو ایک مدت تک اپنے پاس رکھے جس میں طلاق دینا حلال ہے۔

۲۔ یہ اس معصیت کی سزا ہے کہ اس نے حالت حیض میں طلاق دی۔

۳۔ پہلا طہر اور وہ حیض جس میں طلاق دی ہے ایک چیز کے حکم میں ہیں۔ لہذا اگر پہلے طہر میں طلاق دے گا تو حکماً یہ ایسے ہی ہوگا جیسے اس نے حالتِ حیض میں طلاق دی ہو۔

۴۔ طہر میں طلاق دینے سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس کے پاس عورت کے قیام کی مدت طویل ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ اس دوران اس سے جماع کرے اور اس کے دل میں پایا جانے والا طلاق کا سبب دور ہو جائے۔

ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے طہر تک روکے رکھنا واجب نہیں ہے بلکہ اولی اور مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۱۳۶/۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا	وسلم نے اختیار[۱] دیا تو ہم نے اللہ اور اس

اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَلَمْ یَعُدَّ
ذٰلِکَ عَلَیْنَا شَیْئًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کے رسول کو اختیار کیا تو حضور نے اسے
ہم پر کچھ شمار نہ کیا[2]۔

(صحیحین)

---

[1] کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت کی طلب گار ہو تو آؤ تاکہ میں تم سب کو مال دنیا دوں اور چھوڑ دوں، اور اگر خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، کی طلب گار ہو تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے۔

[2] نہ تین طلاق نہ ایک اور نہ بائنہ نہ رجعی ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو کہے کہ اپنے آپ کو اختیار کر لے یا مجھے، اور وہ مرد کو اختیار کرے تو کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اسی کے قائل ہیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے ـــ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ محض مرد کے اپنی بیوی کو اختیار دینے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ اپنے شوہر کو ہی اختیا کرلے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد ان کے قول پر رد کرنا ہے، اور اگر عورت اپنے آپ کو اختیار کرے تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک بائن اور امام مالک کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

۳۱۳۷/۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ فِی الْحَرَامِ یُکَفِّرُ لَقَدْ
کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ
اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
حرام[1] کے بارے میں روایت ہے کہ کفارہ دے
بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں بہترین
پیروی کا ہے[2]۔

(صحیحین)

---

[1] یعنی اگر بیوی یا اس کے علاوہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے دے تو اس پر قسم کا کفارہ ہے اور وہ چیز حرام نہیں ہوتی، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے، امام شافعی کے نزدیک کفارہ نہیں ہے، بعض علماء نے کہا کہ اگر کہے کہ اللہ تعالیٰ کا حلال مجھ پر حرام ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ جمہور اہل علم کے مذہب کے خلاف ہے، ہاں اگر بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے یا میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر طلاق

کی نیت نہ کرے تو کفارہ ہے۔

۷ہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مذہب کی تقویت کے لیے یہ آیت پیش کی، اُن کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد کو حرام قرار دیا اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا فرض فرمایا ہے، جیسے کہ آیندہ حدیث میں آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دینا قسم ہے۔ ۱۲ قادری)

۳۱۳۸/۵ وَعَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَمْکُثُ عِنْدَ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ شَرِبَ عِنْدَھَا عَسَلًا فَتَوَاصَیْتُ اَنَا وَ حَفْصَۃُ اَنْ اَیَّتَنَا دَخَلَ عَلَیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ اِنِّیْ اَجِدُ مِنْکَ رِیْحَ مَغَافِیْرَ اَکَلْتَ مَغَافِیْرَ فَدَخَلَ عَلٰی اِحْدٰھُمَا فَقَالَتْ لَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ لَا بَاْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَ لَہٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِیْ بِذٰلِکَ اَحَدًا تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِہٖ فَنَزَلَتْ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرتے تھے ۱ہ اور آپ نے ان کے پاس شہد نوش فرمایا۔ میں نے اور حضرت حفصہ ۲ہ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ ۳ہ کہے کہ میں آپ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں۔ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے ۴ہ؟ آپ ان دونوں میں سے ایک ۵ہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے وہی بات کہی آپ نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں، ہم نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے۔ ہم آیندہ نہیں پئیں گے، تحقیق ہم نے قسم کھائی ہے ۶ہ۔ تم اس بات کی خبر کسی کو نہ دینا ۷ہ، آپ اپنی ازواج مطہرات کی رضا چاہتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں؟ جو آپ کے لیے اللہ نے حلال فرمائی ہے آپ اپنی ازواج کی رضا چاہتے ہیں ۸ہ

اَلْاٰیَۃَ ۔ الآیۃ

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) (صحیحین)

ھ۱ ان کی باری پوری ہونے کے بعد کچھ دیر ان کے ہاں قیام فرماتے یا یہ مطلب ہے کہ عصر کے بعد امہات المومنین کے ہاں دورہ فرماتے تو حضرت زینب کے پاس کسی قدر زیادہ قیام فرماتے ۱۲ قادری زینب بنت جحش پہلے جیم مفتوح اس کے بعد حا بے نقطہ ساکن۔

ھ۲ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب ان کے اور حضرت عائشہ کے درمیان اتفاق واتحاد تھا جیسے کہ ان کے والدوں کے درمیان تھا۔

ھ۳ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ھ۴ مغافیر نقطے والی غین اور فا کے ساتھ، بروزن مصابیح، مسلم شریف میں مغافر بروزن مساجد واقع ہے ایک درخت کا گوند ایسا میوہ، اس کا ذائقہ شیریں ہوتا ہے مگر اس میں بدبو بھی ہوتی ہے۔ اس کی بو کسی حد تک شہد کے مشابہ ہوتی ہے۔

ھ۵ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک کے پاس ——— ظاہر یہ ہے کہ راوی کو یاد نہیں رہا کہ ان میں سے کس کے پاس تشریف لے گئے۔

ھ۶ کہ آیندہ شہد نوش نہیں کریں گے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔

ھ۷ تاکہ دیگر ازواج مطہرات کو معلوم نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدبودار چیز تناول فرمائی ہے۔

ھ۸ مرضاۃ میم پر زبر، را ساکن، بمعنی رضا ——— اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت، شہد کو حرام قرار دینے کے بارے میں نازل ہوئی بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ماریہ کو حرام قرار دینے کے بارے میں ہے، واقعہ میں اختلاف ہے جو اپنی جگہ ذکر کیا گیا ہے[1]۔

---

[1] خیال رہے کہ جس گناہ کی بنیاد محبتِ رسول پر ہو اس سے توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل ایک عورت کے عشق میں گناہ کا مرتکب ہوا اسے توبہ نصیب نہ ہوئی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں سے بڑے سخت امور صادر ہوئے مگر محبت یعقوبی حاصل کرنے کے لیے انہیں توبہ نصیب ہو گئی اور مقبول بارگاہ بھی ہو گئے، ان دونوں بیبیوں کی یہ ساری تدبیریں حضور کی محبت میں تھیں اس لیے رب تعالیٰ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۱۳۸/۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ثوبان[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو عورت سخت ضرورت[۲] کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[۳]۔

(امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

[۱] حضرت ثوبان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، سفر وحضر میں خدمت کیا کرتے تھے۔

[۲] ایسی ضرورت جو اسے جدائی پر مجبور کر دے ——— بأس لغت میں جنگ کی سختی کو کہتے ہیں۔

[۳] یعنی جب مقربین اور نیکوکار، میدان محشر میں اسے محسوس کریں گے۔

۳۱۳۹/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے

نے انہیں قرآن کریم میں توبہ کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پھر یہ بیبیاں پہلے کی طرح مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں اب ان پر زبان طعن کھولنا بدنصیبی ہے ——— بعض لوگ اس واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور کو علم غیب نہ تھا اگر ہوتا تو آپ کو پتا چل جاتا کہ ہمارے منہ شریف سے مغافیر کی مہک نہیں آرہی یہ محض غلط ہے کہ قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی، یہ سب کچھ ازواج مطہرات کو راضی کرنے کے لیے ہوا، اپنے منہ کی مہک غیب نہیں ہوتی۔ محسوس ہوتی ہے۔

(۱۲ مرآۃ)

اللهِ الطَّلَاقُ۔

ناپسندیدہ ترین چیز، طلاق ہے[1]

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

[1] یعنی طلاق اگرچہ حلال اور مباح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، کئی چیزیں مباح اور جائز ہونے کے باوجود مکروہ ہوتی ہیں جیسے عذر کے بغیر گھروں میں نماز پڑھنا اور غصب کی ہوئی زمین میں نماز پڑھنا۔

۳۱۴۰/۸ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَّلَا عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَّلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَّلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَّلَا صَمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے[1] اور آزاد کرنا نہیں ہے مگر ملک کے بعد، روزوں میں وصال نہیں[2]۔ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں[3]، دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت نہیں[4] اور دن بھر رات تک خاموش رہنا جائز نہیں ہے۔

(شرح السنہ)

[1] کیونکہ طلاق، نکاح کی فرع ہے اور اس کا مطلب ہے عورت سے نفع حاصل کرنے کی ملکیت کا زائل کرنا اور جب ملکیت ہی نہ ہو تو اس کے زائل کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام زہری جو ائمہ تابعین میں سے ہیں کے نزدیک طلاق کو نکاح پر معلق کرنا جائز ہے مثلاً کہے کہ میں جس عورت سے بھی نکاح کروں گا اسے طلاق ہے یا معین عورت کو کہے کہ اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تمہیں طلاق۔ جب نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی[عہ] جمہور کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اس کی تحقیق اصول فقہ میں،

[عہ] فقہاء نے اس کی تدبیر یہ بیان کی کہ کوئی شخص اس مرد کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دے اور جب مرد کو اطلاع دے تو وہ زبان سے اجازت نہ دے بلکہ عمل سے اجازت دے مثلاً مہر ادا کر دے۔ اب طلاق نہیں ہو گی

۱۲ قادری

ذکر کی گئی ہے عہ آزاد کرنے کے بارے میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔

۲ہ صوم وصال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اور جیسے کہ کتاب الصیام میں بیان ہوا اور صوم وصال یہ ہے کہ دن کے وقت روزہ رکھا جائے اور رات کو افطار نہ کیا جائے۔

۳ہ یُتم یا پر پیش اور تا ساکن، یتیم ہونا۔

۴ہ اس کی مدت دو سال ہے یا اڑھائی سال —— رضاع را کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں فطام فا کے نیچے زیر (دودھ چھڑانا)

۵ہ اس کا نہ تو ثواب ہے اور نہ ہی کچھ فضیلت، اگرچہ بعض پہلی امتوں میں چپ کا روزہ مشروع تھا لیکن اس امت کے لیے ممنوع ہے، صمت صاد پر زبر، خاموش ہونا۔

۳۱۴۱/۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ لِابْنِ اٰدَمَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی نذر اس چیز میں نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو لہ اور اس چیز کا آزاد کرنا نہیں جس کا وہ مالک نہیں، جس کا مالک نہیں اس میں طلاق نہیں

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَلَا بَيْعَ اِلَّا فِيْمَا يَمْلِكُ)

(امام ترمذی) ابو داؤد نے اضافہ کیا جس چیز کا مالک نہیں اس میں بیع نہیں

لہ مثلاً کہے اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ اس غلام کو آزاد کروں اور اس وقت وہ غلام اس کی ملک میں نہ ہو، بعد میں اس کی ملکیت میں آ بھی جائے تو آزاد نہیں ہوگا۔

عہ تعلیق کی صورت میں تعلیق اگرچہ نکاح سے پہلے پائی گئی ہے لیکن طلاق تو نکاح کے بعد ہی واقع ہوگی، لہذا مذہب امام اعظم حدیث کے خلاف نہیں ہے

۱۲ قادری۔

٣١٤٢/١٠ وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ طَلَّقَ. امْرَاَتَهٗ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَآ اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَآ اَرَدْتَّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللّٰهِ مَآ اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِيْ زَمَانِ عُثْمَانَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الثَّانِيَةَ وَالثَّالِثَةَ)

حضرت رکانہ[1] بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ[2] کو طلاق بتہ دی[3]، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی[4] اور انہوں نے کہا بخدا! میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا خدا کی قسم! تم نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت رکانہ نے عرض کیا خدا کی قسم۔ میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے عورت انہیں لوٹا دی[5]، انہوں نے اسے دوسری طلاق حضرت عمر کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمان کے دور میں دے دی۔

(ابو داؤد، ترمذی،
ابن ماجہ، دارمی مگر
امام ابو داؤد کے علاوہ باقی ائمہ نے دوسری اور تیسری طلاق کا ذکر نہیں کیا۔

---

[1] رکانہ را، پر پیش اور کاف مخفف بن عبد یزید قریشی، مطلبی صحابی ہیں، ان کی حدیث اہل حجاز میں معروف ہے، فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے، عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھے ۴۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۱۲ (مرآۃ)

[2] سہیمہ سین پر پیش ہا پر زبر اور یا ساکن

[3] اسے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اَلْبَتَّۃَ۔ بَتّ کا معنی قطع کرنا ہے یعنی وہ طلاق جو کوئی تعلق نہ رہنے دے اور مکمل جدائی ڈال دے۔

[4] یعنی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ رکانہ نے ایسی طلاق دی ہے —

اخبر صیغہ معلوم کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی حضرت رکانہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

۵ یعنی انہیں رجوع کا حکم دیا۔ بظاہر یہ حدیث امام شافعی کے مذہب کی تائید کرتی ہے ان کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک بائن اور امام مالک کے نزدیک تین، ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نئے نکاح کے ساتھ لوٹایا ہو اور فرمایا ہو کہ جاؤ نکاح کرو، اس وقت رد سے مراد تجدید نکاح ہوگی، بہر صورت اس حدیث سے امام مالک کے قول کی نفی ہوتی ہے عہ۔

٣١٤٣ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ[۱] اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَّ هَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَ الرَّجْعَةُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مزاح بھی سنجیدگی ہے[۱]
(۱) نکاح (۲) طلاق۔ (۳) رجوع عہ۔

(ترمذی، ابوداؤد)

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

۱ یعنی یہ تین چیزیں سنجیدگی سے بھی واقع ہو جائیں گی اور مزاح سے بھی، جد کا معنی درستی اور کسی کام میں کوشش کرنا ہے۔ اس جگہ مطلب یہ ہے کہ لفظ جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے اس کا ارادہ کرے مثلاً کہے نکحت میں نے نکاح کیا یا کہے طَلَّقْتُ میں نے طلاق دی اور اس کے معنی کا ارادہ کرے اور ہزل یہ ہے کہ اس کے معنی کا ارادہ نہ کرے —— یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا معنیٰ مراد لے یا نہ لے بہر صورت واقع ہو جائیں گی۔

عہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کی جائے تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اسی پر چاروں اماموں کا اجماع ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم نے ایک ہی اطلاق کا ارادہ کیا ہے؟ اگر تین کی نیت کے باوجود ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو آپ قسم دے کر ہرگز نہ پوچھتے ۱۲ قادری۔

؎۲ اگر کسی نے مزاح میں نکاح کر لیا یا طلاق دے دی یا طلاق کے بعد عورت سے رجوع کر لیا یہ نکاح، طلاق اور رجوع ثابت ہو جائے گا۔ بر خلاف دوسری چیزوں مثلاً خرید و فروخت کے کہ وہ مزاح سے ثابت نہیں ہوں گی (پستول میں گولیاں بھری ہوئی ہوں اب کوئی شخص جان بوجھ کر چلائے یا ہنسی مزاح میں چلا دے تو گولی بہر صورت چل جائے گی اور جو اس کی زد میں آئے گا وہ لازماً زخمی بھی ہوگا یہی کیفیت طلاق کی ہے اب اگر کوئی شخص ڈرامے میں اپنی بیوی کو صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دے دیتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے کہ میرا ارادہ طلاق دینے کا ہرگز نہیں تھا اسی طرح اگر دو گواہوں کے سامنے مرد و زن نے ایجاب و قبول کر لیا تو ان کا نکاح ہو جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہیں کہ ہمارا ارادہ نہیں تھا، دراصل ازدواج کا بندھن بھی لفظوں سے ہوتا ہے اور اس بندش سے آزادی بھی الفاظ سے متعلق ہے البتہ اگر الفاظِ کنایہ سے طلاق دی گئی تو چند الفاظ کے علاوہ باقی الفاظ میں نیت ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں (۱۲ قادری)

۳۱۴۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ[۱۲] رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَ لَا عِتَاقَ فِىْ اِغْلَاقٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ الْاِكْرَاهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجبوری میں طلاق اور آزاد کرنا نہیں ہے۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ کہا گیا ہے کہ اغلاق کا معنی مجبور کرنا ہے۔

لہ یعنی جس شخص کو مجبور کیا گیا ہو اس کی طلاق اور آزاد کرنا نافذ نہیں ہوتا

اغلاق ہمزہ کے نیچے زیر، اور غین نقطے والی، اکراہ، مجبور کرنا، گویا اس کے آگے مجبور کرنے والا دروازہ بند کر دیتا ہے، اسے اس کے معاملے میں بے بس کر دیتا ہے اور اس کا اختیار چھین لیتا ہے، اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ جسے مجبور کیا گیا ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک واقع ہو جاتی ہے۔ وہ مزاح پر قیاس کرتے ہیں؏ ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو عقد فسخ

عہ امام شعبی، نخعی اور ثوری کے نزدیک اکراہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ حضرت صفوان بن عمر طائی سے راوی ہیں کہ ایک عورت اپنے شوہر سے ناخوش تھی اس نے اسے سوتا ہوا پایا تو چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور اسے جھنجوڑ کر کہا کہ مجھے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

ہونے کا احتمال نہیں رکھتا، جبر و اکراہ اس کے نافذ ہونے سے منع نہیں کرتا، اور جو چیز مزاح اور ہزل کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔ وہ اکراہ کے ساتھ بھی واقع ہو جاتی ہے، اس کی تحقیق اصول فقہ میں کی گئی ہے

٣١٤٥/١٣ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ وَ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر طلاق جائز ہے مگر مجنون[1] کی جس کی عقل مغلوب ہو۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّعَطَآءُ بْنُ عَجْلَانَ الرَّاوِیْ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ)

(امام ترمذی) انہوں نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے اور عطا بن عجلان[2] راوی ضعیف اور حدیث میں بھولنے والا ہے۔

[1] یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، معتوہ سے مراد مجنون ہے جس کی عقل میں نقصان اور خلل ہو، کبھی غائب دماغ ہو اور کبھی ہوش میں آجائے ——— قاموس میں ہے عتہ کا معنی عقل اور ہوش کی کمی ہے معتوہ وہ شخص جس کا دل اور عقل قابو میں نہ ہو، کتب فقہ میں بھی یہی تفسیر کی گئی ہے لہذا حدیث شریف میں والمغلوب عطف تفسیری ہوگا، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ایک روایت میں المغلوب بغیر واؤ کے واقع ہے۔ جب ایسے معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو مکمل پاگل کی طلاق بطریق اولیٰ واقع نہیں ہوگی جو بالکل شعور نہ رکھتا ہو۔

[2] عطا بن عجلان عین پر زبر، اور اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دیگر ائمہ نے بھی ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان پر انکار کیا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن آئندہ حدیث

تین طلاقیں دے دے نہیں تو تجھے ذبح کر دوں گی اس نے اسے خدا کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی، چنانچہ اسے تین طلاقیں دے دیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: طلاق میں رجوع نہیں ہے (مرقاۃ) اس سے ثابت ہوا کہ اکراہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے نیز یہ کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، پیش نظر حدیث کا ایک مطلب یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں نہ دی جائیں کہ یہ بدعت ہے۔ ۱۲ قادری۔

قوی ہے۔

٣١٤٦ ١٤ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّآئِمِ حَتّٰى تَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَآئِشَةَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْهُمَا)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم[1] اٹھالیا گیا ہے (۱) سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔ (۳) پاگل سے یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔

(امام ترمذی، ابو داؤد[2])

امام دارمی نے یہ حدیث حضرت عائشہ سے روایت کی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

[1] تین افراد سے تکلیف کا قلم اٹھالیا گیا اور ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے حتیٰ کہ ان پر بھی مواخذہ ہو۔

[2] ان دونوں حضرات نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

٣١٤٧ ١٥ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لونڈی کی طلاق دو طلاقیں[1] اور اس کی عدت دو حیض ہیں[2]۔

(امام ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی)

[1] یعنی دو طلاقوں سے حرام ہو جاتی ہے، جیسے کہ آزاد تین طلاقوں سے، کنیز میں دو طلاقیں تین طلاقوں کا حکم رکھتی ہیں۔

[2] جیسے کہ آزاد عورت کی عدت تین حیض ہیں، امام ابو حنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ طلاق عورت سے متعلق ہے (لونڈی ہے تو اسے دو اور آزاد ہے تو اسے تین طلاقیں دی جائیں گی)۔ امام شافعی کے نزدیک مرد سے متعلق ہے (کہ غلام دو طلاقیں دے گا اور آزاد تین ۱۲ قادری) اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ عدت حیض کے ساتھ ہے نہ کہ طہر سے (یعنی جب لونڈی کی عدت حیض سے معتبر ہے تو آزاد کی عدت بھی حیض ہی سے معتبر ہو گی، یہی امام اعظم کا مذہب ہے، امام شافعی کے نزدیک عدت طہر سے متعلق ہے

(۱۲ قادری)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۱۴۸/۱۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَ الْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ.

(رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر سے اپنی جان چھڑانے والیاں[1] اور خلع طلب کرنے والیاں[2]، منافق ہیں[3]۔

(امام نسائی)

۱؎ اَلْمُنْتَزِعَاتُ زا کے نیچے زیر جو شوہروں سے موافقت نہیں کرتیں اور ان کی نافرمانی کرتی ہیں

۲؎ اَلْمُخْتَلِعَاتُ لام کے نیچے زیر۔

۳؎ اس میں تشدید اور تغلیظ ہے، گویا ان عورتوں پر اس لیے نفاق کا اطلاق کیا ہے کہ ازدواج اور اختلاط کا ظاہر اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ دل میں عداوت اور مخالفت پوشیدہ نہ رکھیں۔

۳۱۴۹/۱۷ وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِیَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَیْدٍ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَیْءٍ لَهَا فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت نافع[1] حضرت صفیہ بنت ابی عبید[2] کی آزاد کردہ کنیز سے روایت کرتے ہیں کہ صفیہ نے اپنے شوہر سے اپنی ہر چیز کے بدلے خلع کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے اس پر انکار نہیں کیا[3]۔

(امام مالک)

۱؎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آناد کردہ غلام۔

۲؎ صفیہ بنت ابی عبید، مختار بن ابی عبید ثقفی کی بہن اور ثقہ تابعیہ ہیں، مختار کے حالات اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

۳؎ اس لیے کہ ایسا خلع اگرچہ مکروہ ہے مگر جائز ہے۔

۳۱۵۰/۱۸ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ

حضرت محمود بن لبید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَّجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتٰبِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ۔

(رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دے دی ہیں تو آپ غضب کی حالت میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جائے گا[٥٢]. حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں، یہاں تک کہ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں[٥٣]؟

(امام نسائی)

٥١ حضرت محمود بن لبید، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، امام بخاری ان کی صحابیت کے قائل ہیں جب کہ امام مسلم اس کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے ان کا ذکر تابعین کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے، ابن عبد البر نے کہا کہ امام بخاری کا قول صحیح ہے۔

٥٢ ایک روایت میں یَلْعَبُ صیغہ معلوم کے ساتھ ہے ـــــــ کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ (طلاق دو دفعہ ہے) اس سے مراد الگ الگ طلاق دینا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام اور بدعت ہے، امام شافعی کے نزدیک اولیٰ اور افضل کے خلاف ہے، تاہم طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

٥٣ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلنا کفر ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد زجر و توبیخ تھا، حقیقت کلام مراد نہ تھی، اس صحابی کو مراد معلوم نہ ہو سکی۔

٣١٥١/١٩ وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّىْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِىْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَىَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلُقَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ وَّسَبْعٌ وَ

امام مالک سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو آپ مجھ پر کیا فتوی دیتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: وہ تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہو گئی اور ستانوے

بِتَسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔

(رَوَاهُ فِی الْمُوَطَّاءِ)

طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق اڑایا ہے لہ۔

(موطا امام مالک)

لہ ہزو ہا پر پیش اور زاء ساکن، اس پر پیش بھی آتا ہے، آخر میں ہمزہ اور واؤ بھی پڑھی جاتی ہے، افسوس اور مزاح کرنا، یہ اشارہ ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ۔ کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف وَلَا تَتَّخِذُوْا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا ○ اللہ کی آیتوں کا مذاق نہ اڑاؤ۔ عہ

۳۱۵۲
۲۰
وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ۔

(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اسے غلام کے آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ چیز پیدا نہیں فرمائی۔

(دار قطنی)

عہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی یہ ہی تمام ائمہ کا مذہب ہے مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس نیز صدیق اکبر کے زمانہ اور شروع خلافت فاروقی میں ایک دم تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں پھر فاروق اعظم نے انہیں تین طلاقیں قرار دیا، اس کی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص تین طلاقیں اس طرح دیتا کہ تجھے طلاق ہے طلاق، طلاق، دوسری دو طلاقوں میں پہلی کی تاکید یں کرنا مقصود ہوتا تھا یا کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی کو کہے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو اس سے صرف پہلی واقع ہوگی دوسری دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ وہ عورت پہلی طلاق سے نکاح سے خارج ہوگئی، عہد فاروقی میں حالات بدل چکے تھے لوگ اپنی مدخولہ بیوی کو تین ہی طلاقیں دیا کرتے تھے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظم، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف قانون جاری فرماتے اور صحابہ کرام خاموش رہتے (بقیہ صفحہ آئندہ)

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا

۲۵۶ - اس عورت کا بیان جسے تین طلاقیں دی گئی ہوں

بعض نسخوں میں یہ الفاظ بھی زیادہ کیے گئے ہیں۔ وَفِيْهِ ذِكْرُ الظِّهَارِ وَالْاِيْلَاءِ۔ اور اس باب میں ظہار اور ایلاء کا ذکر ہے، ظہار کا معنی یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایسے عضو سے تشبیہ دے[ع] جو اس کیلئے حرام ہے جیسے کہے "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ" تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے، مقصود عورت کو ماں سے تشبیہ دینا ہے لفظِ ظہر (پشت) زائد ہے، یہ دورِ جاہلیت کی قسم ہے جسے شریعت مبارکہ نے برقرار رکھا اور اس کے حکم میں یہ تبدیلی پیدا کی کہ اس سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا لیکن کفارہ ادا کرنے تک عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی، جب تک مرد کفارہ ادا نہ کرے اس کے لیے جماع اور اس کے وسائل جائز نہیں ہیں، ایلاء کا معنی یہ ہے کہ مرد قسم کھائے کہ چار ماہ تک جماع نہیں کرے گا، ظہار اور ایلاء کا حکم حدیث میں آئے گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۱۵۳ / ۱ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی[۱] کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی[۲] تو انہوں نے مجھے طلاق دے دی اور میری طلاق پختہ کر دی[۳]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس جگہ مرقاۃ نے پندرہ حدیثیں نقل کی ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی، نیز ہم نے اپنی کتاب "تلاق الادلہ" میں اس کی بہت تحقیق کی ہے۔ ۱۲ مرآۃ مختصراً۔

[ع] ظہار اسی وقت ہو گا جب تشبیہ دے گا اور اگر اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ دے تو ظہار نہیں ہو گا اگرچہ اس طرح کہنا گناہ ہے ۱۲ قادری)

فَبَتَّ طَلَاقِیْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ اِلٰی رِفَاعَةَ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَيْلَتَهٗ وَ يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پھر میں نے عبد الرحمن بن زبیر[4] کے ساتھ نکاح کیا اور ان کے پاس تو نہیں ہے مگر کپڑے کے پلو[5] کی مثل، آپ نے فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کی طرف لوٹ جائے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں[6]! فرمایا: رجوع نہ کر[7] یہاں تک کہ تو اس کا کچھ مزہ چکھے اور وہ تیرا کچھ مزہ[8] چکھے۔

(صحیحین)

---

[1] رفاعہ را کے نیچے زیر، اس کے بعد فا، حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں اور صحابی ہیں قرظی قاف پر پیش، را پر زبر، اس کے بعد ظا نقطے والی، یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کی طرف نسبت ہے۔

[2] یعنی ان کے نکاح میں تھی۔

[3] یعنی تینوں طلاقیں دے دیں کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں بچی۔

[4] زبیر زا پر زبر، با کے نیچے زیر، بروزن اسیر، کم عمر صحابی ہیں، قاموس میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

[5] صراح میں ہے ہُدْبَۃٌ ہا پر پیش، دال ساکن، اس پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد۔ با ایک نقطے والی، کپڑے کے دھاگے، کپڑے کا ٹکڑا، مقصد عضو مخصوص کی کمزوری بیان کرنا ہے کہ وہ دخول نہیں کر سکتا۔

[6] میں اس کی طرف لوٹنا چاہتی ہوں۔

[7] اور تیرا اس کی طرف رجوع جائز نہیں ہے۔

[8] یہ کنایہ ہے لذت جماع سے ———— یعنی جب تک دوسرا شوہر جماع نہ کرے، پہلے شوہر کی طرف رجوع جائز نہیں ہوگا، یہ حدیث مشہور ہے اس سے معلوم ہوا کہ حلالے کے لیے صرف نکاح کافی نہیں ہے بلکہ وطی بھی ضروری ہے، پھر محض دخول کافی ہے انزال شرط نہیں ہے (لہذا بلوغ کے قریب لڑکے کا دخول کافی ہوگا بہت کم عمر ہو تو کافی نہ ہوگا۔ ۱۲ قادری)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۱۵۴ ۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عَلِیٍّ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ)

دوسری فصل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی حلالہ نکالنے والے اور اس شخص پر جس کے لیے حلالہ نکالا گیا[لہ] (دارمی) ابن ماجہ نے حضرت علی، ابن عباس اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی۔

[لہ] مُحَلِّل لام مشدد کے نیچے زیر، المحلل لہ لام مشدد پر زبر، محلل دوسرا شوہر جو عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے والا ہے اور محلل لہ، پہلا شوہر جس کے لیے عورت حلال کی گئی ہے۔ —— محلل کہ دوسرا شوہر ہے اس پر اس لیے لعنت ہے کہ نکاح ہی جدائی کے لیے کر رہا ہے حالانکہ نکاح تو مشروع ہی ہمیشگی اور موافقت کے لیے ہے، وہ شخص بکرے کے حکم میں ہے جسے عاریۃً لیا جاتا ہے جیسے کہ حدیث میں واقع ہوا ہے اور محلل لہ کہ پہلا شوہر ہے اس پر اس لیے لعنت فرمائی کہ وہ ایسے قبیح نکاح کا باعث ہوا دراصل ان دونوں کے گھٹیا پن کا اظہار مقصود ہے کیونکہ طبیعت سلیمہ ایسے فعل کو پسند نہیں کرتی، لعنت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بعض علماء نے کہا کہ نکاح میں حلالہ نکالنے کی زبان سے شرط لگانا مکروہ ہے، نیت و ارادہ میں ہو تو مکروہ نہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ وہ مصالحت کی نیت کی بنا پر مستحق اجر ہے، بہر حال یہ فعل قبیح ہے کہ اپنی بیوی کو دوسرے کے نیچے پسند کرے اور وہ دوسرا اپنی منکوحہ کو پہلے کے سپرد کر دے، شریعت نے حلالے کی صورت، زجر و توبیخ اور سزا دینے کے لیے رکھی ہے تاکہ تین طلاقیں دینے کا مرتکب نہ ہو۔

۳۱۵۵ ۳ وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ قَالَ اَدْرَکْتُ بِضْعَۃَ عَشَرَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّھُمْ یَقُوْلُ یُوْقَفُ الْمُوْلِیْ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت سلیمان بن یسار[ٹہ] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دس سے زیادہ صحابہ کرام کو پایا کہ ان میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ ایلاء کرنے والے کو قید کیا جائے گا[سہ]۔ (شرح السنۃ)

[۵۱] سلیمان بن یسار، ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام اور اکابر تابعین اور مدینہ طیبہ کے سات جلیل القدر فقہاء میں سے ہیں، فقیہ، فاضل، مستند، عابد و متقی اور حجت ہیں، کہتے ہیں۔ کہ وہ حضرت سعید بن مسیب سے زیادہ فہم رکھتے تھے۔ (۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی۔)

(۱۲ اکمال مرآۃ)

[۵۲] تاکہ عورت سے رجوع کرے اور اس سے وطی کرے یا اسے طلاق دے دے، ———

ایلاء کا معنی ہے کہ مرد، چار ماہ تک عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے، پھر اگر اس نے چار ماہ میں وطی کی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا اور ایلاء ختم ہو جائے گا کیونکہ قسم ٹوٹ جانے سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر وطی نہ کی اور چار ماہ گزر گئے تو عورت طلاق بائن کے ساتھ اس سے جدا ہو جائے گی، یہ ہمارا مذہب ہے۔ علماء کی ایک دوسری جماعت اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ کا مذہب یہ ہے کہ محض چار ماہ کے گزرنے سے طلاق نہیں ہوتی بلکہ اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ رجوع کرے اور کفارہ دے یا طلاق دے، اور اگر انکار کرے تو حاکم طلاق دے دے کیونکہ وہ جماع کے معاملے میں عورت کا حق روک رہا ہے، پس قاضی اس کا نائب ہوگا، جیسے کہ نامرد کے مسئلے میں قاضی نائب ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے عورت کا حق روکا ہے اس لیے اس مدت کے گزرنے پر شریعت نے اسے نعمت نکاح ختم کر کے سزا دی ہے اور یہ قول حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، عبادلہ ثلاثہ، (حضرت عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر) اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، مختصر یہ کہ اس مسئلے میں صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا۔

۳۱۵۶/۴ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ صَخْرٍ وَيُقَالُ لَهٗ سَلَمَةُ بْنُ صَخْرِ الْبَيَاضِيُّ جَعَلَ امْرَاَتَهٗ عَلَيْهِ كَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰى يَمْضِيَ رَمَضَانَ فَلَمَّا مَضٰى نِصْفٌ مِّنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ

حضرت ابوسلمہ ؓ سے روایت ہے کہ سلیمان بن صخر[۵۳] اور انہیں سلمہ بن صخر بیاضی[۵۴] کہا جاتا ہے نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح قرار دیا[۵۵] یہاں تک کہ رمضان گزر جائے[۵۶] پھر نصف رمضان گزرنے پر رات کو ان کے ساتھ عمل زوجیت ادا کر بیٹھے، بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو وَاَعْطِهٖ ذٰلِكَ الْعَرَقَ وَهُوَ مِكْتَلٌ يَّاْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا.

نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر، کہا میں غلام نہیں پاتا، فرمایا: دو ماہ پے در پے روزے رکھو، کہا مجھ میں طاقت نہیں، فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، کہا میں نہیں پاتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فروہ بن عمرو[6] کو فرمایا: اسے وہ ٹوکری دے دو[7]، یہ ایسی ٹوکری تھی جس میں پندرہ یا سولہ صاع کی گنجائش ہوتی ہے، تاکہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے[8]

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ نَحْوَهٗ قَالَ كُنْتُ امْرَءًا اُصِيْبُ مِنَ النِّسَآءِ مَالَا يُصِيْبُ غَيْرِيْ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا اَعْنِيْ اَبَا دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ فَاَطْعِمْ وَسْقًا مِّنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا.

(امام ترمذی)

ابوداؤد ، ابن ماجہ ، اور دارمی نے سلیمان بن یسار سے انہوں نے سلمہ بن صخر سے اس کی مثل روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں ایسا مرد تھا کہ دوسرا مرد میری طرح عورتوں سے فائدہ حاصل نہیں کرتا تھا[9]۔

ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ کھجوروں کا ایک وسق[10] ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ۔

---

[1] حضرت ابوسلمہ مشہور صحابی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے[عہ]۔

عہ اس جگہ حضرت شارح قدس سرہ کو تسامح ہوا ہے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کیفیت (بقیہ حاشیہ صفحہ

۵۲ سلمان بن صخر صاد پر زبر اور خا ساکن۔

۵۳ سلمہ پہلے تینوں حرفوں پر زبر، بن صخر یہ بہ صحیح تر ہے، البیاضی یہ نسبت ہے بیاضہ بن عامر کی طرف ــــــ صحابی ہیں اور سواری نہ ہونے کے سبب رونے والے حضرات میں سے ایک ہیں، ظہار کے بعد عمل زوجیت ادا کر بیٹھے جیسے کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

۵۴ یعنی کہا۔ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ (تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے)

۵۵ یعنی تو مجھ پر ماہ رمضان کے گزرنے تک حرام ہے

۵۶ فروہ فا پر زبر، را ساکن بن عمرو۔ صحابی ہیں، علامہ طیبی نے کہا کہ بعض نسخوں میں عروہ بن عمرو واقع ہوا اور یہ غلط ہے۔

۵۷ جو کسی نے لاکر پیش کی تھی ــــــ عرق پہلے اور دوسرے حرف پر زبر، کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری۔

۵۸ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسکین کو آدھا صاع کھجوریں دینا واجب نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں میں آدھے صاع کا ذکر ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اسی کا اعتبار کیا ہے جیسے کہ صدقہ فطر میں ہے۔ ہو سکتا ہے اس حدیث میں جو واقع ہے وہ آدھے صاع کے واجب ہونے سے پہلے ہو یا یہ حکم اس شخص کے ساتھ ان کے محتاج ہونے کے پیش نظر خاص ہو جیسے کہ حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی دینے کی اجازت عطا فرمائی جیسے کہ باب التضحیہ میں بیان ہوا۔

۵۹ یعنی میرا جماع سے لطف اندوز ہونا اور اس کا خواہش مند اور حریص ہونا دوسروں سے زیادہ تھا اس لیے میں نے بے صبری کی اور اس عورت سے مباشرت کر بیٹھا۔

۶۰ وسق سین ساکن، ساٹھ صاع، اس روایت کے مطابق ہر مسکین کو ایک صاع مل گیا۔

۳۱۵۷/۵ وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	حضرت سلیمان بن یسار حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

ہی ان کا نام ہے کثیر حدیثوں کے راوی ہیں (تابعی ہیں) انھوں نے ابن عباس، ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سنی، ان سے امام زہری، یحییٰ بن ابی کثیر اور شعبی وغیرہ ہم نے روایت کی سنہ ۱۰۷ھ میں۔ بہتر ۷۲ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ (مرقاۃ)

فِی الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَّاحِدَةٌ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

میں راوی جو کفارہ دینے سے پہلے جماع[1] کرلے فرمایا: ایک ہی کفارہ ہے[2]۔

(امام ترمذی،

ابن ماجہ)

---

[1] وقاع اور مواقعت جماع سے کنایہ ہے۔

[2] جمہور ائمہ اسی کے قائل ہیں بعض ائمہ نے فرمایا کہ جب کفارے سے پہلے جماع کرلے تو اس پر دو کفارے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۱۵۸/۶ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَاَتِهٖ فَغَشِيَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ بَيَاضَ حَجْلَيْهَا فِی الْقَمَرِ فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِیْ اَنْ وَّقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمَرَهٗ اَلَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَ رَوَى اَبُوْ دَاوٗدَ

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور کفارہ دینے سے پہلے اس سے مباشرت[1] کر بیٹھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس عمل[2] پر کس نے ابھارا؟ کہنے لگے یارسول اللہ! میں نے چاندنی میں اس کی پازیبوں[3] کی سفیدی دیکھی تو اپنے اوپر قابو نہیں رکھ[4] سکا اور اس سے مباشرت کر بیٹھا، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے اور انہیں حکم دیا کہ اس عورت کے قریب نہ جائیں[5]، یہاں تک کہ کفارہ ادا کریں

(ابن ماجہ ،

امام ترمذی نے ان کی طرح روایت کی اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح، غریب ہے،

(امام ابوداؤد)۔

وَ النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ مُسْنَدًا وَّ مُرْسَلًا وَّ قَالَ النَّسَائِيُّ اَلْمُرْسَلُ اَوْلٰى بِالصَّوَابِ مِنَ الْمُسْنَدِ)

اور نسائی نے بھی یہ حدیث اسی طرح مسنداً اور مرسلاً روایت کی، امام نسائی نے فرمایا، مسند کی نسبت مرسل، صحت کے زیادہ قریب ہے۔

۱ اصل میں "غشی" کا معنی ڈھانپنا ہے، مراح میں "غشیان" پہلے حرف کے نیچے زیر، جماع کے وقت ڈھانپ لینا۔

۲ کفارے سے پہلے جماع کرنے۔

۳ حجل حا کے نیچے زیر، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، جیم ساکن، پازیب، جھانجر، بیڑی۔

۴ شعر۔

خسرو زرخ خوب در توبہ ہمی زد !
ناگاہ بدید آں رخ زیبا نگران شد

خسرو، حسین چہرے سے بچنے کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہی کر رہا تھا کہ ——— اچانک رخ زیبا پر نظر پڑ گئی تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

۵ اور دوسری بار اس سے مباشرت نہ کریں ——— اس جگہ تنبیہ ہے ممنوعاتِ شرعیہ سے بچنے اور اپنے اوپر کنٹرول کرنے اور نفس کو فتنہ اور ابتلا کی جگہ میں بچاتے اور محفوظ رکھنے پر، کیونکہ شیطان گھات میں ہے۔

بَابٌ

۲۵۷ — گزشتہ باب سے متعلق بعض احکام

۳۱۵۹ [۱] عَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعٰى غَنَمًا لِّيْ فَجِئْتُهَا وَ قَدْ فَقَدْتُ

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میری ایک لونڈی میری بکریاں چرا رہی تھی میں جو اس کے پاس آیا تو ایک بکری کو نہ پایا میں نے اس سے بکری کے

شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اللّٰهُ فَقَالَتْ فِى السَّمَآءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْهَا۔

رَوَاهُ مَالِكٌ وَّفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ قِبَلَ اُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا وَاَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ اٰسَفُ كَمَا يَاْسَفُوْنَ لٰكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِيْ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِى السَّمَآءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ

بارے میں پوچھا تو اس نے کہا اسے بھیڑیا کھا گیا ہے مجھے اس لونڈی پر بہت غصہ آیا[۲]، میں بھی انسان تھا[۳]، اس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا، اور میرے ذمہ ایک گردن ہے[۴] کیا میں اسی کو آزاد کر دوں[۵]؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے[۶]، اس نے کہا آسمان میں[۷]، فرمایا: میں کون ہوں[۸]؟ اس نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے آزاد کر دو،

(امام مالک) امام مسلم کی روایت میں ہے حضرت معاویہ بن حکم فرماتے ہیں میری ایک لونڈی میری بکریاں اُحد اور جوانیہ[۹] کی طرف چرایا کرتی تھی، ایک دن میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں؟ کہ ہماری ایک بکری کو بھیڑیا لے گیا ہے، میں بھی انسان ہوں، دوسروں کی طرح مجھے بھی افسوس ہوتا ہے[۱۰]، چنانچہ میں نے اس لونڈی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس مارنے کو آپ نے مجھ پر بڑا قرار دیا[۱۱]۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، میں اسے آپ کی خدمت میں لے گیا تو آپ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے، اس نے کہا آسمان میں، فرمایا: میں کون ہوں، اس نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَعْتِقْهَا کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، فرمایا اسے
فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔ آزاد کر دو کہ یہ مومنہ ہے۔

۵۱ معاویہ بن حکم حاء اور کاف پر زبر، صحابی ہیں، ان سے حضرت ابو سلمہ اور عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں۔

۵۲ یا یہ معنی ہے کہ مجھے بکری (کے ضائع ہونے) کا افسوس ہوا ——— اسف پہلے دونوں حرفوں پر زبر، ناراض ہونا، غمگین ہونا، دونوں معنوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے ——— اَسِفَ سین کے نیچے زیر، باب سمع سے فعل ماضی، پہلے معنی کے مطابق علیہا کی ضمیر کنیز کی طرف راجع ہو گی اور دوسرے معنی کے مطابق بکری کی طرف۔

۵۳ اور انسان بشری تقاضے کے تحت غصے میں آجاتا ہے اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

۵۴ ظہار یا قسم کے کفارہ کے طور یا اس کے علاوہ۔

۵۵ تاکہ میں اپنے آپ کو بری الذمہ کر لوں اور اس کے منہ پر تھپڑ مارنے کی وجہ سے مجھے جو پشیمانی اور شرمندگی لاحق ہوتی ہے اس سے نجات پا لوں، چونکہ بعض کفاروں میں ایمان شرط ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کنیز کا امتحان لیا۔

۵۶ ایک روایت میں ہے اَیْنَ رَبُّكِ تیرا پروردگار کہاں ہے؟۔

۵۷ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، اس جگہ مقصد اللہ تعالیٰ کا مکان پوچھنا نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ مشرکہ ہے یا موحدہ، اس لیے آپ نے اس بات پر اکتفا کیا کہ اس نے زمینی خداؤں کی نفی کی اور ان سے برأت کا اظہار کیا، اور یہ کہ اسے اس حقیقت کا علم ہے کہ اس کا پروردگار ہے جو آسمان سے زمین پر حکم نازل فرماتا ہے، آپ نے اس سے تنزیہ خالص اور اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے علم کا مطالبہ نہیں کیا جن پر عقیدہ رکھنا واجب ہے، بعض اوقات ایسے مقامات میں اتنی مقدار پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے، اسی طرح علماء نے فرمایا ہے۔

یا اس لیے کہ کفارہ قتل کے ماسوا میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایمان شرط ہے یا نہیں، گویا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ایمان شرط نہیں تھا جیسے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں (اسی لیے کنیز کا جواب تسلی بخش نہ ہونے کے باوجود اسے آزاد کرنے کا حکم دیا) یا اس لیے کہ اولیٰ و افضل یہ ہے کہ وہ مومن ہو اور اس میں اتنا ایمان ہی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۸ توحید کے متعلق پوچھنے کے بعد۔

۱۰۹ جوانیہ جیم پر زبر، واؤ مشدد، اس کے بعد الف اور نون، اس کے بعد یا مشدد، محققین نے اسی طرح ضبط کیا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یا مخفف ہے ——— مدینہ منورہ کے شمال میں اُحد پہاڑ کے قریب ایک جگہ کا نام۔

۱۱۰ میں نے چاہا کہ اسکی سخت پٹائی کروں جیسے کہ غصے اور غم کا تقاضا تھا، لیکن میں نے ہلکی پٹائی پر اکتفاء کیا ——— صَکَّۃٌ کوٹنا اور مارنا۔

۱۱۱ اور فرمایا کہ تم نے بڑا گناہ کیا ہے۔

بَابُ اللِّعَانِ

۲۵۸۔ لعان کا باب

لعان اور ملاعنت، ایک دوسرے کو لعنت کرنا، جب مرد اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اسے چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے تو حکم یہ ہے کہ مرد چار بار گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت، اس کے بعد عورت چار بار گواہی دے اور قسم کھائے کہ یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر مرد سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو اور جب دونوں لعان کر چکیں تو حاکم ان کے درمیان تفریق کر دے، یہ احناف کا مذہب ہے۔ جمہور کے نزدیک قاضی کی تفریق کے بغیر ہی ان میں جدائی واقع ہو جائے گی اور عورت ہمیشہ کے لیے مرد پر حرام ہو جائے گی جیسے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۱۶۰/۱ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اِنَّ عُوَيْمِرَ الْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ

پہلی فصل

حضرت سہل بن سعد ساعدی[1] رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عویمر عجلانی[2] نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا اسے قتل کر دے؟ پھر تو مسلمان[3] اسے قتل کر دیں گے

فَيَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَ فِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَ اَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَ اِنْ جَاءَتْ بِهٖ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ اِلٰى اُمِّهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یا پھر وہ کیا کرے[۴]؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو چکا ہے[۵]۔ جاؤ اور اسے لے آؤ، حضرت سہل[۶] فرماتے ہیں ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں دوسرے لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا، جب وہ فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا یارسول اللہ! میں نے اس پر بہتان لگایا ہو گا اگر میں نے اسے اپنے پاس رکھا[۷]، تو انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں[۸]۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو اگر اس عورت نے سیاہ رنگ، گہری سیاہ اور کشادہ آنکھوں بھاری سرین[۹] اور موٹی پنڈلیوں[۱۰] والا بچہ جنا تو میرا یہی گمان ہے کہ عویمر نے اس کے بارے میں سچ کہا[۱۱] اور اگر اس نے سرخ رنگ[۱۲] کا بچہ جنا گویا وہ بامنی[۱۳] ہو تو میرا گمان یہی ہے کہ عویمر نے اس کے بارے میں جھوٹ بولا ہے، عورت نے اسی صفت والا بچہ جنا جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عویمر کی تصدیق کی تھی[۱۴]۔ بعد میں وہ بچہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا[۱۵]۔

(صحیحین)

۱؎ حضرت سہل بن سعد ساعدی مشہور انصاری صحابی ہیں، صحابہ کرام میں سے مدینہ منورہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

۲؎ عُوَیمِر عین پر پیش، واو پر زبر، یا ساکن، میم کے نیچے زیر اور آخر میں را، العجلانی عین پر زبر، جیم ساکن، انصار کی ایک شاخ بنو عجلان کی طرف نسبت ہے۔

۳؎ مقتول کے رشتے دار، بعض نسخوں میں فَتَقْتُلُوْنَ تا خطاب کے ساتھ ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو خطاب ہے۔

۴؎ جو شخص کسی مرد کو دیکھے کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے اور اسے قتل کر دے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اگر وہ زنا پر چار گواہ پیش کر دے اور مقتول کے وارث بھی اس کا اقرار کریں تو فبہا ورنہ اسے قتل کیا جائے گا، تاہم اگر وہ سچا ہے تو عند اللہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۵؎ اس سے مراد آیت لعان ہے جو قرآن پاک میں مذکور ہے۔

۶؎ جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

۷؎ یہ تین طلاقیں دینے کی تمہید ہے، یعنی اگر میں اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھوں اور اسے طلاق نہ دوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا تھا کیونکہ اسے روکے رکھنا اس کے زنا کے منافی ہے اور میرا اسے اپنے پاس رکھنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی اور وہ پاک دامن ہے اور اس نے زنا نہیں کیا۔

۸؎ اپنے قول کی تصدیق کے لیے، یہ کارروائی ان کے اس گمان کی بنا پر ہے کہ لعان عورت کو مرد پر حرام نہیں کرتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کے درمیان تفریق نہیں فرمائی، لہذا یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جن کے نزدیک لعان سے جدائی حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ قاضی لعان کے بعد جدائی کا فیصلہ نہ کرے، جیسے کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ حضرت عویمر کو مسئلے کا حکم معلوم ہو، جمہور کے نزدیک نفس لعان سے جدائی واقع ہو جاتی ہے اور مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے۔

۹؎ صراح میں ہے اَلْیَۃٌ پہلے حرف پر زبر دوسرا ساکن، چکی (سرین)

۱۰؎ خدلج خا اور دال پر زبر اور لام مشدد۔

۱۱؎ ظاہر یہ ہے کہ جس مرد کی طرف زنا کی نسبت کی گئی تھی وہ اسی صفت کا حامل تھا۔

۱۲؎ اُحَیْمِر تصغیر ہے احمر کی۔

[۱۳] وحرۃ واؤ اور حا دونوں پر زبر، سرخ رنگ کا کیڑا جو زمین میں رہتا ہے۔ (سرخ رنگ کے سانپ ایسا چھوٹا سا کیڑا جسے اردو میں سانپ کی خالہ بھی کہتے ہیں ۱۲امرآۃ)۔ حضرت عویمر بھی ایسے ہی تھے۔

[۱۴] یعنی زانی کی شکل و صورت والا بچہ جنا۔

[۱۵] جیسے کہ ولد الزنا کا حکم ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشابہت سے استدلال کرنا جائز ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیافہ کی بنا پر حکم کیا جا سکتا ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا۔

۳۱۶۱/۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَّامْرَاَتِهٖ فَانْتَفٰى مِنْ وَّلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ لَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَظَهٗ وَذَكَّرَهٗ وَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی عورت سے لعان کیا[۱]، وہ شخص اس عورت کے لڑکے سے الگ ہو گیا[۲] تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق فرما دی اور لڑکے کو عورت کے ساتھ لاحق کر دیا[۳]۔ (صحیحین) امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر ہی کی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرد کو نصیحت اور تذکیر[۴] فرمائی اور انہیں بتایا کہ دنیا کا عذاب، آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے پھر عورت کو بلایا اور اسے وعظ و تذکیر فرمائی اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب، آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے[۵]۔

[۱] یعنی مرد اور اس کی بیوی میں لعان کا حکم دیا۔

[۲] اور لعان کی وجہ سے اسے اپنی طرف منسوب کرنے سے انکار کر دیا۔

[۳] اور اس کی طرف منسوب کر دیا۔

[۴] انہیں آخرت کا عذاب یاد دلایا تاکہ غلط بیانی سے کام نہ لیں اور عورت پر بہتان نہ باندھیں۔

[۵] دنیا کے عذاب سے مراد، مرد پر حد قائم کرنا ہے جس نے عورت پر زنا کا الزام لگایا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اس خوف سے کہ اس پر حد قائم نہ کر دیں جھوٹی گواہی سے الزام کو ثابت کرے یا عورت نے زنا کیا ہو اور حد کے قائم

کیے جانے کے خوف سے اس کا اقرار نہ کرے تو لعان کریں گے۔

۳۱۶۲ ۳ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَ اِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ وَ اَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد وزن کو فرمایا: تم دونوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ تمہارا اس[1] عورت پر کوئی حق نہیں ہے[2]، مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے مال کا کیا حکم ہے[3]، فرمایا: تمہارے لیے مال نہیں ہے۔ اگر تم نے اس پر سچا الزام لگایا ہے[4] تو وہ مال عوض ہے اس کے کہ تم نے اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال کیا[5] اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو اس عورت سے مال کی واپسی دور اور بہت دور ہے[6]۔
(صحیحین)

[1] مرد کو مخاطب کرتے ہوئے۔

[2] اور یہ عورت تم پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔

[3] یعنی وہ عورت تو مجھ پر حرام ہو گئی، اسے جو میں نے مہر دیا تھا وہ بھی اس کے ساتھ جائے گا، اس کا کیا حکم ہے؟۔

[4] تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے لیکن وہ مال گیا۔

[5] اور اس میں تصرف کیا۔

[6] یعنی ایک تو اس کی شرم گاہ کو اپنے لیے حلال کیا، دوسرا اس پر تہمت لگائی اور اسے وحشت زدہ کیا پھر حق مہر کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ حکم دخول کے بعد بالاتفاق ہے، اور اگر دخول سے پہلے ہو تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے آدھا مہر ہے، امام احمد سے مختلف روایات ہیں۔

۳۱۶۳ ۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ ابْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ[1] نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَآءَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلْبَيِّنَةَ اَوْ حَدًّا فِيْ ظَهْرِكَ
فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى
اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا
يَّنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةَ وَ اِلَّا
حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ
وَّ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
اِنِّيْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ
مَا يُبْرِئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ
فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ وَ اَنْزَلَ عَلَيْهِ
وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ
فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ وَ اِنْ كَانَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَآءَ هِلَالٌ
فَشَهِدَ وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ
فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ
فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ
الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا وَ قَالُوْا
اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ . قَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَ نَكَصَتْ
حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ

پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحما، کے ساتھ زنا کا الزام لگایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، گواہ پیش کرو یا اپنی پیشت پر حد قذف[3] قبول کرو، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر کسی شخص کو دیکھے تو جاکر گواہ تلاش کرتے[4]؟۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ نہیں تو تمہاری پشت پر حد ثابت ہے، ہلال نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا بے شک میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور وہ حکم نازل فرمائے گا جو میری پشت کو حد سے بری[5] کر دے گا، جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے آپ پر یہ آیات نازل کیں[6]، وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ پھر آپ نے تلاوت کی[7] یہاں تک کہ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ تک پہنچ گئے، اس کے بعد ہلال آئے اور انہوں نے گواہی دی[8] اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی ایک توبہ کرنے والا ہے؟ پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے گواہی دی، جب وہ پانچویں گواہی پر پہنچی تو حاضرین نے اسے ٹھہرایا[9] اور کہا کہ یہ واجب کرنے والی[10] ہے ابن عباس نے فرمایا: اس نے توقف کیا اور پلٹی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ

قَالَتْ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللهِ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَأْنٌ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

لوٹ جائے گی[۱۱]۔ پھر اس نے کہا میں اپنی قوم کو عمر بھر[۱۲] کے لیے رسوا نہیں کروں گی چنانچہ وہ گزر گئی[۱۳]۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دیکھو اگر اس نے سرمگیں آنکھوں والا، بھرے ہوئے سرینوں والا[۱۴] موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنا تو وہ شریک بن سحمار کا ہوگا[۱۵] تو اس عورت نے ایسا ہی بچہ جنا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کتاب اللہ کا حکم نازل نہ ہو چکا ہوتا[۱۸] تو میرا اور اس عورت کا ایک حال ہوتا[۱۷]۔

(امام بخاری)

[۱] ہلال بن امیہ انصاری صحابی ہیں اور ان تین حضرات میں سے ایک ہیں جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔

[۲] شریک شین پر زبر، رار کے نیچے زیر۔ بن سحمار سین اور حار بغیر نقطے کے پہلے حرف پر زبر دوسرا ساکن آخر میں الف ممدودہ یعنی کہا کہ اس شخص کے ساتھ زنا کیا ہے وہ بھی صحابی ہیں اور انصار کے حلیف، سحماء ان کی والدہ کا نام ہے ان ہی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔

[۳] اسی کوڑے۔

[۴] یہ کونسی گواہوں کی جگہ ہے؟ اور اس کی فرصت کہاں ہے؟۔

[۵] یُبَرِّئُ رار مشدد کے ساتھ۔

[۶] جن میں لعان کا حکم ہے۔

[۷] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ہلال کو یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ —— اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت ہلال بن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ جو حدیث سابق میں گزرا کہ تحقیق تمہارے بارے میں حکم نازل کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم سب کو شامل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم ایک سے زیادہ مرتبہ نازل ہوا ہو۔

[8] یعنی لعان کیا جس میں پانچ مرتبہ گواہی دی جاتی ہے۔

[9] اور اسے اس گواہی سے روکا۔

[10] یہ پانچویں گواہی تمہارے درمیان جدائی لازم کر دے گی یا اگر تم جھوٹے ہو تو یہ گواہی عذاب کو لازم کرنے والی ہے۔

[11] یعنی اس نے ہچکچاہٹ اور تردد کا مظاہرہ کیا جس سے انداز ہوتا تھا کہ وہ پانچویں گواہی نہیں دے گی۔

[12] لفظی معنی تو تمام دن ہے مراد تمام عمر ہے یا باقی دن ——— لفظ سائر تمام اور باقی دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض علماء لغت نے تمام کے معنی میں استعمال ہونے کا انکار کیا ہے۔

[13] اس نے گواہی اور لعان کو مکمل کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ فرما دیا۔

[14] سابغ بار اور نقطے والی غین کے ساتھ، مکمل اور کافی۔

[15] کہ وہ بھی اسی صفت کے حامل ہیں۔

[16] کہ لعان کرنے والے مرد و زن پر حد اور تعزیر قائم نہیں کی جائے گی۔

[17] میں اسے بہت بڑی سزا دیتا ——— اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کو ظنی علامات اور قرائن کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے بلکہ اس ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو دلائل و براہین سے ثابت ہو رہا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشابہت اور قیافہ دلیل نہیں ہے یہ تو صرف ظنی علامات ہیں لہذا ان کی بنا پر حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے کہ ہمارا مذہب ہے، اس پر خوب غور کرنا چاہیے۔

٣١٦٤/٥ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُّ مَعَ اَهْلِیْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهٗ حَتّٰۤی اٰتِیَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهٗ بِالسَّیْفِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ[18] نے عرض کیا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں؟ یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں[19]! انہوں نے عرض کیا ہرگز نہیں[20] قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، تحقیق میں تو اسے اس[21] سے پہلے فوری

قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا
اِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ اِنَّهٗ
لَغَيُوْرٌ وَّ اَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ
وَ اللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

طور پر تلوار سے سزا دوں گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ بے شک وہ غیرت مند ہے، میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے[۵۵]
(مسلم)

---

[۵۱] سعد بن عبادہ مشہور صحابی ہیں، انہوں نے بطور سوال بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

[۵۲] اسے ہاتھ نہ لگاؤ یہاں تک کہ چار گواہ لاؤ جیسے کہ زنا کے ثبوت میں معتبر ہے۔

[۵۳] اور میں اس طرح نہیں کروں گا۔

[۵۴] گواہوں کے لانے سے پہلے ______ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کا رد اور اس کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے دل کی کیفیت کی خبر دی ہے یعنی شریعت کا حکم یہی ہے جو آپ نے فرمایا ہے لیکن میری غیرت اور میرے غصے کا یہ حال ہے، ایسی صورت میں کیا کروں؟ اسی لیے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو!۔

[۵۵] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد اس وصف کی تعریف کرنا ہے اور اشارہ ہے کہ یہ شرفاء اور سرداروں کی صفت ہے، اگرچہ اس جگہ شریعت کا حکم دوسرا ہے اور سعد کا قول اسی عادت شرفاء پر مبنی ہے، یہ ان سے اس قول کے صادر ہونے کا عذر بیان فرمایا ہے. یہ نہیں کہ ان کی تائید اور توثیق فرمائی ہے انسان سے غیرت اس وقت صادر ہوتی ہے جب وہ اپنے اوپر یا اپنے اہل پر کسی ناپسندیدہ چیز کو وارد ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے اور ان کے حال پر جو عنایت ہے اس کی بنا پر بندوں کو گناہوں اور محرمات سے منع فرماتا ہے تاکہ وہ بارگاہِ قرب سے دور نہ ہو جائیں، جیسے کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے یہی زجر و توبیخ اس کی غیرت ہے۔

۳۱۶۵ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ
قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ
رَاَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِيْ
لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرُ
مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت مغیرہ[۵۶] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا: اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو اس پر تلوار کا وار کروں گا، چوڑائی سے نہیں[۵۷] یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا: کیا تم سعد کی غیرت

سَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَّ اللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَ اللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ وَ مِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ. وَ لَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَ الْمُبَشِّرِيْنَ وَ لَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سے تعجب کرتے ہو؟ بخدا! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت ہی ہے کہ اس نے تمام ظاہر و باطن بدکاریوں[۵۳] کو حرام فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں ہے، اسی لیے ڈر اور خوش خبری سنانے[۵۴] والے پیغمبر بھیجے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو ستایش پسند نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا[۵۵]۔

(صحیحین)

---

[۵۱] مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

[۵۲] بلکہ دھار کی طرف سے ــــــ صفح ہر چیز کی جانب کو کہتے ہیں، صفح انسان، اس کا پہلو، اور صفح سیف، تلوار کی چوڑائی، صاد پر زبر اور پیش، چوڑی تلوار کی چوڑائی اصفاح چوڑا کرنا اور چوڑائی میں تلوار مارنا، مُصْفِح فار کے نیچے زیر اور زبر دونوں طرح روایت ہے، فار کے نیچے زیر ہو تو یہ تلوار مارنے والے کی صفت اور اس کا حال ہے اور زبر ہو تو یہ تلوار کا حال ہے، فار کو تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

[۵۳] فحش فار پر زبر، برائی کا حد سے گزر جانا، فاحش ہر وہ برائی جو حد سے گزر جائے، اور فاحشہ کا استعمال زنا کے معنی میں بھی ہوتا ہے، اس جگہ مطلق گناہ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ کا گناہوں کو حرام فرمانا اور ان سے دنیا و آخرت میں سزا کا متعلق کرنا اس کی غیرت کی بنا پر ہے تاکہ بندہ کسی مصیبت اور ناپسندیدہ حالت میں مبتلا نہ ہو جائے اور بارگاہِ قرب و رحمت سے دور نہ ہو جائے۔

[۵۴] اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنانے والے اور اس کے ثواب کی خوشخبری سنانے والے ــــــ صراح میں ہے کہ عذر کا معنی ہے بہانہ اور معذور قرار دینا، بعض علما نے فرمایا کہ اس جگہ عذر سے مراد اِعْذَار ہے، ہمزہ کے نیچے زیر، جس کا معنی عذر کا زائل کرنا اور اس کا قبول کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو اس لیے بھیجا تاکہ بندوں

کے لیے عذر کا موقع نہ رہ جائے، جیسے کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔

۵۵ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے اور بندے اس پر شکر ادا کریں اور اس کی مدح و ثنا کریں، یا یہ مطلب ہے کہ جب اس نے بندوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی رغبت دلائی ہے تو بندے کثرت سے سوال کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔

۳۱۶۶/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَغَارُ وَ غَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا یَاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے[۱] اور اللہ تعالیٰ کی غیرت اس لیے ہے کہ مومن وہ کام نہ کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ (صحیحین)

[۱] یعنی غیرت اللہ تعالیٰ کی صفت اور بندہ مسلمان بھی یہ صفت رکھتا ہے۔

۳۱۶۷/۸ وَعَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِیْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَ اِنِّیْ اَنْكَرْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِیْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰی تَرٰی ذٰلِكَ جَآءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا

ان ہی سے روایت ہے ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میری بیوی نے سیاہ بچہ جنا ہے اور میں نے اس کا انکار کر دیا ہے[۱]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا: ان کے رنگ کیسے ہیں؟ عرض کیا سرخ ہیں[۲]، فرمایا کیا ان میں کوئی سیاہ فام بھی[۳] ہے؟ عرض کیا ان میں خاکستری رنگ کے بھی ہیں[۴]۔ فرمایا: تمہارے خیال میں یہ رنگت ان میں کہاں سے آ گئی[۵]؟ عرض کیا کسی رگ نے انہیں کھینچ لیا ہے[۶]۔ فرمایا ہو سکتا ہے اس بچے کو بھی کسی رگ نے کھینچ

عِرْقٌ نَزَعَهٗ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهٗ فِي الْاِنْتِفَآءِ مِنْهُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لیا ہو؎۷ اور اس اعرابی کو بچے سے قطع تعلقی کی اجازت عطا نہ فرمائی ۔

(صحیحین)

؎۱ کیونکہ بچے کی میرے ساتھ مشابہت نہیں ہے ۔

؎۲ حمر میم ساکن ہو تو اَحْمَرَ (سرخ) کی جمع ہے اور میم پر پیش ہو تو حِمَارٌ (گدھا) کی جمع ہے ۔

؎۳ ورقہ دوسرے رنگ میں ملی ہوئی سیاہی، راکھ ایسی، یہ رنگ اونٹوں اور کبوتروں میں ہوتا ہے اسی لیے کبوتری کو وَرْقَاءُ کہتے ہیں ۔

؎۴ وُرُقٌ واؤ پر پیش اور را ساکن، اورق کی جمع ہے جیسے اُحْمَرُ کی جمع حُمْرٌ ہے ۔

؎۵ حالانکہ جن اونٹوں سے یہ پیدا ہوئے ہیں وہ سب سرخ ہیں ۔

؎۶ یعنی ان کی اصل میں کوئی اونٹ اس رنگ کا ہوا ہے اور یہ اونٹ اپنی اسی اصل پر گئے ہیں اور اس کے مشابہ پیدا ہوئے ہیں ۔

؎۷ اور اپنے جیسا بنا لیا ہو، اسی لیے اس کا رنگ سیاہ ہے ۔

۳۱۶۸/۹ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ ابْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ اِنَّهٗ ابْنُ اَخِيْ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ اَخِيْ فَتَسَاوَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَخِيْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص؎۱ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا مجھ سے ہے؎۲، تو تم اسے اپنے قابو میں کر لینا، پھر جب فتح مکہ کا سال تھا تو سعد نے اس لڑکے کو پکڑ لیا؎۳ اور کہا کہ وہ میرا بھتیجا ہے، عبد بن زمعہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی ہے؎۴، تو دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا سعد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے بھائی؎۵ نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ

زَمْعَةَ اَخِيْ وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِيْ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِيْ مِنْهُ لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کی لونڈی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! وہ تیرے لیے ہے[۶]، بچہ صاحب فراش کا ہے[۷] اور زانی کے لیے پتھر ہے[۸]، پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ کو فرمایا: تم اس سے پردہ کرو[۹]، کیونکہ آپ نے بچے کی عتبہ کے ساتھ مشابہت محسوس فرمائی[۱۰] تھی، پھر اس لڑکے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تیرا بھائی ہے، اے عبد بن زمعہ! کیونکہ وہ بچہ ان کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا[۱۱]۔

(صحیحین)

---

[۱] سعد بن ابی وقاص، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ان کا بھائی عتبہ بعض علماء کے نزدیک صحابی ہے۔ اسی نے اُحد کے روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک اور دندان شریف زخمی کیا تھا، ابو نعیم کہتے ہیں، بعض متاخرین نے اس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے، مجھے اس کے اسلام کا علم نہیں ہے اور متقدمین میں سے کسی نے اس کا ذکر صحابہ میں نہیں کیا، اسی طرح اسد الغابہ میں ہے۔

[۲] زمعہ زا پر زبر، میم ساکن اور اس پر زبر بھی پڑھی جا سکتی ہے، ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ______ عتبہ نے اس لونڈی کے ساتھ بطور زنا وطی کی تھی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ جب زانی دعویٰ کرے تو ولد الزنا کا نسب اس سے ثابت ہو جاتا ہے جیسے کہ جاہلیت کا رواج تھا، اس لیے فوت ہوتے وقت وصیت کی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

[۳] جیسے کہ ان کے بھائی نے وصیت کی تھی۔

[۴] جو میرے باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔

[۵] عتبہ نے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی تحویل میں لے لینا۔

[۶] اور تمہارا بھائی ہے۔

[۷] بچہ اس شخص کا ہے کہ عورت جس کی فراش ہے۔

[۸] اس سے مراد رجم ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

[۹] آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو فرمایا کہ اگرچہ شرعاً وہ تمہارا بھائی ہے تاہم اس سے پردہ کرو۔

[۱۰] اگرچہ مشابہت اور قیافہ، حکم شریعت میں معتبر نہیں ہے لیکن پرہیزگاری اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ تم اس کے سامنے نہ جاؤ۔

[۱۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ راوی کا کلام ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں اس لیے فیصلہ دیا کہ وہ بچہ ان کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔

۳۱۶۹ ۱۰ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّهُوَ مَسْرُوْرٌ فَقَالَ اَیْ عَائِشَةُ اَلَمْ تَرٰی اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَاٰی اُسَامَةَ وَ زَيْدًا وَّ عَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَ بَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس خوش خوش تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! تمہیں معلوم نہیں کہ مجزز مدلجی[۱] آیا، جب اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا تو ان دونوں پر کمبل ڈالا ہوا تھا[۲]۔ انہوں نے اپنے سر ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں کھلے تھے۔ تو اس نے کہا: یہ قدم بعض، بعض کی جز ہیں[۳]۔

(صحیحین)

[۱] مجزز میم پر پیش، جیم پر زبر، پہلی زا مشدد کے نیچے زیر۔ مدلجی میم پر پیش، دال ساکن، لام کے نیچے زیر آخر میں جیم، قبیلہ مدلج کی طرف نسبت، ایک شخص کا نام جو علم قیافہ میں یکتائے زمانہ تھا، کسی شخص کی صورت دیکھ کر اس کے اوصاف اور احوال معلوم کر لیتا تھا۔

[۲] اور وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے ——— صراح میں ہے قطیفہ لیٹی ہوئی چادر کو کہتے ہیں اور قطیفہ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں۔

ف۳ مجزز مدلجی نے کہا ان پاؤں والے دونوں شخص آپس میں باپ اور بیٹا ہیں اور ان میں کلیت اور جزئیت کی نسبت پائی جاتی ہے ——— خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے، سفید فام اور خوبصورت تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیاہ رنگ تھے اور اپنی والدہ ام ایمن کے مشابہ واقع ہوئے تھے اور وہ سیاہ رنگ کنیز تھیں، منافق حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرتے تھے کہ ایسے باپ سے ایسا بیٹا کس طرح پیدا ہو گیا؟ جب اس قیافہ شناس نے فیصلہ دے دیا کہ یہ دونوں باپ اور بیٹا ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسرور ہوئے کیونکہ اس قیافہ شناس کی بات عربوں کے نزدیک تسلیم کی جاتی تھی اور اس طرح منافقوں کا اعتراض ختم ہو گیا ——— اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیافہ شناس کا قول احکام شریعت اور نسب کے ثابت کرنے میں معتبر ہو، یہ ہمارا مذہب ہے امام شافعی اور بعض دیگر ائمہ اسے معتبر قرار دیتے ہیں، یہاں تک کہ اگر دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور دونوں نسب کا دعویٰ کریں تو امام شافعی کے نزدیک قیافہ شناس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک وہ حکم شریعت میں دونوں کا لڑکا ہو گا اگرچہ واقع میں ایک ہی کا ہو گا۔

٣١٧٠ / ١١ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَ هُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرے حالانکہ وہ جانتا ہو[۱] تو اس پر جنت حرام ہے۔[۲]

(صحیحین)

ف۱ کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے۔

ف۲ یہ زجر اور تشدید ہے، یا اس شخص کے بارے میں ہے جو اسے حلال جانے یا یہ مطلب ہے کہ وہ مقربین اور سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

٣١٧١ / ١٢ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء سے اعراض نہ کرو[۱]، پس جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا اس نے

اَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَقَدْ ذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ
مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ
فِيْ بَابِ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ۔

[1] ان کی طرف اپنی نسبت ترک کرکے۔

[2] یہ وہ نعمت ہے جو تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

کفرانِ نعمت کیا[2]۔ (صحیحین)

حضرت عائشہ کی حدیث "مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ"، باب صلوۃ الخسوف میں بیان کردی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

۳۱۷۲/۱۳ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُلَاعَنَةِ اَيُّمَا امْرَاَةٍ اَدْخَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مَّنْ لَيْسَ مِنْهُمْ فَلَيْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَّلَنْ يُّدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهٗ وَ اَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَ هُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ احْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَ فَضَحَهٗ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ)

دوسری فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت لعان کے نازل ہونے کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت کسی قوم پر ایسے شخص کو داخل کرے جو ان میں سے نہیں[1] تو وہ اللہ تعالیٰ کی کسی شے[2] میں داخل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہرگز جنت میں داخل نہیں فرمائے گا[3] اور جو مرد اپنے بیٹے کا انکار کرے[4] حالانکہ وہ اسے دیکھتا ہے[5] تو اللہ تعالیٰ اس سے حجاب فرمائے گا[6] اور اسے اولین اور آخرین تمام مخلوق کے سامنے[7] ذلیل فرمائے گا۔

(امام ابوداؤد، نسائی، دارمی)

---

[1] یعنی وہ زنا کرتی ہے اور اس سے لڑکا پیدا ہوتا ہے جو اس قوم میں داخل ہوجاتا ہے

[2] اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی رحمت میں ——— یہ تغلیظ اور تشدید ہے اس عورت پر اس جرم کا

ارتکاب کرنے کے سبب سے۔

۵۳ یعنی مقربین، سابقین اور نیکوں کے ساتھ، اس عورت کے لیے یہ وعید ہے، اور اسے ڈر سنایا گیا ہے۔

۵۴ جو اس کی بیوی نے جنا ہے اور کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے اور عورت پر زنا کی تہمت بھی لگائے۔

۵۵ اور جانتا ہے کہ وہ اسی کا بیٹا ہے اور اسی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

۵۶ چونکہ اس نے دیدہ و دانستہ لڑکے کا انکار کیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسے اپنا دیدار عطا نہیں فرمائے گا۔

۵۷ قیامت کے دن، محشر کے میدانوں میں، یہ مرد کے لیے وعید ہے اور اسے ڈر سنایا گیا ہے جیسے کہ پہلے عورت کو ڈر سنایا گیا۔ یعنی عورت کو چاہیے کہ بدکاری نہ کرے اور مرد کو چاہیے کہ پردہ داری کرے (اور خواہ مخواہ عورت پر بدکاری کی تہمت نہ لگائے)۔

۳۱۷۳/۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيَ امْرَاَةً لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا قَالَ فَاَمْسِكْهَا اِذًا. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ رَفَعَهٗ اَحَدُ الرُّوَاةِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَحَدُهُمْ لَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِثَابِتٍ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیوی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی[1] فرمایا: اسے طلاق دے دو، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے محبت ہے[2]، فرمایا: تب پھر اسے روک رکھو، (ابوداؤد، نسائی)۔

امام نسائی نے فرمایا: ایک راوی نے اسے ابن عباس تک پہنچایا اور ایک نے اسے ان تک نہیں پہنچایا[3]۔ امام نسائی نے فرمایا: یہ حدیث ثابت نہیں ہے[4]۔

[1] یعنی جو شخص اس سے جماع کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کو اس سے نہیں بچاتی۔ لمس کا معنی چھونا، جماع کرنا، ملامست کا معنی جماع کرنا۔

[2] اس کے حسن و جمال اور میری طبیعت کے موافق ہونے کی وجہ سے

[3] جب تمہارا یہ حال ہے اور تم اس کی محبت میں بے اختیار ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی جدائی کی وجہ سے فتنے میں پڑ جاؤ لیکن اس کی حفاظت کرو اور اسے زنا اور بدکاری میں واقع ہونے سے منع کرو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی" اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص گھر میں سے کھانا وغیرہ کوئی چیز لے تو اسے منع نہیں کرتی، اس مطلب کی تائید[1] اس بات سے ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں (صراحۃً) بدکاری سے بچانے کا حکم نہیں دیا لیکن حدیث کے کلمات سے وہی معنیٰ متبادر ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔

[4] اور سند متصل کے ساتھ حدیث ان تک پہنچائی۔

[5] اور سند متصل سے روایت نہیں کی۔

[6] یعنی اس کا اتصال ثابت نہیں بلکہ منقطع ہے[2]۔

۳۱۷۴/۱۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى
اَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ
بَعْدَ اَبِيْهِ الَّذِىْ يُدْعٰى لَهٗ
اِدَّعَاهُ وَرَثَتُهٗ فَقَضٰى اَنَّ
مَنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ يَمْلِكُهَا
يَوْمَ اَصَابَهَا فَقَدْ لَحِقَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا جو لڑکا اپنے باپ[1] کی وفات کے بعد اس باپ کے ساتھ لاحق کیا گیا جس کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے، اس کے باپ کے وارثوں نے اس کا دعویٰ کیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ جو لڑکا ایسی لونڈی سے ہو۔

---

[1] غالباً صاحب مشکوٰۃ نے بھی حدیث کا پہلا معنیٰ ہی سمجھا ہے اسی لیے یہ حدیث باب اللعان میں لائے ہیں لیکن دوسرے معنیٰ کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ تو اس کو لعان کا حکم دیا نہ اسے حد قذف یعنی تہمت کی سزا دی اگر وہ زنا کا الزام دیتا تو ان دونوں چیزوں میں سے اسے کچھ کرنا پڑتا۔ ۱۲ مرآۃ۔

[2] یہ مطلب نہیں کہ اصل حدیث ہی ثابت نہیں یہ حدیث امام شافعی نے اپنی سند سے کچھ مختلف الفاظ سے نقل فرمائی۔ ۱۲ مرآۃ۔

بِمَنِ اسْتَلْحَقَهٗ وَ لَيْسَ لَهٗ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْءٌ وَ مَا اَدْرَكَ مِنْ مِّيْرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهٗ نَصِيْبُهٗ وَلَا يُلْحَقُ اِذَا كَانَ اَبُوْهُ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ اَنْكَرَهٗ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا اَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا فَاِنَّهٗ لَا يُلْحَقُ وَلَا يَرِثُ وَ اِنْ كَانَ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ هُوَ الَّذِيْ ادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِّنْ حُرَّةٍ كَانَ اَوْ اَمَةٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

کہ جس دن اس کے باپ نے اس لونڈی سے جماع کیا تو وہ اس کا مالک تھا[2] تو وہ لڑکا اس شخص[3] سے لاحق ہو گیا جس سے وہ لاحق کیا گیا اور اسکے لاحق کرنے سے پہلے جو وراثت تقسیم کر دی گئی ہو، اس میں سے اس کے لیے کچھ حصہ نہیں ہے اور جو وراثت اس نے اس حال میں پائی کہ تقسیم نہیں کی گئی تو اس کے لیے اس کا حصہ ہے اور وہ لاحق نہیں کیا جائے گا جب کہ اس کے باپ نے انکار کیا[4] ہو جس کی طرف وہ منسوب کیا جاتا ہے اور اگر وہ ایسی لونڈی سے ہو کہ لڑکے کا باپ اسکا مالک نہیں تھا[5] یا کسی آزاد عورت سے ہو جس سے اس نے زنا کیا تھا تو وہ لڑکا لاحق نہیں کیا جائے گا[6] اگرچہ جس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے[7] اس کا دعویٰ دار ہو، وہ زنا کی اولاد چاہے آزاد سے ہو یا لونڈی سے (ابوداؤد)

[1] باپ کی اس کی طرف نسبت، دعوے اور لاحق کرنے سے اعتبار سے ہے، لحوق کا معنی ہے، دو یا اس سے زیادہ چیزوں کا آپس میں ملنا۔ استلحاق کا معنی ہے باہم جمع ہونے کو طلب کرنا، مطلب یہ ہوا کہ وارثوں نے طلب کیا اور بلایا تاکہ اسے اپنے ساتھ لاحق کریں اور اپنی طرح اسے وارث بنا دیں جیسے کہ اس کے بعد فرمایا: اَلَّذِیْ یُدْعٰی لَہٗ جس باپ کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے۔

[2] یعنی یہ جماع، حلال طریقے پر تھا اور اگر وہ ایسی آزاد عورت سے تھا جو اس کے نکاح میں تھی تو بطریق اولیٰ اس کے ساتھ لاحق ہو گا۔

[3] یعنی وارثوں کے ساتھ لاحق ہو گیا اور ان کے حق میں وارث ہو گیا، پھر اگر سب وارثوں نے اسے ملانے کا مطالبہ کیا تھا تو سب کے حق میں وارث ہو گا اور ان کا شریک ہو گا اور اگر بعض نے مطالبہ کیا تھا تو ان بعض کے حق میں ہی وارث ہو گا۔

[4] اپنی زندگی میں، چونکہ اس نے انکار کر دیا تھا تو وہ لڑکا اس کا وارث نہیں ہو گا دوسروں کے ساتھ ملانے کا کچھ اثر نہیں ہو گا، ایک روایت یَلْحَقُ صیغہ معلوم کے ساتھ ہے۔

۵۵ بلکہ وہ کسی دوسرے کی لونڈی سے ہے جس کے ساتھ اس نے زنا کیا تھا۔

۵۶ اور اسے میت کے ساتھ لاحق کرنا جائز نہیں ہوگا، اس جگہ بھی ایک روایت میں یُلْحَقُ صیغہ معلوم کے ساتھ ہے۔

۵۷ یعنی باپ ـــــــ یہ گزشتہ حکم کی تاکید ہے کہ زنا کی صورت میں لاحق کرنا جائز نہیں ہے، یعنی زنا کی اولاد کے بارے میں اگر زانی اپنی زندگی میں خود بھی دعوے کرے تو وہ وارث نہیں ہوگی چہ جائے کہ اس کے وارث اسے لاحق کریں کیونکہ ولدزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا خواہ وہ آزاد عورت سے ہو یا لونڈی سے اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر آزاد منکوحہ عورت سے ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا اور بلاشبہ وارث ہوگا جیسے کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا اسی لیے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

$\frac{۳۱۷۵}{۱۶}$ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللهُ فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ فَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَّاِنَّ مِنَ الْخُيَلَاۗءِ مَا يُبْغِضُ اللهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللهُ فَاَمَّا الْخُيَلَاۗءُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهٗ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُ فَاخْتِيَالُهٗ فِي الْفَخْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْبَغْيِ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت جابر بن عتیک[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے، لیکن وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے یہ وہ غیرت ہے جو شک وشبہ[۲] کی جگہ میں ہو اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے وہ غیرت ہے جو شک وشبہ کی جگہ کے علاوہ ہو[۳]، اور ایک ناز وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے اور ایک وہ ناز[۴] ہے جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے لیکن وہ ناز جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے وہ ناز ہے جو انسان جنگ اور خیرات[۵] کے وقت کرے اور وہ ناز جسے وہ ناپسند رکھتا ہے وہ انسان کا فخر میں ناز کرنا ہے[۶] اور ایک روایت میں ہے ظلم وستم میں ناز کرنا ہے

(امام احمد، ابوداؤد)

وَ النَّسَائِيُّ)

نسائی)

ھ۱ جابر بن عَتِیک بروزن عتیق، انصاری اور مدنی صحابی ہیں بدر اور دوسری تمام جنگوں میں حاضر ہوئے تقریب میں فرمایا، جلیل القدر صحابی ہیں جنگ بدر میں حاضر ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ۶۱ھ میں اکانوے سال کی عمر میں وصال ہوا۔

ھ۲ جیسے کہ کسی شخص کی بیوی یا لونڈی اجنبی مردوں کے پاس جاتی ہو یا اجنبی مرد اس کے پاس آتے ہوں اور ہنسی مزاح وغیرہ کرتے ہوں۔

ھ۳ جیسے کہ بغیر کسی ثبوت اور علامت کے مرد کے دل میں بدگمانی پیدا ہو جائے، ریب را پر زبر، شک رِیْبَۃٌ را کے نیچے زیر، وہ چیز جو شک اور تہمت میں ڈالے، اسی طرح صراح میں ہے۔

ھ۴ کافروں کے ساتھ جنگ کے وقت تکبر کرنا، ناز کرنا اور اکڑ کر چلنا، اپنی طاقت ظاہر کرنے اور دشمن کو معمولی اور حقیر جاننے کا اظہار کرنے کے لیے۔

ھ۵ فقراء کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آنا اور اپنی خوش حالی کا اظہار کرنا۔ (تا کہ فقراء یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں زیر بار کر دیا ہے)۔

ھ۶ فخریہ انداز میں اپنی اور اپنے آباء و اجداد کی بڑائی بیان کرنا وغیرہ ذالک۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۱۷۶/۱۷ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا ابْنِيْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دِعْوَةَ فِي الْاِسْلَامِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں شخص میرا بیٹا ہے، میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں اولاد کا ایسا دعوےٰ[۱] جائز نہیں ہے، جاہلیت کا معاملہ ختم ہو گیا[۲] بچہ فراش[۳] والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

(ابوداؤد)

۱؎ زنا کی بنا پر۔

۲؎ کہ زنا کی بنا پر اولاد کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔

۳؎ جس کی بیوی ہو یا لونڈی، اور زانی کے لیے پتھر ہے یعنی محرومیت یا سنگسار کیا جانا دِعوۃ دال کے نیچے زیر، بیٹے کا دعویٰ کرنا اور دال پر زبر ہو تو اس کا معنی اسلام کی طرف بلانا ہے، کھانے کے لیے بلانے کو دعوت کہتے ہیں دال کی زبر کے ساتھ یا پیش کے ساتھ اور زبر زیادہ مشہور اور مستعمل ہے۔

۳۱۷۷/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَ الْيَهُوْدِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَ الْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَ الْمَمْلُوْكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ۔

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چار عورتوں میں۱؎ لعان نہیں ہے۔ (۱) عیسائی عورت مسلمان کے نیچے (۲) یہودن مسلمان کے نیچے ۲؎ (۳) آزاد عورت غلام کے نیچے اور (۴) لونڈی آزاد کے نیچے ہو۳؎۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابن ماجہ)

۱؎ یعنی ان کے اور ان کے شوہروں کے درمیان، بعض نسخوں کے حواشی پر شیخ عفیف الدین کے قلم سے صحیح کی علامت کے ساتھ لکھا ہے۔ وَبَيْنَ اَزْوَاجِهِنَّ اور ان کے شوہروں کے درمیان۔

۲؎ اس مسئلے میں قاعدہ یہ ہے کہ لعان، شہادت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مرد و زن دونوں شہادت کے اہل ہوں، غلام اور کافر، گواہی دینے کے اہل نہیں ہیں، پہلی دو صورتوں کا عکس متصور نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) مسلمان عورت، عیسائی یا یہودی کے نیچے ہو، البتہ غلام میں دونوں صورتیں متصور ہیں دکہ عورت مملوکہ ہو یا مرد مملوک ہو، جیسے کہ بیان کیا گیا ہے۔

۳۱۷۸/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلًا حِيْنَ اَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يَتَلَاعَنَ اَنْ يَضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب لعان کرنے والے مرد و زن کو لعان کا حکم دیا تو ایک شخص کو فرمایا: کہ پانچویں قسم کے وقت مرد کے منہ پر ہاتھ رکھ دے۱؎

الْخَامِسَةِ عَلٰى فِيْهِ وَ قَالَ اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

اور فرمایا: یہ شہادت واجب کرنے والی ہے۱۶۔

(نسائی)

۱۵ تا کہ وہ گواہی نہ دے اور اس کی تعداد مکمل نہ کرے، اس سے پہلی شہادتوں میں اس کے منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ احتمال تھا کہ وہ خود رجوع کرے اور خاموشی اختیار کرلے چونکہ پانچویں گواہی میں تعداد مکمل ہورہی تھی اس لیے منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا تا کہ مکمل نہ کرے۔

۱۶ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گواہی واجب کرنے والی ہے جدائی کو یا گناہ کو اگر وہ جھوٹا ہو، مقصد اسے ڈرانا تھا تا کہ وہ گواہی مکمل کرنے سے باز آجائے۔

۳۱۷۹/۲۰ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَرَاٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَالَكِ يَا عَائِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ وَ مَالِيْ لَا يَغَارُ مِثْلِيْ عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَعِيَ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَ مَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اَعَانَنِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے۱، تو مجھے آپ پر غیرت آئی۲ پھر آپ تشریف لائے۳ تو آپ نے دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۴ اور فرمایا: عائشہ! تمہیں کیا ہے۵؟ کیا تم غیرت کھا گئیں۶، میں نے عرض کیا: کیا وجہ ہے؟ کہ مجھ ایسی خاتون آپ ایسی ہستی پر غیرت نہ کھائے۷، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا شیطان تمہارے پاس آگیا۸ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا، کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا، ہاں۹۔ میں نے عرض کیا اور آپ کے ساتھ۱۰؟ فرمایا: ہاں۔ لیکن اس کے خلاف اللہ تعالیٰ نے میری امداد فرمائی۱۱ یہاں تک کہ میں محفوظ رہتا ہوں۱۲۔

(مسلم)

---

۱ یہ ان کی باری کی رات تھی، یہ واقعہ شعبان کی پندرہ تاریخ کو پیش آیا جیسے کہ احادیث میں آیا ہے اور

باب الاعتکاف میں بیان ہوا ۔

۵۲ کہ آپ (میری باری میں) دیگر ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جائیں ۔

۵۳ اُسی جگہ سے جہاں جانے کے ارادے سے آپ باہر تشریف لے گئے تھے ۔

۵۴ کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہی تھی. ——— یا یہ مطلب ہے کہ ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں تشریف لے گئے تھے وہاں سے واپس میرے پاس تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا ہوا ہے جیسے کہ پندرہ شعبان کے واقعہ کی حدیث میں آیا ہے ۔

۵۵ اور تم کیا کر رہی ہو؟ ۔

۵۶ اور تم نے خیال کیا کہ میں تمہارے حجرے سے نکل کر کسی دوسرے حجرے میں چلا جاؤں گا ۔

۵۷ مجھ ایسی خاتون جو والہانہ محبت والفت رکھنے والی ہو، آپ ایسی ہستی پر غیرت نہ کھائے جو صاحب کمال وجمال بھی ہے اور نبی اور برگزیدہ بھی ہے ۔

۵۸ جس نے تمہیں اس خیال اور بھنور میں ڈالا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ تم گمان کرتیں کہ ہم تمہاری باری میں تمہارے ساتھ بے انصافی کریں گے ۔

۵۹ تمہارے ساتھ شیطان ہے ۔

۶۰ بھی شیطان ہے ۔

۶۱ اور مجھے میرے شیطان (ہمزاد) پر غالب فرمایا ۔

۶۲ یا یہ معنی ہے کہ وہ فرمانبردار ہو گیا ہے یا یہ کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے ۔ مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ہم معصوم ہیں اس موضوع پر گفتگو کتاب کی ابتدا باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے ۔

بَابُ الْعِدَّةِ

۲۵۹۔ عدت کا بیان

عدت مشتق ہے عَدٌّ سے جس کا معنی گننا ہے، عدت ان دنوں کو کہتے ہیں جنہیں عورت شمار کرتی ہے خواہ وہ دن حیض کے ہوں یا حمل کے یا اس کے علاوہ، قرآن پاک کی آیات میں اس کی قسمیں مذکور ہیں، احادیث بھی وارد ہیں اور اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۱۸۰-۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَ هُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا وَكِيْلُهُ الشَّعِيْرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَ اللّٰهِ مَالَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَآءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِیْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكِ امْرَاَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِیْ اِعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ

پہلی فصل

حضرت ابوسلمہؓ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفصؓ نے انہیں طلاق قطعی دے دی اس حال میں کہ وہ غائب تھے ابو عمرو کے وکیل نے فاطمہ کے پاس جو بھیجے جن پر وہ ناخوش ہوئیں، وکیل نے کہا خدا کی قسم! تمہارے لیے ہم پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کی تو آپ نے انہیں فرمایا: تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے، پھر انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریکؓ کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا: وہ ایسی خاتون ہیں جن کے پاس میرے اصحاب اور اقربا کا ہجوم رہتا ہے۔ تم ابن ام مکتومؓ کے پاس عدت گزارو وہ نابینا

اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهٗ اَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَ اَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِيْ فَقَالَ اَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَ اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَّا مَالَ لَهٗ اِنْكِحِيْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهٗ ثُمَّ قَالَ اَنْكِحِيْ اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهٗ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا وَّ اغْتُبِطْتُ وَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْهَا قَالَ فَاَمَّا اَبُوْجَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِّلنِّسَآءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنِيْ حَامِلًا۔

شخص ہیں۔ تم اپنے یہ کپڑے اتار دو[11]، جب تم فارغ ہو جاؤ تو ہمیں اطلاع دینا[12]، حضرت فاطمہ فرماتی ہیں جب میں فارغ ہوئی تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم[13] نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے، آپ نے فرمایا: ابوجہم تو اپنی لاٹھی کندھے ہی سے نہیں اتارتے[14]، رہے معاویہ تو وہ فقیر ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے[15]، تم اسامہ بن زید[16] سے نکاح کر لو، تو مجھے وہ اچھے نہیں لگے[17]، آپ نے پھر فرمایا: اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا[18]۔ اللہ تعالیٰ نے اس[19] میں بھلائی عطا فرمائی اور مجھ پر رشک کیا گیا[20]، حضرت فاطمہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابوجہم عورتوں کو بہت مارنے والا ہے۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ تم حاملہ ہو[21]۔

---

[1] ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف اکابر تابعین میں سے جلیل القدر عالم، مدینہ منورہ کے سات فقیہوں میں سے ایک اور حدیث کی کثرت سے روایت کرنے والے ہیں۔

[2] فاطمہ بنت قیس فہریہ، قرشیہ، ابتدائی ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں، جمال و کمال اور عقل کی جامع تھیں۔

[3] ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ صحابی ہیں اور حضرت فاطمہ کے شوہر تھے۔

[4] جس نے نکاح کا تعلق منقطع کر دیا، البتہ کا معنی قطع ہے اور اس سے مراد تین طلاقیں ہیں۔

[۵] تاکہ عدت کے دنوں میں ان سے کام چلائیں ۔

[۶] ان کے خیال میں یہ جو کم تھے ، سخط کا معنی غصے ہونا ، ناراض ہونا اور کسی کے عطیے کو کم جاننا ، بعض نسخوں میں ہے ۔ فَتَسَخَّطَتْهُ

[۷] کیونکہ تمہیں طلاق قطعی دی جاچکی ہے اور یہ بھی تمہیں دے رہا ہوں بطور احسان ہے اور اعزازی ہے

[۸] ام شریک شین پر زبر ، صحابیہ ہیں جو دولت مند تھیں ، ان کا نام خولہ بنت حکیم ہے ۔

[۹] وہ ان کی دعوت کرتی ہیں ، ان کا گھر عدت گزارنے کے لائق نہیں ہے ، کیونکہ وہ دولت مند ، نیک اور صاحب فضیلت و کرم تھیں ، لوگ ان کی زیارت کو جاتے تھے اور وہ ان کی دعوت کرتی تھیں ۔

[۱۰] مشہور صحابی ہیں ۔

[۱۱] یعنی زیب و زینت والے کپڑے عدت کے دنوں میں نہ پہنو ، بعض حضرات نے اسی طرح کہا ہے ، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم وہاں (دوپٹہ وغیرہ) کپڑے پہن کر یا اتار کر وقت بسر کر سکتی ہو کیونکہ وہاں کوئی نہیں ہوگا جس کی نگاہوں سے بچنے کی تمہیں فکر ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ——— بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے جب کہ وہ اسے نہ دیکھ رہا ہو ۔ صحیح قول جمہور ہی کا ہے کہ یہ حرام ہے ، ارشاد ربانی ہے ۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ۔ ایمان دار عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے ۔ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا کیا تم دونوں اندھی ہو ، حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا حضرت ابن ام مکتوم کی طرف دیکھنا جائز تھا ، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابن ام مکتوم کے پاس تم محفوظ رہو گی کوئی غیر تمہاری طرف دیکھ نہیں سکے گا ، کیونکہ ان کے گھر میں لوگوں کی آمد و رفت نہیں ہے جیسے کہ ام شریک کے گھر میں آنا جانا رہتا ہے ، البتہ تمہارے لیے نگاہیں جھکانے کا حکم بدستور ہے ۔ جیسے کہ آیت مبارکہ اور حضرت ام سلمہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح بیان کیا گیا ہے ۔

[۱۲] جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو ہمیں اطلاع دینا تاکہ ہم تمہارے نکاح کے بارے میں غور و فکر کریں ۔

[۱۳] قرشی اور عدوی صحابی ہیں ۔ ——— میرے لیے کیا حکم ہے ۔

[۱۴] یعنی سخت مزاج شخص ہیں جو عورتوں کو مارتے ہیں ۔

[۱۵] کیونکہ ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرچ کرنے کے معاملے میں ہاتھ کھینچ کر رکھتے تھے اور ان کے اہل و عیال کو بھی ان سے شکایت رہتی تھی ——— صعلوک صاد پر پیش ، درویش ۔ تَصَعْلُكٌ درویشی ——— مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں نکاح کے لائق نہیں ہیں ——— اس سے معلوم ہوتا ہے جس سے مشورہ لیا جائے

اسے امین ہونا چاہیے، یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغام نکاح کے وقت مرد ہو یا عورت کے عیب کا ذکر کیا جاسکتا ہے تاکہ دوسرا فریق نقصان اور مشقت میں واقع نہ ہو۔

۵۱۶ حضرت اسامہ بن زید، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کے بیٹے ہیں۔

۵۱۷ یہ بات حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہی، کیونکہ وہ سیاہ فام تھے اور یہ فاطمہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں اور حسینہ تھیں، لیکن حضرت اسامہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب اور مقرب بارگاہ تھے۔

۵۱۸ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے۔

۵۱۹ حضرت اسامہ میں یا اس نکاح میں۔

۵۲۰ یعنی میری یہ کیفیت ہوگئی کہ لوگوں نے مجھ پر رشک کیا (اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کتنی برکتیں ہیں؟)۔

۵۲۱ حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عورت تین طلاقوں کی عدت گزار رہی ہو اس کے لیے نان و نفقہ ہے اور نہ ہی رہائش۔ نفقہ کی نفی تو خود صراحۃً مذکور ہے، رہائش کی نفی اس لحاظ سے کہ اگر رہائش ہو تو مرد کے گھر میں ہوگی نہ کہ دوسروں کے گھر میں، یہی ابن عباس اور امام احمد کا مذہب ہے امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کے لیے رہائش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَسۡکِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ، انہیں وہیں ٹھہراؤ جہاں خود ٹھہرو، لیکن پیش نظر حدیث کے مطابق نفقہ نہیں ہے، امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر ائمہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی موافقت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس عورت کے لیے نفقہ بھی ہے اور رہائش بھی، حضرت عمر نے فرمایا: میں ایک عورت کے کہنے پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس عورت نے یاد رکھا یا بھلا دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان "لَيۡسَ لَكِ نَفَقَةٌ" سے مراد وہ نفقہ ہے جو حضرت فاطمہ طلب کر رہی تھیں، مطلق نفقہ مراد نہیں ہے، حضرت فاطمہ کی دوسرے گھر میں رہائش کا ہو سکتا ہے کوئی سبب ہو، یہ حدیث رہائش کی نفی پر دلالت نہیں کرتی جیسے کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔

۳۱۸۱/۲ وَعَنۡ عَآئِشَةَ قَالَتۡ
اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتۡ فِیۡ مَكَانٍ
وَّحۡشٍ فَخِيۡفَ عَلٰى نَاحِيَتِهَا
فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ لَهَا النَّبِیُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
ہے کہ فاطمہ، خالی مکان میں تھیں[۵۲۲] تو ان کے
آس پاس[۵۲۳] پر خوف کیا گیا، اسی لیے نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں رخصت عطا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْنِیْ فِی النُّقْلَۃِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَتْ مَا لِفَاطِمَۃَ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ تَعْنِیْ فِیْ قَوْلِھَا لَا سُکْنٰی وَ لَا نَفَقَۃَ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

فرمائی یعنی منتقل[3] ہونے کی ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا، فاطمہ کو کیا ہے؟ کیا وہ اللہ سے[4] نہیں ڈرتیں؟ وہ یہ کہتی ہیں کہ ان کی عدت میں نہ رہائش تھی اور نہ خرچ[5]۔

(بخاری)

[1] جہاں کوئی دوسرا رہائش پذیر نہ تھا، وحش واؤ پر زبر حا بغیر نقطہ کے ساکن، خالی جگہ، جنگلی جانور کو جو وحش اور وحوش کہتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے (کہ وہ جنگل میں رہتے ہیں جہاں کوئی انسان نہیں رہتا) وحشت کا استعمال پریشانی اور غمگینی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[2] یعنی خود ان پر۔

[3] حضرت فاطمہ کو اپنے گھر سے دوسرے گھر یعنی حضرت ابن ام مکتوم کے گھر جانے کی اجازت عطا فرمائی اصل تو یہ تھا کہ وہ اپنے گھر میں قیام کرتیں، تنہائی کے خوف کی وجہ سے انہیں دوسری جگہ منتقل ہونے کی اجازت دی گئی۔ نُقْلَۃٌ نون پر پیش، قاف ساکن، انتقال سے بنا ہوا اسم ہے۔

[4] اور اس کے عذاب سے۔

[5] مطلب یہ کہ ان کی یہ بات غلط بیانی اور واقع کے مخالف ہے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں؟ کہ اس طرح کہتی ہیں، یہ ام المومنین عائشہ کی طرف سے حضرت فاطمہ کی روایت کا انکار ہے جیسے کہ حضرت عمر نے انکار کیا اس سے امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کی عدت گزارنے والی کے لیے رہائش بھی ہے اور خرچ بھی۔

۳۱۸۲/۳ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ اِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَۃُ لِطُوْلِ لِسَانِھَا عَلٰی اَحْمَائِھَا۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے ہی منتقل کی گئیں[1]

(شرح السنۃ)

[1] مکان میں تنہا ہونے کے علاوہ یہ دوسری وجہ ہے، اَحْمَا، شوہر کی طرف سے عورت کے رشتے دار۔

۳۱۸۳ / ۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِيْ ثَلَاثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّهٗ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں[1] تو انہوں نے اپنی کھجور کا پھل توڑنا چاہا[2] تو ایک شخص نے انہیں نکلنے سے منع کیا[3]، وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں[4] تو آپ نے فرمایا، ہاں[5]! تم اپنی کھجور کے پھل توڑ سکتی ہو کیونکہ قریب ہے کہ تم صدقہ کرو یا کوئی اور نیکی کا کام کرو[6]

(مسلم)

[1] اور وہ عدت گزار رہی تھیں۔

[2] تجدّ تا پر زبر، جیم پر پیش اور دال مشدد، یہ مشتق ہے جداد سے. جیم پر زبر اور اس کے نیچے زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، اس کا معنیٰ ہے درخت سے کھجوروں کا کاٹنا، جیسے کہ صرام بے نقطہ صاد کے ساتھ اور قطاف قاف کے ساتھ، اور کھیتی میں حصَاد کہتے ہیں۔

[3] انہیں علم نہ تھا کہ عدت میں گھر سے نکلنا جائز ہے۔

[4] اور عرض کیا کہ میں عدت گزار رہی ہوں اور مجھے کھجور کا پھل اتارنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہے میرے لیے کیا حکم ہے باہر جاؤں یا نہ؟

[5] تم باہر جا سکتی ہو۔

[6] ہو سکتا ہے کہ تم کھجوروں کو صدقہ میں دو اگر وہ نصاب کی حد کو پہنچ جائیں یا کسی پر احسان کرو اگر نصاب سے کم ہوں۔ پس صدقہ سے مراد فریضہ زکوٰۃ ہوگا اور نیکی سے مراد نفلی خیرات، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے مراد فقیروں کو دینا ہو اور نیکی سے مراد فقیروں کے علاوہ دیگر افراد کو ہدیہ پیش کرنا ہو، یا کلمہ اَوْ شک کے لیے ہو، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت گزارنے والی عورت باہر جا سکتی ہے خصوصًا جبکہ کارِ خیر کے لیے ہو[1]۔

---

[1] خیال رہے کہ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لیے گھر سے باہر نہیں جا سکتی کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں اور عدت وفات میں مزدوری کے لیے دن میں باہر جا سکتی ہے رات گھر میں گزارے کیونکہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں۔ یہاں مزدوری کے واسطے نکلنا نہ تھا بلکہ اپنے مال کی حفاظت کے لیے تھا اس مجبوری میں اب بھی نکلنا درست ہے۔ بشرطیکہ رات گھر میں گزارے ۱۲ مرآۃ۔

۳۱۸۴/۵ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ).

حضرت مسور بن مخرمہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ[۲] نے اپنے شوہر[۳] کی وفات کے چند راتوں کے بعد بچہ[۴] جنا، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح[۵] کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اجازت عطا فرمادی[۶] تو انہوں نے نکاح کرلیا۔ (بخاری)

[۱] حضرت مسور بن مخرمہ کم عمر صحابی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے ہیں، ہجرت کے دو سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور آٹھویں سال مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

[۲] سبیعہ سین پر پیش، با پر زبر، یا ساکن الاسلمیہ صحابیہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، ان سے حضرت ابن عمر اور دیگر حضرات روایت کرتے ہیں۔

[۳] ان کا نام ہے سعد بن خولہ خا پر زبر، واو ساکن۔

[۴] نفست نون پر پیش اور زبر دونوں طرح روایت ہے اور فا کے نیچے زیر ہے۔

[۵] دوسرے شوہر سے۔

[۶] کیونکہ حاملہ کی عدت، بچے کی پیدائش ہے خواہ اس کا شوہر فوت ہوا ہو یا اسے طلاق دی گئی ہو، یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے، امام شافعی کے نزدیک اگر حاملہ کا شوہر فوت ہوا ہو تو اس کی عدت وہ ہے جو دو عدتوں (تین طہر یا بچے کی پیدائش) میں سے طویل ہو، یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، اس مسئلے کی تحقیق اصول فقہ کی کتابوں میں کی گئی ہے۔

۳۱۸۵/۶ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ لگائیں[۱]؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ
لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا كُلَّ
ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ
اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ
وَ عَشْرٌ وَ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰكُنَّ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ
عَلٰى رَاْسِ الْحَوْلِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا، نہیں اس عورت نے دو یا تین بار سوال کیا ہر دفعہ آپ فرماتے: نہیں[2] پھر فرمایا: عدت صرف چار مہینے دس دن ہے[3] تم میں سے ایک عورت زمانہ جاہلیت میں سال پورا کر کے مینگنی پھینکتی تھی[4] ۔

(صحیحین)

[1] ایک روایت میں ہے تَكْحُلُهَا تا کے ساتھ، یعنی وہ لڑکی اپنی آنکھوں میں سرمہ لگائے، تکحل حا پر پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں باب نصر اور فتح سے۔

[2] سرمہ نہ لگانا سوگ کی پاسداری کے لیے ہے، شوہر کی وفات کے بعد خوشبو، سرمہ نہیں لگائے گی اور زیب و زینت نہیں کرے گی، سرمہ لگانے میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک آنکھیں دکھ رہی ہوں تو رات کو سرمہ لگائے اور دن کے وقت صاف کر دے، امام احمد کے نزدیک بالکل جائز نہیں ہے، ہمارے نزدیک عذر ہو تو دن اور رات دونوں میں لگا سکتی ہے عہ۔ اس حدیث کا ظاہر امام احمد کے مذہب کے موافق ہے۔

[3] لہذا اس مدت تک صبر کرنا چاہیے، اس سے پہلے سوگ ختم نہیں کرنا چاہیے، یا یہ مطلب ہے کہ چار مہینے دس دن کوئی زیادہ مدت تو نہیں ہے پھر بے چینی کیوں؟ ــــــ لفظ عشر مرفوع ہے جیسے کہ ظاہر عبارت کا تقاضا ہے (اس کا عطف ہے اربعۃ پر)۔ کتب حدیث میں زبر کے ساتھ ہے لفظ قرآن کی موافقت کی گئی ہے، پھر اشارہ فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں عدت پورا سال ہوتی تھی اس کے علاوہ کئی مضحکہ خیز چیزیں لازم ہوا کرتی تھیں جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[4] عدت سے باہر آتے وقت ــــــ بَعْرَةٌ بار پر زبر، عین ساکن، اونٹ اور بکری کی مینگنی ــــــ کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند ہو جاتی، انتہائی گھٹیا قسم کے کپڑے پہنتی اور پورا سال نہ خوشبو لگاتی اور نہ ہار سنگھار کرتی، اس کے بعد گدھا یا بکرا لایا جاتا جس کے

عہ ہمارے ہاں بھی بیماری میں دوا لگانا درست ہے بشرطیکہ سرمہ کے سوا اور کوئی دوا مفید نہ ہو، یہاں دوسری دوا مفید ہو گی اس لیے منع فرما دیا ۱۲ مرآۃ۔

ساتھ وہ اپنی شرم گاہ کو چھوتی اور اس کوٹھڑی سے باہر آجاتی، اس کے ہاتھ میں چند مینگنیاں دی جاتیں جنہیں پھینک کر وہ عدت سے باہر آجاتی۔

٣١٨٦/٧ وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے کہ اس پر چار مہینے دس دن سوگ منائے گی[۲]۔

(صحیحین)

[۱] دونوں امہات المومنین میں سے ہیں۔

[۲] تحد تا پر پیش اور حار کے نیچے زیر، روایت اسی طرح ہے۔ لغت میں تا پر زبر اور حار کے نیچے زیر، اور اس پر پیش بھی آئی ہے، حد اور حداد کے نیچے زیر، سیاہ یا نیلے، سوگ کے کپڑے پہننا۔

٣١٨٧/٨ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَاَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَلَا

حضرت ام عطیہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے، مگر شوہر پر چار ماہ دس دن، اور رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے مگر چکبرا[۲]۔ سرمہ نہ لگائے اور خوشبو نہ لگائے مگر جب پاک ہو تو[۳] ایک ٹکڑا قسط[۴] یا اظفار کا۔

(صحیحین)

امام ابوداؤد نے اضافہ کیا کہ

يَخْتَضِبُ ۔

رنگین نہ کرے[۵۶]۔

۵۱ حضرت ام عطیہ جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد میں شریک ہوکر زخمیوں کا علاج معالجہ اور بیماروں کی تیمارداری کیا کرتی تھیں، بصرہ تشریف لے گئی تھیں اس لیے اہل بصرہ کو ان سے حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا، ان کا نام نسیبہ ہے نون پر پیش، سین پر زیر، یاء ساکن اس کے بعد باء۔

۵۲ عصب عین پر زبر، صاد ساکن، یہ دونوں حرف بے نقطہ ہیں، وہ کپڑا جس کا دھاگہ بننے سے پہلے رنگا گیا ہو اور ایسا کپڑا زینت میں شمار نہیں کیا جاتا، فقہا کی تصریح کے مطابق ایسا کپڑا مردوں کے لیے بھی جائز ہے۔

۵۳ حیض سے۔

۵۴ قسط قاف پر پیش، سین ساکن، خوشبودار لکڑی جو ہندوستان میں پائی جاتی ہے، عرب میں بھی پائی جاتی ہے اور دواؤں میں استعمال کی جاتی ہے، قاف کی جگہ کاف اور طاء کی جگہ تاء بھی آتی ہے۔ (کُسْت)۔

۵۵ اظفار جمع ہے ظُفُرٌ (ناخن)، کی خوشبو کی ایک قسم جس کے ساتھ دھونی دی جاتی ہے۔ آدمی کے ناخن کے مشابہ ہوتی ہے اسے عورتیں استعمال کرتی ہیں۔

۵۶ یعنی بالوں اور ہاتھوں کو مہندی نہ لگائے ـــــــــ شوہر پر عورت کے سوگ منانے میں حکمت یہ ہے کہ وہ اس کی وفات پر اظہار افسوس کرتی ہے، برخلاف طلاق والی عورت کے کہ شوہر نے اسے طلاق دے کر وحشت زدہ کیا ہے، چار ماہ دس دن کی تخصیص کی وجہ شارع کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، جیسے کہ ہر جگہ اعداد کا یہی حکم ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۱۸۸/۹ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَّهِيَ اُخْتُ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَآءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوسری فصل

حضرت زینب بنت کعب[۱] روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری کی بہن، فریعہ[۲] بنت مالک بن سنان نے انہیں بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ عَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبِقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِيْ فَإِنَّ زَوْجِيْ لَمْ يَتْرُكْنِيْ فِيْ مَنْزِلٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةَ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِيْ فَقَالَ امْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے پاس بنو خدرہ[3] میں لوٹ جائیں؟ کیوں کہ ان کے شوہر اپنے مفرور غلاموں کو تلاش کرنے گئے۔ تو انہوں[4] نے انہیں شہید کر دیا فرماتی ہیں[5] میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آیا میں اپنے رشتے داروں کے پاس چلی جاؤں؟ کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ایسے مکان میں نہیں چھوڑا جس کے وہ مالک ہوں اور خرچہ بھی نہیں ہے[6]۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں[7] تو میں پلٹ گئی یہاں تک کہ جب میں گھر کے صحن[8] میں تھی یا مسجد میں[9] تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا؛ تم اپنے گھر میں رہو[10] یہاں تک کہ لکھا ہوا اپنی مدت کو پہنچ جائے[11]۔ فرماتی ہیں[12] میں نے اسی مکان میں چار مہینے دس دن عدت گزاری[13]۔

(امام مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)۔

---

[1] زینب بنت کعب انصاریہ ہیں اور بنو سالم بن عوف سے تعلق رکھتی ہیں۔

[2] فریعہ فا پر پیش، را پر زبر اور یا ساکن، صحابیہ ہیں اور بیعت رضوان میں شریک ہوئیں، ان کی حدیث اہل مدینہ کے ہاں معروف ہے

[3] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قبیلے کی طرف منسوب ہیں۔

[4] ان غلاموں نے یا ڈاکوؤں نے ——— اور مجھے وفات کی عدت گزارنی ہے۔

[5] حضرت فریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

[6] مجھے خرچ کے بغیر ایسے ہی اس مکان میں چھوڑ کر چلے گئے اور شہید ہو گئے۔

[7] تم اپنے رشتے داروں کے پاس چلی جاؤ۔

[8] صراح میں ہے حجرۃ گھر کا کنارہ

[9] یہ راوی کو شک ہے کہ انہوں نے صحن کہا یا مسجد

[10] جو تمہارا شوہر چھوڑ کر گیا ہے اگرچہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔

[11] یعنی یہاں تک کہ عدت گزر جائے، اس عبارت سے مراد وقت اور مدت کا پہنچنا ہے، عدت کو کتاب یعنی مکتوب اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ فرض کی گئی ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

[12] حضرت فریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

[13] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت گزارنے والی عورت بغیر ضرورت اور حاجت کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی۔

۳۱۸۹/۱۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْ سَلَمَۃَ وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَیَّ صَبِرًا فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا اُمَّ سَلَمَۃَ قُلْتُ اِنَّمَا ھُوَ صَبِرٌ لَیْسَ فِیْہِ طِیْبٌ فَقَالَ اِنَّہٗ یَشُبُّ الْوَجْہَ فَلَا تَجْعَلِیْہِ اِلَّا بِاللَّیْلِ وَتَنْزَعِیْہِ بِالنَّہَارِ وَلَا تَمْتَشِطِیْ بِالطِّیْبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ فَاِنَّہٗ خِضَابٌ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ اَمْتَشِطُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِالسِّدْرِ تَغْلِفِیْنَ بِہٖ رَاْسَکِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ابو سلمہ[1] کے وصال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے اوپر ایلوا[2] لگا رکھا تھا، فرمایا ام سلمہ! یہ کیا ہے[3]؟ میں نے عرض کیا یہ ایلوا ہے۔ اس میں خوشبو نہیں[4] ہے فرمایا: یہ چہرے کی رونق کو بڑھاتا ہے[5]۔ لہذا تم یہ نہ لگاؤ۔ مگر رات میں اور دن کے وقت اسے اتار دو اور خوشبو کے ساتھ کنگھی نہ کرو[6] اور نہ ہی مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی رنگ ہے[7]، میں نے عرض کیا کہ کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں[8]؟ فرمایا: بیری سے[9]، تم اس کے ساتھ سر پر لیپ کر لو[10]

(ابو داؤد، نسائی)

۵۱ ان کے شوہر۔

۵۲ صبر صاد پر زبر، بار کے نیچے زیر، بار کو ساکن بھی پڑھا جا سکتا ہے، مشہور کڑوی دوائی (مصبّر) بعض نے صاد کی زیر کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ اپنے اوپر ایلوا لگانے کا مطلب یہ ہو کہ چہرے پر لیپ کی گئی ہو جیسے کہ حدیث کی روش سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۳ استفہام انکاری کے طور پر۔

۵۴ جو سوگ میں منع ہے۔

۵۵ یَشُبُّ شین پر پیش۔ یہ چہرے کی چمک دمک کو بڑھاتا ہے ــــ شب شین پر زبر شبوب شین پر پیش، آگ کا بھڑکانا، شبوب شین پر زبر، وہ چیز جس کے ساتھ آگ روشن کی جائے، شباب بمعنی جوانی بھی اس قسم سے ہے کہ اس میں حرارت غریزی تیز اور مشتعل ہوتی ہے۔

۵۶ وہ کنگھی استعمال نہ کرو جسے خوشبو لگائی گئی ہو۔

۵۷ اور سوگ میں بالوں کو رنگنا ممنوع ہے، نیز مہندی میں خوشبو بھی ہے۔

۵۸ ہمارے ہاں خوشبو اور مہندی کے ساتھ کنگھی کرنے کا رواج ہے۔

۵۹، یعنی اس کے پتوں سے۔

۶۰۔ یعنی اتنے زیادہ سر پر ڈالو کہ تمہارے بالوں کو ڈھانپ لیں۔ جیسے غلاف ڈھانپ لیتا ہے۔ تَغَلَّفِیْنَ تا اور لام دونوں پر زبر، اصل میں تَتَغَلَّفِیْنَ تھا، بعض حضرات نے تا پر پیش اور لام کے نیچے زیر بھی پڑھی ہے۔ (تُغَلِّفِیْنَ)۔

۳۱۹۰ / ۱۱ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ سرخ رنگ کے کپڑے نہ[1] پہنے اور نہ ہی گلابی[2]، وہ نہ تو زیور[3] پہنے نہ بال[4] رنگے اور نہ ہی سرمہ لگائے۔

(ابو داؤد، نسائی)

[1] مُعَصْفَر وہ کپڑا جو عصفر سے رنگا ہو صراح میں ہے۔ عصفر سرخ رنگ کو کہتے ہیں۔

[2] الممشقہ پہلے میم پر پیش، دوسرے پر زبر، نقطوں والے شین پر زبر، آخر میں قاف، وہ کپڑے جو مشق سے

رنگے ہوئے ہوں، مشق میم کے نیچے زیر اور شین ساکن، سرخ پھول۔

[3] حلی حا پر پیش، لام کے نیچے زیر، اور یا مشدد، جمع ہے حلی کی حا پر زبر اور لام ساکن، زیور، جیسے ثُدِیٌّ اور جمع ثَدِیٌّ۔

[4] اور ہاتھ ـــــ خضب اور اختضاب رنگ کرنا اور خَضِیبٌ رنگین ہاتھ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣١٩١/١٢ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ حِيْنَ دَخَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا لَا يَرِثُهَا وَلَا تَرِثُهٗ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

تیسری فصل

حضرت سلیمان بن یسار[1] سے روایت ہے کہ احوص[2] اس وقت شام میں فوت ہوئے جب ان کی بیوی تیسرے حیض میں داخل ہو چکی تھی اور وہ انہیں طلاق دے چکے تھے[3] حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت زید بن ثابت[4] کو لکھ کر یہ مسئلہ دریافت کیا، حضرت زید نے انہیں لکھا کہ جب وہ عورت تیسرے حیض میں داخل ہوئی تو شوہر سے جدا ہو گئی[5] اور وہ اس سے جدا ہو گئے[6]۔ نہ مرد اس کا وارث[7] اور نہ وہ مرد کی وارث[8]۔

(امام مالک)

[1] اکابر تابعین اور سات فقیہوں میں سے تھے، ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام فقیہ، فاضل، عبادت گزار، متقی اور سند تھے۔

[2] احوص ہمزہ پر زبر، حا ساکن، تابعی، احمصی تھے۔

[3] عورت تین حیضوں کے ساتھ عدت گزار رہی تھی جیسے کہ عدتِ طلاق کا حکم ہے، اور اب جو اس کا شوہر فوت ہو گیا ہے تو اسے چار ماہ اور دس دن عدت گزارنی چاہیے اب وہ کیا کرے؟ نیز وہ مرد کی وارث ہو گی یا نہیں۔

[4] حضرت زید بن ثابت جلیل القدر صحابی اور ماہر میراث،

[۵] تیسرا حیض دیکھتے ہی مرد کی قید سے رہا ہو گئی۔

[۶] یعنی طلاق کی عدت مکمل ہو گئی یا تو اس لیے کہ عدت کا اکثر حصّہ گزر گیا اور یا اس لیے کہ وہ تیسرے حیض میں داخل ہو چکی ہے اور عدت وفات محض تیسرا خون دیکھنے سے ساقط ہو گئی۔

[۷] اگر مرد زندہ ہوتا اور عورت فوت ہو جاتی۔

[۸] مرد کی وفات کی صورت میں جیسے کہ اس صورت میں مذکور ہے ـــــــ حدیث کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں میراث کے بارے میں سوال کرنا مقصود تھا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے بارے میں سوال ہو کہ طلاق کی عدت گزارے یا وفات کی [۱]۔

۳۱۹۲ / ۱۳ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رُفِعَتْهَا حَيْضَتُهَا فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذَالِكَ وَاِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ التِّسْعَةِ الْاَشْهُرِ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت سعید بن مسیب [۱] سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس عورت کو طلاق دی جائے اور اسے ایک یا دو حیض آجائیں پھر اس کا حیض اس سے اٹھا لیا جائے [۲]۔ تو وہ نو ماہ انتظار کرے گی اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو اس کا حکم ظاہر ہے [۳]۔ ورنہ وہ نو ماہ کے بعد تین ماہ عدت گزارے گی [۴] پھر وہ عدت سے باہر آجائے گی۔

(امام مالک)

[۱] مشہور راوی اکابر تابعین میں سے تھے۔

---

[۱] خیال رہے کہ یہ مسئلہ حضرت زید بن ثابت کے مذہب پر ہے کیونکہ ان کے ہاں عدتِ طلاق تین طہر ہیں، تیسرے حیض پر تین طہر پورے ہو چکے تھے، حضرت عائشہ اور ابن عمر کا یہی قول ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، ابن زبیر، ابن عباس، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابو الدرداء۔ عبادہ بن صامت اور ابو موسیٰ اشعری کا مذہب یہ ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں، یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ (۱۲ مراۃ ملخصاً)

ف۲ اور منقطع ہو جائے، حیض کے اس انقطاع میں دو احتمال ہیں (۱) ناامیدی کی بنا پر منقطع ہوا ہو اور ایسی عورت کی عدت مہینوں سے ہوتی ہے (۲) یا حمل کی بنا پر ہو اور حاملہ کی عدت، بچے کی پیدائش ہے۔

ف۳ کہ بچے کی پیدائش سے عدت ختم ہو جائے گی۔

ف۴ کیونکہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے ناامید ہو جاتی ہیں۔

بَابُ الْاِسْتِبْرَآءِ

۲۶۰۔ استبراء کا بیان

لغت میں استبرار برات اور پاکی کے طلب کرنے کو کہتے ہیں، شریعت میں لونڈی کے رحم کے حمل سے خالی ہونے کے طلب کرنے کو استبراء کہتے ہیں، جو شخص خرید کر یا وصیت یا ہبہ یا وراثت سے لونڈی کا مالک ہو اس کیلئے اس سے جماع کرنا اور جماع کے وسائل بروئے کار لانا مثلاً چھونا، بوسہ لینا، بغلگیر ہونا حرام ہے جب تک ایک حیض گزار کر استبرار نہ کرے اگما سے حیض آتا ہے اور اگر حیض نہیں آتا تو ایک ماہ گزارے اور اگر حاملہ ہے بچے کی پیدائش تک انتظار کرے، استبرار واجب ہے اگرچہ لونڈی کنواری ہو یا کسی عورت یا محرم سے خریدی ہو یا وہ پہلے بچے کی ملکیت تھی، قیاس کہتا ہے کہ ان صورتوں میں استبرار واجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ استبرار میں حکمت یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم خالی ہے تاکہ دو مردوں کا نطفہ اس کے رحم میں جمع نہ ہو، یہ اس وقت ہے کہ رحم محترم پانی کے ساتھ مصروف ہو (مذکورہ صورتوں میں رحم مار محترم کے ساتھ مشغول نہیں ہو سکتا)

لیکن ائمہ دین نے نص کی بنا پر قیاس کو ترک کر دیا ہے اور وہ نص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اوطاس کے قیدیوں کے بارے میں فرمان ہے کہ خبردار! کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے جب تک کہ اولاد پیدا نہ ہو جائے اور اگر حاملہ نہیں تو وطی جائز نہیں جب تک کہ ایک حیض نہ دیکھ لے، ظاہر ہے کہ ان میں کنواری لڑکیاں بھی ہوں گی اور ایسی عورتیں بھی ہوں گی جن کا حیض بند ہو چکا ہو گا وغیر ذالک، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام حکم فرمادیا تو اس کی تخصیص قیاس کے ساتھ درست نہ ہو گی، اور حکمت ایک نوع میں ملحوظ ہوتی ہے نہ کہ ہر ہر فرد میں یہی شریعت کا ضابطہ ہے، جیسے کہ شراب کو حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ شیطان انسانوں میں دشمنی ڈال دیتا ہے

اور ان کو نماز سے روک دیتا ہے جیسے کہ نص قرآنی میں واقع ہے اس سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں شراب پیتا ہوں اور دروازہ بند کر لیتا ہوں اور کسی کے ساتھ جھگڑا مول نہیں لیتا اور نماز ترک نہیں کرتا، تخصیص میں بے ضابطگی، خبط اور لوگوں کا گھاٹا ہے، خلاصہ یہ کہ یہ امر تعبدی ہے اور حکم شریعت سے اطلاق اور عموم کے ساتھ ثابت ہے اس میں تقیید اور تخصیص جائز نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۱۹۳/۱ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَۃٍ مُجِحٍّ فَسَاَلَ عَنْھَا فَقَالُوْا اَمَۃٌ لِّفُلَانٍ قَالَ اَیُلِمُّ بِھَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَہٗ لَعْنًا یَّدْخُلُ مَعَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ کَیْفَ یَسْتَخْدِمُہٗ وَ ھُوَ لَا یَحِلُّ لَہٗ اَمْ کَیْفَ یُوَرِّثُہٗ وَ ھُوَ لَا یَحِلُّ لَہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

پہلی فصل

حضرت ابوالدردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک حاملہ عورت کے پاس سے گزرے جس کے بچے کی پیدائش قریب تھی[1]۔ تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا[2]۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ فلاں کی لونڈی ہے[3]، فرمایا، کیا وہ اس سے صحبت کرتا ہے[4]؟ عرض کیا ہاں[5]! فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اس پر ایسی لعنت بھیجوں جو اس کے ساتھ قبر میں جائے[6] وہ لڑکے سے کیسے خدمت لے گا؟ حالانکہ اس سے خدمت لینا[7] جائز نہیں یا دوسرے کے بیٹے کو کیسے وارث بنائے گا؟ حالانکہ اسے وارث بنانا جائز نہیں[8]۔

(مسلم)

---

[1] مُجِحٌّ میم پر پیش، جیم کے نیچے زیر، بے نقطہ حا مشدد، وہ عورت جس کے بچے کی پیدائش کا وقت قریب ہو اور اس کا پیٹ بڑھا ہوا ہو، یہ لفظ عام طور پر درندوں کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ صراح میں ہے اجحاح حاملہ ہونا۔

[2] کہ یہ کون ہے۔

[3] اور نئی نئی اس کی ملکیت میں آئی ہے۔

۵۴ کیا اس سے جماع کرتا ہے؟ ـــــ الممام کا معنی ہے اترنا۔

۵۵ اس سے جماع کرتا ہے۔

۵۶ یعنی ایسی سخت اور شدید لعنت کروں کہ اس کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے، لعنت کا یہ ارادہ اس لیے تھا کہ انہوں نے استبرا نہیں کیا تھا، اس کے بعد اس وجہ کی طرف اشارہ فرمایا جو استبراء نہ کرنے پر لعنت بھیجنے کا تقاضا کرتی ہے چنانچہ فرمایا: كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهٗ۔

۵۷ اور اسے غلام بنانا جائز نہیں ہے۔

۵۸ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب استبراء کے بغیر لونڈی سے وطی کرے اور اتنی مدت میں لڑکا پیدا ہو جائے جس میں احتمال ہو کہ وہ سابق شوہر کا ہو مثلاً چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے اور وطی کرنے والا نسب کا اقرار کر لے کہ یہ میرا بیٹا ہے) تو دوسرے کے بیٹے کو وارث بنانا لازم آئے گا اور یہ حرام ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکا وطی کرنے والے کا ہو پس اگر اس کے نسب کا اقرار نہیں کرتا تو وہ لڑکا غلام بن جائے گا، اس سے اپنی اولاد کو خادم (اور غلام) بنانا اور نسب کا منقطع کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی حرام ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ نطفے کے اختلاط سے لازم آنے والے دو فسادوں سے بچنے کے لیے وطی نہ کرے جب تک کہ حال واضح نہ ہو جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۱۹۴/۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ
رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ سَبَایَا
اَوْطَاسٍ لَا تُوْطَأُ حَامِلٌ
حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَیْرُ ذَاتِ
حَمْلٍ حَتّٰى تَحِیْضَ حَیْضَةً۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ
وَالدَّارِمِیُّ)

دوسری فصل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوطاس[۱] کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے یہاں تک کہ بچہ جنے اور جو حاملہ نہیں اس سے وطی نہ کی جائے، یہاں تک کہ اسے ایک حیض آجائے[۲]۔

(امام احمد، ابوداؤد۔
دارمی)

---

۱ اوطاس ایک جگہ کا نام ہے جہاں فتح مکہ کے بعد جنگ ہوئی۔

۲ اگر اسے کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو ایک ماہ گزار کر استبراء کیا جائے۔ یہ قسم چونکہ نادر اور قلیل ہوتی ہے اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدی ہو جانے سے سابق

نکاح ختم ہو جاتا ہے، بظاہر یہ حکم مطلق ہے کہ اس کا زوج ساتھ ہو یا نہ ہو، یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے اور ہمارے نزدیک اگر میاں بیوی اکٹھے گرفتار ہو جائیں تو ان کا پہلا نکاح باقی رہتا ہے۔

٣١٩٥
٣
وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَسْقِيَ مَآءَهٗ زَرْعَ غَيْرِهٖ يَعْنِيْ اِتْيَانَ الْحُبَالٰى وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّقَعَ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّبِيْعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ زَرْعَ غَيْرِهٖ)

حضرت رویفع[51] بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین[52] کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنا پانی دوسرے کی کھیتی کو پلائے یعنی حاملہ[53] سے جماع کرے اور اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کسی قیدی عورت سے استبراء سے پہلے صحبت کرے اور اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ غنیمت کو تقسیم سے پہلے فروخت کرے[54]۔

(ابوداؤد) امام ترمذی نے یہ حدیث زرع غیرہ تک روایت کی۔

[51] رویفع را پر پیش، واؤ پر زبر، یا ساکن اور فاء کے نیچے زیر، انصاری صحابی ہیں اور مصریوں میں شمار کیے جاتے ہیں، سنہ ٤٦ھ میں حضرت امیر معاویہ نے انہیں طرابلس کا امیر مقرر کیا اور سنہ ٤٧ھ میں انہوں نے افریقہ میں جہاد کیا۔ سنہ ٥٦ھ۔ رقہ را کے نیچے زیر اور قاف مشدد، میں اور بعض نے کہا شام میں وصال ہوا۔

[52] فتح مکہ کے بعد واقع ہونے والے مشہور غزوہ کا نام ہے۔

[53] غیر کی کھیتی کو پانی دینے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد، حاملہ عورتوں سے جماع کرنا ہے۔

[54] ۔ یہ مال غنیمت میں (تقسیم سے پہلے) تصرف کرنے اور اس میں خیانت کرنے کی ممانعت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۱۹۶ ۴ عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ بِاسْتِبْرَآءِ الْاِمَآءِ بِحَيْضَةٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ وَ ثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيْضُ وَيَنْهٰى عَنْ سَقْيِ مَآءِ الْغَيْرِ۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر لونڈی کو حیض آتا ہو تو ایک حیض کے ساتھ استبرار کیا جائے اور اگر اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ کے ساتھ استبرار کیا جائے[1] اور منع فرمایا کرتے تھے غیر کے پانی کو پانی دینے سے[2]

[1] جمہور کا اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ایک ماہ سے استبرا ہو جاتا ہے اور ایک جماعت اس حدیث کے پیش نظر اس طرف گئی ہے کہ تین ماہ سے استبرا ہوتا ہے۔

[2] یعنی حاملہ عورتوں سے وطی کرنے سے منع فرمایا۔

۳۱۹۷ ۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ تُوْطَاُ اَوْ بِيْعَتْ اَوْ اُعْتِقَتْ فَلْتَسْتَبْرِءْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَ لَا يَسْتَبْرِئُ الْعَذْرَآءُ۔

(رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب قابل جماع لونڈی[1] ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو وہ ایک حیض سے اپنے رحم کا استبرار کرے اور کنواری لونڈی استبرار نہ کرے[2]

(امام رزین)

[1] یعنی بالغہ

[2] حضرت شریح نے اس حدیث کو اختیار کیا اور فرمایا، کہ کنواری کے لیے استبرار واجب نہیں ہے، جمہور ان کے خلاف ہیں، انہوں نے اوطاس کے قیدیوں کی حدیث کے عموم کا لحاظ کیا ہے جیسے کہ شرح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بَابُ النَّفَقَاتِ وَحَقِّ الْمَمْلُوْكِ

۲۶۱۔ نفقوں اور مملوک کے حق کا بیان

لغت میں انفاق کا معنی فنا ہونا، ختم ہونا، چلے جانا اور ہاتھ سے نکل جانا ہے۔ اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خرچ کی جائے۔ متعدد اقسام کے پیش نظر جمع کا صیغہ لایا گیا ہے مثلاً بیویوں، اولاد، والدین اور خویش و اقارب کا خرچہ، ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ عام خرچہ مراد ہے خواہ واجب ہو یا نہ، اور مملوک کے حق سے مراد کھانا کھلانا، لباس فراہم کرنا اور اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دینا ہے جیسے کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۱۹۸ / ۱ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّ لَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَ وَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ[1] نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک ابو سفیان بہت بخل سے کام لیتے ہیں اور مجھے اتنا سامان نہیں دیتے جو میرے لیے اور میری اولاد کی معیشت کے لیے کافی ہو، مگر وہ کہ ان کی بے خبری میں لے لوں[2]، فرمایا، تم اتنا مال لے لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے معروف[3] طریقے کے مطابق کافی ہو۔ (صحیحین)۔

---

[1] ہند بنت عتبہ عین پر پیش اور تا ساکن، بن ربیعہ بن عبد شمس ابن عبد مناف، عتبہ مشرکین مکہ کا سردار تھا اور یہ ہند ابو سفیان کی بیوی اور امیر معاویہ کی والدہ ہیں فتح مکہ کے سال اپنے شوہر کے بعد اسلام لائیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سابق نکاح کو برقرار رکھا، ان کے کفر کی داستان معروف ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ جب ہند بنت عتبہ ایمان لائیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک وقت وہ تھا کہ میرے نزدیک آپ کے اور صحابہ کرام کے خیموں سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی

خیمہ نہ تھا اور آج میری یہ حالت ہے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب آپ کا خیمہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۱۔ وَ ایضًا، شارحین حدیث نے اس کلمہ کے دو مطلب بیان کیے ہیں (۱) جب تمہارے دل میں ایمان راسخ ہو جائے گا تو اس سے بھی زیادہ محبت پیدا ہوگی۔ (۲) میں بھی اپنے دل میں ایسی ہی کیفیت محسوس کرتا ہوں، پہلے تم لوگ میرے نزدیک ناپسندیدہ تھے مگر اب محبوب ہو گئے ہو ——— ان کی وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئی، اسی دن حضرت ابوبکر صدیق کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال ہوا۔

۲ یعنی ان سے چوری چھپے لے لوں اور انہیں اطلاع نہ دوں۔

۳ ایسے طریقے پر جو شریعت مبارکہ میں جانا پہچانا ہو اور شریعت اس کا حکم دے یعنی بقدر حاجت۔

۳۱۹۹ / ۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَاْ بِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت جابر بن سمرہ ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو بہت سا مال عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں سے ابتداء کرے ۲۔

(مسلم)۔

۱ جابر بن سمرہ سین پر زبر، میم پر پیش، مشہور صحابی ہیں۔

۲ یعنی پہلے اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر واجب خرچ سے زیادہ خرچ کرے۔

۳۲۰۰ / ۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:- غلام کے لیے واجب ہے ۱ کھانا اور لباس، اور اسے اسی کام کی تکلیف دی جائے گی جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔

(مسلم)

۱ مالک پر واجب ہے کہ غلام کو بقدر حاجت، شہر کے عرف اور حال کے مناسب کھانا اور کپڑا فراہم کرے۔

۲ یہ وجوبی حکم ہے، تکلیف کا معنی یہ ہے کہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا حکم دینا ——— اللہ تعالیٰ باوجودیکہ مالک مطلق اور مالک حقیقی ہے اپنے بندوں کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جو ان کی طاقت میں ہو، تو انسان جو مجازی مالک ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے ہم جنس غلاموں کے ساتھ بھی یہی طریقہ روا رکھیں۔

۳۲۰۱/۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِخْوَانُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ یَدَیْهِ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْکُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا یُکَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا یَغْلِبُهٗ فَاِنْ کَلَّفَهٗ مَا یَغْلِبُهٗ فَلْیُعِنْهُ عَلَیْهِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں[۱] جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنا دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت[۲] بنا دے تو چاہیے کہ جو خود کھائے اسے کھلائے اور جو خود پہنے اسے[۳] پہنائے اور اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس کے بس سے باہر ہو۔ اور اگر اسے ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس میں اس کی امداد کرے[۴]۔

(صحیحین)

[۱] دین اور خلقت کے اعتبار سے۔

[۲] اور خدمت گار

[۳] یہ مستحب ہے، واجب اسی قدر ہے جو اس شہر کے عرف کے مطابق ہے، اسی طرح علماء نے فرمایا۔

[۴] بعض صالحین سے مروی ہے کہ وہ آٹا پیسنے میں اپنی کنیزوں کی امداد کیا کرتے تھے۔

۳۲۰۲/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَآءَهٗ قَهْرَمَانٌ لَّهٗ فَقَالَ لَهٗ اَعْطَیْتَ الرَّقِیْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کَفٰی بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ یَّحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِکُ قُوْتَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ان کا خزانچی[۱] ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے فرمایا: کیا تم نے غلاموں کو خوراک دے دی ہے؟ کہا نہیں، فرمایا: جاؤ اور انہیں خوراک دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لیے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ اپنے مملوک سے خوراک روک لے اور ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ جسے خوراک دیتا ہے۔ اسے

اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ۔

ہلاک کر دے[2]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

[1] قہرمان قاف پر زبر ہا ساکن، را پر زبر، یہ دوسری زبان کا لفظ ہے جو عربی میں استعمال کیا گیا ہے، خزانچی، مال کا محافظ، آدمی کا وکیل اور کارندہ۔

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی چیز صدقہ کرے جو اہل وعیال کی خوراک سے زائد ہو۔

٣٢٠٣ ٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَاءَ بِهٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَ دُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْيَاْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِیْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم کھانا تیار کرے پھر اس کے پاس لائے اور وہ اس[1] کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو اسے اپنے ساتھ بٹھائے اور وہ بھی کھائے[2] اور اگر کھانا تھوڑا[3] ہو تو اس کے ہاتھ میں کھانے میں سے ایک دو لقمے رکھ دے۔

(مسلم)

[1] کھانا پکانے کے دوران۔

[2] اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے۔ یہ استحبابی حکم ہے (بہتر یہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ کھلائے)۔

[3] مشفوہ شَفَۃٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہونٹ ہے، کنایہ کے طور پر تھوڑے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی اتنا تھوڑا ہو کہ ہونٹوں سے کھایا جائے۔ اور دانتوں کی ضرورت نہ ہو۔ اصل میں مَشْفُوْہٌ اس پانی کو کہتے ہیں۔ جسے پینے والے ہونٹ زیادہ ہوں اور پانی کم ہو۔ اس اعتبار سے مشفوہ اس کھانے کو کہیں گے جس کے کھانے والے زیادہ ہوں، بہر صورت قَلِیْلًا اس کی تفسیر ہے، بعض نسخوں کے حاشیہ میں مشفوھًا کی تفسیر کے طور پر قَلِیْلًا لکھا گیا ہے، اکثر تصحیح کردہ نسخوں میں قَلِیْلًا متن میں واقع ہے اُکْلَۃٌ لقمہ، اور ہمزہ پر زبر ہو تو اس کا معنی ایک دفعہ کھانا ہے، روایت ہمزہ کی پیش کے ساتھ ہے۔

٣٢٠٤ ٧ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غلام اپنے آقا کا مخلص ہو[۱] اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھی طرح کرے تو اس کے لیے دوہرا[۲] ثواب ہے۔

(صحیحین)

[۱] اس کا خیر خواہ اور حق شناس ہو۔

[۲] ایک تو آقا کی خدمت کی وجہ سے دوسرا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سبب، اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اپنے آقا کے لیے مخلص ہونا بھی عبادت ہے کہ اس پر ثواب ہے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل ہے، جیسے کہ والدین کی خدمت اور ان کے حکم کی تعمیل (بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے) بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ ہر عمل میں اس کے لیے دو ثواب ہیں۔

۳۲۰۵ ۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَّتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَطَاعَةِ سَيِّدِهٖ نِعِمَّا لَهٗ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام کے لیے یہ بہت اچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں موت دے کہ وہ اچھی طرح اپنے رب کی عبادت اور مولا کی اطاعت کر رہا ہو[۱]۔ یہ بہت ہی اچھا ہے[۲]

(صحیحین)

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی خوب کرتا ہو اور اپنے مولا کی خدمت بھی خوب بجا لاتا ہو۔

[۲] تاکید کے لیے یہ جملہ دوبارہ لایا گیا ہے۔

۳۲۰۶ ۹ وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اَيُّمَا عَبْدٍ

حضرت جریر[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غلام بھاگ جائے تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں کی جاتی، ان ہی[۲] کی ایک روایت میں ہے کہ جو غلام بھی بھاگ

اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهُ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَّوَالِیْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْهِمْ ‌۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جائے تو اس سے ذمہ اسلام ۳ اٹھ جاتا ہے اور ان ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جو غلام اپنے آقاؤں سے بھاگ جائے تو وہ کافر ہو گیا یہاں تک کہ ان کی طرف لوٹ آئے ۴۔

(مسلم)

۱ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشہور صحابی ہیں جو بڑے خوبصورت اور خوب سیرت تھے

۲ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳ اس سے اسلام کا ذمہ، اسلام کی امان اور اس کا عہد ختم ہو جاتا ہے یعنی وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کا خون اور مال مباح ہو جاتا ہے۔

۴ یہ انتہائی تشدید، تغلیظ اور مبالغہ ہے، بعض علما نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ بھاگ کر دار الحرب میں چلا جائے۔ تو اس کا قتل جائز ہو گا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگ جانے ایسی معصیت کو حلال جانے، بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کے فرار کے دوران اس کے جرم کا جرمانہ اور اس غلام کا خرچہ اس کے مولا کے ذمہ نہیں ہے، یا کفر سے کفرانِ نعمت (ناشکری) مراد ہے۔

۳۲۰۷/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ وَهُوَ بَرِیْءٌ مِّمَّا قَالَ جُلِدَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ كَمَا قَالَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے مملوک کو گالی دے اور وہ غلام اس گالی سے بری ہو تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے مگر یہ کہ وہ غلام ایسا ہی ہو جیسے کہ اس نے کہا ۱۔

(صحیحین)

۱ یعنی اگرچہ غلام پر زنا کی تہمت لگانے سے (مولا پر) دنیا میں حد نہیں لگائی جاتی، لیکن آخرت میں اس کی تلافی کی جائے گی اور اسے حد لگائی جائے گی، مطلب یہ ہے کہ غلاموں کو زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے اور ممنوع ہے جیسے کہ عام عادت ہے (اسی طرح بچوں یا دوسرے لوگوں کو بے تکلف حرامی کہہ دیا جاتا ہے یہ بھی گناہ ہے کہ ان کی ماں پر تہمت ہے قادری)۔

۳۲۰۸/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَمْ يَأْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو ایسی حد لگائے جس کا اس نے ارتکاب نہیں کیا[1] یا اسے تھپڑ مارے[2] تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے ۔

(مسلم)

---

[1] یعنی اس نے حد کے سبب کا ارتکاب نہیں کیا، مطلب یہ کہ بغیر گناہ کے اسے حد لگا دے ۔

[2] کسی کو بھی تھپڑ مارنا حرام ہے ۔

۳۲۰۹ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ ١٢ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو مسعود انصاری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی ابو مسعود! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اس پر جتنی قدرت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا[2] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے، آپ نے فرمایا: خبردار اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو تمہیں آگ جلاتی[3] یا فرمایا کہ تمہیں آگ چھوتی

(مسلم)

---

[1] حضرت ابو مسعود انصاری مشہور صحابی ہیں، بعض نے انہیں اصحاب بدر میں شمار کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدر کی طرف ان کی نسبت رہائش کے اعتبار سے ہے اس لیے نہیں کہ وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے، البتہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے تھے ۔

[2] التفات پیچھے مڑ کر دیکھنے کو کہتے ہیں جب کہ تلفت اس سے پہلے کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

[3] لفح زبر کے ساتھ، گرمی، آگ اور لو کا جلانا ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٣٢١٠/١٣ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ مَالًا وَّ اِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ اِلٰى مَالِيْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا والد میرے مال کا حاجت مند ہوتا ہے، فرمایا: تم اور تمہارا مال، تمہارے والد کے ہیں[1]۔ بے شک تمہاری اولاد، تمہاری پاکیزہ ترین کمائی سے ہے، تم اپنی اولاد کی کمائی[2] سے کھاؤ۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

[1] یعنی تم پر واجب ہے کہ والد پر خرچ کرو اور ان کی حاجت پوری کرو اور انہیں تمہارے مال میں تصرف کرنا جائز ہے۔

[2] یعنی تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہے جو تمہارے وجود، تمہاری کوشش اور تمہارے فعل کے سبب حاصل ہوئی ہے لہذا تمہاری اولاد کی کمائی بھی تمہاری ہی کمائی ہے یا یہ مطلب کہ تمہاری اولاد کی کمائی بھی تمہاری کمائی میں سے ہے لہذا ان کی کمائی سے کھاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر باپ بیٹے کی لونڈی میں تصرف کرے تو حد واجب نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے اور اس کے ہاں پیدا ہونے والا لڑکا قیمت کے بدلے آزاد ہوگا اس ارشاد سے اولاد پر باپ کا خرچ واجب ہونا بطور مبالغہ بیان کرنا مقصود ہے۔

٣٢١١/١٤ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ فَقِيْرٌ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ وَّلِيْ يَتِيْمٌ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَّالِ يَتِيْمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ

حضرت عمرو اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقیر ہوں، میرے پاس کچھ مال نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے[1]۔ فرمایا: تم اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ، بغیر فضول خرچی[2]، جلد بازی[3]

وَلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَأَثِّلٍ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

اور مال جمع کرنے کے[4]۔
(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔

[1] جس کا باپ فوت ہو چکا ہے، وہ میری کفالت میں ہے اور میں اس کی پرورش کر رہا ہوں جیسے کہ عربوں کی عادت ہے، کیا میں اس کے مال سے کھا سکتا ہوں؟۔

[2] حد سے تجاوز کیے بغیر۔

[3] حاجت پیش آنے سے پہلے اس کا مال لینے میں جلدی نہ کرو (یا یہ مطلب کہ یہ سوچ کر جلدی خرچ نہ کرو کہ بالغ ہو جائے گا تو میں کہاں سے خرچ کروں گا؟ پھر تو یہ خود مختار ہو جائے گا ۱۲ قادری) بدار بار کے نیچے زیر، دال بے نقطہ، کسی چیز کی طرف دوڑنا اور جلدی کرنا۔

[4] اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کا سرپرست اگر فقیر ہے تو اس کے مال سے کھا سکتا ہے، مال دار نہیں کھا سکتا، اور فقیر بھی معروف طریقے کے مطابق کھائے گا (یعنی جتنی محنت اور دیکھ بھال کرتا ہے اس کی مزدوری کے مطابق ۱۲ قادری)۔ فضول خرچی نہیں کرسکتا۔ یہی قرآن پاک کا فرمان ہے۔

۳۲۱۲/۱۵ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِهٖ الصَّلٰوةَ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَ رَوٰی اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ عَلِیٍّ نَّحْوَهٗ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض وصال[1] میں فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی حفاظت کرو[2] اور اس چیز کی جس کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں[3]۔
(شعب الایمان، امام بیہقی) امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت علی سے اسی طرح روایت کی۔

[1] اور اپنے آخری وقت میں

[2] اور پابندی سے ادا کرو۔

[3] یعنی مملوکوں اور غلاموں کے خرچ، ان کی خدمت اور ان پر احسان کرنے کے حقوق ملحوظ رکھو۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری وقت میں دو چیزوں کی وصیت فرمائی (۱) نماز کی باقاعدہ ادائی۔ (۲) غلاموں کے حقوق کی رعایت۔

۳۲۱۳/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّیْقِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے غلاموں سے بری طرح پیش آنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(امام ترمذی، ابن ماجہ)

[1] مَلَکہ، پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس کا معنی مِلک ہے کہتے ہیں فُلَانٌ حَسَنُ الْمَلَکَۃِ فلاں شخص اپنے غلاموں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنے والا ہے۔ وسَیِّئُ الْمَلَکَۃِ ان کے ساتھ بری طرح پیش آنے والا ہے۔

۳۲۱۴/۱۷ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُوْمٌ. (رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَلَمْ أَرَ فِيْ غَيْرِ الْمَصَابِيْحِ مَا زَادَ عَلَيْهِ فِيْهِ مِنْ قَوْلِهِ وَالصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ وَالْبِرُّ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ)

حضرت رافع بن مکیث[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غلاموں سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا باعث برکت[2] ہے اور بد اخلاقی بے برکتی[3] کا باعث ہے۔ (ابوداؤد) ۔ صاحب مصابیح نے اس پر جو اضافہ کیا ہے وہ مجھے کسی دوسری کتاب میں دکھائی نہیں دیا اور وہ یہ ہے: صدقہ[4] بری موت کو روکتا ہے اور نیکی، عمر میں زیادتی کا سبب ہے[5]۔

[1] رافع بن مکیث میم پر زبر، کاف کے نیچے زیر، آخر میں ثا تین نقطوں والی، اہل حدیبیہ میں سے صحابی ہیں۔

[2] اور بھلائی میں زیادتی کا سبب ہے۔

[3] یمن یا پر پیش، میم ساکن، برکت اور نیک فالی، شوم شین پر پیش، ہمزہ ساکن، بدفالی، یمن کا مقابل۔

[4] اور فقراء کے ساتھ بھلائی کرنا، مِیْتَۃً میم کے نیچے زیر، یا ساکن، وہ ہیأت اور حالت جس پر آدمی فوت ہو۔ وہ حالت کبھی بری ہوتی ہے اور کبھی اچھی، مثلاً اچانک مر جانا یا بے صبری کے ساتھ جان دینا اور توحید اور حق تعالیٰ کی یاد سے غفلت کی حالت میں رخصت ہونا نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ سوء سین پر پیش، زبر بھی پڑھی جا سکتی ہے، برائی۔

[5] خلق خدا پر احسان کرنا، عمر کی زیادتی اور برکت اور اس کے آثار کے باقی رہنے کا سبب ہے۔ بِرٌّ، با کے نیچے زیر، نیکی، عام طور پر اس کا استعمال عقوق کے مقابل، والدین کی خدمت کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

٣٢١٥/١٨ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ خَادِمَہٗ فَذَکَرَ اللّٰہَ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ لٰکِنْ عِنْدَہٗ فَلْیُمْسِکْ بَدَلَ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے خادم کو مارے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے[1] تو تم اپنے ہاتھ اٹھالو[2]۔

(ترمذی، امام بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی، لیکن ان کی روایت میں فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ کی جگہ فَلْیُمْسِکْ ہے[3] پس چاہیے کہ رک جائے۔

[1] یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر فریاد کرے اور معافی مانگے۔

[2] اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی تعظیم کرتے ہوئے مارنے سے ہاتھ اٹھالو، یہ اس صورت میں ہے کہ حقوق شریعت کی بنا پر نہ مارا جا رہا ہو۔

[3] دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

٣٢١٦/١٩ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَۃٍ وَّ وَلَدِھَا فَرَّقَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحِبَّتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو ایوب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی ماں اور اس کی اولاد میں جدائی ڈالی[2] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں میں جدائی ڈالے گا۔

(ترمذی، دارمی)

[1] حضرت ابو ایوب انصاری، مشہور صحابی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ان کے گھر میں قیام فرماکر انہیں شرف عطا فرمایا۔

[2] بیع، ہبہ یا کسی اور طریقے سے، مثلاً ماں کو فروخت کردے اور اس کے بیٹے کو اپنے پاس رکھے یا بیٹے کو بیچ دے اور ماں کو اپنے پاس رکھے یا ایک کو ایک شخص کے پاس اور دوسرے کو کسی دوسرے کے پاس بیچ دے۔

[3] محدثین فرماتے ہیں کہ خاص طور پر ماں بیٹے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ماں اپنے بیٹے پر بہت شفیق ہوتی ہے یا اس لیے کہ اتفاقاً ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا، باپ، دادا، دادی، بھائی اور بہن کا بھی یہی حکم ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ چھوٹے بچے کو اس کے ذی رحم محرم سے جدا کرنا مکروہ ہے، چھوٹے کی قید سے بڑا خارج ہوگیا، امام شافعی کے نزدیک سات آٹھ سال کا لڑکا بڑا ہے، ہمارے نزدیک بڑا وہ ہے جو بالغ ہو، امام احمد کے نزدیک ماں بیٹے کو جدا نہیں کیا جائے گا اگرچہ بیٹا بڑا اور بالغ ہی ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جدا کرنا مکروہ ہے (اگر لڑکا کم عمر ہو)۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر ولادت کا تعلق ہو تو کسی صورت میں جدا کرنا بھی جائز نہیں ہے (خواہ چھوٹا ہو یا بڑا)۔

۳۲۱۷/۲۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَهَبَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رُدَّهٗ رُدَّهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دو لڑکے عطا فرمائے جو آپس میں بھائی تھے میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: علی! تمہارے غلام نے کیا کیا؟[1] میں نے عرض کیا[2] تو فرمایا: اسے واپس کر لو، واپس کرو[3]۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] اس کا معاملہ کیا ہے۔

[2] کہ میں نے اسے بیچ دیا ہے۔

[3] دو مرتبہ ارشاد فرمایا، یعنی اس سودے کو ختم کر دو اور غلام واپس لے لو، تاکہ دو بھائیوں کے درمیان جدائی واقع نہ ہو، ایک روایت میں ہے۔ اَدْرِكْهُ اَدْرِكْهُ اس غلطی کو سنبھال لو! ہاں سنبھال لو! اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم ماں اور بیٹے کے ساتھ خاص نہیں ہے

۳۲۱۸/۲۱ وَعَنْهُ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَّ وَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک کنیز اور اس کے بچے میں جدائی ڈالی[1] تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع

ذٰلِكَ فَرَدَّ الْبَيْعَ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ مُنْقَطِعًا)

فرمایا: چنانچہ انہوں نے سودا ختم کر دیا[1]۔ امام ابوداؤد نے یہ حدیث بطور انقطاع[2] روایت کی ہے۔

---

[1] فروخت کر کے یا کسی اور ذریعے سے۔

[2] امام ابو یوسف نے بیع کے نا جائز ہونے پر ان دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے

[3] ان کی سند میں بعض راویوں کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۱۹/۲۲ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَهُ اللّٰهُ حَتْفَهُ وَاَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کی موت[1] آسان فرمائے گا اور اسے اپنی جنت میں[2] داخل فرمائے گا۔ (۱) کمزور کے ساتھ نرمی کرنا۔ (۲) والدین سے اچھی طرح پیش آنا[3]۔ (۳) غلام پر احسان کرنا[4]۔

(ترمذی)۔ انہوں نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

---

[1] اور موت کے سکرات کو ——— حتف حا پر زبر، تا ساکن، اس کے بعد فا، موت۔

[2] اپنی خاص جنت میں، مقربین سابقین کی معیت میں۔

[3] اور ان کی تکلیف سے ڈرنا ——— اشفاق کسی شخص یا کسی چیز کے بارے میں از راہ مہربانی ڈرنا۔

[4] اس پر اچھی طرح خرچ کرنا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالنا۔

۳۲۲۰/۲۳ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَاِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ اَهْلِ الصَّلٰوةِ

حضرت ابو امامہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ایک غلام ہبہ فرمایا: اور ارشاد فرمایا: اسے نہ مارنا[2] کیونکہ مجھے نمازیوں کے مارنے سے منع کیا گیا ہے اور میں

وَقَدْ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِي الْمُجْتَبٰى لِلدَّارَقُطْنِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّيْنَ۔

نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، یہ مذکورہ الفاظ مصابیح کے ہیں، امام دارقطنی کی تصنیف مجتبیٰ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا۔

۱ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔

۲ اسے حق شرعی کے بغیر نہ مارنا۔

۳ نمازیوں کو مارنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی عزت و کرامت ہے اور لوگوں کے نزدیک ان کی عزت و توقیر کی رعایت ہے علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مار پیٹ سے محفوظ رکھا ہے تو ہمیں اس کے لطف و کرم سے اُمید ہے کہ انہیں آخرت میں عذاب دے کر رسوا نہیں فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۴ ان کی توہین کرنے اور انہیں رسوا کرنے سے منع فرمایا اگرچہ وہ غلام اور خدمت گار ہی ہوں۔

۳۳۲۱ / ۲۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کریں؟ آپ خاموش رہے[1]۔ پھر اس نے سوال کیا[2] آپ پھر خاموش رہے[3]، جب تیسری بار سوال کیا تو فرمایا: اسے ہر دن ستر مرتبہ معاف کرو[4]

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو)

(ابو داؤد)

امام ترمذی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی۔

[1] اور جواب نہ دیا۔

[2] کہ ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کریں؟

[3] اور کچھ جواب نہ دیا صراح میں ہے سُکُوْتٌ خاموش ہونا اور صُمُوْتٌ خاموش رہنا۔

[4] اس سے تعداد کی تعیین مراد نہیں ہے بلکہ مبالغہ اور تکثیر مقصود ہے جیسے کہ اس عدد میں مشہور و معروف ہے، گویا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سوال کی کمزوری کی بنا پر خاموشی اختیار فرمائی، کیونکہ معاف کرنا مطلقاً مستحب اور مستحسن ہے، اس کی کوئی تعداد معین نہیں ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وحی کے انتظار کی وجہ سے خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

۳۲۲۲
۲۵
وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّآءَمَكُمْ مِنْ مَّمْلُوْكِيْكُمْ فَاَطْعِمُوْهُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُ مِمَّا تَكْسُوْنَ وَمَنْ لَّا يُلَائِمُكُمْ مِّنْهُمْ فَبِيْعُوْهُ وَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے غلاموں میں سے جو تمہاری موافقت[1] کرے تو اسے اس کھانے میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اس لباس سے پہناؤ جو تم پہنتے ہو[2] اور جو ان میں سے تمہارے ساتھ موافقت نہ کرے اسے فروخت کر دو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو[3]۔

(امام احمد، ابوداؤد)

[1] اور اطاعت و فرمانبرداری کرے یعنی تمہارے مزاج کے موافق واقع ہو اور جیسی تم چاہتے ہو ویسی خدمت کرتا ہو اور تم اس سے راضی ہو۔

[2] یعنی تم بھی اس کی خیریت دریافت کرتے رہا کرو اور اس کی رعایت کی کوشش کیا کرو، جیسے کہ وہ تمہاری خدمت اور تمہیں راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[3] یعنی جب وہ تمہاری طبیعت کے موافق تمہاری خدمت نہیں کرتا اور تم زبردستی اسے تکلیف دیتے ہو اور اپنی خدمت میں رکھتے ہو تو وہ تکلیف اور عذاب برداشت کرے گا۔ اسے اپنی ملکیت سے نکال دو تاکہ وہ عذاب برداشت نہ کرے اور تم بھی اس سے نجات پا لو۔

۳۲۲۳
۲۶
وَعَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهٗ

حضرت سہل بن حنظلیہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ، پشت کے

بِبَطْنِهٖ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَّ اتْرُكُوْهَا صَالِحَةً

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

ساتھ لگا ہوا تھا[2] آپ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں[3] کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ان پر اس حال میں سواری کرو کہ وہ سواری کے قابل ہوں اور اس حال میں چھوڑو کہ وہ سواری کے لائق ہوں[4]۔

(ابو داؤد)

[1] حضرت سہل انصاری صحابی ہیں اور حنظلہ، ان کے دادے کی ماں ہیں، (ہمارے سامنے مشکوٰۃ کا جو نسخہ ہے اس میں حنظلیہ ہے ۱۲ قادری) بعض نے کہا کہ وہ ان کی والدہ ہیں، حضرت سہل بیعت رضوان میں شامل تھے، وہ صاحب فضیلت عبادت گزار اور خلقِ خدا سے گوشہ نشین تھے، نماز اور ذکر کثرت سے ادا کرتے، شام میں مقیم ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ کے ابتدائی دنوں میں دمشق میں وصال ہوا۔

[2] بھوک اور پیاس کی شدت اور سواری کی کثرت کے سبب۔

[3] جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتے۔

[4] اور بے بس نہ ہو چکے ہوں، مقصد اس بات کی رغبت دلانا ہے کہ جانوروں کے چارے اور پانی کا خیال رکھا کرو تاکہ وہ سواری کے لیے تیار رہیں اور ان پر دیر تک مسلسل سواری نہ کرو تاکہ وہ موٹے تازے رہیں اور اس قابل رہیں کہ ان سے فوائد حاصل کیے جاتے رہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۲۲۴/۲۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰی ظُلْمًا الْاٰيَةَ اِنْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ فَاِذَا فَضَلَ مِنْ طَعَامِ الْيَتِيْمِ وَشَرَابِهٖ شَیْءٌ

تیسری فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو احسن ہو[1] اور یہ آیت اتری کہ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں (پوری آیت[2]) تو جن کے پاس یتیم تھا[3] وہ چلے اور اس کا کھانا اپنے کھانے سے اور اس کا پانی اپنے پانی سے الگ کر دیا[4]، جب یتیم کے کھانے اور پانی سے کچھ

حَبَسَ لَهٗ حَتّٰی یَاْکُلَهٗ اَوْ یَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَ شَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

بچ جاتا تو اسے اس کے لیے محفوظ کرلیتے[5] یہاں تک کہ یا تو وہ اسے کھا لیتا یا خراب ہوجاتا[6]، یہ بات ان پر گراں گزری، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے حبیب! تم سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجیے کہ ان کی اصلاح بہتر[7] ہے اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ[8] ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ [9] چنانچہ انہوں نے یتیموں کا کھانا اور پانی اپنے کھانے اور پانی کے ساتھ ملا لیا۔

(ابوداؤد، نسائی)

۳۲۲۵ ۲۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدِ وَ وَلَدِهٖ وَبَیْنَ الْاَخِ وَ بَیْنَ اَخِیْهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جس نے باپ اور اس کے بیٹے اور دو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالی

---

[1] جو دیانت وامانت پر مبنی ہو۔

[2] اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں

[3] اور وہ اس کی کفالت اور دیکھ بھال کرتے تھے۔

[4] کہیں اختلاط سے یتیم کے مال کا کھانا لازم نہ آجائے۔

[5] تاکہ وہ دوسرے وقت کھالے۔

[6] اور ضائع ہوجاتا، مگر خود نہ کھاتے۔

[7] یعنی ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ یتیموں کی بھلائی ہو۔

[8] اور ان کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ ملا لو تو یتیم بچے تمہارے بھائی ہیں اور اس میں حرج نہیں کہ بھائی بھائی اپنا کھانا ملا لیں، اور اگر ایک کا کچھ حصہ دوسرے کی طرف چلا جائے تو اس میں بھی حرج نہیں ہے۔

[9] جب شارع نے انہیں تسلی اور اجازت دے دی۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَ قُطْنِيْ)

(امام ابن ماجہ، (دار قطنی)

٣٢٢٦/٢٩ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالسَّبْيِ أَعْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيْعًا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَهُمْ۔

(رَوَاهُ بْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس قیدی لائے جاتے تو آپ ایک گھر والوں کو اکٹھے قیدی[1] عطا فرماتے۔ اس بات کو ناپسند فرماتے ہوئے کہ ان کو الگ الگ فرمائیں۔

(ابن ماجہ)

[1] سَبْی قیدی اور قیدی بنانا۔

٣٢٢٧/٣٠ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمُ الَّذِيْ يَأْكُلُ وَحْدَهٗ وَيَجْلِدُ عَبْدَهٗ وَيَمْنَعُ رِفْدَهٗ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بدترین کون ہے؟ وہ شخص جو تنہا کھائے، اپنے غلام کو کوڑے مارے اور اپنی عطا روک رکھے[2]

(رزین)

[1] یعنی تمہیں بتاؤں! کہ تم میں سے بدترین کون ہے؟

[2] یعنی کسی کو کوئی چیز نہ دے۔ مطلب یہ ہے کہ بدترین انسان وہ ہے جو بدطینت، بداخلاق اور بخیل طبع ہو، یہ مبالغہ ہے یا اس جگہ شر سے مراد بدترین نہیں ہے بلکہ برا مراد ہے۔ صراح میں ہے شر برائی، برا اور بدتر۔

٣٢٢٨/٣١ وَعَنْ أَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غلاموں سے بری طرح پیش آنے والا جنت میں نہیں جائے[1] گا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ہمیں بیان نہیں فرمایا؟ کہ پہلی امتوں سے اس امت کے غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے[2]

اَكْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْكِيْنَ وَ يَتَامٰى قَالَ نَعَمْ فَاَكْرِمُوْهُمْ كَكَرَامَةِ اَوْلَادِكُمْ وَ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَنْفَعُنَا الدُّنْيَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهٗ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَمْلُوْكُكَ يَكْفِيْكَ فَاِذَا صَلّٰى فَهُوَ اَخُوْكَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

فرمایا: ہاں[3] پس تم انہیں اپنی اولاد کی طرح عزت عطا کرو[4] اور جو تم کھاؤ اس میں سے انہیں کھلاؤ، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہمیں دنیا کی کونسی چیز فائدہ دے گی[5]؟ فرمایا: وہ گھوڑا[6] جسے تو باندھے کہ تو اس پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور وہ غلام جو تجھے کافی ہو[7] پس جب وہ نماز پڑھے تو وہ تیرا بھائی[8] ہے۔

(ابن ماجہ)

---

[1] حدیث کا اتنا حصہ دوسری فصل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے گزر گیا ہے۔ اس جگہ آئندہ حصے کا اضافہ ہے۔

[2] اس زیادتی کے باوجود اس امر کی گنجائش نہیں ہے کہ سب سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئیں اور بداخلاقی سرزد ہی نہ ہو، حدیث میں یتیموں کا ذکر بالتبع ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرمایا تھا تو یہ بھی فرمایا تھا کہ اس امت کے یتیم زیادہ ہوں گے، راوی کا مقصد صرف غلاموں کا ذکر کرنا ہے۔

[3] اس امت کے مملوک زیادہ ہوں گے اور کثرت کے ہوتے ہوئے خوش اخلاقی مشکل ہے لیکن دوسری چیزوں میں ان کے ساتھ نیکی کرو تاکہ بداخلاقی کی تلافی ہو جائے۔

[4] شفقت اور مہربانی میں۔

[5] صحابۂ کرام کا یہ دوسرا سوال ہے۔

[6] اے مخاطب! تجھے وہ گھوڑا فائدہ دے گا۔

[7] تیرے کام میں اور تیری خدمت میں۔

[8] اس کے ساتھ برادرانہ اور مساویانہ سلوک کرو۔

بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحَضَانَتِهٖ فِى الصِّغَرِ

۲۶۲۔ بچے کے بالغ ہونے اور بچپن میں اس کی پرورش کا بیان

اس باب میں بچے کے بالغ ہونے کی حد بیان کی جائے گی، حضن حاء کے نیچے زیر اور ضاد بانقطہ ساکن، گود۔ حضانت حاء کے نیچے زیر، ماں کا بچے کو گود میں لینا اور مرغی کا چوزے اور انڈے کو پروں کے نیچے لینا، اس کا معنی تربیت بھی آتا ہے۔ حاضنہ بچے کی پرورش کرنے والی عورت، بچے کی پرورش کا حق، ماں کا ہے خواہ مطلقہ ہو یا نہ، اسے اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اس کے بعد نانی کا حق ہے یا اس سے بھی اوپر کوئی عورت ہو، اس کے بعد دادی ہے، اس کے بعد لڑکے کی بہن جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہو پھر وہ بہن جو باپ کی طرف سے ہو۔ اس کے بعد خالہ اور پھوپھی ہے پرورش کی حد یہ ہے کہ بچہ خود کھا پی لے، کپڑا پہن لے اور استنجا کر لے، اس کا اندازہ سات سال کی عمر کے ساتھ کیا گیا ہے اور لڑکی ہو تو اسے حیض آجائے، اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۲۲۹ / ۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُرِضْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَّ اَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَ سَنَةً فَرَدَّنِىْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ عَامَ الْخَنْدَقِ وَ اَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِىْ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هٰذَا فَرْقُ مَا بَيْنَ الْمُقَاتِلَةِ وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے اُحد کے سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا[۱] اس وقت میں چودہ سال کا تھا تو آپ نے مجھے رد کر دیا[۲]، پھر مجھے خندق کے سال پیش کیا گیا اس وقت میں پندرہ سال کا تھا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی[۳] حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: [۴]یہ فرق ہے مجاہدوں اور بچوں میں

الذُّرِّيَّةِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (صحیحین)

۱؎ جہاد پر روانہ ہونے کے یلے۔

۲؎ اور مجھے جہاد کے یلے نہ لے گئے کیونکہ میں کم عمر تھا۔

۳؎ کیونکہ پندرہ سال بلوغ کی عمر ہے۔

۴؎ یہ عمر فرق کرنے والی ہے۔ اس جماعت میں جو بالغ ہے اور انہیں مقاتلہ کہتے ہیں، یعنی وہ مرد جو کافروں سے جنگ کرتے ہیں اور ان کا نام مردوں اور مجاہدوں کے دفتر میں لکھا جاتا ہے اور بچوں میں جو کم عمر ہوتے ہیں، ابھی بلوغ کی حد کو نہیں پہنچے اور ان کا نام دفتر میں نہیں لکھا جاتا، ذُرِّیت، بچوں کو کہتے ہیں یہ مشتق ہے ذَرٌّ سے جس کا معنی بکھر جانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بلوغ کی عمر پندرہ سال ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عمر کا حد بلوغ میں اعتبار اس صورت میں کہ بلوغ کی علامت احتلام نہ دیکھے اور اگر یہ علامت دیکھ لے تو نو سال کی عمر کے بعد اور پندرہ سال سے پہلے بھی بالغ ہو سکتا ہے۔

۳۲۳۰/۲ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَشْيَآءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهٗ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَّدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَّيُقِيْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْاَجَلُ خَرَجَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَّزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا

حضرت براء بن عازب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن[2] تین چیزوں پر صلح فرمائی (۱) جو مشرک آپ کے پاس آئے آپ اسے مشرکوں کی طرف واپس کر دیں گے (۲) جو مسلمان مشرکوں کے پاس چلا جائے وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ (۳) آپ[3] اگلے سال مکہ معظمہ آئیں اور وہاں تین دن قیام فرمائیں۔ جب[4] مکہ معظمہ تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو آپ واپس تشریف لے گئے، حضرت حمزہ کی صاحبزادی[5] چچا جان چچا جان[6]! کہتے ہوئے آپ کے پیچھے آگئی۔ حضرت علی نے اسے ساتھ لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اس کے بارے میں حضرت علی، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ کا اختلاف ہو گیا حضرت علی نے کہا میں نے

وَ هِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَ قَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّيْ وَ خَالَتُهَا تَحْتِيْ وَ قَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَ قَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْكَ وَ قَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَ خُلُقِيْ وَ قَالَ لِزَيْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اسے ساتھ لیا[9] ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے[10]، حضرت جعفر نے کہا وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے[11] حضرت زید[12] نے کہا وہ میری بھتیجی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ ان کی خالہ کے حق میں[13] دیا اور فرمایا خالہ، ماں کے قائم مقام[14] ہے۔ حضرت علی کو فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں[15]۔ حضرت جعفر کو فرمایا: تم میرے ہم صورت اور ہم سیرت ہو، اور حضرت زید کو فرمایا: تم ہمارے بھائی[16] اور ہمارے پیارے ہو۔

(صحیحین)

---

[1] براء بن عازب مشہور صحابی ہیں اور ان کے حالات کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے تشریف لائے تھے، لیکن مشرکین نے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی، البتہ تین شرطوں پر مبنی صلح کی جیسے کتاب الجہاد میں آئے گا۔

[3] اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کریں۔

[4] جب آئندہ سال مکہ معظمہ تشریف لائے اور قیام کی مدت تین دن گزر گئے۔

[5] ان کا نام عمارہ ہے عین پر پیش، میم مخفف، حضرت امیر حمزہ کی کنیت ابو عمارہ انہیں کی نسبت سے ہے۔

[6] اس کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چچا کہنا، حالانکہ آپ اس کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس اعتبار سے تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، نیز عربوں کی عادت تھی کہ بڑے شخص کو چچا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

[7] حضرت زید بن حارثہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقرب بارگاہ اور آزاد کردہ غلام۔

[8] حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت علی کے بڑے بھائی ـــــــــ یہ تینوں حضرات چاہتے تھے کہ حضرت عمارہ کو اپنے پاس رکھیں۔

[9] میں نے پہلے اسے اپنے ساتھ لیا ہے لہٰذا میں اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔

[۱۰] یہ وجہ اگرچہ ان کے اور حضرت جعفر کے درمیان مشترک ہے لیکن ساتھ لے جانے میں پہل کرنے کو اپنے لیے مرجح قرار دیا ۔

[۱۱] ان کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ۔

[۱۲] یہ اس لیے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھائی بھائی بنایا تھا تو اس وقت حضرت زید بن حارثہ کو حضرت امیر حمزہ کا بھائی بنایا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت امیر حمزہ کے رضاعی بھائی تھے

[۱۳] جو حضرت جعفر کے نکاح میں تھیں ۔

[۱۴] اس سے معلوم ہوا کہ ماں کے فوت ہو جانے کے بعد پرورش کا حق خالہ کے لیے ہے، فقہا نے جو دوسری رشتہ دار خواتین کو خالہ پر مقدم قرار دیا ہے تو وہ دیگر احادیث اور دلائل سے ثابت ہے ــــــ اس کے بعد تینوں حضرات کی تسکین اور تسلی کے لیے چند کلمات ارشاد فرمائے تاکہ وہ آزردہ خاطر نہ ہوں ۔

[۱۵] یہ کنایہ ہے انتہائی اتحاد اور اخلاص سے ۔

[۱۶] اسلام میں ہمارے بھائی ہو، اور ہمارے محب ہو ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۲۳۱/۳۰ عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا، کَانَ بَطْنِیْ لَهٗ وِعَآءً وَّ ثَدْیِیْ لَهٗ سِقَآءً وَّ حِجْرِیْ لَهٗ حِوَآءً وَّ اِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِیْ وَ اَرَادَ اَنْ یَّنْتَزِعَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْکِحِیْ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

دوسری فصل

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ میرا پیٹ میرے اس بیٹے کے لیے ظرف تھا[۱]، میرا پستان اس کے لیے مشکیزہ تھا[۲] اور میری گود اس کے لیے آرام کی جگہ تھی[۳] اور تحقیق اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ بچہ مجھ سے چھین لے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس کی زیادہ حق دار ہو جب تک کہ نکاح نہ کرو[۴]

(امام احمد، ابو داؤد)

[۱] عبداللہ بن عمرو بن العاص

[۲] جس میں وہ ایک عرصہ رہا۔

[۳] جس میں وہ دودھ پیتا تھا۔

[۴] جو اسے سمیٹتی اور جمع کرتی تھی، صراح میں حِوَار، بے نقطہ حا کے نیچے زیر، لوگوں کے یکجا گھر، خیمے ہوں یا ان کے علاوہ۔

[۵] یہ حدیث مطلق ہے، علما نے اسے غیر محرم کے نکاح کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اگر محرم کے ساتھ نکاح کرے مثلاً بچے کے چچا کے ساتھ نکاح کرے تو چونکہ شفقت برقرار رہے گی اس لیے بچے کی پرورش کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

۳۲۳۲/۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ اَبِيْهِ وَ اُمِّهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا[۱]۔ (ترمذی)

[۱] علماء کرام فرماتے ہیں کہ غالباً یہ بچہ سنِ شعور کو پہنچ چکا ہوگا لہٰذا اسے اختیار دے دیا کہ (وہ باپ کے پاس رہے یا ماں کے پاس) اور یہ پرورش کے لیے نہیں ہوگا۔ گزشتہ حدیث میں جس بچے کا ذکر ہے وہ بہت چھوٹا تھا اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتا تھا اور اس کی پرورش کا مسئلہ تھا، لہٰذا پرورش کے معاملے میں ماں کو مقدم رکھا، ہمارے نزدیک بچے کی پرورش میں اسے اختیار نہیں دیا جائے گا جب کہ امام شافعی کے نزدیک اختیار دیا جائے گا۔

۳۲۳۳/۵ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ سَقَانِيْ وَ نَفَعَنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَ هٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے حالانکہ اس بچے نے مجھے پانی پلایا ہے اور مجھے فائدہ دیا[۱] ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے چنانچہ اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور

شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَآئِىُّ وَالدَّارِمِىُّ)

وہ اسے لے کر چلی گئی۔[2] (ابوداؤد، نسائی) (دارمی)

---

[1] یعنی اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ میں اس کی خدمت سے فائدہ اٹھاتی ہوں۔

[2] اس حدیث سے بھی بچے کے اختیار کا پتا چلتا ہے اور تاویل وہی ہے جو بیان کی جا چکی ہے (کہ یہ اختیار پرورش کے لیے نہیں تھا بلکہ بچہ سنِ شعور کو پہنچ چکا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا کہ وہ جس کے پاس چاہے رہے۔ ۱۲ قادری)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣٢٣٤/٦ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ سُلَيْمَانَ مَوْلًى لِّاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ جَآءَتْهُ امْرَاَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَّهَا وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَادَّعَيَاهُ فَرَطَنَتْ لَهٗ تَقُوْلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ زَوْجِىْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِىْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ رَطَنَ لَهَا بِذٰلِكَ فَجَآءَ زَوْجُهَا وَقَالَ مَنْ يُّحَآقُّنِىْ فِىْ ابْنِىْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ لَاَقُوْلُ هٰذَا اِلَّآ اَنِّىْ كُنْتُ

تیسری فصل

حضرت ہلال بن اسامہ[1] روایت کرتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کے مولیٰ ابومیمونہ سلیمان[2] نے فرمایا کہ میں حضرت ابوہریرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُن کے پاس ایک فارسی عورت آئی، اس کے پاس اس کا بچہ تھا اور اس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، اور دونوں[3] نے بچے کا دعویٰ کیا، عورت نے فارسی[4] میں کہا کہ اے ابوہریرہ! میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تم دونوں اس پر قرعہ ڈال لو[5]، انہوں نے یہ بات اس عورت سے فارسی[6] میں کہی، اتنے میں اس کا شوہر آگیا اور کہنے لگا میرے بیٹے کے بارے میں مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے[7]؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا، اے اللہ! میں یہ بات صرف اس لیے کہتا ہوں[8] کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَاعِدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ نَفَعَنِيْ وَسَقَانِيْ مِنْ بِئْرِ اَبِيْ عِنَبَةَ وَعِنْدَ النَّسَآئِيِّ مِنْ عَذْبِ الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ يُّحَآقُّنِيْ فِيْ وَلَدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے حالانکہ اس بچے نے مجھے فائدہ دیا ہے اور مجھے بیرابو عنبہ سے پانی پلایا ہے امام نسائی کی روایت میں ہے کہ مجھے میٹھا پانی پلایا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس پر قرعہ ڈال لو، عورت کے شوہر نے کہا کہ میرے بیٹے کے بارے میں میرے ساتھ کون جھگڑ سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔ چنانچہ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔

(ابوداؤد، نسائی، دارمی)

---

[1] ہلال بن اسامہ ثقہ راویوں میں سے ہیں۔

[2] ابومیمونہ سلیمان تابعی ہیں اور حضرت ابوہریرہ اور ان کے علاوہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں ـــــــ بعض حضرات نے کہا کہ صحیح سلمان ہے بغیر یاء کے بعض سلیم، بعض نے سلمی اور بعض نے اسامہ کہا ہے

[3] مرد و زن نے

[4] رطانت کا معنی ہے کسی عجمی زبان میں بات کرنا جس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے اور چونکہ عجمی زبان، عربوں کو سمجھ نہیں آتی اس لیے اسے رطانت کہتے ہیں۔ ـــــــ صراح میں ہے رطانت، عربی کے علاوہ کسی زبان میں بات کرنا۔

[5] تاکہ جس کا نام نکل آئے وہ بچہ لے جائے۔

۶ھ ظاہر یہ ہے کہ عجمیوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے صحابۂ کرام نے اتنی فارسی سیکھ لی تھی۔

۷ھ یُحَاقُنِیْ یا پر پیش، حا بے نقطہ اور قاف مشدد، مجھ سے جھگڑے گا۔ حقاق حا، کی زیر کے ساتھ۔ مُحَاقَّۃ" جھگڑنا۔

۸ھ اور اس لیے فیصلہ دیتا ہوں۔

۹ھ ابو عنبتہ عین کے نیچے زیر، نون پر زبر با ایک نقطے والی اور آخر میں تا، ایک کنوئیں کا نام ہے۔

۱۰ھ جو شہر سے باہر اور دور تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتاب النکاح مکمل ہو گئی
اور اس کے بعد کتاب العتق ہے

* * *

⑭ — کِتَابُ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کا بیان

عتق کے کئی معانی ہیں بخشش، خوبصورتی، نجابت، آزادی، اس جگہ آزادی مراد ہے جو مولیٰ کے فعل سے حاصل ہوتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٣٢٣٥/١ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ حَتّٰی فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان غلام آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے ایک عضو آگ سے آزاد فرمائے گا[1]۔ یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے اس کی شرم گاہ کو[2]۔

(صحیحین)

---

[1] اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے مقابل آزاد کرنے والے کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد فرمائے گا۔

[2] کہتے ہیں کہ اس قول میں مبالغہ ہے کیونکہ شرمگاہ محلِ زنا ہے جو بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے یا اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ دوسرے اعضاء کی نسبت حقیر ہے، بعض شارحین نے فرمایا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس غلام کو آزاد کیا جائے وہ نہ تو خصی ہو اور نہ ہی اس کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو۔

٣٢٣٦/٢ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَتَصَدَّقُ بِهَا عَلٰی نَفْسِكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے[1]؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا[2]، میں نے عرض کیا کونسی گردن افضل ہے[3]؟ فرمایا: بیش قیمت[4] اور اپنے مالک کے نزدیک نفیس ترین[5]، میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کروں[6]۔ فرمایا: تم کسی کاریگر کی امداد کردو[7] یا جو کام نہیں جانتا اس کا کام کردو[8]، میں نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی نہ کروں تو؟ فرمایا: لوگوں کو شر سے بچاؤ[9]۔ کیونکہ یہ صدقہ ہے[10] جو تم اپنے اوپر کروگے۔

(صحیحین)

---

[1] اور زیادہ ثواب والا ہے۔

[2] یعنی اعمال میں سے افضل ترین دو چیزیں ہیں (۱) ایمان جو تمام اعمال کی جڑ ہے اور اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہے، یہ دل کا عمل ہے اور دل، انسان کے وجود کا خلاصہ ہے، اگر کامل ایمان مراد ہو تو وہ خود تمام اعمال کو شامل ہے اور سب سے بڑا کمال ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمنانِ دین سے جنگ کرنا کہ دینِ اسلام کی قوت اور مسلمانوں کے غلبے کا سبب ہے، اس اعتبار سے جہاد، افضل ترین عمل ہے، اگرچہ دیگر وجوہ کے اعتبار سے نماز اور روزہ افضل ہیں ——— اگر جہاد سے مراد مطلقاً دین کے راستے پر چلنے میں محنت ومشقت برداشت کرنا مراد لیا جائے اور ایمان سے تصدیق مراد ہو تو حاصل جواب یہ ہوگا کہ بہترین عمل، ایمان لانا اور اس کے مقتضا پر عمل کرنا ہے جیسے کہ فرمایا: کہو کہ میں ایمان لایا پھر ثابت قدم رہو۔

[4] یعنی کس غلام کا آزاد کرنا افضل ہے؟

[5] یعنی آزاد کرنے کے لیے بہترین غلام وہ ہے جو قیمت کے اعتبار سے گراں ہو، صراح میں ہے غلّی قیمت

گراں کرنا اور کسی چیز کو بھاری قیمت پر خریدنا۔

۶ے نفیس کا معنی ہے گراں قدر اور انفس کا معنی ہے بہت ہی گراں قدر مال، نفاست کا معنی رغبت بھی آتا ہے اور رغبت، بیش قیمت ہونے کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔

۷ے یعنی غلام آزاد نہ کر سکو خصوصًا جو گراں قیمت اور نفیس ترین ہو۔

۸ے اگر یہ کام نہیں کر سکتے تو کسی کاریگر کے کام اور پیشے میں امداد کرو، صنعت پیشہ اور کام کرنا، اس جگہ وہ کام مراد ہے جس سے انسانی معاش پایۂ تکمیل کو پہنچے، اور وہ کام صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ کو شامل ہے، یعنی اس کاریگر کی امداد کرو جس کی کمائی اہل و عیال کے لیے کافی نہ ہوتی ہو تاکہ اس کی معاشی ضرورت پوری ہو جائے، بعض نسخوں میں صَانِعًا کی جگہ ضَائِعًا واقع ہے، نقطے والے ضاد اور یاء کے ساتھ، یہ ضَیاع سے مشتق ہے جس کا معنی ہلاک ہونا اور ضائع ہونا ہے مطلب یہ ہوگا کہ اس شخص کی امداد کرو جو فقر و فاقہ کے سبب، اہل و عیال کی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔

۹ے اخرق خاء نقطے والی اور قاف کے ساتھ، صانع کے مقابل، جو شخص کاریگری نہیں جانتا جس کے ذریعے کما سکے، صراح میں ہے خرق بے وقوف اور نادان ہونا خُرق خاء پر پیش، بے وقوفی، نادانی۔

۱۰ے اپنے آپ کو لوگوں کی ایذا رسانی سے بچاؤ۔

۱۱ے برائی کا ترک کرنا ایسی چیز ہے جس کے ذریعے تم اپنے اوپر صدقہ کرتے ہو یعنی کسی کے ساتھ برائی نہ کرنا یہی نیک کام کرنا ہے، خصوصًا جب کہ برائی پر قدرت بھی ہو۔ ع

مرا ز خیر تو امید نیست، بد مرساں
مجھے تیری بھلائی کی امید نہیں ہے تو برائی نہ پہنچا

بظاہر یوں کہنا چاہیے تھا کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تم لوگوں پر کرتے ہو لیکن لوگوں پر صدقہ کرنا دراصل اپنی ذات پر ہی صدقہ کرنا ہے اس لیے فرمایا کہ تم اپنی ذات پر صدقہ کرتے ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۲۳۷/۳ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِّمْنِیْ عَمَلًا

دوسری فصل

حضرت براء بن عازب ۱ے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل سکھائیے جو مجھے جنت میں لے

يُّدْخِلُنِىْ الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسْمَةَ وَ فُكَّ الرَّقَبَةَ قَالَ اَوَ لَيْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسْمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَ فَكُّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِيْنَ فِىْ ثَمَنِهَا وَ الْمِنْحَةَ الْوُكُوْفَ وَ الْفَىْءَ عَلٰى ذِى الرَّحْمِ الظَّالِمِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَاَطْعِمِ الْجَآئِعَ وَاَسْقِ الظَّمْاٰنَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

جائے، فرمایا: اگرچہ تم نے مختصر کلام کیا[2] ہے تاہم تم نے بڑا وسیع سوال کیا[3] ہے، تم غلام آزاد کرو[4] اور گردن کو رہائی دلاؤ[5]، اس نے عرض کیا کہ آیا یہ دونوں ایک ہی نہیں[6] ہیں؟ فرمایا: نہیں غلام کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تم اس میں مستقل ہو[7] اور گردن کا رہا کرانا یہ ہے کہ اس کی قیمت میں امداد کرو[8]، بطور عطیہ دودھ والا جانور دو[9]، ظالم رشتہ دار پر رجوع کرو[10] اور اگر تم اس کی طاقت[11] نہ رکھو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو نیکی کے علاوہ بات سے روک[12] لو۔

(امام بیہقی، شعب الایمان)

---

[1] حضرت براء بن عازب مشہور صحابی ہیں اور ان کے حالات کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] جس کے ساتھ تم نے مجھے مخاطب کیا ہے (اسی لیے اس کلام کو خطبہ فرمایا)

[3] یعنی تمہاری عبارت اگرچہ مختصر ہے لیکن سوال بڑی وسعت رکھتا ہے کیونکہ تم نے جنت میں داخل ہونے ایسے عظیم امر کے بارے میں سوال کیا ہے (یہ سوال کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خصوصی وصف ہے ۱۲ قادری) پھر اس عمل کی تعلیم فرمائی۔

[4] نَسَمَۃٌ اور نَسِیْمٌ پہلے دونوں حرفوں پر زبر، سانس، تَنَسُّمٌ سانس لینا، قاموس میں ہے نَسَمٌ روح کو کہتے ہیں جیسے نسیم سانس کو کہتے ہیں۔

[5] اس کی قیمت کی ادائی میں امداد کرے، جیسے کہ کسی نے اپنے غلام کو کہا کہ اتنے پیسے ادا کرکے رہائی حاصل کرلو، اس رقم کے ادا کرنے میں اس کی امداد کرنا کہ یہ بھی آزاد کرنے کے حکم میں ہے۔ فُكَّ فاء پر پیش، کاف مشدد پر زبر، صیغہ امر ہے۔ فَكٌّ سے جس کا معنیٰ ہے باہم پیوست دو چیزوں کا جدا کرنا۔

[6] وہ مراد کو نہ سمجھ سکے اور عرض کیا کہ کیا غلام کا آزاد کرنا اور گردن کا رہا کرانا ایک نہیں ہے؟

[7] لازمی بات ہے کہ مالک ہی ایسا کرسکتا ہے۔

[8] جس پر اس کی آزادی موقوف کی گئی ہے اور یہ کام وہی کرے گا جو غلام کا مالک نہیں ہوگا۔

[9] مِنْحَةً میم کے نیچے زیر اور نون ساکن، اصل میں اس کا معنیٰ عطیہ ہے، عام طور پر اس کا اطلاق اس اونٹنی یا بکری پر ہوتا ہے جو حاجت مند کو دی جائے تاکہ وہ اس کے دودھ اور اون سے نفع حاصل کرے۔ وَكُوْفٌ واؤ پر زبر، بہت دودھ دینے والی، وَكْفٌ کا معنیٰ اصل میں بارش کے سبب مکان کی چھت کا ٹپکنا ہے۔

[10] رحمت اور احسان کے ساتھ، اگرچہ وہ ظالم اور قطع رحمی کرنے والا ہو اور قرابت کے حقوق کی رعایت نہ کرتا ہو۔

[11] اگر امور مذکورہ کی طاقت نہ رکھو تو بھوکے، پیاسے کو کھلاؤ پلاؤ کہ یہ کام امور مذکورہ سے آسان ہے۔

[12] غیر سے مراد وہ گفتگو ہے جس میں ثواب اور فائدہ ہو یا جس میں عذاب اور نقصان نہ ہو۔

۳۲۳۸/۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِيُذْكَرَ اللّٰهُ فِيْهِ بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ اَعْتَقَ نَفْسًا مُّسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَتَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت عمرو بن عبسہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے[2] تو اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا، اور جس نے کسی مسلمان ذات کو آزاد کیا تو وہ اس کا بدلہ ہوگا جہنم سے اور جو شخص اللہ کی راہ[3] میں بوڑھا ہوگیا تو اس کا بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔

(شرح السنۃ)

---

[1] عمرو بن عبسہ۔ عین بے نقطہ، باء اور سین تینوں پر زبر، صحابی ہیں اور تیسرے نمبر پر اسلام لائے، ان کے

حالات کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] اور اس کی عبادت کی جائے۔ مسجد کے بنانے سے مقصد، ناموری، شہرت، فخر اور نمائش نہ ہو۔

[3] یعنی جہاد، حج یا طلب علم کے راستے میں یا طلب مولیٰ اور طریق حق کے سلوک میں

۳۲۳۹ عَنِ الْغَرِيْفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا حَدِيْثًا لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ وَّ لَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَقْرَءُ وَ مُصْحَفُهٗ مُعَلَّقٌ فِيْ بَيْتِهٖ فَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ فَقُلْنَا اِنَّمَا اَرَدْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَاحِبٍ لَّنَا اَوْجَبَ يَعْنِي النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ اَعْتِقُوْا عَنْهُ يُعْتِقُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت غریف بن دیلمی[1] سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع[2] کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمیں ایسی حدیث بیان کریں جس میں کمی اور زیادتی نہ ہو تو وہ ناراض ہو گئے اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص تلاوت کرتا ہے حالانکہ اس کا قرآن پاک اس کے گھر میں لٹکا ہوا ہوتا[3] ہے۔ اس کے باوجود وہ زیادتی اور کمی کر جاتا ہے ہم نے عرض کیا کہ ہم وہ حدیث سننا چاہتے ہیں جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے ایک ساتھی کے بارے میں جس نے قتل[5] کے ذریعے اپنے اوپر آگ واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے غلام آزاد کرو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے ایک عضو[6] آگ سے آزاد فرما دے گا۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

---

[1] غریف نقطے والی غین پر زبر، راء کے نیچے زیر، یا ساکن، آخر میں فاء۔ ان کے والد کا نام ہے۔ عیاش بن فیروز الدیلمی، بعض اوقات ان کی نسبت دادا کی طرف کر دی جاتی ہے (غریف بن الدیلمی)۔ تابعی، ثقہ، مقبول اور پانچویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے، اپنے دادا اور حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کرتے ہیں۔

[2] واثلہ ثاء کے نیچے زیر بن الاسقع ہمزہ پر زبر سین بے نقطہ ساکن اور قاف پر زبر، صحابی ہیں، اصحابِ صُفّہ میں سے تھے، اس وقت اسلام لائے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے۔

۳؎ یعنی وہ دن رات پڑھتا ہے اور اس کا قرآن پاک اس سے غائب نہیں ہوتا، اس کے باوجود بھول یا غلطی سے کمی بیشی کر بیٹھتا ہے، معلوم ہوا کہ ضبط اور تکرار کے باوجود کمی بیشی ضرور ہو جاتی ہے (اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔

۴؎ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ وہی الفاظ کریمہ بیان کریں لہٰذا انہوں نے عرض کیا کہ ہماری مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث اس طرح بیان فرمائیں کہ اس کا معنی تبدیل نہ ہو اور روایت میں احتیاط بھی ملحوظ رکھیں۔ اگر لفظوں میں کمی اور زیادتی واقع ہو جائے اور معنیٰ تبدیل نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۵؎ خودکشی سے یا دوسرے کو عمداً قتل کرکے۔

۶؎ آزاد شدہ غلام کے ہر عضو کے بدلے، آزاد کرنے والے کا ایک عضو، آتش جہنم سے آزاد فرما دے گا۔

۳۲۳۰ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ الشَّفَاعَةُ بِهَا تُفَكُّ الرَّقَبَةُ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

حضرت سمرہ بن جندب۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ، وہ شفاعت ہے جس کے ذریعے غلام کو رہائی دلائی جائے۲؎

(شعب الایمان امام بیہقی)

۱؎ سمرہ سین پر زبر، میم پر پیش بن جندب جیم پر پیش اور دال پر پیش۔ اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں، شہور صحابی ہیں۔

۲؎ قتل سے یا عذاب سے یا غلامی سے۔

بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ وَ شِرَى الْقَرِيْبِ وَالْعِتْقِ فِى الْمَرَضِ

۲۶۳۔ مشترک غلام کو آزاد کرنا اور قریبی رشتہ دار کو خریدنا اور بیماری میں غلام آزاد کرنا

دو یا تین افراد کے درمیان مشترک غلام کے آزاد کرنے کا بیان کہ اگر ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرا شریک کیا کرے؟ امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین (امام محمد اور امام ابو یوسف) میں اختلاف ہے کہ کیا آزاد کرنا تقسیم کو قبول کرتا ہے؟ کہ غلام آدھا آزاد ہو جائے اور آدھا غلام ہی رہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایسا ہو جاتا ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ نہیں ہوتا۔ اس پر کچھ دوسرے احکام میں اختلاف متفرع ہے۔ جن کا ذکر احادیث میں آئے گا۔

دوسرا مسئلہ ہے قریبی رشتہ دار کا خریدنا، کہ آزاد کیے بغیر محض خریدنے سے آزاد ہو جاتا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ قریبی رشتہ دار سے مراد کون ہے؟ کیا یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس کے ساتھ ولادت کا تعلق ہے یا تمام ذوی الارحام (وہ افراد جن کا کسی ایک رحم کے ساتھ تعلق ہو) کو شامل ہے۔ جیسے کہ ہم بیان کریں گے اس سے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

تیسرا مسئلہ ہے بیماری میں آزاد کرنا یعنی غلام کو مُدَبَّر بنانا (اور اسے کہنا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) اس کا حکم عنقریب آئے گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۲۴۱/۱ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَّهٗ فِيْ عَبْدٍ وَّكَانَ لَهٗ مَالٌ يَّبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَآءُهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے غلام میں اپنا حصہ[1] آزاد کردیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے جو غلام کی قیمت کو پہنچتا ہو[2] تو اس پر غلام کی منصفانہ[3] قیمت لگائی جائے گی اور اس کے شرکا کو ان کے حصے دیے جائیں گے اور غلام اس پر آزاد ہوگا۔ ورنہ[4] اس کا جو حصہ آزاد ہوگیا وہ ہوگیا[5]

(صحیحین)

---

[1] شرک شین کے نیچے زیر، حصہ۔

[2] یعنی آزاد کرنے والا مال دار ہو۔

[3] کمی بیشی کے بغیر۔

[4] اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو غلام کی قیمت کو پہنچے یعنی آزاد کرنے والا تنگ دست اور فقیر ہو۔

[5] اور باقی شریکوں کا حصہ بدستور غلام رہے گا ـــــــ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مال دار ہے تو وہ اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہوگا، اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر فقیر ہو تو جتنا حصہ آزاد کردیا وہ آزاد اور باقی غلام رہے گا اور آزادی اور غلامی منقسم ہوتی ہے دوسرے شریک کو پابند نہیں کیا جائے گا کہ اپنا حصہ آزاد کرے اور غلام سے کہے کہ محنت مزدوری کرکے اس کے حصے کی قیمت ادا کرو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام اعظم ابو حنیفہ اگرچہ آزادی اور غلامی کی تقسیم کے قائل ہیں تاہم ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مال دار ہے تو وہ یا تو شریک کے حصے کی ضمانت دے، یا شریک غلام سے مزدوری کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کرے یا آزاد کردے اور اگر فقیر ہو تو ضامن نہیں ہوگا البتہ شریک یا تو غلام سے محنت کے ذریعے قیمت وصول کرے

یا آزاد کر دے، آزاد کر دے تو وَلاء میں دونوں شریک ہوں گے (یعنی غلام فوت ہوا اور اس کے نسبی رشتہ دار نہیں ہیں تو اس کا مال دونوں کو مل جائے گا ۱۲ قادری) صاحبین کے نزدیک مال دار پر ضمانت ہے اور فقیر سے تو غلام سے مزدوری کروائی جائے اور وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہو گی کیونکہ آزاد کرنا منقسم نہیں ہوتا۔ اِستِسعاء کا مطلب یہ ہے کہ غلام کو پابند کیا جائے کہ وہ مال کما کر شریک کے حصے کی قیمت ادا کرے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ غلام، شریک کے حصے کے مطابق اس کی خدمت کرے اور ان کے نزدیک اِستِسعاء کا یہی مطلب ہے۔

۳۲۴۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا فِیْ عَبْدٍ اُعْتِقَ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ مَالٌ اُسْتُسْعِیَ الْعَبْدُ غَیْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَیْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام کا ایک حصہ[1] آزاد کیا وہ غلام تمام آزاد کیا جائے[2] گا اگر اس کے پاس مال ہے[3] اور اگر اس کے پاس مال نہیں تو غلام کو مشقت میں ڈالے بغیر[4] اس سے محنت کروائی جائے گی (صحیحین)

[1] شِقص شین کے نیچے زیر، قاف ساکن اور صاد بے نقطہ، زمین اور ہر چیز کا ایک ٹکڑا۔

[2] مالک پر یا اس نے اپنے اوپر تمام غلام کو آزاد کر لیا، اعتق صیغہ مجہول اور معلوم کے ساتھ دونوں طرح صحیح ہے۔

[3] یعنی شریک کے لیے ضامن ہو گا۔

[4] اتنی قیمت اس کے ذمہ نہ لگا دی جائے جس کا ادا کرنا اس کے لیے دشوار ہو، یہ اس صورت میں ہے کہ استسعاء کا معنی طلب قیمت ہو، اور اگر بعض کے قول کے مطابق استسعا کا معنی طلب خدمت ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ ایسی خدمت اس کے سپرد نہ کی جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔

۳۲۴۳ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ سِتَّةً مَمْلُوْكِیْنَ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ لَمْ یَكُنْ لَهٗ مَالٌ غَیْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّاهُمْ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے[1] جن کے علاوہ ان کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلا کر تین حصوں میں تقسیم

اَثْلَاثًا ثُمَّ اَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً وَقَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيْدًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَرَوَى النَّسَائِيُّ عَنْهُ وَ ذَكَرَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اُصَلِّيَ عَلَيْهِ بَدَلَ وَقَالَ لَهٗ قَوْلًا شَدِيْدًا وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ لَوْ شَهِدْتُّهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِيْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

فرمایا پھر ان میں قرعہ ڈالا، دو کو آزاد کر دیا[2] اور چار کو غلام بنا دیا اور میت کے لیے سخت بات فرمائی[3] (مسلم) امام نسائی نے ان ہی[4] سے حدیث روایت کی اور میت کے لیے سخت بات فرمائی کی جگہ یہ ذکر کیا کہ تحقیق میں نے ارادہ کیا کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھوں اور ابو داؤد کی رعایت میں ہے کہ اگر ہم ان کے دفن سے پہلے حاضر ہوتے تو انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا[5]۔

۳۲۴۴/۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَّالِدَهٗ اِلَّا اَنْ يَّجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے باپ کو مکمل بدلہ نہیں دیتا مگر یہ کہ باپ کو کسی کا مملوک پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے[1]۔ (مسلم)

---

[1] یعنی وفات کے وقت کہا کہ میں نے ان چھ غلاموں کو آزاد کیا۔

[2] یعنی دو غلاموں کو آزادی کا حکم فرمایا، اور چار کی غلامی کا حکم فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض موت میں آزاد کرنا تہائی حصے میں نافذ ہوتا ہے کیونکہ اس شخص کے مال کے ساتھ وارثوں کا حق متعلق ہو چکا ہے، اسی طرح وصیت، صدقہ اور ہبہ وغیرہ مال کے تہائی حصے میں نافذ ہوتا ہے جیسے کہ معلوم ہے۔

[3] کیونکہ آپ نے ان کے فعل کو ناپسند فرمایا اور تغلیظ و تشدید فرمائی کہ تمام غلاموں کو آزاد کیوں کیا؟ اور وارثوں کے حق کی رعایت نہیں کی، آپ نے یتیموں پر شفقت اور رحمت کا مظاہرہ فرمایا البتہ تیسرے حصے میں ان کے تصرف کو نافذ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو ظلم اور ناجائز کام پر برا کہا جا سکتا ہے اور حدیث شریف، اپنے مردوں کو خیر کے ساتھ یاد کرو، اس صورت کے ماسوا کے بارے میں ہے۔

[4] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

[5] ایک نسخے میں ہے لَمْ يُقْبَرْ فِيْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ترجمہ وہی ہے

[۵] بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض خریدنے سے آزاد نہیں ہوتا اہل ظاہر کا یہی مذہب ہے جمہور علماء کے نزدیک صرف مالک ہونے سے آزاد ہو جائے گا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے، تیسری فصل کی ابتداء میں وہ حدیث آ رہی ہے جو اس معنی پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔

۳۲۴۵ / ۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوْكًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَآءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِاَهْلِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِيْ قَرَابَتِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِيْ قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُوْلُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مُدبّر[۱] بنا دیا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی مال نہ تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو فرمایا: اسے مجھ سے کون خریدے گا؟ حضرت نعیم بن نحام[۲] نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔

(صحیحین) امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اسے نعیم بن عبد اللہ عدوی[۳] نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا اور انہوں نے وہ درہم لا کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے، آپ نے وہ دراہم غلام کے مالک کو عطا فرما دیئے[۴]، پھر فرمایا: اپنی ذات سے ابتدا کرو اور اس پر خرچ کرو اور اگر کچھ بچ جائے تو تمہارے اہل وعیال کے لیے ہے، اور اگر تمہارے اہل سے کچھ بچ جائے تو تمہارے رشتہ داروں کے لیے ہے[۵] اور اگر تمہارے رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو اس طرح اور اس طرح آپ کا اشارہ اس طرف تھا کہ سامنے اور دائیں بائیں جانب والوں پر خرچ کرو[۶]۔

[1] تدبیر کا معنی ہے غلام کو مرنے کے بعد آزاد کرنا اور یہ کہنا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ غلام آزاد ہوگا اس غلام کو مُدَبَّر کہتے ہیں ۱۲ قادری)

[2] نعیم نون پر پیش، بن النحام نون پر زبر، بعض نے کہا کہ اس پر پیش ہے، حا بے نقطہ مشدد، حضرت نعیم صحابی ہیں اور بنو عدی میں سے ہیں، شارحین نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ لفظ ابن نہیں ہونا چاہیے، وہ نعیم بن عبد اللہ نحام ہیں اور ان کو نحام اس لیے کہا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شبِ معراج جنت میں ان کی نحمہ سنی، نحمہ کھانسی کو کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے تھے اور حدیبیہ یا خیبر کے سال ہجرت کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مدبر کو بیچنا جائز نہیں ہے، انہوں نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا کہ یہ غلام، مقید مدبر تھا کہ اس کے مالک نے کہا تھا کہ اگر میں اس بیماری یا اس مہینے میں فوت ہو گیا تو تو آزاد ہوگا، اس قسم کا مدبر آزاد نہیں ہوتا، برخلاف مطلق مدبر کے کہ مالک نے کہا کہ جب بھی میں فوت ہو جاؤں تو تو آزاد ہوگا (مولی کے فوت ہونے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا، ایسے مدبر کو بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بعد از وفات آزادی کا حق دار ہو چکا ہے۔ ۱۲ قادری) دیگر احادیث اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔

[3] نعیم بن عبد اللہ قبیلۂ بنی عدی سے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس قبیلے سے تھے۔

[4] صراح میں ہے دفع کسی کو کوئی چیز دینا

[5] جو ذوی الارحام میں سے ہیں۔

[6] یعنی جو سائل سامنے اور دائیں بائیں جانب سے تیرے پاس آئیں، چونکہ عام طور پر سائل سامنے سے ہی آتے ہیں اس لیے سامنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ ظاہر عبارت سے گمان ہوتا ہے کہ تین دفعہ ھکذا وھکذا وھکذا کہنا چاہیے۔ تاہم دو مرتبہ بھی کافی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۲۴۶ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ

حضرت حسن بصری[1]، حضرت سمرہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہوا[2] تو وہ مملوک

حُرٌّ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

آزاد ہے۔ (امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] حضرت حسن بصری حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت روایت کرتے ہیں کیونکہ وہ بصرہ میں تشریف لا کر مقیم ہو گئے تھے۔

[2] خریدنے سے یا اس کے علاوہ ـــــ ذی رحم وہ رشتے دار ہے جو رحم کے واسطے سے ولادت کا تعلق رکھے، یہ شامل ہے اولاد، والد، بھائی اور چچا وغیرہ کو (جو ایک رحم سے تعلق رکھتے ہیں) اور محرم وہ ہے جس کے ساتھ (کبھی بھی) نکاح جائز نہ ہو، چچازاد بھائی وغیرہ اس سے خارج ہو جائیں گے، یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ یہ حکم تمام ذوی الارحام کو شامل ہے اور ان رشتہ داروں کے ساتھ خاص نہیں ہے جن کے ساتھ ولادت کا تعلق ہے جیسے کہ دیگر ائمہ فرماتے ہیں۔

۳۲۴۷/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَلَدَتْ اَمَۃُ الرَّجُلِ مِنْہُ فَھِیَ مُعْتَقَۃٌ عَنْ دُبُرٍ مِّنْہُ اَوْ بَعْدَہٗ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد کی لونڈی اس سے بچہ جنے تو وہ اس کے پیچھے یا فرمایا اس کے بعد آزاد ہوگی[1]۔ (دارمی)

[1] راوی کو شک ہے کہ عَنْ دُبُرٍ مِّنْہُ فرمایا یا بَعْدَہٗ فرمایا، دونوں کا معنی ایک ہی ہے ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے، اسی پر اجماع ہے اور جو اس کے مخالف آیا ہے وہ منسوخ ہے، اس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آئے گی۔

۳۲۴۸/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بِعْنَا اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَکْرٍ فَلَمَّا کَانَ عُمَرُ نَھَانَا عَنْہُ فَانْتَھَیْنَا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں ام ولد (لونڈیوں) کو فروخت کیا، حضرت عمر کا زمانہ آیا تو انہوں نے ہمیں اس سے منع کر دیا تو ہم رک گئے[1]۔ (ابوداؤد)

[لہ] اس جگہ اشکال یہ ہے کہ باوجودیکہ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ام ولد کو فروخت کرتے تھے، حضرت عمر نے اس سے کس طرح منع کر دیا؟ اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ام ولد (لونڈیوں) کے بیچنے کی اطلاع ہی نہ ہوئی ہو، یہ بیچنا اس وقت دلیل بن سکتا ہے کہ یہ بات آپ کے علم میں آئی ہو اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔

۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ابتداءِ اسلام میں ایسا ہو، اس کے بعد منع کر دیا گیا ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدتِ خلافت کے مختصر ہونے اور مسلمانوں کے اہم کاموں میں مصروف ہونے کے بعد سے اس ممانعت کی اطلاع نہ ہوئی ہو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی اطلاع پہنچ گئی تھی اس لیے انہوں نے اس بیع سے روک دیا، جیسے کہ متعہ کے بارے میں حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مٹھی کھجور اور آٹے کے بدلے میں متعہ کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرما دیا (خلاصہ یہ کہ ام ولد کی بیع اور متعہ، دونوں سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی ممانعت فرما دی تھی، بعض صحابہ کو اس کا علم نہ تھا، حضرت فاروق اعظم کو اس کا علم تھا اس لیے آپ نے سختی اور تشہیر کے ساتھ ان دونوں چیزوں سے ممانعت کا قانون نافذ کیا، ورنہ یہ کیسے ممکن تھا؟ کہ صحابہ کرام خاموش رہتے۔

(۱۲ قادری)

۳۲۴۹ ۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا وَّلَهٗ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهٗ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ السَّيِّدُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام آزاد کیا اس حال میں کہ اس غلام کے پاس مال تھا تو غلام کا مال، مولیٰ کے لیے ہے[لہ] مگر یہ کہ مولیٰ وعدہ کر لے[۲ہ]۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

[لہ] جس نے غلام کو آزاد کیا ہے، کیونکہ غلام کی ملکیت میں کچھ نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ مولیٰ کی اجازت سے تجارت یا کمائی کے ذریعے جو مال غلام کے ہاتھ میں حاصل ہے وہ مولیٰ کی ملکیت ہے، کیونکہ غلام اور جو کچھ اس کے پاس ہے مولیٰ کی ملکیت ہے۔ یعنی یہ وہم نہ کیا جائے کہ مال غلام کے قبضے میں ہے اور وہ آزاد ہو کر مالک بننے کا مستحق ہو گیا ہے۔ لہٰذا مال اسی کا ہوگا، اس لیے فرمایا کہ مال مولیٰ کی ملکیت ہے اور غلام کا اس میں کوئی

حصہ نہیں ہے۔

[۲] آزاد کرتے وقت کہہ دے کہ یہ مال غلام کا ہے، لہذا وہ مال مولیٰ کی طرف سے آزاد کرنے کے بعد غلام کے لیے عطیہ، صدقہ اور ہبہ ہوگا۔

۳۲۵۰/۱۰ وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَجُلاً اَعْتَقَ شِقْصًا مِّنْ غُلَامٍ فَذُکِرَ ذٰلِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَیْسَ لِلّٰہِ شَرِیْكٌ فَاَجَازَ عِتْقَہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو الملیح[۱] اپنے والد[۲] سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا اس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے[۳] اور غلام کو مکمل آزاد فرمادیا[۴]۔

(ابوداؤد)

[۱] ابو الملیح میم پر زبر، لام کے نیچے زیر، ان کا نام عامر بن اسامہ ہے۔ بعض نے کہا ان کا نام زید بن اسامہ ہے، ہذلی، بصری، تابعی اور ثقہ ہیں، تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ متعدد صحابہ کرام سے حدیث بھی سنی ہے۔

[۲] حضرت اسامہ بن عمیر سے اور وہ صحابی ہیں، ان سے روایت کرنے میں ان کے صاحب زادے حضرت ابو الملیح منفرد ہیں۔

[۳] یعنی جو کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے اور وہ از قسم عبادت ہو اس کے نصف میں اپنے آپ کو شریک نہیں کرنا چاہیے، لہذا غلام کے آدھے حصے کو آزاد کرنا اور باقی آدھے کو غلام رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔

[۴] یعنی پورے غلام کی آزادی کا حکم فرمایا ——— اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزادی تقسیم نہیں ہو سکتی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس شخص کو پورا غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی۔

۳۲۵۱/۱۱ وَعَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ کُنْتُ مَمْلُوْکًا لِاُمِّ سَلْمَۃَ فَقَالَتْ اُعْتِقُكَ وَاَشْتَرِطُ عَلَیْكَ اَنْ تَخْدُمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ

حضرت سفینہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام تھا، انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تم زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرو گے۔

فَقُلْتُ إِنْ لَمْ تَشْتَرِطْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَأَعْتَقَنِيْ وَاشْتَرَطَ عَلَيَّ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

میں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ شرط مجھ پر عائد نہ بھی کریں تو میں عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوں گا۔[۲] چنانچہ انہوں نے مجھ پر شرط عائد کر کے مجھے آزاد کر دیا۔[۳]

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱؎ جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔

۲؎ یعنی آپ کو یہ شرط لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو خود ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہوں۔

۳؎ حضرت سفینہ، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی خدمت کیا کرتے تھے اور غزوات میں لوگوں کا ساز و سامان اٹھاتے تھے، جس کے پاس بوجھ ہوتا وہ ان کی پشت پر رکھ دیتا، اسی لیے ان کا لقب سفینہ بن گیا، سفینہ کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا نام مہران، رومان یا رباح ہے، ان کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ یا ابوالبختری با، پر زبر، خا، ساکن اور تا، پر زبر، ایک دفعہ ایک لشکر میں تھے جنگل میں راستہ بھول گئے، اچانک ایک شیر ان کے سامنے آگیا، آپ نے فرمایا: اے ابوالحارث (یہ شیر کی کنیت ہے) میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خادم سفینہ ہوں۔ شیر بڑی فرمانبرداری کے ساتھ آگے آگے چل پڑا یہاں تک کہ انہیں منزل تک پہنچا دیا۔

۳۲۵۲/۱۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُّكَاتَبَتِهٖ دِرْهَمٌ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکاتب[۱] غلام ہے جب تک کہ اس کے بدل کتابت کے ایک درہم بھی باقی رہے۔

(ابوداؤد)

۱؎ مکاتب وہ غلام ہے جس کا مالک اسے آزاد کرے یا اس کی قیمت اس کے ذمہ لگا دے اور مقرر کر کے لکھ کر دے دے کہ ہر ماہ اس میں سے اتنی مقدار ادا کرتا رہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک ایک درہم بھی اس کے ذمہ باقی رہے گا وہ غلام رہے گا، جب تک وہ پوری رقم ادا نہ کر دے وہ آزاد نہیں ہوگا ایسا نہیں ہے کہ وہ جتنی رقم ادا کر دے اس کا اتنا حصہ آزاد ہو جائے۔ صوفیائے کرام قدس اسرارہم اس حدیث کو

اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ جب تک آدمی کے وجود کا ایک ذرہ اور اس کا ماسوی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق باقی رہے گا اسے حریت اور رضا کا رخ زیبا دکھائی نہیں دے گا، اسی طرح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

۳۲۵۳/۱۳ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتَبِ اِحْدٰكُنَّ وَفَاءٌ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے ایک کے مکاتب کے پاس پورا بدل کتابت ادا کرنے کے لیے مال ہو تو اسے چاہیے کہ اس سے پردہ کرلے[1]۔ (ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ)

[1] اگرچہ وہ اس وقت تک غلام ہے جب تک کہ بدل کتابت ادا نہ کردے اور محرم ہے۔ اور اس سے پردہ لازم نہیں ہے، لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ بدلِ کتابت ادا کرسکتا ہے تو اس سے پردہ کرنا چاہیے، یہ ورع اور احتیاط کا تقاضا ہے۔ جب وہ ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو گویا اس نے بالفعل ادا کردیا ہے۔ بعض علما نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ عورت پردے کے لیے تیار اور آمادہ ہوجائے کہ اس کا وقت قریب آچکا ہے، کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے مکاتب کو فرمایا کہ جو کچھ تمہارے ذمہ ہے وہ ادا کردو اور خدا حافظ، یہ کہا اور چہرے پر نقاب ڈال لیا۔

۳۲۵۴/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهٗ عَلٰى مِائَةِ اُوْقِيَّةٍ فَاَدَّاهَا اِلَّا عَشْرَ اَوَاقٍ اَوْ قَالَ عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ ثُمَّ عَجَزَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے غلام کو سو اوقیہ[1] پر مکاتب کیا اور دس اوقیہ[2] یا فرمایا[3] دس دینار کے علاوہ باقی ادا کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا[4] تو وہ غلام ہے[5]۔

فَهُوَ رَقِيْقٌ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(ترمذی ، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] اوقیہ، ہمزہ پر پیش، واؤ ساکن، قاف کے نیچے زیر اور یا مشدد، چالیس درہم کو کہتے ہیں، وَقِيَّةٌ بغیر ہمزے کے بھی کہتے ہیں۔ جمع اَوَاقِيْ ہے ہمزے کے زبر کے ساتھ۔

[2] بعض نسخوں میں عشرۃ تار کے ساتھ واقع ہے، صحیح بغیر تار کے ہے۔

[3] دس اوقیہ کی جگہ دس دینار کہا، یہ راوی کو شک ہے، اس جگہ عشرۃ تار کے ساتھ ہے ——— مطلب یہ ہے کہ بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کیا۔

[4] باقی کے ادا کرنے سے۔

[5] اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو سابق حدیث کا ہے جس میں فرمایا کہ مکاتب غلام ہے جب تک اس کے ذمہ بدل کتابت سے ایک درہم بھی باقی ہے۔

۳۲۵۵/۱۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا اَوْ مِيْرَاثًا وَرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ يُؤْدٰى الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا اَدّٰى دِيَةَ حُرٍّ وَ مَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ وَ ضَعَّفَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جب مکاتب حد[1] یا وراثت پالے تو وہ اس حساب سے وارث ہوگا جتنا اس کا حصہ آزاد ہوا ہے۔

(ابوداؤد ۔ ترمذی) امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ مکاتب جتنا بدلِ کتابت ادا کر چکا ہے اس کے مطابق اسے آزاد کی دیت[2] دی جائے گی اور باقی حصے کے مقابل غلام کی دیت دی جائے گی[3] اور امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا[4]

---

[1] یعنی دیت۔

[2] یودی صیغہ مجہول، دال کی تخفیف کے ساتھ۔

[3] شارحین حدیث نے اس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ مکاتب نے آدھا مالِ کتابت ادا کیا تھا

کہ قتل کر دیا گیا۔ قاتل، آزاد کی آدھی دیت وارثوں کو دے گا اور غلام کی آدھی قیمت مولا کو دے گا۔ مثلاً اسے ایک ہزار درہم پر مکاتب بنایا گیا اور اس کی قیمت سو درہم ہے، اس نے ابھی پانچ سو درہم دیے تھے کہ قتل کر دیا گیا اب غلام کے وارثوں کو آزاد کی دیت کا نصف، پانچ سو درہم ملیں گے اور مولا کو غلام کی دیت کا نصف یعنی پچاس درہم ملیں گے۔ اسی طرح شارحین نے کہا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب نے جتنا مال ادا کر دیا اتنا آزاد ہے اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام ہے جب تک کہ اس کے ذمہ کوئی چیز باقی رہے، لہٰذا وارث کو ملنے والی دیت کے اعتبار سے وہ غلام کے حکم میں ہوگا اور دیت کے دونوں حصے مولا کے لیے ہوں گے۔

۵۴ ضعف کے علاوہ یہ حدیث احادیث صحیحہ کے معارض ہے۔ یہ حدیث امام نخعی کے علاوہ ائمہ فقہ میں سے کسی امام کے نزدیک معمول نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣٢٥٦ / ١٦ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَيَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ هَلَكَتْ فَهَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

تیسری فصل

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمرہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ نے غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا پھر اس کام کو صبح تک موخر کر دیا ۵۴ تو وہ فوت ہو گئیں، عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمدؒ سے پوچھا کہ اگر میں والدہ کی طرف سے غلام آزاد کر دوں تو یہ ان کو فائدہ دے گا، حضرت قاسم نے فرمایا: حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ تو کیا میرا ان کی طرف سے غلام آزاد کرنا انہیں فائدہ دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ ۵۵

(امام مالک)

---

[1] حضرت عبدالرحمن مدینہ منورہ کے قاضی اور ثقہ تابعی تھے، ان کی حدیث اہل مدینہ میں مشہور تھی، اپنے والد، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عثمان سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد حضرت ابوعمرہ عین پر زبر میم ساکن، کا نام عمرو بن حصین ہے بعض نے کہا کہ ثعلبہ بن عمرو بن حصین ہے وہ صحابی ہیں۔

[2] اور انہیں آزاد کرنے کی توفیق نہ ہوئی اور آزاد کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں

[3] قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق وہ اکابر علماء اور مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے جلیل القدر شخصیت تھے۔

[4] سعد بن عبادہ عین پر پیش اور باء مخفف، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابہ میں سے ہیں۔

[5] اسے فائدہ دے گا اور اس کا ثواب اسے پہنچے گا، دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سعد نے پوچھا کہ کونسا صدقہ بہتر ہے؟ کہ اپنی والدہ کی طرف سے دوں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ پانی دو کہ بہترین صدقہ ہے، حضرت سعد نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کنواں کھدوا کر فرمایا؛ یہ کنواں سعد کی والدہ کے لیے ہے[6]۔ مالی عبادت میں صدقہ بالاتفاق صحیح ہے اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ بدنی عبادت میں اختلاف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔

۳۲۵؍۱۷ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَوْمٍ نَامَهٗ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَآئِشَةُ اُخْتُهٗ رِقَابًا كَثِيْرَةً. (رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت یحییٰ بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا سوتے ہوئے انتقال ہوگیا[ع] تو ان کی طرف سے ان کی بہن حضرت عائشہ نے بہت سے غلام آزاد کیے[ع]۔ (امام مالک)

---

[6] یہ حدیث اہل سنت وجماعت کی دلیل ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے، نیز کسی کی طرف منسوب کر دینے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی، حضرت سعد بن عبادہ نے نام زد کرتے ہوئے فرمایا، هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ، نام زد کرنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ صدقہ تو اللہ کی رضا کے لیے ہے لیکن اس کا ثواب فلاں شخصیت کے لیے ہے، دیوبندی وہابی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اس نکتے کو نہیں سمجھتے اور ایسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں۔ (تنبیہ جلیل) اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان جب ایصال ثواب کرتے ہیں تو دنیا سے رخصت ہونے والوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ لیکن کیا یہ عقل مندی ہے کہ ہم صرف دوسروں کی فکر کرتے رہیں اور اپنی فکر ہی چھوڑ دیں نہ نماز ادا کریں۔ نہ روزہ رکھیں اور نہ دیگر فرائض وواجبات ادا کریں۔ نہیں اور ہرگز نہیں! عقل ودانش کا تقاضا ہے کہ ہم جہاں دوسروں کی فکر کریں، اس سے زیادہ اپنی فکر کریں۔ ۱۲ قادری۔

[1] یحییٰ بن سعید تابعین میں سے ہیں۔ امام مالک، ہشام بن عروہ اور سفیان ثوری ان سے روایت کرتے ہیں اور یہ یحییٰ بن سعید انصاری ہیں، یحییٰ بن سعید القطان اکابر ائمہ حدیث میں سے ہیں جو امام مالک، ثوری اور اعمش سے روایت کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ یحییٰ بن سعید انصاری ہی مراد ہیں۔

[2] عبدالرحمٰن بن ابی بکر صحابہ میں سے ہیں، حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا بعض نے کہا کہ عبدالعزیٰ تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن نام رکھ دیا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔

[3] یعنی اچانک فوت ہو گئے۔

[4] دونوں کی والدہ بھی ایک تھیں ان کا نام ام رومان تھا۔

[5] اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) ان کے ذمہ کئی غلاموں کا آزاد کرنا تھا اور انہیں آزاد کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی، اس لیے حضرت عائشہ نے ان کی طرف سے کئی غلام آزاد کیے (۲) ناگہانی وفات میں ایک چیز ہے (یہ زیادہ صدمے کا باعث ہوتی ہے) حضرت عائشہ صدیقہ غمگین ہوئیں اور (ایصال ثواب کے لیے) بہت سے غلام آزاد کیے، اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا، دوسرا احتمال زیادہ ظاہر ہے۔

۳۲۵۸/۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَلَمْ يَشْتَرِطْ مَا لَهٗ فَلَا شَيْءَ لَهٗ۔

(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے غلام خریدا اور اس کے مال[1] کی شرط نہیں لگائی تو اس کے[2] لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

(دارمی)

[1] جو اس کے ہاتھ میں تھا۔

[2] خریدار کے لیے کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ غلام کے پاس جو مال ہے وہ اس کے مولیٰ کا ہے اور اگر خریدار شرط کرے تو یہ ہبہ اور عطا کے حکم میں ہو گا۔

بَابُ الْاَیْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

۲۶۴- قسموں اور نذروں کا بیان

ایمان جمع ہے یمین کی جس کا معنی قسم ہے، کہتے ہیں کہ قسم کو یمین اس لیے کہتے ہیں کہ عرب، قسم کھاتے وقت ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے تھے اور قسم کھاتے تھے، پس اس کی اصل، یمین ہے دائیں ہاتھ کے معنی میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی اصل، یمین ہو برکت و قوت کے معنی میں، کیونکہ قسم کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر کے خبر کو تقویت دینا اور اس کے نام سے برکت حاصل کرنا ——— نذور، جمع ہے نذر کی نذر کے نون پر زبر اور پیش پڑھ سکتے ہیں اور ذال ساکن ہے، نذر کا معنی ہے انسان کا اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کر لینا، اور کسی نیکی کو کسی سبب کی وجہ سے اپنے ذمہ لے لینا۔ مثلاً مریض کا تندرست ہو جانا اور مسافر کا آجانا اسی طرح شارحین نے کہا ہے، ظاہر یہ ہے کہ غالب اور عادت کے مطابق سبب کی شرط لگائی گئی ہے ورنہ نذر بغیر سبب کے بھی جائز اور واقع ہے، نیکی کی شرط امام شافعی کے نزدیک ہے، ہمارے نزدیک کسی جائز اور مباح چیز کا واجب کرنا نذر ہے خواہ نیکی ہو یا نہ البتہ وہ چیز معصیت نہیں ہونی چاہیے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

٣٢٥٩ ١ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَكْثَرُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم عموماً یہ ہوتی تھی اس طرح نہیں ہے دلوں کے بدلنے[1] والے کی قسم۔

(امام بخاری)

---

[1] ایک حال سے دوسرے حال کی طرف، لا، کلام سابق کی نفی کے لیے ہے جیسے کہتے ہیں۔ لَا وَاللّٰہِ۔

۳۲۶۰ / ۲ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهٰكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں آباء و اجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے[۱]۔

(صحیحین)

[۱] اور غیر خدا کا ذکر نہ کرے، بعض فقہاء کے نزدیک باپ کی قسم کھانے والا کافر ہے، ممکن ہے یہ اس صورت میں ہو کہ آباء و اجداد کی تعظیم کا عقیدہ رکھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں شریک کرے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو مکروہ اور حرام ہے۔

۳۲۶۱ / ۳ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَائِكُمْ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بتوں[۲] کی قسم نہ کھاؤ اور نہ ہی آباء کی قسم کھاؤ۔

(مسلم)

[۱] حضرت عبد الرحمن بن سمرہ صحابی ہیں اور عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، ان کی کنیت ابو سعید ہے اور عبد شمس کی نسبت سے انہیں شمسی کہا جاتا تھا، ان کا نام عبد الکعبہ تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر عبد الرحمن نام رکھ دیا، فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔

[۲] الطواغی جمع ہے طاغیۃ” کی بتوں کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ سرکشی کا سبب ہیں۔ بتوں کی قسم کھانے سے اس لیے منع کیا گیا تاکہ زمانہ جاہلیت کی عادت کی بنا پر غیر ارادی طور پر بتوں کی قسم زبان پر نہ آجائے۔ ورنہ بتوں کی قسم کھانا مسلمانوں سے متصور ہی کب ہے؛ یہاں تک کہ اس سے منع کیا جائے۔

۳۲۶۲ / ۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے قسم کھائی اور کہا مجھے لات و عزیٰ[۱] کی قسم! تو اسے چاہیے[۲] کہ کلمہ طیبہ پڑھے اور

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ ۔

جو شخص اپنے ساتھی کو کہے کہ آ تیرے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے[3]۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(صحیحین)

[1] یہ بتوں کے نام ہیں۔

[2] اسے چاہیے کہ توبہ کرے اور کلمۂ توحید پڑھ کر تلافی کرے، اگر دورِ جاہلیت کی عادت کے مطابق اور غیر ارادی طور پر لات وعزیٰ کی قسم زبان پر آگئی ہو تو کلمۂ توحید کے ساتھ تلافی اس لیے مستحسن ہے کہ یہ قسم صورت کے لحاظ سے کفر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی مراد ہے ورنہ اگر بتوں کی تعظیم کے ارادے سے قسم کھائی گئی ہے۔ تو یہ صراحۃً کفر اور ارتداد ہے اور اس کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔

[3] یعنی جس مال کے ساتھ جوا کھیلنا چاہتا تھا وہ صدقہ کر دے تاکہ اس قول کا کفارہ ہو جائے۔ قمار اور مقامرۃ کوئی چیز گروی رکھ کر کھیلنا کہ اگر میں ہار گیا تو یہ چیز تمہاری، اگر دونوں طرف سے یہ شرط ہو تو کھیل ناجائز ہے۔ (۱۲ قادری)

۳۲۶۳/۵ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَ لَيْسَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَ مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهٖ وَ مَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ

حضرت ثابت بن ضحاک[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اسلام کے علاوہ کسی دین پر جھوٹی قسم کھائی[2] تو وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے کہا اور ابن آدم پر اس چیز میں نذر نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے اور جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز کے ساتھ قتل کیا قیامت کے دن اسے اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا[3] اور جس نے مومن پر لعنت کی تو یہ[4] اس کے قتل کی طرح ہے اور جس نے مومن کو کفر کے ساتھ گالی دی تو یا سے قتل کرنے کی طرح[5] ہے اور جس نے بہت سا مال حاصل کرنے کے لیے[6] جھوٹا دعویٰ کیا اللہ تعالیٰ اس

يَزِدُهُ اللّٰهُ اِلَّا قِلَّةً۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کے لیے زیادہ نہیں فرمائے گا مگر مال کی کمی کو[ع]۔
(صحیحین)

---

[۱] ثابت بن ضحاک، بنو خزرج سے تعلق رکھنے والے انصاری ہیں، ان کی کنیت ابو زید ہے، غزوہ خندق کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے، کم عمری میں بیعت رضوان میں شریک ہوئے، مدنی ہیں بصرہ میں مقیم ہوئے اور سنہ ھ میں ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ شہادت کے موقع پر وفات پائی۔

[۲] مثلاً کہا کہ اگر یہ کام کروں تو میں یہودی یا نصرانی ہوں گا یا دین اسلام یا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا قرآن سے بے زار ہوں گا۔ تو وہ اسی طرح ہو گا یعنی یہودی عیسائی اور دین اسلام سے بری ——— ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کہنے والا شخص قسم کھانے کی بنا پر قسم ٹوٹنے کے بعد کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کی عزت ضائع کر دی اور کفر پر راضی ہوا اور بعض نے کہا کہ یہ زجر و توبیخ اور وعید میں مبالغہ ہے اور اس کے یہودی، عیسائی یا اسلام سے بری ہونے کے حکم میں مبالغہ ہے ہمارے نزدیک یہ بات کہنے سے کافر نہیں ہو گا خواہ اس نے اس بات کو فعل ماضی پر معلق کیا یا مستقبل پر کیا۔ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اگر فعل ماضی پر معلق کیا تو کافر ہو جائے گا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی صورت میں کافر نہیں ہو گا۔ کیونکہ کافر عقیدے کی بنا پر ہوتا ہے، قسم کا مقصد اپنے آپ کو کام سے روکنا اور دھمکی دینا ہے اسی لیے اس نے ایسی چیز پر معلق کیا ہے جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ اور ممنوع ہے، اس کلام کی تفصیل شرح (لمعات) میں کی گئی ہے[ع]۔

[۳] مثلاً جس شخص نے چھری کے ساتھ خودکشی کی تو قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں چھری دی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ ہمیشہ خودکشی کرتا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا جیسے کہ دوسری حدیث میں خودکشی کرنے والے کے بارے میں آیا ہے۔

[ع] مفتی احمد یار نعیمی فرماتے ہیں: یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمداً نماز چھوڑے وہ کافر ہو گیا ایسی قسم میں امام ابو حنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہو جائے گی کفارہ واجب ہو گا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے یہ اختلاف جب ہے کہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً یہ کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے بری ہو جاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گناہ گار ہے ۱۲ مرآۃ۔

[۵۴] لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے اور اس کے حکم میں ہے گناہ میں، حرام ہونے اور عذاب میں۔ ——— یہ بطور تشدد، تغلیظ اور مبالغہ ناقص کو کامل کے ساتھ لاحق کرنے کے قبیلے سے ہے اسی طرح شارحین نے کہا ہے، یا اس صورت میں ہے کہ لعنت سے مراد کفر نہ ہو اور اگر لعنت سے مراد کفر ہو تو یہ کفر کے ساتھ گالی دینے کے حکم میں ہے جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[۵۵] یہ تشبیہ بہت ظاہر ہے کیونکہ کفر، قتل کے اسباب میں سے ہے لہٰذا کفر کی گالی دینا کسی شخص کو قتل کرنے کی طرح ہے۔

[۵۶] بعض نسخوں میں لِیَسْتَکْثِرَ ہے باب استفعال سے ——— یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جو عموماً دعوے کی علت ہوتی ہے اس کے ساتھ مقید کرنا مقصود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر تکثیر مال مقصود نہ ہو تو اس پر جزا ہی مرتب نہ ہو۔

[۵۷] اس کے دعوے اور مقصد کے برخلاف ——— یہ بات ان خود ساختہ اور جھوٹے صوفیوں میں بھی جاری ہے جو لوگوں کی نگاہوں میں مرتبہ و مقام حاصل کرنے کے لیے احوال و فضائل کا جھوٹا دعوٰے کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

۳۲۶۴/۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَاَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہوگا کہ میں کسی چیز[۱] کی قسم کھاؤں پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھوں مگر میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور وہ کام کروں گا جو بہتر ہو[۲]۔

(صحیحین)

---

[۱] یمین سے مراد وہ چیز ہے جس کے بارے میں قسم کھائی جائے یا علیٰ بمعنی بارے ہے معنی یہ ہوگا میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا۔

[۲] حاصل یہ ہے کہ اگر میں نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا حالانکہ اس کام کا کرنا بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے تو میں قسم کو توڑ دوں گا اور وہ کام کر لوں گا اور قسم کا کفارہ دے دوں گا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور تاکید قسم کھا کر یہ بات فرمائی، اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر کام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے

تو ہم اپنی قسم پر قائم نہیں رہیں گے کہ ہم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ یہ کام نہیں کریں گے، لہٰذا اب کیسے کریں ؟ کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے باقی رہی قسم تو اس کا معاملہ آسان ہے اس کا کفارہ دے دیا جائے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص قسم کھاتا ہے کہ اپنے والدین سے کلام نہیں کروں گا اسے چاہیے کہ والدین سے کلام کرے تاکہ نافرمانی کی حد میں داخل نہ ہو جائے اور قسم کا کفارہ دے دے، جیسے کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ دوستوں کا دل دکھانا جہالت ہے اور قسم کا کفارہ آسان ہے ۔

۳۲۶۵ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ مَّسْئَلَةٍ وُّكِلْتَ اِلَيْهَا وَ اِنْ اُوْتِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَ اِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَ اْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَّ فِیْ رِوَايَةٍ فَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَّ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! تم امیر ہونے[1] کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر مانگنے پر تمہیں امارت دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے[2] اور اگر تمہیں مانگے بغیر امارت دی گئی تو اس پہ تمہاری امداد کی جائے گی اور جب تم کسی چیز کی قسم کھاؤ پھر تمہیں اس کے علاوہ کوئی چیز بہتر دکھائی دے تو تم اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا اور وہ کام کرنا جو بہتر ہو اور ایک روایت میں ہے تم وہ کام کرنا جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دینا[3] ۔

(صحیحین)

[1] اور حکومت کا مطالبہ نہ کرنا کہ تمہیں کسی جگہ کا امیر اور حاکم بنا دیا جائے۔

[2] وُکِلتَ واؤ پہ پیش اور کاف مخفف کے نیچے زیر ــــــ تمہیں تمہاری قوت و طاقت اور رائے اور تدبیر کے سپرد کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تمہیں میسر نہیں ہوگی، اور اسی سے تمام شر اور فساد پیدا ہوتا ہے ۔

[3] اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور تدبیر تمہاری مددگار اور معاون ہوگی اور تمام خیر اور بہتری

حاصل ہوگی۔

[4] اس روایت اور پہلی روایت میں فرق یہ ہے کہ اس روایت سے کفارے کا قسم کے توڑنے سے موخر ہونا اور پہلی روایت سے کفارے کا پہلے ہونا معلوم ہوتا ہے، تینوں امام کہتے ہیں کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دیا جاسکتا ہے، لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ صرف مالی کفارہ پہلے دے سکتے ہیں ہمارے نزدیک کفارہ پہلے دینا جائز نہیں ہے (کیونکہ قسم کا توڑنا سبب ہے کفارے کا اور شے اپنے سبب سے پہلے نہیں ہوتی ۱۲ قادری) اور حق یہ ہے کہ احادیث کفارے کے مقدم یا موخر ہونے پر دلالت نہیں کرتیں (کیونکہ اس جگہ عطف واؤ کے ساتھ ہے جو مطلق جمع پر دلالت کرتی ہے ترتیب پر دلالت نہیں کرتی، جس روایت میں عطف ثُمَّ کے ساتھ ہے وہ ضعیف ہے۔ ۱۲ قادری) شرح (لمعات) میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔

۳۲۶۶/۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلْيَفْعَلْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کسی کام پر قسم کھائی پھر اسے دوسرا کام اس سے بہتر دکھائی دیا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور بہتر کام کرے[1]

(مسلم)

[1] اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو سابق حدیث کا ہے۔

۳۲۶۷/۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَنْ يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم! تحقیق تم میں سے ایک شخص کا اپنے اہل کے بارے میں قسم پر اصرار کرنا[1] اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے گناہ میں زیادہ واقع کرنے والا ہے بنسبت اس کے کہ وہ[2] کفارہ ادا کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض فرمایا ہے۔

(صحیحین)

[1] یعنی اس قسم پر قائم رہنا جو اہل وعیال کے حق سے متعلق ہے اور قسم پر اصرار کرنے سے وہ حق

فوت ہو جاتا ہے۔

[۵] قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے ـــــــ یعنی قسم توڑنے میں اگرچہ بظاہر قسم کھانے والے کے گمان میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی بے ادبی ہے اور اس میں گناہ بھی ہے لیکن قسم پر اصرار کرنے سے اہل وعیال کا حق فوت ہوتا ہے اور اس میں گناہ زیادہ ہے ـــــــ اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو سابقہ احادیث کا ہے کہ اگر وہ کام بہتر ہے جو قسم کے مخالف ہے تو قسم کا توڑنا اور کفارہ لازم ہے۔

یَلَجُّ یا پر زبر، لام پر زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، اور جیم مشدد، یہ مشتق ہے لجاجٌ سے، جو دو جیموں پر مشتمل ہے، اصل میں اس کا معنی کسی بات کا منہ میں پھیرنا ہے، اس جگہ لازم ہونا، ثابت ہونا، چمٹ جانا اور اس پر قائم رہنا مراد ہے۔

$\frac{۳۲۶۸}{۱۰}$ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قسم اس چیز پر محمول ہے جس پر تمہارا ساتھی تمہاری تصدیق کرتا ہے[۱]۔

(مسلم)

[۱] یعنی قسم کے سچے ہونے میں اس شخص کی نیت معتبر ہے جو تمہیں قسم دے رہا ہے اور وہ چیز معتبر ہے جس کا وہ ارادہ کر رہا ہے۔ قسم کھانے والے کی نیت اور اس کا توریہ اور اس کی تاویل معتبر نہیں ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ ایک شخص کسی چیز کا حق دار ہو اور توریہ سے اس کا حق باطل ہوتا ہو مثلاً جب کہ قاضی یا اس کا نائب مدعا علیہ سے قسم لے اور حق دار کا حق باطل نہیں ہوتا یا اس جگہ کوئی قسم لینے والا نہ ہو تو حرج نہیں ہے خصوصاً وہ توریہ جس میں ایک شخص کا فائدہ ہو، جیسے کہ حضرت سیدنا خلیل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری بہن ہے، مراد یہ تھی کہ دینی لحاظ سے بہن ہے تاکہ انہیں ظالم کے ہاتھ سے چھڑا لیں[ع] وغیر ذلک۔

[ع] توریہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور دوسرا بعید، سننے والا سمجھتا ہے کہ قریب معنی مراد ہے جب کہ متکلم بعید معنی مراد لیتا ہے، مثلاً بہن کے دو معنی ہیں۔ (۱) نسبی اعتبار سے (۲) دینی لحاظ سے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ لفظ استعمال فرمایا تو سننے والوں نے معنی قریب سمجھا جب کہ ان کی مراد معنی بعید تھا ۱۲ قادری)۔

٣٢٦٩/١١ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم محمول ہے، قسم لینے والے[1] کی نیت پر (مسلم)

[1] گزشتہ حدیث میں صاحب حلف سے یہی مراد ہے جیسے کہ بیان کیا گیا ہے۔

٣٢٧٠/١٢ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَقَالَ رَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ کہ اللہ تمہاری گرفت نہیں فرماتا[1] تمہاری لغو قسموں پر، انسان کے اس قول کے بارے میں نازل کی گئی، نہیں خدا کی قسم! اور ہاں خدا کی قسم[2]! (بخاری)، شرح السنۃ میں مصابیح کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں اور شرح السنۃ میں فرمایا بعض نے یہ حدیث حضرت عائشہ سے مرفوعاً[3] روایت کی۔

[1] اور تمہیں عذاب نہیں دیتا۔

[2] عربوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے محاوروں اور مکالموں میں عموماً یہ کہتے ہیں نہیں خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم! ان کا ارادہ قسم کھانے کا نہیں ہوتا، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس سے قسم منعقد نہیں ہوتی، اسے یمین لغو کہتے ہیں۔ لغت میں لغو کا معنی ہے بے فائدہ بات کہنا، کتب فقہ میں یمین لغو کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ ایک شخص کسی بات کی قسم کھاتا ہے اور اس کا گمان یہ ہے کہ یہ بات حق ہے حالانکہ واقع میں وہ غلط ہے (اور اس بات کا تعلق بھی ماضی کے ساتھ ہو۔ ۱۲ قادری)

[3] بعض راویوں نے یہ حدیث حضرت عائشہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچائی اور امام بخاری نے اسے حضرت عائشہ پر موقوف قرار دیا۔ مرفوع اور موقوف کا معنی مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے (مرفوع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور موقوف صحابی کی)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۲۷۱/۱۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَ اَنْتُمْ صٰدِقُوْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ دادوں اور اپنی ماؤں کی قسم کھاؤ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے شریکوں[1] کی قسم کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم نہ کھاؤ مگر اس وقت جب تم سچے ہو۔

(ابوداؤد، نسائی)

[1] یعنی بتوں کی ——— مطلب یہ ہے کہ بتوں کی قسم نہ کھاؤ اور تعظیم اور اعزاز میں انہیں اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بناؤ، یا انہیں مشرکوں کے اعتقاد کے مطابق شریک کہا گیا ہے۔ یعنی مشرک انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانتے ہیں، تم ان کی قسم نہ کھاؤ، اس جگہ خوب غور کیجئے۔ ——— انداد جمع ہے نِدٌّ کی، نون کے نیچے زیر، ہمسر اور مثل۔

۳۲۷۲/۱۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھائی[1] اس نے اسے شریک قرار دیا[2]۔

(ترمذی)

[1] اس غیر کی تعظیم کے ارادے سے۔

[2] تعظیم میں اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا، بعض فقہا، تکفیر کے قائل ہیں جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

۳۲۷۳/۱۵ وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ

حضرت بریدہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم

بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

میں[۲] سے نہیں ہے۔

(ابوداؤد، نسائی)۔

[۱] حضرت بریدہ اسلمی با، پر پیش، مشہور صحابی ہیں، ان کے حالات اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

[۲] اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے بلکہ ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والا ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عادت ہے اور نیز اس لیے کہ امانت، اللہ تعالیٰ کے اسمار اور صفات میں سے نہیں ہے۔ شارحین نے کہا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں، مطلب یہ کہ نماز، روزے اور حج وغیرہ کی قسم نہ کھاؤ اور اس قسم میں کفارہ نہیں ہے، توریشتی نے فرمایا کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی امانت کی قسم کھائے تو اس میں علمار کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اس کی قسم منعقد ہو جائے گی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی امانت کو اس کی صفات میں سے قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام امین ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی امانت سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ مراد ہو جیسے کہ بہت سے علمار نے آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ (الآیۃ) میں امانت کی تفسیر کلمہ توحید سے کی ہے۔ امام ابو یوسف سے اس کے خلاف مروی ہے، امام طحاوی کا مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امانت کے ذریعے قسم منعقد نہیں ہوتی خواہ قسم اور عہد کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔ (توریشتی)۔

امام احمد کے نزدیک اگر امانت اور عہد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے اور کہے اللہ تعالیٰ کی امانت اور عہد کی قسم! تو قسم منعقد ہو جائے گی اور اگر مطلق امانت اور عہد کا ذکر کرے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں، تاہم قسم منعقد ہو بھی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

۳۲۷۴/۱۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کہا کہ میں اسلام سے بیزار ہوں[۱] پس اگر وہ جھوٹا ہے[۲] تو وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا[۳] اور اگر وہ سچا ہے[۴] تو اسلام کی طرف ہرگز صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔

(ابوداؤد، نسائی)

وَابْنُ مَاجَۃ)

ابن ماجہ)

۱ اگر یہ کام کروں۔

۲ اس نے قسم کو جھٹلا دیا یعنی وہ کام کر لیا۔

۳ یعنی دین اسلام سے بیزار ہے کیونکہ وہ اس سے بری ہونے پر راضی ہے، جیسے کہ حضرت ثابت بن ضحاک کی حدیث میں گزرا۔

۴ اور اس نے اپنی قسم کو سچا کر دکھایا یعنی وہ کام نہ کیا تو اگرچہ وہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اسلام کی طرف صحیح سالم ہرگز نہ لوٹے گا کیونکہ ایسی چیز کی قسم کھانا جو قسم توڑنے کی صورت میں کفر کا احتمال رکھتی ہو، اس پر جرات اور جسارت مسلمان کے حال کے لائق نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک قسم کی رضا پر مشتمل ہے اس لیے اس کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔

$\frac{۳۲۷۵}{۱۷}$ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَھَدَ فِی الْیَمِیْنِ قَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم کے پختہ کرنے میں مبالغہ فرماتے تو یوں فرماتے: ایسے نہیں ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری۱ ذات کی بقا ہے۔

(ابو داؤد)

۱ ابو القاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت شریف ہے، بہت سی حدیثوں میں یہ کلمات آئے ہیں: قسم اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری ذات کی بقا ہے، اس عبارت میں تاکید اور پختگی اس اعتبار سے ہے کہ یہ عبارت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کامل ہونے اور نبی اکرم کی ذات اقدس کے مسخر اور تابع ہونے پر دلالت کرتی ہے، ظاہر یہ ہے کہ تاکید میں کنیت کے ذکر کا کوئی خاص دخل نہیں ہے، بعض علماء نے فرمایا: دخل ہے ——— اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ کلمہ لا کلام سابق کی نفی کے لیے ہے لیکن محاوراتِ عرب میں اس کا ذکر مقامِ قسم میں ہوتا ہے اور کلام سابق کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔

$\frac{۳۲۷۶}{۱۸}$ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَتْ یَمِیْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم کھاتے تو آپ کی قسم یہ ہوتی کہ ہیں اللہ تعالیٰ

لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ۔

سے معافی مانگتا ہوں[1]۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہی کلام قسم ہے، اس عبارت کو قسم کہنا بطور مجاز اور تشبیہ ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں معافی مانگتا ہوں اگر معاملہ اس کے خلاف ہو، اس سے کلام اور مقصد کی پختگی اور تاکید حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہ عبارت معنی قسم میں ہوئی، بعض شارحین کہتے ہیں کہ اصل عبارت اس طرح ہے خدا کی قسم! اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، استغفار اس لیے کہ یمین لغو بے ارادہ زبان پر جاری ہو گئی اگرچہ وہ معاف ہے۔

۳۲۷۷/۱۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ) وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ جَمَاعَةً وَّقَفُوْهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کام پر قسم کھائی اور کہا ان شاء اللہ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے[1]۔ (امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی،) امام ترمذی نے ایک جماعت کا ذکر کیا جنہوں نے اس حدیث کو ابن عمر پر موقوف قرار دیا[2]۔

[1] حنث کا معنی ہے گناہ اور قسم کے خلاف کام کرنا، مطلب یہ ہے کہ قسم ہی منعقد نہیں ہو گی اس پر گناہ کیسے مرتب ہو گا، اسی طرح ان شاء اللہ کہنا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کرنا تمام عقود کے منعقد ہونے سے مانع ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب متصل کہے، یہی اکثر علماء اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر وقفے سے ان شاء اللہ کہے تو بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ خلفاء عباسیہ میں سے ایک خلیفہ نے آپ کو طلب کیا اور ناراضگی کا اظہار کیا کہ میرے جد امجد، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاصلے کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کو صحیح قرار دیتے ہیں تو آپ ان کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: اگر اس طرح ہو تو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں سے کسی کی بیعت بھی درست نہیں ہو گی کیونکہ وہ باہر جا کر ان شاء اللہ کہہ دیں گے (اس طرح بیعت ختم

ہو جائے گی) خلیفہ کو یہ بات بہت پسند آئی عہ ——— متصل ہونے کی حد یہ ہے کہ وہ دوسرے کلام میں معروف نہ ہو، بعض علماء نے کہا جب تک اس مجلس میں موجود ہو۔

۵۲ یعنی انہوں نے کہا کہ یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے، صحابی کے قول کو حدیث موقوف کہتے ہیں جیسے مقدمہ میں بیان ہوا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۲۷۸/۲۰ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَأَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِيْ اٰتِيْهِ اَسْاَلُهٗ فَلَا يُعْطِيْنِيْ ثُمَّ يَحْتَاجُ اِلَيَّ فَيَاْتِيْنِيْ فَيَسْاَلُنِيْ وَقَدْ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اُعْطِيَهٗ وَلَا اَصِلَهٗ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّ اُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِيْ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَاْتِيْنِيْ ابْنُ عَمِّ

تیسری فصل

ابو الاحوص عوف بن مالک[۱] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے میرے چچا زاد بھائی کے بارے میں بتائیں! میں اس کے پاس جا کر اس سے[۲] مانگتا ہوں تو وہ مجھے نہیں دیتا[۳] پھر اسے میری طرف حاجت پیش آتی ہے اور وہ میرے پاس آ کر مجھ سے[۴] مانگتا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ اسے[۵] نہیں دوں گا اور اس سے صلہ رحمی نہیں کروں گا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو بہتر[۶] ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں[۷]۔

(نسائی، ابن ماجہ)

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے پاس میرا چچا زاد بھائی

عہ اس قسم کے بے شمار واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کے مخالفین کا یہ پروپیگنڈا بالکل بے بنیاد ہے کہ فقہ دور ملوکیت میں مرتب ہوئی تھی اس لیے اس میں مزاج شاہی کی موافقت کا لحاظ رکھا گیا تھا، ائمہ دین اور علماء ربانی کی شان میں یہ بڑی جسارت ہے کہ وہ احکام اسلام بیان کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے بلکہ بندوں کی رضا اور نارضامندی کو بھی سامنے رکھتے، جو شخص ایسا کرے وہ عالم ربانی نہیں ہو سکتا۔

۱۲ قادری

عَنِّیْ فَاَحْلِفُ اَنْ لَّا اُعْطِیَهٗ وَ لَا اَصِلَهٗ قَالَ کَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ۔

آتا ہے اور میں قسم کھالیتا ہوں کہ اسے نہیں دوں گا اور نہ ہی اس سے صلہ رحمی کروں گا فرمایا، تم اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو[۸]۔

[۱] ابوالاحوص ہمزہ پر زبر، حا بے نقطہ ساکن اور صاد بے نقطہ، عوف بن مالک تابعی ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کا نام مالک بن نضلہ ہے نون پر زبر، ضاد بانقطہ ساکن اور وہ صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

[۲] مال مانگتا ہوں۔

[۳] اور صلہ رحمی نہیں کرتا جیسے کہ صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

[۴] کوئی چیز مانگتا ہے۔

[۵] کوئی چیز نہیں دوں گا اور اس سے صلہ رحمی نہیں کروں گا، یہ اس کے عمل کی جزا ہے کہ خود تو کچھ دیتا نہیں اور مجھ سے مانگتا ہے۔

[۶] اور وہ دیتا اور صلہ رحمی کرتا ہے۔

[۷] جیسے کہ متعدد احادیث میں گزر گیا۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا

برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے، اگر تو مرد ہے تو برائی کرنے والے پر احسان کر۔

[۸] اس روایت میں چچازاد بھائی کے فعل کا ذکر نہیں کیا کہ وہ خود دیتا نہیں ہے اور اس کا یہ طرز عمل سبب ہے اس بات کا کہ میں اسے نہیں دیتا۔

بَابٌ فِی النُّذُوْرِ

۲۶۵۔ نذروں کا بیان

گزشتہ باب میں قسموں اور نذروں کا اکٹھا بیان لائے تھے، اس باب میں صرف وہ حدیثیں لائے ہیں جو نذروں سے متعلق ہیں، اسی لیے بَابٌ فِی النُّذُوْرِ کہا ہے صرف بابٌ نہیں کہا جیسے کہ ان کی عادت ہے کہ ماسبق کے تتمہ اور ضمیمہ کے طور پر باب لے آتے ہیں ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۲۷۹/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ ابْنِ عُمَرَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدَرِ شَیْئًا وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر نہ مانا کرو[1] کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتی، اس کے ذریعے تو صرف بخیل سے کچھ مال نکالا جاتا ہے[2] ۔

(صحیحین)

[1] لاتنذرو ذال پر پیش اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں یعنی اس عقیدے کے ساتھ منت نہ مانا کرو کہ وہ تقدیر کو رد کر دے گی ۔

[2] چونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ نذروں کو منافع کے حصول اور مصائب کے دفعیہ پر معلق کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، مطلب یہ ہے کہ اس نیت کے ساتھ نذر نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے وہ چیز پالو گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر نہیں فرمائی، درحقیقت اس غرض سے نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے (مطلق نذر ممنوع نہیں ہے، کیونکہ وہ نذر (جو ممنوع ہے) بخیلوں کا فعل ہے۔ سخی لوگ جب اللہ تعالیٰ

کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرنے میں جلدی کرتے ہیں، لیکن بخیل کا نفس اپنے ہاتھ سے کوئی چیز نکالنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جب تک اسے مقابلے میں کوئی غرض یا عوض حاصل نہ ہو۔

٣٢٨٠/٢ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر کی اسے چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے[1] اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے[2]
(بخاری)

[1] اور اپنی نذر پوری کرے۔

[2] اور اس نذر کو پورا نہ کرے کہ وہ نذر صحیح نہیں ہے۔

٣٢٨١/٣ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَّلَا فِيْ مَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)
وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

حضرت عمران بن حصین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نافرمانی میں نذر کو پورا کرنا نہیں ہے اور نہ ہی اس چیز میں کہ بندہ اس کا مالک نہ ہو[2]۔
(مسلم)
اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر نہیں ہے۔

[1] حضرت عمران بن حصین مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] اس کا بیان گزشتہ باب کی پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔

٣٢٨٢/٤ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عقبہ بن عامر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نذر کا کفارہ وہی قسم کا کفارہ ہے[2]
(مسلم)

۵۱ حضرت عقبہ بن عامر صحابی ہیں، حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے والی تھے، ان سے حضرت جابر، ابن عباس اور بے شمار تابعین روایت کرتے ہیں، کاشف میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بڑے صحابی، امیر، شریف فصیح، قراءت و میراث کے ماہر اور شاعر تھے مصر میں وصال ہوا۔

۵۲ امام شافعی کے نزدیک نذر میں کفارہ نہیں ہے، ہمارے نزدیک قسم، نذر کے تقضیات اور لوازم میں سے ہے کیونکہ نذر، ایک مباح چیز کو واجب کرنا ہے اس کو حلال (ترکِ مباح) کا حرام کرنا لازم ہے اور حلال کو حرام کرنا یمین ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کا کھولنا فرض فرما دیا ہے۔ مقاتل روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو حرام کرنے کے سلسلے میں ایک غلام آزاد فرمایا، اور اگر مطلق نذر مانے اور کہے کہ مجھ پر نذر ہے اور کسی چیز کا نام نہ لے تو اس پر بالاتفاق قسم کا کفارہ ہے، اسی طرح علماء نے کہا ہے، یہ حدیث مذہب احناف کی دلیل ہے اور اگر اسے مطلق نذر پر محمول کیا جائے جس میں کسی چیز کا نام نہ لیا گیا ہو تو پھر یہ اتفاقی مسئلہ ہوگا۔

۳۲۸۳/۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے[۱]، آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا[۲] تو صحابہ کرام نے عرض کیا اس کا نام ابو اسرائیل[۳] ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں، سائے میں نہیں[۴] ہوگا اور کلام نہیں کرے گا اور روزے سے رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کہو کہ کلام کرے، سائے میں آئے، بیٹھ جائے اور اپنے روزے کو مکمل کرے[۵]۔

(بخاری)

۵۱ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبہ دینے کے وقت وہ شخص حاضر تھا۔

۵۲ کہ یہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور اس کا کیا حال ہے۔

۵۳ وہ قریش کی شاخ میں سے ایک شاخ بنو عامر بن لوی سے تھے۔

۵۴ صراح میں ہے۔ استظلام سائے میں پناہ ڈھونڈنا۔

۵۵ آپ نے روزے کی نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا باقی امور کی نذر پوری کرنے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ طاعت کی نذر صحیح ہے اس کے غیر کی نذر صحیح نہیں ہے، امام مالک اور شافعی کا یہی مذہب ہے، صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے، بعض علماء کے نزدیک وہ چیز جس کی نذر مانی گئی ہے اگر مباح ہے تو اسے پورا کرنا واجب ہے، جیسے کہ دوسری فصل میں آئے گا کہ ایک عورت نے دف بجانے کی نذر مانی۔ ظاہر یہ ہے کہ احناف کا یہی مذہب ہے کیونکہ نذر کی تعریف، مباح کے واجب کرنے سے کی گئی ہے اگر کہا جائے کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے رہنے، سایہ نہ لینے اور گفتگو کے ترک کرنے کا حکم کیوں نہ دیا باوجودیکہ یہ تمام چیزیں مباح تھیں (اور حضرت ابواسرائیل نے ان کی نذر مانی ہوئی تھی) اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشیاء کا ہمیشہ اپنانا اور ان کی ضدوں کا مطلقاً چھوڑ دینا حرام ہے نہ کہ مباح، اسی طرح بعض شارحین نے کہا ہے۔

۳۲۸۴/۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی شَیْخًا یُّهَادٰی بَیْنَ اِبْنَیْہِ فَقَالَ مَا بَالُ ھٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ یَّمْشِیَ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَنْ تَعْذِیْبِ ھٰذَا نَفْسَہٗ لَغَنِیٌّ وَّ اَمَرَہٗ اَنْ یَّرْکَبَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ ارْکَبْ اَیُّهَا الشَّیْخُ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنْکَ وَعَنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو دو بیٹوں کے درمیان چلا جا رہا تھا۵۱، آپ نے فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اس نے نذر مانی ہے کہ پیدل چل کر بیت اللہ شریف تک جائے گا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنی جان کو عذاب دینے۵۲ سے بے نیاز ہے۔ اور اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے۵۳ (صحیحین) امام مسلم، حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک روایت میں لائے ہیں کہ فرمایا: شیخ! سوار ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری

نَذْرِكَ ۔

نذر سے بے نیاز ہے ۔

۱؎ کمزوری کے سبب دو بیٹوں کا سہارا لے کر چل رہا تھا، یُہَادٰی مجہول کا صیغہ ہے مگر معروف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔

۲؎ اور پیدل جانے سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حج پر ثواب دینا پیادہ پا جانے پر موقوف نہیں ہے ۔

۳؎ کیونکہ وہ چلنے سے عاجز تھا، ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوار ہونے سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی یہی امام شافعی کا قول ہے ۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر جانور کا ذبح کرنا لازم ہے کیونکہ اس نے جس طرح نذر کا التزام کیا تھا اس پر قائم نہیں رہ سکا۔ اسی طرح بعض شارحین نے کہا ہے ۔

۳۲۸۵/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اِسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهٗ فَاَفْتَاهُ اَنْ يَّقْضِيَهٗ عَنْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ؄ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو ان کی والدہ پر لازم تھی اور اسے ادا کرنے سے پہلے وہ وفات پا گئی تھیں، آپ نے انہیں فتویٰ دیا کہ وہ ان کی طرف سے نذر کی قضا کریں ۱؎ (صحیحین)

۱؎ سعد بن عبادہ مشہور صحابی ہیں، باپ اور بیٹا دونوں صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

۲؎ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو فتویٰ دیا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے نذر کی قضا کریں ——— جمہور علماء کے نزدیک اگر میت پر واجب نذر، غیر مالی ہو تو وارث پر اس کی قضا لازم نہیں ہے، اور اگر مالی ہو تو اور میت نے ترکہ بھی نہیں چھوڑا تو بھی وصیت کے بغیر لازم نہیں ہے البتہ مستحب ہے اصحاب ظواہر اس حدیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ وارث پر واجب ہے، اسی طرح علامہ طیبی نے نقل کیا ——— مخفی نہ رہے کہ یہ حدیث وجوب پر دلالت نہیں کرتی، ہو سکتا ہے کہ قضا بطور تبرع (نیکی ہو) یا میت نے ترکہ چھوڑا ہو اور وصیت کی ہو پھر یہ بھی احتمال ہے کہ نذر مالی ہو یا غیر مالی یا مطلق ہو، مثلاً انہوں نے کہا ہو کہ ہو سکتا ہے میں کوئی نیکی کروں، کوئی عمل صالح بجا لاؤں یا روزہ رکھوں یا غلام آزاد کروں یا صدقہ دوں، اور وہ جو ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ کو فرمایا کہ کنواں کھودو اور

پانی لوگوں کو دو، اور کہو کہ یہ کنواں ام سعد کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر مطلق تھی یا صدقہ سے متعلق تھی۔

٣٢٨٦ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا طَرَفٌ مِّنْ حَدِيْثٍ مُطَوَّلٍ.

حضرت کعب بن مالک[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ میں[2] سے یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے نکل جاؤں اللہ اور رسول کی طرف اور مال کو صدقہ کر دوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا کچھ مال روک لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ میں خیبر میں سے اپنا حصہ روک لیتا ہوں[3]۔

(صحیحین) یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے[4]۔

[1] مشہور صحابی ہیں، اسلام کے شعراء میں سے ایک تھے، اور ان تین افراد میں سے ایک تھے جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ بعد ازاں توبہ کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا بیان ہے، ان کا واقعہ بہت ہی عجیب وغریب اور دلچسپ ہے۔ ہم نے شرح سفر السعادۃ میں بھی بیان کیا ہے۔

[2] اور میری توبہ کو تمام وکمال تک پہنچانے والا یہ امر ہے کہ میں توبہ قبول ہونے کے شکریے میں تمام مال صدقہ کر دوں ——— انخلاع کپڑے، موزے یا جوتے سے بھی نکل جانا۔

[3] اس جگہ حضرت کعب نے اگرچہ نذر نہیں مانی تھی لیکن جب انہوں نے اپنے ذمہ ایسی چیز لازم کر لی جو لازم نہ تھی تو گویا یہ کام نذر کے معنی میں ہوا، اسی مناسبت سے حضرت مؤلف اس حدیث کو باب نذر میں لائے ہیں۔

[4] وہ طویل حدیث حضرت کعب کے پیچھے رہ جانے اور توبہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۲۸۷/۹ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَۃٍ وَّ کَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ الْیَمِیْنِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

۳۲۸۸/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَّذَرَ نَذْرًا لَّمْ یُسَمِّہٖ فَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ وَّ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِیْ مَعْصِیَۃٍ فَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ وَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا یُطِیْقُہٗ فَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ وَ مَنْ نَّذَرَ نَذْرًا اَطَاقَہٗ فَلْیَفِ بِہٖ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَوَقَفَہٗ بَعْضُهُمْ عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ)

دوسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[1]۔

(ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ اس کا تعین نہیں کیا تو اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے[1]، اور جس نے گناہ میں نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی کہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[2] اور جس نے ایسی نذر مانی کہ اس کی طاقت رکھتا ہے[3] تو اسے پورا کرے۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

بعض راویوں نے اس حدیث کو ابن عباس پر موقوف قرار دیا ہے[4]۔

---

[1] اس کی شرح فصل اول میں گزر گئی ہے۔

[1] مثلاً کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر نذر ہے اور یہ تعین نہیں کرتا کہ وہ روزہ ہے یا کہ صدقہ۔

[2] کیونکہ اسے پورا کرنا ممکن نہیں ہے لہذا قسم کا کفارہ ادا کرے۔

[3] کیونکہ نذر کو پورا کرنا ممکن نہیں ہے ۔

[4] طَاقَۃٌ اور طَوْقٌ کا معنی ہے قوت اور اِطَاقَۃٌ کا معنی ہے کر سکنا ۔

[5] اور کہا کہ یہ ابن عباس کا قول ہے ۔

۳۲۸۹/۱۱ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ثابت بی ضحاک[1] سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مقام بوانہ[2] میں اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں[3]! فرمایا: کیا وہاں مشرکوں کی کوئی عید ہوا کرتی تھی؟ عرض کیا نہیں! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو[4]، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری نہیں کی جاتی اور نہ ہی اس چیز میں جس کا انسان مالک نہ ہو۔

(ابو داؤد)

---

[1] ثابت بن ضحاک، صحابی ہیں ان کے حالات گزشتہ باب کی پہلی فصل میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

[2] بُوَانَہ با پر پیش، واؤ مخفف، مکہ مکرمہ کی نچلی جانب ایک وادی ہے، بعض اوقات تا حذف بھی کردی جاتی ہے ۔

[3] وہاں جاہلیت کا کوئی بت نہ تھا ۔

ے۴ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نذر مانے کہ فلاں جگہ جانور ذبح کروں گا تو اسے پورا کرنا لازم ہے بشرطیکہ وہ جگہ بتوں کی عبادت گاہ اور کافروں کے شعار کی جائے اجتماع نہ ہو اگر اس طرح ہو تو نذر صحیح نہیں ہو گی۔ اسی پر قیاس کیا جائے گا اگر نذر مانی کہ فلاں معین شہر کے باشندوں پر خرچ کروں گا۔

۳۲۹۰/۱۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اِنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَاْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِكِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ) وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٌ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ هَلْ كَانَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِكِ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں، فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو لہ

(ابوداؤد)

امام رزین نے اضافہ کیا کہ اس عورت نے عرض کیا میں نے فلاں فلاں جگہ جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے۔ فرمایا: کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا؟ جس کی عبادت کی جاتی تھی، کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا وہاں ان کے میلوں میں سے کوئی میلہ ہوتا تھا؟ اس عورت نے کہا نہیں! فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو ٹہ۔

لہ اس سے معلوم ہوا کہ دف بجانا مباح ہے، جو حضرات نذر کو طاعت اور نیکی کے ساتھ خاص کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دف کا بجانا اگرچہ نیکیوں میں سے نہیں ہے جس کا پورا کرنا نذر ماننے والے پر واجب ہو بلکہ مباح چیزوں میں سے ایک ہے جیسے لذیذ کھانوں کا کھانا اور نرم و نازک کپڑوں کا پہننا لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کے فعل کو اس کے صحیح مقصد کے پیش نظر نیکی قرار دیتے ہوئے نذر پوری کرنے کی اجازت عطا فرمائی، وہ مقصد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کامیاب و کامران ہو کر

سلامتی اور غنیمت کے ساتھ تشریف لانے پر فرحت و سرور کا اظہار تھا اس حدیث کی تفصیل کے ساتھ شرح، کتاب کے آخر میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

۲ اس سے معلوم ہوا کہ محض اس جگہ میں اہل جاہلیت کا ذبح کرنا ذبح کی نذر کو پورا کرنے سے مانع نہیں ہے، بلکہ بت یا میلے کا پایا جانا مانع ہے ۔

۳۲۹۱/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَھْجُرَ دَارَ قَوْمِیَ الَّتِیْ اَصَبْتُ فِیْھَا الذَّنْبَ وَ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِیْ کُلِّہٖ صَدَقَۃً قَالَ یُجْزِئُ عَنْکَ الثُّلُثُ ۔

(رَوَاہُ رَزِیْنٌ)

حضرت ابو لبابہ ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا وہ علاقہ چھوڑ دوں جہاں میں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور یہ کہ اپنے تمام مال سے جدا ہو جاؤں صدقہ کرتے ہوئے، فرمایا: تمہاری طرف سے تہائی کافی ہوگا ۲ ۔

(رزین)

۱ حضرت ابو لبابہ لام پر پیش اور دو دفعہ باء تخفیف کے ساتھ، انصاری صحابی ہیں ان کا نام رفاعہ بن عبد المنذر ان کی کنیت مشہور ہو کر نام پر غالب آگئی ۔

۲ اور تمام مال سے الگ ہونے کی حاجت نہیں ہے ———— حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ایک قبیلے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو انہوں نے کسی شخص کو آپ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابولبابہ کو دیکھ کر کیا مرد اور عورتیں اور کیا بچے اور بڑے سب کھڑے ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے یہاں تک کہ ابولبابہ کو ان پر ترس آگیا اور ان کا دل نرم ہو گیا، انہوں نے پوچھا کہ اے ابولبابہ اگر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟ ابولبابہ نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کیا یعنی تمہارا انجام یہ ہے کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔

حضرت ابولبابہ فرماتے ہیں کہ ابھی میں نے اس جگہ سے قدم بھی نہیں اٹھایا تھا کہ مجھے احساس ہو گیا کہ میں نے خدا اور رسول کے حق میں خیانت کی ہے، اس کے بعد حضرت ابولبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا

اور فرمایا: میں اس جگہ سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری توبہ قبول نہیں ہوتی نماز کے وقت ان کی صاحب زادی آکر انہیں کھول دیتی تاکہ وہ نماز ادا کرلیں۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر باندھ دیتی، جب لوگ انہیں کھولنے کے لیے آتے تو اس پر تیار نہ ہوتے اور فرماتے جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاکر اپنے ہاتھ سے نہیں کھولیں گے اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا، کئی دن کچھ کھائے پیے بغیر گزار دیے یہاں تک کہ ان کی بینائی اور سماعت ختم ہونے کے قریب پہنچ گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع پیش کی گئی تو فرمایا: میں کیا کروں؟ اگر وہ میرے پاس آکر دعائے مغفرت طلب کرتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا، اب جب کہ انہوں نے اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی سے وابستہ کر دیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے کھولنے کا حکم نہ دے اس کا کھولنا ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کے کھولنے کا حکم دیا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشریف لاکر انہیں کھول دیا، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اپنی توبہ کی تکمیل اس میں نظر آتی ہے کہ اپنے تمام مال سے الگ ہو جاؤں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مال کی حاجت نہیں ہے تیسرا حصہ کافی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حدیث میں اپنی قوم کا علاقہ چھوڑنے کا جواب مذکور نہیں ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا اور اسے پورا کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس میں نیکی اور طاعت کا معنی پایا جاتا ہے، شارحین نے فرمایا کہ قوم کے علاقہ سے مراد بنو قریظہ کے یہودی ہیں کیونکہ حضرت ابو لبابہ کے اہل و عیال اور مال و اسباب سب اسی جگہ تھے۔

٣٢٩٢/١٤ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اِنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی تھی[۱] کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر مکہ فتح کر دیا تو میں بیت المقدس[۲] میں دو رکعت پڑھوں گا، آپ نے فرمایا: اسی جگہ پڑھ لو[۳]، انہوں نے دوبارہ یہی بات عرض کی[۴] تو فرمایا، تم یہیں پڑھ لو، انہوں نے پھر سوال کیا تو فرمایا

شَأْنَكَ إِذًا۔
(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

تم اپنے کام کو لازم پکڑو[٥٥]۔
(ابوداؤد، دارمی)

٥١ اور اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کیا تھا۔

٥٢ بیت المقدس میم پر زبر، قاف ساکن، دال کے نیچے زیر، ایک دوسری صورت بھی آئی ہے کہ میم پر پیش ہو، قاف پر زبر اور دال مشدد۔

٥٣ کہ یہ جگہ اس سے افضل ہے، آپ کا اشارہ مسجد حرام کی طرف تھا کہ وہ بیت المقدس سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے جیسے کہ اپنی جگہ یہ بات واضح ہو چکی ہے، یہ اس وقت ہے کہ آپ کا یہ ارشاد مکہ مکرمہ میں ہو جیسے کہ ظاہر ہے یا مسجد نبوی کی طرف اشارہ ہو اگر آپ کا یہ فرمان مدینہ منورہ میں ہو۔

٥٤ کہ میں نے نذر مانی ہے کہ بیت المقدس میں دو رکعت ادا کروں گا۔

٥٥ جب تم ہمارے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو تم جانو جائز جو کرنا چاہتے ہو کرو اور وہ کام کرو جس کی تم نے نذر مانی ہوئی ہے ــ علما فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ بیت المقدس میں نماز پڑھے گا تو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی اور اگر نذر مانے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھوں گا تو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو دوسری جگہ نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور قول یہ ہے کہ جس جگہ نذر مانی ہے اس کے علاوہ میں جائز نہیں ہے، امام اعظم سے ایک روایت یہ ہے کہ افضل یا مساوی جگہ جائز ہے دوسری جگہ جائز نہیں۔

٣٢٩٣/١٥ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَإِنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِيْ دَاوُدَ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کریں گی اور وہ اس کی طاقت نہیں رکھتیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے اسے چاہیے کہ سوار ہو اور ایک بدنہ[٥٦] ہدیہ بھیجے، (ابوداؤد، دارمی) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بہن کو حکم دیا

اَنْ تَرْكَبَ وَ تُهْدِيَ هَدْيًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَآءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَرْكَبْ وَلْتَحُجَّ وَتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا۔

کہ سوار ہو اور ہدیہ[۳] بھیجے، ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کی مشقت[۴] کو کچھ نہیں کرے گا۔ اسے چاہیے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

ف۱ حضرت عقبہ بن عامر مشہور صحابی ہیں۔

ف۲ یعنی اونٹ یا گائے، بعض علماء نے کہا کہ بکری کا بھیجنا کافی ہے، بدنہ کا حکم استحبابی ہے، بعض نے کہا کہ ظاہر حدیث کے پیش نظر بدنہ واجب ہے، بعض علماء نے کہا کہ کوئی چیز بھی واجب نہیں ہے ہدیہ بھیجنے کا امر استحبابی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۳ ہدیہ اس قربانی کو کہتے ہیں جو حرم میں بھیجی جائے۔

ف۴ شقاء شین اور قاف پر زبر، مشاقات اور مشقت کا معنی ہے سختی برداشت کرنا شقا اور شقاوت، سعادت کے مقابل بدبختی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۳۲۹۴/۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَّهٗ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ.

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عبداللہ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے بارے میں پوچھا جس نے نذر مانی تھی کہ وہ برہنہ پا اور برہنہ سر[۱] حج کرے گی آپ نے فرمایا، اسے کہو کہ سر پر دوپٹہ لے[۲] سوار ہو اور تین روزے رکھے۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی)

ف۱ اختمار نقطے والی خاء کے ساتھ اوڑھنی لینا صراح میں ہے خمار خاء کے نیچے زیر، عورتوں کا دوپٹہ، اختمار دوپٹہ سر پر لینا، اور معجر سر پر لپیٹنے کا کپڑا۔

ف۲ بعض نسخوں میں ہے فلتخمر باب تفعیل سے۔

[۳] سر پر اوڑھنی لینے کا حکم اس لیے دیا کہ عورت کا ننگے سر رہنا گناہ ہے، کیونکہ عورت کا سر اور اس کے بال عورت ہیں (جن کا ڈھانپنا ضروری ہے) اور سواری کا حکم اس لیے دیا کہ وہ عاجز تھی اور پیدل چلنا باعث مشقت تھا، تین روزوں کا حکم اس لیے دیا کہ یہ قسم کا کفارہ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ گزشتہ حدیث میں ہدیے کا حکم ہے تین روزے اس کا بدل ہیں۔

۳۲۹۵/۱۷ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَاَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَ تَسْاَلُنِي الْقِسْمَةَ فَكُلُّ مَالِيْ فِيْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت سعید بن مسیب[۱] سے روایت ہے کہ دو انصاری بھائیوں کے درمیان وراثت، مشترک تھی[۲]، ان دونوں میں سے ایک نے اپنے بھائی سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو اس[۳] نے کہا کہ اگر تم نے مجھ سے دوبارہ مطالبہ کیا تو میرا تمام مال بیت اللہ شریف کے دروازے پر صرف کر دیا جائے گا[۴] حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کعبہ تیرے مال سے بے نیاز ہے[۵]، تم اپنی قسم کا کفارہ دو[۶] اور اپنے بھائی سے بات کرو[۷] کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تجھ پر نہ تو قسم ہے اور نہ ہی نذر ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور نہ قطع رحمی میں اور نہ اس چیز میں جو مملوک نہ ہو[۸]۔

(ابوداؤد)

---

[۱] حضرت سعید بن مسیب اکابر تابعین، علماء اور سات فقہاء میں سے ہیں، قریشی، مخزومی، اور مدنی ہیں۔

[۲] جو تقسیم ہونے والی تھی

[۳] دوسرے بھائی نے تقسیم کا مطالبہ کرنے والے بھائی سے کہا، اس نے قسم کھائی اور پھر نذر مانی۔

[۴] رتاج ر کے نیچے زیر، اس کے بعد تا اور آخر میں جیم، عظیم دروازہ جو بند ہو، رتج دروازے کا بند کرنا۔

حدیث میں خود کعبہ مراد ہے دروازے کا ذکر تعظیم کے لیے ہے جیسے کہتے ہیں جناب فلاں (جناب کا معنی صحن اور دربار ہے لیکن مراد فلاں کی شخصیت ہوتی ہے ۱۲ قادری)

[5] وہ اس امر کا محتاج نہیں کہ تم اپنا مال اس کی نذر کرو اور یہ امر واجب اور ضروری نہیں ہے۔

[6] اور اپنی قسم کو توڑ دو۔

[7] اس کے سوال کا جواب دو اور وراثت تقسیم کرو۔

[8] خصوصی طور پر فرمایا کہ قطع رحمی میں قسم اور نذر نہیں ہے، اسی طرح اس چیز میں جو مملوک نہ ہو۔ ایک روایت میں ہے یَمْلِکُ یا پر زبر اور لام کے نیچے زیر، یعنی اس چیز میں کہ انسان اس کا مالک نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۲۹۶/۱۸ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ النَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ طَاعَةٍ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ وَفِيْهِ الْوَفَآءُ وَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَآءَ فِيْهِ وَلَا يُكَفِّرُهٗ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

تیسری فصل

حضرت عمران بن حصین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: نذریں دو قسم ہیں تو جس شخص نے نیکی[2] کی نذر مانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسے پورا کرنا[3] واجب ہے اور جس نے گناہ[4] کی نذر مانی ہے تو وہ شیطان کے لیے ہے، اسے پورا کرنا جائز نہیں ہے اس کا کفارہ[5] وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

(نسائی)

[1] حضرت عمران بن حصین مشہور صحابی ہیں ان کے احوال کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] اور اس چیز کی نذر مانی جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

[3] مکمل کرنا اور بجا لانا۔

[4] ایسی چیز کی نذر مانی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا، وہ نذر شیطان کے لیے ہے کہ وہ اس سے راضی اور مسرور ہوتا ہے۔

[۵] اس کے گناہ کو وہی چیز ڈھانپتی ہے جو قسم کا کفارہ بنتی ہے یعنی اس کا کفارہ وہی قسم کا کفارہ ہے جیسے کہ احادیث میں مذکور ہے۔

۳۲۹/۱۹ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَيَشِرِ قَالَ اِنَّ رَجُلًا نَذَرَ اَنْ يَّنْحَرَ نَفْسَهٗ اِنْ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهٖ فَسَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهٗ سَلْ مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ لَا تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَاِنَّكَ اِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُّؤْمِنَةً وَّاِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ اِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَاِنَّ اِسْحٰقَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَفُدِىَ بِكَبْشٍ فَاَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ هٰكَذَا كُنْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اُفْتِيَكَ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

محمد بن منتشر[۱] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے دشمن سے نجات دی تو وہ اپنے آپ کو ذبح کرے گا[۲] اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما[۳] سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: مسروق[۴] سے پوچھو، ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا تم اپنے آپ کو ذبح نہ کرو کیونکہ تم اگر مومن[۵] ہو تو تم ایماندار جان کو قتل کرو گے اور اگر کافر ہو تو جہنم کی طرف جلدی کرو گے[۶]۔ تم ایک دنبہ خرید و اور اسے مساکین کے لیے ذبح کرو، کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام تم سے بہتر تھے اور ان کا فدیہ دنبہ دیا گیا تھا[۷]، اس شخص نے ابن عباس کو بتایا[۸] تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ایسا ہی فتویٰ دینا چاہتا تھا۔

(رزین)

---

[۱] محمد بن منتشر میم پر پیش، نون ساکن، تا پر زبر اور شین کے نیچے زیر، تابعی ہیں، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور اپنے والد اور چچا سے روایت کرتے ہیں۔

[۲] گویا اس کا دشمن کے ہاتھوں مرنا بہت ہی شدید، سخت اور رسوائی کا باعث تھا، اس نے کہا خداوندا! مجھ پر اصل موت سخت نہیں ہے میں اپنے اختیار سے اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں لیکن دشمن کے ہاتھوں مرنا میرے لیے ناقابل برداشت ہے اگر تو مجھے اس سے نجات عطا فرما دے تو میں تیرے لیے خودکشی کر لوں گا، اور یہ نہ جانا کہ خودکشی اپنی جگہ خود بہت ہی شدید، قبیح، حرام اور ناپسندیدہ ہے۔

[۳] اس مسئلے کا حکم دریافت کیا۔

[۴] مسروق بن اجدع ہمدانی اکابر تابعین اور اجلہ علما ر فقہا میں سے تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے وصال سے پہلے پیدا ہوئے اور صحابہ کرام کے صدر اول مثلاً چاروں خلفاء اور دیگر صحابہ کی زیارت کی، بچپن میں انہیں اغوا کر لیا گیا تھا اس کے بعد وہ مل گئے تھے اس لیے ان کا نام ہی مسروق پڑ گیا، ابن عباس نے سوال کا جواب ان کے سپرد اس لیے کیا کہ انہوں نے چاروں خلفاء اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم حاصل کیا تھا۔ اور یہ ابن عباس کی احتیاط، دیانت اور صبر کا کمال تھا اور اس میں یہ مصلحت بھی ملحوظ تھی کہ اپنے فتوے کو اختلاف سے بچایا جائے۔

۵ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ـــــ تو تم مومن جان کو قتل کرو گے اور مومن کے قتل کرنے پر آگ میں ہمیشہ ڈالے جانے کی وعید ہے۔

۶ بہر صورت خودکشی ناجائز اور غیر معقول ہے۔

۷ یہ بعض کے قول پر مبنی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ مشہور اور مختار قول یہ ہے کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں اس قول کو ثابت کرتا ہے۔ بعض اکابر کے کلام میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام بھی ملتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں فرمایا کہ یہ اہل کتاب کی تحریفات میں سے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ کہ حضرت مسروق نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

کِتَابُ الْقِصَاصِ

۲۶۶۔ قصاص کا بیان

قَصٌّ اور قَصَصٌ کسی کے پیچھے جانا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (حضرت موسٰی اور حضرت یوشع علیہما السلام دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے لوٹے) مقتول کا ولی قاتل کے پیچھے جاتا ہے تاکہ مقتول کے بدلے اسے قتل کردے، مقاصاۃ کا معنی برابری ہے، قصاص لینے سے مقتول کا ولی اور قاتل یا قاتل اور مقتول برابر ہوجاتے ہیں کیونکہ قاتل کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو اس نے مقتول کے ساتھ کیا تھا۔

۳۲۹۸/۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالْمَارِقُ لِدِيْنِهٖ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دینے والے مسلمان[1] کا خون بہانا حلال نہیں ہے مگر تین خصلتوں میں سے ایک سے۔ (۱) جان کے بدلے جان۔ (۲) شادی شدہ زانی (۳) اپنے دین سے باہر نکلنے والا[2]، جماعت کو چھوڑنے والا[3]

(صحیحین)

---

[1] یہ اسلام کی تاکید اور اس کا بیان ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ دو شہادتوں کے زبان پر لانے سے اس کی محفوظ ہوجاتا ہے اور اس کا خون گرانا حلال نہیں رہتا۔

[2] ایک خصلت قتل عمد ہے جس کے سبب مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے گا، یعنی قصاص لیا جائے گا۔

اور یہ مقتول کے ولی کا اس طرح حق ہے جس طرح شریعت میں مقرر ہے۔

۵۳ دوسری خصلت زنا ہے جس کی بنا پر زانی محصن کو رجم کیا جائے گا، شادی شدہ ہونا احصان کی صفات میں سے ہے باقی صفات آزاد ہونا اور مسلمان ہونا ظاہر ہیں۔

۵۴ اپنے دین و ایمان سے مرتد ہو کر نکلنے والا، مروق کا معنی خروج ہے خوارج کو مارق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ امام کی اطاعت اور دین سے نکل گئے ہیں۔

۵۵ یہ دین سے نکلنے والے کی تفسیر ہے، امام نووی نے فرمایا: یہ شامل ہے ہر اس شخص کو جو بدعت اور اجماع کی مخالفت کے سبب جماعت سے نکل گیا جیسے خوارج اور روافض وغیرہم اسی طرح علامہ طیبی نے بھی نقل کیا۔

۳۲۹۹/۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنے دین کی فراخی[1] میں رہے گا جب تک کہ کسی حرام خون تک نہ پہنچے[2]۔

(بخاری)

[1] امور دین کی آسانی، عمل صالح کی توفیق اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدواری۔

[2] اور کسی کا ناحق خون نہ گرائے، جب خون ناحق بہایا تو اس پر امورِ دین، عمل صالح کی توفیق اور امیدواریٔ رحمت کا میدان تنگ ہو گیا۔

۳۳۰۰/۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِى الدِّمَآءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں میں خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا[1]۔

(صحیحین)

[1] اس جگہ بندوں کے حقوق میں حکم مراد ہے، جہاں تک اللہ تعالیٰ کے حقوق کا تعلق ہے تو سب سے پہلے نماز کا حساب اور سوال کیا جائے گا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے۔

۳۳۰۱/۴ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا اَهْوَيْتُ لِاَقْتُلَهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ أَ اَقْتُلُهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مقداد بن اسود[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ فرمایئے کہ اگر کسی کافر سے میرا سامنا ہو پھر ہم آپس میں جنگ کریں اور وہ تلوار کے وار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ دے، پھر مجھ سے بچ کر کسی درخت کی پناہ لے اور کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا اور ایک روایت میں ہے جب میں اس کی طرف بڑھا تاکہ اسے قتل کر دوں تو اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا، تو کیا کلمہ پڑھنے کے بعد اسے قتل کر دوں۔؟ فرمایا: اسے قتل نہ کر، حضرت مقداد نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل نہ کر اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو بے شک وہ تیری جگہ ہے جہاں تو اسے قتل کرنے سے پہلے تھا[2] اور تحقیق تو اس کی جگہ ہے جہاں وہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے پہلے تھا[3]۔

(صحیحین)

---

[1] حضرت مقداد بن اسود اکابر اور فضلا و نجبا صحابہ کرام میں سے ہیں چھٹے نمبر پر اسلام لائے، حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے روایت کرتے ہیں غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے ان کے والد کا نام عمر بن ثعلبہ ہے وہ کندی تھے یا حضرمی، اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف تھے اسی سبب سے انہیں ابن اسود کہا جاتا ہے، بعض نے کہا کہ یہ اس کی آغوش میں تھے کیونکہ اس نے ان کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا، بعض نے کہ اس کے غلام اور منہ بولے بیٹے تھے ابن عبد البر نے کہا کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

[2] یعنی اسلام لانے کی وجہ سے اس کا خون محفوظ ہے۔

۵۳ یعنی وہ پہلے کافر اور واجب القتل تھا اور تم معصوم الدم تھے اور اب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو وہ معصوم الدم ہو گیا لہٰذا اگر تم اسے قتل کرو گے تو تم واجب القتل ہو گے، لیکن اس کے قتل کا وجوب کفر کی وجہ سے تھا اور تمہارا قتل قصاص کی وجہ سے ہو گا، یہ تشبیہ کفر میں نہیں بلکہ قتل کے جائز ہونے میں ہے۔ اور اگر کفر ہی میں تشبیہ مراد ہو تو تغلیظ و تشدید مراد ہے اس لیے یہ لازم نہیں آئے گا کہ قتل کا مرتکب کافر ہے جیسے کہ خوارج کا مذہب ہے۔

۳۳۰۲/۵ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُنَاسٍ مِّنْ جُهَيْنَةَ فَأَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَذَهَبْتُ أَطْعَنُهُ فَقَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَقَتَلْتُهُ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَقَتَلْتَهُ وَقَدْ شَهِدَ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَهٗ مِرَارًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت اسامہ بن زید[۵۴] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہینہ[۵۵] کی ایک جماعت کی طرف بھیجا تو میں ان میں سے ایک شخص کے سر پر پہنچا اور اسے نیزہ مارنے لگا تو اس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا[۵۶]، پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟ حالانکہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی گواہی دے دی تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے ایسا کیا، فرمایا: تم نے اس کے دل کو کیوں نہ چیر ڈالا[۵۷]۔ (صحیحین) حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی[۵۸] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ قیامت کے دن آئے گا تو تم اس کا کیا انتظام[۵۹] کرو گے؟ کئی دفعہ یہ ارشاد فرمایا[۶۰]۔ (مسلم)

[1] حضرت اسامہ بن زید، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب اور مقرب بارگاہ تھے۔

[2] جہینہ جیم پر پیش، ہا پر زبر، ایک قبیلے کا نام اُناس ہمزہ پر پیش، لوگوں کی ایک جماعت۔

[3] باوجودیکہ وہ کلمہ اسلام پڑھ چکا تھا۔

[4] تاکہ تم اس کے دل کے حال کی تحقیق کرتے اور معلوم کرتے کہ کیا اس نے کلمہ طیبہ جان بچانے کے لیے پڑھا تھا یا اخلاص اور ایمان کی سچائی کے ساتھ پڑھا تھا —— دل کا چیرنا اور اس شخص کے باطن کی حقیقت کا معلوم کرنا تو ممکن ہی نہ تھا لہٰذا ظاہر پر حکم کرتے ہوئے اس کے ایمان کا حکم کرنا چاہیے تھا۔

[5] جندب بن عبد اللہ بجلی با اور جیم پر زبر، صحابی ہیں، حضرت حسن بصری اور ابن سیرین ان سے روایت کرتے ہیں۔

[6] اور اس کلمہ کا کیا جواب دو گے؟ جب قیامت کے دن یہ کلمہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ اسے مخالف شخص کی شکل عطا فرمائے گا یا فرشتے، کلمہ طیبہ کی طرف سے جھگڑا کرنے کے لیے آئیں گے یا وہ شخص آئے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا تھا۔

[7] حضرت اسامہ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس شخص کو اجتہاد کی بنا پر قتل کیا تھا اور اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو مجتہد معذور ہوتا ہے، یا اس شخص نے مایوسی کی حالت میں اس وقت کلمہ پڑھا جب تلوار چل چکی تھی، اس لیے حضرت اسامہ پر دیت لازم نہیں کی گئی —— علماء کی ایک جماعت کے نزدیک صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دینے سے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے، حضرت اسامہ پر واجب تھا کہ وہ ٹھہرتے اور اپنا ہاتھ روکتے تاکہ اس شخص کا حال معلوم ہو جاتا، حضرت اسامہ کو تشدید اور انکار کا سامنا اس لیے کرنا پڑا کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں حقیقت حال کے واضح ہو جانے تک توقف نہیں کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳۰۳/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے معاہدہ کرنے[1] والے کافر کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا[2] حالانکہ اس کی خوشبو چالیس[3] سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

(بخاری)

[1] جس نے امام سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا خواہ وہ ذمی ہو یا اس کے علاوہ، اس معنی کے اعتبار سے معاہد ہا کی زیر کے ساتھ ہے، ہا کی زبر کے ساتھ بھی روایت ہے یعنی وہ شخص جس کے ساتھ امام نے معاہدہ کیا ہے دونوں کا حاصل مطلب ایک ہی ہے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرنا امام کے ساتھ معاہدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

[2] یرح اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یا اور را پر زبر، آخر میں بے نقطہ حا، رَاحَ یَرَاحُ سے (۲) یا پر زبر اور را کے نیچے زیر ہو رَاحَ یَرِیْحُ سے، (۳) یا پر پیش اور را کے نیچے زیر ہو اَرَاحَ یُرِیْحُ سے۔ سب کا معنی ایک ہے، تاہم پہلی صورت زیادہ بہتر اور زیادہ مشہور ہے۔

[3] خریف سے مراد سال ہے کیونکہ موسم خریف (خزاں) سال میں ایک ہی ہوتا ہے، اور عرب سال کی ابتدا خریف سے کرتے ہیں اس مناسبت سے ذکر تو خریف کا کرتے ہیں، اور مراد سال لیتے ہیں —— ایک روایت میں ستر سال اور ایک دوسری روایت میں سو سال اور مؤطا میں پانچ سو سال کا ذکر ہے، فردوس میں ایک ہزار سال کا ذکر ہے، یہ اختلاف اعمال اور ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے ہے، اسی طرح علامہ سیوطی نے بیان کیا، بہشت کی خوشبو نہ پانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہی نہیں ہوگا جیسے کہ عرف میں اس عبارت سے سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس ابتدائی وقت میں خوشبو کا نہ پانا مراد ہے جب صالحین اور مقربین جنت میں داخل ہوں گے، بعض شارحین نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت سے میدان محشر میں خوشبوئیں بھیجے گا تاکہ ان کے لیے وہاں ٹھہرنا آسان ہو جائے اور وہ لوگ اس میدان کی مصیبتوں سے راحت محسوس کریں اور بعض نافرمانوں کو ان سے محروم کر دیا جائے گا۔

۳۳۰۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَھُوَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ یَتَرَدّٰی فِیْھَا خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا وَّمَنْ تَحَسّٰی سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَسَمُّہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَحَسَّاہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا وَّمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں بلندی سے ہمیشہ ہمیشہ[1] چھلانگ لگاتا رہے گا۔ اور جس نے زہر[2] پی کر خودکشی کی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہو گی اور وہ جہنم کی آگ میں اسے ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا۔ اور جس نے لوہے کے ساتھ خودکشی کی تو اس کا لوہا اس کے

بِحَدِیْدَۃٍ فَحَدِیْدَتُہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَوَجَّأُ بِھَا فِیْ بَطْنِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ہاتھ میں ہوگا جسے وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔

(صحیحین)

---

[1] اَبَدًا خلود کی تاکید ہے

[2] سم سین پر زبر اور پیش دونوں آئے ہیں۔

[3] مثلاً چھری یا تلوار سے۔

[4] وجی اور وجار، واؤ کے نیچے زیر اور مد کے ساتھ، چھری گھونپنا —— مطلب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہے گا جس کے ساتھ اس نے خودکشی کی ہے (یہ اس وقت ہے جب وہ حلال جان کر ایسا کرے، ورنہ نص قرآنی کے مطابق شرک کے علاوہ باقی گناہوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا بخش دے گا، لہٰذا خوارج اس حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے، ان کے نزدیک گناہگار ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ۱۲ قادری)۔

۳۳۰۵/۸ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَہٗ یَخْنُقُھَا فِی النَّارِ وَ الَّذِیْ یَطْعَنُھَا یَطْعَنُھَا فِی النَّارِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹتا ہے[1] وہ آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے آپ کو نیزہ مارتا ہے وہ آگ میں اپنے آپ کو نیزہ ہی مارتا رہے گا۔

(بخاری)

---

[1] یَخْنُقُ۔ نون پر پیش —— مراح میں ہے خنق، خناق اور اختناق کا معنی ہے گلا گھونٹنا۔

۳۳۰۶/۹ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ رَجُلٌ بِہٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے زخم[1] تھا۔ اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اس سے

سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِىْ عَبْدِىْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اپنا ہاتھ کاٹ[۵۲] لیا، پس خون نہ رکا[۵۳] یہاں تک کہ وہ مر گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے میں مجھ سے جلدی کی، پس میں نے جنت اس پر حرام کر دی[۵۴]۔

(صحیحین)

۳۳۰۷/۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ طُفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ اِلَيْهِ وَهَاجَرَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِىْ مَنَامِهٖ وَهَيْئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَّرَاٰهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی[۵۵] نے آپ کی طرف ہجرت کی پس وہ شخص بیمار ہو گیا، اس نے بے صبری کی اور اس نے اپنے تیر[۵۶] لیے اور ان کے ساتھ اپنی انگلیوں کے جوڑ[۵۷] کاٹ دیئے، تو اس کے دونوں ہاتھوں[۵۸] سے خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، حضرت طفیل بن عمرو نے اسے خواب میں دیکھا اس کی حالت[۵۹] اچھی تھی اور دیکھا[۶۰] کہ اس نے دونوں ہاتھ ڈھانپ رکھے ہیں۔

---

[۵۱] جرح جیم پر پیش ہو تو اس کا معنی خستہ ہونا (زبر ہو تو اس کا معنی زخم ہے ۱۲ قادری) ـــــ اس نے بے صبری کی اور وہ زخم کی تاب نہ لا سکا۔

[۵۲] حزّ بے نقطہ حا پر زبر اور زا مشدد، سر اور کسی عضو کا کاٹنا، جیم کے ساتھ بھی روایت ہے جس کا معنی اون اور کھجوروں کا قطع کرنا ہے۔

[۵۳] رقوء آنکھ کے پانی اور خون کا رک جانا۔

[۵۴] خودکشی شریعت میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے، حقیقت میں یہ غیر کے ملک میں تصرف ہے، بندہ اپنے ظاہر و باطن اور جسم و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اسکو حق کیا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں تصرف کرے اور اپنے آپ کو ہلاک کرے۔

غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ تُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت طفیل نے فرمایا: تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے اس لیے بخش دیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، پھر پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے دونوں ہاتھ ڈھانپ رکھے ہیں، کہنے لگے مجھے کہا گیا[4] کہ ہم تیری اس چیز کو ہرگز درست نہیں کریں گے جسے تو نے تباہ کر دیا۔ حضرت طفیل نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے دعا مانگی یا اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔ (مسلم)

---

[1] طفیل طا پر پیش بن عمرو الدوسی دال پر زبر، دوس بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کی طرف نسبت ہے، حضرت طفیل صحابی ہیں۔ مکہ معظمہ میں اسلام لائے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی پھر اپنی قوم کے علاقے میں چلے گئے اور وہیں رہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کے وصال تک بارگاہ اقدس میں حاضر رہے، ۱۱ھ میں یمامہ میں شہید ہوئے، بعض نے کہا کہ حضرت عمر کی خلافت میں یرموک میں شہید ہوئے، ان کا شمار اہل حجاز میں ہے ان کا لقب ذوالنور تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں قوم کے پاس بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے بطور کرامت کوئی نشانی عطا فرمائیں تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! اسے نور عطا فرما! ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا ہو گیا، انہوں نے عرض کیا یا اللہ! مجھے خوف ہے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو شکل کا بگاڑنا ہے، وہ نور ان کے چابک میں منتقل ہو گیا، تاریک رات میں ان کا چابک روشن ہو جاتا تھا، پھر انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی چنانچہ ان کے والد اسلام لے آئے لیکن والدہ مسلمان نہیں ہوئیں۔

[2] مشاقص جمع ہے مِشْقَصٌ کی میم کے نیچے زیر، تیر کا لمبا چوڑا پھل یا وہ تیر جس میں اس قسم کا پھل ہو، قاموس میں ہے مشقص بر وزن منبر، چھری اور بعض نے کہا نشر لیکن وہ لمبی اور چوڑی ہو۔

[3] براجم جمع ہے بُرْجُمَۃٌ کی با اور جیم پر پیش، وہ جوڑ جو انگلیوں کی پشت پر ہوتے ہیں جہاں میل کچیل جمع

ہو جاتی ہے۔

۵۴ صراح میں ہے شُخْبُ نقطہ والے شین پر پیش اور خار نقطے والی ساکن، وہ دودھ جو دوہنے کے وقت ایک دفعہ کھینچنے سے نکلے۔

۵۵ صراح میں ہے ہیبت پیکر اور شخصیت۔

۵۶ رآہ رویت سے مشتق صیغہ ماضی ہے اسی طرح تصحیح کردہ نسخے میں ہے اور ورارہ کا معنی پیچھے ہے یعنی اسے اپنے پیچھے دیکھا۔

۵۷ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

۵۸ خداوندا! جس طرح تو نے اس کے تمام اعضا کو بخشا ہے اسی طرح اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے ——— اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہوتی ہے اگرچہ ہجرت کرنے والا بعض ممنوعات کے ارتکاب میں مبتلا ہو۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت سے اسے بخش دیا جاتا ہے ——— احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وصال کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کی زیارت ایسے ہی ہے جیسے حیات طیبہ ظاہرہ میں لہذا اس نعمت کے حصول کا امیدوار رہنا چاہیے اور غم کی گرہ دل سے کھول دینی چاہیے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کا ارتکاب آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا موجب نہیں ہے جیسے کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۳۳۰۸ / ۱۱ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِنِ الْکَعْبِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ یَا خُزَاعَۃُ قَدْ قَتَلْتُمْ ھٰذَا الْقَتِیْلَ مِنْ ھُذَیْلٍ وَ اَنَا وَ اللّٰہِ عَاقِلُہٗ مَنْ قَتَلَ بَعْدَہٗ قَتِیْلًا فَاَھْلُہٗ بَیْنَ خِیَرَتَیْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو شریح کعبی[1] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اے خزاعہ تم نے بے شک ہذیل کے اس مقتول کو قتل کیا ہے[2] اور بخدا! میں اس کی دیت دوں گا[3] اس کے بعد جس نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کے وارثوں کو دو اختیار ہوں[4] گے

(۱) اگر وہ پسند کریں تو قاتل کو قتل کر دیں

(۲) اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں[5]

(امام ترمذی)

وَالشَّافِعِيُّ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ بِإِسْنَادِهٖ وَصَرَّحَ بِأَنَّهٗ لَيْسَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ وَقَالَ وَأَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ يَعْنِي بِمَعْنَاهُ)

شافعی نے، شرح السنۃ میں یہ حدیث امام شافعی کی سند کے ساتھ مذکور ہے اور انہوں نے تصریح کی کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ابوشریح کی روایت سے نہیں ہے[7]، اور کہا کہ صحیحین میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے باعتبار معنی کے مذکور ہے[8]۔

---

[1] ابوشریح شین پر پیش، الکعبی یہ نسبت ہے کعب بن عمرو عدوی خزاعی کی طرف۔

[2] یہ حدیث اس خطبے کا تتمہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا، اس کا پہلا حصہ کتاب الحج کے باب حرم مکہ میں مذکور ہے —— ان دونوں قبیلہ خزاعہ نے دورِ جاہلیت میں قتل ہونے والے اپنے ایک فرد کے بدلے مکہ مکرمہ میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں قبیلوں میں فتنے کی آگ کو سرد کرنے کے لیے اس مقتول کی دیت ادا فرما دی۔

[3] عاقل مشتق ہے عَقْلٌ سے اور عقل کا معنی دیت دینا ہے، اصل میں عقل کا معنی ہے اونٹ کا بازو باندھنا اور اونٹ مقتول کے ولی کے صحن میں باندھے جاتے ہیں، نیز عقل کا معنی ہے منع کرنا اور باز رکھنا، اور دیت، قاتل کا خون بہانے سے روکنے والی ہے، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں شریعت کا قانون بیان فرمایا۔

[4] اسے دو حالتوں اور خصلتوں کے درمیان اختیار ہے خِیَرَۃٌ خار کے نیچے زیر، یار پر زبر، اختیار، صراح میں ہے اختیار کا معنی ہے منتخب کرنا اور خِیْرَۃٌ یار کو ساکن پڑھا جا سکتا ہے اور متحرک بھی، منتخب کیا ہوا کہا جاتا ہے۔ مُحَمَّدٌ خِیَرَۃٌ یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب کیے ہوئے ہیں —— وہ دو حالتیں بعد میں بیان کی گئی ہیں۔

[5] اور اس سے قصاص لیں

[6] ظاہر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قصاص لے لیں اور چاہیں تو دیت لے لیں، یہ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک دیت، قاتل کی رضا سے ثابت ہوگی امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے، اس مسئلے میں اختلاف ہے صحابہ کرام اور تابعین میں، اور حدیث کو دوسرے مذہب پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے (کہ دیت قاتل کی رضا سے ثابت ہوگی)۔

[7] یہ اعتراض ہے صاحب مصابیح پر، مصابیح اور شرح السنۃ دونوں امام بغوی کی تصنیف ہیں خود انہوں نے

شرح السنۃ میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیحین میں نہیں ہے اس کے باوجود یہ حدیث مصابیح کی فصل اول میں لائے ہیں حالانکہ پہلی فصل صحاح (صحیحین) کے لیے مختص ہے۔

[5] یعنی یہ حدیث صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے لفظ بلفظ مذکور نہیں ہے بلکہ اس کا معنی مذکور ہے، یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیحین میں بالکل مذکور نہیں ہے نہ تو ابوشریح سے اور نہ حضرت ابوہریرہ سے۔

۳۳۰۹/۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَتْ بِرَأْسِهَا فَجِيْئَ بِالْيَهُوْدِيِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا اس لڑکی سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے کیا ہے یا فلاں نے[1]؟ یہاں تک کہ یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا[2] یہودی کو لایا گیا تو اس نے اقرار کر لیا[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اقرار کے سبب اس کا سر کچلنے کا حکم دیا تو اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا[4]۔ (صحیحین)

[1] ان لوگوں کا نام لیا گیا جن کے بارے میں اس فعل کا گمان تھا۔

[2] کہ ہاں اسی نے یہ کام کیا ہے۔

[3] صراح میں ہے کہ اعتراف کا معنی، گناہ کا اقرار کرنا ہے۔

[4] یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ایسے بھاری پتھر سے قتل کرنا موجب قصاص ہے۔ جس سے غالباً قتل واقع ہو جاتا ہو اور یہ اکثر علماء ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے امام اعظم کی دلیل وہ احادیث ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہیں اور یہودی کو بطور سیاست قتل کیا گیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نزعی بیان کی بناپر قصاص نہیں لیا جائے گا اس کے لیے یا تو دو گواہ ہوں یا مجرم اقرار کرے، اگر یہودی انکار کر دیتا تو اس سے قسم لی جاتی، یہودی کو سیاست اور ملکی انتظام کے تحت قتل کیا گیا تھا نہ کہ بطور قصاص لہٰذا یہ اشکال پیدا نہیں ہوگا کہ حدیث میں ہے۔ لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ۔ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ کیونکہ یہودی اس قسم کے جرائم کا عادی مجرم تھا اسے تعزیر کے طور پر اسی کے طریق کار کے

مطابق قتل کیا گیا ۱۲ قادری)

۳۳۱۰/۱۳ وَعَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی حضرت رُبیع [۵۱] نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے قصاص کا حکم [۵۲] دیا، حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر [۵۳] نے کہا یا رسول اللہ بخدا اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا [۵۴]، قصاص ہے تو وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت [۵۵] قبول کر لی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے وہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھا کر کچھ کہہ دیں [۵۶] تو اللہ تعالیٰ انہیں سچا کر دیتا ہے۔

(صحیحین)

---

[۵۱] رُبَیِّع را پر پیش، با پر زبر یا مشدد کے نیچے زیر ——— حضرت رُبیع، مشہور صحابی حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں ان کے والد کا نام نضر نقطے والے ضاد کے ساتھ، وہ مالک کے والد ہیں اور نضر حضرت انس کے دادا ہیں۔

[۵۲] کہ رُبیع کا دانت بھی توڑنا چاہیے۔

[۵۳] یہ حضرت ربیع بنت نضر کے بھائی ہیں، حضرت انس بن مالک کا نام انہیں کے نام پر رکھا گیا تھا۔ حضرت انس بن نضر جلیل القدر صحابی ہیں، احد کے دن شہید ہوئے، اس روز ان کے جسم پر تلوار اور نیزے کے اسّی سے زیادہ زخم لگے اور انہوں نے فرمایا: میں احد پہاڑ کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، پھر آگے

بڑھ کر مشرکین کے قلب پر حملہ کر دیا اور شہید ہوئے ـــــــ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کے طور پر ربیع کا دانت توڑنے کا حکم دیا تو حضرت انس بن نضر نے کہا بخدا! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا یہ انہوں نے ہونے والے واقعے کی خبر دی کہ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا اور اس خبر کو انہوں نے قسم کے ساتھ اس لیے پختہ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر پختہ وثوق تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں جو امید کی شمع روشن کر دی تھی اس کا انہیں یقین تھا، حاشا وکلا! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کا انکار اور اس کا رد کرنے کے طور پر یہ بات ہرگز نہیں کہی تھی۔

٤ اور اس کا حکم قصاص ہے اور میں نے اس کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے وہ جو چاہے کرے۔

٥ صراح میں ہے کہ ارش، زخموں کی دیت کو کہتے ہیں۔

٦ کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے اور وہ کام کر دیتا ہے اس کا مقصد حضرت انس بن نضر کی تعریف ہے کہ وہ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔

۳۳۱۱/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِیًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَیْءٌ لَیْسَ فِی الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَءَ النَّسَمَۃَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِی الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهْمًا یُّعْطٰی رَجُلٌ فِیْ كِتَابِهٖ وَمَا فِی الصَّحِیْفَۃِ قُلْتُ وَمَا فِی الصَّحِیْفَۃِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِیْرِ وَاَنْ لَّا یُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) وَذُكِرَ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا فِیْ كِتَابِ الْعِلْمِ۔

حضرت ابو جحیفہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو چیرا[۲] اور انسان کو[۳] پیدا کیا ہمارے پاس صرف وہی چیز ہے جو قرآن میں ہے، مگر کتاب اللہ کا وہ فہم جو کسی شخص کو دیا جائے[۴] اور صحیفہ[۵] میں ہے میں[۶] نے عرض کیا کہ صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا؛ (۱) دیت[۷] (۲) قیدی کو رہائی دلانے کا حکم[۸] اور (۳) یہ کہ مسلمان کو کافر[۹] کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ (بخاری) حضرت ابن مسعود کی حدیث کہ کسی جان کو ظلماً قتل نہ کیا جائے۔ کتاب العلم میں بیان کی جا چکی ہے۔

۵۱ ابو جحیفہ جیم پر پیش، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کم عمر صحابہ میں سے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ کوفہ میں مقیم ہو گئے، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب نے انہیں کوفہ کے بیت المال کا منتظم مقرر کیا، تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے اور ۷۴ھ میں کوفہ میں وصال ہوا

۵۲ اور اس سے سبزہ نکالا۔

۵۳ اور ہر جاندار کو پیدا کیا ——— نَسَمَۃٌ پہلے دونوں حرفوں پر زبر، انسان، جان اور حرکت کرنے والے ہر حیوان کو کہتے ہیں۔

۵۴ جس کے ساتھ وہ معانی کا استنباط کرتا ہے، اور ایسے اشارات، مخفی علوم اور باطنی اسرار معلوم کرتا ہے جو علماء راسخین پر ظاہر ہوتے ہیں اور ارباب یقین عارفین پر منکشف ہوتے ہیں۔

۵۵ یعنی تحریر میں کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کے غلاف میں ایک تحریر تھی جس میں بعض ایسے احکام تھے جو قرآن کریم میں لکھے ہوئے نہ تھے۔

۵۶ حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی مرتضیٰ سے پوچھا

۵۷ یعنی دیت کے احکام

۵۸ فکاک فا پر زبر، اور ایک روایت میں زیر ہے۔ آپس میں پیوست ہونے والی دو چیزوں کا ایک دوسرے سے الگ کرنا اور چھڑانا۔

۵۹ خواہ وہ کافر ہو یا ذمی ہو یا حربی، یہ بہت سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا مذہب ہے، علمائے ثلاثہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کافر ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا، بہت سے ائمہ اس کے قائل ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے ——— کہتے ہیں کہ اس تحریر میں احکام مذکورہ کے علاوہ بھی بہت سے احکام تھے، لیکن اس جگہ ان کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس باب میں مقصود، قصاص اور دیت ہے اور قیدی کو رہائی دلانا اس کے مناسب ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو کچھ ایسے علوم اور اسرار کے ساتھ خاص کیا تھا جو دوسروں کے سامنے بیان نہیں فرمائے تھے اور یہ امر بعید نہیں ہے کیونکہ تمام علوم و اسرار اور حقائق و معارف سب صحابہ کے درمیان مشترک نہ تھے، لازمی بات ہے کہ بعض مقرب صحابہ، بعض اسرار و معانی کے ساتھ مختص تھے جو دوسروں کے پاس نہ تھے، جیسے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صاحب سِر (صاحب راز) کہا جاتا ہے۔ ہاں احکام شرعیہ، اوامر و نواہی کسی سے مخفی نہ تھے اور بعض صحابہ کو ان کے

ساتھ مخصوص نہیں فرمایا، اگر کچھ صحابہ حاضر ہوتے اور کچھ غائب تو حاضرین کو فرماتے کہ ان تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔ لہذا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی چیز احکام میں سے ایسی ہے جو قرآن پاک میں نہیں ہے تو فرمایا: قرآن سب سے بڑا کل ہے اور بالقوہ اور اجمالی طور پر تمام علوم کا جامع ہے، کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہتی لیکن اگر کسی کو اس کا فہم اور اس سے معانی و مطالب حاصل کرنے کی قوت دے دی جاتے تو یہ بعید نہ ہوگا، یہ فہم بعض کو حاصل ہوتا ہے اور بعض کو حاصل نہیں ہوتا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از راہ تواضع و ادب یہ تصریح نہیں فرمائی کہ یہ میرے ساتھ خاص ہے اور واقع میں علی الاطلاق خاص بھی نہیں ہے بلکہ اس کے مختلف مراتب اور درجات ہیں جن میں سے بعض، بعض سے بلند و برتر ہیں، اور اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس میں سے کامل حصہ عطا فرمایا گیا ہے جو بہت سے صحابہ کو عطا نہیں کیا گیا اور یہ امر اضافی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۳۱۲/۱۵ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا زَوَالُ الدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَآئِیُّ وَ وَقَفَهٗ بَعْضُهُمْ وَ هُوَ الْاَصَحُّ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ)

دوسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا فنا ہو جانا آسان ہے ایک مسلمان مرد کے قتل[۱] سے۔ (امام ترمذی، نسائی) بعض نے اسے موقوف[۲] قرار دیا ہے اور یہ[۳] زیادہ صحیح ہے۔ امام ابن ماجہ نے یہ حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

---

[۱] قتل کرنے یا قتل کیے جانے سے ———— اس میں مبالغہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے عارف مسلمان کے باقی رہنے کی تعریف ہیں، اس لیے کہ وہ مخلوق کے پیدا کرنے کا مقصود ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اسرار کا مظہر ہے، عالم محسوسات میں اس کے علاوہ زمین و آسمان وغیرہ جو کچھ ہے وہ اسی کے لیے مقصود ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۶۵/۱۲) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ان کے برابر زمینیں، ان میں حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے لہذا مسلم سے مراد وہ کامل مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف اور احکام و آیات کا عالم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۵۲] بعض راویوں نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا قول ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔

[۵۳] اس کا موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے، یہ امام ترمذی کا کلام ہے۔

۳۳۱۳/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِیْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِی النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آسمان و زمین کے تمام رہنے والے ایک مومن کا خون بہانے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا[۵۱] (ترمذی) انہوں نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

[۵۱] بعض محدثین نے فرمایا: صحیح لَكَبَّهُمُ اللّٰهُ ہے نہ کہ اَكَبَّهُمْ کیوں کہ اَكَبَّ کا معنی چہرے کے بل گرنا ہے اور كَبَّ کا معنی چہرے کے بل گرانا ہے (یعنی باب افعال لازم ہے اور مجرد متعدی ۱۲ قادری) انہوں نے کہا کہ اَكَبَّهُمْ بعض راویوں کا سہو ہے، علمائے لغت نے اسی طرح کہا ہے، لیکن اگر ثابت ہو جائے کہ جو حدیث شریف میں ہے وہی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ہے تو کہنا پڑے گا کہ علمائے لغت نے جو کہا ہے وہ غلط ہے۔

۳۳۱۴/۱۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِیْءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهٗ وَ رَاْسُهٗ بِيَدِهٖ وَ اَوْدَاجُهٗ تَشْخَبُ دَمًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مقتول، قاتل کی پیشانی کے بال اور اس کے سر کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے اس حال میں آئے گا کہ مقتول کی گردن کی رگیں[۵۱] خون بہا رہی ہوں گی اور کہے گا۔

قَتَلَنِیْ حَتّٰی یُدْنِیَهٗ مِنَ الْعَرْشِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا[۲] یہاں تک کہ مقتول، قاتل کو عرش کے قریب کردے گا[۳] (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

[۱] اَوْدَاج جمع ہے وَدَجٌ کی پہلے دونوں حرفوں پر زبر۔ یہ گردن کا احاطہ کرنے والی رگیں ہیں جنہیں ذبح کرنے والا قطع کرتا ہے۔ ——— تَشْخَبُ۔ نقطے والے شین اور خاء کے ساتھ باب فتح اور نصر سے۔

[۲] یعنی میری فریاد کو قبول فرما۔

[۳] جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کبریائی کے ظہور کی خاص جگہ ہے۔ بطور کنایہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقتول اپنے حق کا مطالبہ کس زور و شور سے کرے گا اور کس شدت سے انتقام لے گا۔

۳۳۱۵/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اَشْرَفَ یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ كُفْرٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا زَنَیْتُ فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَلَا اِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ فَبِمَ

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف[۱] روایت کرتے ہیں کہ گھر کے محاصرے کے[۲] دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونچی جگہ کھڑے ہو کر جھانکا اور فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم[۳] دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون گرانا جائز نہیں ہے مگر تین خصلتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے (۱) محصن[۴] ہونے کے بعد زنا کرنا (۲) اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا[۵] (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا جس کے بدلے اسے قتل کیا جائے[۶]۔ خدا کی قسم! میں نے نہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ ہی اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی اس وقت سے میں مرتد بھی نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے

تَقْتُلُوْنَنِيْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَلِلدَّارِمِيِّ لَفْظُ الْحَدِيْثِ)

کسی جان کو قتل کیا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا؛ پھر تم مجھے کس سبب سے قتل کرتے ہو؟ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) امام دارمی نے الفاظ حدیث[۵۸] روایت کیے ہیں

[۵۱] ابوامامہ، ہمزہ پر پیش بن سہل بن حنیف حا پر پیش، نون پر زبر، ان کا نام اسعد ہے لیکن کنیت سے مشہور ہوئے۔ ان کی ولادت، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت نشان میں آپ کے وصال سے دو سال پہلے ہوئی، ان کا نام اور ان کی کنیت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھی، کم عمری کے باعث آپ کی احادیث نہیں سن سکے، اسی لیے ان کا ذکر صحابہ سے بعد والے لوگوں میں کیا گیا ہے، ابن عبد البر نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور اس کے بعد کہا کہ وہ جلیل القدر علماء اور افاضل تابعین میں سے ہیں، اپنے والد اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں سنہ ۱۰۰ھ میں وصال ہوا۔

[۵۲] یعنی اس دن کہ کچھ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا اور ارد گرد جمع ہو گئے ——— اشراف کا معنی ہے اوپر سے نیچے دیکھنا۔

[۵۳] انشد ہمزے پر زبر اور شین پر پیش۔

[۵۴] یعنی اس شرط کے ساتھ کہ زانی محصن ہو محصن وہ آزاد اور مکلف مسلمان ہے جس نے نکاحِ صحیح سے وطی کی ہو۔

[۵۵] یعنی مرتد ہو جانا۔

[۵۶] قصاص کے طور پر

[۵۷] لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ الحدیث انہوں نے محاصرہ کے دن حضرت عثمان غنی کے اوپر سے مخاطب کرنے کا واقعہ بیان نہیں کیا۔

۳۳۱۶/۱۹ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ہمیشہ تیز رفتار[۱] اور نیکی کرنے والا ہوتا ہے جب تک وہ حرام خون کو نہ پہنچے پس جب وہ خونِ حرام کو پہنچ جاتا ہے تو سست رفتار[۲] ہو جاتا ہے (ابو داؤد)

[1] اور جلدی کرنے والا ہوتا ہے اطاعت اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں ——— "مُعْنِق" میم پر پیش عین ساکن، "اِعْنَاق" سے مشتق ہے جس کا معنی جلدی کرنا ہے۔

[2] اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے۔ نیکیوں کے حاصل کرنے میں اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے، پس قتل کا خاص تعلق ہے توفیق سے رکنے اور دل کے سیاہ ہونے سے، اگرچہ تمام گناہوں کا یہی حال ہے، لیکن قتل کا گناہ اس معاملے میں سب سے سخت ہے ——— "بَلَحَ" تھک گیا اور نیکی سے منقطع ہو گیا اور "بَلَّحَ" لام کی تشدید کے ساتھ، مبالغہ اور تکثیر کے لیے ہے، لام کی تخفیف کے ساتھ بھی روایت ہے۔

۳۳۱۷/۲۰ **وَعَنْهُ** عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ اَنْ يَّغْفِرَهٗ اِلَّا مَنْ مَّاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَّقْتُلُ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ مُّعَاوِيَةَ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف فرما دے سوائے اس شخص کے جو حالت شرک میں مر گیا یا اس شخص کے جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا[1] (ابوداؤد، نسائی نے یہ حدیث حضرت معاویہ سے روایت کی۔)

[1] اس میں انتہائی تشدید اور سختی ہے اور اس کی تاویل اہل سنت کے نزدیک مشہور ہے، بعض محدثین اس طرف گئے ہیں کہ جان بوجھ کر قتل کرنے کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کی آگ ہے، انھوں نے ظاہر آیت کو سامنے رکھا ہے اگرچہ اسے کافر نہیں کہتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] امام ابوداؤد نے یہ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

۳۳۱۸/۲۱ **وَعَنِ** ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حدیں[1] مسجدوں میں قائم نہیں کی جائیں گی اور بیٹے کو قتل کرنے کے سبب باپ کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔

(ترمذی، دارمی)

۵۱ مثلاً زنا اور چوری وغیرہ کی حدیں مسجدوں میں قائم نہیں کی جائیں گی قصاص بھی اسی حکم میں داخل ہے کیونکہ مسجدیں صرف فرض نماز اور اس کے تابع، نفلی نمازوں ذکر اور تدریس علوم کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ یہ حکم سب مسجدوں کے بارے میں ہے اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے مسجد حرام میں پناہ لے لے تو اس کا کھانا پانی وغیرہ بند کر کے اس کا دائرہ تنگ کیا جائے گا تاکہ وہ بے بس ہو کر باہر نکل آئے پھر اسے قتل کریں گے یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اسے حرم میں قصاصاً قتل کرنا جائز ہے۔

۵۲ قود پہلے دونوں حرف متحرک، قاتل کو بدلے میں قتل کرنا، اس جگہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے تو اس سے قصاص لیں گے کیونکہ یہ بلاشبہ قتل عمد ہے، اور یہ جرم ہونے کی حیثیت سے زیادہ شدید ہے کیونکہ اس میں قطع رحمی بھی پائی گئی ہے اور اگر تلوار مارے تو قصاص نہیں ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ اس نے ادب سکھانے کے لیے مارا ہو (قتل کے ارادے سے نہ مارا ہو ۱۲ قادری)

۳۳۱۹/۲۲ **وَعَنْ** اَبِیْ رِمْثَۃَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ فَقَالَ مَنْ ھٰذَا الَّذِیْ مَعَکَ قَالَ ابْنِیْ اِشْھَدْ بِہٖ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ لَا یَجْنِیْ عَلَیْکَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْہِ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَزَادَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ فِیْ اَوَّلِہٖ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَاٰی اَبِی الَّذِیْ بِظَھْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِیْ اُعَالِجُ الَّذِیْ بِظَھْرِکَ فَاِنِّیْ طَبِیْبٌ فَقَالَ اَنْتَ رَفِیْقٌ وَ اللّٰہُ

حضرت ابو رمثہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ میرے والد نے کہا یہ میرا بیٹا ہے، آپ اس کے گواہ ہو جائیں[۲] آپ نے فرمایا: خبردار بے شک وہ تم پر جرم نہیں کرے گا اور تم اس پر جرم نہیں کرو گے[۳] (ابو داؤد، نسائی) شرح السنۃ میں اس کی ابتداء میں اضافہ کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے والد نے وہ چیز دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پشت میں تھی[۴] تو انہوں نے عرض کیا مجھے اس چیز کا علاج کرنے دیجیے۔

الطَّبِيبُ)

جو آپ کی پشت میں ہے کیونکہ میں طبیب ہوں[۵۵]
آپ نے فرمایا: تم رفیق ہو[۵۶]۔ اور اللہ تعالیٰ
طبیب حقیقی ہے[۵۷]۔

۵۱ ابو رمثہ رار کے نیچے زیر، میم ساکن، اس کے تین نقطوں والی ثار، ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے کہا رفاعہ فار کے ساتھ، بعض نے کہا عمارہ بن یثربی تیمی، تیم رباب کی نسبت سے یا تیمی امرا لقیس کی اولاد میں سے۔

۵۲ یعنی آپ گواہ ہو جائیں کہ یہ میرا حقیقی بیٹا ہے، گواہ بنانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے جرائم ان پر لازم کر دیں جیسے کہ دور جاہلیت کی رسم تھی کہ باپ اور بیٹے میں سے کوئی ایک جرم کرتا تو اس کے بدلے دوسرے کو پکڑ لیتے، اسی لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نفی فرمائی۔

۵۳ یعنی تم میں سے کوئی بھی دوسرے کے جرم کے سبب پکڑا نہیں جائے گا نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔

۵۴ یعنی مہر نبوت اور وہ کبوتر کے انڈے کی صورت میں ابھرا ہوا گوشت تھا، حضرت ابو رمثہ کے والد نے گمان کیا کہ یہ کوئی پھوڑا ہے جو جسم کی غیر ضروری رطوبتوں سے پیدا ہوا ہے۔

۵۵ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہالت اور بے تمیزی پر مبنی یہ بات اور طب اور اس میں مہارت کا دعویٰ پسند نہیں آیا اس لیے فرمایا کہ تم رفیق ہو۔

۵۶ کہ تم علاج میں مریض کے ساتھ مہربانی اور نرمی ملحوظ رکھتے ہو اور اسے پہنچنے والی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہو، یہ نہیں کہ تم اس میں شفا پیدا کرتے ہو۔

۵۷ اور شفا کا پیدا کرنے والا، اس جگہ طبیب کا معنی شفا دینے والا ہے۔ مشاکلت کی بنا پر طبیب کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(خیال رہے کہ اس جگہ طبیب کا معنی شافی مطلق ہے نہ کہ فن طب سیکھا ہوا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا شرعاً درست نہیں ہے کہ یہ لفظ طبابت کا پیشہ کرنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو معلم نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ خود فرماتا ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ کیونکہ معلم عموماً تنخواہ دار مدرسین کو کہا جاتا ہے اور جو لفظ دو معنی رکھتا ہوا چھے اور برے اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔

۱۲ مرآۃ بحوالہ مرقاۃ)

۳۳۲۰/۲۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَبَ مِنِ ابْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْاِبْنَ مِنْ اَبِيْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهُ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت سراقہ بن مالک[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ باپ کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور بیٹے کا قصاص اس کے باپ سے نہیں لیتے تھے۔

(امام ترمذی) امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا[3]۔

---

[1] سراقہ بن مالک صحابی ہیں، یہ وہ شخص ہیں جنہیں اہل مکہ نے ہجرت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جانے کے لیے مقرر کیا تھا، جب قریب پہنچ گئے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تب انہوں نے امان چاہی، تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، پھر پلٹ گئے، اس وقت انہیں اسلام لانے کی توفیق نہیں ہوئی، فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

[2] یعنی اگر بیٹا باپ کو قتل کر دیتا تو قصاص لیتے اور اگر باپ بیٹے کو قتل کر دیتا تو قصاص نہیں لیتے تھے۔

[3] اور کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ حدیث صرف حضرت سراقہ سے اور صرف اس سند سے مروی ہے، اس کی سند صحیح نہیں ہے اور اس میں اضطراب ہے لیکن اہل علم کا عمل اس پر ہے کہ باپ، بیٹے کو قتل کر دے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور قذف کرے تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔

۳۳۲۱/۲۴ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت حسن بصری، حضرت سمرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کے اعضاء کاٹے ہم اس کے اعضاء کاٹیں گے[2]۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

وَزَادَ النَّسَآئِیُّ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی
وَمَنْ خَصٰی عَبْدَہٗ خَصَیْنَاہُ۔

امام نسائیؒ نے ایک اور روایت میں اضافہ کیا کہ جس نے اپنے غلام کو خصی کیا ہم اسے خصی کریں گے[۵۳]۔

۵۱ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، بصرہ میں مقیم ہوئے حضرت حسن بصریؒ اور دیگر حضرات نے ان سے حدیث سنی اور روایت کی۔

۵۲ صراح میں ہے کہ جدع کا معنی ہے ناک، کان، ہاتھ اور ہونٹ کا کاٹنا۔

۵۳ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ غلام کے بدلے، مولا کو قتل نہیں کیا جائے گا اور یہ حدیث زجر اور سختی کے طور پر وارد ہے، تاکہ لوگ اس سے باز آئیں اور اس پر جرات نہ کریں، جیسے کہ شراب پینے والے کے بارے میں فرمایا: چوتھی یا پانچویں مرتبہ اسے قتل کردو، حالانکہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چوتھی یا پانچویں مرتبہ شراب پینے والے کو لایا گیا تو آپ نے اسے قتل نہیں کیا ــــــــ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ غلام مراد ہے جسے آزاد کردیا گیا ہو، اسے سابق حال کے مطابق غلام کہا گیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ کے اس ارشاد سے منسوخ ہے۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ آزاد بدلے آزاد کے اور غلام بدلے غلام کے اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا ــــــــ کتاب خرقی میں روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کردیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا اور ان کا نام مسلمانوں کے حصے سے کاٹ دیا لیکن اس سے قصاص نہیں لیا اور حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے ــــــــ کسی دوسرے کا غلام قتل کرنے پر آزاد کو قتل کرنے میں اختلاف ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح آزاد کے بدلے غلام کو بھی قتل کیا جائے گا، باقی تین ائمہ کے نزدیک غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ــــــــ اس کی تحقیق شرح میں کی گئی ہے۔

۳۳۲۲/۲۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰی اَوْلِیَآءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَآءُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَآءُوْا اَخَذُوا الدِّیَۃَ وَھِیَ ثَلٰثُوْنَ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر قتل کیا اسے مقتول کے رشتہ داروں[۵۴] کے سپرد کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو قتل کردیں اور چاہیں تو دیت لے لیں

حِقَّۃً وَّ ثَلٰثُوْنَ جَذَعَۃً وَّ اَرْبَعُوْنَ خَلِفَۃً وَّ مَا صَالَحُوْا عَلَیْہِ فَھُوَ لَھُمْ ۔

اور وہ تیس حِقّہ[۲]، تیس جذعہ[۳] اور چالیس خلفہ[۴] ہیں اور جس پر صلح کرلیں وہ ان کے لیے ہے[۵] ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(امام ترمذی)

[۱] اور اس کے کاروبار میں تصرف کرنے والے دوستوں کے سپرد کر دیا جائے گا صراح میں ہے ولی، دوست، کسی کے حق میں تصرف کرنے والا ——— اتنا حکم پہلی فصل میں حضرت ابوشریح کی حدیث میں گزر چکا ہے، اس حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا کہ دیت کتنی ہے؟ ۔

[۲] حِقّہ حا کے نیچے زیر ——— دیت سو اونٹ ہے، ان میں تیس حقہ ہوں گے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکے ہوں ۔

[۳] جذعہ ذال پر زبر ——— جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہو ۔

[۴] خلفہ خا پر زبر اور لام کے نیچے زیر ——— حاملہ اونٹنی ۔

[۵] اصل دیت جو مقتول کے رشتہ داروں کا حق ہے سو اونٹ ہے اور اگر اس سے کم کسی چیز پر صلح کر لیں تو وہی چیز واجب ہو گی ——— یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور امام محمد بھی ان سے متفق ہیں ۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک سو اونٹ لازم ہیں جو چار قسموں پر مشتمل ہوں گے، پچیس بنت مخاض (دوسرے سال میں داخل)، پچیس بنت لَبُون (تیسرے سال میں داخل)، پچیس حقّے (چوتھے سال میں داخل) اور پچیس جذعہ (پانچویں سال میں داخل) ان میں حاملہ داخل نہیں ہیں، ان کی دلیل حضرت ثابت بن یزید کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار قسموں پر مشتمل سو اونٹوں کا حکم دیا اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ دیت میں صحابہ کا اختلاف پایا جاتا ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہوتا، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرف ہیں شروح ہدایہ کے حوالے سے اس کی تحقیق کی گئی ہے[۱] ۔

---

[۱] یاد رہے کہ عورت کے قتلِ خطا کی دیت مرد سے آدھی ہے غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بیہقی اور عبدالرزاق کے حوالے سے مرد کی نسبت عورت کی دیت کے نصف ہونے پر احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں : قرآن کریم میں لفظ دیت کے اجمال کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں ہمارے سامنے آگئی کہ قتل خطا کی صورت میں مرد کی دیت کی مقدار سو اونٹ ہے اور عورت کے (حاشیہ بقیہ صفحہ آئندہ)

۳۳۲۳/۲۶ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَآءُهُمْ وَ يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَ هُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے خون برابر ہیں[1] اور مسلمانوں کے معاہدہ کے لیے ادنی مسلمان[2] کام کرے گا اور دور کا آدمی ان پر رد کرے[3] گا، اور مسلمان اپنے مقابل پر ایک ہاتھ کے حکم میں ہیں[4] خبردار! مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، اور ذمی جب تک ذمی ہے اسے قتل نہیں کیا جائے گا[5]۔ (ابوداؤد، نسائی)

امام ابن ماجہ نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

[1] قصاص اور دیت میں، اس سلسلے میں معزز کو عام آدمی پر، بڑے کو چھوٹے پر، عالم کو جاہل پر اور مرد کو عورت پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جب کہ دورِ جاہلیت کی عادت اس کے خلاف تھی، کہتے ہیں کہ یہ ان احکام میں سے ایک حکم ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفے میں تھے (مطلب یہ ہے کہ مقتول مرد ہو یا عورت، اس کا قصاص لیا جائے گا یا دیت، اس معاملے میں دونوں برابر ہیں اگرچہ عورت کے قتل کی دیت، مرد سے آدھی ہے، جیسے کہ اس سے پہلے حاشیہ میں بیان ہوا ۱۲ قادری)۔

[2] مثلاً عورت اور غلام، یعنی اگر عورت یا کسی معمولی مرد نے کافر کو امن دے دیا اور اس سے معاہدہ کرلیا تو دوسروں کو اس سے توڑنے کا حق نہیں پہنچتا

[3] یعنی مال غنیمت ـــــــ مطلب یہ ہے کہ جو دور والا لے گا اسے قریب والے کو پہنچائے گا یہ اس صورت میں ہے کہ مسلمانوں کا لشکر جہاد کے لیے نکلا اور ایک دستہ، امام کے لشکر سے جدا ہوگیا اور دور نکل گیا جب کافروں کے شہروں میں پہنچا تو اسے مال غنیمت مل گیا، اسے چاہیے کہ یہ مال غنیمت اس لشکر تک پہنچائے جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) قتلِ خطا میں دیت کی مقدار مرد کی دیت کا نصف ہے یعنی پچاس اونٹ (اسلام میں عورت کی دیت ص ۱۱) مزید فرماتے ہیں یہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اجماع سکوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ائمہ اربعہ اور ان کے سب متبعین بلکہ تمام محدثین عورت کی نصف دیت پر متفق ہیں (ص ۳۷) ۱۲ قادری۔

ان کے پیچھے ہے اور دشمن کے شہروں تک نہیں پہنچا، ایسا نہ ہو کہ وہ دستہ یہ مال اپنے لیے مختص کر لے، بلکہ لشکر کے تمام افراد اس میں شریک ہیں ——— نہایہ میں یہی معنی بیان کیا گیا ہے اور قاضی ناصر الدین بیضاوی کا بھی یہی مختار ہے، یہ معنی صحیح ہے، البتہ غنیمت کے مراد لینے اور اس سے مقدر نکالنے پر عبارت دلالت نہیں کرتی ——— بعض شارحین نے فرمایا کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافروں کے شہروں سے دور رہنے والے بعض مسلمان کسی کافر کو امن دے دیں تو کسی کو اسے توڑنے کا حق نہیں ہے اگرچہ وہ ان شہروں کے قریب ہی رہنے والا ہو۔

۵۴ نصرت و امداد کرنے، اتفاق برقرار رکھنے اور اختلاف نہ کرنے میں ——— اپنے ماسوا یعنی کافروں کے مقابل ——— مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہاتھ کے اجزاء میں حرکت کرنے اور پکڑنے میں اختلاف نہیں، اسی طرح مسلمانوں کو باہم متفق ہونا چاہیے۔

۵۵ یعنی ذمی جب تک ذمی ہے اور کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے ذمی ہونے کے مخالف ہو ——— معلوم ہوا کہ ذمی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی مسلمان اسے قتل کر دے تو اس مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کر دینا چاہیے جیسے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے حدیث شریف میں جو فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا تو اس کافر سے مراد کافر حربی ہے۔

۳۳۲۲ / ۲۷ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ وَ الْخَبْلُ الْجُرْحُ فَهُوَ بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلٰثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ بَیْنَ اَنْ یَّقْتَصَّ اَوْ یَعْفُوَ اَوْ یَاْخُذَ الْعَقْلَ فَاِنْ اَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ النَّارُ خَالِدًا فِیْهَا مُخَلَّدًا اَبَدًا۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت ابو شریح خزاعی[۵۶] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا خون بہایا گیا یا جسے خبل[۵۷] پہنچایا گیا اخبل کا معنی زخم ہے تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اگر وہ چوتھے کام کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو[۵۸] (۱) وہ قصاص لے۔ (۲) معاف کر دے یا (۳) دیت لے لے اگر ان میں[۵۹] سے کچھ لے لے پھر اس کے بعد زیادتی کرے[۶۰] تو اس کے لیے آگ ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔

(دارمی)

۱؎ ابو شریح خزاعی یہ وہی ابو شریح خزاعی کعبی ہیں جن کا ذکر پہلی فصل میں گزرا، ان کو خزاعی اور عدوی بھی کہتے ہیں جیسے کہ ہم نے اسی جگہ اشارہ کیا تھا۔

۲؎ خبل نقطے والی خا پر زبر، با ساکن، زخم ——— خبل کا اصل معنی فساد ہے اور یہ افعال، ابدان اور عقلوں میں ہوتا ہے ——— مطلب یہ ہے کہ جس کا رشتے دار قتل کر دیا جائے یا زخمی کر دیا جائے تو اسے تین خصلتوں یا تین فعلوں میں سے ایک کا اختیار ہے ——— یا جو شخص قتل یا زخمی کر دیا جائے اس کے ولی کو تین خصلتوں میں سے ایک کا اختیار ہے (خلاصہ یہ کہ اس جملے کی ابتدا یا آخر میں ایک لفظ مقدر ہے ورنہ جو قتل کر دیا گیا ہو وہ تین میں سے کوئی ایک خصلت کیسے اختیار کر سکتا ہے۔ ۱۲ قادری)

۳؎ اور اسے وہ کام نہ کرنے دو۔

۴؎ مذکورہ تین خصلتوں میں سے۔

۵؎ مثلاً پہلے معاف کر دے پھر دیت یا قصاص کا مطالبہ کرے۔

۳۳۲۵
۲۸
وَعَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِيْ عِمِّيَّةٍ فِيْ رَمْيٍ يَّكُوْنُ بَيْنَهُمْ بِالْحِجَارَةِ اَوْ جَلْدٍ بِالسِّيَاطِ اَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَاءٌ وَعَقْلُهٗ عَقْلُ الْخَطَاءِ وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَّمَنْ حَالَ دُوْنَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت طاوس[۱] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بلوے[۲] میں قتل کیا گیا، ان کے درمیان سنگ باری تھی[۳] یا چابک مارنے[۴] سے یا لاٹھی مارنے سے تو یہ قتل، قتلِ خطا کے حکم میں ہے[۵] اور اس کی دیت، قتلِ خطا کی دیت ہے[۶] اور جسے جان بوجھ کر قتل کیا گیا تو وہ قتل موجب قصاص ہے[۷] اور جو اس کے آگے حائل ہو[۸] تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ناراضگی ہے، اس کا فرض مقبول ہے اور نہ ہی نفل[۹]۔

(امام ابو داؤد، نسائی)

۱؎ طاوس یہ وہی لفظ ہے جو مشہور پرندے (مور) کا نام ہے ——— یہ بزرگ یمانی تھے مشہور امام اکابر تابعین، اصحاب فضیلت اولیاء اور یمن کے عابدوں اور ان کے سرداروں میں سے تھے، اصل میں فارس کی اولاد میں سے تھے، چالیس حج کیے مقبول الدعوات تھے کہتے ہیں کہ ان کا نام ذکوان ہے اور طاوس لقب

ہے، منقول ہے کہ ایک ٹھنڈی صبح جب کہ بادل گھرے ہوئے تھے اور ہوائیں چل رہی تھیں وہ نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں سے گزرا اس کے حکم پر ایک بیش قیمت چادر اُن پر ڈال دی گئی، انہوں نے سر تک اٹھا کر نہ دیکھا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے، سلام پھیرنے کے بعد کندھوں پر چادر دیکھی تو اسے جھٹک کر پھینک دیا اور اس پر نظر ڈالے بغیر گھر چلے گئے۔ اکثر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحبت میں رہے۔

ھ۲ عِمِّیَّۃ عین کے نیچے زیر، میم اور یا مشدد، عَمٰی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نابینا ہونا، اور جہالت یعنی ایسی حالت میں قتل کیا گیا کہ اس کا حال مشتبہ ہے اور نہ تو قاتل کا پتا چلتا ہے اور نہ ہی قتل کا، عین پر زبر اور پیش بھی آیا ہے۔

ھ۳ یعنی وہ لڑ رہے تھے اور پتھر مار رہے تھے کہ اچانک ایک پتھر لگا اور وہ مارا گیا، مطلب یہ ہے کہ وہ پتھر سے مارا گیا بلکہ پتھر کی قید بھی اتفاقی ہے، مراد یہ ہے کہ بھاری چیز سے قتل، دیت کا واجب کرنے والا ہے نہ کہ قصاص کا۔

ھ۴ جَلْدٌ جیم پر زبر، چابک مارنا سِیاط جمع ہے سوط کی، چابک، کوڑا۔

ھ۵ اگرچہ عمداً ہی ہو۔

ھ۶ فقہاء اسے شبہ عمد کہتے ہیں، لوہے کے علاوہ کسی چیز سے قتل کرنے کو شبہ عمد کہتے ہیں اگرچہ اس چیز سے غالباً قتل واقع ہو جاتا ہو، یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے عمداً قتل کرے جس سے عموماً قتل واقع نہیں ہوتا، اور اگر ایسی چیز سے قتل کیا ہے جس سے غالباً قتل واقع ہو جاتا ہے تو وہ قتل عمد کے زمرے میں آئے گا، حدیث میں جو پتھر اور لاٹھی کا ذکر ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے مطلق مراد ہے خواہ بھاری ہو یا ہلکا۔ امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک اس سے ہلکا مراد ہے، حاصل یہ ہے کہ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قصاص نہیں ہے، باقی ائمہ مذکورین کے نزدیک تفصیل ہے (جو ابھی بیان ہوئی ۱۲ قادری)

ھ۷ اس میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا (کہ اگر ایسے بھاری آلے سے قتل کیا گیا جس کے ساتھ عموماً قتل واقع ہو جاتا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک شبہ عمد ہے باقی ائمہ مذکورین کے نزدیک قتل عمد ہے۔

(۱۲۔ قادری)

قَوَد قاف اور واؤ پر زبر، قصاص لینا، اصل میں اس کا معنی فرمانبرداری ہے۔ قصاص میں مجرم فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گردن جھکا دیتا ہے اور سزا کے لیے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

[58] زبردستی یا مداہنت سے قصاص لینے اور حکم شریعت کے نافذ کرنے سے روکے۔

[59] یا یہ مطلب ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے اور نہ فدیہ، یہ عبارت احادیث میں بہت جگہ واقع ہوئی ہے اس کا مطلب وہ ہے جو بیان کر دیا گیا ہے۔

۳۳۲۶/۲۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُعْفِیْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو نہیں چھوڑوں گا[1] جو دیت لینے کے بعد قتل کرے۔ (ابوداؤد)

[1] اس سے قصاص ضرور لوں گا ـــــــ اُعْفِیْ ہمزہ پر پیش، عین ساکن۔ فار کے نیچے زیر اِعْفَاءٌ سے صیغہ متکلم ہے جس کا معنی چھوڑنا ہے ماضی مجہول کے صیغہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ (لَا اُعْفِیَ) مصابیح کے بعض نسخوں میں مضارع مجہول کا صیغہ لَا یُعْفٰی بھی آیا ہے اور یہ دونوں یا تو دعا کے معنی میں ہیں (خدا کرے کہ اسے معاف نہ کیا جائے ۱۲ ق) یا خبر نہی کے معنی میں ہے (کہ ایسے شخص کو معاف نہ کیا جائے ۱۲ ق) بعض علماء نے ان دونوں صورتوں میں اعفاء کا معنی زیادہ کرنا بھی لیا ہے جیسے کہ اَعْفُوا اللُّحٰی (داڑھیاں بڑھاؤ) مطلب یہ ہوگا کہ اس کے مال میں اضافہ نہ ہو اور وہ مستغنی نہ ہو۔

۳۳۲۷/۳۰ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ يُّصَابُ بِشَیْءٍ فِیْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا نہیں ہے کوئی مرد جس کے جسم میں کوئی مصیبت لاحق[1] ہو تو وہ اس کا صدقہ کر دے[2] مگر اللہ تعالیٰ اس صدقے کے سبب اس کا ایک درجہ[3] بلند فرمائے گا اور اس کا ایک گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] کاٹنے، زخم لگانے یا تکلیف دینے سے۔

[2] یعنی مجرم کو معاف کر دے، تقدیر الٰہی پر صبر کرے اور اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لے۔

[3] ثواب میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۳۲۸/۳۱ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ وَّاحِدٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَّ قَالَ عُمَرُ لَوْ تَمَالَأَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَآءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ)

تیسری فصل

حضرت سعید بن مسیب[1] سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ یا سات افراد کو ایک شخص کے بدلے قتل کر دیا۔ انہوں نے اسے اچانک دھوکے سے قتل کر دیا[2] تھا، حضرت عمر نے فرمایا: اگر صنعاء کے باشندے اس قتل پر متفق ہو جاتے[3] تو میں ان سب کو قتل کر دیتا (امام مالک) امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔

[1] سعید بن مسیب، اکابر اور متقدمین تابعین میں سے ہیں۔

[2] غِیْلَۃ غین کے نیچے زیر اور یا ساکن، اچانک اور دھوکے سے قتل کرنا۔

[3] اور ایک دوسرے کی امداد کرتے ـــــ صنعاء یمن کا مشہور شہر ہے ـــــ صنعاء کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ یہ لوگ اس جگہ سے تعلق رکھتے تھے، یا اس لیے کہ عرب بطور مثال کثرت کا ذکر اس شہر کے حوالے سے کرتے ہیں، اس حدیث میں دلیل ہے کہ اگر ایک جماعت ایک شخص کے قتل میں شریک ہو تو سب کو قتل کیا جائے گا۔

۳۳۲۹/۳۲ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ سَلْ هٰذَا فِيْمَا قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِهَا۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

حضرت جندب نے فرمایا کہ مجھے فلاں[1] نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو لائے گا اور[2] کہے گا اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ قاتل کہے گا کہ میں نے اسے فلاں کی حکومت[3] میں قتل کیا تھا، جندب نے کہا اس[4] سے بچو!۔

(نسائی)

۱؎ فلاں صحابی نے ——— یا تو جندب نے ان کا نام نہیں لیا یا راوی کو یاد نہیں رہا۔

۲؎ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا۔

۳؎ کسی بادشاہ کا نام لے گا کہ میں نے اس بادشاہ کے زمانے اور اس کی امداد میں اس شخص کو قتل کیا تھا۔

۴؎ نصرت اور امداد سے بچو ——— یہ کسی بادشاہ کو خطاب ہے جیسے حضرت جندب نصیحت کر رہے تھے کہ کسی ظالم کی امداد نہ کرے ——— اس معنی کے اعتبار سے ملک میم کی پیش کے ساتھ ہے۔ بعض نے میم کے نیچے زیر بھی بیان کی ہے یعنی میں نے اسے ایسی جنگ میں قتل کیا جو میرے اور اس کے درمیان فلاں شخص مثلاً زید کی ملکیت کے بارے میں تھی اب (فَاتَّقِهَا) کی ضمیر جھگڑے کی طرف راجع ہو گی اور مقصد بیان واقع ہے، پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

۳۳۳۰/۳۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ اٰئِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمان کے قتل پر آدھے کلمہ۱؎ سے امداد کی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہو گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یائس
(ابن ماجہ)

۱؎ بعض نسخوں میں ہے بِشَطْرِ كَلِمَةٍ ——— یعنی معمولی کلام اور معمولی امداد سے، بعض شارحین نے فرمایا کہ آدھا کلمہ مراد ہے مثلاً اُقْتُلْ (قتل کر دے) کی بجائے کہے اُق۔

۳۳۳۱/۳۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ يُقْتَلُ الَّذِيْ قَتَلَ وَيُحْبَسُ الَّذِيْ اَمْسَكَ۔
(رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت۱؎ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک شخص دوسرے کو پکڑ لے اور ایک دوسرا آدمی اسے قتل کر دے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۲؎۔
(دار قطنی)

۵۱ جیسے کہ ایک شخص کسی عورت کو پکڑے اور دوسرا اس سے زنا کرے تو پکڑنے والے پر حدِ زنا نہیں ہے (بلکہ اس پر تعزیر ہے) اسی طرح پکڑنے والے پر قصاص نہیں ہے، اسی طرح شارحین نے فرمایا، لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ امداد ہے اور قتل میں امداد کرنے پر دیگر احادیث کے مطابق قصاص کا حکم آیا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

بَابُ الدِّيَاتِ

۲۶۴ - دیتوں کا بیان

دِیَاتْ۔ جمع ہے دِیَۃٌ کی دال کے نیچے زیر۔ مقتول کا حق، اصل میں وَدْی یدی کا مصدر ہے جیسے وَعَدَ کا مصدر عِدَۃٌ ہے اکثر طور پر اس کا استعمال اس مال میں ہے جو جرائم میں دیا جاتا ہے، دیت کی متعدد قسموں کے پیش نظر جمع کا لفظ لایا گیا ہے، کیونکہ ایک جان کی دیت ہے اور ایک اعضا کی دیت ہے ——— دیت اونٹوں میں سے ایک سو، سونے سے ایک ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درہم، جیسے کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیت میں دس ہزار درہم کا حکم فرمایا، یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک چاندی سے بارہ ہزار درہم ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک دیت صرف ان ہی تین قسموں سے ہوتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک ان تین قسموں سے بھی ہوتی ہے، نیز دو سو گائے، دو ہزار بکریاں اور دو سو حلے، ہر حلہ دو کپڑوں پر مشتمل ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۳۳۲ ۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَآءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں[1] یعنی چھنگلی اور انگوٹھا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) (امام ترمذی)

[1] ان دونوں انگلیوں کی دیت برابر ہے، یہ اور یہ سے چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ فرمایا جیسے کہ راوی نے اپنے قول سے بیان کیا۔

[2] دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کی تمام انگلیاں کاٹ دینے میں پوری دیت ہے کیونکہ منفعت کی ایک جنس ہی ختم کر دی گئی ہے، لہذا ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے یعنی دس اونٹ، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھنگلی اور انگوٹھے کی دیت برابر ہے اگرچہ چھنگلی، انگوٹھے کی نسبت بہت کمزور اور حقیر ہے، یا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ انگوٹھے کے دو جوڑ ہیں اور چھنگلی کے تین جوڑ ہیں۔ اس لیے ان دو انگلیوں کی تخصیص فرمائی، کیونکہ دونوں اصلِ منفعت میں برابر ہیں لہذا جوڑوں کے کم اور زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہے، جیسے کہ دایاں اور بایاں ہاتھ۔ (اگرچہ بایاں ہاتھ عموماً کمزور ہوتا ہے لیکن دیت دونوں کی برابر ہے)۔

(قادری)

چونکہ ہر انگلی میں کل دیت کا دسواں حصہ ہے، اس لیے انگلی کے ہر جوڑ میں اس کے حساب سے دیت ہوگی انگلی کے ہر جوڑ میں دیت کا تیسواں حصہ اور انگوٹھے کے جوڑ میں بیسواں حصہ دیت ہوگی کیونکہ انگوٹھے میں دو جوڑ ہیں اور باقی انگلیوں میں تین تین جوڑ ہیں۔

۳۳۳۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَضٰی[2] رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنِیْنِ امْرَاَۃٍ مِّنْ بَنِیْ لِحْیَانَ سَقَطَ مَیِّتًا بِغُرَّۃٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَۃٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْاَۃَ الَّتِیْ قُضِیَ عَلَیْھَا بِالْغُرَّۃِ تُوُفِّیَتْ فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ مِیْرَاثَھَا لِبَنِیْھَا وَزَوْجِھَا وَالْعَقْلُ عَلٰی عَصَبَتِھَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنو لحیان[1] کی ایک عورت کے کچے بچے[2] کے بارے میں جو مردہ حالت میں گر گیا تھا ایک مملوک غلام یا لونڈی[3] کا فیصلہ فرمایا، پھر وہ عورت فوت ہو گئی جس پر ایک غلام دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا[4] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی وراثت اس کے بیٹوں اور شوہر کے لیے ہے اور دیت اس کے رشتہ داروں پر ہے[5]۔

(صحیحین)

---

[1] بنو لحیان لام کے نیچے زیر اور اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، بے نقطہ حا ساکن قبیلہ ہذیل کی۔

ایک شاخ۔

[۲] جنین وہ بچہ جو پیٹ میں ہو۔

[۳] غرہ نقطے والی غین پر پیش، را مشدد پر زبر مملوک دینے کا حکم قبیلے پر ہے، عاقلہ سے مراد رشتہ داروں کی جماعت ہے جن کے درمیان امداد اور تعاون پایا جاتا ہے، عقل کا معنیٰ دیت ہے جیسے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے ——— غرہ کو تنوین اور اضافت دونوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، غرہ اصل میں گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں، پھر اس کا استعمال ہر روشن اور مشہور چیز کے لیے ہونے لگا، اس کے اور بھی کئی معانی ہیں (۱) مہینے کی پہلی رات (۲) دانتوں کی سفیدی (۳) قیمتی سامان (۴) قوم کا معزز فرد (۵) مرد کا چہرہ (۶) غلام اور لونڈی بعض علماء نے کہا کہ ان کا سفید ہونا شرط ہے، لیکن فقہاء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، ان کے نزدیک اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی قیمت دیت کے بیسویں حصے تک پہنچے۔ ——— واقعہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے کہ دو عورتوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی، ایک عورت نے دوسری کو پتھر دے مارا، جس سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ مر گیا اور مردہ حالت میں برآمد ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت میں ایک گردن دینے کا حکم فرمایا، اگر زندہ پیدا ہوتا اور وہ عورت اسے عمداً قتل کرتی تو پورے آدمی کی مکمل دیت واجب ہوتی۔

[۴] یہ ترجمہ اس وقت ہے کہ قضیٰ مجہول پڑھا جائے اور اگر معروف کا صیغہ پڑھیں تو معنیٰ یہ ہوگا) وہ عورت جس پر یعنی جس کے رشتہ داروں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گردن دینے کا فیصلہ فرمایا، مراد مجرم عورت ہے۔

[۵] اور وہ وارث نہیں ہوں گے، دیت دینے سے وارث ہونا لازم نہیں آتا، وارث دوسرے لوگوں کی جماعت ہے، بیٹوں اور شوہر کی تخصیص اس لیے ہوگی کہ اتفاقاً واقع میں یہی وارث ہوں گے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وراثت وارثوں کے لیے ہوگی جو بھی وارث ہوں جیسے کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے کہ عورت کی وارث اس کی اولاد ہوگی اور جو ان کے ساتھ ہوں گے۔

۳۳۳۴ وَعَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ [۳] امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِيْ بَطْنِهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٍ اَوْ وَلِيْدَةٍ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْاَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا وَ

انہی سے روایت ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں[۱] ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے[۲] اور مقتولہ کی دیت کا فیصلہ فرمایا کہ قاتلہ کے رشتہ داروں پر ہے اور اس کی اولاد اور ان کے ساتھی وارثوں کو اس

وَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عورت کا ۳؎ وارث قرار دیا۔ (صحیحین)

۱؎ جو ایک دوسری کی سوکن تھیں (دونوں ایک ہی مرد کی بیویاں تھیں ۱۲ قادری)

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ پتھر سے قتل کرنا قصاص نہیں بلکہ دیت کا موجب ہے اور یہ قتل عمد نہیں ہے بلکہ شبہ عمد ہے، جیسے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ دیگر ائمہ اسے چھوٹے پتھر پر محمول کرتے ہیں۔

۳؎ یا اس کی دیت کا ـــــــ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ گزشتہ حدیث میں جرم کرنے والی عورت فوت ہوئی تھی اور مقصد اس کی وفات کا حال بیان کرنا اور اس پر حکم کرنا تھا اور اس حدیث میں وہ عورت اپنے بچے سمیت مر گئی جس کو پتھر مارا گیا تھا اور اس کی اولاد کو وارث بنانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو، شرح میں طیبی کے حوالے سے اس کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

۳۳۳۵ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ غُرَّةً عَبْدًا اَوْ اَمَةً وَّ جَعَلَهٗ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ هٰذِهٖ رِوَايَةُ التِّرْمِذِيِّ وَفِىْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ ضَرَبَتِ امْرَاَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَّهِىَ حُبْلٰى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَاِحْدٰهُمَا لَحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُوْلَةِ عَلٰى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةً لِّمَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتیں سوکنیں تھیں ۱؎ ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمے ۲؎ کی لکڑی ماری تو اس نے اپنے پیٹ کا بچہ گرا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچے کے بارے میں غلام یا لونڈی کا حکم دیا اور اسے ۳؎ عورت کے رشتہ داروں پر لازم فرمایا، یہ امام ترمذی کی روایت ۴؎ ہے، امام مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمے کی لکڑی ماری اس حال میں کہ وہ حاملہ تھی اور اسے قتل کر دیا ۵؎، فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک لحیانیہ ۶؎ تھی۔ نیز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے رشتہ داروں پر مقرر فرمائی اور اس کے پیٹ کے بچے کے لیے ایک گردن

فِيْ بَطْنِهَا

مقرر فرمائی۔

[1] ایک مرد کے نکاح میں تھیں۔

[2] صراح میں ہے فسطاط فا پر پیش اور اس کے نیچے زیر بھی پڑھی جا سکتی ہے. فستاط اور فساط تینوں کا معنی ہے بڑا خیمہ۔

[3] بعض نسخوں میں ہے جعلھا یہ ضمیر غرہ کی طرف راجع ہے یا دیت کی طرف۔

[4] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ اس حدیث کو صحاح کے ضمن میں لائے ہیں (یعنی یہ امام ترمذی کی روایت ہے حالانکہ فصل اول میں صحیحین کی روایت لائی جاتی ہے ۱۲ قادری)

[5] اس حاملہ سوکن کو ——— اور ضرب سے اس کے پیٹ کا بچہ بھی مرگیا۔

[6] لحیان، قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ ہے۔

[7] یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے مذہب کی دلیل ہے کیونکہ خیمے کی لکڑی سے عادۃً قتل واقع ہوجاتا ہے (اس کے باوجود قاتلہ کے رشتے داروں پر دیت مقرر فرمائی ۱۲ قادری) علامہ طیبی نے کہا کہ یہ محمول ہے چھوٹی لکڑی پر جس کے ساتھ غالباً قتل واقع نہیں ہوتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۳۳۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِيَةَ الْخَطَاءِ[1] شِبْهِ الْعَمَدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَ الْعَصَا مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ وَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ)

دوسری فصل

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! قتل خطا، شبہ عمد، جو چابک اور لاٹھی سے ہو اس کی دیت سو اونٹ ہے، ان[1] میں سے چالیس کے پیٹ میں ان کی اولاد ہوگی۔ (امام نسائی، ابن ماجہ دارمی)۔ ابوداؤد نے ان سے[2] اور ابن عمر سے روایت کی، اور شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ[3] ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں۔

ف۱ ان سو میں ہے۔

ف۲ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے۔

ف۳ مصابیح کے الفاظ یہ ہیں۔ اَلَا اِنَّ فِیْ قَتْلِ الْعَمَدِ الْخَطَأِ بِالسَّوْطِ وَ الْعَصَا مِائَۃٌ مِّنَ الْاِبِلِ مُغَلَّظٌ مِّنْھَا اَرْبَعُوْنَ خَلِفَۃً فِیْ بُطُوْنِھَا اَوْلَادُھَا۔ "خبردار! قتل عمد خطا میں جو چابک اور لاٹھی سے ہو سو اونٹ ہیں سخت دیت، ان میں سے چالیس حاملہ ہوں جن کے پیٹ میں ان کی اولاد ہو۔" گویا قتل عمد خطا سے مراد قتل خطا شبہ عمد ہے۔

قتل کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) شبہ عمد (۳) خطائے محض ———— قتل عمد سے مراد یہ ہے کہ لوہے کے ہتھیار یا اس چیز کے ساتھ جو اس کے حکم میں ہے قصداً قتل کیا جائے، شبہ عمد وہ ہے جو ہتھیار کے بغیر ہو خواہ اس کے ساتھ غالباً قتل واقع ہوتا ہو یا نہ، قتل خطا اس کے علاوہ ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے وہ عصا سے مطلق عصا مراد لیتے ہیں بھاری ہو یا ہلکا۔ دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر بھاری چیز کے ساتھ قتل کیا گیا ہے جس کے ساتھ عموماً قتل واقع ہو جاتا ہے تو یہ قتل عمد ہے، یہ حضرات عصا سے ہلکا ڈنڈا مراد لیتے ہیں۔ جس سے قتل واقع نہیں ہوتا۔ جیسے کہ شرح حدیث کے دوران اس کی طرف اشارہ واقع ہوا۔

بعض روایات میں (دیت) مغلظہ کا ذکر واقع ہوتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بقولِ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام احمد شبہ عمد میں تغلیظ یہ ہے کہ چار قسمیں واجب کی جائیں، پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقہ اور پچیس جذعہ (علی الترتیب دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں سال میں داخل ۱۲ قادری)۔

امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک اس طرح ہے کہ تیس جذعہ، تیس حقہ اور چالیس ثنیہ لازم کیے جائیں جو سب حاملہ ہوں اور ان کے پیٹ میں ان کی اولاد ہو۔ قتل خطائے محض میں تغلیظ یہ ہے کہ پانچ قسمیں واجب ہوتی ہیں۔ بنت مخاض، ابن مخاض (مادہ اور نر) بنت لبون، حقہ اور جذعہ ہر قسم میں سے بیس بیس اور یہ بالاتفاق ہے یہ حدیث امام شافعی اور امام محمد کی دلیل ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو ابن مسعود اور سائب بن یزید سے مروی ہے۔ (یہ حدیث مشکوک ہے ۱۲ قادری) اسے ہم نے متیقن پر عمل کیا ہے اسی طرح شارحین نے بیان کیا ہے،

۳۳۳۶ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ف۱ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ وَ كَانَ فِيْ كِتَابِهٖ أَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا فَإِنَّهٗ قَوَدُ يَدِهٖ إِلَّا أَنْ يَّرْضٰى أَوْلِيَآءُ الْمَقْتُوْلِ وَ فِيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ وَ فِيْهِ فِي النَّفْسِ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ وَ عَلٰى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِيْنَارٍ وَّ فِي الْأَنْفِ إِذَا أُوْعِبَ جَدْعُهٗ الدِّيَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ وَ فِي الْإِنْسَانِ الدِّيَةُ وَ فِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَ فِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ وَ فِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَ فِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ وَ فِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَ فِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ. نِصْفُ الدِّيَةِ وَ فِي الْمَأْمُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَ فِي الْجَآئِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَ فِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَ فِيْ كُلِّ إِصْبَعٍ مِّنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِّنَ الْإِبِلِ وَ فِي السِّنِّ خَمْسٌ مِّنَ الْإِبِلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَ

نے اہلِ یمن کی طرف فرمانِ عالی لکھا، آپ کے مکتوب گرامی میں تھا کہ جو شخص کسی مومن کو بلا وجہ[۲] قتل کر دے تو وہ اپنے ہاتھوں کا قصاص ہے[۳]، مگر یہ کہ مقتول کے رشتے دار[۴] راضی ہو جائیں اور اس مکتوب میں یہ تھا کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا اور اس مکتوب میں تھا کہ جان کے قتل کرنے میں سو اونٹ[۵] دیت ہے، سونے والوں پر ہزار دینار[۶] اور ناک میں جب پوری[۷] کاٹ دی جائے، سو اونٹ ہیں، دانتوں میں دیت ہے[۸]، ہونٹوں میں دیت ہے[۹]، فوطوں میں دیت ہے[۱۰] عضو تناسل میں دیت ہے۔ پشت میں دیت ہے[۱۱]، دونوں آنکھوں[۱۲] میں دیت ہے، ایک پاؤں[۱۳] میں آدھی دیت ہے اور وہ زخم جو سر کی جھلی تک پہنچ جائے اس میں دیت کا تہائی حصہ[۱۴] ہے، پیٹ کے اندر[۱۵] تک پہنچنے والے زخم میں دیت کا تہائی حصہ ہے، ہڈی کو توڑنے والے[۱۶] زخم میں پندرہ اونٹ ہیں، ہاتھ اور پاؤں کی ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں اور ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں[۱۷]۔

(امام نسائی، دارمی)

امام مالک کی روایت میں ہے کہ دونوں

فِی الْعَیْنَیْنِ خَمْسُوْنَ وَ فِی
الْیَدِ خَمْسُوْنَ وَ فِی الرِّجْلِ
خَمْسُوْنَ وَ فِی الْمُوْضِحَۃِ خَمْسٌ۔

آنکھوں میں پچاس ہاتھ میں پچاس، پاؤں
میں پچاس اور ہڈی کو برہنہ کرنے والے زخم
میں پانچ اونٹ ہیں۔

ف۱ حزم بے نقطہ حا پر زبر اور زا ر ساکن ———— حضرت مولف نے باب فرائض میں فرمایا کہ محمد بن ابی بکر بن حزم سے مروی ہے اور اس باب میں فرمایا کہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے، پوری نسبت یہ ہے محمد بن ابو بکر بن عمرو بن حزم، انصاری بخاری، حضرت عمرو بن حزم صحابی ہیں اور نجران میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عامل تھے۔ اور محمد بن عمرو بن حزم تابعی ہیں اور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کی ولادت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں سن دس ہجری میں ہوئی۔ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم بھی تابعی ہیں اور طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ابو بکر کے دو بیٹے ہیں ایک عبد اللہ بن ابی بکر وہ بھی تابعی ہیں اور اپنے والد اور حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، دوسرے محمد بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، اور وہ عبد المالک مدنی کے والد ہیں۔ عبد الملک اپنے والد کے بعد مدینہ منورہ کے قاضی بنے۔ محمد بن ابی بکر اپنے بھائی عبد اللہ بن ابی بکر سے بڑے ہیں، اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت مولف نے جہاں فرمایا ہے محمد بن ابی بکر بن حزم وہاں انہوں نے اختصار سے کام لیتے ہوئے جدا علیٰ کی طرف نسبت کی ہے (کیونکہ حزم۔ ابو بکر کے پر دادا ہیں ۱۲ قادری)۔

ف۲ اور بغیر کسی جرم کے ———— اصل میں عبط کا معنی ہے اونٹ کو بغیر کسی بیماری کے قتل کرنا۔

ف۳ یعنی اس فعل اور جرم کی وجہ سے قتل کیا جائے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے، یا قصاص، اس کے ہاتھ کے فعل کی جزا ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ بغیر کسی مہلت کے قصاص لیا جائے گا جیسے کہا جاتا ہے دست بدست (ہاتھوں ہاتھ) یا یہ کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کے آگے ہے۔

ف۴ جن کے دستِ تصرف میں مقتول کا کاروبار ہے، دیت لیں یا معاف کر دیں۔

ف۵ اس شخص پر جس کے پاس اونٹ ہوں۔

ف۶ اور چاندی والوں پر دس ہزار درہم، اس کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ یہ حکم قیاس سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واقع میں جن کے پاس اونٹ ہوں ان سے اونٹ اور سونے والوں سے سونا لیا جا سکتا ہے یہ مطلب نہیں کہ یہی لینا واجب ہے اور اس کے بغیر کوئی چیز مقبول اور شمار نہیں ہو گی۔

ھ۷ اور جڑ سے قطع کر دی جائے ______ وعب اصل میں تمام اور مجموعہ کے معنی میں ہے ۲ اَوْعَبَ ۲ الْقَوْمُ یعنی سب اکٹھے نیچے آگئے۔ احاطہ اور جمع کرنا بھی اسی باب سے ہے۔

ھ۸ پورے دانت توڑ دیے جائیں تو ان میں مکمل دیت ہے۔

ھ۹ دونوں ہونٹ کاٹ دیے جائیں۔

ھ۱۰ وہ دونوں کاٹ دیے جائیں۔

ھ۱۱ ریڑھ کی ہڈی اس طرح توڑ دی جائے کہ مادہ حیات (منی) منقطع ہو جائے۔

ھ۱۲ دونوں آنکھیں اندھی کر دی جائیں ______ اعضا اور اطراف کے کاٹنے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس سے جنس منفعت مکمل طور پر ختم ہو جائے یا اس جمال کے خاتمے کا سبب بن جائے جو مقصود ہوتا ہے تو پوری دیت واجب ہے، آدمی کی تعظیم کے پیش نظر اسے جان کے ضائع کرنے کے حکم میں اور اس کے ساتھ ملحق قرار دیا جائے گا، اس کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیصلہ ہے جس میں آپ نے زبان اور ناک کے کاٹنے پر مکمل دیت کا حکم دیا، اس اصل سے بہت سی فروع پیدا ہوتی ہیں، ایک شخص نے ایک ضرب لگا کر دوسرے کی، عقل سماعت، بینائی اور گویائی کی قوت ضائع کر دی تو حضرت عمر نے اس پر چار دیتوں کا حکم فرمایا، اسی طرح اگر کسی کی داڑھی اس طرح مونڈ دی گئی کہ دوبارہ نہ اُگی تو اس میں دیت ہے کیونکہ اس طرح (مردانہ) جمال ضائع کر دیا گیا ہے، اسی طرح اگر کسی کے سر کے بال مونڈ دیے گئے (اور وہ دوبارہ نہ اُگے تو اس میں بھی دیت ہے، اسی طرح ہدایہ میں ہے (افسوس کہ آج مردوں نے مغرب کی تقلید میں داڑھیاں منڈوا کر اپنے ہاتھوں مردانہ حسن و جمال ضائع کر دیا ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے الگ محروم ہو رہے ہیں۔ روزانہ داڑھی منڈانے کے خرچ کا وبال الگ ہے۔

(۱۲ قادری)۔

ھ۱۳ ایک پاؤں کے کاٹنے میں آدھی دیت ہے کہ اس سے آدھی منفعت فوت ہو گئی ہے۔

ھ۱۴ تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کا تیسرا حصہ ______ اُمٌّ سر توڑنا آمّہ وہ زخم جو دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے اَمِیْمٌ مَاْمُوْمٌ۔ تباہ شدہ دماغ۔

ھ۱۵ وہ زخم جو معدے یا سر کے اندر تک پہنچ جائے ______ جوف، پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصہ۔

ھ۱۶ مُنَقِّلہ میم پر پیش، نون پر زبر، قاف مشدد کے نیچے زیر، وہ زخم جس سے ہڈی ٹوٹ گئی ہو، اسی طرح

صراح میں ہے قاموس میں ہے منقلہ وہ زخم ہے جس سے ہڈیوں کا پلستر اکھڑ جائے اور یہ پردے ہیں جو ہڈیوں کے اوپر اور گوشت کے نیچے بچھائے ہوئے ہیں۔

؎۷ بعض علماء نے فرمایا پانچ اونٹ یا پانچ سو درہم ——— سوال جب تمام دانتوں میں پوری دیت ہے تو ایک دانت میں پانچ اونٹ کیسے ہو گئے؟ دانت تو بتیس ہیں یا اٹھائیس جواب۔ یہ تعینات محض تعبدی ہیں اور ان کی پہچان شارع علیہ السلام کے بیان اور آپ سے سنے بغیر نہیں ہو سکتی بعض قسموں میں وجہ معقول بھی معلوم کی جا سکتی ہے مثلاً دو آنکھوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں آدھی، لیکن اصل یہی ہے کہ یہ حکم توقیفی ہے۔

۳۳۳۸ ۷ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسًا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ؎ وَفِي الْاَسْنَانِ خَمْسًا خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَوَّلَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہڈی کو ظاہر کرنے والے زخموں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا۔

(ابوداؤد

نسائی، دارمی)

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے پہلے حصے کو روایت کیا؎۔

؎ یعنی موضحہ زخموں کی دیت کا ذکر کیا اور دانتوں کی دیت کا ذکر نہیں کیا۔

۳۳۳۹ ۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَ الرِّجْلَيْنِ سَوَآءً۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا؎۹۔

(ابوداؤد، ترمذی)

؎ کیونکہ انگلیوں کے ضائع ہونے سے وہ منفعت ضائع ہو جاتی ہے جو ہاتھوں اور پاؤں کے ساتھ خاص ہے۔

۳۳۴۰ ۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَصَابِعُ سَوَآءٌ وَ الْاَسْنَانُ سَوَآءٌ اَلثَّنِيَّةُ وَ الضِّرْسُ سَوَآءٌ هٰذِهٖ وَ هٰذِهٖ سَوَآءٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں برابر ہیں[1]، دانت برابر ہیں۔ اگلے دانت اور داڑھیں برابر ہیں[2]، یہ اور یہ برابر[3] ہیں۔

(ابوداؤد)

[1] اگرچہ ان میں سے کچھ بڑی ہیں اور کچھ چھوٹی ہیں۔

[2] اگرچہ داڑھیں، اگلے دانتوں سے بڑی ہیں ——— دانتوں کے مختلف نام ہیں۔ اگلے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں دو اوپر والے اور دو نیچے والے، اس کے بعد رباعیہ ہیں۔ اسی طریقے سے دو اوپر والے اور دو نیچے والے ان کے بعد انیاب اور انکے بعد اضراس (داڑھیں) ہیں۔

[3] چھنگلی اور اس کے ساتھ والی، اسی طرح شارحین نے کہا ہے۔

۳۳۴۱ ۱۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَاحِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ وَ مَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً اَلْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَعِيْدَتِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال خطبہ دیا پھر فرمایا: اے لوگو! اسلام میں حلیف بنانا[1] نہیں ہے اور جاہلیت میں جو حلیف بنانے کا معاہدہ ہوا تو بے شک اسلام اسے پختہ ہی کرے گا مومن آپس میں دوسروں کے مقابل ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں[2]، ان کا ادنےٰ فرد[3] ان پر پناہ دے گا اور ان کا دور کا آدمی ان پر مالِ غنیمت رد کرے گا، ان کے فوجی دستے (جو کافروں سے برسرپیکار ہیں)۔ مالِ غنیمت ان فوجیوں پر رد کریں گے جو دارالحرب میں بیٹھے ہوئے ہیں[4]، کوئی مومن کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا[5]۔ کافر کی دیت

لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا يُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مسلمان کی دیت کا نصف ہے نہ منگانا ہے اور نہ دور لے جانا ہے۔ ان کے صدقات، ان کے گھروں میں ہی لیے جائیں گے اور ایک روایت میں ہے معاہدہ کرنے والے کی دیت، آزاد کی دیت سے آدھی ہے۔

(ابوداؤد)

۵۱ اسلام میں اس حقد کا آغاز نہیں کیا جائے گا ——— حلف حار کے نیچے زیر، لام ساکن، ایک روایت میں حار پر زبر اور لام کے نیچے زیر بھی ہے، نہایہ میں ہے اصل میں حلف کا معنی ہے اتفاق اور ایک دوسرے کی امداد اور معاونت کا معاہدہ کرنا، دورِ جاہلیت میں فتنے اور قتل و غارت گری میں امداد کا معاہدہ کیا جاتا تھا اگرچہ ظلماً اور ناحق ہی ہو۔ اس سے اسلام میں منع کیا گیا ہے اور فرمایا: لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ۔ اسلام میں حلیف بنانا نہیں ہے، اور وہ جو مظلوم کی امداد اور صلہ رحمی کے بارے میں معاہدہ ہوتا تھا۔ وہ مسلم اور برقرار ہے۔ اسی کی طرف اس کے بعد اشارہ فرمایا ہے۔

۵۲ کافروں کے مقابل باہمی اتفاق اور محبت میں، جیسے کہ ایک ہاتھ کے اجزاء میں مخالفت نہیں ہے اسی طرح مسلمانوں میں اتفاق ہونا چاہیے۔

۵۳ قدر اور مرتبہ کے اعتبار سے۔

۵۴ اور ان کو دشمن کے مقابل بھیجا ہوا ہے ——— یہ کلام سابق کی تفسیر ہے اور اس حدیث کی شرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں، کتاب القصاص کی دوسری فصل میں گزر گئی ہے۔

۵۵ اس حدیث کی شرح بھی اسی حدیث کے تحت گزر گئی ہے۔

۳۳۴۲ وَعَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاءِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَّعِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ وَّعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّعِشْرِيْنَ جَذَعَةً

حضرت خشف بن مالک ۵۶، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قتلِ خطا کی دیت میں فیصلہ فرمایا ایک سالہ بیس اونٹنیوں، ایک سالہ بیس نر ۵۷ اونٹوں دو سالہ بیس اونٹنیوں، تین ۵۸ سالہ بیس اونٹنیوں اور چار ۵۹ سالہ بیس اونٹنیوں کا۔

وَّ عِشْرِيْنَ حِقَّةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَائِيُّ) وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ خِشْفٌ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدٰى قَتِيْلَ خَيْبَرَ بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَ لَيْسَ فِيْ اَسْنَانِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ ابْنُ مَخَاضٍ اِنَّمَا فِيْهَا ابْنُ لَبُوْنٍ۔

(امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی)۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن مسعود پر موقوف[5] ہے، اور خشف مجہول ہیں اور صرف اس حدیث سے پہچانے گئے ہیں[6]، شرح السنۃ میں روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے مقتول[7] کی دیت، صدقے کے سو اونٹوں سے دی حالانکہ صدقے کے اونٹوں میں ایک سالہ نہیں تھے بلکہ دو سالہ تھے[8]۔

[1] خشف نقطے والی خار کے نیچے زیر، نقطے والا شین ساکن اور آخر میں فار بن مالک ثقہ تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔

[2] ذکور، ابن مخاض کی تاکید ہے، یعنی بیس مادہ اونٹنیاں تھیں اور بیس نر اونٹ تھے، ذکور میں جر اور نصب دونوں طرح مروی ہے اور اس جر کو جر جوار کہتے ہیں۔

[3] جذعۃ جیم اور ذال دونوں پر زبر۔

[4] حقۃ حار کے نیچے زیر ——— ان الفاظ (بنت مخاض اور بنت لبون وغیرہ) کے معنی مشہور ہیں اور کتاب الزکوۃ میں بیان کیے گئے ہیں ——— اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیت پانچ حصوں میں منقسم ہوگی اور اس پر اتفاق ہے۔ لیکن امام شافعی، ابن مخاض کی جگہ بیس بنت لبون کے قائل ہیں اور یہ حدیث ان پر حجت ہے۔

[5] اور ان کا قول ہے۔

[6] لیکن محدثین کہتے ہیں کہ وہ اپنے والد مالک طائی اور ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوئے؟ امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے، ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے (امام بخاری اور مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کے) چار اماموں نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے، امام ابن ماجہ نے ایک دوسری حدیث بھی روایت کی ہے اسی طرح شارحین نے فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۷ ان کا واقعہ باب قسامت میں آئے گا۔

۵۸ یہ حدیث سابق پر رد ہے جس میں ابن مخاض کا ذکر ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہی معتبر ہے[1]۔

۳۳۴۳/۱۲ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيْمَةُ الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَّدِيَةُ اَهْلِ الْكِتٰبِ يَوْمَئِذِنِ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّعَلٰى اَهْلِ الْوَرِقِ اِثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا وَّعَلٰى اَهْلِ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دیت کی قیمت[1] آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھے اور اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے آدھی تھی، فرماتے ہیں دیت کا حکم اسی طرح تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اونٹ مہنگے ہو گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے سونے والوں پر ہزار دینار، چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم، گائے والوں پر دو سو گائے، بکری والوں پر دو ہزار

---

[1] اس دلیل پر دو بحث ہیں ایک یہ کہ یہ دیت نہ تھی محض کرم و مہربانی تھی، ورنہ دیت قاتل پر ہوتی ہے نہ کہ بیت المال پر، وہاں قاتل کا پتا لگا ہی نہ تھا پھر دیت کیسی؟ دوسرے یہ کہ وہاں خیبر میں قتل خطاءً نہ ہوا تھا۔ قتل عمدًا تھا اور واقعی قتل عمد کی دیت میں ابن مخاض نہیں لیا جاتا، ہماری گفتگو قتل خطا کی دیت میں ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، یاد رہے کہ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سو اونٹ فقراء کی تملیک کے بعد دیت میں دیے تھے ورنہ صدقہ و زکوٰۃ کے اونٹ فقراء کا حق ہیں یہ دیت میں نہیں دیے جاتے (از مرقاۃ مع زیادہ)

۱۲ مرآۃ

اَلْبَقَرِ مِائَتَیْ بَقَرَۃٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ الشَّاۃِ اَلْفَیْ شَاۃٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ الْحُلَلِ مِائَتَیْ حُلَّۃٍ قَالَ وَتَرَكَ دِیَۃَ اَھْلِ الذِّمَّۃِ لَمْ یَرْفَعْھَا فِیْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّیَۃِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

بکریاں اور کپڑے کے جوڑے والوں[2] پر دو سو جوڑے، دیت مقرر کی اور ذمیوں کی دیت کو اسی حال پر رہنے دیا[3]۔ دوسری دیت میں جو اضافہ کیا تھا اس میں نہیں کیا[4]

(ابوداؤد)

[1] یعنی اہل دیت، سو اونٹوں کی قیمت ——— بعض نسخوں میں ہے۔ کَانَتْ قِیْمَۃُ ۲ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَۃِ۔

[2] جن کا ساز و سامان کپڑے تھے ——— حلہ اوپر کی چادر اور تہ بند کا جوڑا۔

[3] چار ہزار درہم

[4] غالباً اسی سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے کہا کہ ذمیوں کی دیت، مسلمانوں کی دیت کا تہائی حصہ ہے، جیسے کہ امام شافعی اور ان کے ہمنواؤں کا مذہب ہے، ہمارے نزدیک ذمی کی دیت مسلمانوں کی طرح ہے جیسے کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا (ہماری دلیل وہ حدیث ہے دِمَاءُھُمْ کَدِمَائِنَا۔ ان کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں ۱۲ مرآۃ۔)

۳۳۴۴/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ جَعَلَ الدِّیَۃَ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفًا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بارہ ہزار درہم، دیت مقرر کی۔ (امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

۳۳۴۵/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَوِّمُ دِیَۃَ الْخَطَاءِ عَلٰی اَھْلِ الْقُرٰی اَرْبَعَ مِائَۃِ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاؤں والوں پر قتل خطا کی دیت کی قیمت چار سو دینار یا اس کے برابر چاندی سے[1]

دِيْنَارٍ أَوْ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ وَيُقَوِّمُهَا عَلٰى أَثْمَانِ الْإِبِلِ فَإِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِيْ قِيْمَتِهَا وَإِذَا هَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِيْمَتِهَا وَبَلَغَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ أَرْبَعِ مِائَةِ دِيْنَارٍ إِلٰى ثَمَانِ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَّعِدْلُهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِيَةُ اٰلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ وَّعَلٰى أَهْلِ الشَّاةِ أَلْفَيْ شَاةٍ وَّقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَقْلَ مِيْرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيْلِ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَقْلَ الْمَرْأَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

مقرر فرماتے تھے اور دیت کی قیمت، اونٹوں کی قیمتوں کے مطابق مقرر فرماتے[2]، جب اونٹوں کی قیمت زیادہ ہوتی تو دیت کی قیمت زیادہ فرما دیتے اور جب ان کی قیمت کم ہوتی[3] تو دیت کی قیمت بھی کم فرما دیتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دیت کی قیمت چار سو دینار سے آٹھ سو دینار اور اس کی مثل چاندی سے آٹھ ہزار درہم تک پہنچی، اور راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے والوں پر دو سو گائے اور بکریوں کے مالکوں پر دو ہزار بکریوں کا حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت کا مال مقتول کے وارثوں کی میراث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت[4]، اس کے عصبات میں تقسیم کی جائے گی اور قاتل کسی چیز کا وارث نہیں[5] بنے گا۔

(ابوداود، نسائی)

---

[1] یعنی وزن عشرہ کے چار ہزار درہم (یعنی وہ دراہم جو دس ہوں تو دس مثقال کے برابر ہوں گے ۱۲ قادری) ——— عدل عین پر زبر اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں، اس کا معنیٰ مثل ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ زبر کے ساتھ اس وقت ہے جب مثل غیر جنس سے ہو اور جنس سے ہو تو زیر کے ساتھ اس صورت میں

زبر معین ہے (کیونکہ سونا اور چاندی الگ الگ جنسیں ہیں ۱۲ قادری) ۔ اور اگر روایت زبر کے ساتھ ثابت ہو جائے تو یہ قول باطل ہو جائے گا ۔

۵۲ یہ راوی کے قول یُقَوِّمُ دِیَۃَ الْخَطَأِ کا بیان ہے یعنی دیت کی قیمت لگانے سے مراد اہل دیت کی قیمت لگانا ہے ۔

۵۳ رُخْصٌ را پر پیش، خا ساکن ——— جب اونٹوں کی قیمت کا سستا ہونا ظاہر ہوتا ۔

۵۴ یعنی جس عورت نے قتل ایسا جرم کیا ہے اس کی دیت اس کے عصبات ادا کریں گے جو اس کے معین اور مددگار تھے ہے جیسے کہ مرد میں بھی اسی طرح ہے، یعنی عورت غلام کی طرح نہیں ہے کہ اس کا جرم اس کی گردن سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ اس کے عصبات پر ۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ اس عورت سے مراد مقتولہ ہے یعنی اس کی دیت، ترکہ ہے جو دوسرے ترکوں کی طرح اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا ۔ لیکن عصبہ کا ذکر اس معنی کے خلاف ہے، اگر یہ معنی ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ فرماتے اس کی دیت اس کے وارثوں میں تقسیم کی جائے گی ع۵

۵۵ اپنے مورث کو قتل کرنے دیت کا وارث ہو گا اور نہ ہی کسی دوسری چیز کا ۔

ع۵ عورت اور مرد قصاص میں برابر ہیں، لیکن عورت کے قتل خطا کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور یہ حکم کتاب وسنت کی روح کے عین مطابق ہے، دراصل قرآن پاک کا حکم اس سلسلے میں مجمل ہے، اس کا بیان حدیث میں آیا ہے، کسی کو اپنی رائے سے تفصیل کرنے کا حق نہیں پہنچتا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی دیت، مرد کی دیت سے آدھی ہے (سنن کبریٰ امام بیہقی ج ۸ ص ۹۵) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی دیت، مرد کی دیت کی مثل ہے یہاں تک کہ وہ تہائی کو پہنچ جائے اور یہ مُنَقِّلَہ میں ہے یعنی اس زخم میں جس میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے الگ ہو جائے، پھر جو مُنَقِّلَہ سے زائد ہو وہ مرد کی دیت کا نصف ہو گا جو کچھ بھی ہو (جراحت ہو یا جان) (مصنف عبد الرزاق ج ۹ ص ۳۹۶) ۔ یہی حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ۔ اسی پر عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں تعامل تھا ۔ یہی ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کا مذہب ہے ۔ آج یہ افسوسناک صورت ہے کہ معتزلہ بلکہ جہمیہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے ابوبکر اصم اور ابن عُلَیَّہ کی پیروی کرتے ہوئے امت مسلمہ کے متفقہ مسائل کو اختلافی ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ کیا اس طرح نظام مصطفیٰ نافذ ہو سکے گا؟ عوام اور ارباب اقتدار تو پہلے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

۳۳۴۶/۱۵ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْهِ الْعَمَدِ مُغَلَّظٌ مِّثْلَ عَقْلِ الْعَمَدِ وَ لَا يُقْتَلُ صَاحِبُهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شبہ عمد کی دیت شدید ہے[1]۔ قتل عمد کی دیت کی طرح اور شبہ عمد کے صاحب[2] کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

[1] شبہ عمد اور تغلیظ کا معنی پہلی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

[2] یعنی اس طریقے سے قتل کرنے والے کو ــــــــ یہ بات اس لیے فرمائی تاکہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس قتل کو خاص طور پر شبہ عمد کیوں کہا جاتا ہے؟ یعنی جب قتل عمد کے مشابہ ہے تو چاہیے کہ اس کا حکم، قتل عمد والا ہو، اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

۳۳۴۷/۱۶ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَآئِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

حضرت عمرو ہی سے مروی ہے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آنکھ کے بارے میں دیت کے تہائی حصے کا فیصلہ فرمایا جو اپنی جگہ قائم اور برقرار ہو[1]۔ (ابوداؤد، نسائی)

[1] یعنی جو آنکھ زخمی ہوئی اور اس کی بینائی جاتی رہی، لیکن وہ نہ تو اپنی جگہ سے باہر آئی اور نہ ہی چہرے کے حسن میں خلل پڑا اور اس طرح دکھائی دیتی ہو کہ جیسے وہ بالکل صحیح ہو ــــــــ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ دو آنکھوں میں پوری دیت ہے۔ جو سو اونٹ ہے اور ایک آنکھ میں پچاس اونٹ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ علماء کسی مسئلے پر متفق ہی نہیں ہیں۔ ہم نافذ کریں تو کون سا اسلام نافذ کریں؟ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گراں قدر علمی مقالہ: اسلام میں عورت کی دیت ملاحظہ کیا جائے۔

(۱۲ قادری)

اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اس طریقے سے آنکھ ضائع ہو جائے تو دیت کا تیسرا حصہ ہے، بعض علماء نے اس حدیث کے ظاہر کو اختیار کیا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک اس صورت میں ایک عادل شخص کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا، کیونکہ منفعت بالکل ہی تو ختم نہیں ہو گئی، تو اس کا حکم وہی ہے جو اس دانت کا ہے جو ضرب سے سیاہ پڑ گیا ہو، عادل کے فیصلے کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ زخمی، غلام ہوتا تو ایسے زخم سے اس کی قیمت کتنی کم ہوتی؟ اس حساب سے جو کچھ اس کی دیت سے باقی ہو وہی لازم ہوگا، اس حدیث کو بھی عادل کے فیصلے پر محمول کیا ہے، مطلب یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ جو تہائی دیت کا حکم دیا ہے تو اس لیے کہ اس مخصوص صورت میں ہر جانہ اسی مقدار کو پہنچتا تھا یہ مطلب نہیں کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے، علامہ توربشتی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام ہے۔

۳۳۴۸/۱۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنِیْنِ بِغُرَّۃٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَۃٍ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت محمد بن عمرو، ابو سلمہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچے بچے کے بارے میں غلام، لونڈی، گھوڑا، یا خچر دینے کا حکم فرمایا!

(ابو داؤد)

وَ قَالَ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ وَ خَالِدُ الْوَاسِطِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَ لَمْ یَذْکُرْ اَوْ فَرَسٍ اَوْ بَغْلٍ.

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

انہوں نے فرمایا: اس حدیث کو حماد بن سلمہ[1] اور خالد واسطی[2] نے محمد بن عمرو[3] سے روایت کیا اور ان میں سے کسی نے گھوڑے اور خچر کا ذکر نہیں کیا[4]۔

(ابو داؤد، نسائی)

[1] حماد بن سلمہ، بصرہ کے جلیل القدر علماء اور ان کے ائمہ میں سے ہیں، انہوں نے احادیث بکثرت روایت کی ہیں۔ انکی روایت کا دائرہ بہت وسیع ہے، اتباع سنت اور عبادت میں مشہور تھے حمید طویل کے بھانجے تھے، ان سے امام شعبہ، امام مالک، ابن مبارک اور وکیع نے روایت کی، کاشف میں ہے وہ ثقہ اور صادق ہیں لیکن امام مالک ان سے زیادہ قوی ہیں، ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

[2] خالد واسطی طحان، اللہ تعالیٰ کے صالحین بندوں میں سے افضل ترین شخصیت حافظ اور صحیح الحدیث

تھے، اسحاق بن ازرق نے کہا کہ میں نے خالد بن طحان سے کسی افضل شخصیت کو نہیں پایا، حاضرین نے کہا کہ آپ نے سفیان کی زیارت بھی تو کی ہے، انہوں نے کہا کہ سفیان اپنے کام کے آدمی تھے اور خالد عوام الناس کے مطلب کے آدمی تھے، کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے اپنے آپ کو تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے خریدا اور اپنے وزن کے برابر چاندی تقسیم کی۔

[3] حضرت حماد اور خالد دونوں نے حضرت محمد بن عمرو سے روایت کی، اس نام کے بہت سے راوی ہیں ان میں سے ایک محمد بن عمرو بن حزم ہیں

[4] بعض شارحین نے فرمایا کہ گھوڑے اور خچر کا ذکر، راوی کا وہم ہے کیونکہ غُرّۃ کا اطلاق صرف مملوک انسان پر کیا جاتا ہے۔

۳۳۴۹/۱۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ یُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بتکلف اپنے آپ کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ اس سے طب معلوم نہیں ہے[1] تو وہ ضامن ہے[2]
(ابوداؤد، نسائی)

[1] یعنی وہ طب میں مشہور نہیں ہے اور اس فن میں مہارت اور دسترس نہیں رکھتا اور اس کے علاج سے بیمار مر جاتا ہے۔

[2] وہ خود ساختہ طبیب ضامن ہے اور اس پر دیت واجب ہے، اس سے قصاص اس لیے ساقط ہے کہ مریض نے اسے علاج کی اجازت دی تھی اور اس پر راضی تھا۔ اکثر علماء کے نزدیک اس کی دیت اس کے قبیلے پر ہے۔

۳۳۵۰/۱۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ غُلَامًا لِاُنَاسٍ فُقَرَآءَ قَطَعَ اُذُنَ غُلَامٍ لِاُنَاسٍ اَغْنِیَآءَ فَاَتٰی اَهْلُهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا اُنَاسٌ فُقَرَآءُ فَلَمْ یَجْعَلْ

حضرت عمران بن حصین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ فقیر لوگوں[2] کے غلام نے چند امیروں کے غلام کا کان کاٹ دیا کان کاٹنے والے غلام کے متعلقین نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم فقیر لوگ ہیں تو آپ نے ان پر

عَلَيْهِمْ شَيْئًا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ)

کچھ دیت لازم نہیں فرمائی[3]

(ابوداؤد، نسائی)

[1] عمران بن حصین، صاحب مناقب و کمالات مشہور صحابی ہیں۔

[2] یعنی اس غلام کا قبیلہ فقیر تھا اور اس سے یہ جرم خطاً واقع ہوا تھا، بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ لڑکا آزاد تھا، کیونکہ غلام کا جرم اس کی گردن پر ہوتا ہے نہ کہ قبیلے پر۔

[3] معلوم ہوا ہے کہ قبیلے کے فقراء پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ اگر مجرم، غلام ہوتا تو اس کا جرم اس کی گردن سے متعلق ہوتا، یہی اکثر علماء کا قول ہے اور مولا کا فقیر ہونا اسے دفع نہیں کرتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

٣٣٥١/٢٠ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ دِيَةُ شِبْهِ الْعَمَدِ اَثْلَاثًا ثَلٰثٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَّ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ جَذَعَةً وَّ اَرْبَعٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ ثَنِيَّةً اِلٰى بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَاتٌ وَّ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الْخَطَاِ اَرْبَاعًا خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ حِقَّةً وَّ خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ جِذْعَةً وَّ خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَّ خَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ بَنَاتِ مَخَاضٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: شبہ عمد کی دیت، اس حال[1] میں کہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ ۳۳ حقہ ہیں، ۳۳ جذعہ اور ۳۴ ثنیہ ہیں (جو چھٹے سال میں داخل ہوں) یہاں تک کہ وہ ایک سال کے بازل ہوں[2]۔ اس حال میں کہ سب ہی حاملہ[3] ہوں، اور ایک روایت میں فرمایا: قتل خطا چار حصوں پر مشتمل ہے۔ ۲۵ حقہ، ۲۵ جذعہ، ۲۵ بنت لبون اور ۲۵ بنت مخاض[4]۔

(ابوداؤد)

[1] اَثْلَاثًا حال ہے یا تمیز۔

[2] اِلٰى بَازِلِ عَامِهَا۔ ثنیہ سے متعلق ہے ـــــــ بازل وہ اونٹ ہے جس کی کیلیں نمودار ہو چکی ہوں اور اس کی طاقت پایۂ کمال کو پہنچ جائے، اور یہ آٹھ سال کے پورے ہونے اور نویں سال کے شروع ہونے پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد ثنیٰ ہے اور اس کے بعد بَازِلُ عَامٍ اور بَازِلُ عَامَيْنِ۔

(ایک سالہ اور دو سالہ بازل) کہتے ہیں۔ بازل اس مرد کو کہتے ہیں جو تجربے میں کامل ہو، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اَنَا بَازِلُ عَامَیْنِ، حَدِیْثُ السِّنِّ ۔ یعنی میں جوانی کی قوتوں کا جامع اور مکمل طاقت والا ہوں۔

[۳] خَلِفَاتٍ خا، پر زبر، لام کے نیچے زیر۔

[۴] یہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق ہے۔

۳۳۵۲ (۲۱) وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَضٰی عُمَرُ فِیْ شِبْهِ الْعَمَدِ ثَلَاثِیْنَ حِقَّةً وَّ ثَلٰثِیْنَ جَذَعَةً وَّ اَرْبَعِیْنَ خَلِفَةً مَا بَیْنَ ثَنِیَّةٍ اِلٰی بَازِلِ عَامِهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت مجاہد[۱] سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شبہ عمد میں تیس حِقّہ، تیس جذعہ اور چالیس حاملہ اونٹنیوں کا فیصلہ فرمایا جو ثنیہ سے لے کر ایک سال کی بازل تک ہوں[۲]۔

(ابو داؤد)

[۱] حضرت مجاہد، مشہور تابعی اور اکابر فقہاء اور قراء میں سے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سواری کے وقت ان کی رکاب تھام لیتے تھے۔

[۲] یہ امام شافعی کے مذہب کے موافق ہے۔ خلاصہ یہ کہ دیت کی تعیین میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے۔ ان کے بعد مجتہدین نے اسی تفصیل کو اختیار کیا جو ان تک پہنچی اور ان کے نزدیک راجح قرار پائی۔

۳۳۵۳ (۲۲) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِی الْجَنِیْنِ یُقْتَلُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ وَلِیْدَةٍ فَقَالَ الَّذِیْ قُضِیَ عَلَیْهِ کَیْفَ اَغْرَمُ مَنْ لَّا شَرِبَ وَلَا اَکَلَ وَ لَا نَطَقَ وَ لَا اسْتَهَلَّ وَ مِثْلُ ذٰلِكَ یُطَلُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماں کے پیٹ میں موجود[۱] قتل کیے جانے والے بچے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلام یا لونڈی کی پیشانی کا فیصلہ فرمایا، جس پر حکم کیا گیا تھا اس نے کہا کہ میں اس بچے کا تاوان کیسے ادا کروں؟ جس نے نہ کھایا، نہ پیا اور نہ ہی آواز نکالی۔ ایسا شخص تو ضائع کیا جانا چاہیے[۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ ۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَ النَّسَائِيُّ
مُرْسَلًا وَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْهُ
عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مُتَّصِلًا)

فرمایا: یہ شخص نہیں ہے۔ مگر کاہنوں کے بھائیوں سے ۳ھ۔

امام مالک اور نسائی نے یہ حدیث مرسلاً روایت کی ابو داؤد نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے متصلاً روایت کی۔

لہ پیٹ میں قتل کیے جانے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر پیدا ہونے کے بعد قتل کیا جائے تو ایک انسانی جان کو قتل کرنے کی وجہ سے پوری دیت واجب ہو گی، جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔

۲ھ اور اس کا خون پھینک دیا جانا چاہیے ——— یُطَلُّ. یا پر پیش اور لام مشدد، طَلٌّ سے فعل مضارع کا صیغہ، خون کا ضائع ہونا، ایک روایت میں بَطَلَ ہے، ایک نقطے والی بار اور لام کی تخفیف کے ساتھ، بطلان سے فعل ماضی کا صیغہ۔

۳ھ جو شارع علیہ السلام کے مقابلہ میں قول باطل کہتا ہے۔ علاوہ ازیں ناپسندیدہ مسجع کلام بھی اہل کتاب کی عادت ہے، وہ باطل اقوال کو رواج دینے اور اہل باطل کے اقوال کو مقبول عوام بنانے میں ایسا کلام استعمال کرتے ہیں، مسجع کلام مطلقاً مذموم نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن وحدیث میں واقع ہے۔ ہاں اگر ایسا کلام تکلف سے بولا جائے اور مقصد، باطل کو رواج دینا ہو تو وہ مذموم اور قبیح ہے جیسے کہ اس شخص نے کیا۔

بَابُ مَالَا يُضْمَنُ مِنَ الْجِنَايَاتِ

۲۶۸۔ ان جنایات کا بیان جن کی ضمانت نہیں دی جاتی

حضرت مصنف نے جب ان جرائم کا ذکر کیا جو ضمانت، مثلاً قصاص اور دیت کے موجب ہیں۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ ان جرائم کا ذکر کریں جن میں ضمانت نہیں ہے، اگرچہ ان سے نہی تحریمی یا تنزیہی وارد ہے، جیسے کہ احادیث میں آئے گا۔ اور اس نہی کی بنا پر تعزیر اور تادیب لازم آتی ہے۔ جنایات، گناہوں کو کہتے ہیں ضمان قبول کرنا تضمین قبول کرانا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۳۵۴ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَّ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَّالْبِئْرُ جُبَارٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چار پائے کا زخمی کر دینا باطل ہے[1]، کان باطل ہے۔ اور کنواں باطل ہے۔

(صحیحین)

---

[1] اس میں ضمانت کا مطالبہ نہیں ہے ——— عجماء عین پر زبر، جیم ساکن، آخر میں الف ممدودہ، چار پایہ اور ہر وہ چیز جو گفتگو کی طاقت نہ رکھے، مذکر کو اعجم اور مونث کو عجماء کہتے ہیں جرح جیم پر پیش ہو تو اس کا معنی زخم ہے اور زبر ہو تو اس کا معنی زخمی کرنا ہے ——— جُبار، جیم پر پیش، بار مخفف، ضائع اور باطل ——— یعنی اگر کسی کا چار پایہ کسی کا مال ضائع کر دے یا کسی کی کھیتی پامال کر دے تو کوئی چیز لازم نہیں ہے اور ضمانت بھی نہیں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اس کے ساتھ آ گیا

پیچھے سے چلانے والا نہ ہو اور اگر ہو تو اس پر ضمانت ہے، اگر اس کی پشت پر سوار ہو تو وہ بھی ضامن ہوگا، ہدایہ میں ہے پیچھے سے چلانے والا اس چیز کا ضامن ہے جسے چوپایہ ہاتھ یا پاؤں سے ضائع کر دے اور آگے سے کھینچنے والا اس چیز کا ضامن ہے جسے وہ ہاتھ سے ضائع کرے، جس چیز کو پاؤں سے ضائع کرے اس کا ضامن نہیں ہے اور سوار ہر اس چیز کا ضامن ہے جسے چوپایہ ہاتھ پاؤں یا سر سے ضائع کر دے اگر ایک سوار ہو اور دوسرا پیچھے سے چلانے والا تو ہانکنے والا ضامن نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ رات کے وقت بھاگ جائے۔ (تو ضمانت ہوگی)۔ کیوں کہ رات، باندھنے اور حفاظت کرنے کا وقت ہے، اگر دن میں بھاگ جائے تو ضمانت نہیں ہے۔

[5] یعنی اگر کوئی شخص کان میں داخل ہوا یا اس کے کنارے کھڑا ہوا اور کان گر گئی اور وہ شخص ہلاک ہوگیا تو کان کھودنے والے پر ضمانت نہیں ہے یا ایک شخص کو کان کھودنے پر مزدور رکھا، کان اس پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگیا تو کان والے پر ضمانت نہیں ہے۔ یہ حکم کان کے ساتھ خاص نہیں ہے اس کے علاوہ کسی کو کرائے پر لینے کی صورتوں میں بھی جاری ہے، پہلی وجہ اس معنی کے مطابق ہے جو شارحین نے وَ۲ اَلْبِئْرُ جُبَارٌ۔ کی شرح میں بیان کیا ہے۔ یعنی ایک شخص نے مباح زمین میں کنواں کھودا، اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا، کنواں کھودنے والے پر اس کی ضمانت نہیں ہے۔

۳۳۵۵/۲ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخِرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَالْفَحْلِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت یعلی بن امیہ[1] رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک[2] میں شرکت کی میرا ایک مزدور تھا وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا، جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس کے ثنیہ دانت اکھیڑ دیے[3]۔ تو وہ گر پڑے وہ شخص[4] نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ثنیہ دانت، باطل قرار دیے[5]۔ اور فرمایا کیا وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رکھتا

کہ تم اسے نر[۵۶] اونٹ کی طرح چبا ڈالتے۔

(صحیحین)

---

[۵۱] یعلی بن امیہ صحابی ہیں، قریش کے حلیف تھے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے نجران کے عامل تھے، اہل حجاز میں شمار کیے جاتے ہیں۔

[۵۲] غزوہ تبوک کو جیش العسرۃ کہا جاتا ہے، کیونکہ اس موقع پر ہوا کی گرمی، زادِ راہ اور سواریوں کی قلت کے سبب، بہت سختی اور دشواری تھی، یہاں تک کہ مروی ہے کہ صحابہ کرام بعض اوقات درختوں کے پتے کھاتے تھے اور اونٹوں کی اوجھڑی نچوڑ کر حلق تر کرتے تھے، اس لشکر کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر خرچ فراہم کیا اور اس طرح جنت خرید لی، اسی لیے ان کے مناقب میں کہا جاتا ہے۔ مُجَهِّزُ جَيْشِ الْعُسْرَةِ غزوہ تبوک کو سازوسامان فراہم فرمانے والے۔

[۵۳] نَدَرَ بے نقطہ دال کے ساتھ، گر جانا، اِنْدَارٌ گرا دینا۔

[۵۴] جس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ اس کا حق دلائیں اور فیصلہ فرمائیں۔

[۵۵] اور اس کے لیے کوئی معاوضہ لازم نہ فرمایا۔

[۵۶] طاقت ور اور تندرست اونٹ کی طرح —— یہی اس شخص کا حکم ہے جو اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو، جیسے کہ عورت، اس شخص سے اپنا دفاع کرے جو اس کے ساتھ فسق کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن چاہیے کہ مدافعت میں نرمی کرے (اور قتل کرنے سے گریز کرے) سوائے اس شخص کے جو قتل کا ارادہ رکھتا ہو —— قضم قاف اور نقطے والے ضاد کے ساتھ، چارپائے کا چارے کو کھانا، اور کسی چیز کو چبا کر ریزہ ریزہ کر دینا کہ اس کے لیے دانتوں کے کنارے ہی کافی ہوں، باب سَمِعَ سے یا ضَرَبَ سے۔

۳۳۵۶ ۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مال کے پاس[۱] قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (صحیحین)

---

[۱] مال کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنے اہل کا تحفظ کرتا ہوا مارا گیا۔

۳۳۵۷/۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَخْذَ مَالِیْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قَاتَلَنِیْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِیْدٌ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلْتَهٗ قَالَ هُوَ فِی النَّارِ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص آئے جو میرا مال لینا چاہتا ہو تو؟ فرمایا: تم اسے اپنا مال نہ دو، انہوں نے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہے تو؟[1] فرمایا: تم اسے قتل کر دو[2]، عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ فرمایا: تم شہید ہو، عرض کیا اگر میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: وہ آگ میں ہے[3]

(مسلم)

[1] میں کیا کروں؟
[2] اور اس کے ساتھ جنگ کرو
[3] تو اس کا حال کیا ہے؟

۳۳۵۸/۵ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِكَ اَحَدٌ وَّلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَخَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَیْنَهٗ مَا کَانَ عَلَیْكَ مِنْ جُنَاحٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں جھانکے[1] اور تم نے اسے اجازت نہ دی ہو اور تم کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(صحیحین)

[1] صراح میں ہے اطلاع کا معنی ہے مسلسل کسی چیز کی طرف دیکھنا۔

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جائز طریقے سے حاصل ہونے والی نجی دولت کو کتنا تحفظ فراہم کیا ہے، تاہم اگر کچھ لوگ بھوک اور افلاس کے ہاتھوں جاں بلب ہوں اور دوسرے دولت کی فراوانی میں کھیل رہے ہوں تو حاکم کو اختیار ہے کہ ان سے زبردستی دولت وصول کر کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے ۱۲ قادری

[7] خذف نقطے والی خاء اور ذال کے ساتھ، انگشت شہادت اور انگوٹھے کے ساتھ کنکر پھینکنا، جیسے کہ اس کا طریقہ باب حج میں بیان کیا جاچکا ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے، ان کے نزدیک اس شخص پر ضمانت نہیں ہے، بعض علماء نے فرمایا، یہ اس صورت میں ہے کہ اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اس پر ضمانت ہے اور حدیث مبالغہ اور زجر و تشدید پر محمول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳۵۹/۶ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ فِيْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِيْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِيْ عَيْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِيْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت سہل بن سعد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ[2] میں جھانکا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک سلائی[3] تھی جس کے ساتھ آپ اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر مجھے علم ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو یہ سلائی تمہاری آنکھ میں گھونپ دیتا، اجازت لینا نگاہ کی حفاظت کے لیے ہی مقرر کیا گیا ہے[5]۔ (صحیحین)

---

[1] سہل بن سعد ساعدی انصاری، مشہور صحابی ہیں اور صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں رحلت فرمائی۔

[2] جحر پہلے جیم مضموم، پھر حا ساکنہ، سوراخ۔

[3] مدری میم کے نیچے زیر، دال ساکن، بڑی سوئی ایسی لکڑی (کلپ) جیسے عورت بالوں کے اکٹھے کرنے کے لیے سر میں لگاتی ہیں، بعض علماء نے کہا خلال ایسی لکڑی یا لوہا جس کا سر ہوتا ہے، جہاں ہاتھ نہ پہنچے وہاں اس کے ساتھ کھجاتے ہیں صراح میں ہے مدری سیخ اور بڑی شاخ جس کے ساتھ عورتیں مانگ درست کرتی ہیں۔

[4] اس سوراخ سے ——— صراح میں ہے طعن نیزہ مارنا۔

[5] کسی اجنبی کے گھر میں داخل ہوتے وقت، اجازت طلب کرنا اسی لیے مشروع ہے کہ گھر کے

اندر دیکھنے پر پابندی عائد کی جاسکے۔ اجازت کے بغیر اندر دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے اجازت کے بغیر اندر آنا۔

٣٣٦٠ ۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَا تَخْذِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَذْفِ وَ قَالَ اِنَّهٗ لَا يُصَادُ بِهٖ صَيْدٌ وَّ لَا يُنْكَأُ بِهٖ عَدُوٌّ وَّ لٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَ تَفْقَأُ الْعَيْنَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مغفل[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کنکر پھینکتے ہوئے دیکھا اور فرمایا، کنکر نہ پھینکو[۲] کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی دشمن[۳] کو زخمی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ[۴] کبھی دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔

(صحیحین)

[۱] عبداللہ بن مغفل میم پر پیش اور نقطے والی غین پر زبر، فا مشدد پر زبر، بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابی ہیں، پہلے مدینہ منورہ میں مقیم تھے پھر بصرہ چلے گئے وہاں مکان تعمیر کیا اور وہیں وصال ہوا، حضرات حسن بصری اور ابوالعالیہ ان سے روایت کرتے ہیں سنہ ۶۰ھ میں رحلت فرمائی۔

[۲] خذف کا معنی اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے (کنکر پھینکنا)

[۳] دین کے دشمن کو ———— یعنی اس میں نہ دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی، صرف لہو ولعب ہے۔ اس کے باوجود اس سے لوگوں کا نقصان بھی ہوتا ہے، جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[۴] لکنّھا کی ضمیر اس فعل کی طرف راجع ہے، یا کنکر کی طرف یا پھینکنے کی طرف۔ ———— اگر نقصان کسی کافر حربی کو پہنچے تو یہ کار خیر ہے لیکن عرف اور عادت کے مطابق اس کی وضع اس مقصد کے لیے نہیں ہے)۔

٣٣٦١ ۸ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مَسْجِدِنَا اَوْ فِيْ سُوْقِنَا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد[۱] یا ہمارے بازار میں گزرے اور

وَ مَعَہٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَیْءٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ)

اس کے پاس تیر ہوں تو وہ ان کی نوک کو پکڑے اس خوف سے کہ ان کی نوکوں سے کسی مسلمان کو کچھ زخم نہ پہنچا دے۔

(صحیحین)

[1] یعنی مسلمانوں کی مسجد یا ان کے بازاروں میں، اجتماع کے دیگر مقامات کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۳۶۲ ۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِیْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِیْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی پر ہتھیار[1] سے اشارہ نہ کرے، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ ہوسکتا ہے شیطان اس کے ہاتھ میں موجود ہتھیار کو کھینچ[2] لے تو وہ شخص آگ کے گڑھے میں گر جائے[3]۔ (صحیحین)

[1] سلاح سین کے نیچے زیر، لوہے سے بنایا ہوا آلہ حرب۔

[2] یعنی ہتھیار اس کے بھائی کو لگ جائے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب یَنْزِعُ بے نقطہ عین کے ساتھ ہو ایک روایت میں نقطے والی غین کے ساتھ آیا ہے نَزْغٌ سے جس کا معنی فساد، تباہی میں ڈالنا اور ورغلانا ہے، یعنی اسے فساد میں ڈالے، اسے اکسائے کہ تم ہنسی، مزاح سے ہتھیار لہراؤ پھر اسے سنجیدگی پر ابھار دے۔

[3] یعنی گناہ میں واقع ہو جائے (اور اپنے مسلمان بھائی کو زخمی کر دے یا قتل کر ڈالے)۔

۱۲ قادری

۳۳۶۳ ۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَضَعَهَا وَ اِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَ اُمِّهٖ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے[1] سے اشارہ کیا (لہرایا) تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے رکھ دے، اگرچہ وہ اس[2] کا حقیقی بھائی ہی ہو۔

(بخاری)

[۱] مثلاً تیر یا تلوار سے (یا چاقو، سریا وغیرہ سے)

[۲] جس کی طرف اشارہ کیا گیا یا اشارہ کرنے والا، حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ایسی جگہ ارادے اور سنجیدگی کی گنجائش نہیں ہوتی، محض ہنسی، مزاح مقصود ہوتا ہے، اس کے باوجود اس کی طرف لعنت متوجہ ہوتی ہے ایسی حرکت سے بطور مبالغہ منع کرنا مقصود ہے۔

٣٣٦٤ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي [١١]هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَزَادَ مُسْلِمٌ وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا[۱] وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (بخاری) امام مسلم نے اضافہ کیا جس نے ہم سے خیانت کی[۲] وہ ہم میں سے نہیں ہے

[۱] اور ہمارے طریقے پر نہیں ہے ظاہر یہ ہے کہ ہتھیار کا اٹھانا لہو و لعب کے طور پر ہوگا، جیسے کہ سابق حدیث میں گزرا، تاکہ اس حکم کا فائدہ دے ورنہ ظاہر ہے کہ جنگ کے طور پر ہتھیار اٹھانے والا مسلمانوں کے طریقے پر نہیں ہے۔

[۲] اور خیر خواہی ترک کی، جیسے کہ مثلاً فروخت کیے جانے والے مال کے عیب کو چھپائے۔

٣٣٦٥ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ [١٢]قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت سلمہ بن اکوع[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم پر تلوار کھینچی[۲] وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

[۱] حضرت سلمہ بن اکوع مشہور صحابی ہیں، بیعت رضوان میں شامل ہوئے، بہادر تیر انداز اور طاقت ور تھے پیدل اتنا تیز دوڑتے کہ سواروں کو پیچھے چھوڑ جاتے۔

[۲] یہ بھی مزاح اور جنگ کا ارادہ نہ کرنے پر محمول ہے، جیسے کہ اس سے پہلے کہا گیا، تاکہ یہ حدیث باب کے عنوان کے موافق ہو جائے۔ ورنہ جو شخص قتل کے ارادے سے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائے۔ مسلمانوں پر اپنے دفاع کے طور پر اسے قتل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ باغی ہے اور بغاوت کی بنا پر اس کے خون کی عصمت ختم ہو جاتی ہے۔

٣٣٦٦ / ١٣ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِى الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِى الْخَرَاجِ فَقَالَ هِشَامٌ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِى الدُّنْيَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہشام بن عروہ[1] اپنے والد[2] سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حکیم[3]، شام میں کچھ کسانوں[4] کے پاس سے گزرے جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر زیتون کا تیل[5] ڈال دیا گیا تھا، انہوں نے فرمایا یہ کیا ہے[6]؟ کہا گیا کہ انہیں ٹیکس[7] کے بارے میں عذاب دیا جا رہا ہے، حضرت ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دوسرے لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں[8]۔

(مسلم)

---

[1] ہشام بن عروہ، احادیث کثیرہ کے راوی، تابعی ہیں، بڑے عالم، ثقہ، امام اور حجت ہیں، امام شہید حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے دنوں میں پیدا ہوئے، حضرت انس اور اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن زبیر سے حدیث سنی ۱۴۶ھ میں رحلت فرمائی۔

[2] حضرت عروہ بن زبیر بن عوام، وہ بھی اکابر اور ثقہ تابعین میں سے ہیں، نیز مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق ہیں، وہ اپنے والد، والدہ، حضرت عائشہ، عبد اللہ بن عمرو اور دیگر اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ سے ان کی روایات بہت ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتے ۹۴ھ میں وصال ہوا۔

[3] ہشام بن حکیم بن حزام، افاضل صحابہ میں سے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں مشہور تھے۔

[4] اَنْبَاطٌ جمع ہے نَبَطٌ کی، یہ لوگ شام کے عیسائیوں کی رعایا میں سے تھے اور کچھ عراق کے آس پاس رہنے والے تھے۔

[5] گرم کیا ہوا۔

[6] اور ان کو عذاب کیوں دے رہے ہیں۔

[7] جو انہوں نے ادا نہیں کیا۔

[8] کسی حق شرعی کے بغیر، خصوصًا ایسا سخت اور شدید عذاب اور ایسے جرم پر، اور اس چیز کے ساتھ عذاب دینا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں کو عذاب دے گا جیسے زیتون کا گرم تیل سر پر ڈالنا۔

٣٣٦٧/١٤ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰى قَوْمًا فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِثْلُ اَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللهِ وَ يَرُوْحُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ يَرُوْحُوْنَ فِيْ لَعْنَةِ اللهِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری[1] عمر دراز ہوئی تو قریب ہے کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں جیسی چیز[2] ہو گی، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں صبح کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں شام کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں شام کریں گے[3]

(مسلم)

[1] حضرت ابوہریرہ سے خطاب ہے یا کسی دوسرے صحابی سے۔

[2] چمڑے کے تازیانے مراد ہیں۔

[3] وہ لوگ مراد ہیں جو ظالموں کے دروازوں پر پھرتے ہیں، ان کی خدمت کرتے ہیں اور لوگوں کو مارتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور کاٹنے والے کتوں کا حکم رکھتے ہیں۔ (ناحق خلق خدا کو اذیت پہنچانے والے ظالم و جابر پولیس کے کارندوں اور افسروں کو بھی اس حدیث کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔)

۱۲ قادری

٣٣٦٨/١٥ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَ هُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَ نِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل نار کی دو قسمیں ہیں جنہیں ہم نے نہیں دیکھا[1] (۱) کچھ لوگ ہوں گے جن کے پاس گائے کی دموں ایسے چابک ہوں گے ان کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے (۲) عورتوں کی ایک جماعت

عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ عَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنَمَةِ الْبُخْتِ الْمَآئِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہوگی جو لباس پہن کر برہنہ ہوگی[۲] مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں، خود ان کی طرف مائل ہونے والیاں[۳]، ان کے سر بختی اونٹنیوں کی ایک طرف جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے[۴] وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی[۵] حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت[۶] سے محسوس کی جائے گی۔

(مسلم)

[۱] بلکہ ہم انہیں اپنے زمانے میں دیکھیں گے بھی نہیں، کیونکہ وہ زمانہ ایسے لوگوں سے پاک صاف تھا صنف صاد کے نیچے زیر، نون ساکن، قسم۔

[۲] اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں (۱) لباس کے ہوتے ہوئے جسم کو برہنہ رکھیں گی۔ (۲) ایسے باریک کپڑے پہنیں گی کہ ان کے جسم دکھائی دیں گے، لہذا وہ اگرچہ بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی لیکن برہنہ کے حکم میں ہوں گی۔ (۳) کچھ جسم کو پوشیدہ رکھیں گی اور کچھ حصہ جسم کو برہنہ، جیسے برقع پس پشت ڈال دیں گی، چھاتی اور پیٹ کو برہنہ رکھیں گی جو محل شہوت ہیں (۴) دنیا میں تو انہوں نے قیمتی لباس پہنے ہوئے ہیں اور تقوی کے لباس سے عاری ہیں جس کے بدلے انہیں آخرت میں جنتی حلے ملتے۔

[۳] ممیلات کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے برقعوں کو سروں سے اتار کر ایک طرف ڈالنے والیاں، تاکہ اپنے چہرے لوگوں کو دکھائیں اور مائلات کا مطلب ہے مردوں کی دل ربائی کے لیے ناز و انداز سے چلنے والیاں یا مائلات کا معنی ہے خرام ناز کا مظاہرہ کرنے والیاں اور ممیلات کا معنی ہے کندھوں اور کولہوں کو مٹکانے والیاں یا مائلات کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پاک دامنی سے برگشتہ ہونے والیاں جو ان پر واجب ہے۔ اور مُمِیلاتٌ کا معنی ہے دوسری عورتوں کو اپنے جیسے کردار کی تعلیم دینے والیاں، اس کے علاوہ بھی کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں جو شرح لمعات میں مذکور ہیں۔

[۴] ان عورتوں نے بالوں کے جوڑے بنائے ہوئے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے موٹاپے کے سبب، ایک طرف جھکی ہوئی کوہانیں ہوں۔ جیسے کہ مصر کی عورتوں کی عادت ہے (اب تو پاکستان میں بھی بالوں کی آرائش کے نت نئے ڈیزائن اور کئی طرح کے جوڑے دیکھے جا سکتے ہیں ۱۲ قادری) ـــــــ مردوں کی وہ قسم

اور عورتوں کی یہ قسم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تقدس مآب زمانے میں بالکل نہیں تھی، ان کی خبر دینا معجزہ ہے

(اس حدیث میں امت کے غیبی احوال بیان کیے گئے ہیں ۱۲ قادری)

۵ اس کی تاویل اس سے پہلے گزر چکی ہے (کہ وہ اولین سابقین کے ساتھ جنت میں نہیں جائیں گی، ورنہ اہل ایمان ضرور جنت میں جائیں گے اگرچہ اپنے گناہوں کی سزا برداشت کرنے کے بعد ہی سہی۔

۶ انتہائی دور دراز کی مسافت سے۔ ۱۲ قادری

۳۳۶۹/۱۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص جنگ۱ کرے تو چہرے سے گریز کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت اور صفت پر پیدا فرمایا۲۔

(صحیحین)

۱ یعنی مارے پیٹے اور جھگڑا کرے، بعض شارحین نے فرمایا کہ جنگ اگرچہ کافروں سے ہو تو چہرے سے اجتناب کرے اور چہرے پر نہ مارے ——— اجتناب ایک طرف ہونا، کنارے پر ہونا۔

۲ اور انسان کو اپنی صفات جلالیہ اور جمالیہ کا مظہر بنایا، یا یہ مطلب ہے کہ اسے خاص صورت دے کر پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی طرف صورت کی اضافت تشریف و تکریم کے لیے ہے جیسے کہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں ہے بعض شارحین نے فرمایا: ضمیر آدم کی طرف راجع[1] ہے یعنی اس صورت میں پیدا فرمایا جو آدم کے ساتھ خاص ہے، تمام مخلوقات سے ممتاز ہے اور خصائص و کرامات پر مشتمل ہے، حاصل مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اجناس مخلوقات میں سے اشرف بنایا اور اس کے اعضا میں سے چہرہ اشرف ترین عضو اور انسان کی صورت اور اس کے کمال کے جلوہ گر ہونے کا مقام ہے لہٰذا چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ شارحین نے فرمایا کہ یہ امر متشابہ ہے، شرح میں اس سے زیادہ کلام کیا گیا ہے، وہاں مطالعہ کیا جائے۔

---

[1] اب مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسانی صورت پر ہی پیدا فرمایا تھا، اس سے ڈارون کی تھیوری غلط ثابت ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ ہزاروں، لاکھوں سال کے کیمیاوی عمل کے نتیجے میں جمادات، نباتات، حیوانات سب نے ترقی کی منزلیں طے کیں اور آج جو انسان نما جانور نظر آتا ہے وہ بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے نظریہ نہ شرعاً درست ہے اور نہ ہی عقل سلیم اسے تسلیم کرتی ہے۔ ۱۲ قادری۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۳۷۰/۱۷ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَشَفَ سِتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَہٗ فِی الْبَیْتِ قَبْلَ اَنْ یُّؤْذَنَ فَرَاٰی عَوْرَۃَ اَھْلِہٖ فَقَدْ اَتٰی حَدًّا لَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّاْتِیَہٗ وَ لَوْ اَنَّہٗ حِیْنَ اَدْخَلَ بَصَرَہٗ فَاسْتَقْبَلَہٗ رَجُلٌ فَفَقَاَ عَیْنَہٗ مَا عَیَّرْتُ عَلَیْہِ وَ اِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰی بَابٍ لَا سِتْرَ لَہٗ غَیْرَ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِیْئَۃَ عَلَیْہِ اِنَّمَا الْخَطِیْئَۃُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

دوسری فصل

حضرتِ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پردہ اٹھایا[1] اور قبل اس کے کہ اسے اجازت دی جائے، گھر کے اندر نظر ڈالے اور گھر والوں کے ستر[2] کو دیکھ لے تو اس نے ایسا قابلِ سزا[3] کام کیا ہے جو اس کے لیے جائز نہ تھا اور جب وہ اندر نظر ڈالے تو اگر اس وقت کوئی مرد اس کے سامنے آجائے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے تو ہم اسے سرزنش نہیں کریں گے[4] اور اگر کوئی مرد بے پردہ، کھلے دروازے[5] کے پاس سے گزرے اور اس کی نظر پڑ جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو صرف اہل خانہ پر ہے[6]۔

(امام ترمذی) انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] کشف، کھولنا، برہنہ کرنا ۔

[2] صراح میں ہے عورت آدمی کی شرم کی جگہ اور ہر وہ چیز جس کے دیکھنے اور دکھانے سے شرم آئے ۔

[3] اس جگہ حد سے مراد تعزیر ہے ——— یا وہ حد فاصل مراد ہے جو حائل ہو ان دو جگہوں کے درمیان جہاں آنا چاہیے اور نہیں آنا چاہیے ۔

[4] اور اس پر اعتراض نہیں کریں گے ۔

[5] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ بند کرنا ضروری ہے یا پھر آگے پردہ لٹکایا جائے۔

[6] کہ انہوں نے دروازہ کیوں بند نہیں کیا اور پردہ کیوں نہیں لٹکایا۔

۳۳۷۱ / ۱۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برہنہ تلوار کے پکڑنے سے منع فرمایا[1]۔

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] تعاطی کا معنی کسی کے ہاتھ سے پکڑنا ہے، اس جگہ مطلق پکڑنا مراد ہے (ظاہر یہ ہے کسی کے ہاتھ سے برہنہ تلوار لینا ہی مراد ہے مبادا کسی کا ہاتھ زخمی ہو جائے، ورنہ شمشیر زنی کرتے وقت اور دورانِ جنگ برہنہ تلوار ہی ہاتھ میں ہوگی ۱۲ قادری۔

۳۳۷۲ / ۱۹ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت حسن بصری حضرت سمرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو انگلیوں کے درمیان تسمہ کاٹنے سے منع فرمایا[2]۔

(ابوداؤد)

[1] حضرت سمرہ بن جندب مشہور صحابی ہیں، بصرہ میں قیام پذیر تھے، حضرت حسن بصری اور دیگر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔

[2] قد قاف اور دال مشدد کے ساتھ، کاٹنا، چیرنا ـــــــ سیر سین پر زبر، یا ساکن تسمہ، ممانعت کی وجہ ہے کہ کہیں انگلی زخمی نہ ہو جائے، یہ از راہ شفقت، نہی تنزیہی ہے۔

۳۳۷۳ / ۲۰ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ

حضرت سعید بن زید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔ جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت

دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے[3] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

---

[1] حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نون پر پیش، فا پر زبر، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں۔

[2] اکثر علما اس امر کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کا خون بہاتے یا مال لوٹنے کا ارادہ کرے یا اس کے اہل وعیال سے تعرض کرے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ اس شخص کو آسان اور اچھے طریقے سے دفع کرے اور اگر جنگ کے بغیر باز نہ آئے تو جنگ کرے، پھر اگر وہ مارا جائے تو پھر اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ وہ شہید ہے۔

۳۳۷۴/۲۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ) وَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الرِّجْلُ جُبَارٌ ذُكِرَ فِيْ بَابِ الْغَضَبِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ایک بڑا دروازہ اس شخص کے لیے ہے جو میری امت یا فرمایا امت محمد پر تلوار کھینچے[1] (ترمذی) انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث[2] کہ جو چیز[3] پاؤں سے تلف کی جائے ساقط ہے باب الغضب میں بیان کی گئی ہے[4]۔

---

[1] اس کی شرح دوسری فصل میں حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث کے تحت بیان کی گئی ہے۔

[2] جو صاحب مصابیح نے اس جگہ بیان کی ہے۔

[3] کھیتی وغیرہ

[4] اور اس کی شرح بھی اس جگہ گزر چکی ہے اور اس جگہ بھی فصل اول میں کچھ بیان گزرا ہے۔

بَابُ الْقَسَامَةِ

۲۶۹ - قسم لینے کا بیان

قسامت، قاف پر زبر، قسم کھانا، شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ کسی محلے میں کوئی مقتول پایا گیا اور اس کا قاتل معلوم نہیں ہے تو مقتول کے وارث پچاس قسمیں کھائیں گے کہ ہم مقتول کے خون کے مستحق ہیں یا محلے والے قسمیں کھائیں گے جن پر تہمت ہے کہ ہم نے قتل نہیں کیا، یہ دو صورتیں اس لیے ہیں کہ ائمہ میں اختلاف ہے، مقتول کے رشتے دار، محلے کے جن لوگوں کو منتخب کریں گے وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قاتل کا پتہ ہے، اس کی دلیل مشہور حدیث ہے۔ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور منکر پر قسم ہے، اسی طرح تیسری فصل میں آنے والی حضرت رافع بن خدیج سے مروی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر ان کے درمیان عداوت اور آویزش ہو اور غالب گمان ہو کہ انہوں نے قتل کیا ہے تو مقتول کے رشتہ داروں سے قسم لی جائے اور اگر وہ قسم کھانے کے لیے تیار نہ ہوں تو ان لوگوں سے قسم لی جائے جن پر قتل کی تہمت ہے۔ اس پر حضرت رافع بن خدیج کی پہلی حدیث دلالت کرتی ہے۔

قسامت میں قصاص واجب نہیں ہوتا اگرچہ قتل عمد کا دعویٰ ہو، بلکہ اس میں دیت واجب ہے خواہ قتل عمد کا دعویٰ کریں یا خطا کا، امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قتل عمد کا دعویٰ ہو تو قصاص لینا چاہیے۔ امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے، اس باب کے تمام مسائل اور دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں، ـــــــ قسامت جاہلیت کے احکام میں سے ہے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی برقرار رکھا اور انصار کی ایک جماعت میں اس کا حکم فرمایا جب انہوں نے خیبر کے یہودیوں پر قتل کا دعویٰ کیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۳۷۵[۱] عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ وَ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَّ حُوَيِّصَةُ وَ مُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمُوْا فِيْ اَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَاَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ كَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَّعْنِيْ لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْاَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحِقُّوْا قَتِيْلَكُمْ اَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ فِيْ اَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْمٌ

پہلی فصل

حضرت رافع بن خدیج[1] اور حضرت سہل بن ابی حثمہ[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہل[3] اور محیصہ بن مسعود[4] دونوں خیبر آئے اور کھجور کے درختوں میں جدا جدا سمتوں میں[5] چلے گئے، پس عبداللہ بن سہل قتل کر دیے گئے، حضرت عبدالرحمن بن سہل[6] اور مسعود کے دو بیٹے حویصہ اور محیصہ[7] نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ساتھی[8] کے بارے میں گفتگو کی اور گفتگو کی ابتدا عبدالرحمن نے کی[9]، حالانکہ وہ اس قوم میں سب سے کم عمر تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کی تعظیم کرو[10] یحیٰی بن سعید[11] کہتے ہیں مطلب یہ تھا کہ بڑا آدمی گفتگو کرے[12]۔ انہوں نے تفصیل بیان کی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی پچاس قسموں سے اپنے مقتول یا فرمایا ساتھی[13] کے مستحق ہو جاؤ، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ایسا معاملہ ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا[14]: فرمایا: پھر یہودی اپنی پچاس قسموں کے ذریعے تمہیں اس گمان سے بری کریں گے[15]، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کافروں کی جماعت ہے[16]

كُفَّارٌ فَفَدَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهٖ وَ فِيْ رِوَايَةٍ تَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا وَّ تَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ فَوَادَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ بِمِائَةِ نَاقَةٍ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے مقتول کے وارثوں کو فدیہ[۸] عنایت فرمایا، اور ایک روایت میں ہے تم پچاس قسمیں کھاؤ اور اپنے قاتل یا فرمایا اپنے صاحب کے مستحق بن جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا فرما دی۔

(صحیحین)

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ

یہ باب دوسری فصل سے ..... خالی ہے۔

---

[۱] رافع بن خدیج نقطے والی خا پر زبر، بے نقطہ دال کے نیچے زیر، یا ساکن اور آخر میں جیم انصاری صحابی ہیں، بدر میں کم سنی کی باعث حاضر نہ ہو سکے، جنگ احد اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے (۷۳ھ میں چھیاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی ۱۲ مراۃ) ۔

[۲] سہل بن ابی حثمہ حا پر زبر، تین نقطے والی ثا ساکن، کم عمر صحابی ہیں۔ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ ابو حثمہ کا نام عبداللہ بن ساعدہ انصاری ہے۔

[۳] عبداللہ بن سہل، یہ بھی انصاری ہیں، عبدالرحمن بن سہل کے بھائی اور صاحب علم و دانش تھے، اور محیصہ کے بھتیجے تھے۔

[۴] محیصہ میم پر پیش، بے نقطہ حا پر زبر اور یا مشدد کے نیچے زیر بن مسعود، حویصہ بن مسعود کے بھائی اور دونوں مشہور صحابی ہیں۔

[۵] تفریح کے لیے

[۶] مقتول کے بھائی

[۷] یہ دونوں مقتول کے چچا تھے ——— حویصہ حا پر پیش، واؤ پر زبر اور یا مشددہ

کے نیچے زیر۔

ھ۸ جو شہید کردیے گئے تھے۔

ھ۹ جو مقتول کے بھائی تھے۔

ھ۱۰ یعنی جو تم سے بڑا ہے اسے پہلے بات کرنے دو ــــــ اکثر روایات میں اَلْكُبْرُ اَلْكُبْرَ۔ بڑے کو لازم پکڑو یا بڑے کو پہلے بات کرنے دو۔

ھ۱۱ جو اس حدیث کے راوی ہیں، اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے۔

ھ۱۲ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ بڑا آدمی تعظیم اور پہلے کلام کرنے کا زیادہ حق دار ہے، نیز حدود میں وکیل بنانا جائز ہے اور حاضر شخص کا کسی کو وکیل بنانا جائز ہے کیونکہ خون کے حق دار عبدالرحمٰن بن سہل تھے جو مقتول کے بھائی تھے اور حویصہ اور محیصہ ان کے چچا تھے۔

ھ۱۳ یعنی اس کی دیت یا قصاص کے ــــــ خَمْسِيْنَ، اَيْمَان کا مضاف الیہ ہے یا اس کی صفت ہے، پہلی صورت میں معنی ہوگا تمہارے پچاس مردوں کی قسموں سے، دوسری صورت میں یہ معنی ہے پچاس قسموں سے۔

ھ۱۴ اور ہمیں معلوم نہیں کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟۔

ھ۱۵ کہ وہ قاتل نہیں ہیں اور اپنے ذمہ سے تہمت کی نفی کریں گے ــــــ تُبْرِئُكُمْ بُرَاءٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بے زار کرنا، بعض نسخوں میں۔ فَتُبَرِّئُكُمْ تَبْرِيَةً سے معنی وہی ہے۔

ھ۱۶ ان پر کیا اعتبار ہے۔

ھ۱۷ یعنی دیت اپنے پاس سے عطا فرمائی، فتنہ ختم کرنے کے لیے ــــــ قِبَل قاف کے نیچے زیر بار پر زبر، جانب ــــــ فِدا فا کے نیچے زیر ہو تو آخر میں الف ممدودہ اور مقصورہ دونوں پڑھ سکتے ہیں فا پر زبر ہو تو الف مقصورہ ہوگا، خون بہا، جان کی قیمت۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۳۷۶ / ۲ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلًا بِخَيْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِيَآءُهٗ

تیسری فصل

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کا ایک شخص خیبر میں قتل ہوگیا۔ اس کے رشتے داروں نے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ أَلَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلٰى قَاتِلِ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ إِنَّمَا هُمْ يَهُوْدٌ وَّ قَدْ يَجْتَرِءُوْنَ عَلٰى أَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارُوْا مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَخْلِفُوْهُمْ فَأَبَوْا فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں؟ جو تمہارے ساتھی کے قاتل پر گواہی دیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہاں مسلمانوں کا کوئی فرد نہ تھا وہ یہودی ہیں[1] اور تحقیق وہ اس سے بھی بڑے کاموں پر جرات کرتے ہیں[2]، آپ نے فرمایا: ان میں سے پچاس افراد منتخب کرو اور ان سے قسم لو، تو یہودیوں نے انکار کر دیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا فرما دی[3]

(ابو داؤد)۔

[1] یعنی ظلم، قتل، فساد، حیلہ گری اور مکر و تریب میں مشہور ہیں۔

[2] جیسے کہ انبیاء کرام کو شہید کرنا، کلام الٰہی میں تحریف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ختم کرنا جو قتل کے حکم میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور شنیع۔

---

[3] یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے کہ احناف کے ہاں اگر کوئی مقتول کسی گلی کوچہ میں پایا جائے جس پر قتل کا اثر ہو جیسے خون یا زخم کاری یا گلا گھونٹنے کے آثار تب اولاً ولیِ مقتول سے گواہ طلب کیے جائیں، اگر دو گواہ قتلِ عمد کے مل گئے تو قاتل پر قصاص لازم ہوگا ورنہ اہل محلہ سے پچاس آدمیوں کی قسم لی جائے۔ یہاں حضور نے مدعیان سے دو گواہ مانگے، اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ وَاسْتَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور حدیث متواتر سے بھی، حضور فرماتے ہیں۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے بھی اس کی تائید فرماتے ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل فرمایا، پہلی فصل کی حدیث اگرچہ متفق علیہ ہے مگر حکم قرآنی اور احادیث متواترہ، اقوال صحابہ کے خلاف ہے، اسی لیے امام ابو حنیفہ نے اس پر عمل نہ فرمایا، اس کی پوری بحث اسی جگہ مرقاۃ میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲ مرآۃ۔

بَابُ قَتْلِ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَالسُّعَاةِ بِالْفَسَادِ

۲۷۔ مرتدوں اور فساد کی کوشش کرنے والوں کے قتل کا بیان

ارتداد کا معنی ہے لوٹنا، اس کا زیادہ تر استعمال اسلام سے برگشتہ ہونے کے لیے کیا جاتا ہے، جب مسلمان، معاذاللہ! اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر اسے کوئی شبہ درپیش ہو تو اسے دور کیا جائے، اسلام کا پیش کرنا اور شبہے کا دور کرنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اسے دعوت اسلام پہنچ چکی ہے نئی دعوت کی حاجت نہیں ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اسے تین دن قید کیا جائے اس دوران اگر مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر مہلت مانگے تو اسے مہلت دی جائے، ورنہ کوئی حاجت نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک امام پر واجب ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ جو اپنا دین بدل لے اسے قتل کر دو۔" کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مہلت دینا واجب نہیں ہے۔

سُعَاةٌ جمع ہے سَاعٍ کی جیسے قُضَاةٌ قَاضٍ کی جمع ہے مراد وہ لوگ ہیں جو فساد میں کوشش کرتے ہیں صراح میں ہے سعی کا معنی ہے دوڑنا، جلدی کرنا اور کام کرنا، ساعی خراج وصول کرنے والا۔ دوسرے کا کام کرنے والا۔ سِعَايَةٌ چغل خوری اور برائی کرنا، اس جگہ ڈاکو اور ان جیسے لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا۔

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں ان کی جزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٣٣٧٧ ١ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پہلی فصل

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مرتدین[1] لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا[2]۔ یہ بات[3] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب[4] کے ساتھ عذاب نہ دو، میں انہیں قتل کرتا[5]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو[6]۔ (بخاری)

---

[1] زنادقہ جمع ہے زندیق کی، زندیق اصل میں مجوسیوں کی ایک قوم کو کہتے ہیں جو زردشت مجوسی کی تیار کردہ کتاب ژند کے پیروکار ہیں، اب اس شخص کو کہتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا منکر ہو۔ کتاب کی ابتدا میں اس لفظ کی تحقیق، تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔ اس جگہ وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہوں۔ بعض محدثین نے فرمایا: یہ عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے فتنہ پردازی اور امت کو گمراہ کرنے کے لیے ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا ہیں۔ آپ نے انہیں گرفتار کیا اور انہیں توبہ کا حکم دیا، مگر وہ توبہ کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ تو آپ نے ان کے لیے گڑھے کھدوائے، ان میں آگ جلائی اور ان لوگوں کو جلا دیا۔

[2] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا، ان کی رائے یہ تھی کہ انہیں اور ان جیسے دیگر مفسدوں کے زجر و توبیخ کے لیے اسی میں مصلحت ہے۔

[3] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلانے کی اطلاع

[4] آگ میں جلانے

[5] جیسے کہ شریعت کا حکم ہے کہ مرتدوں کو قتل کیا جائے۔

[6] کہتے ہیں کہ جب ابن عباس کی یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے تصدیق

کی اور فرمایا: ابن عباس نے درست کہا، اس سے معلوم ہوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل نص پر نہیں بلکہ رائے اور اجتہاد پر مبنی تھا اسی طرح شارحین نے فرمایا ہے۔

۳۳۷۸/۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عذاب نہیں دیتا[1]۔
(بخاری)

[1] یعنی کسی دوسرے کو اس کے ساتھ عذاب نہیں دینا چاہیے۔

۳۳۷۹/۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانے میں ایک جماعت نکلے گی۔ نوعمر[1]، ہلکی عقل والے[2] وہ ایسی بہترین باتیں کہیں گے جو مخلوق کہتی ہے[3] ان کا ایمان ان کے گلوں سے آگے نہیں جائے گا[4] وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے[5] جیسے تیر نشانے[6] سے، تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو کیونکہ قتل کرنے والے کو ان کے قتل کرنے میں قیامت کے

---

[5] فی زمانہ بعض لوگ قتل مرتد کے انکاری ہیں، حالانکہ قتل مرتد قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، نیز حکومت کا باغی، لائق قتل ہے تو حکومت الٰہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہیے۔ مرتد حکومت کا باغی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دِیْنَهٗ سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ انسان کا اصلی اور روحانی دین اسلام ہی ہے۔ دوسرے دین تو دنیا میں آکر بری صحبتوں سے ملتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اپنا دین یعنی اسلام ترک کر کے دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کر دو۔ شاید حضرت علی کو یہ روایت نہ پہنچی ہو ۲ امرآۃ از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔

فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِّمَنْ دن اجر ہے[۸]۔
قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (صحیحین)

[۱] حداث حار پر پیش، دال مشدد، جمع حدیث، نیا، قدیم کے مقابل۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے۔ ایک روایت میں حُدَثَاءُ ۲ الْاَسْنَانِ ہے جیسے سفہار جمع سفیہ کی ہے۔ (اسی طرح حدیث کی جمع حدثار ہے۔)

(۱۲ قادری)

[۲] سَفَہ "پہلے دونوں حرفوں پر زبر، عقل کا ہلکا ہونا، جہالت، اَحْلَامُ جمع ہے حلم کی حار کی زبر کے ساتھ عقل، وقار، حلم، حار پر پیش، خواب، بالغ، کی جمع بھی اَحْلَامُ آتی ہے۔

[۳] اس سے مراد قرآن کریم ہے ـــــــ مصابیح کے بعض نسخوں میں ہے۔ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ ۲ الْبَرِيَّةِ ۔ تمام مخلوق سے افضل ہستی کی باتیں کہیں گے۔ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ پہلا نسخہ زیادہ مناسب ہے اس چیز کے جو احادیث میں خوارج کے بارے میں واقع ہے کہ وہ قرآن پاک پڑھیں گے۔ اس سے استدلال کریں گے اور غلط طریقوں سے اس کی تاویل کریں گے۔

[۴] اور مقام قبولیت کو نہیں پہنچے گا اور عمل کے ذریعے اس کا اثر خارج میں ظاہر نہیں ہوگا۔

[۵] وہ دین کے (واجب الاطاعت) امام کی فرمانبرداری سے نکل جائیں گے، یا یہ مطلب ہے کہ وہ دین اسلام ہی سے نکل جائیں گے۔ بطور مبالغہ اور تشدید ان کی گمراہی بیان کی گئی ہے۔

[۶] اور تیزی سے گزرنے کی وجہ سے خون سے آلودہ نہیں ہوتا۔ جیسے کہ دوسری حدیث میں واقع ہوا ہے۔

[۷] اس جماعت سے مراد خوارج ہیں۔ ان کے امام کی اطاعت سے نکلنے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہیں ہلاک کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ انسان گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے ارتکاب سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ کافر ہیں؟ فرمایا: مِنَ ۲ الْكُفْرِ هَرَبُوْا ۱۔ وہ کفر ہی سے تو بھاگے ہیں۔ مطلب یہ کہ انہیں کافر کیسے کہوں؟۔ (پوچھا گیا کہ کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں، اور یہ لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ سوال کیا گیا کہ آخر یہ ہیں کیا چیز؟ فرمایا یہ ایسے لوگ ہیں جو فتنے کی زد میں آگئے ہیں۔ پس اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں

۱۲ مرآۃ

(اشعۃ اللمعات میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں ۔ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، تحقیق ان کے قتل کرنے میں قتل کرنے والے[عہ] کے لیے ثواب ہے قیامت کے دن تک ۱۲ قادری) ۔

۳۳۸۰/۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ اُمَّتِیْ فِرْقَتَیْنِ فَیَخْرُجُ مِنْ بَیْنِہِمَا مَارِقَۃٌ یَلِیْ قَتْلَہُمْ اَوْلَاہُمْ بِالْحَقِّ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت دو فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک خارجی فرقہ نکلے گا[1] اس فرقے کے قتل کا انتظام وہ گروہ کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا[2] ۔

(مسلم)

[1] جو دین اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا، اس سے مراد خوارج ہیں جو امام کی اطاعت سے نکل گئے تھے ـــــــ مروق کا معنی ہے تیر کا نشانے سے نکل جانا، خوارج کا نام خوارج اس لیے رکھا گیا کہ وہ دین سے نکل گئے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے ۔

[2] یہ اشارہ ہے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف، انہوں نے خوارج کو ہلاک کیا ۔

۳۳۸۱/۵ وَعَنْ جَرِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِیْ کُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج الوداع کے موقع[1] پر فرمایا میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں ماریں[2] ۔

(صحیحین)

[1] یہ خطبہ آپ نے قربانی کے دن دیا ۔

[2] اس کلام کی توجیہات، حجۃ الوداع میں باب خطبۃ یوم النحر کی پہلی فصل میں گزر گئی ہیں۔ قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ وہ فعل مراد ہے جو کفار کے فعل کے مشابہ ہے اور قریب ہے کہ دائرہ کفر میں لے آئے اور اس تک پہنچانے

عہ یا اس لیے قتل کر دو کہ وہ مرتد ہیں یا اس لیے کہ وہ سلطانِ اسلام کے باغی ہیں، مگر یہ قتل شاہِ اسلام کرے گا نہ کہ عام مسلمان ۱۲ مرآۃ ۔

کا سبب بن جائے، ایک روایت میں كُفَّارًا کی جگہ ضُلَّالًا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفار سے مراد کیا ہے؟۔

٣٣٨٢/٦ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِيْ جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ دَخَلَاهَا جَمِيْعًا وَّ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قُلْتُ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابوبکرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں اس طرح ملیں کہ ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائے تو وہ دونوں دوزخ کے کنارے[2] پر ہیں اور جب ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے[3]۔ حضرت ابوبکرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں اپنی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول دوزخ میں ہیں (حضرت ابوبکرہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یہ تو قاتل ہے[4]۔ لیکن مقتول کا کیا قصور ہے[5]۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے ساتھی کے قتل کا خواہشمند تھا[6]۔ (صحیحین)

[1] حضرت ابوبکرہ، اہل طائف میں سے مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال بھی کئی دفعہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] جرف، جیم اور راء دونوں پر پیش، کٹاؤ جو دریاؤں کے کناروں پر ہوتا ہے

[3] شارحین فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھی حق پر نہ ہو۔ اور اگر ایک حق پر ہو تو آگ میں وہی داخل ہوگا جو باطل پر ہوگا، اور یہ بھی اس وقت ہے کہ جنگ، اشتباہ التباس اور تاویل پر مبنی نہ ہو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حقیقت میں زجر، تشدید اور مبالغہ مقصود ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[4] اگر اس نے کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو تو اس کا دوزخ میں جانا ظاہر ہے اور یہ اس کے جرم کی سزا ہے۔

[5] وہ کیوں آگ میں جائے گا۔

۵۶ اور اس کے قتل کا عزم رکھتا تھا، لیکن اس سے قتل صادر نہیں ہو سکا، عزم اور نیت کی بنا پر وہ قاتل کے حکم میں ہو گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام فعل کی خواہش اور اس کی نیت پر مواخذہ ہے۔ اس جگہ دونوں کا ارادہ قتل کرنے کا تھا۔ اگر اپنا دفاع کرنا مقصود ہوتا تو مواخذہ نہ ہوتا کیونکہ دفاع تو جائز ہے۔

۳۳۸۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ فَاَسْلَمُوْا فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّاْتُوْا اِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَ اَلْبَانِهَا فَفَعَلُوْا فَصَحُّوْا فَارْتَدُّوْا وَ قَتَلُوْا رُعَاتَهَا وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ وَ سَمَلَ اَعْيُنَهُمْ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتّٰى مَاتُوْا وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَسَمَّرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَاُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَ طَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ عکل[1] کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ اور اسلام لے آئے لیکن ان کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا راس نہ[2] آئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ صدقہ کے اونٹوں میں جاکر ان کے پیشاب[3] اور دودھ پیئں، انہوں نے ایسا ہی کیا[4] تو وہ صحت یاب ہو گئے، پھر مرتد ہو گئے[5] اور چرواہوں[6] کو قتل کر کے اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں چند صحابہ کو بھیجا، وہ گرفتار کر کے لائے گئے تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے[7]، اور آنکھیں پھوڑ دی گئیں[8] اور انہیں داغا نہیں گیا حتی[9] کہ مر گئے —— اور ایک روایت میں ہے۔ پھر ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دی گئیں[10] ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو سلائیاں گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں اور ان کو (مدینہ منورہ کے) پتھریلے علاقے میں پھینک دیا گیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہیں پلایا گیا[11]۔ حتی کہ پیاسے مر گئے[12]۔ (صحیحین)

[1] عکل عین پر پیش، کاف ساکن، ایک قبیلے کا نام ہے، بعض روایات میں ہے۔ مِنْ عُکْلٍ وَّعُرَیْنَةَ۔ وہ لوگ قبیلہ عکل اور عرینہ سے تھے۔ عُرَیْنَہ عین پر پیش، را پر زبر، یا ساکن آخر میں نون، صحیح یہ ہے کہ وہ سات افراد تھے۔ چار عرینہ سے اور تین عکل سے۔

[2] اور وہ مدینہ طیبہ میں قیام پر خوش نہ ہوئے ——— وہ لوگ بیمار ہو گئے، ان کے رنگ زرد پڑ گئے اور پیٹ پھول گئے۔

[3] امام محمد نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کے اصحاب کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک پلید ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ ان کے لیے اس میں شفا ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک بطور دوا وغیرہ پیشاب کا پینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شفا یقینی نہیں ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک بطور دوا اس کا پینا حلال ہے۔ حضرت شافعیہ، نشہ آور اشیاء کے علاوہ تمام پلید چیزوں کے بطور دوا استعمال کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

[4] اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پیے۔

[5] دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ گئے۔

[6] بعض نسخوں میں رُعَاۃً ہے، جیسے کہ قاضی کی جمع قُضَاۃٌ ہے۔ راعی کی جمع دونوں طرح آتی ہے۔

[7] جیسے کہ مفسدوں اور ڈاکوؤں کا حکم ہے۔

[8] صراح میں ہے سَمْلٌ میم ساکن، آنکھ نکال دینا۔ مختصر النہایہ میں ہے سَمْلٌ آنکھ اندھی کر دینا، علامہ طیبی نے نقل کیا کہ سَمْلٌ کا معنی ہے گرم لوہے وغیرہ سے آنکھ اندھی کر دینا۔

[9] جیسے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد داغ لگاتے ہیں تاکہ خون رک جائے۔

[10] فسمروا میم مشدد، سُمْرٌ اور تَسْمِیْرٌ، آنکھ میں گرم سلائی پھیر دینا، اس کی تفسیر آئندہ روایت میں کی گئی ہے۔

[11] اور انہیں عذاب اور سختی کی قسموں کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔

[12] شارحین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بطور قصاص یہ سزا دی۔ انہوں نے بھی یرواہوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا، یہ بھی روایت ہے کہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی، ہاتھ پاؤں لا کاٹ دیے گئے اور آنکھوں اور زبانوں میں کانٹے پیوست کیے گئے، یہاں تک کہ وہ مر گئے، ان فسادیوں کا جرم

ے

بھی تو بہت بڑا تھا، کیونکہ وہ دین اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ چرواہوں کو قتل کیا، ڈاکہ ڈالا اور اموال لے کر چلتے بنے، امام کو حق پہنچتا ہے کہ ایسے معاملے زجر اور سیاست کے طور پر متعدد سزاؤں کو جمع کر دے، یہ سب کچھ جہان کی بہتری اور نظام قائم کرنے کے لیے تھا۔ نیز یہ صفتِ جلال کا ظہور تھا، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلال و جمال اور لطف و قہر کے جامع تھے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے کرے، باقی رہا پانی نہ دینا تو بعض شارحین نے کہا کہ یہ بھی قصاص تھا، بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا تھا بلکہ حاضرین نے اپنی صوابدید کے مطابق ایسا کیا اور اس امر پر اجماع ہے کہ جس شخص پر قتل کا حکم لازم ہو اگر وہ پانی مانگے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

٣٣٨٤/٨ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَ يَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اَنَسٍ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں صدقے[1] کی ترغیب دیا کرتے تھے اور ہمیں مُثلہ[2] سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد) امام نسائی نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

---

[1] فقراء کو کوئی چیز دینے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے۔

[2] مثلہ میم پر پیش، تین نقطے والی ثار ساکن، اصل میں اس کا معنی سزا اور انتقام ہے۔ زیادہ تر اس کا استعمال مقتول کے ناک، کان، اعضاء مردی یا کچھ دیگر اعضاء کے کاٹنے میں ہوتا ہے۔ مثلہ کی ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی، اس میں مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ بعض نے اسے منسوخ بھی کہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بطور قصاص تھا۔

٣٣٨٥/٩ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ اپنی حاجت[3] کے لیے تشریف

لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَآءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفَرَّشُ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَّعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

لے گئے، تو ہم نے ایک لال[۵۳] دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے وہ لال آئی اور پر پھیلا کر منڈلانے لگی، اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: اسے اس کی اولاد کے سبب کس نے پریشان کیا[۵۵] ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو، آپ نے چیونٹیوں کا ایک ٹھکانہ[۵۶] دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا تو فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے، فرمایا: آگ سے عذاب دینا صرف آگ کے رب کے لائق ہے۔

(ابو داؤد)

۵۱ حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کم عمر تابعین اور مستند اکابر علماء میں سے ہیں حدیث کی کم روایت کرتے ہیں، اپنے والد اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ والد ماجد سے ان کی روایت میں محدثین نے کلام کیا ہے کیونکہ اس زمانے میں کم عمر تھے، سلیمان بن عبد الملک کے زمانے میں ۹۹ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۲ ظاہر ہے کہ اس حاجت سے مراد حاجتِ انسانی (قضائے حاجت) ہے۔

۵۳ حُمَّرَةَ بے نقطہ حا پر پیش، میم مشدد پر زبر، اسے مخفف بھی پڑھا گیا ہے، سرخ رنگ کا چڑیا ایسا ایک پرندہ۔

۵۴ تفرش یہ لفظ چند طرح روایت کیا گیا ہے (۱) تا پر زبر، فا ساکن، را پر پیش (تَفْرُشُ) یہ فَرَشَ طائرٌ سے
شتق ہے جس کا معنی پر پھیلانا ہے (۲) تا، فا اور را مشددہ تینوں پر زبر (تَفَرَّشُ) یہ اصل میں تَتَفَرَّشُ تھا۔
۱) تا پر پیش، فا پر زبر، را مشددہ کے نیچے زیر (تُفَرِّشُ) یہ تَفْرِیْش سے مشتق ہے، معنی سب کا ایک ہے۔ (۴)
رَّشُ فا کی جگہ عین کے ساتھ، آخری صورت کے مطابق، تَعْرِيْشٌ سے مشتق ہے، پروں کا روک لینا اور سایہ کرنا
، ہیں کہ دوسری وجہ صحیح ہے۔ اسی طرح توربشتی نے فرمایا۔

۵ اور کسی نے اس کے بچے پکڑ کر اسے رنج و الم میں مبتلا کر دیا ہے، فجع کا معنی غم ہے اور جیم پر زبر ہو تو اس کا معنی غم اور مصیبت پہنچانا ہے۔

۶ حدیث میں قَرْيَةَ نَمْلٍ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں چیونٹیاں رہائش پذیر ہوں۔

۷ یعنی جلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، دوسرے کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شدید ترین عذاب ہے، مطالب المومنین میں ہے کہ حضرت محمد بن ابی سلمہ سے چیونٹی کے مارنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر وہ تکلیف دینے اور کاٹنے میں ابتداء کرے تو اسے مار سکتے ہو ورنہ نہیں، اور فرمایا: یہی ہمارا مختار ہے، اور ایک چیونٹی کی ایذارسانی کی وجہ سے ان کی آبادی کو جلایا نہیں جائے گا، اسی طرح جوامع الفقہ میں ہے، چیونٹیوں کو پانی میں پھینکنا مکروہ ہے، مروی ہے کہ ایک چیونٹی نے ایک پیغمبر کو کاٹ لیا، انہوں نے تمام چیونٹیوں کو جلا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی کہ قصور تو ایک چیونٹی کا تھا، مطلب یہ کہ صرف اسی کو ہلاک کیا ہوتا۔ اسی طرح حاوی میں ہے۔

۳۳۸۶/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اِخْتِلَافٌ وَّ فُرْقَةٌ قَوْمٌ يُّحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَ يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ عَنِ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَ قَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ لَيْسُوْا مِنَّا

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں اختلاف اور افتراق[1] ہوگا، کچھ لوگ قول کے اچھے اور کام کے برے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلوں سے نیچے نہیں جائے گا[2]، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے، وہ واپس[3] نہیں آئیں گے۔ یہاں تک کہ تیر، چلّے کی طرف لوٹ آئے۔ وہ مخلوق اور خلقت[4] میں سب سے زیادہ برے ہیں۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں[5]، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلائیں گے[6] اور وہ ہم[7] سے کسی چیز میں نہیں، جو ان سے جنگ کرے گا وہ امت کے دوسرے

فِیْ شَیْءٍ مَّنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰی بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

افراد[8] کی نسبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا زیادہ حق ہوگا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کی علامت کیا ہے[9]؟ فرمایا: سرمنڈانا[10]۔

(ابوداؤد)

---

[1] فُرقۃ فا پر پیش، جدائی، مفارقت اور فراق ایک دوسرے سے جدا ہونا

[2] مطلب یہ ہے کہ درجہ قبول تک رسائی حاصل نہیں کرے گا ـــــــ تراقی. جمع ہے ترقوۃ کی تا پر زبر، قاف پر پیش، گھنڈی۔

[3] دین کی طرف ـــــــ فوق فا پر پیش، کمان کی وہ جگہ جہاں تیر رکھ کر چلایا جاتا ہے، (چلّہ) ـــــــ ان کی واپسی کو ایک ناممکن چیز پر معلق کیا گیا ہے، کیونکہ تیر کی اپنے چلے کی طرف واپسی محال ہے، لہٰذا ان کا دین کی طرف واپس آنا بھی محال ہوگا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ، کافر جنت میں نہیں جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے نکے میں داخل ہو جائے، حدیث میں بطور تاکید اور مبالغہ بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کی واپسی بھی محال ہے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ہم حق و ہدایت پر ہیں اس لیے وہ سرکشی جہالت اور گمراہی میں منہمک ہیں۔

[4] قاموس میں ہے خلیقہ کا استعمال آدمیوں کے لیے ہوتا ہے جیسے خلق کا چوپایوں کے لیے، ترجمہ کے اعتبار سے خلیقہ تاکید کے لیے ہے، دوسرے معنی کے لحاظ سے تعمیم مراد ہے کہ وہ لوگ جو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں، جیسے ارشاد ربانی ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ چارپایوں ایسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

[5] پہلی صورت میں وہ غازی ہوگا اور دوسری میں شہید۔

[6] وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دین اسلام کی طرف بلائیں گے

[7] مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

[8] یا یہ مطلب ہے کہ اس گروہ کی نسبت، پہلا معنی زیادہ بہتر اور زیادہ مفید ہے۔

[9] صراح میں ہے سِیْمَا الف مقصورہ کے ساتھ، چہرے میں پائی جانے والی علامت اور نشان

[10] اور اس معاملے میں کثرت اور مبالغے سے کام لینا ـــــــ ہوسکتا ہے کہ یہ اس لیے فرمایا ہو کہ اس زمانے میں عرب میں سر منڈانا معروف نہ تھا، بلکہ ان کی علامت لمبے لمبے بال رکھنا تھا، سرمنڈانے کی مذمت اور اسے ناپسند

جاننے کی بنا پر ایسا نہیں فرمایا، کیونکہ سر منڈانا اللہ تعالیٰ کی علامت اور عبادت ہے اور اس کے نیک بندوں کی نشانی ہے، اسی طرح شارحین نے فرمایا، بعض محدثین نے فرمایا کہ تحلیق سے مراد، تکلف اور تصنع کے طور پر لوگوں کو حلقے بنا کر بٹھانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ——— یہ حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ باب معجزات کی پہلی فصل میں آئے گی، اس میں خوارج کی دوسری علامتیں بھی مذکور ہوں گی۔

٣٣٨٧/١١ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًى بَعْدَ اِحْصَانٍ فَاِنَّهٗ يُرْجَمُ وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا لِّلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اَوْ يُصْلَبُ اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ اَوْ يَقْتُلُ نَفْسًا فَيُقْتَلُ بِهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ کلمہ طیبہ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کی گواہی[1] دینے والے کسی مسلمان مرد کا خون بہانا جائز نہیں ہے۔ مگر تین خصلتوں میں سے ایک کے سبب (۱) محصن[2] ہونے کے بعد زنا کرنا کہ اسے رجم کیا جائے گا (۲) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے نکلا[3]، اسے قتل کیا جائے گا یا سولی چڑھایا جائے گا یا جلاوطن کر دیا جائے گا[4] (۳) کسی شخص کو قتل کر دے اس کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا[5]۔

(ابو داود)

---

[1] اس میں اشارہ ہے کہ اس سلسلے میں محض شہادت اور کلمہ طیبہ کا پڑھنا کافی ہے۔ تحقیق، تصدیق اور زائد عمل کی حاجت نہیں ہے۔

[2] احصان کا معنی ہے زانی کا آزاد، مسلمان، مکلف ہونا جس نے نکاح صحیح کے ساتھ وطی کی ہو۔

[3] اس سے مراد ڈاکو ہے جو راہزنی اور فساد کرتا ہے، جیسے کہ آیت مبارکہ میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (الآیۃ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں۔

[4] ڈاکو اگر کسی کو قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے، اگر قتل بھی کرے اور مال بھی لوٹے

تو اسے سولی پر لٹکایا جائے، فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ اسے ہلاک کر کے سولی پر لٹکایا جائے، یا زندہ لٹکایا جائے یہاں تک کہ مر جائے ـــــــ یُصَلَّبُ لام مشدد کے ساتھ، اور اگر مسافروں کو ڈرائے، دھمکائے، لیکن نہ تو کسی کو قتل کرے اور نہ مال لوٹے تو اسے زمین سے دور کیا جائے یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے اور کسی جگہ ٹھہرنے نہ دیا جائے تاکہ ہمیشہ خوف زدہ اور بھاگتا رہے اور آوارہ گردی کرتا ہوا مر جائے، یا یہ مطلب ہے کہ اسے اس کے شہر سے نکال دیا جائے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ نفی کی تفسیر یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے، ان تین حکموں کے درمیان اَوْ کلمہ تردید کا لانا ان صورتوں پر محمول ہے جو بیان کی گئیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ امام کو اختیار ہے کہ کسی بھی ڈاکو کو ان سزاؤں میں سے کوئی سی سزا دے دے، اسی طرح تفسیر میں ہے۔

[5] بطور قصاص۔

٣٣٨٨/١٢ وَعَنْ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَسْرُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ اِلٰی حَبْلٍ مَّعَهٗ فَاَخَذَهٗ فَفَزِعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُّرَوِّعَ مُسْلِمًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

ابن ابی لیلیٰ[1] سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت سفر کر رہے تھے[2] ان میں سے ایک شخص سو گیا، ایک صحابی نے جا کر سونے والے صحابی کے پاس موجود رسی کو پکڑ لیا تو وہ ڈر گئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کر دے[3]۔

(ابو داؤد)

---

[1] ابن ابی لیلیٰ کا نام عبد الرحمٰن ہے، مشہور اور مستند تابعی ہیں، ان کے والد ابو لیلیٰ صحابی ہیں جو غزوہ احد میں شریک ہوئے، ابن ابی لیلیٰ اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے چھ سال ابھی باقی تھے، وہ اپنے والد، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کی زیارت کی جو اپنے زمانے کے بے نظیر تھے، ان کے شاگرد ان کی بہت تعظیم کرتے تھے ۸۲ھ میں ان کا وصال ہوا، ان کے صاحبزادے محمد بن عبد الرحمٰن کو بھی ابو لیلیٰ کہتے ہیں، وہ فقہ کے مشہور امام، صاحب مذہب اور کوفہ کے قاضی تھے، کہتے ہیں کہ اگر محدثین، ابن ابی لیلیٰ کہیں تو ان کی مراد عبد الرحمٰن ہوتے

ہیں اور اگر فقہا کہیں تو وہ محمد بن عبد الرحمٰن مراد لیتے ہیں۔

؎۲ یسرون یا پر زبر، سین ساکن اور را پر پیش، سُری سین پر پیش، سے مشتق ہے جس کا معنی ہے رات کو چلنا، بعض نسخوں میں یسیرون ہے یعنی سیر کرتے تھے۔

؎۳ یعنی ایسا کام نہ کرے جو کسی مسلمان کے ڈر جانے اور خوف زدہ ہو جانے کا سبب بنے، جیسے کہ اس صحابی نے رسی پکڑلی تھی اور ان کا ساتھی سویا ہوا تھا، وہ ڈر گیا کہ یہ کون ہے اور کیا کر رہا ہے ـــــــ یُرَوِّعَ یا پر پیش اور واؤ مشدد، رَوْعٌ ڈرنے اور ڈرانے کے معنی میں آتا ہے۔ لازمی اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔

۳۳۸۹/۱۲ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهٗ وَمَنْ نَّزَعَ صِغَارَ كَافِرٍ مِّنْ عُنُقِهٖ فَجَعَلَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ فَقَدْ وَلَّی الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کوئی زمین اس کے جزیہ؎۱ کے ساتھ خریدی اس نے اپنی ہجرت ختم کر دی؎۲ اور جس نے کافر کی گردن سے ذلت اتار کر اپنے گلے میں ڈال لی؎۳ اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا

(ابوداؤد)

؎۱ یعنی اس کے خراج کے ساتھ، اس جگہ جزیہ سے مراد خراج ہے، ان کے درمیان علاقہ، لزوم ہے، جیسے جزیہ ذمی پر لازم ہو جاتا ہے اسی طرح زمین والے پر خراج لازم ہو جاتا ہے۔ ـــــــ مطلب یہ کہ جس نے خراج والی زمین کافر سے خرید لی اور خراج کی ادائی اپنے ذمہ لے لی۔

؎۲ وہ اسلامی ہجرت کے مقتضا سے نکل گیا، کیونکہ ذمی پر خراج کا ادا کرنا لازم تھا جب مسلمان نے اس معاملے میں اپنے آپ کو اس کی جگہ کھڑا کر لیا گویا اس نے مطالبہ کیا کہ اسلامی ہجرت واپس لے لی جائے اور اس سے باہر نکل گیا۔

؎۳ جیسے کہ اس جگہ زمین خرید کر، زمین کا خراج کافر سے لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔

؎۴ اور اسے چھوڑ دیا، یہ کلام سابق کا بیان، تتمہ اور اس کی تاکید ہے ـــــــ صغار صاد پر زبر، اور نقطے والی غین، خواری، یہ کفر کو لازم ہے جیسے عزت اسلام کو لازم ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ صَغار سے مراد وہ دھاگہ (جینو) ہے جو کافر گردن میں ڈالتے ہیں جیسے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے زمانے میں تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غیبی امر کی خبر دی، یا ممکن ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ کافروں کے ساتھ اس طرح کرنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٣٣٩٠ / ١٤ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً اِلٰى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُوْدِ فَاُسْرِعَ فِيْهِمُ الْقَتْلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُّقِيْمٍ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ لِمَ قَالَ لَا تَتَرَاءٰى نَارَاهُمَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت جریر بن عبداللہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر قبیلہ خثعم[2] کی طرف بھیجا، تو کچھ لوگوں نے سجدے کی پناہ لی[3] پس انہیں تیزی سے قتل کر دیا گیا[4]۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع[5] پہنچی تو آپ نے ان کے لیے آدھی دیت کا حکم دیا اور فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان مقیم ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا ایسا کیوں ہے؟ فرمایا: مسلمان اور کافر کی آگیں ایک دوسرے کو نہ دیکھیں[6]۔

(ابوداؤد)

---

[1] حضرت جریر مشہور صحابی ہیں، خوب صورت اور خوب سیرت تھے، اور قوم کے سردار تھے۔

[2] خثعم نقطے والی خاء پر زبر، تین نقطے والی ثاء ساکن، یمن کا ایک قبیلہ ہے، قاموس میں ہے خثعم ایک پہاڑ کا نام ہے اور جو لوگ اس کے پاس رہتے ہیں انہیں خثعمی کہا جاتا ہے، اور سریہ سین پر زبر، راء مخففہ کے نیچے زیر، آخر میں یاء مشددہ، لشکر کا ایک حصہ، کہتے ہیں کہ بہترین سریہ وہ دستہ ہے جو چار سو افراد پر مشتمل ہے۔

[3] یعنی جب لشکر کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گئے، ان کا مقصد اسلام کی علامت کا ظاہر کرنا تھا اور وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، اسی طرح حواشی میں ہے۔

[4] یعنی لشکر نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور ان کا مال سمیٹ لیا اور ان کے سجدے کا اعتبار نہ کیا۔

[5] لشکر کی کارروائی کی۔

[6] آپ نے پوری دیت کا حکم نہیں فرمایا باوجودیکہ ان کے اسلام کا علم ہو گیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے

کافروں کے درمیان قیام کرکے کسی حد تک اپنے قتل کا جواز فراہم کر دیا، جیسے کہ آیندہ فرمان میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

[7] یعنی ان کے گھر ایک دوسرے سے اتنے دور ہونے چاہییں کہ اگر ان میں آگ جلائی جائے تو ایک کی آگ دوسرے کو دکھائی نہ دے، یہ علت ہے کافروں کے درمیان قیام کرنے والے مسلمان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیزار ہونے کی۔

۳۳۹۱/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِیْمَانُ قَیْدُ الْفَتْكِ لَا یَفْتِكُ مُؤْمِنٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان شب خون مارنے سے رکاوٹ ہے[1]، مومن کسی کو اچانک قتل نہیں کرتا[2]۔

(ابو داؤد)

[1] یعنی ایمان دار کو اس سے روکتا ہے، جیسے کہ پاؤں کی بیڑی، چلنے اور حرکت کرنے سے روکتی ہے ——— فتك فا پر تینوں حرکتیں پڑھی جا سکتی ہیں، تا ساکن، اچانک پکڑنا اور اچانک قتل کرنا۔

[2] بے تحقیق کیے بغیر کہ وہ مومن ہے یا کافر، نیز اگر ذمی، عہد اور امان کی زندگی گزار رہا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر مفسد اور غدار ہو، مسلمان کو تکلیف دیتے فتنہ پروری اور فساد کے درپے ہو تو اس کا حکم دوسرا ہے جیسے کہ کعب بن اشرف یہودی کو اچانک قتل کر دیا گیا، نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل، آسمانی وحی کی بنا پر تھا اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۳۹۲/۱۶ وَعَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ اِلَی الشِّرْكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غلام بھاگ کر شرک[1] کی طرف چلا جائے تو اس کا خون حلال ہے[2]۔

(ابو داؤد)

[1] یعنی دار شرک کی طرف

[2] یعنی اگر اسے کوئی قتل کر دے تو وہ ضامن نہیں ہوگا، اگرچہ وہ غلام مرتد نہ ہو، اس کا خون اس لیے حلال ہو گیا کہ وہ مشرکوں کے پڑوس میں آگیا اور دار الاسلام کو چھوڑ گیا ——— شارحین نے غلام کی تخصیص کی وجہ بیان نہیں کی، گویا یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ عموماً غلام ہی بھاگ کر جاتے ہیں۔

۳۳۹۳
۱۷
وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ پر طعن کیا کرتی تھی، ایک شخص نے اس کا گلا دبا دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل قرار دیا؎۔

(ابوداؤد)

؎ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے جیسے کہ امام شافعی کا مذہب ہے، ہمارے نزدیک عہد نہیں ٹوٹتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ کفر ہے اور معاہدہ کے وقت جو کفر تھا وہ عہد کو منع نہیں کرتا تو بعد میں طاری ہونے والا کفر بھی معاہدہ کو منع نہیں کرے گا، اسی طرح ہدایہ میں ہے (اور یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا اس کا قتل ذمہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مسلمان کا دینی طیش کی بنا پر تھا جس کی بنا پر یہ حکم جاری ہوا ۱۲ مرآۃ۔ ——— اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی اور تنقیص کو سن کر برداشت کر جانا غیرت ایمانی کے منافی ہے اور گستاخ کو جہنم رسید کرنا ناموس عشق و ایمان کی پاسبانی ہے ۱۲ قادری)

۳۳۹۴
۱۸
وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جادوگر کی حد تلوار کا ایک وار ہے؎۔

(ترمذی)

؎ یعنی قتل کرنا ہے۔ ضربۃ تار کے ساتھ ایک دفعہ مارنا، ایک روایت میں ہے ضَرْبُہٗ ضمیر کے ساتھ، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر جادو موجب کفر ہو تو جادوگر کو قتل کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے کہ جادو کا عمل کرنا حرام ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ کفر ہے، البتہ اس کی تعلیم کے بارے میں تین قول ہیں (۱) حرام (۲) مکروہ (۳) مباح، اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۳۹۵/۱۹ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ خَرَجَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اُمَّتِيْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

تیسری فصل

حضرت اسامہ بن شریک[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خروج کرے[2] اس حال میں کہ میری امت میں جدائی ڈالنا چاہتا ہو[3] اس کی گردن مار دو[4]۔

(نسائی)

[1] اسامہ بن شریک شین پر زبر، صحابی ہیں، اہل کوفہ میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی حدیث اہل کوفہ میں معروف ہے۔

[2] اور امام کی اطاعت سے نکل جائے۔

[3] کلمہ اسلام میں اور شر واقع کرے۔

[4] پہلے اسے منع کیا جائے اور روکنے کی کوشش کی جائے، اور اگر اسے کوئی شبہ درپیش ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے۔ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کے ساتھ کیا۔

۳۳۹۶/۲۰ وَعَنْ شَرِيْكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنْتُ اَتَمَنّٰى اَنْ اَلْقٰى رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْئَلُهٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِيْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ

حضرت شریک بن شہاب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آرزو کرتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے ملاقات کر کے ان سے خوارج[2] کے بارے میں دریافت کروں، چنانچہ میں عید کے دن حضرت ابو برزہ[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے ساتھیوں کی جماعت میں ملا، میں نے انہیں عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوارج کا ذکر فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَيَّ وَ رَاَيْتُهُ بِعَيْنَيَّ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَاَعْطٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَّرَآءَهُ شَيْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَّرَآئِهٖ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَّقَالَ وَ اللّٰهِ لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِيْ رَجُلًا هُوَ اَعْدَلُ مِنِّيْ ثُمَّ قَالَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَاَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِيْقَةِ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

کا ارشاد اپنے کانوں سے سنا اور آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا[عہ]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مال لایا گیا، آپ نے دائیں اور بائیں جانب والوں کو عطا فرمایا اور پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا، آپ کے پیچھے سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا اے محمد! آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا[عہ]، وہ سیاہ فام، منڈے ہوئے سر والا ایک شخص تھا جس نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! تم ہمارے بعد کوئی ایسا شخص نہیں پاؤ گے جو ہم سے زیادہ عدل کرنے والا ہو، پھر فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ نکلیں گے، گویا یہ ان میں سے ہے[شہ]، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے، ان کی نشانی سر منڈانا ہے، وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری فرد مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا تم جب ان سے ملاقات کرو تو جان لو کہ وہ مخلوق کے بدترین افراد ہیں[شہ]۔

(نسائی)

[1] حضرت شریک بن شہاب بصری تابعی ہیں۔ خوارج کے بارے میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث روایت کی ہے۔

[2] جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ ان سے دریافت کروں کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

[3] حضرت ابوبرزہ بار پر زبر، رار ساکن، اس کے بعد زار الاسلمی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حاضر ہوئے اور عبداللہ بن خطل کو قتل کیا۔

[4] اور ان کے احوال کی خبر دیتے ہوئے۔

[5] ارشاد گرامی کے سننے کی تحقیق اور تاکید فرما رہے ہیں اور جب سننا دیکھنے کے ساتھ جمع ہو جائے تو زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

[6] اور اس مال کی تقسیم میں مساوات ملحوظ نہیں رکھی کہ کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہیں دیا، حالانکہ سب اس کے مستحق تھے۔

[7] اوپر والی چادر اور تہ بند

[8] ان کے گروہ اور طبقے سے ہے۔

[9] یا اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں پاؤ تو قتل کر دو، کیونکہ وہ مخلوق کے بدترین افراد ہیں۔

۳۳۹۷/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ غَالِبٍ رَاٰی اَبُوْ اُمَامَةَ رُءُوْسًا مَنْصُوْبَةً عَلٰی دَرَجِ دِمَشْقَ فَقَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰی تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ خَيْرُ قَتْلٰی مَنْ قَتَلُوْهُ ثُمَّ قَرَاَ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ "اَلْاٰيَةَ) قَالَ لِاَبِیْ اُمَامَةَ اَنْتَ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ

حضرت ابو غالب[1] سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق کے راستے پر کچھ سر لٹکے ہوئے دیکھے[2]، اور حضرت ابوامامہ نے فرمایا: یہ جہنم کی آگ کے کتے ہیں۔ آسمان کی وسعت[3] کے نیچے بدترین مقتول، بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں ان لوگوں نے قتل کیا، پھر یہ آیت پڑھی، جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے[4] (آیت کریمہ) ابو غالب نے حضرت ابوامامہ سے کہا: کیا آپ نے[5] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے؟

إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعًا مَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

انہوں نے فرمایا: اگر میں نے آپ سے صرف ایک، دو یا تین مرتبہ سنا ہوتا، یہاں تک کہ سات مرتبہ گنا، تو میں تمہیں یہ حدیث بیان نہ کرتا[5] (ترمذی، ابن ماجہ)

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے[6]

---

[1] ابوغالب، بصرہ کے رہنے والے تابعی ہیں، ان کا نام حَزَوَّر ہے حاء اور زاء اور نون پر زبر، واؤ مشدد اور آخر میں راء، ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک وہ ضعیف ہیں، بعض نے انہیں صالح حدیث والا کہا ہے، دارقطنی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں، حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے ابن عیینہ روایت کرتے ہیں۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہ خارجیوں کے سر تھے جنہیں قتل کیا گیا تھا ——— درج راء کی حرکت کے ساتھ، راستہ ——— دمشق دال کے نیچے زیر، میم پر زبر، اس کے نیچے زیر بھی آئی ہے۔

[3] ادیم زمین اور آسمان کے چہرے (ظاہر) کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے: ادیم، زمین اور آسمان کا وہ حصہ جو ظاہر ہے۔

[4] اس کے بعد ہے۔ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ جن کے چہرے سیاہ ہوئے ہوں گے انہیں کہا جائے گا کیا تم نے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو تم اپنے کفر کے سبب عذاب چکھو۔ بعض شارحین نے فرمایا: یہ مرتدین تھے، بعض نے کہا کہ اہل بدعت تھے۔ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ وہ خوارج تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[5] اس سلسلے میں کوئی ارشاد

[6] مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ ارشاد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت سنا تھا۔

[7] اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتاب القصاص مکمل ہوئی، اس کے بعد کتاب الحدود ہے۔

⑮ — کِتَابُ الْحُدُوْدِ

حدود کا بیان

لغت میں حد کا معنی منع کرنا ہے، اسی لیے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ بغیر اجازت کے اندر یا باہر جانے سے روکتا ہے، لوہے کو اس لیے حدید کہتے ہیں کہ وہ اثر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کو بھی حد کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی دفع اور منع کرنا بھی آتا ہے شرح کتاب حرقی میں ہے کہ شریعت میں واقع ہونے والی حدیں گناہوں میں واقع ہونے سے منع کرتی ہیں۔ نیز بندے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو بھی حدود اللہ کہا جاتا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ، وہ چیزیں جو شریعت میں معین کی گئی ہیں مثلاً طلاقوں کے لیے تین کی حد مقرر کرنا وغیرہ جیسے کہ ارشاد فرمایا۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، محرمات اور معین کردہ چیزوں میں بھی ممانعت کا معنی پایا جاتا ہے کہ ان کے قریب جانے اور ان سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہدایہ میں ہے شریعت میں حد اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ قصاص کو حد نہیں کہتے کہ وہ بندے کا حق ہے۔ تعزیر کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس کا اندازہ مقرر نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۳۹۸ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰی

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِّيْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلٰى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَّ بِجَارِيَةٍ لِّيْ ثُمَّ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ عَلٰى ابْنِيْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّ تَغْرِيْبُ عَامٍ وَّ اِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا غَنَمُكَ وَ جَارِيَتُكَ فَتُرَدُّ عَلَيْكَ وَ اَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّ تَغْرِيْبُ عَامٍ وَّ اَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ فَاغْدُ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا[۲]، ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ فرمایئے[۳]! دوسرے نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں[۴]، اور مجھے بات کرنے کی اجازت عطا فرمائیں[۵]، آپ نے فرمایا کہو، انہوں نے عرض کیا کہ میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا، تو اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا، مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی کا فدیہ[۶] دیا۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی[۷] ہے۔ اور رجم صرف اس کی بیوی پر ہے[۸]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان ضرور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور کنیز تم پر واپس کی جائیں گی۔۔ البتہ تمہارے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی[۹] ہے، انیس[۱۰]! تم صبح اس کی بیوی کے پاس جانا اگر وہ اقرار کر لے[۱۱]

تو اسے رجم کر دینا، چنانچہ اس نے اقرار
کر لیا اور حضرت انیس نے اسے رجم کر دیا[10]
(صحیحین)

---

[1] حضرت زید بن خالد مشہور صحابی ہیں۔ جہنی ہیں جیم پر پیش، ہا پر زبر، کوفہ ۷۸ھ میں عبدالملک کے زمانے میں ان کا وصال ہوا۔ بعض علماء نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دنوں میں پچاسی سال کی عمر میں وصال ہوا۔

[2] ان کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ فیصلہ کروانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[3] یہ اس امر پر بنی ہے کہ پہلے رجم کی آیت قرآن پاک میں تھی پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی یا کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

[4] ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق حکم فرمائیں اس لیے تھا کہ انہوں نے لوگوں سے اس مسئلے کا حکم پوچھا تھا اور انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ کتاب اللہ کا یہ حکم نہیں ہے لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکم فرمائیں، ورنہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنے کی کیا حاجت تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں جب کہ آپ کتاب اللہ کے بغیر فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔

[5] تاکہ میں صورت حال عرض کروں۔

[6] فدیہ سر کی قیمت۔

[7] غربۃ غین پر پیش، اپنی جگہ سے دور ہونا تَغْرِیْبٌ شہر سے دور کرنا۔

[8] معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکا محصن نہیں تھا اور عورت محصنہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں، آپ تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ صحابہ کرام سے بھی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

[9] اس جلاوطنی کو بعض علماء حد میں داخل قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حد میں داخل نہیں ہے بلکہ ازراہ سیاست اور تعزیر ہے اور امام کی رائے کے سپرد ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔

[10] انیس ہمزے پر پیش اور نون پر زبر، ابن ضحاک اسلمی ایک شخص کا نام ہے جو عورت کی قوم کا سردار تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عورت پر حد جاری کرنے کے لیے بھیجا۔

[11] کہ اس نے زنا کیا ہے۔

[12] ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حد زنا میں ایک اقرار کافی ہے۔ جیسے کہ امام شافعی کا مذہب ہے، بعض علما فرماتے ہیں کہ چار اقرار شرط ہیں۔ بعض نے یہ بھی اضافہ کیا کہ چار مجلسیں شرط ہیں جیسے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۳۳۹۹ ۲ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت زید بن خالد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ غیر محصن[2] زانی کے بارے میں سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کا حکم دے رہے تھے (بخاری)

[1] حضرت زید بن خالد جہنی، صحابی جن کا گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔

[2] لم یحصن یا پر پیش اور صاد کے نیچے زیر ـــــــ محصن کے صاد پر زبر اور اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں، شرح میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے، احصان کا معنی ہے ایسا آزاد عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا جس نے نکاح صحیح سے وطی کی ہو۔

۳۴۰۰ ۳ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا۔ اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی[1]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنگسار کیا اور آپ کے بعد ہم نے سنگسار کیا، رجم، اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ثابت ہے اس مرد اور عورت پر جس نے محصن ہوتے ہوئے زنا کیا، جب گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار[2]۔ (صحیحین)

[1] جس کی تلاوت بعد میں منسوخ ہو گئی۔

[2] گواہوں اور اقرار کا حکم ثابت ہے اور حمل کا حکم منسوخ ہے[ع]۔

۳۴۰۱ ۱۴ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ وَّالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّالرَّجْمُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبادہ بن صامت[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو[2] اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے واضح طریقہ مقرر[3] فرما دیا ہے، کنوارا، کنواری سے زنا کرے تو ایک سو کوڑے اور یک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ، شادی شدہ[4] سے کرے تو سو کوڑے اور رجم ہے۔ (مسلم)

[1] حضرت عبادہ بن صامت، اکابر صحابہ اور نقبائے انصار میں سے ہیں۔

[2] یہ علم اور حکم

[3] کنوارے اور محصن کے درمیان فرق کے لیے

[4] ثیب سے مراد محصن ہے اور بکر سے مراد غیر محصن ہے۔ اس سے کنوارے کے شادی شدہ عورت سے زنا کا حکم بھی معلوم ہو گیا ——— اس حدیث سے کوڑے مارنے اور رجم کو جمع کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے اصحاب ظواہر اور بعض صحابہ اور تابعین نے اسی کو اختیار کیا ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جس پر رجم ہے اس کے کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم فرمایا اور کوڑے نہیں مارے، اسی طرح غامدیہ عورت کی حدیث میں ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا، اسی طرح حضرت انیس کی حدیث میں ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔

[ع] زانی محصن کو رجم کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا زنا شرعی طریقے سے ثابت ہو. چار مرد مسلمانوں کی گواہی جو زنا کا مشاہدہ کریں۔ یا بغیر خاوند والی عورت کو حمل قائم ہو جائے، خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ، خواہ خاوند والی مگر خاوند مفقود یا غائب شرعی ہو یا شرعی اقرار ہو چار بار، اس کے بغیر رجم نہیں کیا جا سکتا۔ خیال رہے کہ جیسے نماز کی رکعتیں، زکوٰۃ کی مقدار قرآن میں موجود نہیں مگر حق ہے اس کا انکار کفر ہے، ایسے ہی رجم اگرچہ اب قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے۔ خیال رہے کہ خوارج کے سوا کسی فرقہ اسلامیہ نے رجم کا انکار نہ کیا. ان کا انکار محض باطل۔ (مرقاۃ) ۱۲ مرآۃ

٣٤٠٢/٥ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِى التَّوْرَاةِ فِىْ شَاْنِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نُفْضِحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا اٰيَةُ الرَّجْمِ تَلُوْحُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ فِيْهَا اٰيَةَ الرَّجْمِ وَلٰكِنَّا نَتَكَاتَمُهٗ بَيْنَنَا فَاَمَرَ بِهِمَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ ان کے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا، تم توراۃ میں رجم کے بارے میں کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا یہی کہ ہم زانیوں کو رسوا کریں اور انہیں کوڑے لگائے جائیں[1]، حضرت عبد اللہ بن سلام[2] نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا، توراۃ میں تو رجم کا حکم ہے، توراۃ لاؤ، اسے کھولا گیا تو ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا[3] اس سے پہلی اور پچھلی عبارت پڑھی، حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اچانک دیکھا کہ توراۃ میں رجم کا حکم موجود تھا، بعض یہودیوں نے کہا اے محمد! عبد اللہ نے سچ کہا، توراۃ میں رجم کا حکم موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا[4]، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت چمک رہی تھی، اس شخص[5] نے کہا اے محمد! توراۃ میں رجم کی آیت بلاشبہ موجود ہے لیکن ہم اسے آپس میں چھپاتے ہیں، چنانچہ آپ کے

فَرُجِمَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حکم پر ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔

(صحیحین)

ف۱ اس عبارت میں اشارہ ہے کہ رسوا کرنا ان کے سپرد تھا، البتہ کوڑے لگانا لازم تھا۔

ف۲ عبداللہ بن سلام یہودیوں کے علماء اور احبار میں سے تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے ابتدائی دنوں میں ایمان لائے۔

ف۳ آیت رجم توراۃ میں موجود تھی ہاتھ رکھ کر اسے چھپا دیا۔

ف۴ اگر کہا جائے کہ رجم کے لیے محصن ہونا شرط ہے اور احصان کے لیے اسلام شرط ہے۔ وہ یہودی مسلمان نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے لیے رجم کا حکم کیونکر دیا، ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی کو توراۃ کے حکم کے مطابق رجم کیا گیا اور ان کے دین میں احصان شرط نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن پاک کا حکم نازل ہونے سے پہلے توراۃ کے مطابق عمل فرمایا۔ جب قرآن پاک کا حکم نازل ہوا تو توراۃ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسلام احصان کے لیے شرط نہیں ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور الزام ان کے دین کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور وہ مرد و زن ان کے گمان کے مطابق مسلمان تھے۔

ف۵ ہاتھ رکھنے والے نے یا کسی دوسرے یہودی نے۔

۳۴۰۳ ۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحّٰى بِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِيْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَلَمَّا شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ کو پکار کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، تو وہ اس طرف حاضر ہوا جس طرف آپ نے رخ انور پھیرا تھا، اور عرض کیا میں نے زنا کیا ہے۔ پھر آپ نے چہرہ مبارک پھیر لیا، جب اس نے چار مرتبہ گواہی دی[ف۱] تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: کیا تم پاگل

فَقَالَ اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا
فَقَالَ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ يَا
رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اِذْهَبُوْا
بِهٖ فَارْجُمُوْهُ قَالَ بْنُ شِهَابٍ
فَاَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ
عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمَدِيْنَةِ
فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ
حَتّٰى اَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ
حَتّٰى مَاتَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ
رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ جَابِرٍ
بَعْدَ قَوْلِهٖ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ
بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا
اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَاُدْرِكَ
فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ لَهٗ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَيْرًا وَّصَلّٰى عَلَيْهِ۔

ہو[2]۔ اس نے کہا نہیں، فرمایا: کیا تم محصن ہو، عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ فرمایا: اسے لے جا کر رجم کرو، ابن شہاب[3] نے کہا کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے اسے مدینہ منورہ میں رجم کیا جب اسے پتھر لگے[4] تو بھاگ کھڑا ہوا، ہم نے اسے حرہ[5] میں جا لیا اور رجم کیا، یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ (صحیحین)

حضرت جابر سے امام بخاری کی ایک روایت میں قَالَ نَعَمْ[6] کے بعد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو اس شخص کو عیدگاہ میں رجم کیا گیا، جب اسے پتھر لگے تو بھاگ نکلا، اسے پکڑ کر رجم کیا گیا یہاں تک کہ مرگیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کلمہ خیر فرمایا[7] اور اس پر نماز جنازہ پڑھی

---

[1] یعنی اپنے بارے میں چار مرتبہ اقرار کیا، جب انہوں نے اپنے بارے میں اقرار کیا تو گویا اپنے اوپر ایسی چیز کی گواہی دی جو حد کو واجب کرنے والی ہے۔

[2] کہ تم گناہ کا اظہار کر رہے ہو اور اپنے قتل کا باعث بن رہے ہو، تمہیں توبہ کرنی چاہیے۔

[3] ابن شہاب زہری مشہور تابعین میں سے ہیں۔

[4] اصل میں اذلاق کا معنی ہے کمزور اور بے چین کر دینا۔

[5] حرہ بے نقطہ حا پر زبر اور را مشدد، وہ جگہ جہاں سنگریزے بکھرے ہوئے ہوں۔

[6] جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد ھَلْ اَحْصَنْتَ کے بعد کہا۔

[7] یعنی تعریف فرمائی اور دعائے رحمت کی ـــــــ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم

کیے جانے والے کو باندھا نہیں جائے اور اس کے لیے گڑھا بھی نہیں کھودا جائے گا، ورنہ فرار ممکن نہیں تھا، ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لیے گڑھا کھودا جائے گا اور یہ احسن ہے۔ (تاکہ بے پردگی بھی نہ ہو۔)

٣٤٠٤ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَتٰی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنِكْتَهَا لَا يَكْنِيْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ماعز بن مالک[1] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا: شاید کہ تم نے بوسہ لیا ہوگا، یا ہاتھ سے اسے دبایا ہوگا[2]، یا اسے دیکھا ہوگا[3]، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا نہیں ہے، فرمایا: کیا تم نے اس سے جماع کیا ہے[4]، [5]آپ نے اس فعل کا ذکر بطور کنایہ نہیں کیا؟ انہوں نے کہا ہاں! تو اس وقت آپ نے ان کے رجم کا حکم دیا۔

(بخاری)

---

[1] ماعز اسلمی بے نقطہ عین اور زاء کے ساتھ ——— انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔

[2] یا غمزت کا معنی ہے کہ تم نے آنکھ اور ابرو سے اشارہ کیا ہوگا۔

[3] مطلب یہ ہے کہ تم نے وہ کام کیا ہوگا جو زنا کے ابتدائی افعال اور مقدمات میں سے ہے اور تم نے اسے زنا خیال کر لیا اور اسے زنا کہہ رہے ہو۔

[4] اَنِکْتَہَا ہمزہ استفہام پر زبر، نون کے نیچے زیر اور کاف ساکن

[5] بلکہ صراحۃً فرمایا کہ تم نے اس سے جماع کیا ہے۔ کیونکہ کنایہ کے لفظ سے حد واجب نہیں ہوتی

——— نیک نون پر زبر، یاء ساکن، جماع کرنا، نائک اس سے اسم فاعل، نَیّاک اس سے مبالغہ۔

٣٤٠٥ ٨ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَ تُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِّمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ جَآءَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ غَامِدٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک فرما دیں۔ آپ نے فرمایا، تجھ پر افسوس![۲] واپس جا، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کر حضرت بریدہ فرماتے ہیں۔ وہ تھوڑی دور گئے پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک فرما دیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے جیسی بات فرمائی[۳]، یہاں تک کہ چوتھی بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کس سلسلے[۴] میں تمہیں پاک کروں؟ انہوں نے کہا زنا سے[۵]، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ کیا یہ پاگل ہے[۶]؟ بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے، فرمایا: کیا اس نے شراب پی رکھی ہے[۷]، ایک شخص نے اٹھ کر انہیں سونگھا[۸] تو ان سے شراب کی بو محسوس نہیں کی، آپ نے فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے حکم دیا تو انہیں رجم کر دیا گیا صحابہ کرام دو یا تین دن ٹھہرے[۹] پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے دعائے مغفرت کرو[۱۰]، انہوں نے ایسی توبہ کی کہ اگر بڑی جماعت[۱۱] میں تقسیم کر دی جائے تو ان سب کے لیے کافی ہو، پھر ازد کے قبیلہ غامد[۱۲] کی ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا

اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِيْ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ تُرِيْدُ اَنْ تُرَدِّدَنِيْ كَمَا رَدَدْتَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ اِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنٰى فَقَالَ اَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَا فِيْ بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَّلَهَا رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ قَالَ اِذًا لَّا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَّيْسَ لَهٗ مَنْ يُّرْضِعُهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِلَيَّ رَضَاعُهٗ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَرَجَمَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا اذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ اذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ وَفِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهٗ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ

یارسول اللہ! مجھے پاک فرمادیں! فرمایا: تجھ پر افسوس! واپس جا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کر، کہنے لگی کہ کیا آپ مجھے اسی طرح واپس فرمانا چاہتے ہیں؟ جیسے آپ نے ماعز بن مالک کو[۱۳] واپس کیا تھا، یہ بندی[۱۴] زنا سے حاملہ ہے، فرمایا: تم[۱۵]؟ عرض کیا ہاں[۱۶]! فرمایا[۱۷]: یہاں تک کہ اپنے پیٹ کے بچے کو جنو، حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری مرد نے اس کی نگہداشت کا ذمہ لیا[۱۸]، یہاں تک کہ اس نے بچے کو جنم دیا، وہ انصاری نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا غامدیہ نے بچہ جن دیا ہے، فرمایا: ابھی ہم اسے رجم نہیں کریں گے اور اس کے بچے کو اس حال میں کم عمر نہیں چھوڑیں گے کہ کوئی اسے دودھ پلانے والا نہ ہو[۱۹]، پس ایک دوسرے انصاری نے کھڑے ہو کر کہا اے اللہ کے نبی! اس بچے کو دودھ پلانا میرے ذمہ ہے، راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اس عورت کو سنگسار کر دیا[۲۰]، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اس عورت کو فرمایا: تو جا یہاں تک کہ بچہ جنے، جب اس نے بچہ جنا، تو فرمایا: جا یہاں تک کہ تو اس کا دودھ چھڑا دے۔ جب اس عورت

مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحَفَرَ لَهَا اِلٰى صَدْرِهَا وَ اَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَاْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَ دُفِنَتْ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

سے نے بچے کا دودھ چھڑا دیا، تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے کو لائی، بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، عورت نے کہا! اے اللہ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اس نے کھانا کھایا ہے۔ آپ نے بچہ ایک مسلمان مرد کے سپرد کر دیا، پھر آپ کے حکم پر اس عورت کے لیے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے رجم کر دیا، اتنے میں خالد بن ولید ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر دے مارا، جس سے خون کے چھینٹے حضرت خالد کے چہرے پر پڑے، تو انہوں نے اس عورت کو برا کہا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خالد! رک جائے[21]، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایسی توبہ ناجائز خراج اور عشر لینے والا[22] کرتا تو اسے بخش دیا جاتا، پھر آپ نے اس پر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اس پر نماز پڑھی[23] اور اسے دفن کر دیا گیا

(مسلم)

[1] حضرت بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں اور ان کے حالات کئی جگہ لکھے جا چکے ہیں

[2] ویح ایسا کلمہ ہے جو ترحم اور تعجب کے مقام پر بولا جاتا ہے۔ اور ویل عذاب اور توبیخ کا کلمہ ہے۔

ھ۳ یعنی فرمایا کہ واپس جاؤ اور توبہ و استغفار کرو ______ وہ یہی کہتے رہے کہ مجھے پاک فرمائیں۔

ھ۴ کس چیز میں اور کس چیز سے پاک کروں؟ ایک روایت میں ہے مِمَّ اُطَهِّرُكَ تمہیں کس چیز سے پاک کروں۔

ھ۵ اور اس کی آلودگی سے۔

ھ۶ اور یہ بات پاگل پن کی بنا پر کہہ رہا ہے؟

ھ۷ اور یہ بات مستی اور نشے کی بنا پر کہتا ہے؟

ھ۸ نکہت منہ کی بو۔

ھ۹ یعنی رجم کے بعد دو تین دن گزر گئے، مگر ان کا کوئی تذکرہ نہ ہوا۔

ھ۱۰ یعنی ان کے لیے مزید مغفرت اور ترقی درجات کی دعا کرو، حد کے قائم کرنے سے ان کی مغفرت تو ہو چکی ہے۔

ھ۱۱ قاموس میں ہے امت اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی طرف پیغمبر بھیجا گیا ہو۔ ______ حد کے قائم کرنے کو اس لیے توبہ قرار دیا کہ انہیں توبہ کی طرح حد کے ذریعے گناہ سے برات اور پاکیزگی حاصل ہوگئی، توبہ، نفس کے قتل کرنے کے حکم میں ہے اور اس جگہ تو نفس کو حقیقۃً قتل کر دیا گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

ھ۱۲ غامد نقطے والی غین اور میم کے نیچے زیر، یمن کا ایک قبیلہ، ازد زا کے ساتھ، سین کے ساتھ بھی آیا ہے اور یہ زیادہ فصیح ہے، ازد بن یغوث قبیلے کا باپ تھا، سب انصار اسی کی اولاد ہیں۔ اسے ازد شنوءہ بھی کہتے ہیں۔

ھ۱۳ پہلی مرتبہ

ھ۱۴ اپنے آپ کو لفظ غائب کے ساتھ یہ بتانے کے لیے ذکر کیا کہ وہ مقام قرب کے لائق نہیں ہے یعنی میں زنا سے حاملہ ہوں اور بے شک و شبہ میں نے زنا کیا ہے۔

ھ۱۵ تم نے زنا کیا ہے اور تم زنا سے حاملہ ہو؟ یہ ایک قسم کا تغافل ہے۔ اور زنا سے اس کی دوری بیان کرنا اور اس کی تردید ہے۔

ھ۱۶ میں نے زنا کیا ہے اور میں اس سے حاملہ ہوں۔

ھ۱۷ ہم تمہیں چھوڑتے ہیں اور تمہیں حد نہیں لگاتے۔

۵۱۸ یعنی انہوں نے ذمہ لیا کہ بچے کی پیدائش تک میں اس کی دیکھ بھال کروں گا۔

۵۱۹ یعنی اگر ہم اسے رجم کر دیں تو اس کا بچہ چھوٹا رہ جائے گا، کوئی اس کی پرورش کرنے والا نہیں ہوگا، اور وہ ہلاک ہو جائے گا، ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ ولد زنا، عذاب اور ہلاکت کا مستحق نہیں ہے کیونکہ اس جرم میں اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

۵۲۰ یعنی اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

۵۲۱ اور اسے گالی نہ دو۔

۵۲۲ مکس میم پر زبر، کاف ساکن، ناجائز طور پر عشر اور خراج لینا، نہایہ میں ہے مکس وہ خزانہ ہے جو عشر وصول کرنے والا حاصل کرتا ہے ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکس بڑے گناہوں

ع۵ رجم اسلامی سزا ہے

آج منکرین حدیث اور تجدد زدہ لوگ رجم کے اسلامی حکم ہونے کا انکار کرتے ہیں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رجم کے اسلامی حکم ہونے پر قرآنی آیات سے روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب اللہ میں رجم کا حکم موجود ہے۔ البتہ صراحت کے ساتھ اس کا ذکر احادیث صحیحہ کثیرہ میں وارد ہے۔ نفس رجم کے ثبوت میں وہ احادیث متواترۃ المعنی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کی سزا دی، پھر خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا، تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے اور تابعین و اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین اور جمہور امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رجم اسلامی سزا ہے۔ اور کتاب و سنت کے خلاف نہیں، چند خوارج کا اختلاف کچھ وقعت نہیں رکھتا (رجم اسلامی سزا ہے ص ۴) مزید فرماتے ہیں۔ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ۔ (المائدہ آیت ۴۳) اور اے رسول وہ (یہودی) کس طرح آپ کو اپنا حکم فرماتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے ـــــ اس آیت کریمہ میں لفظ "حکم اللہ" کے معنی متواتر صرف رجم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک یہی معنی تواتر سے منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔ جس طرح قرآن کے الفاظ منقول متواتر "قرآن" ہیں بالکل اسی طرح قرآن کے معانی منقولہ متواترہ بھی قرآن ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ اَلْقُرْاٰنُ اِسْمٌ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰى جَمِيْعًا۔ یعنی قرآن لفظ اور معنی کے مجموعہ کا نام ہے، بے شک لفظ "رجم" اس آیت میں صراحۃً مذکور نہیں، لیکن "حکم اللہ" کے معنی چونکہ "رجم" ہی ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رجم کے معنی اللہ کی کتاب میں حق ہیں۔ اس کے معنی کی نفی مراد نہیں، اور معنی تواتر سے ثابت ہیں تو یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ قرآن میں رجم حق ہے یعنی اس کا حکم موجود ہے (رجم اسلامی سزا ص ۱۲-۱۳)

یں سے ہے، کیونکہ اس نے لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے بہت سے مطالبات اس کے ذمہ ہوتے ہیں، قاموس میں مکس، کمی کرنا اور ظلم کرنا۔

۵۲۳ جمہور محدثین کے نزدیک صلّٰی، صاد اور لام کی زبر کے ساتھ، یعنی صیغہ معلوم ہے، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اس عورت کی نماز جنازہ پڑھی، امام طبری ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد کی روایت میں صُلِّیَ صاد پر پیش اور لام کے نیچے زیر، صیغہ، مجہول کے ساتھ ہے یعنی صحابہ کرام نے نماز جنازہ پڑھی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی، امام ابو داؤد کی ایک روایت میں صراحۃً آیا ہے کہ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز نہیں پڑھی بلکہ صحابہ کرام کو نماز پڑھنے کا حکم دیا، اسی لیے اس پر نماز پڑھنے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک اسے مکروہ کہتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ امام اور اہل فضیلت نماز نہ پڑھیں، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور دیگر فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص کلمہ طیبہ پڑھنے والا ہو اس پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ فاسق اور حد لگایا ہوا ہی کیوں نہ ہو، امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

۳۴۰۶/۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا
زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَتَبَیَّنَ
زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا
یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ
فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ
ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ
فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَ
لَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی کنیز زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے حد لگائے[1] اور سرزنش نہ کرے[2]، پھر اگر زنا کرے تو اسے حد لگائے اور ڈانٹ، پھٹکار نہ کرے، اس کے بعد اگر پھر زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے بیچ دے اگرچہ بالوں کی ایک رسی کے بدلے ہی ہو[3]۔

(صحیحین)

---

[1] علماء شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مولا کو اپنی کنیز پر حد جاری کرنے کا اختیار ہے۔ احناف کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ وہ حد جاری کرنے کا سبب اور وسیلہ بنے اور اسے حاکم کے پاس لے جائے تاکہ اس پر حد جاری کرے، لونڈی کو آزاد عورتوں کی نسبت آدھے (پچاس) کوڑے لگائے جائیں گے

کنیز اور غلام پر رجم (سنگسار کرنا) نہیں ہے (کیونکہ رجم کے لیے محصن ہونا شرط ہے اور محصن ہونے کی ایک شرط آزاد ہونا ہے ۱۲ قادری)

۵۲ یعنی کنیز کو کوڑے لگائے اور سرزنش پر اکتفا نہ کرے، جیسے کہ حد کا حکم نازل ہونے سے پہلے زانیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے پر اکتفا کیا جاتا تھا ——— ظاہر ہے کہ مطلب یہ ہے کہ حد لگانے کے بعد ڈانٹ پھٹکار نہ کرے، کیونکہ حد، اس کے گناہ کا کفارہ بن چکی ہے، اس کے بعد سرزنش کا کیا مطلب؟ یہ حکم کنیز کے ساتھ خاص نہیں ہے، آزاد عورت کا بھی یہی حکم ہے، لیکن چونکہ عموماً کنیزیں، زجر و توبیخ اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنتی ہیں اس لیے ان کا خصوصی طور پر ذکر کیا ——— صراح میں تَثرِیبٌ سرزنش کرنا اور سخت برا بھلا کہنا۔

۵۳ سوال:۔ مالک، کنیز کو اس لیے فروخت کرے گا کہ وہ اس سے خوش نہیں ہے، جب وہ اسے اپنے لیے پسند نہیں کرتا تو اپنے مسلمان بھائی کے لیے کیسے پسند کرے گا۔ شعر

ہر چہ بر نفس خویش نہ پسندی
نیز بر نفس دیگرے مپسند

جو چیز تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرو۔

جواب:۔ وہ اس لیے فروخت کرتا ہے کہ ممکن ہے خریدار کی ہیبت، اس کے خوف یا اس کے احسان کی بنا پر، اس کے ہاں زنا کی مرتکب نہ ہو، کیونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور یہ بھی، ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا نکاح کر دے۔

۳۴۰۷/۱۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَقِيْمُوْا عَلٰى اَرِقَّآئِكُمُ الْحَدَّ مَنْ اَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ يُحْصِنْ فَاِنَّ اَمَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَجْلِدَهَا فَاِذَا هِيَ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيْتُ اِنْ اَنَا جَلَدْتُّهَا اَنْ اَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، اے لوگو! اپنے مملوکوں پر حد جاری کرو، خواہ وہ محصن[۵۱] ہوں یا نہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک کنیز نے زنا کیا تو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤں، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے کچھ وقت پہلے بچہ جنا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو اسے قتل ہی کر دوں گا[۵۲]۔ میں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ قَالَ دَعْهَا حَتّٰى يَنْقَطِعَ دَمُهَا ثُمَّ أَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ وَأَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔

تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا (مسلم) امام ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا؛ اسے چھوڑ دو، یہاں تک کہ اس کا خون رک جائے، پھر اسے کوڑے مارنا۔ اور اپنے مملوکوں پر حدیں جاری کرو۔

---

[۱] اس جگہ محصن سے مراد شادی شدہ ہے۔

[۲] اس کی کمزوری اور ناتوانی کے پیش نظر، کیونکہ نفاس، بیماری کے حکم میں ہے، اس لیے تندرست ہونے تک حد موخر کی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۳۴۰۸ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ[۱۱] مَاعِزُنِ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ إِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَأَمَرَ بِهٖ فِي الرَّابِعَةِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَّعَهٗ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ بِهٖ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ماعز اسلمی نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا بے شک اس نے زنا کیا ہے۔ تو آپ نے ان سے رخ انور پھیر لیا، پھر انہوں نے دوسری طرف سے آکر عرض کیا کہ اس نے زنا کیا ہے، پھر آپ نے رخ انور پھیر لیا، پھر وہ اس طرف حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! بے شک اس نے زنا کیا ہے[۱]، پس آپ نے چوتھی مرتبہ ان کے بارے میں حکم فرمایا[۲] انہیں پتھریلی زمین کی طرف نکالا گیا اور پتھروں سے رجم کیا گیا، جب انہوں نے پتھروں کی چوٹ کو محسوس کیا[۳] تو تیزی

مَاتَ فَذَكَرُوْا3 ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ فَرَّحِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَ مَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) وَ فِيْ رِوَايَةٍ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

سے دوڑ پڑے، یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی، انہوں نے وہی انہیں دے ماری، اور لوگوں نے بھی انہیں مارا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ جب انہوں نے پتھروں کی چوٹ اور موت کی گرفت محسوس کی تو بھاگ اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیا۔؟ (امام ترمذی، ابن ماجہ) ایک روایت میں ہے کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتے[۵] اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا۔

[۱] اس دفعہ ماعز نے ندا کا اضافہ کیا، اس میں مقصد کی زیادہ تاکید اور پر زور اصرار ہے۔

[۲] کہ انہیں پتھریلی زمین کی طرف لے جاؤ۔

[۳] اور اس کی تکلیف محسوس کی۔

[۴] لحی لام پر زبر، حا ساکن، وہ جگہ جہاں آدمی کی داڑھی اگتی ہے، اور اونٹ کی وہ جگہ جہاں دانت اُگتے ہیں، مراد وہ ہڈی ہے جو اس جگہ ہوتی ہے۔

[۵] اور گناہ سے رجوع کر لیتے۔

۳۴۰۹/۱۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَالَ فَمَا بَلَغَكَ عَنِّيْ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک کو فرمایا: کیا وہ بات حق ہے؟ جو مجھے تمہارے بارے میں پہنچی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے

بَلَغَنِيْ أَنَّكَ قَدْ وَقَعْتَ بِجَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بارے میں آپ کو کیا بات پہنچی ہے؟ فرمایا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے آل فلاں[۵۱] کی لونڈی سے زنا کیا ہے، انہوں نے کہا جی ہاں! اور چار مرتبہ گواہی دی[۵۲]، آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو انہیں رجم کیا گیا (امام مسلم[۵۳])

[۵۱] ایک قبیلے کا نام ہے، وقاع بکثرت، جماع سے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

[۵۲] یعنی چار مرتبہ اقرار کیا۔

[۵۳] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ اس حدیث کو پہلی فصل میں لانا چاہیے تھا ــــــ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماعز کے زنا کا علم تھا، لہٰذا آپ نے ان سے اقرار کروایا، جب کہ دوسری حدیثیں اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں۔ (جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود حاضر ہو کر اقرار کیا ۱۲ قادری) اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اختصار ہے، قصے کی تفصیل میں جائے بغیر اصل رجم کا بیان کر دیا، اور ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماعز کے زنا کی خبر سنی ہو پھر ان سے اقرار کروایا اور اس کے بعد رخ انور پھیر لیا، جیسے کہ دوسری حدیثوں میں تفصیل ہے۔ اس لیے منافات نہیں ہے۔

۳۴۱۰/۱۳ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ مَاعِزًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَرَّ عِنْدَهٗ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَأَمَرَ بِرَجْمِهٖ وَقَالَ لِهَزَّالٍ لَوْ سَتَرْتَهٗ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَّكَ قَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ إِنَّ هَزَّالًا أَمَرَ مَاعِزًا أَنْ يَّأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرَهٗ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

یزید بن نعیم[۱] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چار مرتبہ اقرار کیا تو آپ نے ان کے رجم کا حکم فرمایا، اور حضرت ہزال[۲] کو فرمایا: اگر تم انہیں اپنے کپڑے سے ڈھانپتے[۳] تو تمہارے لیے بہتر ہوتا، ابن المنکدر[۴] کہتے ہیں کہ حضرت ہزال نے ماعز کو کہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال بیان کریں۔

(ابو داؤد)

۵۱ یزید بن نعیم نون پر پیش، عین پر زبر، حجازی تابعی ہیں، ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے، اپنے والد اور حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں اور زید بن اسلم کے معاصرین میں سے ہیں۔

۵۲ ہزال ہا پر زبر اور زا مشدد، اسلمی صحابی ہیں، ان سے ان کے صاحبزادے نعیم، پوتے یزید اور محمد بن المنکدر روایت کرتے ہیں، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ محمد بن المنکدر ان کے صاحبزادے نعیم سے روایت کرتے ہیں، حضرت ہزال کی ایک کنیز تھی جسے انہوں نے آزاد کر دیا تھا، ماعز نے اس کنیز سے غیر شرعی فعل کیا، حضرت ہزال کو علم ہوا تو انہوں نے ماعز کو مشورہ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کریں۔

۵۳ اور ان کے زنا کے واقعے کو ظاہر نہ کرتے۔

۵۴ محمد بن المنکدر جو تابعی ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں۔

۳۴۱۱/۱۴ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافُوا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حدوں کو آپس میں معاف کر دیا کرو[1] اور جو حد مجھے پہنچی (اور ثابت ہو گئی) تو اس کا قائم کرنا واجب ہو گیا۔

(ابوداؤد، نسائی)

[1] اور انہیں محو کر دیا کرو، یہ حکمرانوں کے ماسوا افراد (عوام) کو خطاب ہے، یعنی حدود کو واجب کرنے والی چیزوں کو معاف کرو، انہیں چھپاؤ اور حکام تک مقدمہ نہ لے جاؤ، سلاطین اور حکام کے لیے جائز نہیں کہ جب ان کے سامنے مقدمہ پیش ہو جائے تو اسے معاف کر دیں۔

۳۴۱۲/۱۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مروت اور وجاہت والے لوگوں[1] کی لغزشوں کو معاف کر دو، سوائے حدود کے[2] (ابوداؤد)

ف۱ یعنی عزت اور شان والے لوگوں کو ——— بعض محدثین نے فرمایا کہ متقی اور پرہیزگار حضرات مراد ہیں ——— ہیئت کا معنی اصل میں صورت اور شکل ہے، اس جگہ وہ حالت مراد ہے جس کے ساتھ آدمی موصوف ہے مثلاً اخلاق اور اعمال ——— مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ اگر اچانک کسی گناہ اور لغزش میں واقع ہو جائیں تو اس کی پردہ داری کرنی چاہیے اور اسے فاش نہیں کرنا چاہیے۔

ف۲ مگر حدود شرع خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے، کیونکہ ان کا بجالانا اور انہیں قائم کرنا اور ان سے درگزر نہ کرنا ضروری ہے، یہ حکام کو خطاب ہے ۔

۳۴۱۳/۱۶ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ قَدْ رُوِيَ عَنْهَا وَلَمْ يُرْفَعْ وَهُوَ اَصَحُّ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں سے حدود کو دور کرو ف۱ جہاں تک کہ تم کر سکتے ہو، پس اگر مسلمان کے لیے کوئی نکلنے کی جگہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ امام کا معاف کرنے میں خطا کرنا ف۲ بہتر ہے. سزا دینے میں خطا کرنے سے ف۳ (ترمذی) انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے رفع ف۴ کے بغیر روایت کی گئی ہے۔ اور اس کی سند زیادہ صحیح ہے۔

ف۱ قبل اس کے کہ مجھ تک پہنچے، جیسے کہ اس سے پہلے تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ کی شرح میں بیان کیا گیا ہے ۔

ف۲ اور غلط راستے پر چلنا اس معافی کے سبب جو تم نے دی ہے ۔

ف۳ یعنی واقعہ کی تحقیق کیے بغیر اور غلطی سے سزا دینے سے، کیونکہ جب مقدمہ امام تک پہنچ گیا تو اس کے لیے فیصلے کا نافذ کرنا لازم ہو جاتا ہے ——— اس طرح اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ کا مطلب ہے اور حکمرانوں کے ماسوا (عوام) کو خطاب ہے، بعض شارحین نے اس حدیث کو اس معنی پر محمول کیا ہے کہ امام اسے اس طرح دفع کرے کہ کیا یہ شخص دیوانہ ہے، یا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ یا اس نے بوسہ لیا ہے یا جسم مسلا ہے؟ جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا، اس معنی کے اعتبار سے خطاب حکام کو ہوگا،

---

[۵۴] یعنی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے اور اس کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی گئی۔

[۵۵] رفع کے بغیر۔

۳۴۱۴/۱۷ وَعَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اسْتُكْرِهَتِ امْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَأَ عَنْهَا الْحَدَّ وَ اَقَامَهُ عَلَى الَّذِيْ اَصَابَهَا وَ لَمْ يَذْكُرْ اَنَّهُ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

حضرت وائل بن حجر[۵۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت سے جبراً زنا کیا گیا[۵۲] تو آپ نے اس سے حد ساقط فرما دی، اور اس شخص پر حد قائم فرمائی جس نے اس کی عزت لوٹی تھی، راوی نے یہ بیان نہیں کیا کہ آپ نے اس عورت کے لیے[۵۳] مہر مقرر فرمایا۔

(امام ترمذی)

[۵۱] وائل بن حجر حا پر پیش اور جیم ساکن، حضرمی صحابی ہیں، یمن کے بادشاہوں میں سے تھے جنہیں اقیال کہا جاتا ہے، یہ جمع ہے قیل کی، قاف پر زبر، یعنی یمن کے بادشاہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آمد سے پہلے خوشخبری دی تھی کہ تمہارے پاس وائل بن حجر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کا جذبہ لے کر آرہے ہیں، جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا، اپنے پاس بٹھایا، اپنی چادر مبارک بچھائی اور انہیں اس پر بٹھایا اور فرمایا: یہ وائل بن حجر ہیں۔ اقیال کے باقی ماندہ فرد، اور ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور انہیں حضرموت کے سرداروں پر عامل مقرر فرمایا۔

[۵۲] کُرْہٌ نہ چاہنا، اِکْرَاہٌ اور استکراہ کسی شخص کو اس کی مرضی کے بغیر کسی کام پر بھی مجبور کرنا۔

[۵۳] مرد پر ـــــــ شارحین فرماتے ہیں کہ راوی کے ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ مہر نہ ہو، دوسری احادیث سے مہر ثابت ہے، اس جگہ مہر سے مراد عُقرٌ ہے عین پر پیش، قاف ساکن۔ وہ معاوضہ جو شبہ کی بنا پر واقع ہونے والی یا ناجائز وطی کی بنا پر دیا جائے۔ اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اگر وطی پر اجرت لینا جائز ہوتا تو جتنی رقم دی جاتی اتنی ہی اب دی جائے گی

۳۴۱۵/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً

ان ہی[۵۴] سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهٗ مِنْهَا فَصَاحَتْ وَانْطَلَقَ وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ فَاَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَّوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے ارادے سے نکلی، اسے ایک شخص ملا جو اس پر چھا گیا[۵۲] اور اس سے اپنی غرض پوری کی، وہ عورت چلائی۔ مرد چلا گیا، اتنے میں مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری، عورت نے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ اس اس طرح کیا ہے، انہوں نے اس شخص کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ نے اس عورت کو فرمایا: تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے[۵۳] اور اس پر واقع ہونے والے مرد کے بارے میں فرمایا: اسے سنگسار کر دو[۵۴] اور فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام اہل مدینہ ایسی توبہ[۵۵] کرتے تو ان سے قبول کی جاتی۔

(ترمذی، ابوداؤد)

٣٤١٦/١٩ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنٰى بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا

---

[۵۱] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

[۵۲] اسے جُل کی طرح ڈھانپ لیا، صراح میں ہے "تَجَلُّل" کسی چیز کے نیچے ہونا۔

[۵۳] کیونکہ تو اس فعل پر راضی اور خوش نہیں تھی۔

[۵۴] اُرْجُمُوْهُ۔ ہمزے اور جیم پر پیش ——— یہ حکم زنا کے ثبوت کے بعد ہوگا نہ کہ محض اس عورت کے کہنے پر۔

[۵۵] یعنی اگر توبہ کی اتنی مقدار اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جاتی تو ان کے لیے کافی ہوتی۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اس نے ابتدا میں بے حیائی کی اور فعل شنیع کیا، اس کے باوجود وہ پاک ہو گیا اور بخشا گیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصِنٌ فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اسے حد لگائی گئی، پھر بتایا گیا کہ وہ محصن ہے آپ کے حکم پر اسے رجم کیا گیا[1]

(ابو داؤد)

[1] یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اگر امام کسی حد کا حکم کرے پھر ظاہر ہو کہ واجب تو کچھ اور ہے، تو اس کے لیے واجب کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔

۳۴۱۷/۲۰ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيْمٍ فَوُجِدَ عَلٰى أَمَةٍ مِّنْ إِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نَحْوَهٗ)

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ، قبیلے کے ایک ناقص الخلقۃ[2]، بیمار شخص کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، وہ شخص ان کی[3] لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر بدکاری[4] کرتا ہوا پایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے ایک بڑی شاخ لو جس میں سو چھوٹی شاخیں ہوں[5] اور (اس کے ساتھ) اسے ایک ضرب لگاؤ[6]۔

(شرح السنۃ) ابن ماجہ کی روایت میں اس کی مثل ہے۔

[1] حضرت سعید کو بعض محدثین نے صحابی قرار دیا ہے۔ ابو حاتم اور ابن حبان نے ان کو تابعین اور اکابر ثقات میں شمار کیا ہے، ابن عبد البر نے کہا کہ اُن کے لیے صحبت صحیح حاصل ہے، واقدی نے ان کا ذکر شرف صحابیت پانے والے حضرات میں کیا ہے، ان کے والد حضرت سعد بن عبادہ انصاری، ساعدی، خزرجی اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

[2] مخدج میم پر پیش، خا ساکن، دال پر زبر، ناقص خلقت والا مرد، اصل میں خداج کا معنی ہے بچے

کا مدت سے پہلے پیدا ہونا، حدیث میں آیا ہے کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ خداج یعنی ناقص ہے

[۳] محلے والوں کی۔

[۴] لفظی معنی یہ ہے کہ پلیدی کرتا ہوا پایا گیا، مراد زنا ہے۔

[۵] عثکال بے نقطہ عین کے نیچے زیر، تین نقطے والی ثا، ساکن، بڑی شاخ جس پر چھوٹی شاخیں ہوں ان میں سے ہر ایک شمراخ ہے شین کے نیچے زیر، خا نقطے والی۔

[۶] جو سو کوڑے لگانے کے حکم میں ہو گی، اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے کوڑے لگائے جائیں امام کو چاہیے کہ اس کی جان کی حفاظت کرے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیمار سے حد موخر نہیں کی جائے گی۔، امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بیمار سے حد موخر کی جائے گی یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔ حاملہ پر حد جاری کرنے کو موخر کیا گیا، اس حکم کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ رہا یہ شخص تو ممکن ہے کہ اس کی بیماری ان طویل بیماریوں میں سے ہو کہ عادت کے مطابق اس کے صحت مند ہونے کی امید نہ ہو۔

۳۴۱۸/۲۱ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے تم قوم لوط کا عمل[۱] کرتے ہوئے پاؤ تو اس کام کے کرنے والے اور جس کے ساتھ یہ فعل کیا گیا دونوں کو قتل کر دو[۲]۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

[۱] مردوں سے شہوت پوری کرنا اور اس فعل کو اس قوم کی نسبت کی وجہ سے ہی لواطت کہتے ہیں۔

[۲] امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک لواطت میں حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے، جس قسم کی اور جتنی مقدار میں امام مناسب جانے، جامع صغیر میں یہ اضافہ کیا کہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ حد لگانے میں لواطت، زنا کے حکم میں ہے، امام شافعی کے دو قول ہیں ان میں سے ایک یہی ہے، دوسرا قول اس حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے۔ اُرْجُمُوا الْاَعْلٰی وَالْاَسْفَلَ، اوپر والے، فاعل اور نیچے والے، مفعول دونوں کو سنگسار کر دو۔

۳۴۱۹/۲۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَانُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَّلٰكِنْ اَرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چار پائے سے بدفعلی کرے اسے قتل کر دو، اور چار پائے کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دو[1]، ابن عباس سے کہا گیا کہ چوپائے کا کیا حال ہے[2]؟ فرمایا: میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا، لیکن میرا گمان ہے کہ آپ نے اس بات کو مکروہ جانا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے نفع حاصل کیا جائے[3]، حالانکہ اس کے ساتھ یہ قبیح فعل کیا جا چکا ہے[4]۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

---

[1] شارحین فرماتے ہیں کہ چار پائے کو قتل کرنے میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ اس سے کہیں انسان نما، حیوان یا حیوان نما انسان نہ پیدا ہو جائے اور اس طرح اس کے مالک کو اس کی حفاظت میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے، بعض علماء نے فرمایا کہ جانور کو قتل کر کے جلا دیں، چاروں امام اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص چوپائے سے بدفعلی کرے، اسے تعزیر لگائی جائے گی، لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث زجر اور توبیخ پر محمول ہے۔

[2] اس کا کیا کیا جائے، (یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اسے قتل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ قادری)

[3] کسی دوسرے طریقے سے، مثلاً اس کی کھال کو رنگا جائے۔

[4] یعنی جس چار پائے کے ساتھ یہ فعل شنیع کیا گیا ہے۔ اس سے نفع حاصل کرنا مکروہ ہے تو ضروری ہے کہ اسے قتل کیا جائے ——— بعض علماء نے فرمایا: اگر وہ ایسا جانور ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا، ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں (۱) اس حدیث کے ظاہر کے مطابق اسے قتل کیا جائے (۲) قتل نہ کیا جائے کیونکہ اسے ذبح کیا جائے گا تو وہ کھانے کے لیے تو نہیں ہوگا۔ اسی طرح علامہ طیبی نے فرمایا، ہدایہ میں ہے کہ وہ جو روایت کیا گیا ہے کہ ذبح کر کے جلا دینا چاہیے۔ تو یہ اس لیے کہ اس فعل کا چرچا نہ ہو۔ تاہم یہ واجب نہیں ہے۔

۳۴۲۰/۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جن امور کا مجھے اپنی امت پر خوف ہے ان میں سب سے خوف ناک قوم لوط کا عمل ہے[1]

(ترمذی، ابن ماجہ)

[1] یعنی میں ڈرتا ہوں کہ شہوت کے معاملے میں بے صبری کر کے اس بھنور میں نہ پھنس جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ یہ فعل بہت ہی شنیع اور قبیح ہے اور اس کی حرمت، شدید اور سخت تر ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ میرے امتی اس میں واقع ہو کر عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

۳۴۲۱/۲۴ **وَعَنِ** ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ اَنَّهٗ زَنٰى بِامْرَاَةٍ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَجَلَدَهٗ مِائَةً وَّكَانَ بِكْرًا ثُمَّ سَاَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْاَةِ فَقَالَتْ كَذَبَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجَلَدَ حَدَّ الْفِرْيَةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بنو بکر بن لیث[1] کے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چار مرتبہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، وہ غیر شادی شدہ تھا، آپ نے اسے سو کوڑے لگائے، پھر[2] آپ نے اس سے عورت پر گواہی دینے والے گواہ دریافت کیے، تو عورت نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے[3]۔ تو آپ نے اسے حد قذف لگائی[4]

(ابو داؤد)

[1] ایک قبیلے کا نام۔

[2] پہلے اس کے اقرار کی بنا پر اسے حد لگائی اور چونکہ اس اقرار میں عورت پر زنا کا الزام بھی تھا، اس لیے اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہیں جو گواہی دیں کہ اس عورت نے زنا کیا۔

[3] کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، خدا کی قسم! میں اس سے پاک ہوں۔

[4] چونکہ وہ گواہ پیش نہیں کر سکا اس لیے اسے حد قذف لگائی کہ اس نے عورت پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ حد قذف اسی کوڑے ہیں ——— فریۃ فاء کے نیچے زیر، راء ساکن، افتراء اور جھوٹ، اس جگہ قذف مراد ہے۔

۳۴۲۲/۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِيْ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ اَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْاَةِ فَضَرَبُوْا حَدَّهُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب قرآن پاک میں میری براءت[1] کا بیان نازل ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اسے بیان فرمایا، جب منبر سے اترے تو آپ کے حکم سے دو مردوں اور ایک عورت کو حد لگائی گئی[2]۔

(ابوداؤد)

---

[1] مجھے معذور قرار دینے اور ملامت ترک کرنے کا حکم نازل ہوا، یہ واقعہ افک کی بات ہے جو مشہور ہے۔ قرآن پاک میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی اور براءت کا بیان ہے۔

[2] صحابہ کرام میں سے دو مرد، حضرت حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور ایک عورت حمنہ بنت جحش حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن، یہ تین افراد افک کے چکر میں پھنس گئے تھے، انہیں حد قذف لگائی گئی جو ان پر واجب ہوئی تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۴۲۳/۲۶ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَبْدًا مِّنْ رَقِيْقِ الْاِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِّنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتّٰى اقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ صفیہ بنت ابی عبید[1] نے انہیں بیان کیا کہ خلافت کے غلاموں میں سے ایک غلام، خمس کی ایک لونڈی پر جا پڑا[2] اور جبراً اس سے زنا کیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا[3]۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام کو کوڑے لگائے اور لونڈی سے چونکہ اس نے زبردستی کی تھی اسے کوڑے نہیں لگائے[4]۔

(بخاری)

---

[1] صفیہ بنت ابی عبید عین پر پیش، ثقفیہ، مختار بن ابی عبید کی بہن اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی زوجہ، ثقہ تابعین میں سے ہیں، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی، ان کے والد ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلّہ صحابہ میں سے ہیں، مختار کی پیدائش ہجرت کے سال میں ہے، اسے صحابیت اور روایت کا شرف حاصل نہیں ہے، علماء نے اسے کذاب کہا ہے۔ جیسے حجاج کو مبیر (خونخوار) کہا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک خونخوار پیدا ہوں گے، ان ہی دو شخصوں پر محمول کیا گیا ہے۔ (حجاج کی خونخواری تو مشہور زمانہ ہے، مختار نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ۱۲ قادری)

۵۲ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ——— مطلب یہ کہ اس سے وطی کا ارادہ کیا۔

۵۳ انتقاض، قاف اور نقطے والے ضاد کے ساتھ، پردۂ بکارت کا زائل کرنا، قعنہ قاف کے نیچے زیر، لڑکی کا پردہ بکارت، انتفاض، فاء کے ساتھ ہو تو اس کا بھی یہی معنی ہے، لیکن اس جگہ قاف کے ساتھ بھی روایت ہے

۵۴ جیسے کہ حضرت وائل بن حجر کی حدیث میں گزرا ہے۔

۳۴۲۴/۲۷ وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيْمًا فِىْ حِجْرِ اَبِىْ فَاَصَابَ جَارِيَةً مِّنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ اِئْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ لَكَ وَ اِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَآءَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مَخْرَجًا فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّىْ زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَىَّ كِتَابَ اللهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

یزید بن نعیم بن ہزال[۱] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک یتیم اور میرے والد[۲] کی آغوش میں تھے، وہ محلے کی ایک کنیز سے زنا کر بیٹھے، میرے والد نے انہیں کہا کہ تم نے جو کچھ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرد، ہو سکتا ہے کہ آپ تمہارے لیے دعائے مغفرت فرمائیں[۳] اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ امید ہے ماعز کے لیے کوئی راستہ نکل آئے[۴]، انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! بے شک میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم فرمائیں، آپ نے ان سے رخ انور پھیر لیا انہوں نے لوٹ کر عرض کیا: یارسول اللہ! تحقیق میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ تعالیٰ

اِنِّیْ زَنَیْتُ فَاَقِمْ عَلَیَّ کِتَابَ اللّٰہِ حَتّٰی قَالَھَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ قُلْتَھَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَبِمَنْ قَالَ بِفُلَانَۃٍ قَالَ ھَلْ ضَاجَعْتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ھَلْ بَاشَرْتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ ھَلْ جَامَعْتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَ بِہٖ اَنْ یُّرْجَمَ فَاُخْرِجَ بِہٖ اِلَی الْحَرَّۃِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَۃِ فَجَزِعَ فَخَرَجَ یَشْتَدُّ فَلَقِیَہٗ عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ اُنَیْسٍ وَّقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُہٗ فَنَزَعَ لَہٗ بِوَظِیْفِ بَعِیْرٍ فَرَمَاہُ بِہٖ فَقَتَلَہٗ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِكَ لَہٗ فَقَالَ ھَلَّا تَرَکْتُمُوْہُ لَعَلَّہٗ اَنْ یَّتُوْبَ فَیَتُوْبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

کا حکم جاری فرمائیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے یہ بات چار مرتبہ کہی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ کلمات چار مرتبہ کہے ہیں[۶]، کس سے زنا کیا ہے؟ عرض کیا: فلاں عورت سے[۷]، فرمایا: کیا تم اس کے ساتھ لیٹے ہو؟ عرض کیا۔ جی ہاں! فرمایا: کیا تم نے اس سے مباشرت[۸] کی ہے؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے اس سے جماع کیا ہے؟ عرض کیا ہاں! تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا، انہیں انہیں مقام حرہ[۹] لے جایا گیا، جب انہیں سنگسار کیا گیا اور انہیں پتھر کی چوٹ محسوس ہوئی تو گھبرا کر نکل بھاگے، انہیں حضرت عبداللہ بن انیس[۱۰] اس حال میں ملے، کہ ان کے ساتھی عاجز آچکے تھے[۱۱]، انہوں نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی[۱۲] کھینچ کر دے ماری اور انہیں قتل کر دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر[۱۳] ہو کر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا۔

(ابوداؤد)

---

[۱] یزید بن نعیم ان کا ذکر دوسری فصل میں گزر چکا ہے۔

[۲] حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳؎ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ وہ کنیز حضرت ہزال کی آزاد کردہ تھی۔

۴؎ اور تمہارے گناہ کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔

۵؎ انہوں نے حضرت ماعز کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نصیحت اس امید پر کی تھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت، ان کے گناہ سے نکلنے کا ذریعہ بن جائے گی، یعنی ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ان کے رجم کا حکم فرمائیں، ان کے قول يَسْتَغْفِرُ لَكَ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

۶؎ اور چار مرتبہ اقرار کیا ہے، تم پر زنا ثابت ہو گیا ہے۔

۷؎ معین طور پر اس عورت کا نام لیا۔

۸؎ کیا تم نے اپنی جلد، اس کی جلد سے مس کی ہے؟ بشرہ انسانی جلد کے ظاہر کو کہتے ہیں۔

۹؎ مدینہ منورہ سے باہر پتھریلی زمین۔

۱۰؎ عبداللہ بن انیس ہمزہ پر پیش، نون پر زبر، انصاری، مدنی، عقبی صحابی ہیں بڑے بہادر تھے، جنگ احد اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۱؎ ان کے قتل کرنے سے بے بس ہو چکے تھے۔

۱۲؎ صراح میں ہے وظیف، نقطے والی ظاء کے ساتھ، چارپائے اور اونٹ کی پنڈلی اور کلائی کی باریکی۔

۱۳؎ حضرت عبداللہ بن انیس نے۔

$\frac{۳۴۲۵}{۲۸}$ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ تَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ تَظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عمرو بن العاص۱؎ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس قوم میں زنا کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ قحط میں مبتلا کر دی جاتی ہے۲؎ اور جس قوم میں رشوتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ دشمنوں کے خوف وہراس میں گرفتار کر دی جاتی ہے۳؎۔

(امام احمد)

۱؎ حضرت عمرو بن العاص مشہور سہمی، قریشی، صحابی ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وزیر تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا۔ اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ دوسرے لوگ اسلام لائے اور عمرو بن العاص ایمان لائے، دیگر احادیث بھی ان کے بارے میں وارد ہیں۔

[۲] کیونکہ زنا، نسل کی ہلاکت کا باعث ہے اور اس کی نحوست سے فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قحط سالی پیدا ہو جاتی ہے، درحقیقت یہ ایسی خاصیت ہے جو تقدیر الٰہی سے زنا پر مرتب ہوتی ہے۔

[۳] رُشا را پر پیش، رشوت کی جمع، رشوت کی را پر پیش اور اس کے نیچے زیر پڑھ سکتے ہیں، ایک حصہ دینا، راشی رشوت دینے والا، مرتشی رشوت لینے والا، رائش جو رشوت دینے اور لینے والے کے رابطہ کا کام دے اور ایک کے لیے زیادہ اور دوسرے کے لیے کم کرے، رشوت، مشتق ہے رشا سے جس کا معنی ہے ڈول کی رسی، اس کے ذریعے مطلوب تک پہنچا جاتا ہے۔ رشا کا ایک معنی یہ بھی ہے۔ چوزے کا اپنی ماں کی طرف گردن لمبی کرنا تاکہ وہ اسے کچھ کھلائے رشوت وہ مال ہے جو ایک آدمی دوسرے کو اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ اس کے مقصد میں امداد کرے، اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ بعض علماء نے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ وہ مقصد اتنا مشکل نہ ہو کہ عرف میں اتنا مال اس کی اجرت میں دیا جائے، جیسے کہ بادشاہ کے سامنے بات کرنا اور اس سلسلے میں کوشش کرنا، اور اگر بغیر شرط کے دیں تو بھی رشوت ہے، اسی طرح کہا گیا ہے۔

۳۴۲۶ / ۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ (رَوَاهُ رَزِیْنٌ وَّفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِیًّا اَحْرَقَهُمَا وَاَبَا بَکْرٍ هَدَمَ عَلَیْهِمَا حَائِطًا)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے۔ جو قوم لوط والا فعل کرے[۱] (رزین[۲])۔ ان ہی کی ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فاعل و مفعول دونوں کو جلا دیا اور حضرت ابوبکر نے ان پر دیوار گرا دی[۳]۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

[۱] لواطت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قرب و رضا سے دور کیا ہوا ہے۔

[۲] رزین را پر زبر، زا کے نیچے زیر، حدیث کے علماء اور محدثین کے ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا وصال سن پانچ سو بیس ہجری کے بعد ہوا۔

[۳] بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں بلند مکان کی چھت سے نیچے گرا دیا جائے۔ اور اوپر سے پتھر مارے جائیں جیسے کہ قوم لوط کو سزا دی گئی، ان کا گاؤں اٹھا کر بلندی تک لے جایا گیا، پھر زمین پر پٹخ دیا

گیا اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، بعض نے کہا کہ انہیں غلیظ ترین جگہ قید کر دیا جائے یہاں تک کہ مر جائیں، کوڑے لگانے اور سنگسار کرنے کی بھی روایت ہے۔

۳۳۲۷/۳۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جس نے کسی مرد یا عہ عورت کے ساتھ لواطت کی (ترمذی) انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن، غریب ہے۔

۳۳۲۸/۳۱ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَتٰی بَهِيْمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ هٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ وَهُوَ مَنْ اَتٰی بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَ الْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ)

ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص چار پائے کے ساتھ بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ہے لہ (ترمذی، ابو داؤد) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری نے فرمایا: یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح عہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چار پائے سے بدفعلی کرے اسے قتل کر دو، اور اہل علم کا اسی پیش نظر حدیث پر عمل ہے سہ۔

لہ لیکن اس پر تعزیر ہے (کہ حاکم ایسے شخص کو قتل کر دے اور جانور کو ذبح کر کے دفن کر دے ۱۲ مرآۃ)

عہ خیال رہے کہ لڑکے سے بدفعلی از روئے قرآن کریم حرام قطعی ہے، مگر عورت سے دبر میں صحبت از روئے قیاس حرام قطعی ہے کہ اس کی قطعی حرمت حائضہ و نفساء سے صحبت پر قیاس کی بناء پر ہے، لہٰذا اس حرمت کا منکر بھی کافر ہے، جو کوئی عورت سے اس فعل کو حلال جانے وہ مرتد ہے ۱۲ مرآۃ عہ یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ موقوف حدیث، اس مرفوع حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں فرمایا گیا کہ اسے قتل کر دو ۱۲ مرآۃ سہ۔ یعنی تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں تعزیر ہے ۱۲ مرآۃ)

۳۴۲۹ / ۳۲ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَأْخُذْكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ.

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حدیں، قریب وبعید[1] پر قائم کرو، اور چاہیے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں ملامت کرنے والے کی ملامت نہ پکڑے۔

(ابن ماجہ)

[1] یعنی اپنے اور بیگانے پر، یا کمزور پر کہ اس تک پہنچنا نزدیک ہے اور اس پر حکم کرنا آسان ہے اور طاقت ور پر جس تک یہ پہنچنا دور ہے اور اس پر حد کا قائم کرنا مشکل ہے، پہلا معنی لفظ کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے اور دوسرا معنی کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔

[2] اور دین کے احکام اور حدود کے جاری کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔

۳۴۳۰ / ۳۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مَّطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کا قائم کرنا، اللہ تعالیٰ کے تمام آباد شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر[1] ہے۔

(ابن ماجہ)

امام نسائی نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

[1] کیونکہ گناہوں کا ارتکاب، خیر وبرکات کے منقطع ہونے اور انعام الٰہیہ کے زائل ہونے کا سبب ہے اور حد کا قائم کرنا گناہوں اور معصیتوں سے بچنے کا باعث ہے، نیز حدود کا قائم کرنا بندوں کے احوال اور امور کے انتظام اور اصلاح کا سبب ہے، جیسے کہ بارش مخلوقات کی خوش حالی اور فراغ خاطر کا ذریعہ ہے، لیکن بارش کا تعلق خاص دنیا کی زندگی کے ساتھ ہے، اس لیے حدود کا قائم کرنا بہتر ہے کہ اس کا تعلق دنیا وآخرت کے فائدے کے ساتھ ہے (عارف رومی فرماتے ہیں[1] ابر نا ید از پئے منع زکوٰۃ۔ وز زنا افتد وبا اندر جہات — زکوٰۃ نہ دینے سے بارش کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اور زنا سے اطراف عالم میں وبا پھیل جاتی ہے۔ (۱۲ قادری)

بَابُ قَطْعِ السَّرِقَةِ

۲۷۱- چوری کی بنا پر ہاتھ کاٹنے کا بیان

بعض نسخوں میں ہے۔ بَابُ حَدِّ السَّرِقَةِ اور چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے، سرقہ، راء کے نیچے زیر اور اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں، لغت میں اس کا معنی ہے غیر کی کوئی چیز پوشیدہ طور پر لے لینا خواہ وہ مال ہو یا نہ اسی سے اِسْتِرَاقِ سَمْعٍ ہے چوری چھپے سننا۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے کسی کا محفوظ اور مملوک مال خفیہ طور پر اڑا لینا، ہمارے نزدیک چوری کا نصاب دس درہم ہے اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام شافعی کے نزدیک اس کا نصاب سونے سے چوتھائی دینار، چاندی سے تین درہم یا اس کی قیمت، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں دینار کے چوتھائی حصے میں ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا، لہٰذا چوتھائی دینار تین درہم ہوئے۔

ہدایہ میں ہے کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس باب میں زیادہ مقدار کا اختیار کرنا بہتر ہے اسی میں حدود کے ساقط کرنے کی کوشش ہے۔ کیونکہ کم مقدار میں جرم نہ ہونے کا شبہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔ لَا تُقْطَعُ اِلَّا فِیْ دِیْنَارٍ اَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر ایک دینار میں یا دس درہموں میں، اصل اس باب میں یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ڈھال کی مالیت کی چیز چرانے پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا، شافعیہ کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔ علامہ شمنی فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی، جیسے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کافی میں نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال کی مالیت میں ہاتھ کاٹا گیا، یہ مالیت دس درہم کے مساوی تھی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۴۳۱ ۱ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا بِرُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر دینار کے چوتھائی حصے اور اس سے زیادہ میں[1]۔

(صحیحین)

٣٤٣٢/٢ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ سَارِقٍ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ ایک ڈھال کے چرانے پر کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی[1]۔

(صحیحین)

---

[1] اس کی قیمت کا بھی یہی حکم ہے۔ ——— یعنی اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ایک روایت میں صراحۃً آیا ہے کہ دینار کے چوتھائی حصے میں کاٹیں اور اس سے کم میں نہ کاٹیں، ایک اور روایت میں دینار کے چوتھائی حصے اور تین درہم کا ذکر ہے، ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس وقت دینار کا چوتھائی حصہ، تین درہم اور ایک دینار بارہ دراہم کے برابر تھا جیسے کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا (احناف کا مذہب اور ان کی دلیل بھی اس سے پہلے بیان کی گئی ہے ۱۲ قادری)

[1] علامہ توربشتی نے فرمایا: علماء کی ایک جماعت دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹنے کی قائل نہیں ہے۔ وہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ قیمت اپنی رائے اور اجتہاد سے مقرر فرمائی، جو ان کے نزدیک ظاہر تھا انہوں نے بیان کر دیا، صحابہ کرام کا ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی، عمرو بن شعیب سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن اور ان کے صاحبزادے سے مروی ہے کہ اس وقت ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی، بہر حال روایات مختلف ہیں، جن حضرات کی روایت میں آیا ہے کہ جس ڈھال کے چرانے پر ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی، یہ حدیث تو اتفاقی ہے اور دس درہم سے کم پر ہاتھ کاٹنے والی روایت اختلافی ہے، علماء نے اجماعی روایت کو اختیار کیا۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ دینار کے چوتھائی حصہ میں ہاتھ کاٹا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے دو روایتیں ہیں، ان میں سے قوی روایت ام المومنین حضرت عائشہ پر موقوف ہے، پھر یہ حدیث راویوں کے اختلاف سے بھی خالی نہیں ہے، اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے ربع دینار کا ذکر اس بنا پر کیا کہ ان کے نزدیک ڈھال کی قیمت دینار کا چوتھائی حصہ تھی (توربشتی)

خلاصہ یہ کہ اس باب میں اکثر کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا (الآیہ) کی مراد ایسے طریقے پر بیان کی جائے کہ اس میں شبہے کی گنجائش نہ ہو۔

۳۴۳۳ ۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَۃَ فَتُقْطَعُ یَدُہٗ وَ یَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ یَدَاہُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے کہ وہ بیضہ (خود یا انڈہ) چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے[1] (صحیحین)

[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس درہم تو اپنی جگہ رہے، تین درہم اور چوتھائی دینار سے بھی کم پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا، لہذا یہ حدیث تمام ائمہ کے لیے مشکل ہو گی، اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بیضہ سے مراد لوہے کا خود ہے جسے مجاہدین سر پر پہنتے ہیں، یہ تاویل اگرچہ بیضہ میں درست ہے۔ لیکن رسی کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیونکہ اس کی قیمت دینار کے چوتھائی حصے سے بہر حال کم ہے، بعض حضرات نے کہا کہ اس سے کشتی کی رسی مراد ہے کہ اس کی قیمت اتنی مقدار ہو سکتی ہے۔ اور یہ تکلف ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ ابتدا میں تھوڑی مقدار پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا اس کے بعد یہ طریقہ منسوخ ہو گیا، بعض محدثین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امراء اور سلاطین کے طریقے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ شرعی طریقے کے مطابق نہیں بلکہ سیاست اور سختی کے طور پر اس طرح کرتے ہیں، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ شخص تھوڑی چیز کے چرانے میں نفس کی پیروی کرتا ہے، پھر رفتہ رفتہ زیادہ مال چرانے لگتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۴۳۴ ۴ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِیْ ثَمَرٍ وَّ لَا کَثَرٍ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ وَّ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت رافع بن خدیج[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تو پھل[2] میں ہاتھ کاٹنا ہے اور نہ ہی درخت کی چربی[3] میں۔ (امام مالک، ترمذی)

وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَ
الدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(ابو داؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

[۱] حضرت رافع بن خدیج نقطے والی خا، پر زبر، بے نقطہ دال کے نیچے زیر، مشہور صحابی ہیں۔ غزوۂ بدر میں کم سنی کے باعث شریک نہیں ہوئے، احد، خندق اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے

[۲] جب تک درخت پر رہے۔

[۳] کثَر تین نقطے والی ثا کے ساتھ، بروزن ثمر، چربی ایسی سفید اور نرم چیز جو کھجور کے درخت کے درمیان ہوتی ہے اور لوگ اسے کھاتے ہیں، درخت کے سر کی طرف سے نمودار ہوتی ہے، ایسے جُمَّار بھی کہتے ہیں، جیم پر پیش، میم مشدد بعض محدثین نے فرمایا کہ کثَر کا معنی شگوفہ خرما ہے، اسے بھی کھایا جاتا ہے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

درخت پر لگا ہوا میوہ جو اتارا نہیں گیا اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محفوظ نہیں ہے، لیکن جو پھل توڑ کر محفوظ کر لیا گیا ہو اس کے چرانے پر امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائے گا، ایک روایت میں ہے کہ اگر پھل ایسے باغ میں ہے جس کے گرد دیوار بنی ہوئی ہے، یا ایسے درخت پر ہے جو گھر میں محفوظ ہے، اس سے اگر چوری کے نصاب کے برابر پھل چرایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ہمارے نزدیک ایسی چیز میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے جو جلدی ضائع یا متغیر ہو جانے والی ہو، جیسے دودھ اور پھل، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے عموم کی بنا پر۔ لَاقَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ نیز فرمایا لَا قَطْعَ فِي الطَّعَامِ۔ یعنی اس طعام میں ہاتھ کاٹنا نہیں جو کھانے کے لیے تیار کیا گیا ہو، ورنہ گندم اور شکر میں بالاتفاق ہاتھ کاٹا جائے گا، گوشت اور مشروبات وغیرہ کو کھانے پر قیاس کیا گیا ہے۔

۳۴۳۵/۵ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَالَ مَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ اَنْ يُّؤْوِيَهُ الْجَرِيْنُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخت پر لگے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھلیان[۴] میں پہنچنے کے بعد اس میں سے کوئی چیز چرائی اور وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ گئی، تو اس میں ہاتھ کاٹنا ہے[۵]۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

(ابوداؤد، نسائی)

[1] جرین، جیم کے ساتھ، بروزن قرین، کھجور کے خشک کرنے اور اس کے ڈھیر کی جگہ، "یُؤْدِیْ اِیْوَاءً" سے مشتق ہے جس کا معنی جگہ دینا ہے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محفوظ نہیں ہے، جب یہ درخت سے توڑلیا جائے اور کھلیان میں خشک ہونے کے لیے جمع کر دیا جائے تو اس میں ہاتھ کاٹنا ہے کیونکہ وہ محفوظ ہے۔

۳۴۳۶ ۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنِ الْمَكِّيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ مُّعَلَّقٍ وَّلَا فِيْ حَرِيْسَةِ جَبَلٍ فَاِذَا اٰوَاهُ الْمُرَاحُ وَالْجَرِيْنُ فَالْقَطْعُ فِيْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین مکی[1] روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: درخت پر معلق پھلوں میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے اور نہ ہی پہاڑ میں چرنے والے جانوروں[2] میں ہاتھ کاٹنا ہے۔ جب ان جانوروں کو طویلہ[3] پناہ دے اور پھل کھلیان میں جمع کر دیے جائیں تو اس مقدار میں ہاتھ کاٹنا ہے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے۔

(امام مالک)

[1] عبداللہ بن عبدالرحمٰن، قریشی نوفلی ہیں۔ نوفل بن عبدمناف کی اولاد میں سے، تابعی، قلیل الحدیث ہیں، ان سے امام مالک، شعبہ، سفیان اور دوسرے محدثین نے روایت لی ہے۔

[2] یعنی اگرچہ وہ پہاڑ کی وجہ سے مقید ہیں اور ان کے ساتھ کوئی چرانے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ محفوظ نہیں ہیں حریسہ بروزن فَعِیْلَۃٌ، حراست سے مشتق ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ حریسہ کا معنی چرایا ہوا ہے، حرس اور حریسہ، چرانے کے معنی میں آتے ہیں۔ حارس چور کو کہتے ہیں اور محترس اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ اور بکریاں چرا کر کھا جائے۔

[3] مراح میم پر پیش، وہ جگہ (طویلہ) جہاں اونٹ اور بکری کو رات کے لیے بند کرتے ہیں۔

۳۴۳۷ ۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَّ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَّشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

فرمایا: لوٹنے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں[1] اور جو کھلم کھلا لوٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے[2]

(ابوداؤد)

[1] کیونکہ لوٹ مار میں علی الاعلان غلبے سے مال ہتھیایا جاتا ہے اور چوری میں خفیہ طور پر مال حاصل کیا جاتا ہے (ڈاکے کی سزا قتل ہے یا سولی پر لٹکانا یا مختلف جہتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹنا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے ۱۲ قادری) نہب کا معنی ہے، مالِ غنیمت بھی آیا ہے، اس لحاظ سے معنی ہوگا مالِ غنیمت میں سے چوری کرنے والا، اگر اس معنی پر محمول کریں تو اس کا ہاتھ اس لیے نہیں کاٹا جائے گا کہ مالِ غنیمت میں اس کا بھی حصہ ہے جیسے کہ آیندہ آئے گا کہ جنگ میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

[2] اس طرح لوٹے کہ لوگ اسے دیکھیں وہ ہم میں سے اور ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، اس عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نہبتہ کا معنی لوٹنا ہے لیکن شارحین نے اس معنی کی بھی گنجائش رکھی ہے کہ مالِ غنیمت میں سے مال لینا مراد ہے۔

۳۴۳۸ ۸ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلٰى خَائِنٍ وَّلَا مُنْتَهِبٍ وَّلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَ رُوِيَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ وَ تَوَسَّدَ رِدَآءَهٗ فَجَآءَ سَارِقٌ وَّ اَخَذَ رِدَآءَهٗ فَاَخَذَ صَفْوَانُ فَجَآءَ بِهٖ

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے[3]، لوٹنے والے اور اچکنے والے[4] کا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے

(امام ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ، دارمی)

شرح السنۃ میں روایت کیا گیا ہے کہ صفوان بن امیہ[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ آئے اور مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سو گئے، ایک چور نے آکر ان کی چادر چرا لی، حضرت صفوان نے اسے پکڑ لیا اور لا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ يَدُهٗ فَقَالَ صَفْوَانُ اِنِّيْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِيْ بِهٖ وَرَوٰى نَحْوَهٗ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ وَالدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

دیا، آپ نے حکم فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے[۵۴]، صفوان نے کہا میرا یہ ارادہ نہ تھا[۵۵]، یہ چادر اس پر صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ہمارے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ صدقہ کر دیا[۵۶]؟۔ اسی طرح ابن ماجہ نے یہ حدیث عبداللہ بن صفوان[۵۷] سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت[۵۸] کی اور دارمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

[۵۱] خیانت یہ ہے کہ جو مال اس کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہے اس میں سے اڑا لے۔

[۵۲] مختلس کسی ظاہر چیز کا تیزی سے چھین لینا —— ان صورتوں میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے پہلی صورت میں اس لیے کہ وہ مال محفوظ نہیں ہے، آخری دو صورتوں میں اس لیے کہ خفیہ طور پر نہیں لیا گیا۔

[۵۳] صفوان بن امیہ صحابی ہیں، ان کا باپ امیہ بن خلف بدر میں حالت کفر میں مارا گیا اور صفوان فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے۔ وہ مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حنین کی غنیمتوں میں بھاری مقدار میں مال عطا فرمایا تو صفوان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اتنی بڑی سخاوت اور عطا پیغمبر کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، چنانچہ وہ راسخ العقیدہ مسلمان بن گئے، اس کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا ہِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔ فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ صفوان دور جاہلیت میں قریش کے معززین اور فصیح ترین افراد میں سے تھے۔

[۵۴] اس شخص کے چوری کا اقرار کرنے کے بعد۔

[۵۵] میں نے اسے آپ کی بارگاہ میں اس لیے پیش نہیں کیا تھا کہ آپ اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمائیں۔

[۵۶] لیکن اب جو ہم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا ہے تو اس پر عمل درآمد واجب ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور تمہارے معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوتا، چادر تمہاری ملکیت ہے وہ اگر تم اسے دیتے ہو تو وہ ساقط ہو جائے گی۔ (واپس نہیں لی جائے گی) لیکن ہاتھ کا کاٹنا تمہارے معاف کرنے سے ساقط نہیں ہو سکتا۔

[۵۷] عبداللہ بن صفوان اکابر اور اشراف تابعین میں سے ہیں، ابن حبان نے ان کا ذکر مستند اور ثقہ راویوں میں

کیا ہے۔ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھیوں میں سے تھے اور ۷۳ھ میں ان کے ساتھ اور اسی دن اس حال میں شہید کیے گئے کہ وہ بیت اللہ شریف کے پردوں سے لپٹے ہوئے تھے۔

۳۴۳۹/۹ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِيْ فِي الْغَزْوِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّهُمَا قَالَا فِي السَّفَرِ بَدَلَ الْغَزْوِ)

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کافروں سے جنگ کے وقت ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے[۵۱]۔ (امام ترمذی، دارمی۔ ابو داؤد، نسائی) لیکن امام ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں فِی الْغَزْوِ کی بجائے فِی السَّفَرِ ہے۔

[۵۱] یعنی جب لشکر دار الحرب میں ہو اور اس میں سربراہ مملکت اور لشکر کا سربراہ نہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹیں گے، اسی طرح باقی حدیں جاری نہیں کی جائیں گی۔ بعض فقہاء کا یہی مختار ہے، کیونکہ اس طرح فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا جائے وہ بھاگ کر دار الحرب ہی میں پناہ لے لے۔ نیز اس طرح مجاہدین میں سستی اور افتراق کے پیدا ہونے کا بھی خوف ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا کہ امیر، دار الحرب سے واپس ہونے تک ہاتھ نہیں کاٹے گا، البتہ واپسی کے بعد کاٹ دے گا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ جنگ میں ہاتھ نہ کاٹنے کا یہ مطلب ہے کہ تقسیم سے پہلے مال غنیمت کے چرا لینے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حصہ ہے۔

[۵۲] اس کا اشارہ پہلے معنی کی طرف ہے (کہ جب تک صاحبِ اختیار حاکم نہ ہو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(۱۲ قادری)

۳۴۴۰/۱۰ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي السَّارِقِ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا

ابو سلمہ[۵۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا کہ اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ[۵۴] کاٹ دو، پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں[۵۵] کاٹ دو۔ پھر چوری کرے تو اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر چوری کرے تو اس کا دوسرا پاؤں بھی

رِجْلَهٗ ۔

(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

کاٹ دو۴

(شرح السنۃ)

۱؎ یہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشہور اور اجلہ تابعین میں سے ہیں، ثقہ اور امام ہیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں، کثیر احادیث کے راوی اور روایت پر مضبوط گرفت رکھنے والے ہیں، حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمر اور حضرت عائشہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سنی۔ سنہ ۹۴ھ میں اور بعض نے کہا کہ سنہ ۱۰۴ھ میں باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲؎ یعنی دایاں ہاتھ

۳؎ بایاں پاؤں

۴؎ ۔امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ تیسری اور چوتھی مرتبہ کی چوری، جرم ہونے میں پہلی اور دوسری چوری کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر لہٰذا یہ چوری بطریق اولیٰ ہاتھ کاٹنے کو واجب کرے گی۔ ہمارے نزدیک اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے یا مر جائے۔ ہماری دلیل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے، انہوں نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں کھانے اور استنجا کرنے کے لیے اس چور کا ایک ہاتھ بھی نہ رہنے دوں اور چلنے کے لیے ایک پاؤں بھی نہ رہنے دوں۔ صحابہ کرام نے بھی اسی دلیل سے استدلال کیا اور ان کا اس پر اجماع ہو گیا۔ یقیناً ان کے پاس اس کی کوئی سند ضرور ہو گی۔ حدیث مذکور پر امام طحاوی نے (سند کے اعتبار سے) جرح کی ہے۔ یا یہ حدیث زجر و توبیخ اور سیاست پر محمول ہے۔ نیز دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا کاٹ دینا ہلاک کر دینے کے برابر ہے اور حد تو گناہ سے روکنے والی ہوتی ہے نہ کہ ہلاک کرنے والی۔ باقی رہا رجم تو وہ دلیل قطعی سے ثابت ہے۔

۳۴۴۱/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جِیْءَ بِسَارِقٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهٖ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ بِهٖ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِیْءَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا، کاٹ دو، چنانچہ کاٹ دیا گیا، پھر اسے دوبارہ لایا گیا تو فرمایا، کاٹ دو، چنانچہ کاٹ دیا گیا پھر تیسری بار لایا گیا، فرمایا، کاٹ دو چنانچہ کاٹ دیا گیا، چوتھی مرتبہ لایا گیا، فرمایا، کاٹ دو

بِهِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ فَأُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهٖ فَقَتَلْنَاهُ ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ فِيْ بِئْرٍ وَّرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ) وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِيْ قَطْعِ السَّارِقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْطَعُوْهُ ثُمَّ احْسِمُوْهُ۔

چنانچہ کاٹ دیا گیا[1]، پھر پانچویں مرتبہ لایا گیا تو فرمایا: اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ہم نے اسے لے جا کر قتل کر دیا اور اسے کھینچ کر ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور اس پر پتھر پھینکے[2]۔

(ابوداؤد، نسائی)

شرح السنۃ میں[3] چور کا ہاتھ کاٹنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اسے داغ دو[4]۔

۳۴۴۲ / ۱۲ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت فضالہ بن عبید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اسی طریقے پر، جیسے گزشتہ حدیث میں گزرا (پہلے دایاں ہاتھ، پھر بایاں پاؤں۔ اس کے بعد بایاں ہاتھ اور پھر دایاں پاؤں ۱۲ قادری)۔

[2] علامہ خطابی جو فقہ اور حدیث کے عظیم عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جس نے چور کا خون گرانے کو جائز قرار دیا ہو، اگرچہ اس نے بار بار چوری کی ہو، انہوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس حدیث سے جس میں فرمایا لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ کسی مسلمان کا خون گرانا حلال نہیں مگر تین خصلتوں میں سے کسی ایک کی بنا پر (کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے)، محصن ہوتے ہوئے زنا کرے یا مرتد ہو جائے ۱۲ قادری) بعض شارحین نے فرمایا اس چور کا قتل بطور سیاست تھا اور امام کو حق پہنچتا ہے کہ مفسدوں کی تعزیر کے لیے جو سزا چاہے تجویز کرے۔ بعض محدثین نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شخص کا مرتد ہونا معلوم تھا اس لیے آپ نے اس کا خون مباح فرما دیا اور اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا، بعض حضرات نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو اس بنیاد پر محمول کیا جائے کہ وہ چوری کو حلال مانتا تھا —— یہ تاویلات ضروری ہیں ورنہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے کھسیٹ کر کنوئیں میں پھینکنا جائز نہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] امام بغوی کی تصنیف۔

[4] آگ سے، تاکہ اس کا خون رک جائے (اور زخم آگے سرایت نہ کرے ۱۲ قادری)

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ یَدُہٗ ثُمَّ اَمَرَ بِھَا فَعُلِّقَتْ فِیْ عُنُقِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

کی خدمت میں ایک چور لایا گیا، تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر آپ نے حکم دیا اور وہ ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا[۵۲]۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ ابن ماجہ)

۵۱ فضالہ فا پر زبر، نقطے والا ضاد مخفف ابن عبید عین پر پیش، انصاری صحابی ہیں اور بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے جنگ اُحد میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد دیگر غزوات میں حاضر ہوتے رہے، بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور خیبر میں حاضر ہوئے بعد میں شام میں منتقل ہو کر دمشق میں مقیم ہو گئے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین کی طرف نکلے تو ان کی طرف سے دمشق کے قاضی بنے، ۵۳ھ میں دمشق میں وصال ہوا۔

۵۲ تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔

۳۴۴۳/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوْکُ فَبِعْہُ وَلَوْ بِنَشٍّ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ النَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو، اگرچہ بیس درہم[۵۱] میں ہی سہی۔ (ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

۵۱ نش نون پر زبر، شین نقطے والا مشدد، آدھا اوقیہ، بیس درہم۔ بعض شارحین نے فرمایا: نَشّ کسی بھی چیز کے نصف کو کہتے ہیں، ممکن ہے کہ آدھا درہم بطور مبالغہ مراد ہو۔ ہو سکتا ہے کہ دوسری جگہ جا کر چوری نہ کرے۔

ع۵ کیا چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو پیوندکاری کے ذریعے دوبارہ جوڑا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا: جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا یہ ان کے جرم کی سزا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ہاتھ جوڑنا جائز ہے، کیونکہ ہاتھ کاٹنے سے۔ فَاقْطَعُوْا کے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے، خود اس کے لیے اور دوسروں کے لیے عبرت کا سامان بھی فراہم ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنے کیے کی سزا بھی بھگت چکا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۴۴۴/۱۴ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقَطَعَهٗ فَقَالُوْا مَا كُنَّا نَرَاكَ تَبْلُغُ بِهٖ هٰذَا قَالَ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُهَا۔

(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

تیسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا! آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا،[1] صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمیں گمان نہیں تھا کہ آپ اسے اس حد تک پہنچا دیں گے[2] آپ نے فرمایا: اگر فاطمہ[3] بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(نسائی)

[1] یعنی اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض نسخوں میں ہے فقطع ہائے ضمیر کے بغیر۔

[2] یعنی اس کا ہاتھ کٹوا دیں گے، بلکہ ہمارا گمان تھا کہ آپ اس سے رحمت و شفقت کا رویہ روا رکھیں گے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چور اس قسم کا تھا کہ اسے محل شفقت ہونا چاہیے تھا مثلاً ذی رحم یا ایسے ہی کسی دوسرے تعلق والا۔

[3] یعنی فاطمہ زہرا بتول، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (چہیتی بیٹی) رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ چوری کرنے والی، مخزومیہ عورت ہو جیسے کہ آئندہ باب میں آئے گا۔

۳۴۴۵/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بِغُلَامٍ لَهٗ فَقَالَ اقْطَعْ يَدَهٗ فَاِنَّهٗ سَرَقَ مِرْاٰةً لِامْرَاَتِيْ فَقَالَ عُمَرُ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ وَهُوَ خَادِمُكُمْ اَخَذَ مَتَاعَكُمْ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق کی خدمت میں اپنا غلام لایا اور کہنے لگا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے حضرت عمر فاروق نے فرمایا: ہاتھ کا کاٹنا اس پر لازم نہیں ہے۔ وہ تمہارا خادم ہے۔ اس نے تمہارا سامان لیا ہے[1]۔

(امام مالک)

[1] گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرما کر ہاتھ نہ کاٹنے کی علت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ گھر میں آنے کی اجازت کا پایا جانا ہے، لہٰذا (اس کی نسبت سے) مال محفوظ نہ ہوا، یہی امام احمد کا مذہب ہے جب کہ

عام اہل علم اس کے خلاف ہیں عہ۔

۳۴۴۶ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ ١٦
قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ
قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَ سَعْدَیْكَ قَالَ کَیْفَ اَنْتَ
اِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ
یَکُوْنُ الْبَیْتُ فِیْہِ بِالْوَصِیْفِ
یَعْنِی الْقَبْرَ قُلْتُ اللّٰہُ وَ
رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ عَلَیْكَ
بِالصَّبْرِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ
اَبِیْ سُلَیْمَانَ تُقْطَعُ یَدُ
النَّبَّاشِ لِاَنَّہٗ دَخَلَ عَلَی
الْمَیِّتِ بَیْتَہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت اور امداد کے لیے حاضر ہوں[1]، فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب لوگوں کو موت آئے گی[2]، اس وقت گھر، غلام کے بدلے میں ہوگا، گھر سے مراد قبر ہے[3]، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں[4]، فرمایا: صبر کو لازم پکڑنا[5]۔ حماد بن ابی سلیمان[6] فرماتے ہیں کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیوں کہ وہ میت کے گھر میں داخل ہوا ہے[7]۔

(ابوداؤد)

[1] یعنی ارشاد فرمایئے! میں اطاعت و فرمانبرداری کے لیے حاضر ہوں۔

[2] یعنی وبا پھیلے گی تو تم بھاگو گے یا صبر کرو گے؟

[3] بیت (گھر) کی تفسیر قبر سے کی گئی ہے ـــــ وصیف بر وزن شریف، خدمت گار۔ وصائفت خدمت گاری

عہ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مولا اپنے مکاتب کے مال سے کوئی چیز چرالے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح مکاتب اپنے آقا کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کیونکہ وہ اس کا غلام ہے، اسی طرح اگر مولا کی بیوی کا مال چوری کرے، یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔ امام مالک، ابو ثور اور ابن منذر کہتے ہیں کہ مولا کے علاوہ کسی کا مال چوری کرنے پر خواہ اس کی بیوی ہی کا مال کیوں نہ ہو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ حضرت عمر کا اثر تو اس وقت پیش نظر ہے۔ ابن مسعود سے بھی اسی طرح مروی ہے، اور کسی صحابی سے اس کی مخالفت منقول نہیں ہے لہذا یہ مسئلہ اجماعی ہوا اس کے ذریعے آیت کی تخصیص کی جا سکتی ہے ۱۲ مرقاۃ۔

یعنی اس وقت قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے بدلے خریدی جائے گی۔ کیونکہ لوگ بکثرت موت کا شکار ہو رہے ہوں گے، یا یہ مطلب ہے کہ قبر کھودنے کا معاوضہ اتنا گراں ہوگا کہ غلام کی قیمت کو پہنچ جائے گا۔

۵۴ یعنی میں نہیں جانتا کہ میرا حال کیا ہوگا؟ اس وقت صبر کر سکوں گا یا بھاگ جاؤں گا۔

۵۵ اور راہ فرار اختیار نہ کرنا۔

۵۶ حماد بن ابی سلیمان، کوفہ کے رہنے والے تابعی، ثقہ، امام مجتہد، کریم النفس اور پیکر سخاوت تھے، حضرت انس سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے تھے، ان سے امام ابوحنیفہ، مسعر اور شعبہ نے روایت کی، سنہ ۱۲۰ھ میں وصال ہوا۔ ان کے والد ابوسلیمان کا نام مسلم اشعری تھا وہ ابراہیم بن ابوموسیٰ اشعری کے آزاد کردہ غلام تھے

۵۷ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو گھر فرمایا ہے، لہٰذا قبر گھر کی طرح، حفاظت کی جگہ ہوئی، اور اگر گھر سے کوئی چیز چرائی جائے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ لہٰذا قبر سے کفن چرانے پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے اس میں حفاظت کا معنی کمزور ہے اس لیے نص قرآنی میں واقع ہونے والا لفظ سارق اسے شامل نہیں ہوگا۔ (ایسے شخص پر وقت کا حکمران تعزیر لگائے گا۔)

بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

۲۷۴- حدود میں سفارش کرنے کا بیان

اس باب میں وہ حدیثیں بیان کی جائیں گی جو حدود میں سفارش کرنے کے بارے میں وارد ہیں یعنی امام سے درخواست کرنا کہ حدود کے قائم کرنے سے درگزر کرے۔ غالباً چوری کی حد کے ساتھ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس باب میں وارد ہونے والی اکثر احادیث کا تعلق چوری کی حد کے ساتھ ہے، اگرچہ ان کا مفہوم عام ہے۔ ایک حدیث ایسی بھی لائے ہیں جس میں عموم ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۴۴۷ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ قُرَيْشًا
۱

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت

اَهَمَّهُمْ شَانُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَتِ امْرَاَةٌ مَّخْزُوْمِيَّةٌ تَسْتَعِيْرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهٗ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا فَاَتٰى اَهْلُهَا اُسَامَةَ فَكَلَّمُوْهُ

ہے کہ قریش[۱] کو ایک مخزومی عورت[۲] کے حال نے پریشان کر دیا جس نے چوری کی تھی، انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا کچھ حضرات نے کہا کہ آپ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب[۳]، اسامہ بن زید کے علاوہ کون جرات کر سکتا ہے، چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے گزارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو[۴]۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک کیے گئے کہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب اُن کا کوئی معزز[۵] فرد چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے[۶] اور کمزور[۷] آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ خدا کی قسم[۸]! اگر فاطمہ بنت محمد[۹] بھی چوری کرتیں تو ہم ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتے۔

(صحیحین)

امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مخزومیہ عورت سامان مانگ کر لیتی اور انکار[۱۰] کر دیتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے[۱۱] اس کے خویش واقارب نے حضرت اسامہ کے پاس آکر ان سے گفتگو کی، انہوں نے

فَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے میں گزارش کی[12] ، اس کے بعد امام مسلم نے اسی طرح حدیث بیان کی جیسے پہلے بیان ہو چکی ہے[13] ۔

---

[1] یعنی ان صحابہ کرام کو جو قریش سے تعلق رکھتے تھے ——— مخزومیہ منسوب ہے مخزوم کی طرف جو قریش کے ایک قبیلے کا جد اعلیٰ تھا۔

[2] اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود بن عبد الاسد تھا یہ حضرت ابو سلمہ کی بھتیجی تھیں ۔

[3] حب حا کے نیچے زیر، جسے محبوب رکھا گیا ہو۔

[4] بطور انکار و توبیخ فرمایا۔

[5] کوئی بڑا اور طاقت ور آدمی ۔

[6] مداہنت سے کام لیتے ہوئے اس پر حد قائم نہ کرتے ——— شرف بڑا اور بلند مرتبہ ہونا۔

[7] ایک نسخے میں ۲ الْوَضِیْعُ ہے جو شریف کے مقابل ہے اور اکثر بلکہ تمام نسخوں میں ۔ ۱ الضَّعِیْفُ ہے اور یہی صحیح ہے۔

[8] اَیْمُ اللّٰہِ ۔ اس لفظ کی تحقیق اس سے پہلے کی جا چکی ہے ۔

[9] جو ہمارے اہل بیت میں سے ہمیں بہت ہی عزیز اور پیاری ہیں ۔

[10] جحد علم کے باوجود انکار کر دینا ۔

[11] حد سرقہ کے طور پر کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز مانگ کر لیتیں اور پھر انکار کر دیتیں ۔ اگر سوال کیا جائے کہ انکار کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے مانگ کر لینے، پھر انکار کر دینے کا ذکر اس عورت کا حال بیان کرنے کے لیے ہے کہ اس کا یہ حال تھا، ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس نے چوری کی تھی، شارحین فرماتے ہیں کہ امام احمد اور اسحاق کے نزدیک کسی کی چیز لے کر انکار کرنے پر ہاتھ کاٹنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ لیکن دوسری حدیثوں میں صراحۃً چوری کا ذکر آیا ہے یہ حضرات کہیں گے کہ عاریہ کے انکار ہی کو چوری کا نام دیا گیا ہے ۔

[12] کہ اسے چھوڑ دیا جائے ۔

[13] ۔ حدود کے قائم کرنے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ انتہائی اہتمام ہے اور حقانیت میں کمال استقامت ہے ——— اللہ تعالیٰ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ پر رحمتیں نازل فرمائے، وہ اکابر علماء شافعیہ میں سے تھے

بہترین اخلاق سے موصوف اور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاندان رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت سے بہرہ ور تھے۔ انہوں نے جب یہ حدیث روایت کی تو اس جگہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اسم گرامی ذکر نہیں کیا، انہوں نے ایسے مقام پر حضرت خاتون جنت کا نام ذکر کرنا مناسب نہیں جانا بلکہ یوں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے ایک عورت کا ذکر فرمایا ——— رحمہ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً۔

یہ باب فصل ثانی سے خالی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٣٤٤٨/٢ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَآدَّ اللّٰهَ وَ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَّ هُوَ يَعْلَمُهٗ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ وَ مَنْ قَالَ فِيْ مُؤْمِنٍ مَّا لَيْسَ فِيْهِ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَنْ اَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ لَّا يَدْرِيْ اَحَقٌّ اَمْ بَاطِلٌ فَهُوَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ۔

تیسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کی سفارش اللہ تعالی کی حدوں میں سے کسی حد کے آگے حائل ہو گئی[۱] تو اس نے اللہ تعالی کا مقابلہ کیا[۲]، اور جس نے ناحق میں جھگڑا کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ باطل ہے وہ اللہ تعالی کی ناراضگی میں رہے گا یہاں تک کہ اس سے باز آجائے[۳] اور جس نے کسی مومن کے بارے میں ایسی بات[۴] کہی جو اس میں نہیں ہے اللہ تعالی اسے دوزخیوں کی پیپ کے کیچڑ[۵] میں ٹھہرائے گا، یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے[۶]۔ (امام احمد، ابو داؤد)۔ شعب الایمان میں امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جس نے کسی جھگڑے میں امداد کی جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ حق ہے یا باطل تو وہ اللہ تعالی کی ناراضگی میں ہے۔ یہاں تک کہ اس سے باز آجائے[۷]۔

۵۱ یعنی جو شخص اپنی سفارش سے اللہ تعالیٰ کی حد کو روک دے۔

۵۲ صراح میں ہے ضد غیر مماثل اور ندّ مماثل۔ ضَادَّہٗ اس کی ضد ہوا۔

۵۳ نزع اور نزوع کسی کام سے باز آنا۔

۵۴ عیب اور نقص۔

۵۵ رَدْغَۃ "پہلے راء پھر دال ساکن اور اس کے بعد نقطے والی غین۔ دال پر زبر بھی آئی ہے۔ لغت کی کتابوں میں اسی طرح ہے۔ محدثین سکون کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ سخت کیچڑ۔ خبال نقطے والی خاء پر زیر، اصل میں اس کا معنی فساد اور تباہی ہے۔ اسی جگہ وہ فاسد مادے مراد ہیں جو دوزخیوں کے اعضاء سے زرد پانی کی صورت میں ٹپکیں گے اور بہیں گے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ وہ جگہ مراد ہے جہاں زرد پانی جمع ہوگا۔

۵۶ یعنی اس گناہ سے توبہ کے ذریعے، یا جس عذاب کا وہ مستحق ہوچکا ہے اسے برداشت کرنے کے بعد پاک ہوجائے۔

۵۷ اس جگہ وعید اور دھمکی زیادہ شدید ہے کہ جس جگہ حقانیت میں شک اور تردد ہو وہاں بھی امداد نہ کرے، سابقہ روایت میں بطلان کا یقین اور وثوق تھا۔ نیز اس جگہ جھگڑا تھا اور اس جگہ جھگڑے میں امداد ہے۔

۳۲۴۹/۳ وَعَنْ اَبِیْ اُمَیَّۃَ الْمَخْزُوْمِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اِعْتِرَافًا وَّ لَمْ یُوْجَدْ مَعَہٗ مَتَاعٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اِخَالُکَ سَرَقْتَ قَالَ بَلٰی فَاَعَادَ عَلَیْہِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَعْتَرِفُ فَاَمَرَ بِہٖ فَقُطِعَ وَ جِیْءَ بِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَغْفِرِ اللّٰہَ وَتُبْ اِلَیْہِ

حضرت ابوامیہ مخزومی[۱] سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا جس نے صاف طور پر اقرار کیا، اور اس کے ساتھ سامان نہیں پایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، ہمارا گمان[۲] نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہے، اس نے کہا کیوں نہیں[۳]! آپ نے دو یا تین مرتبہ یہی ارشاد[۴] دہرایا، ہر دفعہ اس نے اقرار کیا[۵]۔ آپ کے حکم پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے لایا گیا[۶] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو! اور اسی کی بارگاہ میں توبہ کرو[۷] اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی

فَقَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ثَلٰثًا. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَآئِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ) هٰكَذَا وَجَدْتُّ فِي الْاُصُوْلِ الْاَرْبَعَةِ وَ جَامِعِ الْاُصُوْلِ وَ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَ فِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ اَبِيْ رِمْثَةَ بِالرَّآءِ وَ الثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ الْهَمْزَةِ وَالْيَآءِ.

چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دعا کی یا اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ۔ دارمی) میں نے یہ حدیث، مذکورہ چار کتابوں۔ جامع الاصول شعب الایمان اور معالم السنن میں اسی طرح حضرت ابوامیہ سے پائی ہے[۸] مصابیح کے نسخوں میں ہے عَنْ اَبِیْ رِمْثَۃَ راء اور تین نقطے والی ثاء کے ساتھ، ہمزہ اور یاء کی جگہ[۹]

---

[۱] ابوامیہ ہمزہ پر پیش، میم پر زبر، یا مشدد، اہل حجاز میں شمار کیے جانے والے صحابی ہیں۔ ان کا نام معلوم نہیں ہے۔ چوری کی حد میں ان کی روایت کردہ یہی ایک حدیث ہے۔

[۲] اَخَالُ ہمزہ کی زبر کے ساتھ، مضارع متکلم کا صیغہ ہے جیسے کہ اَخَافُ، زبر کو زیر کے ساتھ تبدیل کر دیتے ہیں۔ بعض زبر بھی پڑھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد حد کا دفع کرنا اور رجوع کی تلقین تھا، جیسے کہ آپ نے زنا کی حد میں کیا، امام شافعی کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہے۔ ہمارے نزدیک اور باقی ائمہ کے نزدیک یہ حد زنا کے ساتھ خاص ہے۔

[۳] میں نے چوری کی ہے۔

[۴] ہمارا گمان ہے کہ تم نے چوری نہیں کی

[۵] اور کہا کہ میں نے چوری کی ہے۔

[۶] ہاتھ کاٹنے کے بعد۔

[۷] کہ دوبارہ چوری نہیں کرو گے یا کوئی گناہ نہیں کرو گے۔

[۸] یعنی یہ حدیث ان سب کتابوں میں حضرت ابوامیہ سے مروی ہے۔

۵۹ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ یہ غلط ہے اگرچہ حضرت ابورمثہ بھی صحابی ہیں۔ لیکن یہ حدیث ان سے مروی نہیں ہے، ان کا ذکر اس جگہ غلط ہے (صاحب مشکوٰۃ کا مقصد صاحب مصابیح پر اعتراض کرنا ہے۔

۱۲ قادری)

بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ

۲۷۳ — شراب کی حد کا بیان

خمر کا معنی شراب ہے۔ لغت میں اس کا معنی پوشیدہ کرنا ہے، شراب چونکہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس لیے اسے خمر کہتے ہیں، شراب کا پینا کتاب وسنت اور اجماع کی رو سے حرام ہے، شراب پینے کی حد اسی کوڑے ہیں، یہی احناف اور جمہور علماء کا مذہب ہے امام شافعی اور بعض دیگر علماء کے نزدیک چالیس کوڑے ہیں۔ نیز امام احمد سے ایک روایت اسی طرح آئی ہے۔ ان کے مذہب کے اکثر ائمہ کے نزدیک اسی کوڑے مختار ہیں، ان سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ شراب پینے والے کو عدد معین کیے بغیر درخت کی شاخوں اور جوتوں سے مارتے تھے۔ ایک اور روایت میں چالیس کوڑے بھی آئے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے، اس کے بعد صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا اجتہاد یہ ہے کہ اسی کوڑے لگائے جائیں۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سے زیادہ کوڑے اس وقت لگواتے جب لوگ شراب پینے کے عادی ہوتے تھے۔ حقیقت میں یہ زیادتی تعزیر تھی اور امام کو اختیار ہے کہ اجتہاد اور موقع محل کے مطابق سزا میں اضافہ کر سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس کوڑے لگوائے، حضرت عمر نے اسی پورے کر دیے اور سب سنت ہیں۔ اب اسی کوڑوں پر اجماع ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۴۵۰ ۱ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَكْرٍ اَرْبَعِيْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ اَرْبَعِيْنَ ۔

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے کی حد میں پتوں کے بغیر کھجور کی شاخوں اور جوتوں سے پٹائی کی[1] اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے لگائے[2]۔ (صحیحین)

حضرت انس کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب پینے پر جوتوں اور شاخوں کے ساتھ چالیس تازیانے مارتے تھے[3]۔

[1] یعنی عدد کی تعیین کے بغیر۔

[2] ایک روایت میں ہے چالیس کے قریب کوڑے مارے۔

[3] اس روایت میں کوڑوں کی تعداد معین کی گئی ہے۔ امام شافعی نے اسی حدیث کو اختیار کیا ہے۔

٣٤٥١/٢ وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ يُؤْتٰى بِالشَّارِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمْرَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ عَلَيْهِ بِاَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَاَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ اٰخِرُ اِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ اَرْبَعِيْنَ حَتّٰى اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت سائب بن یزید[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت[2] اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دور میں شراب پینے والے کو لایا جاتا تو ہم اس پر کھڑے ہوتے اور اسے ہاتھوں جوتوں اور چادروں سے مارتے، یہاں تک کہ جب حضرت عمر کی خلافت کا آخری دور آیا تو انہوں نے چالیس کوڑے لگوائے۔ حتیٰ کہ شراب پینے والے حد سے گزر گئے اور اعتدال سے آگے نکل گئے[3] تو انہوں نے اسی کوڑے لگوائے[4]۔

(بخاری)

---

[1] حضرت سائب بن یزید کم عمر صحابی ہیں، انہوں نے کم حدیثوں کی روایت کی، بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے، حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے والد کے ہمراہ سات سال کی عمر میں حاضر ہوئے۔

سنہ ۸۰ھ اور بعض نے کہا سنہ ۸۶ھ میں وصال ہوا، ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔

۵۲ اِمْرَۃٌ ہمزہ کے نیچے زیر، میم ساکن، امارت، بعض نسخوں میں امارۃ بھی آیا ہے۔

۵۳ وہ عادی شرابی بن گئے اور سرکشی کے مرتکب ہوئے۔

۵۴۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بطور تعزیر زیادہ کوڑے لگوائے، ورنہ حد قیاس سے ثابت نہیں ہوتی[عہ]۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

۳۴۵۲/۳ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فِي الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهٗ وَلَمْ يَقْتُلْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ وَفِي اُخْرٰى لَهُمَا وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ

دوسری فصل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کردو[۵۵]، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی تو آپ نے اسے کوڑے مارے اور قتل نہیں کیا[۵۶]۔

امام ترمذی اور ابو داؤد نے یہ حدیث حضرت قبیصہ بن ذُؤَیب[۵۷] سے روایت کی، ان دونوں حضرات[۵۸] کی ایک دوسری روایت میں اور۔ امام نسائی۔ ابن ماجہ اور

عہ یعنی حضرت عمر نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اتنی معمولی سزا سے شراب نوشی نہیں رکتی تو آپ نے اسی کوڑے مقرر کیے معلوم ہوا کہ نرم سزائیں جرم کی عادت روکنے کے لیے کافی نہیں، یہ حدیث جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ شراب کی سزا اسی کوڑے مقرر ہیں، مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر نے یہ سزا حضرت علی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کی رائے سے مقرر کی تمام صحابہ نے یہ سزا دیکھی اور کسی نے اس سزا پر اعتراض نہ کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہو گیا ۱۲ مرقاۃ۔

مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيّ عَنْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَ مُعَاوِيَةُ وَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَ الشَّرِيْدُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاقْتُلُوْهُ)

دارمی کی روایت میں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت شرید[۵] شامل ہیں۔ انہوں نے یہ حدیث فَاقْتُلُوْہُ تک روایت کی[۶]

ف۱ یہ ڈرانے، دھمکانے کے لیے تھا قتل کا حکم نہ تھا، یا یہ حکم بطور سیاست تھا، یا قتل سے مراد شدید ضرب ہے بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ حکم ابتدا میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا حکم زجر اور دھمکی اور سیاست کے طور پر تھا۔ یا یہ حکم اس حدیث سے منسوخ ہو گیا امام نووی نے امام ترمذی سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا، میری کتاب میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس پر عمل نہ کرنے پر امت کا اجماع ہو، وہ دو حدیثیں یہ ہیں۔ (۱) خوف اور بارش کے بغیر دو نمازوں کا جمع کرنا۔ (۲) چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کرنا۔

ف۳ قبیصہ قاف پر زبر، بار کے نیچے زیر، یار ساکن اور صاد بے نقطہ بن ذویب ذال پر پیش، واؤ پر زبر یار ساکن ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے اور بعض نے کہا کہ فتح کے سال پیدا ہوئے، انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ علمائے امت میں سے صاحب علم و فقاہت تھے، ابن عبد البر نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا۔ دیگر حضرات نے شام کے تابعین کے طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا ۸۶ھ میں وفات پائی۔

ف۴ امام ترمذی اور ابوداؤد

ف۵ شرید شین پر زبر، رار کے نیچے زیر، یار ساکن، ثقفی صحابی کا نام ہے۔ بعض محدثین نے کہا کہ وہ حضر موت سے ہیں اور اہل ثقیف میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی حدیث اہل حجاز میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ان کا نام مالک ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام شرید رکھا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کے ایک فرد کو قتل کیا اور بھاگ کر مکہ معظمہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے تھے، شرود کا معنی میدان سے بھاگ جانا ہے ______ محدثین کی مذکورہ جماعت نے ان صحابہ کرام سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

ف۶ اور یہ عبارت نقل نہیں کی ثُمَّ اُتِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۳۴۵۳ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَزْهَرِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى

حضرت عبد الرحمٰن بن ازہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ
شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ
اضْرِبُوْهُ فَمِنْهُمْ مَّنْ ضَرَبَهٗ
بِالنِّعَالِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ ضَرَبَهٗ
بِالْعَصَا وَ مِنْهُمْ مَّنْ ضَرَبَهٗ
بِالْمِيْتَخَةِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ
يَعْنِي الْجَرِيْدَةَ الرَّطْبَةَ ثُمَّ
اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِّنَ
الْاَرْضِ فَرَمٰى بِهٖ فِيْ وَجْهِهٖ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جب ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ تو آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا اس کی پٹائی کرو، کچھ حضرات نے اسے جوتوں سے مارا، بعض نے ڈنڈے سے اور بعض نے کھجور کی شاخ[2] سے ابن وہب[3] کہتے ہیں کہ اس سے مراد تر شاخ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی اور اس شخص کے منہ پر دے ماری۔

(امام ابو داؤد)

---

[1] عبدالرحمٰن بن ازہر، ازہری صحابی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ ازہر، عوف کے بیٹے ہیں، جن حضرات نے انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے چچا کا بیٹا کہا ہے ان سے غلطی ہوئی ہے، وہ حضرت ابن عباس کے ہم عمر تھے ———— رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

[2] بِالْمِيْتَخَةِ۔ میم کے نیچے زیر، یاء ساکن اس کے بعد تاء مفتوحہ اور نقطے والی خاء، اس کے ضبط میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ میم پر زبر ہے۔ یاء سے پہلے تاء مشدد، بعض نے اسے سَكِيْنَةٌ کا ہم وزن قرار دیا ہے۔ بعض نے کچھ اور ہی کہا ہے۔ قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتح سے ہے جس کا معنی کاٹنا اور مارنا ہے، جو کچھ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ وہ اس کے مخالف ہے۔ وہ اس صورت میں درست ہے کہ تیخ اور وتخ سے مشتق ہو لیکن لغت کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

[3] ابن وہب نے اس لفظ کی تفسیر میں فرمایا اس سے پتوں کے بغیر کھجور کی تر شاخ مراد ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنی لاٹھی ہے۔ بعض نے باریک اور نرم شاخ مراد لی اور بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز مراد لی جا سکتی ہے جس سے مارا جائے خواہ وہ درخت کی شاخ ہو، لاٹھی ہو یا درہ ہو۔

ابن وہب کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد قرشی مصری ہے، وہ آزاد کردہ غلام تھے، مصر، حجاز، عراق کے محدثین اور ابن جریج اور ثوری وغیرہ ہم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے احادیث اس کثرت سے روایت کی ہیں کہ مصر، حجاز اور شام

کے محدثین میں سے کثرت حدیث میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، احمد بن صالح نے فرمایا کہ ابن وہب کی ایک حدیث ایک لاکھ احادیث کے ہم پلہ ہے، ابن عدی نے کہا کہ جلیل القدر اور ثقہ انسان تھے، ان کی ولادت ۱۲۵ھ میں ہوئی اور وصال ۱۹۷ھ یا ۱۹۹ھ میں ہوا۔

۳۴۵۴/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ثُمَّ قَالَ بَكِّتُوْهُ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ مَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ مَا خَشِيْتَ اللّٰهَ وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطٰنَ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: اس کی پٹائی کرو، ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مار رہا تھا کوئی کپڑے سے اور کوئی جوتے سے مار رہا تھا، پھر فرمایا: اسے سرزنش کرو[1]! صحابہ کرام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہیں بچا، تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں شرمایا۔ بعض حضرات نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے[2]، سرکار دو عالم نے فرمایا: اس طرح نہ کہو، اس کے خلاف شیطان کی امداد نہ کرو، یوں کہو اے اللہ! اسے بخش دے۔ اے اللہ اس پر رحمت فرما[3]۔

(امام ابوداؤد)

---

[1] اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کرو۔

[2] یعنی آخرت میں یا دنیا و آخرت میں۔

[3] تاکہ وہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور اگر کرے تو توبہ کرے، قطب الوقت حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز کی حزب البحر میں ہے۔

وَاذْكُرْنَا اِذَا غَفَلْنَا عَنْكَ بِاَحْسَنِ مَا تَذْكُرُنَا بِهٖ اِذَا ذَكَرْنَاكَ وَارْحَمْنَا اِذَا عَصَيْنَاكَ بِاَتَمِّ مَا تَرْحَمُنَا بِهٖ اِذَا اَطَعْنَاكَ

یا اللہ! جب ہم تجھے یاد کرتے ہیں تو تو ہمیں یاد فرماتا ہے اور جب ہم تیری یاد سے غافل ہوں تو اس سے بھی بہتر طریقے پر ہمیں یاد فرما، اور جب ہم تیری فرمانبرداری کرتے ہیں تو تو ہم پر رحمت فرماتا ہے۔ یا اللہ! جب ہم تیری نافرمانی کریں تو ہم پر اس سے بھی کامل تر رحمت فرما۔ کیونکہ غفلت اور معصیت کے وقت ہمیں تیرے یاد فرمانے اور رحمت کی زیادہ حاجت ہے تاکہ ہم غفلت اور معصیت سے نکل جائیں۔ غالباً شاعر (حافظ شیرازی) کے پیش نظر یہی مطلب ہے۔

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو　　　کہ مستحق کرامت گناہ گارانند ؎

اے خدا شناس! جا، بہشت ہمارا حصہ ہے کیونکہ گناہگار ہی مغفرت کے مستحق ہیں۔

٣٤٥٥ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ فَلَقِيَ يَمِيلُ فِي الْفَجِّ فَانْطُلِقَ بِهٖ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَاذٰى دَارَ الْعَبَّاسِ انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهٗ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ أَفَعَلَهَا وَلَمْ يَأْمُرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص شراب پی کر مست ہو گیا، وہ اس حال میں ملا کہ راستے میں جھوم رہا تھا[1]۔ اسے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کی طرف لے جایا گیا، جب وہ حضرت عباس کے گھر کے سامنے پہنچا تو بھاگ کر حضرت عباس کے پاس چلا گیا اور ان سے لپٹ گیا، یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: کیا اس نے ایسا کیا؟ اور اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا[2]۔

(ابوداؤد)

[1] جیسے کہ مدہوشوں کی عادت ہے، صراح میں ہے مَیْلٌ جھکنا، فَجٌّ فراخ راستہ، بعض نے کہا دو پہاڑوں کا درمیانی راستہ، بعض نے مطلق راستہ کہا ہے۔

[2] حد یا تعزیر جاری کرنے کا حکم نہیں دیا، یا تو اس لیے کہ اس وقت شراب جائز تھی، یا اس لیے کہ اقرار یا عادل گواہوں سے شراب کا پینا ثابت نہیں ہوا تھا، راستے میں جھومنے سے وہ نشہ ثابت نہیں ہوتا جو حد کو واجب کرتا ہے، اسی طرح کہا گیا ہے۔ اس کلام کی تحقیق شرح میں کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۴۵۶ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيْدِ النَّخْعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ مَا كُنْتُ لِاُقِيْمَ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتُ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهٗ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهٗ وَ ذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

حضرت عمیر بن سعید نخعی[1] سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایسا نہیں ہے کہ میں کسی شخص پر حد قائم کروں اور وہ مرجائے تو میں اپنے دل میں صدمہ محسوس کروں[2]۔ سوائے شرابی کے، کیونکہ اگر وہ مرجائے[3] تو میں اس کی دیت دوں گا اور یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے کی حد مقرر نہیں فرمائی[4]

(صحیحین)

[1] عمیر عین پر پیش، میم پر زبر بن سعید النخعی نون پر زبر، نقطے والی خاء پر زبر، ثقہ تابعی ہیں، حضرت علی حضرت عمار اور حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں ان سے امام شعبی اور امام اعمش نے روایت کی۔

[2] کیونکہ یہ شریعت کے حکم سے ہے اور وہ شخص رحمت و شفقت کا محل نہیں ہے۔

[3] اگر حد جاری کرنے سے اتفاقاً مرجائے۔

[4] کیونکہ یہ حد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مقرر نہیں ہوئی تھی، جیسے کہ اس سے پہلے گزرا، اگرچہ بعض حدیثوں میں چالیس یا اس کی مثل کوڑوں کا ذکر ہے۔ پس جب میں اسی کوڑے لگاؤں اور وہ مرجائے تو مجھے خوف ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنی حد ہے اس سے زیادہ کوڑے لگا دیے گئے ہوں، اس لیے میں دیت دوں گا

—— امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جس شخص پر حد واجب ہو اور اس پر حد شرعی جاری کرنے سے وہ مرجائے تو دیت لازم نہیں ہے، یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احتیاط ہے، ورنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کرنے پر آپ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک اسی کوڑے زیادہ محبوب ہیں۔

۳۴۵۷ وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اِنَّ عُمَرَ اِسْتَشَارَ فِيْ حَدِّ الْخَمْرِ

ثور بن زید دیلمی[1] سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب کی حد کے بارے میں مشورہ کیا[2] تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ أَرٰى أَنْ تَجْلِدَهٗ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً فَإِنَّهٗ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَإِذَا سَكِرَ هَذٰى وَإِذَا هَذٰى افْتَرٰى فَجَلَدَ عُمَرُ فِيْ حَدِّ الْخَمْرِ ثَمَانِيْنَ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ آپ[3] شرابی کو اسی کوڑے لگائیں، کیوں کہ وہ جب شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور جب مدہوش ہوتا ہے تو بے ہودہ گوئی کرتا ہے اور جب بیہودہ گوئی کرتا ہے تو افترا کرتا ہے[4]۔ تو حضرت عمر نے شراب کی حد میں اسی کوڑے مارے[5]

(امام مالک)

---

[1] ثور تین نقطے والی ثاء پر زبر، واؤ ساکن، مشہور حیوان (بیل) کا یہی نام ہے۔ بن زید الدیلمی، مشکوۃ کے مختلف نسخوں میں اسی طرح ہے مؤطا کے نسخوں میں دیلی ہے اور یہی صحیح ہے۔ ثور شامی حمصی تابعی ہیں امام مالک کے مشائخ سے روایت کرتے ہیں، ان سے ثوری اور یحیی بن سعید روایت کرتے ہیں، ثقہ اور عبادت گزار تھے۔ لیکن ان پر قدریہ میں سے ہونے کی تہمت لگائی گئی، چنانچہ انہیں حمص سے نکال دیا گیا اور ان کا گھر بھی جلا دیا گیا۔

[2] کہ اس کی کتنی مقدار معین کی جائے؟

[3] حضرت عمر کو مخاطب کرتے ہوئے۔

[4] قذف کرتا ہے۔ گالیاں دیتا ہے اور پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتا ہے، اس طرح نشہ، زنا کی تہمت تک پہنچاتا ہے جس کی حد اسی کوڑے ہیں۔

[5] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے پر، اور صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا۔

بَابُ مَا لَا يُدْعٰى عَلَى الْمَحْدُوْدِ

۲۷۴۔ جس پر حد قائم کی جائے اس کو بد دعا نہ دی جائے

بعض نسخوں میں کلمہ مَا نہیں ہے اور باب پر تنوین ہے۔ یعنی جس پر حد لگائی جائے اسے بد دعا نہ دی جائے، جیسے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شرابی کو کہا خدا تجھے ذلیل کرے تو آپ نے منع فرمایا کہ اس طرح نہ کہو! مغفرت اور رحمت کی دعا کرو! ایک نسخہ میں کلمہ مَا موجود ہے عربی قاعدے کے مطابق اسے ما مصدریہ کہتے ہیں، یہ جس پر داخل ہوتا ہے اسے مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، معنی یہ ہوگا محدود کے خلاف دعا نہ کرنے کا باب، اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے معنی کا ہے۔

۳۴۵۸ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا اِسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ يُلَقَّبُ حِمَارًا كَانَ يُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِي الشَّرَابِ فَاُتِيَ بِهٖ يَوْمًا فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَكْثَرَ مَا يُؤْتٰى بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ نامی ایک شخص جن کا لقب حمار[۱] تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے[۲] شراب پینے پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کوڑے بھی لگائے تھے[۳] پھر ایک دن انہیں لایا گیا اور آپ کے حکم پر انہیں کوڑے لگائے گئے، صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے کہا یا اللہ! اس پر لعنت فرما کیسی عجیب بات ہے کہ اسے کتنی بار لایا جاتا ہے[۴] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ بھیجو، خدا کی قسم! جو ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے[۵]

(بخاری)

[1] ان کی سادگی اور سادہ لوحی کی بنا پر۔

[2] اپنی مضحکہ خیز باتوں یا حرکتوں سے جو بارگاہ اقدس میں کرتے تھے، کبھی گاؤں سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے مٹھایاں اور سبزیاں بھی لایا کرتے تھے

[3] اور یہ فعل ان سے بہت دفعہ سرزد ہو جاتا تھا۔

[4] شراب پینے کے سلسلے میں۔

[5] بعض روایات میں آیا ہے۔ مَا عَلِمْتُہٗ اِلَّا اَنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ہم نے انہیں نہیں جانا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں۔ بعض دیگر روایات میں یوں آیا ہے۔ لَا تَلْعَنُوْہُ فَاِنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ انہیں لعنت نہ کرو بے شک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض امور میں اتباع نہ کرنے کے باوجود نفسِ محبت پائی جا سکتی ہے۔ ہاں کامل اور مکمل محبت وہی ہے جو محبوب کی پیروی اور موافقت کے ساتھ ہو، اتباع کی طرح محبت کے بھی کئی مرتبے ہیں، محبت کی حقیقت، دل کا محبوب کی جانب کھنچنا ہے۔ پیروی اور موافقت اس کے آثار و ثمرات میں سے ہیں۔

۳۴۵۹/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ وَ الضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ وَ الضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطٰنَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی، آپ نے فرمایا: اسے مارو، ہم میں سے کوئی ہاتھ سے مار رہا تھا، کوئی جوتے سے اور کوئی کپڑے سے، جب وہ شخص واپس ہوا تو، بعض حضرات نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے، فرمایا: ایسے نہ کہو! اس کے خلاف شیطان کی امداد نہ کرو[1] (بخاری)

[1] یہ حدیث بعینہٖ حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کی طرح ہے جو گزشتہ باب کی دوسری فصل میں گزری ہے، البتہ اس حدیث میں کسی قدر اختصار ہے۔

۳۴۶۰/۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسلمی[1] نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَهِدَ
عَلٰى نَفْسِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ امْرَاَةً
حَرَامًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ
يُعْرِضُ عَنْهُ فَاَقْبَلَ فِى
الْخَامِسَةِ فَقَالَ اَنِكْتَهَا
قَالَ نَعَمْ قَالَ حَتّٰى غَابَ
ذٰلِكَ مِنْكَ فِىْ ذٰلِكَ مِنْهَا
قَالَ نَعَمْ قَالَ كَمَا يُغَيِّبُ
الْمِرْوَدُ فِى الْمُكْحُلَةِ وَ
الرِّشَاءُ فِى الْبِئْرِ قَالَ
نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِىْ مَا الزِّنَا
قَالَ نَعَمْ اَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا
مَا يَاْتِى الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِهٖ
حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِيْدُ بِهٰذَا
الْقَوْلِ قَالَ اُرِيْدُ اَنْ
تُطَهِّرَنِىْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ
فَسَمِعَ نَبِىُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ
اَصْحَابِهٖ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ
اُنْظُرْ اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ سَتَرَ
اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ
نَفْسُهٗ حَتّٰى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ
فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ
سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيْفَةِ حِمَارٍ
شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ

کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی[۲] کہ انہوں نے ایک عورت کے ساتھ حرام کام کیا ہے، ہر دفعہ آپ ان سے اعراض فرماتے[۳]، پانچویں مرتبہ آپ اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اس سے وطی کی ہے[۴]، انہوں نے کہا جی ہاں[۵]! فرمایا: یہاں تک کہ تمہارا وہ اس عورت کی اس میں غائب ہو گیا[۶]؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا[۷]: جیسے سلائی، سرمے دانی میں[۸] اور رسی[۹] کنوئیں میں غائب ہو جاتی ہے؟ بولے جی ہاں! فرمایا: تم جانتے ہو کہ زنا کیا ہے[۱۰]؟ بولے جی ہاں! میں نے اس عورت کے ساتھ وہ کام ناجائز طور پر کیا جو مرد اپنی بیوی کے ساتھ جائز طریقے سے کرتا ہے[۱۱]، فرمایا: تم اس گفتگو[۱۲] سے کیا چاہتے ہو عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں[۱۳] آپ نے حکم دیا تو انہیں رجم کر دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا کہ دو صحابیوں میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے یہ وہ شخص ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ داری فرمائی لیکن اس کے نفس نے اسے نہیں[۱۴] چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح سنگسار کیا گیا، آپ نے ان دونوں کو کچھ نہ فرمایا، پھر ایک ساعت چلے یہاں تک کہ ایک گدھے کی لاش کے پاس سے گزرے جس نے اپنی ٹانگ اٹھائی ہوئی تھی[۱۵] فرمایا: فلاں اور فلاں[۱۶] کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں، فرمایا:

فُلَانٌ وَّ فُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَّاْكُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيْكُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ مِّنْهُ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِيْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيْهَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

تم دونوں اترو اور اس گدھے کی لاش[17] سے کھاؤ، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! اس سے کون کھائے گا[18]؟ فرمایا: تم دونوں نے ابھی اپنے بھائی کی جو بے عزتی کی ہے وہ اس کے کھانے سے زیادہ سخت ہے، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ، قدرت میں میری جان ہے، بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے[19] لگا رہے ہیں۔

(ابوداؤد)

---

[1] یعنی ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعض نسخوں میں ہے۔ جَاءَ مَاعِزُ الْاَسْلَمِيُّ

[2] یعنی اقرار کیا

[3] اور فرماتے کہ کیا تم نے بوسہ لیا ہے؟ یا اس کے چٹکی لی ہے؟ بطور کنایہ، جیسے اس سے پہلے بھی گزرا۔

[4] نِكْتَهَا یہ لفظ اس معنی میں صریح ہے۔

[5] اور تحقیق مجھ سے زنا صادر ہوا ہے۔

[6] تو نے اس کے ساتھ وطی کی ہے؟ یہاں تک کہ تمہارا عضو مخصوص اس عورت کے عضو مخصوص میں غائب ہو گیا۔

[7] تحقیق اور تاکید کے لیے

[8] مِرْوَد میم کے نیچے زیر، را ساکن، واؤ پر زبر اور آخر میں دال، سرمے کی سلائی، مُكْحُلَہ میم پر پیش، کاف ساکن، حا پر پیش، سرمے دانی۔

[9] رِشَا را کے نیچے زیر، ڈول کے ساتھ بندھی ہوئی رسّی۔

[10] تم زنا کا معنی اور اس کی حقیقت جانتے ہو؟ ایسا نہیں ہے کہ طریق مذکورہ کے ساتھ ہر وطی زنا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی حرمت میں شبہ ہو۔

[11] یعنی میں زنا کا مطلب سمجھتا ہوں، وہ بغیر شبہے کے حرام وطی تھی۔

[12] تم جو کہتے ہو کہ میں نے زنا کیا ہے اس سے کیا چاہتے ہو؟ اور تمہاری غرض کیا ہے؟۔

[13] آپ مجھے زنا کی نجاست اور اس کے گناہ سے پاک فرمادیں اور مجھ پر حد قائم کریں۔

[14] کہ پوشیدہ رہتا اس نے اسے ظاہر کر دیا۔

[15] زیادہ پھول جانے کی وجہ سے۔ جِیفَۃ ُ جیم کے نیچے زیر، مردار، جس سے بدبو اٹھ رہی ہو۔ شول جانور کا دم کو اٹھانا، شائل جفتی کے لیے دم اٹھانے والی اونٹنی، اس جگہ اٹھانے کے معنی میں ہے۔

[16] جنہوں نے حضرت ماعز کی تحقیر کی تھی۔

[17] ظاہر یہ ہے کہ وہ لاش جنگل کے کسی کونے میں پڑی ہوئی تھی جیسے کہ عام عادت ہے۔

[18] یہ کھانے کے قابل نہیں ہے، آپ ہمیں اس کے کھانے کا حکم کیونکر دے رہے ہیں؟۔

[19] انغماس پانی میں غوطہ لگانا۔

۳۴۶۱ وَعَنْ خُزَیْمَۃَ بْنِ ثَابِتٍ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا اُقِیْمَ عَلَیْہِ حَدُّ[2] ذٰلِکَ الذَّنْبِ فَھُوَ کَفَّارَتُہٗ[3]۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

حضرت خزیمہ بن ثابت[1] انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس کی حد[2] اس پر جاری کر دی گئی تو وہ اس[3] کا کفارہ ہے۔

(شرح السنۃ)

[1] خزیمہ نقطے والی خاء پر پیش، زاء پر زبر اور یاء ساکن بن ثابت انصاری، اوسی صحابی ہیں۔ ان کی گواہی دو گواہیوں کے برابر تھی، بدر اور اس کے بعد دیگر غزوات میں حاضر ہوئے، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ صفین میں حاضر ہوئے، اور جب سنا کہ حضرت عمار بن یاسر شہید ہوگئے تو تلوار کھینچی اور جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

[2] وہ حد جو شریعت میں وارد ہے۔ مثلاً اس نے زنا کیا اور اسے کوڑے لگائے گئے یا چوری کی اور اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

[3] وہ حد اس گناہ کو ڈھانپنے والی اور محو کرنے والی ہے[عہ]۔

[عہ] مگر قانون شرعی توڑنے کی توبہ کرنی پڑے گی، لہذا یہ حدیث، اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس سے توبہ کروائی، کہ قانون شکنی کی سزا یہ رجم ہی ہے اور رب تعالیٰ کو ناراض کرنے کی معافی کے لیے توبہ ہے، لہذا حدیث میں تعارض نہیں ۱۲ مرآۃ۔

٣٤٦٢/٥ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُهٗ فِی الدُّنْيَا فَاللّٰهُ اَعْدَلُ مِنْ اَنْ يُّثَنِّيَ عَلٰى عَبْدِهٖ الْعُقُوْبَةَ فِی الْاٰخِرَةِ وَمَنْ اَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ فَاللّٰهُ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يَّعُوْدَ فِیْ شَیْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی حد[1] کا ارتکاب کیا، پھر اسے دنیا میں جلد سزا[2] دے دی گئی تو اللہ تعالیٰ بہت عدل فرمانے والا ہے اس سے کہ اپنے بندے کو آخرت میں دوبارہ سزا دے[3] اور جس شخص نے کسی حد کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ داری فرمائی اور اسے معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اس سے کہ ایسی چیز میں پھر عذاب دے جسے وہ معاف فرما چکا ہے[4]۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

---

[1] یعنی ایسا گناہ کیا جس پر معین حد لازم ہے یا حد سے مراد وہ فعل ہے جو حرام ہے ارشاد ربانی ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ کی حدیں ہیں یعنی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔

[2] یعنی اسے حد لگائی گئی یا تعزیر۔

[3] اسے آخرت میں دوبارہ سزا نہیں ہوگی۔

[4] یہ اس صورت میں ہے کہ بطور معافی اس کا گناہ مخفی رکھا گیا ہو، ورنہ پوشیدہ رکھنے سے معافی لازم نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے کہ سزا کو روز قیامت کے لیے اٹھا رکھا ہو۔ اگرچہ امید ہے کہ جب آج پردہ داری فرمائی ہے اور رسوا نہیں کیا تو کل بھی گرفت نہیں فرمائے گا ہو سکتا ہے کہ اس عبارت سے بطور کنایہ توبہ مراد ہو کہ توبہ کو معافی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

بَابُ التَّعْزِيْرِ

۲۷۵ - تعزیر کا بیان

قاموس میں ہے العزر، ملامت کرنا، عزر اور تعزیر، تعظیم اور تحقیر دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ منع کرنے اور رد کرنے کے معنی میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے، تعزیر کا معنی امداد کرنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَتُعَزِّرُوْهُ یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت و امداد کرنا اور ان کے دشمنوں کو منع اور رد کرنا۔ یا ان کی تعظیم و توقیر بجا لانا، بطور سزا جو تعزیر جاری کی جاتی ہے وہ دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ عَزَرْتُهٗ زاء کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۴۶۳ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو بردہ بن نیار[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دس کوڑوں سے زیادہ نہیں لگائے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے کسی حد میں[۲]۔

(صحیحین)

---

[۱] ابو بُردہ با، پر پیش اور را ساکن، بن نیار نون کے نیچے زیر، یا، مخفف، اکابر صحابہ میں سے ہیں، انصاری ہیں اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں یا چچا ہیں، عقبۂ ثانیہ کے موقع پر ستر افراد کے ساتھ حاضر ہوئے، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں حاضر ہوئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں حاضر ہوئے، ان سے حضرت براء بن عازب اور حضرت جابر بن عبد اللہ نے کہ دونوں صحابی ہیں روایت کی، ۴۵ھ میں وصال ہوا۔

[۲] اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ تعزیر میں دس سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے ——— اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تعزیر انتالیس کوڑے

بیس امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے، کم از کم بالاتفاق تین کوڑے ہیں کیونکہ ان سے کم سے زجر اور منع والا مقصد حاصل نہیں ہوتا، اور اس پر اتفاق ہے کہ تعزیر، حد کی تعداد کو نہ پہنچے، لیکن اس سے زیادہ سخت ہو، بعض علماء نے فرمایا کہ یہ امام کی رائے کے سپرد ہے۔ اگر مناسب سمجھے تو حد سے زیادہ بھی کوڑے لگا سکتا ہے، مذاہب کی تفصیل اور ان کے دلائل شرح (لمعات) میں بیان کیے گئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۴۶۴ ۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْهَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص مارے تو چہرے سے بچے[1]

(ابوداؤد)

[1] اور چہرے پر نہ مارے، خواہ حد میں ہو یا تعزیر اور تادیب میں، تادیب بھی ایک قسم کی تعزیر ہے جب کوئی شخص کوتاہی کرے اور جو کچھ اسے کرنا چاہیے وہ کام نہ کرے۔

۳۴۶۵ ۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ یَا یَهُوْدِیُّ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِیْنَ وَ اِذَا قَالَ یَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِیْنَ وَمَنْ وَّقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْهُ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک شخص دوسرے کو کہے او یہودی[1]! تو اسے بیس کوڑے لگاؤ اور جب کہے او ہیجڑے[2] تو اسے بیس کوڑے لگاؤ، اور جو محرم عورت سے زنا کرے اس کو قتل کر دو[3]

(ترمذی) انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد کفر ہو یا ذلت و حقارت مقصود ہو، کیونکہ نص قرآن کے مطابق یہودی اس وصف میں مشہور ہیں، ارشاد ربانی ہے۔ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اُن پر ذلت اور مسکینی مسلط کی گئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ پہلے معنی پر محمول کرنا زیادہ راجح اور بہتر ہے، کیونکہ ایسا کہنے پر سزا (بیس کوڑے) وارد ہے۔

[2] مخنث اسے کہتے ہیں جس کی گفتگو اور کلام میں نرمی اور لچک ہو اور حرکات و سکنات میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، کتاب النکاح کے باب النظر الی المخطوبہ و بیان العورات میں اس کا معنی گزرا ہے۔ ہدایہ میں ہے جب کوئی شخص، مسلمان کو گالی دے اور کہے او کافر! او فاسق! او خبیث! او چور! تو اس پر ایذا رسانی اور ہتکِ عزت کی بنا پر تعزیر واجب ہے اور اگر کہے او گدھے! یا او خنزیر! تو اسے تعزیر نہیں لگائی جائے گی کیونکہ وہ بات کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ لہذا یہ عیب لگانا نہیں ہے بعض علماء نے فرمایا کہ ہمارے عرف کے مطابق تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ اسے گالی شمار کیا جاتا ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ جسے گالی دی گئی ہے وہ اگر معزز طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جیسے کہ فقہاء اور سادات سے ہے تو گالی دینے والے کو تعزیر لگائی جائے گی اور اگر عوام میں سے ہے تو تعزیر نہیں لگائی جائے گی (ہدایہ)

[3] امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق حکم کیا ہے، جمہور کے نزدیک یہ زجر و تشدید ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ یہ اس پر محمول ہے کہ وہ شخص اس بدکاری کو حلال اور حکم شریعت کا ہلکا جانے، ورنہ اس کا حکم زنا والا ہی ہے کہ محصن ہے تو رجم کیا جائے اور کنوارا ہے تو اسے کوڑے مارے جائیں۔

۳۴۶۶ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَجَدْتُّمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَحْرِقُوْا مَتَاعَہٗ وَاضْرِبُوْہُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو پاؤ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیانت کی ہے[1] تو اس کا سامان جلا دو[2] اور اسے مارو[3]۔

(ترمذی، ابوداؤد)

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

[1] یعنی مال غنیمت کے تقسیم کیے جانے سے پہلے اس میں چوری کی ہے۔

[2] کیونکہ اس نے اس مال میں خیانت کی ہے، وہ مال تو غانمین کا حق ہے۔ یہ مالی تعزیر کی قسم کی سزا ہے، علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے سامان جلانے سے منع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتداً یہ حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا یا تغلیظ اور تشدید پر محمول ہے، امام احمد نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے اور فرمایا کہ قرآن پاک، ہتھیار اور جانوروں کے علاوہ سامان جلا دیا جائے۔

[3] بطور تعزیر ــــ اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اس صورت میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ وَوَعِيْدِ شَارِبِهَا

۲۷۶۔ شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان

اس باب میں بیان کیا جائے گا کہ خمر کی حقیقت کیا ہے؟ اور خمر کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے پینے والے کے لیے کیا وعید وارد ہوئی ہے۔ "وَعْد" کا معنی ہے خوشخبری دینا، اس کا استعمال اچھی اور بری دونوں قسم کی چیزوں میں ہوتا ہے، لیکن اس وقت جب کہ اچھی اور بری چیز کا ذکر ہو، اور اگر ذکر نہ ہو تو "وَعْد" کا استعمال اچھی چیز میں اور وعید کا استعمال بری چیز میں ہوتا ہے۔

قاموس میں ہے کہ خمر یا تو انگور کے اس جوس کو کہتے ہیں جو نشہ لائے، یا عام ہے کہ وہ انگور کا جوس ہو یا اس کے علاوہ، انہوں نے کہا کہ عموم زیادہ صحیح ہے، کیونکہ جب مدینہ منورہ میں خمر حرام کیا گیا تو اس وقت انگور کی شراب نہیں ہوتی تھی۔ اہل مدینہ کی شراب صرف کھجور کی ہوتی تھی، اس کا نام خمر اس لیے رکھا گیا کہ لغت میں خمر کا معنی پوشیدہ کرنا اور مخلوط کرنا ہے، خمر عقل کو ڈھانپ دیتا ہے اور اسے خبط کر دیتا ہے (قاموس) جاننا چاہیے کہ خمر ہر نشہ آور شراب کو کہتے ہیں۔ خواہ انگور کے پانی سے بنی ہوئی ہو، کھجور کی ہو یا ان کے علاوہ ان پانچ چیزوں سے ہو جنہیں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے شمار فرمایا، اور فرمایا تحقیق خمر کی حرمت کا حکم نازل ہوا اور وہ پانچ چیزوں سے تھی، انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے بلکہ کہتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں میں بھی منحصر نہیں ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حدیث کے آخر میں بیان کیا کہ اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ خمر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، شافعی اور احمد) اور جمہور سلف و خلف اسی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس کی زیادہ مقدار نشہ لائے وہ تھوڑی بھی حرام ہے۔ کتب صحاح اور سنن میں مذکور حدیثیں اس پر دال ہیں اور اس سلسلے میں بہت احادیث وارد ہیں کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے جو اس مقصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہے، رب کائنات کی قسم! یہ مذہب احادیث کے موافق ہونے کے ساتھ ساتھ اس ام الخبائث کے استعمال اور اس کے مفاسد سے لوگوں کو روکنے اور دور رکھنے کے زیادہ لائق ہوتا ہے۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خمر خاص طور پر انگور کے اس کچے پانی کو کہتے ہیں جو سخت ہو جائے اور جھاگ چھوڑے، انہوں نے دعوای کیا کہ اہل لغت کے نزدیک یہی معروف ہے۔ کیونکہ وہ اس کے علاوہ پر خمر کا اطلاق نہیں کرتے، یہ بھی فرمایا کہ یہ قلیل ہو یا کثیر، نشہ آور ہو یا نہ حرام ہے، اس کے علاوہ نشہ آور چیزیں حرام ہیں اور ان کے حرام ہونے کی علت، نشہ آور ہونا ہے، وہ نجس العین نہیں، ان کی تھوڑی مقدار جو نشہ نہ لائے حرام نہیں ہے اور جو ان کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھے۔ وہ کافر نہیں ہے، کیونکہ اُن کا حرام ہونا قطعی نہیں اجتہادی ہے۔ ان کی نجاست خفیفہ ہے اور ایک روایت میں غلیظہ ہے، دوسری روایات کے مطابق اُن کے پینے پر اس وقت حد واجب ہے جب نشہ لائیں، برخلاف انگوری شراب کے کہ اس کی نجاست، باتفاق تمام روایات غلیظہ ہے۔ اسے حلال جاننے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے[1]۔

---

[1] علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ نے انگریزی دواؤں کے استعمال کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے، سوال یہ تھا کہ ایلوپیتھک کی رقیق دواؤں اور ہومیوپیتھک کی تمام دواؤں میں الکحل شامل ہوتی ہے اور اس کی ایک خاص مقدار نشہ دیتی ہے تو کیا شرعاً ایسی دواؤں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے پہلے انہوں نے بیان کیا کہ فقہاء احناف نے حرام شرابوں کی چار قسمیں بیان کی ہیں (۱) خمر انگور کے اس کچے شیرے کو کہتے ہیں جو گاڑھا ہونے کے بعد جوش میں آکر جھاگ چھوڑ دے (۲) باذق انگور کے اس پکے ہوئے شیرہ کو کہتے ہیں جو پک کر دو تہائی سے کم ختم ہو جائے، اور وہ جوش کھانے کے بعد جھاگ چھوڑنے لگے (۳) سکر چھوہاروں میں ڈالے ہوئے اس کچے پانی کو کہتے ہیں جو گاڑھا ہو کر جوش میں آئے اور جھاگ دے۔ (۴) نقیع الزبیب، منقی میں ڈالے ہوئے اس کچے پانی کو کہتے ہیں جو گاڑھا ہو کر جوش میں آئے اور جھاگ چھوڑ دے۔ یہ چاروں شرابیں حرام ہیں خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر، نشہ آور ہو یا نہ ہو یہ حرام اور نجس ہیں، سوائے اضطرار اور مجبوری کے ان کو دواؤں میں بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

ان چاروں شرابوں کے علاوہ جس قدر نشہ آور مشروبات ہیں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ صرف اسی مقدار میں حرام اور نجس ہیں جس مقدار میں وہ نشہ آور ہوں اور اس سے کم مقدار میں وہ نہ حرام ہیں اور نہ نجس ان کو علاج اور تقویت (عبادت کی قوت حاصل کرنے) کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن عیش و طرب کے لیے انہیں قلیل مقدار میں بھی پینا حرام ہے، اور امام محمد کے نزدیک نشہ آور مشروبات اپنی ہر مقدار میں حرام ہیں، خواہ وہ مقدار قلیل ہو یا کثیر، نشہ آور ہو یا نہ ہو، اور ہمارے مشائخ نے فساد زمانہ کے لحاظ سے امام محمد کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتوای دیا ہے۔

الکحل، آلو، گنے، چقندر، مکئی اور ایسی دوسری اجناس کے نشاستہ سے تیار کی جاتی ہے، جس سے شکر حاصل ہو سکے۔ شراب کی جن چار قسموں کا ذکر کیا گیا ہے الکحل ان سب سے خارج ہے، جس مقدار میں یہ نشہ آور ہو بالاتفاق حرام اور نجس ہے

بعض باطل پرستوں اور فاسقوں نے اس قول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے علاقے میں گڑ شکر وغیرہ سے تیار کی جانے والی شراب کو جائز قرار دے دیا حالانکہ یہ انگوری شراب سے بدرجہا زیادہ نشہ آور ہے۔ اور انہوں نے فسق وفجور میں مبتلا لوگوں کو اس کے پینے اور جائز ہونے کا فتوی دے دیا ہے، ایسے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ نشہ بالاتفاق، بغیر کسی شبہے کے حرام ہے، ایسا کون سا شخص ہے جو پینے پر آئے تو نشے کی حد تک نہیں پیئے گا؟ یہ دیسی شراب (گنے کی رس سے تیار کردہ) تھوڑی پی جائے تو زیادہ پینے پر برانگیختہ کرتی ہے۔ یہاں تک کہ عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے، قوت برداشت اور صبر رخصت ہو جاتا ہے اور انجام کار ذلت کی موت کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

لہذا یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خمر کے علاوہ دیگر مشروبات، نشے کی حد تک پہنچے بغیر پینا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وقت جائز ہے کہ اس کا مقصد عبادت کی قوت حاصل کرنا ہو۔ اگر لہو ولعب مقصود ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔ کیونکہ لہو حرام ہے۔ ائمہ احناف نے اس کی تصریح کی ہے۔ مثلث انگور کا وہ جوس ہے کہ پکانے سے اس کا دو تہائی حصہ خشک ہو جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے، امام محمد کے نزدیک ناجائز اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ جائز ہے۔ لیکن یہ بھی اس وقت ہے جب عبادت، کی قوت حاصل کرنے کے لیے پیئے۔ اسی طرح

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لیکن اس سے کم مقدار میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب کی رو سے یہ حرام اور نجس نہیں ہے اور امام محمد کے مذہب کے مطابق اس صورت میں بھی حرام اور نجس ہے۔ یہاں ہمارے مشائخ نے امام محمد کے قول پر اس لیے فتوی دیا ہے کہ کہیں لوگ مقدار قلیل کا بہانہ بنا کر عیش وطرب کے لیے شراب پینا نہ شروع کر دیں، انہوں نے فتنہ کا دروازہ بالکلیہ بند کرنے کے لیے امام محمد کا قول اختیار کر لیا۔

انگریزی دواؤں کا حکم:۔ آج چونکہ ہر شخص انگریزی دواؤں کے علاج میں مبتلا ہے اور ابتلاء عام کی بنا پر احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے، اس لیے میں علمائے کرام سے گزارش کروں گا کہ مشائخ نے امام محمد کے مذہب پر مقدار قلیل کی حرمت ونجاست کا فتوی اس خطرہ کے پیش نظر دیا تھا کہ اسے پی کر لوگ کہیں شراب کے راستہ پر نہ چل پڑیں۔ لیکن دواؤں میں الکحل کی جتنی مقدار شامل ہوتی ہے اس پر دوسری ادویات اس قدر غالب ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ مخلوط اور قلیل مقدار، نہ شراب کی لذت سے آشنا کرتی ہے نہ اس کا راستہ دکھاتی ہے، لہذا جس علت کی بنا پر مشائخ نے مقدار قلیل میں امام محمد کے قول کا اعتبار کیا ہے وہ یہاں نہیں پائی جاتی، پس چاہیے کہ علماء کرام دواؤں کے معاملہ میں اصل کے مطابق امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے مذہب پر فتوی دیں اور خالص الکحل استعمال کرنے کے مسئلہ میں امام محمد کے قول پر فتوی دیں، یعنی خالص الکحل، حرام اور نجس ہے خواہ مقدار قلیل میں ہو یا کثیر میں، نشہ آور ہو یا نہ ہو، تقویت کے لیے پی جائے یا عیش وطرب کے لیے (ملخصاً) (مقالات سعیدی ص ۱۲ ـ ۵۱۴)

ہدایہ میں ہے۔

کافی[1] اور شرح علامہ سغناقی[2] میں ہے کہ حضرت ابوحفص کبیر[3] سے مثلث کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس کا پینا حلال نہیں ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے فرمایا، میں نے اس کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ وہ صرف ہاضمے اور عبادت کی قوت حاصل کرنے کے لیے جائز قرار دیتے ہیں اور ہمارے زمانے میں فسق و فجور اور لہو و لعب کے لیے پیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ کھانے کے ہاضمے اور عبادت کی قوت حاصل کرنے کے لیے پئیں اور اگر عیش و نشاط اور لہو کے لیے پئیں تو بالاتفاق حرام ہے۔ امام ابویوسف نے اپنی امالی[4] میں بیان فرمایا: اگر کوئی شخص فسق و فجور اور لہو و طرب کے لیے پینا چاہے تو اس کی تھوڑی مقدار ہو یا زیادہ حرام ہے، اس کے لیے بیٹھنا حرام ہے، اس کی طرف جانا حرام ہے، منقی اور کھجور کے نبیذ (وہ پانی جس میں یہ چیزیں بھگو دی گئی ہوں اور ان کی مٹھاس اس پانی میں منتقل ہو جائے) میں بھی یہی اختلاف ہے جب اسے پکایا جائے اور وہ سخت ہو جائے، جوش میں آ جائے اور جھاگ چھوڑے، اسی طرح امام محبوبی[5] نے بیان فرمایا[6]۔

---

[1] کافی، حاکم شہید محمد بن محمد حنفی کی تصنیف ہے جس میں مبسوط امام محمد اور ان کی جوامع سے مسائل منتخب کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس کی شرح علامہ سرخسی نے لکھی ہے جو مبسوط کے نام سے معروف ہے،

(فقہ اسلامی، مولانا عبد الاول جونپوری ص ۲۱۰)

[2] علامہ حسام الدین حسن بن علی سغناقی متوفی سنہ ۷۱۴ھ نے ہدایہ کی شرح نہایہ کے نام سے لکھی۔

(فقہ اسلامی ص ۲۲۳)

[3] مجتہد عصر احمد بن حفص بخاری تلمیذ امام محمد، متوفی ۲۱۶ھ (فقہ اسلامی ص ۲۶)

[4] یہ فقہ کی ایک بڑی کتاب ہے جس کا حجم تین سو جلدوں سے زیادہ ہے۔ یہ امام ابویوسف کے املا سے جمع کی گئی۔

(فقہ اسلامی ص ۱۵۷)

[5] ہدایہ کے شارح امام تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ عبید اللہ محبوبی حنفی (فقہ اسلامی ص ۲۲۲)

[6] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں فی زمانہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے ورنہ فساق اس بہانہ سے شراب خوری کریں گے ——— افیون، بھنگ، چرس وغیرہ نشہ آور غیر پتلی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے کہ تا حد نشہ حرام ہیں اس لیے کم دواءً حلال، لہو و لعب کے لیے حرام نیز وہ چیزیں نجس نہیں ہیں ۱۲ مرآۃ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۴۶۷/۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَمْرُ مِنْ هَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ النَّخْلَةِ وَ الْعِنَبَةِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، شراب ان دو درختوں سے ہے، کھجور کے درخت اور انگور کی بیل سے[1]۔

(مسلم)

[1] شارحین فرماتے ہیں کہ ان دو درختوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ عربوں کی زیادہ تر شرابیں ان ہی دو درختوں سے تیار کی جاتی تھیں، یہ مطلب نہیں کہ دوسری چیزوں سے شراب نہیں ہوتی، جیسے کہ دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔

۳۴۶۸/۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰی مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ تَحْرِیْمُ الْخَمْرِ وَ هِیَ مِنْ خَمْسَةِ اَشْیَآءَ الْعِنَبِ وَ التَّمْرِ وَ الْحِنْطَةِ وَ الشَّعِیْرِ وَ الْعَسَلِ وَ الْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت شراب پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی۔ (۱) انگور (۲) کھجور (۳) گندم (۴) جو اور (۵) شہد اور شراب وہ چیز ہے جو عقل کو چھپا دے[1]۔

(بخاری)

[1] کہتے ہیں کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خمر ان پانچ چیزوں میں منحصر نہیں ہے۔ دوسری چیزوں سے بھی بنتی ہے اگر اس سے عقل پوشیدہ ہو جائے۔

۳۴۶۹/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ حِیْنَ حُرِّمَتْ وَ مَا نَجِدُ خَمْرَ الْاَعْنَابِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب شراب حرام کی گئی تو انگوروں کی شراب کم ہی ملتی تھی، عام طور پر ہماری شرابیں کچی کھجور[1]

اِلَّا قَلِيْلًا وَ عَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَ التَّمْرُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اور چھوہارے۲ کی ہوتی تھیں۔ (بخاری)

۱ بسر بار پر پیش، سین ساکن، کچی کھجور۔

۲ کھجور کے درخت سے جو چیز پہلے ظاہر ہوتی ہے اسے "طَلْعٌ" کہتے ہیں اس کے بعد خلال" پھر "بَلَح" پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس کے بعد بے نقطہ حا ر ——— اس کے بعد بُسْرٌ، پھر رُطَبٌ اور اس کے بعد تَمْرٌ"۔

۳۴۷۰/۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بِتْعٌ۱ یعنی شہد کی شراب۲ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے۳۔ (صحیحین)

۱ بِتْعٌ بار کے نیچے زیر، تار ساکن، اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۲ شہد کو (پانی میں ملا کر) کسی برتن میں ڈال کر محفوظ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں تیزی پیدا ہو جائے جیسے کہ نبیذ تمر۔

۳ لہذا شہد کا نبیذ اگر نشہ دے تو وہ حرام ہے جیسے کہ نبیذ تمر کا بھی یہی حکم ہے، کہتے ہیں کہ اہل یمن کی شراب یہی بتع ہی تھی۔

۳۴۷۱/۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَ هُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جس نے دنیا میں شراب پی پھر وہ اس حال میں مر گیا کہ وہ اس کا عادی تھا۱۔ اور اس نے توبہ نہیں کی، وہ آخرت میں شراب نہیں پیے گا۔ (مسلم)

[5] صراح میں ادمان ہمیشہ شراب پیتے رہنا۔

۳۴۷۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِّنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِّمَنْ يَّشْرَبُ الْمُسْكِرَ اَنْ يَّسْقِيَهٗ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں پوچھا جو ان کے علاقے میں پی جاتی تھی اور جوار[1] سے تیار کی جاتی تھی۔ اسے مِزر[2] کہا جاتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ نشہ دیتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ۔جی ہاں! فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔ بے شک شرابی کے لیے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ اسے طینۃ الخبال[3] پلائے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا: دوزخیوں کا پسینہ یا فرمایا، دوزخیوں کا کچ لہو[4]۔

(مسلم)

[1] ذُرَۃ ذال پر پیش اور را مخفف، جوار، باجرہ،

[2] مِزْر میم کے نیچے زیر، پہلے زا ساکن پھر را، جوار سے تیار کی جانے والی شراب اسی طرح صراح میں ہے قاموس میں مزر جوار اور جو کا نبیذ۔

[3] الخبال نقطے والی خا پر زبر، با مخففہ۔

[4] زرد پانی جو دوزخیوں کا جسم نچوڑنے سے نکلے گا۔ عصر انگور وغیرہ کے نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ عصارہ عین پر پیش، نچوڑنے سے حاصل ہونے والا پانی۔

۳۴۷۳ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ خَلِيْطِ التَّمْرِ وَ الْبُسْرِ وَ عَنْ خَلِيْطِ الزَّبِيْبِ

حضرت ابو قتادہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوہارے اور کچی کھجور[2]، اسی طرح کشمش اور کھجور اور کچی کھجور[3] اور تر کھجور کے مخلوط نبیذ سے منع فرمایا

وَ التَّمْرِ وَ عَنْ خَلِيْطِ الزَّهْوِ وَ الرُّطَبِ وَ قَالَ انْتَبِذُوْا كُلَّ وَاحِدٍ عَلىٰحِدَةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور فرمایا: ہر ایک کو الگ الگ پانی میں ڈالو[4]۔ (مسلم

[1] حضرت ابو قتادہ مشہور صحابی ہیں، ان کے حالات کئی جگہ لکھے جا چکے ہیں۔

[2] یعنی ان دونوں کو ملا کر پانی میں نہ ڈالو۔

[3] زہو زا پر زبر، ہا ساکن، کچی کھجور جس میں رنگ پیدا ہو چکا ہو۔ صراح میں ہے زہو زا پر زبر اور پیش، کچی کھجور کا رنگین ہو جانا۔

[4] شارحین فرماتے ہیں کہ الگ الگ پانی میں ڈال کر نبیذ بنانا جائز ہے دو قسموں کا جمع کرنا ناجائز ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ مخلوط کرنے کی صورت میں ایک جنس میں تبدیلی جلد پیدا ہو جائے گی جسے نشہ آور ہونا لازم ہے، اور دوسری جنس بھی ضائع ہو جائے گی اور فرق تو رہے گا نہیں، اس طرح وہ حرام چیز کا استعمال کر بیٹھے گا، امام احمد اور امام مالک نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مخلوط جنسوں کا نبیذ حرام ہے اگرچہ نشہ آور نہ ہو، جمہور علماء کے نزدیک مسکر ہو تو حرام ہے۔

۳۴۷۴/۱۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ تُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں پوچھا گیا جسے سرکہ بنا دیا جائے[1]، فرمایا: نہیں[2] (مسلم)

[1] نمک، پیاز یا کوئی اور چیز ڈال کر جو اسے نشہ آور نہ رہنے دے، کیا شراب سے بنا ہوا وہ سرکہ جائز اور حلال ہے؟

[2] وہ جائز اور حلال نہیں ہے —— یہ حدیث امام شافعی، امام مالک اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد کی دلیل ہے، ان حضرات کے نزدیک وہ پلید اور حرام ہے، اور ہمارے نزدیک وہ جائز اور حلال ہے، ہدایہ میں ہے جب شراب سرکہ بن جائے تو وہ حلال ہے، خواہ کسی چیز کے ملانے سے بنے یا اس کے بغیر، پرانی ہو کر سرکہ بن جائے یا دھوپ میں رکھنے سے، امام شافعی کے نزدیک اگر کسی چیز کے ڈالنے سے سرکہ بن جائے تو وہ حلال نہیں ہے[1] اس صورت میں ان کا

---

[1] غالباً کاتب نے غلطی سے اشعۃ اللمعات میں اس جگہ لکھ دیا کہ "حلال ست"، حالانکہ ہدایہ میں ہے کہ حلال نہیں ہے۔ ۱۲ قادری

ایک ہی قول ہے، اور اگر کسی چیز کے ڈالے بغیر سرکہ بن جائے تو اس میں ان کے دو قول ہیں (ایک قول یہ ہے کہ حلال ہے اور دوسرا یہ کہ حلال نہیں ہے ۱۲ قادری)، ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلقاً فرمانا ہے نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ سرکہ بہترین سالن ہے (یہ ارشاد مطلق ہے، خواہ وہ ابتدائی حالت میں ہو یا پہلے شراب ہو پھر سرکہ بن گیا ہو ۱۲ قادری۔) نیز اس کا وصف مفسد (نشہ آور ہونا) زائل ہو چکا ہے اصلاح اور اچھا وصف ثابت کرنا مباح ہے، سرکہ بنانے کی ممانعت شراب کے آثار کا قلع قمع کرنے کے لیے ابتداً تھی، عرصہ کے بعد بھی حرام ہو، ایسا نہیں ہے (ہدایہ) ایک روایت میں ہے خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ تمہارا بہترین سرکہ وہ ہے جو شراب سے بنا ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۴۷۵/۱۳ وَعَنْ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ طَارِقَ ابْنَ سُوَيْدٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَآءِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَآءٍ وَّلٰكِنَّهٗ دَآءٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت وائل حضرمی۵۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طارق بن سوید۵۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں منع فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ میں دوا کے لیے شراب بناتا ہوں تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۵۳۔

(مسلم)

۵۱ حضرت وائل حضرمی یہ وہی وائل بن حجر ہیں جو یمن کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، بارگاہ رسالت میں معزز اور محترم تھے، ان کے تفصیلی حالات اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

۵۲ طارق بن سوید سین پر پیش، بعض نے سوید بن طارق کہا ہے، صحابی حضرمی ہیں۔ بعض نے کہا کہ جعفی ہیں۔

۵۳ اکثر علماء کے نزدیک خالص شراب سے علاج ممنوع ہے، بعض علماء نے کہا کہ اگر حاذق طبیبوں کے فیصلے کے مطابق، علاج کے لیے شراب متعین ہو تو اس سے علاج کرنا جائز ہے، لیکن اگر گلے میں لقمہ اٹک جائے اور ہلاکت کا خوف ہو اور اسے نیچے اتارنے کے لیے پانی یا اس جیسی چیز موجود نہ ہو تو بالاتفاق جائز ہے۔ بعض اکابر اطباء اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور اس میں لوگوں کے فائدے ہیں، کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب میں صحت اور شفاء ہے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس سے سرور اور انبساط حاصل ہوتا ہے اور ذہن کی تیزی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن آخر کار جسمانی طور پر نقصان دہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۴۷۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ۱۴ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاِنْ عَادَ فِی الرَّابِعَۃِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ لَمْ یَتُبِ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَقَاهُ مِنْ نَّهَرِ الْخَبَالِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَ الدَّارِمِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو)

دوسری فصل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ اس کی صبح کی چالیس نمازیں قبول نہیں فرمائے[1] گا پھر اگر توبہ کرے[2] تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رجوع فرمائے گا، پس اگر دوبارہ شراب پیئے تو اللہ تعالیٰ اس کی صبح کی چالیس نمازیں قبول نہیں فرمائے گا: پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رجوع فرمائے گا[3]، پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس صبحیں نماز قبول نہیں فرمائے گا اس کے بعد اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رجوع نہیں فرمائے گا[4]، اور اسے دوزخیوں کے زرد پانی کی نہر[5] سے پلائے گا۔

(ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی)

---

[1] اور اسے ان نمازوں کا ثواب عطا نہیں فرمائے گا، اگرچہ قضا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اور وہ بری ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ نماز کی شرطیں پوری کر کے ارکان ادا کر چکا ہے۔ خاص طور پر نماز کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ جب نماز باوجودیکہ وہ بدنی عبادتوں میں سے افضل ترین عبادت ہے خصوصًا نماز فجر قبول نہیں تو دوسری

عبادتیں بطریق اولیٰ مقبول نہیں ہوں گی، لفظ صباح سے، ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ صبح کی نماز مراد ہے جو افضل ترین نماز ہے، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں مقبول نہیں ہوں گی جیسے کہ اس حدیث میں ہے خُمِّرَتْ طِيْنَةُ آدَمَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کی مٹی چالیس دن بھگوئی گئی۔

ے۲ اور شراب پینے پر پشیمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف رجوع فرمائے گا، اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اس کا گناہ معاف فرما دے گا۔

ے۳ تیسری مرتبہ پینے تک اسی طرح فرمایا۔

ے۴ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخیوں کے جسم سے زرد پانی اس قدر بہے گا کہ اس سے نہریں جاری ہو جائیں گی ——— واضح ہو کہ چوتھی مرتبہ توبہ کے قبول نہ ہونے کا حکم بطور زجر اور تشدید ہے ورنہ نصوص سے ثابت ہے کہ اگر فی الواقع توبہ پائی جائے تو مقبول ہے اور اس کا مقبول ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل سے واجب ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ توبہ کے مقبول ہونے کا حکم قضائے مبرم ہے، ممکن ہے کہ یہ صورت اس سے مستثنیٰ ہو یا یہ مطلب ہو کہ اس خباثتوں کی جڑ کے استعمال کی نحوست سے اسے حقیقی توبہ ہی نصیب نہ ہو گی اور پینے والا اُس پر مصر رہے گا اور اسی طرح دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور یہ بھی درحقیقت مبالغہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۴۷۷/۱۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۱۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)	(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ے۱ کیونکہ انسانی طبیعت اور عادت یہ ہے کہ تھوڑی مقدار، زیادہ تک پہنچاتی ہے۔ اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے۲۔

ے۲ کیونکہ تھوڑی شراب بہت کو عادی بنا دیتی ہے اس لیے تھوڑی سے بھی بچنا لازم ہے، یہ حدیث ظاہر معنیً سے امام شافعی وغیرہم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی افیون، چرس، بھنگ جو دواؤں میں استعمال کی جائے اور نشہ نہ دے تو حرام نہیں، یہاں پتلی اور خشک کی قید نہیں، لہٰذا اس کا وہ ہی مطلب ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ خمر یعنی شراب انگوری کا تو ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے اور دوسری شرابوں کا قطرہ بھی حرام ہے جب لذت یا طرب یا لہو کے لیے پئے یا اس لیے حرام ہے کہ وہ زیادہ پینے کا ذریعہ ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں (۱۲ مرآۃ)

٣٤٧٨/١٦ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرْقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا ایک فرق[1] نشہ دے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے[2]۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

---

[1] فرق فار پر زبر، رار ساکن، رار پر زبر بھی آئی ہے۔ مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ ہے اور وہ سولہ رطل (آٹھ سیر) کا ہوتا ہے۔

[2] فرق اور چلو سے مراد کثیر اور قلیل ہے جیسے کہ گزشتہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

٣٤٧٩/١٧ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت نعمان بن بشیر[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق گندم سے شراب ہے، جو سے شراب ہے، کھجور سے شراب ہے کشمش سے شراب ہے اور شہد سے شراب ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

---

[1] نعمان بن بشیر نقطے والی شین کے ساتھ، بروزن بصیر، انصاری صحابی ہیں، ہجرت کے بعد انصار کے ہاں سب سے پہلے ان کی ولادت ہوئی، جیسے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت نعمان کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی۔

[2] محدثین کہتے ہیں کہ مقصود ان پانچ چیزوں میں حصر نہیں ہے بلکہ خصوصی طور پر ان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ عموماً عرب کی عادت یہی تھی کہ شراب ان ہی چیزوں سے بنائی جاتی تھی، اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خمر، انگور کے پانی کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر لغت میں اسی طرح ہے تو فبہا ورنہ شریعت میں خمر ان سب

قسموں کو شامل ہے[5]۔

٣٤٨٠ ١٨ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِیَتِیْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقُلْتُ اِنَّهٗ لِیَتِیْمٍ فَقَالَ اَهْرِیْقُوْهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی[1] جب سورہ مائدہ[2] نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ وہ ایک یتیم کی ہے[3]۔ فرمایا: اسے گرادو[4]۔ (ترمذی)

[1] یعنی ہمارے گھر میں ایک یتیم تھا جس کی ہم پرورش کرتے تھے، اس کے پاس کئی قسم کے اموال تھے، ان ہی میں شراب بھی تھی اور اس وقت شراب جائز تھی۔

[2] جس میں تحریم خمر کی یہ آیت ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (الآیۃ)، اے ایمان والو! حکم یہی ہے کہ شراب، جوا، بت اور فال نکالنے کے تیر، پلیدی ہیں، شیطان کے کام ہیں

[3] اسے ضائع نہیں کیا جاسکتا، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

[4] کیونکہ وہ بے قیمت مال ہے، اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمیں اس کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے اور پلید چیز سے نفع حاصل کرنا حرام ہے،

٣٤٨١ ١٩ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اشْتَرَیْتُ خَمْرًا لِاَیْتَامٍ فِیْ حَجْرِیْ قَالَ اَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

حضرت انس، حضرت ابو طلحہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کچھ یتیم میری پرورش میں ہیں میں نے ان کی شراب خریدی ہے[2]، فرمایا اسے گرادو اور مٹکوں کو توڑ دو امام ترمذی

---

[5] مرقات نے فرمایا کہ ان تمام شرابوں کو خمر فرمانا مجازًا ہے، یعنی یہ شرابیں گویا خمر ہی ہیں کہ عقل بگاڑنے، بے ہوشی و نشہ کردینے میں خمر کا کام کرتی ہیں اور ان کے نشہ پر بھی خمر کے نشہ کے احکام جاری ہیں ورنہ خمر صرف شراب انگوری کو کہا جاتا ہے جس کے دلائل پہلے عرض کیے گئے ۱۲ مرآۃ

وَ ضَعَّفَهٗ وَ فِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَیْتَامٍ وَّرِثُوْا خَمْرًا قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُهَا خَلًّا قَالَ لَا ۔

نے اسے روایت کیا اور اسے ضعیف قرار دیا، امام ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ یتیموں کے بارے میں پوچھا جنہیں وراثت میں شراب ملی تھی، فرمایا: اسے گرادو، عرض کیا اسے سرکہ نہ بنادوں؟ فرمایا: نہیں!

[1] حضرت ابوطلحہ، حضرت انس کی والدہ کے شوہر اور اکابر صحابہ میں سے ہیں، احادیث میں ان کا ذکر کثرت سے ہے۔

[2] یہ شراب سرکہ بنانے کے لیے خریدی تھی، جیسے کہ حاشیہ میں لکھا گیا ہے ——— یا یہ معنی ہے کہ میں نے یتیموں کے لیے شراب خریدی ہے، یہ خریداری، شراب کے حرام قرار دئے جانے سے پہلے تھی اور سوال اس وقت کیا گیا جب اسے حرام قرار دے دیا گیا، سوال یہ تھا کہ اسے محفوظ رکھوں یا گرادوں؟ اس معنی کے اعتبار سے یہ حدیث گزشتہ حدیث کے موافق ہو گی، امام ابوداؤد کی روایت بھی اسی معنی کے مناسب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۴۸۲ / ۲۰ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَّ مُفْتِرٍ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور جسم میں سستی لانے والی[1] چیز سے منع فرمایا۔۔

(ابوداؤد)

[1] مفتر میم پر پیش، فاء ساکن اور تاء کے نیچے زیر، جسم میں سستی لانے والی چیز، قاموس میں ہے فتور کہتے ہیں تیزی کے بعد سکون اور سختی کے بعد نرمی کو، جسم کا فتور یہ ہے کہ جسم کے جوڑوں میں سستی اور نرمی آجائے اور اعضاء میں کمزوری پیدا ہو جائے نہایہ میں ہے مُفتِر شراب وہ ہے کہ جب پی جائے تو جسم گرم ہو جائے اور اعضاء میں کمزوری اور فتور پیدا ہو جائے، اَفْتَرَ الرَّجُلُ اس وقت کہتے ہیں جب آدمی کی پلکیں کمزور ہو جائیں اور آنکھ کے کنارے ڈھیلے پڑ جائیں ——— اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ بھنگ اور افیون وغیرہ وہ چیزیں حرام ہیں جن کے استعمال سے جسم ڈھیلا پڑ جائے اس سلسلے میں ہم باب کے آخر میں کچھ گفتگو کریں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

٣٤٨٣ / ۲۱ وَعَنْ دَيْلَمٍ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضٍ بَارِدَةٍ وَّ نُعَالِجُ فِيْهَا عَمَلًا شَدِيْدًا وَّ اِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِّنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهٖ عَلٰى اَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوْهُ قُلْتُ اِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ قَالَ اِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

حضرت دیلم حمیری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ٹھنڈے علاقے میں رہتے ہیں اور وہاں سخت محنت والا کام کرتے ہیں[2] اور ہم اس گندم[3] سے شراب بناتے ہیں جس سے ہم اپنے کاموں اور اپنے علاقے کی سردی پر قوت حاصل کرتے ہیں، فرمایا: کیا وہ نشہ دیتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: جی ہاں! فرمایا: اس سے بچو! میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں، فرمایا: اگر اسے نہ چھوڑیں تو ان کے ساتھ جنگ کرو[4]۔

(ابوداؤد)

[1] دیلم دال پر زبر، یا ساکن حمیری حا کے نیچے زیر، میم ساکن اور یاء پر زبر، یمن کے مشہور قبیلے حمیر کی طرف نسبت ہے، صحابی ہیں اور اہل مصر میں شمار ہوتے ہیں ان کی حدیث بھی ان کے ہاں معروف ہے ۔

[2] جو جسمانی طاقت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا ۔

[3] قمح قاف پر زبر، میم ساکن اور آخر میں بے نقطہ حا (گندم)

[4] سائل نے گندم کی شراب کی اجازت اور رخصت طلب کرنے کے لیے مبالغہ سے کام لیا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت عطا نہیں فرمائی، یہاں تک فرمایا کہ اگر لوگ اسے نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو، اس سے یا تو حقیقۃً جنگ ہی مراد ہے یا منع کرنے میں شدت اور مارکٹائی مراد ہے ۔

٣٤٨٤ / ۲۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ الْكُوْبَةِ وَ الْغُبَيْرَآءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب، جوئے[1]، شطرنج[2]، اور جوار کی شراب سے منع کیا اور فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ)

(ابوداؤد)

[1] میسر سین کے نیچے زیر، جوا کھیلنا، کسی چیز کو گروی رکھ کر جوا کھیلنا اور اس چیز کا آپس میں بھی لین دین کرنا۔

[2] کوبۃ کاف پر پیش، واؤ ساکن، اس کے بعد ایک نقطے والی باء۔ قاموس میں ہے کوبۃ نرد، شطرنج، ڈھولکی اور بربط ——— اور یہ سب ممنوعات میں سے ہیں جو بھی مراد لیں صحیح ہے۔

[3] غبیراء نقطے والی غین پر پیش، ایک نقطے والی باء پر زبر، جوار (باجرے) کی شراب جسے سکر کہتے ہیں، اسے حبشی تیار کرتے ہیں۔ صراح میں ہے غبیراء جوار کا پانی جو نشہ دے۔

۳۴۸۵/۲۳ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ وَلَا وَلَدُ زِنْيَةٍ بَدَلَ قَمَّارٍ۔

اُن ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کو اذیت دینے والا[1]، جوئے باز، عطیہ دے کر احسان جتلانے والا[2] اور عادی شراب نوش جنت میں داخل نہیں ہوگا (دارمی)، امام دارمی ہی کی ایک روایت میں جوئے باز کی جگہ ولد زنا[3] ہے۔

[1] کسی وجہ شرعی کے بغیر۔

[2] بعض شارحین نے کہا کہ اس جگہ مَنَّانٌ، مَنٌّ سے مشتق ہے جس کا معنی قطع کرنا ہے، اس سے مراد قطع رحمی کرنے والا ہے، جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آئے گا۔

[3] زِنْيَةٍ زاء کے نیچے زیر اور نون ساکن، بمعنی زنا ——— یعنی ولد زنا جنت میں داخل نہیں ہوگا، مراد تشدید اور زانی کے لیے تعریض ہے جو اس بچے کی پیدائش کا سبب ہے۔ ولد زنا جنت میں نہیں جائے گا، اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام ہے۔ بعض شارحین نے یہ تاویل کی کہ ولد زنا سے مراد، عادی زانی ہے جیسے کہ بہادروں کو بنو الحرب اور مسلمانوں کی اولاد کو بنو الاسلام کہتے ہیں، ورنہ ولد الزنا نے کوئی گناہ نہیں کیا جس کی اسے سزا دی جائے۔

۳۴۸۶/۲۴ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِيْ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَ الْمَزَامِيْرِ وَ الْاَوْثَانِ وَ الصُّلُبِ وَ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ حَلَفَ رَبِّيْ عَزَّ وَ جَلَّ بِعِزَّتِيْ لَا يَشْرَبُ عَبْدٌ مِّنْ عُبَيْدِيْ جُرْعَةً مِّنْ خَمْرٍ اِلَّا سَقَيْتُهٗ مِنَ الصَّدِيْدِ مِثْلَهَا وَ لَا يَتْرُكُهَا مِنْ مَّخَافَتِيْ اِلَّا سَقَيْتُهٗ مِنْ حِيَاضِ الْقُدُسِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

جہانوں کے لیے باعثِ رحمت اور ہدایت[۱] بنا کر بھیجا اور مجھے میرے عزت و جلال والے رب نے حکم دیا باجوں[۲]، بنسریوں[۳]، بتوں، صلیبوں[۴] اور رسوم جاہلیت کے مٹا دینے کا، میرے رب جلیل نے اپنی عزت[۵] کی قسم یاد فرما کر فرمایا کہ میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ[۶] پیئے گا میں اسے اتنی ہی پیپ[۷] پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف کے سبب اسے چھوڑے گا میں اسے پاکیزہ حوضوں[۸] سے پلاؤں گا

(امام احمد)

[۱] مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی اور سعادت کی راہنمائی کا سبب بنا کر بھیجا، یہ رحمت کی تفسیر ہے، اور معنوی اور روحانی رحمت کا بیان ہے، صوری اور جسمانی رحمت بھی آپ کے وجود شریف کے طفیل تمام مخلوقات کو یہاں تک کہ کافروں کو بھی شامل ہے جیسے زمین میں دھنس جانے، شکلوں کے مسخ ہونے اور غرق ہونے سے محفوظ و مامون رہنا جب کہ پہلی امتیں اس قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئیں۔ بلکہ آپ تمام جہان کے سب اجزاء و ارکان کے لیے رحمت ہیں جیسے مٹی کا پاک کرنے والی ہونا، بدنوں اور کپڑوں سے نجاست دور کرنے والی ہونا اور مسجد ہونا اور ہلاکت و عذاب کا سبب نہ ہونا۔ ہوا کا دین اور اہل دین کی امداد کا سبب ہونا۔ صدقات جو فقراء و مساکین کی منفعت اور بھلائی کا سامان ہیں آگ کا انہیں نہ جلانا۔ شیاطین، فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں کے قریب جایا کرتے تھے، آسمانوں کو ان کی نجاست سے پاک کر دیا گیا، خصوصًا معراج کے موقع پر تمام عالم بالا آپ کے نور اور برکتوں سے منور اور مشرف ہوا۔

[۲] معازف بے نقطہ عین، زار، اور فار کے ساتھ، جمع ہے معزف کی بے نقطہ عین، زار اور فار کے ساتھ۔ گانے کا آلہ یعنی باجہ[عہ]

[عہ] حضرت شیخ محقق قدس سرہ نے اس جگہ چغانہ کا لفظ استعمال کیا ہے وہ ایک لکڑی ہوتی ہے روئی دھننے والوں کے دستے کی طرح جس کے ایک کنارے میں گھنگرو فٹ کر دیے جاتے ہیں ۱۲ غیاث اللغات ۔

عازف باجہ بجانے والا، قاموس میں ہے معازف لہو کے آلات جیسے عود اور طنبور، جمع ہے عزف کی یا معزف بروزن منبر کی۔ عزیف ان کی آوازوں کو کہتے ہیں۔ مختصر نہایہ میں ہے عزف دف وغیرہ ان آلات سے کھیلنا جن پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ہر کھیل عزف ہے عہ۔

۵۳ مزامیر جمع ہے مزمار کی، گانے کا آلہ، زمر اور تزمیر، بنسری کے ساتھ گانا، بنسری جس کے ساتھ گاتے ہیں اسے زمارہ اور مزمار کہتے ہیں۔ امام نووی نے فرمایا:

صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ امام غزالی کا میلان اس کے جواز کی طرف ہے، یہ حدیث اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ یہ چیزیں قدیم زمانے سے فاسقوں اور فاجروں کی رسوم اور عادات میں سے تھیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ طرب انگیز آلات کے ساتھ گانا حرام ہے اور محض آواز کے ساتھ گانا مکروہ ہے، اجنبی عورتوں کا گانا سننا سخت تر مکروہ ہے، اس مسئلہ میں تخصیص اور اس کی تفصیل اپنی جگہ پر بیان کی گئی ہے۔

۵۴ صلب صاد اور لام پر پیش، صلیب کی جمع ہے جسے عیسائی اپنے پاس رکھتے ہیں، یہ چلیپا سے عربی بنا ہوا لفظ ہے، صراح میں ہے صلیب مجوسیوں کی چلیپا کو کہتے ہیں اس کی اصل صلیبی شکل ہے یعنی ایک خط (زاویہ قائمہ پر) دوسرے کو قطع کرے۔ اور یہ اس شخص کی شکل ہے جسے سولی دی جاتی ہے، عیسائی بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تھا، اس لیے اس شکل کو ہر چیز میں ملحوظ رکھتے ہیں تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ پر حسرت واندوہ کو تازہ رکھا جاسکے عہ۔

عہ خیال رہے کہ جھانج تو مطلقاً حرام ہے، دوسرے باجے اگر غرض صحیح کے لیے استعمال کیے جائیں تو حلال ہیں۔ کھیل تماشہ کے لیے بجائے جائیں تو حرام، چنانچہ نمازیوں کا طبل جو جنگ وغیرہ میں اعلان کے لیے بجایا جائے یا دف تاشہ اعلان نکاح کے لیے حلال ہے، یوں ہی عید و شادی کے موقع پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا احادیث میں آیا ہے، اس کے احکام انشاء اللہ اپنے موقعہ پر آئیں گے۔

۱۲ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

عہ خیال رہے کہ جزیرہ عرب میں سوا اسلام کے کسی ملت کی اجازت نہیں، اس لیے عرب سے صلیب مٹادی جائے گی، عرب کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک میں ذمی کفار کو مذہبی آزادی دی جائے گی، لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلام میں تو ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے پھر صلیب مٹانے کے کیا معنی؟ کہ یہ حکم جزیرہ عرب کے لیے ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں سے صلیب وغیرہ کو مٹاؤں کہ انہیں اس کی تعظیم سے دور رکھوں۔

(۱۲ مرآۃ)

[5] اور قدرت کے غالب ہونے کی۔

[6] جرعہ جیم پر پیش، را ساکن، پانی اور شراب وغیرہ کی وہ مقدار جو ایک مرتبہ پی جائے۔

[7] ظاہر یہ ہے کہ صدید سے مراد وہی زرد پانی ہے جو دوزخیوں کے جسم سے ٹپکے گا اور جسے احادیث میں طینۃ الخبال کہا گیا ہے۔

[8] یعنی جنت کے حوضوں سے۔

۳۴۸۷ / ۲۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ الْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِىْ يُقِرُّ فِىْ [1] اَهْلِهِ الْخُبْثَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَآئِىُّ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین اشخاص پر جنت حرام فرمادی ہے (۱) عادی شرابی (۲) والدین کا نافرمان (۳) وہ بے غیرت جو اپنے گھر والوں میں بے حیائی[1] کو برقرار رکھے۔

(امام احمد، نسائی)

[1] یعنی زنا۔

۳۴۸۸ / ۲۶ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ قَاطِعُ الرَّحْمِ وَ مُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین افراد جنت میں داخل نہیں ہوں گے (۱) عادی شرابی (۲) قطع رحمی کرنے والا[1] (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا[2]۔

(امام احمد)

[1] جو اپنے رشتہ داروں سے تعلق نہیں رکھتا اور ان کے ساتھ محبت سے پیش نہیں آتا۔

[2] اس کا عقیدہ ہے کہ جادو بالذات مؤثر ہے ورنہ بایں معنی جادو کی تصدیق کرنا صحیح ہے کہ اس کی تاثیر ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے واقع ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جادو برحق ہے۔ ممکن ہے کہ تصدیق سے مراد یہ ہو کر جادو کرنے کی اباحت کا عقیدہ رکھتا ہو، حالانکہ جادو کا عمل کرنا بالاتفاق حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ

کفر ہے۔

۳۴۸۹/۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ اِنْ مَّاتَ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَعَابِدِ وَثَنٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ذَكَرَ الْبُخَارِىُّ فِى التَّارِيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، شراب کا عادی اگر (اسی حالت پر) مرگیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہوگا جیسے بت پرست (امام احمد)

امام ابن ماجہ نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن عبید اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، امام بیہقی نے فرمایا[۱]: امام بخاری نے یہ حدیث تاریخ میں محمد بن عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ امام بیہقی نے اپنی کتاب میں محمد بن عبید اللہ کہا یا ر کے ساتھ اور امام بخاری سے نقل کیا کہ انہوں نے محمد بن عبد اللہ فرمایا، یا ر کے بغیر، اسماء الرجال کی کتابوں میں محمد بن عبید اللہ اور محمد بن عبد اللہ نام کے بہت راوی ہیں، کتاب (مشکوۃ) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد کے والد عبد اللہ یا عبید اللہ صحابی ہوں گے یا عبد اللہ بن جحش مراد ہوں جو اکابر صحابہ میں سے ہیں اور قریشی اسدی ہیں۔ ان کے صاحبزادے محمد بھی مشہور ہیں اور وہ بھی صحابی ہیں ان کی پیدائش ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی، انہوں نے پہلے اپنے والد یا جد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ معظمہ آگئے اور وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے، اسی طرح جامع الاصول میں ہے، تقریب میں ہے محمد بن عبد اللہ کم عمر صحابی ہیں اور ان کے والد اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ تاریخ بخاری میں ہے وہی صحیح ہے۔

۳۴۹۰/۲۸ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِىْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُ هٰذِهِ السَّارِيَةَ دُوْنَ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ النَّسَآئِىُّ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پروا نہیں کرتا خواہ شراب پی لوں یا اللہ تعالیٰ کی بجائے اس ستون کی عبادت کروں[۲]۔ (امام نسائی)

[1] یعنی پتھر کی عبادت کروں، بت بھی پتھر ہی سے بنا لیے جاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک شراب پینا اور بت کی عبادت کرنا ایک ہی جیسا ہے اور ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

تنبیہ جلیل:

اس زمانے میں بھنگ کا استعمال عام ہو گیا ہے، اس سے پہلے اس کے بارے میں کم ہی کسی نے کلام کیا ہے، راقم الحروف (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے مکہ معظمہ میں امام علامہ ابوعبداللہ محمد بن بدرالدین زرکشی شافعی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ دیکھا تھا، اس کی کئی فصلیں ہیں، ذیل میں ان فصول کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اس کا نام کیا ہے؟ اور اس کا ظہور کب ہوا؟ اطبار اسے قنب ہندی کہتے ہیں، فارسی میں کنب نام ہوا، بعض لوگ اسے ورق شدانج، غبیرا، حیدریہ اور قلندریہ بھی کہتے ہیں، اس کا ظہور سن ۵۵۰ھ میں حیدر نامی ایک شخص کے ہاتھ پر ہوا، اسی لیے اسے حیدریہ کہتے ہیں، واقعہ یہ ہوا کہ یہ شخص اپنے ساتھیوں سے بھاگ کر جنگل میں چلا گیا، حیران اور پریشان سرگرداں تھا کہ اچانک اس کا گزر اس پودے پر ہوا، اس نے دیکھا کہ ہوا بند ہے اس کے باوجود اس پودے کے پتے حرکت کر رہے ہیں۔ اس نے سوچا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے، اس نے کچھ پتے توڑ کر کھائے تو اسے سرور محسوس ہوا پھر اپنے ساتھیوں کو یہ بات بتائی اور کچھ پتے انہیں بھی کھلائے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا ظہور احمد ساوجی قلندری کے ہاتھ پر ہوا، اسی لیے اسے قلندریہ کہتے ہیں۔ ابوالعباس ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور دیگر متقدمین علما نے اس کے بارے میں کلام نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں اس کا ظہور نہیں ہوا تھا، اس کا ظہور تاتاریوں کے دور حکومت میں چھٹی صدی کے آخر میں ہوا تھا۔

۲۔ انسانی جسم اور عقل کے لیے اس کے نقصانات؛ بعض حکما نے اس کے ایک سو بیس دینی اور دنیاوی نقصانات شمار کیے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے، اطبار کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تفکرات اور اندیشوں کو جنم دیتی ہے، تفکرات، مزاج میں گرمی پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں، بعض اوقات یہ گرمی، طبعی حرارت پر غالب آجاتی ہے اور اسے جسم سے نکال دیتی ہے، پھر یہ عارضی گرمی بدن پر غالب آ کر اس کی رطوبتوں کو خشک کر دیتی ہے اور جسم کو گرم بیماریوں کے لیے آماجگاہ بنا دیتی ہے۔

عالم اسلام کے مشہور طبیب محمد بن زکریا نے کہا کہ ورق شہدانہ بستانی (بھنگ) کا کھانا دردِ سر کا باعث بنتا ہے، منی کو خشک کر دیتا ہے، موجب تفکرات ہے، ناگہانی موت خلل دماغ، دق، سل، علت المشائخ اور استسقار کا باعث ہے، بعض علما نے کہا کہ جو نقصانات شراب میں ہیں وہ حشیش میں بھی موجود ہیں۔ دیگر جسمانی اور

روحانی مضرتیں اس کے علاوہ ہیں، پھر انہوں نے اس کے بے شمار نقصانات شمار کیے، جن میں سے کچھ اس رسالے میں بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ یہ نشہ آور ہے اور عقل کو برباد کرتی ہے، نباتات کے ماہرین اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ نشہ آور ہے وہ کہتے ہیں اس کی ایک قسم ایسی ہے جو صرف مصر میں پائی جاتی ہے اور باغات میں کاشت کی جاتی ہے، ایک یا دو درم کی مقدار کھالی جائے تو تیز سرور پیدا کرتی ہے، اور اگر زیادہ مقدار میں کھالی جائے تو عقل ہی الٹ جاتی ہے، یہی کیفیت سکر کی تعریف میں معتبر ہے، کچھ لوگوں نے یہ بوٹی کھالی تو ان کی عقل خبط ہوگئی اور ان کی ہلاکت کا باعث بن گئی۔

فقہاء کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ بوٹی نشہ آور ہے، اس سے گفتگو کا توازن بگڑ جاتا ہے، دل میں پوشیدہ رکھنے والی باتیں زبان پر آجاتی ہیں، بعض لوگوں کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ زمین و آسمان اور مرد و زن میں امتیاز نہیں کر سکتے، کہتے ہیں کہ ایک شخص یہ بوٹی کھایا کرتا تھا اس نے زمین پر چاند چمکتا ہوا دیکھا اور یہ خیال کیا کہ یہ دریا ہے، اس نے بڑی کوشش کی مگر وہ اس میں چھلانگ نہ لگا سکا۔ ابوالعباس ابن تیمیہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ شراب کی طرح نشہ آور ہے کیونکہ اس کے کھانے والوں کو نشہ اور دماغ کا فتور لاحق ہو جاتا ہے، برخلاف خراسانی اجوائن کے کہ وہ نشہ نہیں لاتی اور کھانے کی خواہش پیدا نہیں کرتی، ابوالعباس قرافی نے اپنے قواعد میں بیان کیا کہ ماہرین نباتات نے اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے کہ یہ نشہ آور ہے۔

(ابوالعباس قرافی کہتے ہیں) مجھ پر جو ظاہر ہوا ہے کہ یہ مفسدِ عقل ہے، مُفسِد، مُسکِر اور مُرقِد میں فرق ہے، اگر کسی چیز کے استعمال سے حواس غائب ہو جائیں تو وہ مُرقِد ہے کہ نیند لاتی ہے (رقاد، نیند کو کہتے ہیں) اگر حواس غائب نہ ہوں تو اگر اس کے کھانے سے نشہ، سرور اور قوتِ نفس حاصل ہو تو وہ مُسکِر ہے، اور اگر یہ نہیں ہے تو اسے مفسد کہتے ہیں، پس مُسکِر جیسے کہ شراب، نشہ اور سرور دینے کے ساتھ ساتھ عقل کو غائب کر دیتی ہے اور مفسد، عقل کو پریشان کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ غالباً سرور نہیں ہوتا جیسے کہ اجوائن خراسانی، سکر کی حالت میں شجاعت مسرت، قوت نفس اور دشمن کو گرفت میں لانے کا جذبہ ترقی کر جاتا ہے، اور آدمی اپنے ہاتھ سے کچھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حشیشہ (بھنگ) مفسد ہے اور مسکر نہیں ہے اور اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کیں، صاحب رسالہ شیخ بدرالدین نے اس پر اعتراض کیا اور ثابت کیا کہ یہ نشہ آور ہے اور یہی راجح ہے۔

یاد رہے کہ بنج (خراسانی اجوائن) قنب (بھنگ) کے علاوہ ایک چیز ہے قنب کو حشیشہ کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ بنج، حشیش کے علاوہ ایک مشہور گھاس ہے عقل کو خبط کرنے والی، باعث جنون، درد دل، پھوڑوں، پھنسیوں اور کان کے درد کو سکون بخشنے والی (قاموس) اور اس وقت حشیش کے لیے بنج کا استعمال مشہور ہو گیا ہے، فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس شخص کی عقل کسی مباح چیز مثلاً بنج اور گھوڑی کے دودھ سے زائل ہو جائے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی،

اس قول سے بعض جہلاء، وہم کرتے ہیں کہ حشیش جائز ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے کیوں کہ بنج، حشیش سے الگ ایک چیز ہے۔

۴۔ بھنگ کا حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہے کہ نشہ آور چیز کا کھانا پینا حرام ہے، علاوہ ازیں اس میں وہ اوصاف پائے جاتے ہیں جو شراب کے حرام ہونے کا سبب ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (ہمارے حبیب ان پر خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں) اور عقل کو فاسد کرنے والی شے سے زیادہ خبیث چیز اور کون سی ہوگی بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور جسم کو ڈھیلا کرنے والی چیز سے منع فرمایا، جیسے کہ اس سے پہلے احادیث گزر چکی ہیں، قرافی اور ابن تیمیہ نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا اور کہا ہے کہ جو اسے حلال جانے وہ کافر ہے، علامہ بدرالدین نے کہا کہ اس دعوے میں کلام ہے کیونکہ اس کی حرمت دین میں بداہتہً معلوم نہیں ہے، لہٰذا اس کا انکار کفر نہیں ہوگا۔

۵۔ بھنگ پاک ہے یا پلید؟ یہ مسئلہ گزشتہ تحقیق پر مبنی ہے کہ یہ نشہ آور ہے یا نہیں؟ کیونکہ جن حضرات کے نزدیک یہ نشہ آور ہے ان کے نزدیک قیاس یہ کہتا ہے کہ اسے ناپاک قرار دیا جائے، لیکن شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ یہ پاک ہے اور کہا کہ اس پر اجماع ہے، لیکن حق یہ ہے کہ حشیش کی نجاست کے بارے میں دو قول ہیں۔ (۱) پاک (۲) پلید) حشیش کے بارے میں قیاس یہ ہے کہ وہ پاک ہے کیونکہ نباتات میں سے کوئی بھی پلید نہیں ہے، ہاں جسے پلید پانی دیا گیا ہو وہ پلید ہے، مخفی نہ رہے کہ یہ قیاس شافعیہ کے قول پر مبنی ہے، احناف کے مذہب کے مطابق قیاس یہ ہے کہ وہ پلید ہے نجاست خفیفہ کے ساتھ، جیسے کہ ترجمہ کی شرح میں ہمارے بیان سے یہ ظاہر ہو گیا ہے۔

۶۔ کیا اس میں حد واجب ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ چونکہ اس میں نشہ پایا جاتا ہے اس لیے حد واجب ہے، امام ماوردی نے تصریح کی ہے کہ نباتات میں سے جس چیز میں شدید طرب و نشاط پائی جائے اس میں حد واجب ہے۔ رافعی نے کہا کہ شرابوں کے علاوہ جو چیز عقل کو زائل کرنے والی ہے مثلاً بنج اس کے کھانے پر حد نہیں ہے، قرافی نے کہا کہ فقہائے عصر کا اس کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس میں حد واجب ہے یا تعزیر؟ اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ یہ نشہ آور ہے یا مفسد عقل؟ خلاصہ حنفیہ میں ہے کہ علاج کے لیے بنج کے پینے میں حرج نہیں ہے۔ پس اگر اس کے پینے سے عقل زائل نہ ہو تو بالاتفاق حد نہیں لگائی جائے گی اور اگر نشہ دے تو امام محمد کے نزدیک حد لگائی جائے گی اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حد نہیں تعزیر لگائی جائے گی۔

۷ متفرق مسائل۔

(۱) نمازی کے پاس بھنگ ہو تو اس کی نماز باطل ہو گی یا نہیں؟ یہ حکم اس کے پاک اور پلید ہونے پر مبنی ہے بعض

علماء نے کہا کہ اسے بھونے اور پکائے بغیر جیب میں ڈال کر نماز پڑھے تو اس کی نماز جائز ہے، اور اگر اس کے بھوننے اور پکانے کے بعد ہو تو نا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں وہ عقل کو فاسد کر دیتی ہے اور نشہ لاتی ہے، بھوننے سے پہلے وہ صرف سبزی کے پتے ہیں، بھوننے سے پہلے ان کا حکم وہی ہے جو انگور کا ہے اور اسے بھوننا ایسے ہی ہے جیسے انگور کے جوس کو جوش دینا۔

(۲) کیا اس کی تھوڑی مقدار جو نشہ نہ دے حرام ہے یا نہیں؟ امام نووی نے شرح مہذب میں تصریح کی ہے کہ حشیش کی تھوڑی مقدار کا کھانا حرام نہیں ہے برخلاف شراب کے کہ وہ پلید ہے اس لیے اس کی تھوڑی مقدار کا پینا بھی جائز نہیں ہے۔ احناف کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تھوڑی مقدار کا کھانا جائز ہے۔
مخفی نہ رہے کہ یہ حکم ان حضرات شافعیہ کے مذہب پر مشکل ہے جن کے نزدیک یہ نشہ آور ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جس چیز کی زیادہ مقدار حرام ہے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، صاحب رسالہ نے کہا کہ حشیش کی کسی بھی مقدار کا کھانا جائز نہیں ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ برخلاف مذہب احناف کے (کہ اتنی مقدار کا کھانا جائز ہے جو نشہ نہ دے)

(۳) جب آدمی بھوک کے ہاتھوں اضطرار کی حالت کو پہنچ جائے (اور کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہو) تو اس کے لیے بھنگ کا کھانا جائز ہے، جب کہ شراب کے بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص کو سخت پیاس لگی ہو (اور پینے کی کوئی چیز میسر نہ ہو)۔ وجہ اختلاف یہ ہے کہ شراب پینے سے پیاس بڑھ جاتی ہے اور بھنگ کے کھانے سے بھوک میں اضافہ نہیں ہوتا۔

(۴) اگر ثابت ہو جائے کہ بھنگ کچھ دردوں کے لیے مفید ہے جیسے کہ رویانی نے اس کی تصریح کی ہے تو اس کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے، بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا کہ اس کے ساتھ علاج جائز ہے اگرچہ وہ نشہ دے دے بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو۔ (اس کے بغیر کوئی علاج نہ ہو ۱۲ قادری) امام شافعی نے سانپوں کے گوشت سے تیار ہونے والے تریاق کی حرمت کی تصریح کی ہے، البتہ حالت اضطرار میں جائز ہے کہ اس وقت مردار کا کھانا بھی جائز ہے۔

(۵) اس کا فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ وہ جمال گوٹہ اور افیون کی طرح دواؤں میں مفید ہے، بشرطیکہ تھوڑی مقدار میں ہو، ہاں ایسے شخص کے پاس فروخت کرنا حرام ہے جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ کھانے کے لیے خرید رہا ہے جیسے کہ شراب بنانے والے کے پاس انگور بیچنا، جن حضرات کے نزدیک بھنگ نشہ آور ہے ان کے قول کے مطابق قیاس یہ ہے کہ اس کی بیع باطل ہو۔ جیسے کہ لہو و لعب کے آلات۔

(۶) اس کی کاشت کرنا دوا سازی کے لیے ہو تو جائز ہے اور اگر استعمال اور نشے کے لیے ہے تو حرام ہے۔

(۷)۔ کیا اس کے کھانے والے کی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کا حکم گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے

(کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱۲ قادری)

مخفی نہ رہے کہ یہ اختلافات اصول شافعیہ پر مبنی ہیں کہ ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے اور جو کثیر مقدار میں حرام ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، احادیث مبارکہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور جمہور ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ صرف خمر ایسی چیز ہے جو بعینہٖ حرام ہے خواہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کی تھوڑی مقدار حرام نہیں ہے، لہذا اس کے معاملے میں وسعت ہے جیسے اس سے پہلے معلوم ہو چکا۔

غالباً جمہور کا قول ہی حق ہے، دین میں یہی زیادہ احتیاط والا قول ہے اور فاسقوں اور جاہلوں کے لیے اسی میں وسائل کی زیادہ بندش ہے واللہ تعالیٰ اعلم[1]۔

اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق سے کتاب الحدود مکمل ہو گئی، اب اس کے بعد کتاب الامارۃ والقضاء ہے۔

---

[1] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں کہ خشک نشہ آور چیزیں جیسے بھنگ، چرس، افیون، ہیروئن وغیرہ ۱۲ قادری) میں بھی اختلاف ہے، فیصلہ یہ ہے کہ دوا میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے۔ بشرطیکہ نشہ نہ دیں۔ نشہ دیں تو یہ حرام ہے، نیز ان کا استعمال لذت کے لیے حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دیں، کہ ہر لہو باطل ہے۔ تمباکو کے احکام اس سے بھی ہلکے ہیں کہ تمباکو پینا یا کھانا نشہ کے لیے حرام ہے، نشہ نہ دے تو حرام نہیں، علامہ شامی نے شامی جلد پنجم کتاب الاشربہ میں تمباکو کے بہت خصوصی احکام بیان فرمائے، فیصلہ یہ فرمایا کہ تمباکو حلال ہے۔ مگر اس سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے، لہذا طبعاً مکروہ ہے، نشہ دے تو حرام ہے۔

۱۲ مرآۃ

⑯ — کِتَابُ الْاِمَارَةِ وَالْقَضَآءِ

حاکم اور قاضی بننے کا بیان

اِمارَۃ ہمزہ کی زیر کے ساتھ، فرمانروا اور امیر بنانا، اِمْرَۃٌ ہمزہ کے نیچے زیر، میم ساکن مصدر مذکور کا اسم ہے۔ امیری، امارت بمعنی علامت میں ہمزہ پر زبر ہے، قضا کا معنی حکم کرنا ہے، اس جگہ وہ منصب مراد ہے کہ امیر کسی شخص کے ذمہ لگا دے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

٣٣٩١ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ
فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ
فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ یُّطِعِ
الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ
فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ
یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ وَیُتَّقٰی بِهٖ فَاِنْ
اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَعَدَلَ
فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّ
اِنْ قَالَ بِغَیْرِهٖ فَاِنَّ عَلَیْهِ
مِنْهُ وِزْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

پہلی فصل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی[١]، امام ڈھال[٢] کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے پیچھے جہاد کیا جائے گا، اور اس کی آڑ میں پناہ لی جائے[٣] گی، اگر وہ خوف خدا کا حکم دے اور انصاف کرے[٤] تو اس کے لیے اس سبب[٥] سے اجر و ثواب ہے اور اگر وہ اس کے بغیر کہے تو اس کام کی وجہ سے اس پر گناہ ہے[٦]

(صحیحین)

[1] پس احکام شریعت کے مطابق حکام کی فرمانبرداری، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہے اور آپ کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے، اسی طرح نافرمانی۔

[2] جُنَّۃٌ جیم پر پیش، نون مشدد، ڈھال۔

[3] خوفناک امور اور آفتوں سے، یہ امام کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دینے کا بیان ہے، جیسے جنگ میں تیر اور تلوار لگنے سے بچاتی ہے اور درمیان میں حائل ہو جاتی ہے، اسی طرح سربراہ مملکت کا وجود آفتوں اور دین کے دشمنوں کی طرف سے پیش آنے والے حوادث سے باعث امن وامان ہوتا ہے۔

[4] اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کا حکم دے اور ظلم نہ کرے۔

[5] امام کے لیے اس امر اور عدل کے سبب سے۔

[6] اسی طرح صحیحین، کتاب حمیدی اور جامع الاصول میں ہے مِنْہُ حرف جر کے ساتھ ضمیر متصل ہے مصابیح کے اکثر نسخوں میں مُنَّۃٌ میم پر پیش، نون مشدد اور آخر میں تاء، بمعنی قوت، شارحین نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ قوت کی کوئی ظاہر وجہ نہیں ہے۔

۳۶۹۲ وَعَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ام الحصین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر ایسا ناک اور کان کٹا غلام امیر بنا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ تمہاری قیادت کرے[2] تو تم اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو[3]۔

(مسلم)

---

[1] ام الحصین حاء پر پیش، صاد پر زبر، صحابیہ ہیں، حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہوئیں۔

[2] اور تمہیں شریعت کے مطابق حکم دے۔

[3] اس کا حکم رضا اور قبولیت کے ساتھ سنو ——— غلام کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسجد تعمیر کی اگرچہ چڑیا کے گھونسلے ایسی ہو، حالانکہ کوئی مسجد چڑیا کے آشیانے جتنی نہیں ہوتی، لیکن مبالغہ مقصود ہے، یا اس سے مراد سربراہ اور خلیفہ اکبر کا نائب ہے، ورنہ غلام، سربراہ اور امیر نہیں ہوتا، باقی احادیث کا مطلب بھی یہی ہے، ناک اور کان کٹا بھی اس لیے فرمایا کہ تاکید مقصود ہے۔ یعنی غلام جو حقیر اور بے وقعت ہو (یا یہ مطلب ہے کہ وہ غلام بزور بازو تسلط حاصل کرے۔)

۱۲ قادری

۳۴۹۳/۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر ایسا حبشی غلام، عامل مقرر کر دیا جائے جس کا سر ایسا ہو گویا کہ منقّی ہے[1]۔

(بخاری)

[1] اس کا سر اتنا چھوٹا ہو جیسے منقی، حبشیوں کا سر بہت چھوٹا ہوتا ہے، سر کے چھوٹا ہونے اور پنڈلی کے باریک ہونے میں ان سے تشبیہ دی جاتی ہے، بعض علماء نے کہا ایسا شخص مراد ہے جس کا سر گنجا (اور پلپلا) ہو، بعض نے کہا کہ کم عقل مراد ہے۔

۳۴۹۴/۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَ الطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَ كَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَ لَا طَاعَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر سننا اور حکم[1] بجا لانا واجب ہے خواہ وہ کام اسے پسند ہو یا ناپسند[2]، جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے پس جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو اس حکم کا نہ تو قبول کرنا لازم ہے اور نہ ہی اس کی تعمیل ضروری ہے۔

(صحیحین)

[1] سربراہ کا حکم

[2] وہ کام اس کی طبیعت کے موافق ہو یا مخالف۔

۳۴۹۵/۵ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ میں اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی[1] میں ہے۔

(صحیحین)

[ف۱] وہ اچھا کام جو شریعت میں معلوم ہو۔

۳۴۹۶ ۶ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى عَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ وَّعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبادہ بن صامت[ف۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی، حکم کے سننے اور فرمانبرداری پر، تنگی اور فراخی، خوشی[ف۲] اور ناخوشی[ف۳] میں اور اس صورت میں جب دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے[ف۴]۔ اور اس بات پر کہ ہم اقتدار کے بارے میں اقتدار کے اہل سے جھگڑا نہیں کریں گے[ف۵]۔ اور ہم حق بات کہیں گے جہاں بھی ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی راہ[ف۶] میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اقتدار کے سلسلے میں اس کے اہل[ف۷] سے نہیں جھگڑیں گے، مگر یہ کہ تم کھلا ہوا کفر[ف۸] دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلیل ہو[ف۹]

(صحیحین)

[ف۱] حضرت عبادہ بن صامت مشہور صحابی ہیں، ان کے احوال کئی بار لکھے جا چکے ہیں۔

[ف۲] المَنشِط شین کے نیچے زیر، خوشی۔

[ف۳] المکرَہ میم اور را دونوں پر زبر، غمی۔

[ف۴] اثرۃ پہلے اور دوسرے حرف پر زبر، ایثار مصدر کا اسم ہے، منتخب کرنا، عَلَیْنَا سے مراد یا تو انصار کی جماعت ہے یا عام مراد ہے جو انصار اور مہاجرین صحابہ کرام کو شامل ہے، پہلا مطلب زیادہ مناسب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، پس تم اس پر صبر کرنا یعنی عطیات، عہدوں اور حقوق میں ایک جماعت کو تم پر ترجیح دی جائے گی اور یہ بات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد کے امراء کے دور میں واقع ہوئی اور انصار کرام نے صبر کیا۔

[ف۵] یعنی اقتدار جن لوگوں کے سپرد کیا جائے گا ان سے جنگ نہیں کریں گے، ان کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے،

ان کے خلاف نہ کچھ کہیں گے اور نہ کریں گے ——— یعنی دنیا کے امور اور سلطنت کے احکام میں، جہاں تک احکام دین اور حق شریعت کا تعلق ہے تو ہم خاموشی اختیار نہیں کریں گے اور مداہنت نہیں کریں گے، جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

۵۶ دین اور حق بات کے معاملے میں۔

۵۷ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سربراہوں اور والیانِ مملکت سے جھگڑا نہ کرو۔

۵۸ بواحا با پر زبر اور واؤ مخففہ، بوح کا معنی ہے ظاہر ہونا باحۃ الدَّارِ، گھر کے صحن کو کہتے ہیں، ایک روایت میں واؤ کی جگہ راء ہے بَرَاحًا، اس کا معنی ہے ظاہر و باہر، براح ایسی فراخ زمین کہ اس میں نہ درخت ہوں اور نہ کھیتی ہو

گویا کفر سے مراد احکام کفر اور گناہ مراد ہیں، حقیقت کفر مراد نہیں ہے۔

۵۹ قرآن پاک کی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت جس میں تاویل نہ کی جا سکے

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سربراہ فسق اور ظلم کی بنا پر معزول نہیں ہوتا، اسے جدا کرنا اگر فتنہ و فساد کے ابھارنے کا باعث ہو تو اسے جدا نہیں کرنا چاہیے اور اگر اس کے بغیر ممکن ہو تو اسے معزول کرنا اولیٰ اور اصلح ہے۔

۳۴۹۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت، حکم کے سننے اور اطاعت پر کرتے تو آپ ہمیں فرماتے کہ اس کام میں جس کی تم طاقت رکھتے ہو[۱]۔

(صحیحین)

۱ یا تو یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رخصت اور اجازت ہے کہ جہاں تک تعمیل تمہارے بس میں ہے کرو، یا یہ تاکید اور تشدید ہے کہ جہاں تک تعمیل کر سکتے ہو کرو اور کوتاہی نہ کرو۔

۳۴۹۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے[۱]، کیوں کہ جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا[۲] پھر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

جَاهِلِيَّةً ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (صحیحین)

[1] اطاعت کے ترک کرنے اور اس کے خلاف بغاوت کرنے میں جلدی نہ کرے ۔

[2] اور مسلمانوں کے متفقہ امر سے روگرداں ہوا۔

۳۳۹۹ ۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَ مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ اَوْ يَدْعُوْا لِعَصَبِيَّةٍ اَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَ مَنْ خَرَجَ عَلٰى اُمَّتِیْ بِسَيْفِهٖ يَضْرِبُ بَرَّهَا وَ فَاجِرَهَا وَ لَا يَتَحَاشٰى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَ لَا يَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَيْسَ مِنِّیْ وَ لَسْتُ مِنْهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اطاعت سے نکلا اور جماعت سے جدا ہوا پھر وہ مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا اور جس نے اندھے جھنڈے[1] کے نیچے جنگ کی کہ وہ تعصب کی بنا پر ناراض ہو[2] یا اس نے تعصب کی طرف بلایا یا تعصب کی امداد کی پھر وہ قتل کیا گیا تو وہ جاہلیت کا مارا جاتا ہے اور جو شخص میری امت کے خلاف تلوار لے کر نکلا اس کے نیک و بد کو قتل کرتا ہوا اور اس نے امت کے مسلمانوں کو قتل کرنے سے اجتناب نہ کیا اور صاحب عہد کے عہد[2] کا پاس نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مسلم)

[1] عمیۃ عین کے نیچے زیر اور اس پر پیش، میم مشدد کے نیچے زیر اور یا مشدد، وہ کام جو مشتبہ ہو اور اس کا معاملہ معلوم نہ ہو، یہ مشتق ہے تعمیہ بمعنی تلبیس سے، اس لفظ کی تحقیق کتاب القصاص کی فصل ثانی کے آخر میں حضرت طاؤس کی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے ——— یعنی یہ جانے بغیر جنگ کرے کہ کون سا فریق حق پر ہے اور کون سا باطل پر۔

[2] نہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اظہار کر کے ——— عصبیت کا معنی ہے کسی جماعت کو ظلم میں

مدد دینا، لفظ عصبیت کا معنی وہ خصلت ہے جو عصبہ کی طرف منسوب ہو اور عصبہ آدمی کی قوم (جماعت، پارٹی) کو کہتے ہیں جس کے لیے وہ تعصب اختیار کرتا ہے، تعصب کہتے ہیں حمایت کرنے کو اور کسی کی بھلائی کا دفاع کرنا جس کی رعایت تمہیں لازم ہے یا تم نے خود اپنے ذمہ لازم کر رکھی ہے یہ مشتق ہے عصابہ سے، وہ پٹی جو سر اور زخم پر باندھی جاتی ہے۔ یا مشتق ہے عَصَبٌ سے انسانی بدن کا ایک عضو (پٹھا) جو سخت اور مضبوط ہوتا ہے ——— قِتْلَۃٌ قاف کے نیچے زیر، ایک قسم کا قتل۔

؎۴ عہد کا معنی ہے امان، تاکید، قسم، نصیحت،

۳۵۰۰/۱ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَ شِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَ يُبْغِضُوْنَكُمْ وَ تَلْعَنُوْنَهُمْ وَ يَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوۃَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوۃَ اَلَا مَنْ وُّلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِيْ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی؎۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت رکھتے ہوں، تم ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہوں؎۲، اور تمہارے بدترین سربراہ وہ ہیں جنہیں تم دشمن جانتے ہو، اور وہ تمہیں دشمن جانتے ہوں؎۳، تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں؎۴ حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں ہم؎۵ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم انہیں پھینک نہ دیں؎۶؟ فرمایا: نہیں، جب تک وہ ائمہ تم میں نماز قائم رکھیں، نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں؎۷، سنو! جس شخص پر کوئی والی مقرر کیا جائے پھر وہ اسے کوئی گناہ کرتے ہوئے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی اس نافرمانی کو برا جانے جس کا وہ ارتکاب کر رہا ہے اور اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

(امام مسلم)

؎۱ حضرت عوف بن مالک صحابی ہیں، پہلے پہل جنگ خیبر میں حاضر ہوئے۔

[2] یعنی تم ایک دوسرے کے احوال کی حفاظت کی دعا کرتے ہو، مطلب یہ کہ بہترین سربراہ وہ ہیں جو عدل وانصاف اختیار کرتے ہیں اور امور سلطنت و معیشت میں اصلاح کرتے ہیں، اس لیے تمہارے اور ان کے درمیان امان کا تعلق پیدا ہو گیا ہے اور محبت، رضامندی اور خیر خواہی کا رشتہ مضبوط ہو گیا ہے ———— بعض شارحین نے صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ لی ہے ۔

[3] جیسے کہ پہلی صورت میں باہمی محبت رکھتے تھے ۔

[4] جیسے کہ پہلی صورت میں دعائے رحمت کرتے تھے ۔

[5] یعنی صحابۂ کرام ۔

[6] یعنی باہمی معاہدے کو توڑ نہ دیں اور ان سے جنگ نہ کریں؟ ———— نبذ کا معنی ہے ہاتھ سے پھینکنا اور دور پھینکنا ۔

[7] دوبارہ ارشاد فرمایا ———— اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا ترک کرنا، معاہدہ پھینک دینے اور ان کی اطاعت ترک کر دینے کا موجب ہے، کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور ایمان و کفر میں فرق کرنے والی ہے، برخلاف باقی گناہوں کے، اس جگہ نماز کے ترک کرنے پر شدید ترین زجر و توبیخ ہے ۔

٣٥٠١/١١ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَ تُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَ تَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا اَيْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ایسے حکمران ہوں گے کہ تم ان کے کچھ افعال کو جانو گے اور کچھ کا انکار کرو گے[1]۔ تو جس نے انکار کیا وہ بری ہو گیا[2]۔ اور جس نے مکروہ جانا وہ بچ گیا[3]، لیکن جو راضی اور پیروکار رہا[4]۔ صحابہ نے عرض کیا تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز پڑھیں، نہیں! جب تک وہ نماز پڑھیں۔ یعنی جس نے دل سے برا جانا اور دل سے انکار کیا[5]۔

(مسلم)

[1] یعنی ان کے کچھ کام معروف ہیں اور کچھ منکر، معروف کا معنی مشروع ہے یعنی اس فعل کا وجود شریعت میں پہچانا ہوا ہے اور منکر کا معنی ہے غیر شرعی یعنی وہ شریعت میں پہچانا نہیں جاتا ۔

۵۲ جس نے زبان سے ان کے منہ پر انکار کیا اور کہا کہ یہ فعل غیر شرعی ہے پس تحقیق وہ مداہنت اور منافقت سے بیزار اور پاک ہو گیا۔

۵۳ جو زبان سے تو انکار نہ کر سکا، لیکن دل سے اس فعل کو برا جانا، وہ گناہ اور وبال میں شریک ہونے سے بچ گیا، اسے ضعیف ترین ایمان فرمایا گیا ہے ۔

۵۴ جو دل سے راضی ہوا اور اس نے اس غیر شرعی کام کو برا نہ جانا اور ان کے ساتھ موافقت کی، یعنی نہ زبان سے انکار کیا اور نہ دل سے تو اس کا حکم یہ ہے کہ گویا وہ اس کام کے کرنے میں شریک ہے، اور جو اس کام کے کرنے میں پیروی کرے وہ بلاشبہ شریک ہے، اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے ۔شارحین نے اس کلام کی اسی طرح تفسیر کی ہے ایک دوسری روایت میں صراحۃً آگیا ہے۔ مَنْ اَنْكَرَ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ جس نے زبان سے انکار کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے دل سے انکار کیا وہ بچ گیا

۵۵ یہ راوی نے تفسیر کی ہے اس فرمانِ عالی کی وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ۔

$\frac{۳۵۰۲}{۱۲}$ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً وَّ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ عنقریب تم ہمارے بعد دوسروں کو ترجیح ۱ دینا اور ایسے امور دیکھو گے جن کا تم انکار کرو گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ان کا حق انہیں ادا کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو ۲۔

(صحیحین)

۱ جیسے کہ اس کا بیان حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اَثَرَةٌ پہلے دونوں حرفوں پر زبر، اس حدیث میں شارحین نے ہمزہ پر پیش اور ثار کے سکون کو بھی صحیح قرار دیا ہے ۔

۲ یعنی تم اپنی طرف سے حکمرانوں کے حقوق، مثلاً اطاعت، تعمیل اور امداد ادا کرو اور اگر وہ تمہارے حق میں کوتاہی کریں تو صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ تمہیں جزا عطا فرمائے ۔

$\frac{۳۵۰۳}{۱۳}$ وَعَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَاَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيْدَ

حضرت وائل بن حجر ۱ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن یزید جعفی ۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَآءُ يَسْئَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَ يَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَّا حُمِّلُوْا وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! یہ فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمیں ہمارا حق نہ دیں[3] تو آپ کا ہمارے لیے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: تم سنو اور اطاعت کرو، کیونکہ جس چیز[4] کے وہ مکلف ہیں وہ ان کے ذمہ اور تم جس چیز[5] کے مکلف ہو وہ تمہارے ذمہ۔

(امام مسلم)

[1] وائل بن حجر پہلے حاء مضمومہ، اس کے بعد جیم ساکن، مشہور صحابی ہیں، یمن کے بادشاہوں میں سے تھے۔ آکر مشرف باسلام ہوئے اور عزت وکرامت پائی۔

[2] سلمہ بن یزید جعفی جیم پر پیش، عین ساکن، صحابی ہیں کوفہ میں قیام پذیر ہوئے، بعض محدثین نے کہا یزید بن سلمہ لیکن پہلی بات (سلمہ بن یزید) زیادہ صحیح ہے۔

[3] یسئلونا اور یمنعونا دونوں میں نون مشدد ہے۔

[4] یعنی عدل اور احسان۔

[5] یعنی خوش دلی سے سننا اور تعمیل کرنا ——— تحمیل کسی پر بوجھ رکھنا۔

۳۵۰۴/۱۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَ مَنْ مَّاتَ وَ لَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا[1] وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے پاس کوئی دلیل[2] نہ ہوگی، اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(مسلم)

[1] امام کی اطاعت سے انکار کر دیا اور بیعت کو توڑ دیا۔

[2] یعنی ایمان کی دلیل۔

۳۵۰۵/۱۵ **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ مِنْهُمْ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَّ اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ سَيَكُوْنُ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام[1]، انبیاء کرام کیا کرتے تھے، ان میں سے کسی نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں، خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا: پھر آپ کا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: پہلے اول کی بیعت کو پورا کرو[2] پھر اس کے بعد والے کی، اُن کو ان کا حق دو کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن سے اس چیز[3] کے بارے میں پوچھے گا جس کی نگہبانی پر انہیں مقرر فرمایا تھا۔ (صحیحین)

[1] سیاست، کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور امر و نہی کے ساتھ کسی کے معاملے کا مالک ہونا۔

[2] فوا فا پر پیش، واؤ ساکن، صیغہ امر ہے، یعنی وفا کرو ______ اول اس لیے فرمایا کہ وہ بعد میں آنے والے کی نسبت پہلا ہے، مطلب یہ کہ ایک کے بعد دوسرا خلیفہ ہوگا، اسی طرح وہ یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے، تم بھی اسی ترتیب سے ان کی بیعت کرو گے، وفا کرو گے اور بیعت نہیں توڑو گے، مقصد یہ ہے کہ بیعت پہلے کے لیے ہے، جیسے کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔

[3] یعنی اللہ تعالیٰ ان سے رعایا کے حق کے بارے میں پوچھے گا، پس تمہارا حق بھی ان میں شامل ہوگا۔

۳۵۰۶/۱۶ **وَعَنْ** اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْهُمَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو دونوں میں سے بعد والے کو قتل کر دو[1]۔

(مسلم)

[۱] اور پہلے کو باقی رکھو، یعنی دوسرے سے جنگ کرو یہاں تک وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئے یا مارا جائے کیونکہ وہ باغی ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ جنگ سے مراد یہ ہے کہ اس کی بیعت فسخ کر دی جائے اور اسے کمزور کر دیا جائے۔ جیسے کہ کہتے ہیں کہ شراب کو قتل کر دیا یعنی پانی وغیرہ ملا کر اس کی تندی اور تیزی کو ختم کر دیا۔

۳۵۰۷/۱۷ وَعَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَّ هَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عرفجہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تحقیق عنقریب فتنے اور فساد[۲] پیدا ہوں گے، تو جو شخص اس امت کے معاملے کو بکھیرنا چاہے حالانکہ امت متفق[۳] ہو تو اس پر تلوار کا وار کرو، چاہے وہ کوئی بھی ہو[۴]۔

(مسلم)

[۱] عرفجہ عین پر زبر، راء ساکن، اور جیم کے ساتھ، یہ وہی صحابی ہیں کہ کلاب کے دن ان کی ناک کٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی، مگر اس میں بدبو پیدا ہو گئی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سونے کی ناک لگوا لو، اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے کتاب اللباس کے باب الخاتم میں بیان کیا ہے۔

[۲] ہنات جمع ہے ہنۃ کی اور وہ مونث ہے ہنٌ کی اور جس چیز کو قباحت اور شناعت کی بنا پر صراحۃً ذکر نہ کیا جا سکے اسے بطور کنایہ ذکر کرنے کے لیے لفظ ہنٌ استعمال کیا جاتا ہے۔

[۳] اور ایک بات پر جمع ہو۔

[۴] اگرچہ وہ سب لوگوں سے زیادہ شرافت اور علم والا ہو اور تم اسے سب سے زیادہ لائق امامت جانو، لیکن چونکہ فتنہ و فساد اور تفریق امت کا باعث ہے اس لیے لائق گردن زدنی ہے۔

۳۵۰۸/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُّرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ

ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس اس حال میں آئے[۱] کہ تمہارا معاملہ ایک شخص[۲] پر متفق ہو، وہ چاہے کہ تمہاری لاٹھی پھاڑ دے[۳] یا تمہاری جماعت

يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کو بکھیر دے ھ۵ تو اسے قتل کر دو۔

(مسلم)

ھ۱ تمہیں بغاوت کی دعوت دے۔

ھ۲ یعنی ایک خلیفہ۔

ھ۳ یہ کنایہ ہے پارہ پارہ کر دینے اور جماعت سے جدا ہونے سے، گویا اجماع ایک لاٹھی کی حیثیت رکھتا ہے جو لوگوں کو ایک امر پر متفق رکھتا ہے اور تفریق اس لاٹھی کو پاش پاش کر دینے کے مترادف ہے۔

ھ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہ راوی کا شک ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول کا مطلب دنیا کے معاملے میں پارہ پارہ کرنا ہو اور ثانی سے احکام دین میں جدا جدا کرنا مراد ہو۔

۳۵۰۹/۱۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سربراہ کی بیعت کی، اسے اپنے ہاتھ کا صفقہ ھ۱ اور دل کا پھل ھ۲ دیا تو اگر طاقت ھ۳ ہو تو اس کی اطاعت کرے، پھر اگر دوسرا آ کر اس سے جھگڑتا ہے ھ۴ تو دوسرے کی گردن اڑا دو۔

(مسلم)

ھ۱ صفق، بیع اور بیعت میں اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارنا۔

ھ۲ یعنی صمیم قلب سے عہد کرتا ہے، یا دل کے پھل سے مراد مال ہے، بعض شارحین نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اپنے بیٹوں سمیت اس کی بیعت کرتا ہے۔

ھ۳ یعنی طاقت کے مطابق اطاعت کرے۔

ھ۴ پہلے امام کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور خود امام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے عہ۔

عہ اس طرح کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے خوارج کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی اس لیے وہ واجب القتل تھے (معاذ اللہ) یزید کی حکومت کے قائم ہونے کے لیے اہل حل وعقد (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

۳۵۱۰/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِّلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۲۵ روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم حکومت طلب نہ کرو، کیونکہ اگر مانگنے پر تمہیں حکومت دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیے جاؤ گے[2] اور اگر مانگے بغیر تمہیں حکومت دی گئی تو اس پر تمہاری امداد کی جائے گی[3]۔

(صحیحین)

ف۱ عبدالرحمن بن سمرۃ سین پر زبر، میم پر پیش، عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے صحابی ہیں، انہیں عبد شمس کی نسبت سے ابوسعید عبشمی کہتے ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، معافی یافتہ حضرات میں سے تھے، سجستان اور کابل کو فتح کیا اور ابھی وہیں تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ دگرگوں ہو گیا۔

ف۲ تاکہ تم اس کی ذمہ داریاں پوری کرو، حالانکہ حکومت، مشکل ترین کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی امداد کے بغیر نبھایا نہیں جاسکتا۔ اصل مطلب یہ ہے کہ تمہیں تمہارے نفس اور تمہاری قوت وطاقت کے حوالے کر دیا جائے گا۔

ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تمہارے شامل حال ہوگا، تمہاری امداد کرے گا اور تمہیں عدل وانصاف اور فرائض حکومت کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے گا۔

۳۵۱۱/۲۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حاشیہ صفحہ سابقہ) کا تائیدی ووٹ ضروری تھا، جن میں سے امام حسین نے اس کے حق میں ووٹ نہیں دیا اور اس کی بیعت نہیں کی لہٰذا اس کی حکومت قائم ہی نہیں ہوئی، اس کے خلاف بغاوت کا کیا معنی؟ ابھی حدیث میں گزرا ہے کہ جو شخص تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک شخص پر جمع ہو، یزید کی حکومت میں مسلمان جمع ہی نہیں ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر نے بھی بیعت نہیں کی، امام حسین کے ووٹ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ کربلا میں ان کے مقابل بائیس ہزار کا لشکر جرار جمع کر دیا جاتا ہے، پھر اہل کوفہ نے بھی اس وقت بیعت نہیں کی تھی جبکہ ان کے خطوط امام کی خدمت میں آرہے تھے۔ اس لیے امام عالی مقام کے بارے میں یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ مسلمان ایک شخصیت پر مجتمع تھے اور امام ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے کوفہ آئے تھے ۱۲ شرف قادری۔

قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

بے شک تم عنقریب حکومت کی حرص رکھو گے، حالانکہ وہ قیامت کے دن ندامت ہوگی، اچھی حکومت دودھ پلانے والی اور بری حکومت دودھ چھڑانے والی ہے[1]۔

(بخاری)

[1] حکومت کے ابتدائی دور کی لذت و حلاوت کو تربیت اور مہربانی میں اس عورت سے تشبیہ دی جو بچے کو دودھ پلاتی ہے اور انجام کار کی تلخی اور سختی کو اس عورت سے تشبیہ دی جو بچے کا دودھ چھڑا دیتی ہے (یعنی حکومت کی ابتداء بڑی لذت آگیں اور کیف آور اور اس کا انجام بڑا خوف ناک، مسٹر بھٹو اور محمد ضیاء الحق کی تازہ مثال ہمارے سامنے ہے ۱۲ قادری)۔

۳۵۱۲/۲۲ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهُ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے[1]؟ فرماتے ہیں آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا[2] پھر فرمایا: ابوذر! تم کمزور[3] ہو اور حکومت امانت[4] ہے اور وہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت ہے، سوائے اس شخص کے جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ حاصل کیا[5] اور اس میں جو ذمہ داریاں[6] اس پر عائد ہوتی ہیں وہ ادا کیں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہیں فرمایا، ابوذر! ہم تمہیں کمزور دیکھتے ہیں[7]۔ اور ہم تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتے ہیں جو ہمیں اپنے لیے پسند ہے[8]۔ تم دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا[9] اور یتیم کے مال کا متولی نہ بننا۔

(مسلم)

[1] تاکہ میں عدل کروں اور اس کا ثواب پاؤں۔

۵۲ یا تو حکومت کے مطالبے سے منع کرنے اور روکنے کے لیے یا ان کے حال پر شفقت و عنایت فرماتے ہوئے تاکہ وہ انکار پر رنجیدہ اور غمگین نہ ہو جائیں۔ صراح میں ہے منکب، کاف کے نیچے زیر، ہاتھ اور بازو کی جڑ (کندھا)

۵۳ اس میں اشارہ ہے کہ ارباب طاقت و ہمت کے لیے حکومت مکروہ نہیں ہے، عدل اور نظم مملکت کا ثواب بڑا ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ تجرید اور زہد کے راہی تھے، امور دنیا کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور دنیا کے بوجھ برداشت کرتے تھے، ان کا یہ مطالبہ اور حکومت کی درخواست عجیب ہے، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت زہد اور تجرد کی نسبت، کمال کو نہیں پہنچی تھی، آخر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت شریفہ کی برکت سے یہ نسبت کمال کو پہنچ گئی یا ان کا یہ سوال عدل کے اجر و ثواب کے کمال اشتیاق پر مبنی تھا۔

حکایت ۱:- شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ گجرات (ہند) میں حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ بات آئی کہ عدل و انصاف کا ثواب بے شمار ہے۔ اگر یہ ثواب حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے، اس نیت سے کچھ عرصہ منصب عدالت حاصل کرنا چاہیے، نیز تجربہ کرنا چاہیے کہ باطن کے حضور اور جمعیت کے ساتھ شغل دنیا جمع ہوتا ہے یا نہیں؟ سلطان محمود گجراتی آپ کا بہت ہی معتقد اور تابع فرمان تھا اسے یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اس بات کو کارخانہ حکومت کے لیے غنیمت اور سعادت جانا چنانچہ حضرت شیخ نے داروغہ کا منصب اختیار کر لیا اور کچہری میں بیٹھنے لگے۔ آپ کے کچھ خدام اور حاضر باش لوگوں نے رشوت لینا شروع کر دیا، بادشاہ کو اطلاع ملی کہ شیخ اس تقویٰ و دیانت کے باوجود رشوت لیتے ہیں اور افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں، بادشاہ نے اس بات پر یقین نہ کیا تو خبر دینے والوں نے کہا کہ وہ جماعت جو ہمیشہ شیخ کے ساتھ ہوتی ہے وہ رشوت لیتی ہے شیخ کو اس کا علم ہے اور وہ اسے برداشت کر رہے ہیں، جب شیخ نے سنا کہ بادشاہ کو اس قسم کی اطلاعات پہنچائی گئی ہیں تو کچھ وقت انہوں نے اصلاح کی کوشش کی، آخر دیکھا کہ معاملہ نہیں سدھرتا، ایک دن عدالت کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اپنا عصا اٹھایا اور دوستوں کو السلام علیکم کہہ کر تشریف لے گئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دونوں کام جمع نہیں ہوتے، خدا کرے کہ عاقبت بخیر ہو۔

۵۴ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جس کے ساتھ بندوں کا حق متعلق ہے اور اس میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔

۵۵ جیسے کہ اس کے شایان شان ہے۔

۵۶ مثلاً عدل و انصاف اور احسان۔

۵۷ کہ تم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے۔

۵۸ (یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے، چونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت دی ہے کہ نبوت و حکومت دین و دنیا کو سنبھال سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض

نہیں ۱۲ امرآۃ)

۵۹ تأمّر بروزن تفعّل امیر ہونا ——— تولّی اپنے ذمہ کام لے لینا

۵۲۱۳ [23] وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰہُ وَ قَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَ اللّٰہِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰی ھٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَہٗ وَ لَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے دو چچازاد بھائیوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ان دونوں میں سے ایک نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمیں کچھ ان کاموں پر امیر بنا دیجئے جن کی ولایت، اللہ تعالٰی نے آپ کو عطا فرمائی ہے، دوسرے نے بھی اسی طرح کہا، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم اس کام[1] پر اس شخص کو مقرر نہیں کریں گے[2] جو اس کا مطالبہ کرے یا اس کی خواہش رکھے، ایک دوسری روایت میں ہے ہم اپنے کام پر اس شخص کو عامل مقرر نہیں کریں گے جو اس کا طلب گار ہو۔

(صحیحین)

---

[1] دین اور شریعت کے کام پر۔

[2] نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو شخص کسی عہدے کا مطالبہ کرتا اسے وہ عہدہ عطا نہیں فرماتے تھے، کیونکہ عہدے کی درخواست سے خواہش اور نفسانیت ظاہر ہوتی ہے اور یہ عطا فرمانے سے انکار نہ تھا بلکہ درحقیقت شفقت کرم اور احسان تھا۔

۵۲۱۴ [24] وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّھُمْ کَرَاھِیَۃً لِھٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰی یَقَعَ فِیْہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم کچھ بہترین لوگوں کو اس کام[1] سے سخت نفرت رکھنے والے پاؤ گے، یہاں تک کہ وہ اس میں واقع ہو جائیں[2]۔

(صحیحین)

[1] یعنی حکومت واقتدار کے کام —— مطلب یہ ہے کہ جو شخص حکومت کے قبول کرنے کو سخت ناپسند رکھتا ہے تم اسے بہترین انسان جانتے اور سمجھتے ہو۔

[2] اور جب وہ اس کام میں واقع ہو جائے تو تمہاری نظر میں وہ بہترین انسان نہیں رہتا، بلکہ بدترین انسان قرار پاتا ہے (سبحان اللہ! انسانی نفسیات کا کس قدر گہرا تجزیہ ہے ۱۲ قادری)

۵۳۱۵/۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَّ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَ الرَّجُلُ رَاعٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَ الْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَ وَلَدِهٖ وَ هِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَ عَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! تم سب چرانے والے[1] ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، پس بادشاہ جو لوگوں کا سربراہ[2] ہے وہ محافظ ہے، اس سے اس کی رعایا[3] کے بارے میں پوچھا جائے گا، مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت[4] کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظ ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد کا غلام اپنے آقا کے مال[5] کا محافظ ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا[6]، خبردار! تم سب محافظ ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیحین)

[1] اور اپنی رعیت کی حفاظت کرنے والے ہو —— رَعْیٌ چرنا، چرانا نگاہ رکھنا، راعی چرانے والا نگاہ رکھنے والا۔ رعیت بروزن فَعِیْلَۃٌ، اصل میں اس کا معنی ہے وہ جسے چرایا گیا ہو، عام طور پر رعیت، اس جماعت کو کہتے ہیں جسے محافظ کی حفاظت اور نگاہ شامل ہو۔

[2] اور عوام کے حال کی اصلاح کے لیے کوشاں ہے۔

[3] یعنی عوام الناس، جن کا وہ بادشاہ ہے۔

۴؎ یعنی اہل خانہ

۵؎ جو اس کے سپرد ہے۔

۶؎ کہ اس کی اچھی طرح حفاظت اور اس میں دیانت داری سے کام لیا یا نہیں؛ ——— علماء فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعضاء اور حواس کا پاسبان ہے اور اس سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کہاں استعمال کیا اور کس طرح استعمال؟ حدیث میں ان کا ذکر نہیں کیا کیونکہ پوچھے جانے کے معاملے میں یہ ظاہر بھی ہیں اور قریب بھی، نیز اُن چیزوں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا جنہیں عرف عام میں رعیت سمجھا جاتا ہے۔

۳۵۱۶/۲۶ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ يَّلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمان رعایا کا والی ہو اور ان کے حق میں خیانت۲؎ کرتے ہوئے مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا۳؎۔

(صحیحین)

۱؎ معقل میم پر زبر، عین ساکن، قاف کے نیچے زیر۔ بن یسار یا پر زبر، سین مخفف، صحابی ہیں اور بیعت رضوان میں شامل ہوئے، بصرہ میں رہائش پذیر ہوئے، حضرت حسن بصری اور دیگر تابعین ان سے روایت کرتے ہیں۔

۲؎ اور ان پر ظلم کرتے ہوئے ——— غش غین کے نیچے زیر، خیانت کرنا، اس کے مقابل نصح ہے جس کا معنی خیر خواہی ہے۔

۳؎ پہلے پہل جانے والوں کے ہمراہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔ (ورنہ ہر مومن کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا ۱۲ قادری)۔

۳۵۱۷/۲۷ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيْهِ اللهُ رَعِيَّةً فَلَمْ

انہی۱؎ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو رعایا کا بادشاہ بنا دے پھر وہ خیر خواہی کے ساتھ رعایا کی

يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نگہبانی[2] نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا[3] ۔

(صحیحین)

[1] حضرت معقل بن یسار سے ۔

[2] حیط نگاہ رکھنا، محفوظ کرنا ۔

[3] بہشت میں داخل نہ ہونے کو بطور مبالغہ بیان کیا گیا ہے ۔

۳۵۱۸/۲۸ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائذ بن عمرو[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین حکمران وہ ہیں جو ظلم کرتے ہیں[2] ۔

(مسلم)

[1] عائذ بے نقطہ عین یاء کے نیچے زیر، ذال نقطے والا، بن عمرو صحابی ہیں، صاحب عزت وسخاوت تھے، بیعت رضوان میں شریک ہوئے، مزنی ہیں، بصرہ میں قیام پذیر ہوئے، حضرت حسن بصری اور دوسرے تابعین ان سے روایت کرتے ہیں ۔

[2] حطمہ حاء پر پیش، طاء پر زبر، دونوں بے نقطہ، جو رعایا پر ظلم کرے اور ان پر رحم نہ کرے، یہ ماخوذ ہے حُطْمٌ سے جس کا معنی توڑنا ہے، اصل میں ایک شخص کا نام تھا جو اونٹوں کی نگہبانی، انہیں چلانے، پانی پر لانے اور وہاں سے واپس لے جانے میں سختی کرتا تھا، صراح میں ہے حطمہ بہت کھانے والا آدمی اور وہ جو چوپایوں پر رحم نہ کرے ۔

۳۵۱۹/۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنایا گیا[1] پھر اس نے انہیں مشقت میں ڈالا[2] تو اسے مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنایا گیا، پھر اس نے ان پر مہربانی کی، تو اس پر مہربانی فرما

(مسلم)

[۱] ایک روایت میں ہے وَلِیَ واؤ پر زبر، لام مخفف کے نیچے زیر۔ ولایت سے مشتق ہے۔ یعنی جو شخص والی ہوا۔ وُلِّیَ واؤ پر پیش، لام مشدد، تولیت سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے والی بنانا۔

[۲] ظلم اور سرد مہری کی وجہ سے ــــــــــ صراح میں ہے شَقَّ کام کا کسی کے لیے مشکل ثابت ہونا، کہا جاتا ہے۔ شَقَّ عَلَیْہِ الْاَمْرُ، قاموس میں ہے شَقَّ عَلَیْہِ اسے مشقت میں ڈالا، معنی یہ ہوگا کہ اس والی نے انہیں مشقت میں ڈالا۔

۳۵۴/۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ یَمِیْنِ الرَّحْمٰنِ وَ کِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِہِمْ وَ اَھْلِیْہِمْ وَمَا وَلُوْا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عادل[۱] حکمران اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نور کے منبروں پر ہوں گے، رحمت کاملہ والے رب کے دائیں ہاتھ کی جانب[۲] اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں[۳]، وہ حکمران جو اپنے فیصلے، اپنے اہل[۴] اور اس چیز میں عدل کرتے ہیں جس کے وہ والی ہیں[۵]

(مسلم)

[۱] مُقْسِطٌ انصاف کرنے والا، مشتق ہے اقساط سے، "قَاسِطٌ" اس کی ضد ہے، یہ قسوط سے مشتق ہے جس کا معنی ظلم کرنا ہے، منابر جمع ہے منبر کی، مشتق ہے نبر سے جس کا معنی اٹھانا اور بلند کرنا ہے۔

[۲] منابر کی صفت ہے یا مقسطین کی، یہ کنایہ ہے بارگاہ الٰہی میں ان کی عظمت سے، کیونکہ جس کا مرتبہ بڑا ہو وہ دائیں جانب کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے۔

[۳] یہ اس وہم کا ازالہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دایاں ہاتھ، بائیں ہاتھ کے مقابل ثابت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے ــــــــــ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کا استعمال از قبیل متشابہات ہے، مراد قدرت اور غلبہ ہے۔

[۴] جو ان کے متعلقین اور ماتحت ہیں۔ یا اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِہِمْ میں حکمرانوں کا بیان ہے اور اَھْلِیْہِمْ میں اہل و عیال والوں کا بیان ہے کہ وہ بھی محافظ ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں گزرا۔

[۵] یا اس کا معنی ہے، اس چیز میں جس کے والی بنائے گئے ہیں،، مَا وَلُوا دو طرح مروی ہے پہلا معنی اس وقت ہے جب واؤ پر زبر لام مخفف پر پیش پڑھیں (وَلُوْا) اور دوسرا معنی اس وقت ہے جب لام مشدد پر پیش ہو

(اور واؤ پر بھی پیش ہو، اس وقت یہ فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہوگا (وُلُّوا) ۱۲ قادری)۔

۳۵۲۱/۳۱ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَّبِیٍّ وَّ لَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَحُضُّهٗ عَلَیْهِ وَ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَ تَحُضُّهٗ عَلَیْهِ وَ الْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اور جسے بھی خلیفہ بنایا اس کے دو خصوصی دوست[۵۱] ضرور تھے، ایک دوست اسے نیکی کا حکم دیتا اور اس پر ابھارتا تھا[۵۲] اور دوسرا اسے برائی کا حکم دیتا اور اس پر ابھارتا تھا[۵۳]، اور معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے[۵۴]۔

(امام بخاری)

[۵۱] بطانۃ با کے نیچے زیر، دوست، ولی اور خاص آدمی۔ آدمی کا بطانۃ وہ صاحبِ راز ہے جس کے ساتھ آدمی مختلف کاموں میں مشورہ کرتا ہے، اصل میں بطانۃ اس استر کو کہتے ہیں جو کپڑے کے اندر ہوتا ہے، دو خصوصی دوستوں سے مراد فرشتہ اور شیطان ہے وہ دونوں آدمی کے اندر ثابت ہیں، پہلا نیکی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا برائی کا جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[۵۲] یہ فرشتہ ہے۔

[۵۳] یہ شیطان ہے۔

[۵۴] یہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نیز بعض خلفاء کی طرف اشارہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

۳۵۲۲/۳۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ قَیْسُ بْنُ سَعْدٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْاَمِیْرِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے۔ اس طرح تھے جیسے پولیس[۵۵] والے امیر کے لیے۔

(بخاری)

[۱] صاحب الشرط نقطے والی شین پر پیش، را پر زبر، پہلا سپاہی جو جنگ کو حاضر ہوا اور جانبازی کے لیے مقرر کیا گیا ہو، امراء اور حکمرانوں کی جماعت جو نشانیاں رکھتی ہے جن کے ساتھ وہ پہچانی جاتی ہے، شرط کا معنی علامت ہے (جیسے اشراط ساعت، علامات قیامت کو کہتے ہیں ۱۲ قادری) "شُرَط" کا واحد شُرْطَۃٌ ہے پہلے حرف پر پیش، اسے شرطی (سپاہی) بھی کہتے ہیں، شرطی کی را ساکن ہے جیسے ترکی، را پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے جُہَنِی، وہ شخص جو امیر کے سامنے کھڑا ہو، تاکہ اس کے احکام و اوامر کو نافذ کرے، وہ لشکر کشی بھی کرتا ہے، صراح میں ہے شرطی را ساکن، کوتوال ———— حضرت قیس بن سعد، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسی مرتبہ پر فائز تھے۔ دربار رسالت میں کھڑے رہتے تھے اور احکام کی تعمیل کرتے تھے، ایک کو قید کرتے تھے، دوسرے کو پکڑ کر مارتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر کو چاہیے کہ ایسا شخص اپنے پاس رکھے (جو اس کے احکام نافذ کرے اور یہ سنت ہے ۱۲ قادری)۔

۳۵۲۳
۳۳
وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَھْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّکُوْا عَلَیْھِمْ بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً۔
(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ فارس (ایران) والوں نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو ملکہ بنا لیا ہے[۱] تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو گی جو اپنے اوپر عورت کو حاکم مقرر کرے[۲]۔
(بخاری)

[۱] اور بادشاہت اس کے سپرد کر دی ہے۔
[۲] اس سے معلوم ہوا کہ عورت، حکومت کے لائق نہیں ہے[عہ]۔

[عہ] چند حوالے ملاحظہ ہوں: بخاری شریف (اصح المطابع، کراچی) ج ۲ ص ۱۰۵۶، جامع ترمذی (طبع کراچی) ج ۲، ص ۵۲ المستدرک (طبع بیروت) ج ۳ ص ۱۱۹۔ سنن کبریٰ للبیہقی (طبع بیروت) ج ۱۰ ص ۱۱۸۔ علاوہ ازیں امام طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ یَمْلِکُ رَأْیَھُمْ اِمْرَاَۃٌ (مجمع الزوائد للہیثمی، طبع بیروت ج ۵ ص ۲۰۹) وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو گی جن کی رائے کی مالک عورت ہو۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم عقل اور دین میں ناقص ہو، عرض کیا گیا وہ کیسے؟ فرمایا، عورت کی گواہی مرد سے آدھی ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۵۲۴ / ۳۴ عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ الْهِجْرَةِ وَ الْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّا اَنْ یُّرَاجِعَ وَ مَنْ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثٰی جَهَنَّمَ وَ اِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

دوسری فصل

حضرت حارث اشعری[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں (۱) مسلمانوں کی جماعت کی پیروی کرنا[2] (۲) سننا (۳) طاعت کرنا[3] (۴) ہجرت[4] (۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا[5]۔ اور جو شخص ایک بالشت بھر جماعت سے باہر نکلا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا[6]۔ مگر یہ کہ لوٹ آئے جس نے لوگوں کو جاہلیت کے طریقے[7] پر بلایا وہ جہنم کی جماعت[8] سے ہے۔ اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

(احمد، ترمذی)

---

[1] حارث اشعری صحابی ہیں، شامی صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں، انہوں نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی اور اس کے علاوہ کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

[2] قول، عمل اور اعتقاد میں، اس باب میں اصل، سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اور حیض کی حالت میں نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، مفہومًا (بخاری شریف) مجتبائی دہلی ج ۱ ص ۴۴) قرآن پاک میں ہے الرجال قوامون علی النساء (۴/۳۴) مرد عورتوں پر حاکم اور نگران ہے۔ عقائد نسفی میں ہے کہ امام کے لیے شرط ہے کہ وہ ولایت کاملہ مطلقہ کی اہلیت رکھتا ہو، اس کی شرح میں علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان، آزاد، عاقل و بالغ مرد ہو۔ مزید تفصیل کے لیے علامہ مفتی محمد اشرف القادری (گجرات) کا رسالہ امارۃ المراۃ ملاحظہ ہو۔

کی پیروی ہے۔

۵۳ امراء اور علماء سے کلمہ حق سننا اور ان کے موافقِ شریعت، احکام کی تعمیل اور پیروی کرنا۔

۵۴ فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت تھی، فتح مکہ کے بعد دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف اور گناہوں سے نیکیوں کی طرف ہجرت ہے ——— دارالکفر وہ جگہ ہے جہاں احکام شرعیہ کا نفاذ نہ ہوسکے۔

۵۵ کافروں سے اور اپنے نفس سے۔

۵۶ قِیدَ قاف کے نیچے زیر، یا ساکن، مقدار، شبر شین کے نیچے زیر، باء ساکن، انگوٹھے کے سرے سے لے کر چھنگلی کے کنارے تک (بالشت) ربق راء کے نیچے زیر، رسی، پھندے سمیت جس کے ساتھ دنبے اور بکری کو باندھتے ہیں۔ ربقۃ، پھندہ ——— مگر یہ کہ لوٹ آئے اور توبہ کرے۔

۵۷ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد بلانا اور ندا کرنا ہے، کہتے ہیں کہ جب دشمن کسی شخص پر غالب آجاتے تو بلند آواز سے پکارتے اے آل فلاں! اے آل فلاں! لوگ ان کی امداد کو دوڑ پڑتے، خواہ بلانے والا ظالم ہوتا یا مظلوم۔

۵۸ جثی جیم پر پیش، اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ جمع ہے، اس کا مفرد ہے جثوۃ جیم پر زبر، زیر، پیش تینوں پڑھ سکتے ہیں۔ وہ چیز جو جمع کی گئی ہو۔ صراح میں ہے جثوۃ مٹی کا ڈھیر قاموس میں ہے جثوۃ وہ پتھر جو جمع کیے گئے ہوں۔

۳۵۲۵/۳۵ وَعَنْ زِيَادِ بْنِ كُسَيْبٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِ ابْنِ عَامِرٍ وَّ هُوَ يَخْطُبُ وَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْ بِلَالٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ اُسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَانَ

زیاد بن کسیب عدوی ؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ابن عامر[۵۹] کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، وہ خطبہ دے رہے تھے اور انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے، ابوبلال[۶۰] نے کہا: ہمارے امیر کو دیکھو! فاسقوں کے کپڑے پہنتا ہے[۶۱]۔ حضرت ابوبکرہ نے فرمایا: خاموش ہوجا[۶۲]، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں تسلط حاصل کرنے والے بادشاہ[۶۳] کی اہانت کی، اللہ تعالیٰ اسے

سُلْطَانَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ اَھَانَہُ اللّٰہُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)۔

ذلیل کرے گا۔ (ترمذی) انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن، غریب ہے۔

[1] زیاد زاء کے نیچے زیر بن کسیب کاف پر پیش، بے نقطہ سین پر زبر، یا ساکن، آخر میں باء، عدوی بصری تابعی ہیں، تیسرے طبقے سے تعلق رکھنے والے، ثقہ اور مقبول الروایۃ ہیں۔

[2] عبداللہ بن عامر بن کریز کاف پر پیش، راء پر زبر، یا ساکن، آخر میں زاء، امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں تھے، ان کی پیدائش نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔ پیدائش کے بعد انہیں بارگاہ رسالت میں لایا گیا تو آپ نے انہیں دم کیا اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی روایت ثابت نہیں ہے، حضرت عثمان غنی نے انہیں بصرہ اور خراسان کا والی مقرر فرمایا، کہتے ہیں کہ وہ سخی، کریم النفس اور وسیع المناقب تھے، خراسان، اصفہان، کرمان اور حلوان فتح کیا۔

[3] ابو بلال بن سعد تابعی ہیں اور ان کے والد حضرت سعد صحابی ہیں۔

[4] ظاہر یہ ہے کہ وہ نرم اور نفیس کپڑے تھے جو فضول خرچ قسم کے مال دار لوگ پہنتے تھے، لیکن وہ ایسے کپڑے نہیں تھے جنہیں پہننا حرام ہے جیسے کہ بظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس زمانے میں امراء کا حرام کپڑے پہننا بعید ہے، لہٰذا وہ کپڑے مراد ہیں جو فاسقوں کے حال اور ان کی روش کے لائق تھے، ایسے نہ تھے جن کا پہننا فسق ہے۔

[5] ابو بلال کو فرمایا۔

[6] سلطان کا معنیٰ تسلط، سلطنت اور غلبہ ہے، اس کا اطلاق ایسے شخص پر کرتے ہیں جو یہ صفت رکھتا ہو، یعنی اگرچہ اُن کا اس قسم کے کپڑے پہننا برا ہے، لیکن تمہارا امیر کی توہین کرنا زیادہ برا اور زیادہ سخت ہے جس کا نقصان عوام الناس کو پہنچ سکتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ امیر نے اس قسم کے کپڑے اس مقصد کے تحت پہن رکھے ہوں کہ عوام الناس میں عزت اور ہیبت ظاہر ہو، جیسے کہ بعض اکابر علماء نے اس طرح کیا ہے۔

۳۵۲۶/۳۶ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ

حضرت نواس بن سمعان[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں

اَلْخَالِقِ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

ہے[2]۔

(شرح السنة)

[1] نواس نون پر زبر اور واؤ مشدد۔ بن سمعان سین کے نیچے زیر اور اس پر زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں، صحابی ہیں۔ شام میں قیام پذیر ہوئے۔

[2] یعنی مخلوق کا کوئی فرد اگر گناہ کا حکم دے اگرچہ وہ امیر ہی کیوں نہ ہو، اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے اور اگر مجبور کر دے تو پھر وہ کام گناہ نہیں ہے۔ (اس صورت میں گناہ کا ذمہ دار حکم دینے والا ہوگا ۱۲ قادری)۔

۳۵۲۷/۳۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَمِیْرِ عَشَرَةٍ اِلَّا یُؤْتٰی بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰی یَفُكَّ عَنْهُ الْعَدْلُ اَوْ یُوْبِقَهُ الْجَوْرُ

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو شخص دس افراد کا بھی حاکم ہو قیامت کے دن اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا[1]، یہاں تک کہ انصاف اسے رہائی دلا دے[2]۔ یا ظلم اسے ہلاک کر دے[3]۔

(دارمی)

[1] خواہ وہ عادل ہو یا ظالم

[2] اور طوق اس کی گردن سے جدا کر دے ــــــ فَكٌّ، آپس میں پیوستہ دو چیزوں کو ایک دوسری سے جدا کر دینا۔

[3] یعنی حاکم کو ایک بار باندھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اس کے بعد اگر وہ عادل ہوا تو اسے نوازا جائے گا اور اگر ظالم ہوا تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔

۳۵۲۸/۳۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّلْاُمَرَآءِ وَیْلٌ لِّلْعُرَفَآءِ وَیْلٌ لِّلْاُمَنَآءِ لَیَتَمَنَّیَنَّ اَقْوَامٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَّ نَوَاصِیَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَیَّا یَتَجَلْجَلُوْنَ بَیْنَ السَّمَآءِ

اُن ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاکت ہے حکمرانوں کے لیے، ہلاکت ہے سرداروں[1] کے لیے ہلاکت ہے امانت داروں[2] کے لیے، قیامت کے دن بہت سے لوگ آرزو کریں گے کہ کاش ان کی پیشانیوں کے بال ثریا ستاروں کے ساتھ بندھے[3] ہوتے اور وہ زمین و آسمان کے

وَالْاَرْضِ وَاِنَّهُمْ لَمْ يَلُوْا عَمَلًا (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ) وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَقَّلَةً بِالثُّرَيَّا يَتَذَبْذَبُوْنَ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَكُوْنُوْا عُمِّلُوْا عَلٰى شَيْءٍ۔

درمیان حرکت کر رہے ہوتے[4] اور انہوں نے کسی کام کی سرداری نہ لی ہوتی[5] (شرح السنۃ) امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا، ان کی روایت میں ہے کہ ان کی زلفیں ثریا سے بندھی ہوتیں، وہ زمین اور آسمان کے درمیان ہچکولے کھا رہے ہوتے اور انہیں کسی چیز پر حکومت نہ دی جاتی[6]۔

[1] عرفاء جمع ہے عریف کی، پہچاننے والا، قوم کا وہ نمائندہ جو حکمرانوں کے پاس قوم کی کارگزاری کی تعریف کرے۔ اسے نقیب کہتے ہیں، جو رئیس (سربراہ) کا ماتحت ہوتا ہے۔ قاموس میں ہے عریف، قوم کے رئیس کو کہتے ہیں، یا اس سے کم درجہ نقیب، عرافت پہلے حرف کے نیچے زیر، بروزن امارت، عریف ہونا۔

[2] امناء جمع ہے امین کی، وہ شخص جو یتیموں پر ان کے اموال کی حفاظت کے لیے مقرر کیا جائے، یا وہ شخص جسے مال کے خزانے اور صدقات پر امین مقرر کیا جائے، ان کے لیے ہلاکت کی وجہ یہ ہے کہ یہ کام خفیہ طور پر پھسلنے اور بھٹکنے کی جگہ ہیں، ان میں قائم رہنا اور انصاف اختیار کرنا بہت مشکل ہے، ہاں اس شخص کے لیے آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حفاظت جس کے شامل حال ہو جائے۔

[3] انہیں دنیا میں دوسرے انسانوں کے مقابل، عزت، سرداری اور برتری حاصل تھی، اس کے بدلے جب ذلت و رسوائی اور عذاب دیکھیں گے تو یہ آرزو کریں گے ——— پیشانی کے بالوں کا کسی چیز سے معلق ہونا، ذلت و خواری کے بیان کرنے کے لیے محاورہ ہے۔

[4] اور لوگ انہیں دیکھتے اور ان کی ذلت و رسوائی کا مشاہدہ کرتے۔

[5] اور اس میں تصرف نہ کیا ہوتا۔

[6] عملوا عین پر پیش، میم مشدد کے نیچے زیر، فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ تعمیل سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے سرداری دینا۔

۳۵۲۹ / ۳۹ وَعَنْ غَالِبِ الْقُطَّانِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

غالب قطان[1] ایک شخص[2] سے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَّلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عُرَفَاۤءَ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَاۤءَ فِي النَّارِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

سرداری[3] حق ہے اور لوگوں کو سرداروں سے کوئی چارہ نہیں، لیکن اکثر سردار، آگ میں ہوں گے[4]۔

(ابوداؤد)

۳۵۳۰ ۴۰ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ السُّفَهَاۤءِ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُمَرَاۤءُ سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَّرِدُوْا عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ

حضرت کعب بن عجرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میں تمہیں بے وقوفوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے وقوفوں کی حکومت کیا ہے[2]؟ فرمایا: میرے بعد کچھ امراء ہوں گے، جو لوگ ان کے پاس گئے اور ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق کی، اور ان کے ظلم پر ان کی امداد کی[3] تو وہ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں[4]، اور وہ ہرگز حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہیں ہوں گے[5] اور جو ان کے پاس نہ گئے، ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کی اور ان کے ظلم میں ان کی امداد نہ کی تو وہ مجھ

---

[1] غالب قطان قاف پر زبر، بے نقطہ طا مشدد، ثقہ تابعی ہیں، امام احمد نے فرمایا ثقہ ہیں، امام یحییٰ۔ اور امام نسائی نے فرمایا، صادق اور صالح ہیں، وہ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام شعبہ اور دیگر محدثین روایت کرتے ہیں۔

[2] یہ راوی مبہم ہے، اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔

[3] عرافت عین کے نیچے زیر، عریف ہونا۔

[4] کیونکہ وہ سرداری میں عدل وانصاف اور سچائی کو ملحوظ نہیں رکھتے، چونکہ سرداری کی شرطوں کا پورا کرنا مشکل ہے اس لیے وہ ہلاکت اور عذاب کے بھنور اور خطرے میں ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُمْ وَ اُولٰٓئِكَ يَرِدُوْنَ عَلَى الْحَوْضِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ)

سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے۔

(امام ترمذی، نسائی)

۱ کعب بن عجرہ عین پر پیش، جیم ساکن، اس کے بعد را۔ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے پاس ایک بُت تھا جس کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے دوست تھے، ایک دن حضرت عبادہ ان کی ملاقات کے لیے گئے، حضرت کعب کسی کام سے باہر گئے تو انہوں نے کمرے میں جا کر بت کو تیشے سے چکنا چور کر دیا، کعب واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ بت ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ انہیں سخت غصہ آیا، پہلے تو حضرت عبادہ کو گالیاں دینے کا ارادہ کیا، پھر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر یہ بت کوئی فائدہ دے سکتا تو اپنی حفاظت ضرور کرتا، چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور انصار کے حلیف بن گئے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ انصار میں سے تھے۔

۲ یعنی یہ حکومت کب ہو گی؟ کیسے ہو گی؟ اور یہ کون لوگ ہوں گے؟

۳ قول اور فعل سے۔

۴ ان کا ہمارے ساتھ بیعت کا تعلق نہیں اور ہمارا ان کے ساتھ محبت کا تعلق نہیں ہے۔

۵ حوضِ کوثر جو رحمت و نعمت کے فیضان کی خاص جگہ ہے۔ اس ارشاد میں ایمان کی نفی کی سخت وعید ہے، لیکن مراد یہ ہے کہ وہ عزت و کرامت کے مقامات سے دور اور محروم ہوں گے۔

۳۵۳۱
۱۴
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَ مَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَ مَنْ اَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَآئِيُّ) وَ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ مَنْ لَزِمَ السُّلْطٰنَ افْتُتِنَ وَ مَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِّنَ السُّلْطٰنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بادیہ نشینی اختیار کی وہ درشت خو ہو گیا[۱]، اور جو شخص ہمیشہ شکار کے پیچھے دوڑتا ہے غافل ہو گیا[۲] اور جو بادشاہ[۳] کے پاس آیا وہ فتنہ اور بلا میں ڈالا گیا۔ (احمد ترمذی، نسائی) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جس نے بادشاہ کو لازم پکڑا فتنے میں ڈالا گیا، اور کوئی بھی بندہ خدا جتنا بادشاہ

دُنُوًّا اِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا۔

کے قریب ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا۔

۵۱ گاؤں میں رہنے سے آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے، کیونکہ عام لوگوں سے زیادہ ملاقات نہیں ہوتی لوگوں کے جور و جفا کے دیکھنے اور ان سے خوف اور شرم محسوس کرنے سے دل نرم ہو جاتا ہے اور آدمی کی عادت اچھی ہو جاتی ہے (جب عوام سے زیادہ ملاقات نہیں ہوگی تو دل بھی نرم نہیں ہوگا) نیز علماء اور اہل خیر کی ہم نشینی بھی میسر نہیں ہوگی جو اچھے اخلاق کے سیکھنے کا ذریعہ ہے۔ شعر

دِہ مرو، دہ مرد را احمق کند۔ سینہ را بے نور و بے رونق کند

گاؤں میں نہ جا کہ گاؤں آدمی کو بے وقوف بنا دیتا ہے اور سینے کو نور اور رونق سے خالی کر دیتا ہے۔

۵۲ جو لہو و لعب اور محض دل خوش کرنے کے لیے شکار کرتا ہے وہ عبادتوں اور جماعتوں کے لازم پکڑنے سے غافل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جنگل میں وقت بسر کرتا ہے اور محبت و رحمت کی جگہوں سے دور رہتا ہے، یہ اس شخص کے لیے تنبیہ ہے جو شکار کے مشغلے میں منہمک ہو جاتا ہے اور اس کی نیت، حلال روزی کے کمانے کی نہیں ہوتی، ورنہ بعض صحابہ کرام نے شکار کیا ہے اور بلاشک و شبہ شکار حلال ہے، تاہم بعض شعرا نے کہا ہے۔

بشرع گرچہ حلال است از مروت نیست ——— ہلاک صید کہ او نیز چوں تو جاندار است

شریعت میں اگرچہ جائز ہے لیکن شکار کو ہلاک کرنا جوانمردی نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تیری طرح جاندار ہے۔

کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس کبھی شکار نہیں کیا اور کسی کو اس سے منع بھی نہیں کیا۔

۵۳ ظالم و جابر بادشاہ کے پاس ——— وہ دین و دنیا کے اعتبار سے آزمائش اور فتنے میں واقع ہوگا۔

٣٥٣٢/۴۲ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ اِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ اَمِيْرًا اَوْ كَاتِبًا وَّلَا عَرِيْفًا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت مقدام بن معدیکرب[۵۴] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں پر ہاتھ مارا پھر فرمایا! اے قدیم[۵۵]! تم کامیاب ہوا اگر تم اس حال میں فوت ہو کہ تم نہ تو امیر ہو، نہ منشی ہو[۵۶] اور نہ سردار ہو[۵۷]۔

(ابوداؤد)

۱؎ مقدام میم کے نیچے زیر، بن معدیکرب کاف پر زبر، راء کے نیچے زیر، صحابی ہیں اور اہل شام میں شمار کیے جاتے ہیں اور ان کی حدیث اہل شام میں پائی جاتی ہے، ۸۷ھ میں اکانوے سال کی عمر میں شام میں ان کا وصال ہوا

۲؎ قدیم قاف پر پیش، دال پر زبر، مقدام کی تصغیر، زائد حروف (میم اور الف) حذف کر دیے گئے ہیں۔

۳؎ کسی امیر کے منشی نہ ہو۔

۴؎ عریف بروزن شریف، قوم کا وہ نمائندہ جو حکمران کے پاس عوام کے اوصاف بیان کرے۔

۳۵۳۳/۴۳ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ يَعْنِي الَّذِيْ يَعْشُرُ النَّاسَ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عقبہ بن عامر۱؎ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ٹیکس۲؎ لینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا یعنی جو لوگوں سے دسواں حصہ لیتا ہے۳؎۔ (احمد، ابوداؤد، دارمی)

۱؎ عقبہ بن عامر صحابی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مصر کے والی تھے۔

۲؎ مکس میم پر زبر، کاف ساکن، آخر میں بے نقطہ سین، مراح میں ہے مکس خراج، عشر، نقص اور ظلم کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۳؎ جو لوگوں سے ظلماً دسواں حصہ وصول کرتا ہے۔

۳۵۳۴/۴۴ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَأَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ جَائِرٌ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق قیامت کے دن اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کی بارگاہ میں قریب ترین مجلس والا، عادل بادشاہ ہوگا۱؎ اور قیامت کے دن اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ ناپسند اور سب سے زیادہ سخت عذاب والا اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالٰی سے سب سے زیادہ بعید مجلس والا، ظالم بادشاہ ہوگا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(ترمذی) انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

[1] جو راہ راست پر قائم ہو، مقصد، عدل کی فضیلت بیان کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ عادل بادشاہ اس حیثیت سے دوسروں سے افضل ہے۔

٣٥٣٥/٤٥ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ النَّسَآئِيُّ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل جہاد اس شخص کا قول ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہے۔

(ترمذی،

ابو داؤد، ابن ماجہ)

امام احمد اور نسائی نے یہ حدیث حضرت طارق بن شہاب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

[1] طارق بن شہاب صحابی ہیں، انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، لیکن انہوں نے بہت کم حدیثیں سنیں، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت میں ۳۳۔ یا ۳۴ غزوات میں شرکت کی ۶۰ھ یا ۸۰ھ میں وصال ہوا۔

٣٥٣٦/٤٦ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَّسِيَ ذَكَّرَهٗ وَ اِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ وَ اِذَا اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْٓءٍ اِنْ نَّسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَ اِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے سچا وزیر[1] عطا فرماتا ہے، اگر بادشاہ بھول جائے تو وہ اسے یاد دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی امداد کرے[2] اور جب اللہ تعالیٰ اس کے لیے بھلائی کے ماسوا[3] کا ارادہ فرمائے تو اسے برا وزیر[4] عطا فرماتا ہے اگر بادشاہ بھول[5] جائے تو وہ اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر یاد کرے تو اس کی امداد نہیں فرماتا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(ابو داؤد، نسائی)

[1] جو گفتار اور کردار میں صراط مستقیم پر چلنے والا ہو۔

[2] جس سے یادداشت میں زیادتی اور پختگی حاصل ہو۔

[3] یعنی برائی کا

[4] گفتار کا بھی برا اور کردار کا بھی برا۔

[5] اللہ تعالیٰ کو ـــــــ وزیر، مشتق ہے وزر سے، واؤ کے نیچے زیر، جس کا معنی ہے بوجھ اور گناہ، وزیر بادشاہ کے بوجھ اٹھاتا ہے، اس کی امداد کرتا ہے اور گناہ میں اس کا شریک ہوتا ہے یا مشتق ہے وزر سے، واؤ پر زبر، جس کا معنی ہے پشت پناہ، اس معنی کی مناسبت ظاہر ہے۔

۳۵۳۷/۴۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاَمِیْرَ اِذَا ابْتَغَی الرِّیْبَةَ فِی النَّاسِ اَفْسَدَهُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم لوگوں میں شک اور تہمت[1] ڈھونڈنے لگے تو انہیں تباہ کر دے گا

(ابو داؤد)

[1] صراح میں ہے ریب شک ریبۃ پہلے حرف کے نیچے زیر، وہ چیز جو شک میں ڈالے، قاموس میں ہے الریب والریبۃ راء کے نیچے زیر، تہمت، نہایہ میں اس کا معنی شک بیان کیا ہے۔ بعض علماء لغت نے اس کا معنی شک اور تہمت بتایا ہے ـــــــ یعنی جب لوگوں پر شک و شبہ کی بنا پر تہمت لگائے، ان پر بدگمانی کرے اور اس بنا پر ان پر گرفت کرے تو ان کے احوال کے بگاڑ کا باعث بنے گا اور لوگ شدت کے ساتھ اس چیز کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے احوال کی تفتیش اور عیوب کی تلاش نہ کی جائے، اور حکم دیا کہ ان کے عیوب کی پردہ داری کرے اور گناہوں کو معاف کیا جائے۔

۳۵۳۸/۴۷ وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّكَ اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَهُمْ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑو گے[1]۔ تو انہیں بگاڑ دو گے

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(امام بیہقی، شعب الایمان)

له اور ان کی جاسوسی کروگے عہ۔

٣٥٣٩ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ[48] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَ اَئِمَّةٌ مِّنْ ٢ بَعْدِيْ يَسْتَاْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَيْءِ قُلْتُ اَمَا وَ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَيْفِيْ عَلٰى عَاتِقِيْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰى اَلْقَاكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؛ جب ہمارے بعد حکام اس فیئ کو اپنے لیے مختص کرلیں[1] گے، میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر وہ تلوار اس وقت تک چلاؤں گا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں[2]، فرمایا: کیا اس سے بہتر چیز کی طرف تمہاری راہنمائی نہ کروں؟ تم صبر کرنا یہاں تک کہ ہم سے مل جانا[3]

(ابوداؤد)

[1] استیثار خود بخود کسی کام میں مشغول ہو جانا، فیئ وہ مال جو کافروں سے جنگ کے بغیر حاصل کیا جائے جیسے خراج اور جزیہ، جنگ کرکے جو مال کافروں سے حاصل کیا جائے اسے غنیمت کہتے ہیں، فیئ کا حکم یہ ہے کہ اس میں تمام مسلمان شریک ہوتے ہیں اور اس کا پانچواں حصہ نہیں لیا جاتا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ لیا جاتا ہے

عہ ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے چونکہ یہ آیندہ سلطان بننے والے تھے تو اس غیوب داں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان کو طریقہ سنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈا کرنا، درگزر اور حتی الامکان عفو و کرم سے کام لینا اور ہو سکتا ہے کہ روئے سخن سب کی طرف ہو کہ باپ اپنی جوان اولاد کو، خاوند اپنی بیوی کو آقا اپنے ماتحتوں کو، ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے، خیال رہے کہ یہاں بلاوجہ کی بدگمانیوں سے ممانعت ہے ورنہ مشکوک اور بدمعاش لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لیے ضروری ہے، جاسوسی کا محکمہ ملک رانی کے لیے لازم ہے ۱۲ مرآۃ مختصراً۔

شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فیی کا عام معنی مراد ہے جو دونوں کو شامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ بیت المال میں ظلم کریں گے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق نہیں دیں گے۔

[2] یعنی قتل کر دیا جاؤں اور اس عالم میں آپ تک پہنچ جاؤں، یا یہ مطلب ہے کہ اپنی عمر کے آخر تک جنگ کروں گا۔

[3] یعنی صبر کرنا اور خاموش رہنا کہ ترکِ تعلق اور تجرید کے اعتبار سے یہ کام تلوار چلانے سے بھی بہتر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۵۴۰/۴۹ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰى ظِلِّ اللهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا سُئِلُوْا بَذَلُوْهُ وَحَكَمُوْا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ۔

تیسری فصل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے[1] تک پہلے پہنچنے والے کون ہوں گے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ لوگ کہ جب انہیں حق دیا جائے تو اسے قبول کر لیں[2] اور جب اُن سے حق مانگا جائے تو دے دیں[3]۔ اور لوگوں کے لیے ایسا ہی حکم کریں جیسا اپنے لیے کرتے ہیں۔

[1] اس سے یا تو عرش خدا کا سایہ مراد ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کا سایہ۔

[2] یعنی وہ عادل حکمران کہ جب کوئی شخص انہیں رعایا میں انصاف کرنے کے بارے میں کلمہ حق کہے تو اسے قبول کریں۔

[3] بذل، لٹا دینا اور کسی چیز کو بچا کر نہ رکھنا۔

[4] یعنی جو اپنے لیے پسند کرتے ہوں دوسروں کے لیے وہی پسند کریں۔ ایسا نہ ہو کہ خود تو جو چاہیں کریں اور نفسانی خواہشات پوری کریں اور دوسروں پر سختی کریں۔

۳۵۴۰/۵۰ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ ثَلٰثَةٌ اَخَافُ عَلٰى
اُمَّتِي الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ
وَحَيْفُ السُّلْطَانِ وَتَكْذِيْبٌ
بِالْقَدْرِ.

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

روایت ہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا[1] ہوں (۱) چاند کی منزلوں[2] سے بارش کا طلب کرنا (۲) بادشاہ کا ظلم[3] (۳) تقدیر کا انکار کرنا[4]۔

(احمد)

---

[1] کہ وہ ان چیزوں کو اختیار کرے گی اور گمراہی میں گرے گی۔

[2] اَنْوَاء جمع ہے "نَوْء" کی پہلے حرف پر زبر۔ لغت میں اس کا معنیٰ ہے کھڑے ہونا اور گر پڑنا۔ اور اب چاند کی منزلوں کا نام ہے۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ ہر مہینے میں چاند ان میں سے کسی نہ کسی منزل میں ہوتا ہے چاند کا کھڑے ہونا اور گر پڑنا یعنی طلوع اور غروب ہونا ان منزلوں میں ظاہر ہے۔ عرب، بارش کی نسبت ان منزلوں کی طرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں فلاں منزل کی طرف سے بارش دی گئی ہے، احادیث میں اس بات سے ممانعت واقع ہوئی ہے۔ توحید کی حقیقت بیان کرنے اور شرک کا وہم دفع کرنے کے لیے اس پر لفظ کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

[3] کہ سلاطین، عوام پر ظلم کریں گے اور عوام اس کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ اطاعت کے دائرے سے باہر نکل جائیں گے اور بغاوت کریں گے۔

[4] یہ کہا جائے گا کہ تقدیر، بندوں کے افعال اور ان کے پیدا کرنے سے وابستہ ہے جیسے کہ قدریہ کا مذہب ہے۔

۳۵۴۱ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ
لِيْ[1] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَيَّامٍ
اِعْقِلْ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا يُقَالُ
لَكَ بَعْدُ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ
السَّابِعُ قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى
اللّٰهِ فِيْ سِرِّ اَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِهٖ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھ دن[1] فرمایا، ابوذر! جو بات تمہیں بعد میں بتائی جائے گی[2] اسے اچھی طرح سمجھنا، پھر جب ساتواں دن ہوا تو فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اور جب تم کوئی برا کام کر بیٹھو

وَاِذَا اَسَأْتَ فَاَحْسِنْ وَلَا تَسْاَلَنَّ اَحَدًا شَيْئًا وَّاِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ وَلَا تَقْبِضْ اَمَانَةً وَّلَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تو اس کے بعد اچھا کام بھی کرنا[3]، اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا اگرچہ تمہارا چابک ہی گر جائے تم امانت قبضے میں نہ لینا[4]، اور دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا۔

(احمد)

[1] چھ دن یہی فرماتے رہے۔

[2] اس بات میں خوب غور و فکر کرنا جو ہم تمہیں بعد میں بتائیں گے، یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھ دن تک اس بات میں غور و فکر کی تلقین فرماتے رہے اور کوئی بات بیان نہیں فرمائی۔

[3] کہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم کسی سے برائی کر بیٹھو تو اس کے ساتھ نیکی کرو۔

[4] کہ اس کا بوجھ بھاری ہے اور اس کا ادا کرنا مشکل ہے۔

۳۵۴۲/۵۲ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّلِيْ اَمْرَ عَشَرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ اِلَّا اَتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَغْلُوْلًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَدُهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ فَكَّهٗ بِرُّهٗ اَوْ اَوْبَقَهٗ اِثْمُهٗ اَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَّاَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَّاٰخِرُهَا خِزْيٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی شخص کہ دس یا اس سے زیادہ کے معاملے کا حاکم[1] بنے، مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں لائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے، اس کی نیکی اسے رہائی دے گی یا اس کا گناہ اسے ہلاک کر دے گا، حکومت کی ابتدا ملامت[2] ہے اس کا درمیان ندامت[3] ہے اور آخر قیامت کے دن رسوائی ہے[4]۔

(احمد)

---

[1] وہ ظالم ہو یا عادل، نیک ہو یا بدکار۔

[2] وہ ہر طرف سے ملامت کے تیروں کا نشانہ بنتا ہے کہ اس نے ایسا کیا، اس نے ویسا کیا۔

[3] وہ سوچتا ہے کہ میں نے اسے کیوں اختیار کیا اور اپنے آپ کو مصیبت اور مشقت میں کیوں مبتلا کیا۔

[4] دنیا میں اس وقت رسوائی اور شرمساری کو برداشت کرنا پڑتا ہے جب اسے معزول کیا جاتا ہے۔ اور آخرت میں عذاب اور سزا کا سامنا ہوگا۔ قیامت کے دن کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ اس دن کی رسوائی بہت سخت ہوگی۔

٣٥٤٣/٥٣ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَازِلْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اُبْتُلِيْتُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ اگر تمہیں حاکم بنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا[1] اور انصاف کرنا، فرماتے ہیں میں ہمیشہ یہی خیال[2] کرتا رہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر حکومت میں مبتلا ہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مبتلا ہوگیا (احمد)

[1] اور اس کے عذاب سے بچنا۔

[2] خیال اور گمان اس لیے رہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمۂ شک اور تردد کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر تمہیں حاکم بنا دیا جائے، عدل اور تقوٰی کی وصیت کرنے کے لیے اتنا ہی کافی تھا، حضرت امیر معاویہ کو ان دو صفتوں کا اپنی ذات میں پایا جانا بعید محسوس ہوا اس لیے انہوں نے خیال کیا کہ یہ حکومت، ابتلا اور امتحان کا باعث بنے گی اور سلامتی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ، نہ ہوا جا سکے گا۔

بعض شارحین نے کہا کہ کلمہ اِن اس جگہ جزم کے معنی میں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یقیناً معلوم تھا اور آپ نے واقع کے مطابق خبر دی تھی کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے، لہذا آخر کار حکومت ان کے سپرد ہوگی، اور ظن علم و یقین کے معنی میں ہے۔

٣٥٤٤/٥٤ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ رَّأْسِ السَّبْعِيْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ رَوَى الْاَحَادِيْثَ السِّتَّةَ۔ (اَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سن ستر کی ابتدا[1] اور بچوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، یہ چھ حدیثیں[2] امام احمد نے روایت کی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ کی حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ

حَدِيْثَ مُعَاوِيَةَ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

میں روایت کی۔ ۳؎

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ ہجرت کے پہلے سال سے ستر سال مراد ہیں تاکہ یزید کی حکومت کو شامل ہو، اس کی حکومت سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوئی (حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ستر کی دہائی کی ابتدا سے پناہ مانگو ۱۲ قادری) جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں سنہ ۶۰ھ کی حکومت سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتا ہوں، چنانچہ ان کا وصال سنہ ۵۹ھ میں ہوگیا بچوں سے مروان کی اولاد مراد ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے قریش کے لڑکوں کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح کھیلتے ہوئے دیکھا، دوسری حدیث میں فرمایا: میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ ان احادیث سے مراد بھی مروان کی اولاد ہے۔

۲؎ فصل کی ابتدا سے لے کر اس جگہ تک

۳؎ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے۔

۳۵۴۵/۵۵ وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ هَاشِمٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ كَذٰلِكَ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

یحیی بن ہاشم ۱؎، یونس بن ابی اسحاق ۲؎ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، جیسے تم ہوگے ویسے ہی لوگ تم پر حاکم بنائے جائیں گے ۳؎۔

(بیہقی)

۱؎ مجھے یحیی بن ہاشم کا ذکر اس کتاب میں نہیں ملا۔

۲؎ ابو اسحاق سبیعی سین پر زبر، ہمدانی، تابعی ہیں، کثرت سے نفلی نمازیں اور روزے ادا کرنے والے اکابر علماء اور مشاہیر تابعین میں سے ہیں۔ بکثرت احادیث کے راوی ہیں، چند بار جہاد میں شریک ہوئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے کہ ان کی پیدائش ہوئی، اڑتیس ۳۸ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع کیا۔ جن میں حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت اسامہ حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں وہ ثقہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ حسن بصری، ابن سیرین اور مجاہد کی روایت کردہ احادیث سے ان کی روایات احسن ہیں، ان سے امام اعمش، شعبہ، ان کے دو فرزند یونس، حفیدہ اور دونوں سفیان روایت کرتے ہیں سنہ ۱۱۷ھ یا سنہ ۱۱۹ھ میں

پچانوے سال کی عمر میں وصال ہوا۔

ف۴ یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے اچھے یا برے، ویسے ہی عادل یا ظالم حکمران تم پر مقرر کیے جائیں گے۔ مقصد امرا کی مذمت بیان کرنے سے منع کرنا ہے۔ ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا چاہیے اور اپنی ذات کی طرف کوتاہی کی نسبت کرنی چاہیے۔

٣٥٤٦/٥٦ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ السُّلْطٰنَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ يَاْوِيْ اِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُوْمٍ مِّنْ عِبَادِهٖ فَاِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَاِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْاِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بادشاہ، زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہےف۱، ہر مظلومف۲ بندہ اس کی پناہ لیتا ہے۔ جب وہ انصاف کرے تو اس کے لیے ثواب ہے اور رعایا پر شکرف۳ لازم ہے اور جب وہ ظلم کرے تو اس پر گناہ کا بوجھ ہے اور رعیت پر صبر لازم ہے۔

(بیہقی)

ف۱ یہ کنایہ ہے بادشاہ کی عظمت شان، بارگاہ الٰہی کے ساتھ اس کے خصوصی تعلق، اس کے خلیفۃ اللہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کی صفات، رحمت و رافت، قہر اور عزت کے ساتھ موصوف ہونے اور ایسے ہی دیگر امور سے سایہ پناہ اور آرام کی جگہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے غریبوں، مسکینوں اور مظلوموں کا پشت پناہ بنایا ہے، جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

ف۲ جو دوسرے لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنا ہوتا ہے۔

ف۳ اس نعمت کا۔

٣٥٤٧/٥٧ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن، بندگان خدا میں سے مرتبے کے اعتبار سے دوسروں سے زیادہ فضیلت

رَفِيْقٌ وَّ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

والا شخص، عادل اور نرم دل بادشاہ ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مرتبے والا شخص ظالم اور نامہربان[۱] بادشاہ ہے۔ (بیہقی)

[۱] خَرِق نقطے والی خا پر زبر، را کے نیچے زیر، خَرَق" سے ماخوذ ہے جو نرم دلی کے مقابل ہے۔ اصل میں اس کا معنی پھاڑنا اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے۔

۳۵۴۸ / ۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّظَرَ اِلٰى اَخِيْهِ نَظْرَةً يُّخِيْفُهٗ اَخَافَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ قَالَ فِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى هٰذَا مُنْقَطِعٌ وَّ رِوَايَتُهٗ ضَعِيْفٌ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اپنے بھائی کی طرف اسے ڈرانے والی نظر سے دیکھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ڈرائے گا[۱]، امام بیہقی نے یہ چاروں حدیثیں شعب الایمان، میں روایت کیں، انہوں نے یحیٰی کی حدیث[۲] کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے اور ان کی روایت ضعیف ہے۔

[۱] یہ حدیث بادشاہ کی نسبت سے رعایا کو شامل ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان دینی اخوت موجود ہے اور اس صورت میں ڈرانا کامل بھی ہے اور قوی بھی۔

[۲] جو ابھی (ایک حدیث سے پہلے) گزری ہے۔

۳۵۴۹ / ۵۹ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ وَ مَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِيْ يَدِيْ وَ اِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِيْ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں بادشاہوں کا مالک[۱] اور ان کا بادشاہ ہوں[۲]، اُن کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں۔

حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّاْفَةِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِيْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنَّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَآءِ عَلَى الْمُلُوْكِ وَلٰكِنِ اشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَيْ اَكْفِيَكُمْ مُلُوْكَكُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

تو میں ان کے بادشاہوں کے دل رحمت و محبت[3] کے ساتھ ان کی طرف مائل کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ناراضگی اور انتقام[4] کے ساتھ ان کے دل پھیر دیتا ہوں اور وہ انہیں برا عذاب چکھاتے ہیں[5]، لہذا تم اپنے آپ کو بادشاہوں کے خلاف دعا کرنے میں مصروف نہ کرو، اپنے آپ کو ذکر اور عاجزی میں مصروف کرو تاکہ میں تمہارے بادشاہوں کو کفایت کروں[6]۔

(حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم[7])۔

[1] اور سب میرے بندے اور مملوک ہیں۔

[2] اور سب میرے محکوم اور میرے سامنے مجبور ہیں۔

[3] رحمت کا معنی ہے بخشنا اور مہربان ہونا اور رأفت کا معنی ہے بخشنا اور بہت مہربان ہونا۔

[4] سخط پہلے حرف پر پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں، غصے ہونا، رضا کے مقابل، حدیث میں سین کی زبر اور آخر میں تاء کے ساتھ روایت ہے۔ نقمت پہلے حرف کے نیچے زیر، کسی پر عتاب لگانا، کام کا ناپسند رکھنا اور دشمنی کا انتقام لینا۔

[5] سوم لغت میں اس کا معنی ہے خریدار کو سامان دکھانا، تکلیف دینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[6] اور ان کا شر تم سے دفع کروں۔

[7] ابو نعیم مشہور محدث ہیں اور حلیۃ الاولیاء ان کی مشہور تصنیف ہے۔

فائدہ جلیلہ (از مترجم)

درج ذیل سطور میں مختصر طور پر خلافت کی تعریف خلیفہ کی ذمہ داریاں، شرائط اور اس کے انتخاب کے اسلامی طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔

دین اسلام، ان قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو دنیا اور آخرت میں انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی کامیابی اور بھلائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت مسلمہ کو ایسے امام کی ضرورت تھی جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہونے کی حیثیت سے تمام لوگوں کو دین کی پیروی کا پابند کرے تاکہ ہر آدمی اپنی حد پر قائم رہے اور حق کے سامنے طاقت ور اور کمزور، صاحب حیثیت اور عام آدمی یکساں ہو، ایسا شخص دین کی حفاظت اور دنیاوی سیاست میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خلافت عامہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہونے کی حیثیت سے دین کے قائم کرنے کی کوشش کی جائے احیاءِ دین میں یہ امور آئیں گے علوم دینیہ کا زندہ کرنا، ارکانِ اسلام، جہاد اور اس کے متعلق امور کا قائم کرنا، مثلاً لشکروں کا ترتیب دینا، مجاہدین کا وظیفہ مقرر کرنا اور مال غنیمت سے انہیں حصہ دینا، مقدمات کے فیصلے کرنا، حدود کا قائم کرنا، ظلم کا قلع قمع کرنا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (ازالۃ الخفاء فارسی ص ۲)

امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب (علی الکفایہ) ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص مرگیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا، (لیکن اگر امام شرعی مقرر کرنے کی قدرت ہی نہ ہو تو امت مسلمہ معذور قرار دی جائے گی)۔ نیز امت مسلمہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امام کے تقرر کو اہم ترین واجب قرار دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے دفن سے پہلے اس مسئلے کو طے کیا، تیسری وجہ یہ ہے کہ بہت سے واجباتِ شرعیہ امام پر موقوف ہیں اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے (شرح عقائد)۔

امام کے لیے کیا شرائط ہیں؟ عقائد نسفی اور اس کی شرح میں ہے کہ امام کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ ولایت کاملہ مطلقہ رکھتا ہو یعنی مسلمان آزاد، عاقل و بالغ مرد ہو (شرح عقائد) کافر، غلام، پاگل اور نابالغ امام نہیں ہو سکتا، اسی طرح عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ قوتِ فیصلہ اور شوکتِ اقتدار کی بنا پر مسلمانوں کے معاملات میں فیصلوں پر عمل درآمد کر سکے اور اپنے علم، عدل اور شجاعت کی بنیاد پر اسلامی احکام نافذ کر سکے، اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت اور ظالموں سے مظلوموں کی دادرسی کر سکے۔ اس کے علاوہ ایک اہم شرط یہ ہے کہ قریشی ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار کے سامنے یہ حدیث پیش کی۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ تمام امام قریش میں سے ہوں گے، کسی نے اس پر

انکار نہیں کیا، لہذا اس پر اجماع سکوتی ہوگیا خلیفہ کا انتخاب اور تقرر چار طریقوں سے ہوتا ہے۔

۱۔ اہل حل وعقد یعنی علماء، قضاۃ (جج صاحبان) امراء اور سر کردہ لوگ کسی اہلیت رکھنے والی شخصیت کی بیعت کریں۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمام شہروں کے اہل حل وعقد متفق ہوں کیونکہ ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔ البتہ ایک دو شخصوں کا بیعت کرنا بے فائدہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اسی طریقے سے منعقد ہوئی (ازالۃ الخفاء)۔

پاکستان کے موجودہ پارلیمانی انتخابات کا طریقہ، مغربی ممالک سے درآمد کیا گیا ہے جس میں ہر عام وخاص کو ووٹ دینے کا حق ہے چاہے وہ عالم ہو یا جاہل۔ متقی ہو یا فاسق بلکہ مسلمان ہو یا کافر، یہاں مفتی اعظم، شیخ الاسلام اور سپریم کورٹ کے جج کے ووٹ کی بھی وہی حیثیت ہے جو ایک چپراسی اور بھنگی کے ووٹ کی ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ مغربی جمہوریت میں ووٹ گنے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس طریقے کی تائید نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ خلیفۂ عادل، مسلمانوں کے مفاد میں ایسے شخص کو نامزد کردے جو شرائط خلافت کا جامع ہو اور عوام و خواص کو اس پر متفق کردے اور وصیت کردے کہ میرے بعد اس کی اطاعت کی جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اسی طریقے پر قائم ہوئی۔

۳۔ شورائی طریقہ، خلیفۂ وقت، شرائط خلافت کی جامع ایک جماعت کو مقرر کردے کہ وہ اپنے اراکین میں سے جسے چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں، چنانچہ خلیفہ کی وفات کے بعد وہ لوگ مشورے سے کسی ایک فرد کو منتخب کرلیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب اسی طریقے پر ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی کہ ان میں سے جسے چاہیں منتخب کرلیں۔

۴۔ غلبہ اور تسلط۔ خلیفۂ وقت کی وفات کے بعد جامع شرائط ایک شخص، خلیفہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور تالیف قلوب، دباؤ اور جنگ کے ذریعے لوگوں کی حمایت و تائید حاصل کرلیتا ہے اور خلیفہ بن جاتا ہے، ایسی صورت میں عوام الناس پر اس کے احکام کی تعمیل لازم ہے، بشرطیکہ اس کے احکام شریعت کے موافق ہوں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح کے بعد اسی طریقے پر منعقد ہوئی، یہ چاروں طریقے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں بیان کیے ہیں۔

۱۲، شرف قادری

بَابُ مَا عَلَی الْوُلَاۃِ مِنَ التَّیْسِیْرِ

۲۷۷۔ حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ آسانی فراہم کریں

حکام پر لازم ہے کہ رعایا کو سہولتیں فراہم کریں، اور مہربانی اور شفقت برتیں۔ وُلاۃ واؤ پر پیش، والی کی جمع، جیسے قاضی کی جمع قُضاۃٌ ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۵۵۰ ۱ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِہٖ فِیْ بَعْضِ اَمْرِہٖ قَالَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام پر بھیجتے تو فرماتے: خوشخبری دو[1] اور متنفر نہ کرو[2]۔ سہولت فراہم کرو اور تنگی نہ دو[3]۔

(صحیحین)

---

[1] لوگوں کو اطاعت اور اچھے کام کرنے پر اجر و ثواب کی خوشخبری دو، تبشیر خوشخبری دینا۔

[2] گناہوں اور کوتاہیوں پر عذاب سے ڈرا کر لوگوں کو بھگاؤ نہیں۔

[3] زکوٰۃ، خراج اور جھگڑے وغیرہ حقوق کے حاصل کرنے میں جب کہ وہ شرعی طریقے کے مطابق واجب کو ادا کر دیں۔

۳۵۵۱ ۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَ سَکِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سہولت دو اور دشواری میں نہ ڈالو، لوگوں کو تسکین فراہم کرو[1] اور بھگاؤ نہیں (صحیحین)

[1] خوشخبری اور رحمت کے ساتھ۔

۳۵۵۲ ۴ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدَّہٗ اَبَا مُوْسٰی وَ مُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَ لَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن بھیجا اور فرمایا: آسانی فراہم کرو اور تنگی میں نہ ڈالو، خوشخبری دو اور بھگاؤ نہیں، ایک دوسرے کی بات ماننا اور اختلاف نہ کرنا[1] (صحیحین)

[1] شارحین نے فرمایا کہ مولف رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ ابن ابی بردہ سے روایت ہے لفظ ابن کی زیادتی کے ساتھ، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو بردہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری کے صاحبزادے ثقہ تابعین میں سے اور کوفہ کے قاضی ہیں۔ بعض علماء نے ان کا نام حارث، بعض نے عامر بیان کیا، بعض نے کہا کہ کنیت ہی ان کا نام ہے، جلیل القدر علماء میں سے تھے، اپنے والد ماجد، حضرت علی اور حضرت زبیر سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے صاحبزادے عبداللہ، یوسف، سعید اور بلال روایت کرتے ہیں، یہ حدیث حضرت سعید بن ابی بردہ کی روایت ہے، جیسے کہ بخاری شریف میں ہے کہ سعید بن ابی بردہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد یعنی ابوبردہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے والد یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ یہ سعید بن ابی بردہ بھی کوفی ہیں۔ ثقہ ہیں اور پانچویں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ جب ابن ابی بردہ اپنے والد حضرت ابوبردہ سے روایت کرتے ہیں تو یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت ابوبردہ نے یہ حدیث روایت کی جواب لفظ جدہ اس بات کے مخالف ہے، اس صورت میں کہنا چاہیے تھا کہ ان کے والد کو بھیجا، جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے، ہاں لفظ ابن موجود ہو تو باپ اور دادا کہنا دونوں طرح صحیح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ باپ کا ذکر ہونا چاہیے (کیونکہ پیش نظر روایت میں حضرت ابوبردہ راوی ہیں اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ان کے والد ماجد ہیں ۱۲ قادری)

۳۵۵۳ ۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ یُنْصَبُ لَہٗ لِوَآءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُقَالُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عہد توڑنے والے کے لیے جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں

هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ابن فلاں کی عہد شکنی کی علامت ہے۔

(صحیحین)

[1] غدر، بے وفائی کرنا، اکثر طور پر اس کا استعمال عہد کے توڑنے کے لیے ہوتا ہے۔

۳۵۵۴/۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا ہوگا جس کے ساتھ وہ پہچانا جائے گا

(صحیحین)

[1] وہ اس جھنڈے کے ذریعے مشہور ہوگا اور محشر کے میدانوں میں یہ جرم اس کی طرف منسوب ہوگا۔

۳۵۵۵/۶ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن ہر عہد شکن کی سرین[1] کے پاس ایک جھنڈا ہوگا ایک دوسری روایت میں ہے قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی عہد شکنی کے برابر بلند ہوگا خبردار! عوام الناس کے بادشاہ کی غداری سے بڑا کوئی بدعہد نہیں[2]۔

(مسلم)

[1] اِست ہمزہ کے نیچے زیر سین ساکن، سرین، مقعد۔ اور یہ قیامت کے دن اس کی توہین کے لیے ہوگا، کیونکہ وہ جھنڈا جو عزت کے لیے ہوتا ہے وہ چہرے کے سامنے ہوتا ہے۔

[2] اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں (۱) عوام کے بادشاہ سے مراد وہ بادشاہ ہے جو بادشاہی کا مستحق نہ ہو اور اہل حل وعقد (مومن، متقی اور دین کا فہم رکھنے والے حضرات) کے مشورے کے بغیر محض عوام الناس کے ووٹوں اور ان کی آراء سے کرسی اقتدار پر مسلط ہو جائے، بلاشبہ یہ بڑی غداری ہے۔ کیونکہ اس میں خدا اور رسول کے عہد کو توڑنا ہے۔ کہ اپنے ذمہ وہ کام لے لیا جس کا وہ مستحق نہیں ہے، اور مستحق کو اس سے محروم کر دیا۔ اور مسلمانوں کے عہد کو بھی توڑنا ہے کہ مسلمانوں کے امام کے خلاف بغاوت کی، ان کی جانوں اور مالوں پر بزور بازو تسلط حاصل کیا اور

ان پر شفقت، نرمی اور آسانی فراہم کرنے کو ترک کیا، کیونکہ اس طرح مسلمان خون خراب ہے اور فتنہ وفساد میں واقع ہوں گے (۲) بعض شارحین نے کہا کہ امیر عامہ سے مراد، امام اعظم اور وقت کا بادشاہ ہے، مقصد یہ ہے کہ رعایا کے لیے امام کے عہد کو توڑنا، خصوصًا بادشاہ وقت سے عہد شکنی کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں فتنہ وفساد بڑا اور شدید ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

۳۵۵۶ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَّلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَآئِجِ النَّاسِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلِاَحْمَدَ اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ)

دوسری فصل

حضرت عمرو بن مرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ کو کہا[2] کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مسلمانوں کے کسی کام پر مقرر فرمایا، اور وہ ان کی حاجت ضرورت اور فقر سے چھپ جائے[3] تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، ضرورت اور فقیری کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دے گا[4]۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ نے لوگوں کی حاجتوں کے لیے ایک شخص کو مقرر کر دیا۔

(ابو داؤد، ترمذی)

امام ترمذی اور احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت، حاجت اور مسکینی کے آگے آسماں کے دروازے بند کر دے گا۔

---

[1] عمرو بن مرہ، میم پر پیش، را مشدد، قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ اکثر غزوات میں حاضر ہوئے، شام میں قیام فرمایا، حضرت امیر معاویہ اور بعض نے کہا کہ عبد الملک کے زمانے میں رحلت فرمائی

[2] ان کی حکومت اور بادشاہی کے زمانے میں۔

[3] یعنی ارباب حاجات کی حاجتوں کو پورا نہ کرے۔

۵۴ یعنی اسے اس کے مطلب و مقصد سے دور فرما دے گا اور اس کی دعا قبول نہیں کرے گا، دُون کے تین معنی ہیں (۱) پست (۲) سوا (۳) نیچے، فوق (اوپر) کے مقابل ——— حاجت خلت نقطے والی خار پر زبر، اور فقر کا قریب قریب ایک ہی معنی ہے۔ اور تکرار، تاکید کے لیے ہے یا حاجت سے معمولی اور ہلکی ضرورت مراد ہے خلت سے بھاری اور شدید حاجت مراد ہے۔ کیونکہ خلت مشتق ہے خلال (اندر، درمیان) سے، گویا یہ وہ حاجت ہے جو باطن کی گہرائی تک پہنچی ہوئی ہے یا اختلال سے مشتق ہے، کہ وہ ایسی حاجت ہے جس کی وجہ سے کام خلل پذیر ہو گئے ہیں، اور فقر سے شدید ترین حاجت مراد ہے۔ کیونکہ یہ فقار سے مشتق ہے جس کا معنی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسی حاجت ہے جس نے اس کی کمر توڑ دی ہے، اسی لیے بعض علماء نے کہا کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ ہو، قول مشہور اس کے برعکس ہے۔

۳۵۵۷ / ۸ عَنْ اَبِی الشَّمَّاخِ الْاَزْدِیِّ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَّهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰی مُعَاوِیَةَ فَدَخَلَ عَلَیْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وُّلِیَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ شَیْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْ ذِی الْحَاجَةِ اَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ وَ فَقْرِهٖ اَفْقَرَ مَا یَکُوْنُ عَلَیْهِ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ)

ابو الشماخ ازدی[1] اپنے چچا زاد بھائی سے روایت کرتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ وہ امیر معاویہ کے پاس گئے، ان سے ملے اور بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں کے کسی کام کا والی بنایا گیا، پھر اس نے مسلمانوں، مظلوم یا صاحبِ حاجت کے سامنے دروازہ بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور محتاجی کے وقت اپنی رحمت کے دروازے اس کے آگے بند کر دے گا جب وہ انتہائی حد تک اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو گا۔

(بیہقی)

[1] ابو الشماخ شین پر زبر، میم مشدد اور خار نقطے والی۔ الازدی ہمزے پر زبر، زار ساکن ان کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ وہ تابعی ہیں۔

۳۵۵۸ / ۹ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

أَنَّهُ كَانَ إِذَا بَعَثَ عُمَّالَهُ شَرَطَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَّا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَّلَا تَأْكُلُوْا نَقِيًّا وَّلَا تَلْبَسُوْا رَقِيْقًا وَّلَا تُغْلِقُوْا أَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَآئِجِ النَّاسِ فَإِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوْبَةُ ثُمَّ يُشَيِّعُهُمْ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

روایت ہے کہ جب وہ اپنے حکام کو بھیجتے تو ان کو ان شرائط کا پابند کرتے تھے کہ تم ترکی گھوڑے ۱؎ پر سوار نہ ہو، میدہ ۲؎ نہ کھانا، باریک اور عمدہ کپڑا نہ پہننا اور لوگوں کی حاجتوں کے آگے اپنے دروازے بند نہ کرنا۔ اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کیا تو تمہیں سزا ۳؎ ملے گی پھر انہیں الوداع کہنے ۴؎ کے لیے ساتھ چلتے

یہ دونوں حدیثیں امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیں۔

۱؎ برذون باء کے نیچے زیر، راء ساکن اور نقطے والے ذال پہ زبر، ترکی گھوڑا، عربی گھوڑے سے مختلف برذونہ کا معنی قہر اور غلبہ ہے، شارحین نے کہا کہ ممانعت کی وجہ فخر اور تکبر ہے۔ صرف عربی گھوڑے پر سواری کرنا بطریق اولی ممنوع ہوگا۔

۲؎ جو آٹے کو کئی بار چھان کر حاصل کیا جاتا ہے۔ نقاوۃ پاکیزگی اور لطافت۔

۳؎ اللہ تعالی کی طرف سے دنیا اور آخرت میں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے زجر و توبیخ اور معزول کیے جانے کی سزا مراد ہو۔

۴؎ تشیع اور مشایعت کا معنی ہے الوداع کہنے کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا۔

بَابُ الْعَمَلِ فِی الْقَضَآءِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ

۲۷۸۔ قضاء کے فرائض انجام دینا اور اس سے ڈرنا

اس باب میں بیان کیا ہے کہ قضا کا عمل کیسے انجام دیا جائے گا؟ یعنی کتاب وسنت کے مقتضا کے مطابق اور حق کو تلاش کرنے کے لیے اجتہاد اور کوشش صرف کرنے سے، نیز قضا سے ڈرنے اور اس کے اختیار کرنے سے گریز کرنے کا بیان ہو گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۵۵۹ / ۱ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَقْضِیَنَّ حَکَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَ ھُوَ غَضْبَانُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوبکرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

(صحیحین)

[1] ابوبکرہ باء پر زبر، کاف ساکن، آخر میں تاء مشہور صحابی ہیں۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا نام نفیع ہے نون پر پیش اور فاء پر زبر۔

۳۵۶۰ / ۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو وَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَ اَخْطَاَ فَلَہٗ

حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کر کے فیصلہ کرے اور صواب کو پہنچے[1] تو اس کے لیے دو اجر ہیں[2] اور جب اجتہاد کر کے فیصلہ کرے اور خطا

اَجْرٌ وَّاحِدٌ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے[۳]۔

(صحیحین)

---

[۱] اور حکم کو اس طرح معلوم کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ہے۔

[۲] ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرا حق کو پا لینے کا۔

[۳] یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پہنچتا ہے اور ہر صورت میں اسے ثواب ملتا ہے، اس مسئلے کی تحقیق اپنی جگہ پر کی گئی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

۳۵۶۱ / ۳ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص لوگوں کے درمیان قاضی اور حاکم بنایا گیا تو اسے چھری کے بغیر ذبح کیا گیا[۱]۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

---

[۱] اس سے غیر معروف ذبح مراد ہے، جس میں بدن ہلاک نہیں ہوتا، دین ہلاک ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح دائمی رنج، سخت بیماری اور لاعلاج درد میں مبتلا ہونا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے، چھری سے ذبح کرنے میں تو ایک گھڑی کی تکلیف ہوتی ہے۔ قاضی بننے میں عمر بھر کا رنج بلکہ قیامت تک رہنے والی حسرت ہے، بعض شارحین نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جسے قاضی بنایا گیا ہو اسے چاہیے کہ اس کے خبیث میلانات، ردی خواہشیں اور نفسانی ارادے مر جائیں کیونکہ وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے۔

۳۵۶۲ / ۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَاَلَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے قضا کی طلب کی اور اس کا سوال کیا[۱] اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے گا[۲] اور جسے جبراً قاضی بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر

مَلَكًا يُّسَدِّدُهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

ایک فرشتہ اتارے گا جو اس کی گفتار اور کردار کو بہت درست کرے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] بادشاہ سے۔

[2] اس سے توفیق اور امداد و اعانت روک دی جائے گی، اور جب اسے اس کے نفس کے سپرد کیا گیا تو شر اور فساد پیدا ہوگا کیونکہ شر کا منبع نفس ہی ہے۔

۳۵۶۳ ۵ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَ رَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَ رَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں، ان میں سے ایک جنت میں اور دو دوزخ میں ہیں۔ جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے[1] اور اس کا فیصلہ کرے اور جو شخص حق کو تو پہچانے مگر فیصلے میں ظلم کرے[2] تو وہ آگ میں ہے اور جو شخص جہالت کی بنا پر لوگوں کے فیصلے کرے وہ بھی آگ میں ہے[3]۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] اسے معلوم ہو کہ حق اس طرف ہے۔

[2] یعنی دیدہ دانستہ حق کو پامال کرے، مراح میں ہے جور، سیدھے راستے سے ہٹ جانا اور فیصلہ کرنے میں کسی پر ظلم کرنا۔

[3] کہ اس نے حق کے دریافت کرنے میں پوری کوشش نہیں کی۔

۳۵۶۴ ۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کا قاضی بننے کا

الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهُ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

مطالبہ کیا یہاں تک کہ یہ مرتبہ حاصل کر لیا پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب ہوا تو اس کے لیے جنت ہے اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب ہو اس کے لیے آگ ہے[1]۔

(ابوداؤد)

[1] ظاہر اور متبادر یہ ہے کہ انصاف یا ظلم کے غلبے سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ ہو اور دوسرا بھی موجود ہو، کیونکہ حکم تو غالب کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن شارحین فرماتے ہیں کہ دونوں حالتوں میں مراد یہ ہے کہ ایسی کیفیت پیدا ہو جائے ایک دوسرے کے لیے مانع بن جائے اور دوسرے پر غالب آجائے۔ یعنی انصاف اتنا طاقت ور ہو جائے کہ ظلم کا وجود ہی نہ رہے اور ظلم اتنا بڑھ جائے کہ عدل کا نام و نشان نہ رہے اسی طرح علامہ توربشتی نے کہا ہے۔

٣٥٦٥ **وَعَنْ** مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِيْ بِكِتٰبِ اللهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجْتَهِدُ بِرَاْيِيْ وَ لَا اٰلُوْا قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَ قَالَ الْحَمْدُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا[2] تو فرمایا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوا تو تم کیسے فیصلہ کروگے؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ پاؤ، عرض کیا میں اپنے قیاس سے اجتہاد[3] کروں گا اور[4] کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر دست اقدس[5] مار کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے ہر تعریف ہے جس نے

لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَا یَرْضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ)

رسول اللہ کے نمایندے کو اس چیز کی توفیق دی جسے رسول اللہ پسند کرتے ہیں[۵]۔

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

[۱] قاضی (جج) بنا کر۔

[۲] مراد یہ ہے اجتہاد، قوت اور توانائی کو کام میں لانا۔

[۳] اجتہاد کرنے اور حق کو تلاش کرنے میں۔

[۴] ان کے دل کو قوی کرنے اور مزید علم کے فیضان کے لیے۔

[۵] یہ حدیث قیاس اور اجتہاد کے جائز ہونے کی دلیل ہے، جب کہ اصحابِ ظواہر۔ (غیر مقلدین) قیاس کے منکر ہیں۔

۳۵۶۶/۸ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ قَاضِیًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِیْ وَاَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَآءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سَیَهْدِیْ قَلْبَكَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَكَ اِذَا تَقَاضٰی اِلَیْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَكَ الْقَضَآءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِیْ قَضَآءٍ بَعْدُ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن بھیجا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نوعمر ہوں اور مجھے فیصلہ کرنے کا علم نہیں[۱] ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت[۲] اور تمہاری زبان کو پختگی عطا فرمائے گا، جب دو شخص تمہارے پاس مقدمہ پیش کریں تو پہلے کے لیے فیصلہ نہ کرنا، یہاں تک کہ دوسرے کی بات سن لو کیونکہ یہ طریقہ فیصلے کے ظاہر ہونے کے زیادہ لائق ہے، فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے کسی فیصلے میں شک واقع نہیں ہوا[۳]۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] یہ مطلب نہیں کہ بالکل ہی علم نہیں، کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت وسیع علم رکھتے تھے، ورنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں قاضی کیسے بناتے؟ اور انہیں فیصلے کرنے کے لیے کیوں بھیجتے؟ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ عملاً مقدمات کے فیصلے دینے میں مصروف نہیں تھے، اور انہیں مدعی اور مدعا علیہ کے کلام کا جواب دینے سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو کسی معاملے میں فریب دے رہا ہو اور قاضی اور اس کے معاونین کو اس کا پتا نہ چلے —— اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ دینے کا طریقہ بیان فرمایا۔

[2] اور تمہیں فیصلہ کرنے کا طریقہ اور اس کی کیفیت سے آگاہ فرما دے گا۔

[3] ایک دوسری حدیث میں ہے۔ اَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ علی مرتضیٰ تم میں سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ أُمِّ سَلَمَةَ إِنَّمَا أَقْضِيْ بَيْنَكُمْ بِرَأْيِيْ فِيْ بَابِ الْأَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

ان شاء اللہ تعالیٰ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس کی ابتدا میں ہے اِنَّمَا اَقْضِیْ بَیْنَکُمْ بِرَاْیِیْ، بَابُ الْاَقْضِیَۃِ وَالشَّہَادَاتِ میں ذکر کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

۳۵۶۷/۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَلَكٌ اٰخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَإِنْ قَالَ أَلْقِهِ أَلْقَاهُ فِيْ مَهْوَاةٍ أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی حاکم[1] لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا[2] کہ ایک فرشتہ اس کی گردن کو پکڑے ہوئے ہوگا، وہ فرشتہ اس حاکم کا سر آسمان کی طرف اٹھائے گا[3]، پھر اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے دوزخ میں پھینک دو تو وہ اسے ہلاکت کی جگہ[4] میں پھینک دے گا، چالیس سال[5] کی مسافت۔

الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ) ۔

(امام احمد، ابن ماجہ، شعب الایمان ۔ امام بیہقی)

۵۱ خواہ وہ عادل ہو یا ظالم

۵۲ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ۔

۵۳ جیسے طوق اس شخص کے سر کو اوپر اٹھاتا ہے جس کے گلے میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاکم، فرشتے کے ہاتھ میں مقہور اور مغلوب ہوگا، جیسے طوق والے کا سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہوتا ہے اور اس میں سر کو حرکت دینے کی طاقت نہیں ہوتی، یہ علامہ طیبی کی تقریر ہے، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ فرشتہ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھالے گا، یعنی منتظر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوتا ہے؛ جیسے کہ ان کارندوں کی عادت ہے جو مجرموں کو بادشاہ کے سامنے کھڑا کرتے ہیں اور ان کی گردن ناپتے ہیں اور بلند جگہ پر بیٹھے ہوئے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا حکم صادر ہوتا ہے، یہ مطلب آئندہ جملے کے ساتھ بہت مناسبت رکھتا ہے ۔

۵۴ ہُوِیٌّ ہا پر پیش، واؤ کے نیچے زیر اور یا مشدد، گرنا۔ اصل میں یہ ہوا سے مشتق ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے ۔

۵۵ خریف، ربیع کے مقابل ایک معین موسم کا نام ہے (خریف، موسم خزاں، ربیع بہار ۱۲ قادری) چونکہ یہ موسم سال میں ایک بار ہی آتا ہے، اس لیے اس سے سال مراد لیتے ہیں، عربوں کے نزدیک سال کی ابتداء خریف (خزاں) سے ہے۔ چالیس سال سے مراد، اس گڑھے کی گہرائی بیان کرنے میں مبالغہ مقصود ہے، اس مدت کی تعیین مراد نہیں ہے ۔ مَهْوَاةً تنوین کے ساتھ اور اس کے بغیر دو روایتیں ہیں ۔ یہ ظالم حاکم کا بیان ہے عادل حاکم کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے جنت میں لے جاؤ، جیسے کہ کتاب الامارۃ والقضاء میں حضرت ابوامامہ کی حدیث میں گزرا، ہوسکتا ہے کہ اس جگہ حاکم سے مراد ظالم حاکم ہی ہو ۔

۳۵۶۸/۱۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِيْ تَمْرَةٍ قَطُّ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن عادل قاضی پر ایسا وقت آئے گا[۱] کہ وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس نے دو آدمیوں کے درمیان ایک چھوہارے کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا[۲] ۔ (امام احمد)

[1] دہشت، خوف اور بارگاہ عزت و ہیبت میں کھڑے ہونے کی وجہ سے۔

[2] چھوہارہ جو حقیر اور معمولی چیز ہے ——— ظالم قاضی کا کیا حال ہوگا؟ جس نے کثیر اور بڑی بڑی چیزوں کے بارے میں فیصلہ کیا ہوگا۔

۳۵۶۹/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِیْ مَا لَمْ یَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰی عَنْهُ وَ لَزِمَهُ الشَّیْطٰنُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاِذَا جَارَ وَكَّلَهٗ اِلٰی نَفْسِهٖ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے[2] جب تک وہ ظلم نہ کرے جب اس نے ظلم کیا تو اس سے جدا ہوجاتا ہے[3] اور شیطان اسے لازم پکڑ لیتا ہے[4]۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو اسے اس کے نفس کے سپرد کردیتا ہے۔

[1] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں، حضرت عبداللہ، حدیبیہ خیبر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال تک مدینہ منورہ میں ہی رہے اس کے بعد کوفہ چلے گئے۔ آپ کوفہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی ہیں۔ آپ کا وصال سنہ ۸۶ھ یا سنہ ۸۷ھ یا سنہ ۸۸ھ میں ہوا۔ احناف کہتے ہیں کہ وہ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی امام اعظم ابوحنیفہ نے زیارت کی، اس وقت امام کی عمر چھ یا سات سال تھی ——— واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم اور توفیق وتائید قاضی کے ساتھ ہوتی ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا۔

[3] اور اپنا لطف اور توفیق اس سے روک دیتا ہے۔

[4] اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

۳۵۷۰/۱۲ وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ مُسْلِمًا وَّ یَهُوْدِیًّا اِخْتَصَمَا اِلٰی عُمَرَ فَرَاٰی الْحَقَّ لِلْیَهُوْدِیِّ فَقَضٰی لَهٗ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ الْیَهُوْدِیُّ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَیْتَ

حضرت سعید بن مسیب[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا، آپ نے دیکھا کہ حق یہودی کا ہے، آپ نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا

بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ عُمَرُ بِالدِّرَّةِ وَ قَالَ وَ مَا يُدْرِيكَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَ اللّٰهِ إِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ إِنَّهٗ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ إِلَّا كَانَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ وَ عَنْ شِمَالِهٖ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ وَ يُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ مَا دَامَ مَعَ الْحَقِّ فَإِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَ تَرَكَاهُ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

یہودی نے آپ سے کہا خدا کی قسم! آپ نے حق[2] کے ساتھ فیصلہ فرمایا، حضرت عمر نے اسے دِرّہ مارا[3] اور فرمایا: تجھے کس چیز نے بتایا[4]؟ یہودی نے کہا بخدا! ہم تورات میں دیکھتے ہیں کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والے کی دائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں جانب ایک دوسرا فرشتہ، وہ دونوں اسے گفتار و کردار کی درستی فراہم کرتے ہیں اور اسے حق کی توفیق[5] دیتے ہیں جب تک وہ حق کے ساتھ رہے اور جب وہ حق کو ترک کر دیتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر اوپر چلے جاتے ہیں[6]

(امام مالک)

[1] حضرت سعید بن مسیب اکابر اور متقدمین تابعین میں سے ہیں۔

[2] ہو سکتا ہے کہ حق سے مراد اللہ تعالیٰ ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید، توفیق اور راہنمائی سے فیصلہ کیا اور اپنے ہم مذہب کی طرف مائل نہیں ہوئے۔

[3] دِرّہ دال کے نیچے زیر، را مشدد، کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے خوش طبعی اور شفقت کے طور پر دِرّہ مارا تھا جیسے کہ عام عادت ہے، قہر و غضب سے نہیں مارا تھا کہ اسے تکلیف دیتا۔

[4] اور تجھے کیسے معلوم ہوا؟ کہ یہ حق کے ساتھ فیصلہ تھا۔

[5] کسی کو کسی کام میں امداد دینا۔

[6] اور توفیق اس سے واپس لے لیتے ہیں۔

٣٥٧١/١٣ وَعَنِ ابْنِ مَوْهِبٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ أَوَ تُعَافِيْنِيْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ وَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

ابن موہب[1] سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر کو فرمایا: تم لوگوں میں فیصلے کیا کرو، انہوں نے عرض کیا امیر المومنین! آپ مجھے معاف رکھیں، فرمایا تم اس سے گریز کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ آپ

وَ قَدْ كَانَ اَبُوْكَ يَقْضِيْ قَالَ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ اَنْ يَّنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا فَمَا رَاجَعَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِيْ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ لَوْ اَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سَاَلَ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اِنِّيْ لَا اَجِدُ مَنْ اَسْاَلُهٗ وَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تَجْعَلَنِيْ قَاضِيًا فَاَعْفَاهُ وَ قَالَ عُثْمَانُ لَا تُخْبِرْ اَحَدًا۔

کے والد فیصلے کیا کرتے تھے[۲]، عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو قاضی بنے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے تو وہ اس لائق ہے کہ اس سے برابر برابر لوٹے[۳] اس کے بعد انہوں نے انہیں یہ بات نہیں کہی[۴]۔ (ترمذی)

امام رزین کی روایت میں ہے کہ حضرت نافع[۵] روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عثمان غنی کو کہا کہ اے امیر المومنین! میں دو آدمیوں[۶] کے درمیان فیصلہ نہیں کروں گا، انہوں نے فرمایا: آپ کے والد تو فیصلے کیا کرتے تھے، عرض کیا کہ میرے والد کو کوئی مشکل[۷] پیش آتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھ لیتے، اور میں کوئی ایسی شخصیت نہیں پاتا جس سے دریافت کروں[۸]، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، اس نے عظیم ذات[۹] کی پناہ مانگی اور یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اسے پناہ دو[۱۰] اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے قاضی بنا دیں۔ امیر المومنین نے انہیں معاف کر دیا[۱۱] اور فرمایا: کسی کو نہ بتانا[۱۲]۔

ھ۱ ابن موہب میم پر زبر، واؤ ساکن، ہا پر زبر، ان کا نام عبد اللہ ہے، تابعی ہیں اور صادق، حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف سے فلسطین کے قاضی تھے۔

ھ۲ یعنی زمانہ خلافت سے پہلے بھی۔

ھ۳ نہ فائدہ حاصل کرے اور نہ نقصان، اسی طرح نہ ثواب پائے اور نہ عقاب۔

ھ۴ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے یہ بات اپنے والد ماجد سے سنی ہوگی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں خلافت سے صاف بچ جاؤں کہ مجھے کوئی فائدہ ہو اور نہ نقصان ——— کفاف کاف پر زبر، یہ کَفٌّ سے جس کا معنی ہے رک جانا اور روک دینا، یعنی میں اس سے باز رہوں وہ مجھ سے باز رہے، اور ہم دونوں ایک دوسرے سے محفوظ اور سلامت رہیں۔

ھ۵ حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام۔

ھ۶ دو سے زیادہ کے درمیان فیصلہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ھ۷ فیصلے کے سلسلے میں۔

ھ۸ یعنی ایسی شخصیت جس کی بات پر مجھے جزم اور یقین ہو کہ وہ صحیح ہے، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔

ھ۹ جس سے کوئی دوسرا بڑا نہیں ہے۔

ھ۱۰ اور اسے پریشان نہ کرو۔

ھ۱۱ اور انہیں قاضی بننے کی تکلیف نہ دی۔

ھ۱۲ یہ گفتگو جو میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہے، تاکہ دوسرے لوگ آپ کی بات سن کر قاضی بننے سے انکار ہی نہ کر دیں اور اس طرح یہ نظام ہی معطل ہو جائے ——— بعض نسخوں میں ہے لَا نُجْبِرُ نون اور جیم کے ساتھ، یعنی میں کسی کو مجبور نہیں کرتا اور کسی پر دباؤ نہیں ڈالتا کہ وہ ایسا کام کرے جس میں اس کو فائدہ ہو۔

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَایَاهُمْ

۲۷۹۔ حکام کی روزی اور ان کے تحائف

یعنی والیانِ ریاست کو بیت المال سے ان کے لیے اور ان کے اہل وعیال کے لیے خوراک، لباس، رہائش اور سواری وغیرہ دی جائے گی، لوگ جو تحائف انہیں دیتے ہیں، ان کا حکم آیندہ احادیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

۳۵۷۲ ۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِیْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں از خود تمہیں نہیں دیتا اور نہ ہی منع کرتا ہوں، میں قاسم ہوں، جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں رکھتا ہوں[۱]۔

(بخاری)

[۱] میں اسے دیتا ہوں جسے دینے کا مجھے حکم ہوتا ہے۔ وہ چیز جس کے دینے یا نہ دینے کی بات ہو رہی ہے یا تو مال ہے یا تبلیغ وحی اور علم احکام، یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے علم و فہم عطا فرماتا ہے، دینے والا وہ ہے، اس کی تقسیم میرے ہاتھ میں ہے۔

۳۵۷۳ ۲ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا یَتَخَوَّضُوْنَ فِیْ مَالِ اللّٰهِ بِغَیْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت خولہ انصاریہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق داقع ہوتے ہیں[۲]، قیامت کے دن ان کے لیے آگ ہے۔

(بخاری)

---

[1] خولہ نقطے والی خاء پر زبر، واؤ ساکن انصاریہ صحابیہ ہیں، خولہ نام کی دو صحابیہ ہیں خولہ بنت ثامر، تین نقطے والی ثاء کے ساتھ اور خولہ بنت ثعلبہ، حضرت اوس بن صامت کی بیوی، ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ دوسری مراد ہیں ۔

[2] یعنی بیت المال میں تصرف کرتے ہیں اور زکوٰۃ اور مال غنیمت، امام کی اجازت کے بغیر اور اپنے معاوضے سے زیادہ لیتے ہیں ۔

۳۵۷۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِىْ اَنَّ حِرْفَتِىْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُنَةِ اَهْلِىْ وَ شُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ اٰلُ اَبِىْ بَكْرٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ وَ يَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے فرمایا، میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے خرچ[1] سے کم نہ ہوتا تھا۔ اور اب میں مسلمانوں کے کام[2] میں مصروف کر دیا گیا ہوں تو ابوبکر کے اہل وعیال اس مال[3] سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے اس مال[4] میں کاروبار کریں گے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

(بخاری)

[1] مونتہ، بوجھ، گرانی، یعنی میں کاروبار سے اتنا کما لیتا تھا جو میرے گھر والوں کی خوراک (وغیرہ) کے لیے کافی ہوتا تھا ۔

[2] ان کی اصلاح اور خدمت ۔

[3] مسلمانوں کے بیت المال سے ۔

[4] اسے حاصل کریں گے، اس کی حفاظت کریں گے اور اسے مسلمانوں کی حاجتوں اور ان کے مصارف میں خرچ کریں گے، کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، حضرت عمر غلے کے تاجر تھے، حضرت عثمان کھجور اور کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور حضرت عباس عطر کا کاروبار کرتے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اسی طرح شمنی نے بیان کیا ہے، نیز کہتے ہیں کہ بہترین تجارت، کپڑے کی تجارت ہے، اس کے بعد عطر، حدیث میں ہے کہ اگر جنتی تجارت کرتے تو کپڑے کی تجارت کرتے اور اگر دوزخی تجارت کرتے تو سونے چاندی کا کاروبار کرتے ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

۳۵۷۵ ۴ عَنْ بُرَیْدَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنٰہُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ غُلُوْلٌ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے ہم کسی کام پر مقرر کریں اور اسے رزق عطا کریں[1] تو اس کے بعد جو لے گا وہ خیانت ہے[2]۔

(ابوداؤد)

[1] اس کام کا معاوضہ دیں۔

[2] غلول پہلے حرف پر پیش، غنیمت کے مال میں خیانت کرنا، مطلق خیانت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۳۵۷۶ ۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کام کیا تو آپ نے مجھے اس کام کی اجرت عطا فرمائی[1]۔ (ابوداؤد)

[1] تعمیل کام کی مزدوری دینا، عمالۃ پہلے حرف پر پیش، مزدوری، اجرت۔

۳۵۷۷ ۶ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِیْ اِثْرِیْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ اَتَدْرِیْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَیْکَ لَا تُصِیْبَنَّ شَیْئًا بِغَیْرِ اِذْنِیْ فَاِنَّہٗ غُلُوْلٌ وَّ مَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِھٰذَا دَعَوْتُکَ فَامْضِ لِعَمَلِکَ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن بھیجا، جب میں روانہ ہوا تو کسی کو میرے پیچھے[1] بھیجا اور مجھے واپس بلایا گیا فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں پیغام بھیجا[2]، میری اجازت کے بغیر کوئی چیز نہ لینا کہ وہ خیانت ہے اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئے گا جو اس نے بطور خیانت حاصل کی تھی[3]، اسی لیے میں نے تمہیں بلایا تھا۔ اب تم اپنے کام جاؤ[4]۔ (ترمذی)

[1] اثر ہمزے کے نیچے زیر، تین نقطے والی ثاء ساکن، پیچھے۔

[2] اور تمہیں واپس بلایا۔

[3] اور اس پر اسے عذاب دیا جائے گا۔

[4] جس کا ہم نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۳۵۷۸ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

حضرت مستورد بن شداد[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہمارا عامل ہو تو وہ بیوی حاصل کرے[2]، اور اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم حاصل کرے اور اگر اس کی رہائش گاہ نہ ہو تو مکان حاصل کرے[4]۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس کے علاوہ لے گا تو وہ خائن ہے۔

(ابو داؤد)

[1] مستورد میم پر پیش، سین ساکن، تاء پر زبر، راء کے نیچے زیر، بن شداد، دال مشدد، صحابی ہیں۔ اہل کوفہ سے ہیں، مصر میں قیام پذیر ہوئے اور ان ہی میں شمار ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بچے تھے، لیکن آپ کے ارشادات سنے اور یاد رکھے۔

[2] یعنی اس کی بیوی نہ ہو تو نکاح کرے۔

[3] یعنی خادم خریدے، غلام یا لونڈی۔

[4] یعنی عامل کے لیے حلال ہے کہ بیت المال سے بیوی کا مہر، اس کا خرچہ اور لباس حاصل کرے، لیکن بقدر حاجت، فضول خرچی کے بغیر۔ اور اتنا مال حاصل کرے جتنا خادم اور مکان کے لیے ضروری ہو۔ اور اگر زیادہ لے تو وہ حرام ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس کی تنخواہ مقرر نہ کی گئی ہو اور بیت المال میں اس کی گنجائش ہو۔

۳۵۷۹ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَمِيْرَةَ

حضرت عدی بن عمیرہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهٗ فَهُوَ غَالٌّ يَأْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَأَنَا أَقُوْلُ ذٰلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَأْتِ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا أُوْتِيَ مِنْهُ أَخَذَهٗ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَاللَّفْظُ لَهٗ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو شخص ہمارے کام پر مقرر کیا جائے[2] اور وہ اس میں سے سوئی یا اس سے بڑھ کر[3] کوئی چیز ہم سے چھپالے تو وہ خائن ہے، قیامت کے دن اس کے ساتھ آئے گا، انصار میں سے ایک صحابی[4] نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے، فرمایا: تم کیا کہتے ہو[5] ؟ عرض کیا میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے[6]، فرمایا: ہم یہی بات کہتے ہیں[7] جسے ہم کسی کام پر مقرر کریں، تو وہ اس سے حاصل ہونے والی تھوڑی، بہت چیز جو بھی ہو لائے، تو اس میں سے جو کچھ اسے دیا جائے لے لے اور جس سے منع کیا جائے رک جائے۔

(امام مسلم، ابو داؤد) الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔

---

[1] عدی عین پر زبر، دال کے نیچے زیر، یا مشدد بن عمرہ عین پر زبر، میم کے نیچے زیر، یا ساکن، حضرمی صحابی ہیں، کوفہ میں قیام پذیر ہوئے پھر جزیرہ چلے گئے اور وہیں وصال ہوا۔

[2] تعمیل کا معنی کام سپرد کرنا بھی آتا ہے جیسے کہ ظاہر لفظ سے سمجھا جاتا ہے، شارحین نے اس جگہ یہی معنی بیان کیا ہے، کسی کام کی اجرت دینے کے معنی میں بھی آتا ہے، اس معنی پر محمول کرنا بھی صحیح ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں شارحین نے کہا ہے۔

[3] حقیر ہونے میں سوئی سے بڑھ کر، یعنی سوئی سے بھی کم چیز۔

[4] جو کسی جگہ کام پر مقرر کیے گئے تھے۔

[5] یعنی یہ بات کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ اور کام واپس کر رہے ہو۔

[6] یعنی معمولی سی چیز کی خیانت پر وعید ارشاد فرمائی ہے۔

[57] یعنی ہم پوری سنجیدگی سے یہ بات کہتے ہیں، اور یہ کہے بغیر نہیں رہیں گے، جو شخص اسے قبول کرسکتا ہے وہ ہمارا کام کرے جو نہیں کرسکتا وہ نہ کرے۔

۳۵۸۰/۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ ثَوْبَانَ وَزَادَ الرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رشوت[58] دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی (ابو داؤد، ابن ماجہ)

امام ترمذی نے یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی، امام احمد نے بھی روایت کی، امام بیہقی نے شعب الایمان حضرت ثوبان سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور یہ اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رائش پر لعنت فرمائی۔ یعنی جو شخص رشوت دینے والے اور لینے والے کے درمیان رابطہ ہوتا ہے[59]۔

[58] رشوت راء پر پیش اور زیر دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ وہ چیز جو حق کو باطل کرنے اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے دی جائے۔ البتہ اگر حق کے ثابت کرنے اور اپنی ذات سے ظلم کے دفع کرنے کے لیے دیں تو اس میں حرج نہیں ہے (کیونکہ یہ رشوت ہی نہیں ہے ۱۲ قادری) اسی طرح اگر لینے والا کوشش کرے کہ حق والے کو اس کا حق مل جائے یا اس سے ظلم کو دفع کرے (تو بھی حرج نہیں) لیکن علماء فرماتے ہیں کہ یہ بات قاضیوں اور حکمرانوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ہے، کیونکہ حق والے کا حق ثابت کرنا اور اسے دلانا اور مظلوم سے ظلم کا دفع کرنا ان پر واجب ہے، لہٰذا اس پر معاوضہ لینا جائز نہ ہوگا۔

[59] اور ایک کے لیے کم کرتا ہے اور دوسرے کے لیے زیادہ کرتا ہے (یعنی ان کے درمیان معاملہ طے کراتا ہے) اس حدیث میں مزید تفصیل کتاب الحدود کی تیسری فصل میں گزر چکی ہے۔

۳۵۸۱/۱۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اجْمَعْ

حضرت عمرو بن عاص[60] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا کہ اپنے کپڑے اور ہتھیار پہن کر[61]

عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَ ثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَ هُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ يَا عَمْرُو اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَيْكَ لِاَبْعَثَكَ فِيْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَيُغَنِّمُكَ وَ اَزْعَبُ لَكَ زَعْبَةً مِّنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِيْ لِلْمَالِ وَ مَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ۔

ہمارے پاس آجاؤ، فرماتے ہیں میں حاضر ہوا تو آپ وضو کر رہے تھے، فرمایا: عمرو! ہم نے تمہیں اس لیے پیغام بھیجا کہ تمہیں ایک طرف کام بھیجنا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ واپس لائے گا اور تمہیں غنیمت عطا فرمائے گا[۳] اور ہم بھی تمہیں کچھ مال دیں گے[۴]، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ہجرت مال کے لیے نہیں تھی، وہ تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے تھی[۵]، فرمایا: نیک آدمی کے لیے اچھا مال بہت اچھا ہے[۶]

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ رَوٰى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ وَ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ۔

(شرح السنۃ) امام احمد نے اس کی مثل روایت کی، ان کی روایت میں ہے اچھا مال، نیک آدمی کے لیے خوب ہے۔

[۱] عمرو بن عاص مشہور صحابی ہیں۔

[۲] یعنی سفر کی تیاری کرکے۔

[۳] یُسَلِّمُکَ اور یُغَنِّمُکَ دونوں میں عین کلمہ مشدد ہے۔

[۴] زعبۃ نقطے والی زا، پر پیش، بے نقطہ عین ساکن۔ مال کا ایک حصہ۔ زعب پہلے حرف پر زبر، مصدر، مال دینا۔

[۵] یعنی میرا ایمان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا، حضرت عمرو بن العاص نے ہجرت کے پانچویں سال حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی، بعض نے کہا یہ ہجرت آٹھویں سال تھی اور بعض نے کہا کہ حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیان تھی۔ جب وہ حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا، حضرت عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ میں نے

اس سے پہلے جو گناہ کیے ہیں بخش دیے جائیں، فرمایا: عمرو! تم نہیں جانتے؟ کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ دوسرے لوگ ایمان لائے اور عمرو بن عاص بھی ایمان لے آئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ عمرو بن عاص، قریش کے بہترین افراد میں سے تھے۔

[6] اچھا مال وہ ہے جو جائز طریقے سے کمایا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی رعایت کی جائے۔ صلاح فساد کے مقابل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۵۸۲/۱۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَۃً فَاَھْدٰی لَہٗ ھَدِیَّۃً عَلَیْھَا فَقَبِلَھَا فَقَدْ اَتٰی بَابًا عَظِیْمًا مِّنْ اَبْوَابِ الرِّبٰوا۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

تیسری فصل

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی سفارش کی[1]، پھر اس نے اس سفارش کی بنا پر کوئی تحفہ پیش کیا۔ جو سفارش کرنے والے نے قبول کرلیا تو وہ سود کے ایک بڑے دروازے پر آیا[2]۔

(ابوداؤد)۔

[1] سلاطین، امراء یا دوسرے لوگوں کے پاس۔

[2] کیونکہ یہ رشوت ہے اور اسے سود اس لیے قرار دیا کہ یہ عوض سے خالی ہے۔

بَابُ الْاَقْضِيَةِ وَالشَّهَادَاتِ

۲۸۰ - مقدمات اور گواہیوں کا بیان

اقضیہ سے مراد وہ مقدمات ہیں جو فیصلے کے لیے حاکم کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، شہادت، شہود اور مشاہدت کا اصل معنی حاضر ہونا اور آنکھ سے دیکھنا ہے، بعض اوقات ان کا اطلاق، بصیرت پر مبنی علم یقینی پر بھی کیا جاتا ہے اس خبر قطعی کو بھی کہتے ہیں جس میں دل اور زبان موافق ہوں، شریعت میں ایک آدمی کا حق دوسرے کے ذمہ ہونے کی خبر دینے کو کہتے ہیں، جیسے کہ اقرار، غیر کا حق اپنے ذمہ ہونے کی خبر ہے اور دعوٰی یہ خبر دینا ہے کہ میرا حق دوسرے پر ہے، اقضیہ (جمع ہے قضا، کی) اس کی مناسبت سے شہادات بھی جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ گواہی کے متعلقہ امور مختلف ہوتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

۳۵۸۳/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَآءَ رِجَالٍ وَّاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ شَرْحِهٖ لِلنَّوَوِيِّ اَنَّهٗ قَالَ وَجَآءَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْ صَحِيْحٍ زِيَادَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ

پہلی فصل

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو صرف ان کے دعوے کی بنا پر (ان کا مدعا) دے دیا جائے تو کئی لوگ دوسروں کے خونوں اور مالوں کا دعوٰی کر دیں گے[1] لیکن قسم مدعا علیہ پر ہے[2] (مسلم)

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: سند حسن یا صحیح کے ساتھ امام بیہقی کی روایت میں ابن عباس سے مرفوعًا یہ اضافہ مروی ہے کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور قسم منکر پر ہے۔

عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ۔

ف۱ اور حاصل کر لیں گے ۔

ف۲ اس روایت میں مدعی سے گواہوں کے مطالبے کا ذکر نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ شریعت میں ثابت شدہ امر ہے گویا کہا گیا ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ پر قسم ہے ، جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں آیا ہے ۔

٣٥٨٤/٢ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنِ صَبْرٍ وَّ ھُوَ فِیْھَا فَاجِرٌ یَّقْتَطِعُ بِھَا مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ لَّقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَصْدِیْقَ ذٰلِکَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، جس شخص نے لزومی قسم[1] کھائی اس حال میں کہ وہ اس میں جھوٹا ہے اور قسم کھا کر مسلمان کا مال ہتھیانا چاہتا ہے ، قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا ، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں یہ آیت نازل فرمائی : بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد[2] اور قسموں کے بدلے تھوڑا مال[3] خریدتے ہیں ۔ آخر آیت تک ۔ (صحیحین)

ف۱ صبر ، جزع اور بے صبری کے مقابل ، برداشت ، اصل میں اس کا معنی روکنا اور لازم ہونا ہے ۔ لزومی قسم کو یمین صبر اس لیے کہا گیا ہے کہ فیصلہ اس پر موقوف اور بند ہے یا اس لیے کہ وہ قسم اپنے صاحب کو لازم ہے ، یا اس کا صاحب فیصلے کے لیے اس قسم کا پابند اور مجبور ہے (خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کے پاس گواہ نہیں ، اس صورت میں مدعا علیہ قسم کھانے کا پابند ہے ۔ یہ یمین صبر اور لزومی قسم ہے ۱۲ قادری) بعض شارحین نے کہا کہ یمین صبر یہ ہے کہ قسم کھانے والا دیدہ و دانستہ جھوٹ بولے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ ایک مسلمان کا مال ہتھیا لے ۔ اسی لیے فرمایا ۔ وَھُوَ فِیْھَا فَاجِرٌ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو ۔

ف۲ یعنی ادائے امانت کے بدلے جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں تاکیدی حکم دیا ہے ۔

ف۳ یعنی دنیا کا مال ۔

٣٥٨٥/٣ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ شَيْئًا يَّسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق ہتھیالے[1] تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ واجب فرمادی اور جنت حرام کر دی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ معمولی چیز ہو فرمایا: اگرچہ پیلو کی شاخ ہو۔

(مسلم)

[1] اقتطاع، کسی چیز کا ٹکڑا جدا کرنا، کاٹ لینا۔

۳۵۸۶/۴ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں ہوں مگر انسان[1]، اور تم میرے پاس مقدمے لاتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض، دوسرے بعض سے اپنی دلیل کو زوردار طریقے سے بیان کرنے والے[2] ہوں تو میں جیسے اس کی گفتگو سنوں ویسے ہی اس کے لیے فیصلہ کر دوں۔ پس میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو میں نے اس کے لیے آگ کا انگارہ کاٹا ہے۔

(صحیحین)

[1] مجھ پر بشری احکام اور عوارض طاری ہوتے ہیں۔ اور فطری احکام مجھ میں باقی رکھے گئے ہیں، سوائے اس کے کہ وحی کے ذریعے میری تائید کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تعلیم دی جائے۔

[2] لحن کے کئی معنی ہیں (۱) کلام میں خطا کرنا (۲) مقصد کی تصریح نہ کرنا (۳) طرب انگیز آواز نکالنا (۴) فطانت زیرکی اور فصاحت، اس جگہ آخری معنی مراد ہے۔

۳۵۸۷ ۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین مرد وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو اور کثرت سے جھگڑا کرے[1]۔

(صحیحین)

[1] الدّ ہمزے پر زبر، دال مشدد، خَصِم بہت جھگڑا کرنے والا، دونوں کا معنی قریب قریب ہے، پہلے لفظ کا معنی سختی کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرے کا معنی کثرت کو۔

۳۵۸۸ ۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِيَمِيْنٍ وَّشَاهِدٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم اور گواہ کی بنا پر فیصلہ فرمایا[1]۔

(مسلم)

[1] یعنی مدعی کا ایک گواہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعی کو فرمایا کہ تم قسم کھاؤ، تاکہ یہ قسم دوسرے گواہ کی جگہ ہو جائے، تینوں امام (امام مالک، شافعی اور احمد) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم کی بنا پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، دو گواہ ضروری ہیں، جیسے کہ قرآن مجید اس کے ساتھ ناطق ہے۔ کتاب اللہ کو خبر واحد کی بنا پر منسوخ قرار نہیں دے سکتے اور خبر واحد بھی وہ جو متعدد احتمال رکھتی ہو، اور (دوسری مشہور حدیث میں ہے۔ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس جگہ معین فرد مراد لینے کا کوئی قرینہ نہیں ہے لہذا معنی یہ ہوگا کہ ہر گواہ مدعی کی طرف اور ہر قسم مدعا علیہ کی طرف ہے تو جو مدعی ہے وہ قسم کیسے کھا سکتا ہے؟ قادری)

ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعا علیہ کی قسم کی بنا پر فیصلہ فرمایا ہو جب کہ مدعی صرف ایک گواہ پیش کر سکا ہو اور گواہی کا نصاب (دو گواہ) پورا کرنے سے عاجز رہا ہو، یعنی آپ، نے ایک گواہ کے موجود ہونے کا اعتبار نہیں کیا، علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اختلاف، اموال میں ہے۔ اور اگر دعوے کا تعلق غیر مال سے ہو تو ایک گواہ اور مدعی کی قسم بالاتفاق مقبول نہیں۔

۳۵۸۹ ۷ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَ مَوْتَ وَ رَجُلٌ

حضرت علقمہ بن وائل[1] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

مِّنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَّا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ایک حضر موت[2] کا اور دوسرا کندہ[3] کا، حضرمی نے کہا یارسول اللہ! یہ شخص میری زمین پر غالب ہوگیا ہے، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے اور میرے قبضے میں ہے، اس کا اس زمین میں کوئی حق نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرمی کو فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟، انہوں نے عرض کیا نہیں! فرمایا: پھر تمہارے لیے اس کی قسم ہے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے، پروا نہیں کرتا کہ اس نے کس چیز پر قسم کھائی ہے[4]؟ اور کسی چیز سے پرہیز بھی نہیں کرتا[5]۔ فرمایا: تمہارے لیے اس کی طرف سے صرف قسم ہے، جب دوسرے شخص (کندی) نے پشت پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے حضرمی کے مال پر قسم کھائی تاکہ اسے ظلماً کھائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمانے والا ہوگا[6]

(مسلم)

---

[1] علقمہ بن وائل، حضرمی، کوفی، تابعی ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر، ثقات میں کیا ہے۔

[2] حضرموت ضاد ساکن کے ساتھ، یمن کا مشہور شہر۔

[3] کندہ کاف کے نیچے زیر، نون ساکن، یمن کا ایک قبیلہ ہے۔

[4] سچ ہے یا جھوٹ۔

[5] نہ قول سے نہ فعل سے

[6] اور اس سے ناراض ہوگا۔

۳۵۹۰/۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے[1]، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

(مسلم)

[1] ہمارے طریقے اور ہمارے دین پر نہیں ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان مملوکہ اشیاء کے بارے میں ہے اور اپنے عموم کے اعتبار سے نسب اور ظاہر و باطن کے احوال کو شامل ہے۔

۳۵۹۱/۹ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَآءِ الَّذِیْ يَاْتِیْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْئَلَهَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں بہترین گواہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ گواہ جو اپنی گواہی پیش کرے، قبل اس کے کہ اس سے گواہی پوچھی جائے[1]۔

(مسلم)

[1] یعنی اس سے پہلے کہ اس سے پوچھا جائے کہ کیا تم گواہ ہو؟ خود گواہی دے اور حق کا اظہار کرے، ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اس وقت تک گواہی نہ دے جب تک اس سے طلب نہ کی جائے، طلب کے بعد گواہی دینا واجب ہے، حدود میں گواہی کا چھپانا افضل ہے، حدیث میں ان لوگوں کی مذمت آئی ہے جو مطالبے کے بغیر گواہی دیں۔

اس حدیث میں طلب و سوال کے بغیر گواہی دینے والے کو بہترین گواہ قرار دیا گیا ہے، شارحین نے اس کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔

۱۔ یہ اس شخص پر محمول ہے جس کے پاس کسی حق کی گواہی ہو اور مدعی کو علم نہ ہو کہ یہ گواہ ہے، اس صورت میں اسے چاہیے کہ مدعی کو بتائے کہ میں فلاں کیس میں تمہارا گواہ ہوں۔

۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً زکوٰۃ، کفارات، رویت ہلال، وقف اور وصیتوں وغیرہ کے بارے میں ہے، حاکم کو ان امور کی اطلاع دینا واجب ہے۔

ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث، طلب کے بعد گواہی دینے میں جلدی کرنے اور مبالغے پر محمول ہے

اور طلب سے پہلے گواہی دینے کی مذمت اس کے علاوہ میں ہے۔

۳۵۹۲/۱۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَ يَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین لوگ، میرے زمانے کے لوگ ہیں[1]، پھر جو ان سے متصل ہے[2] پھر ان کے ساتھ والے[3] پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے ایک کی گواہی اس کی قسم سے پہل کرے گی اور اس کی قسم اس کی گواہی سے[4]۔

(صحیحین)

[1] یعنی وہ جماعت کہ ہم ان میں ہیں۔ اس جماعت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد ہیں، بعض شارحین نے کہا کہ ہر وہ شخص مراد ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں زندہ تھا۔ قرن وہ جماعت ہے جو ایک زمانے میں مجتمع ہو، بعض اوقات اس زمانے کی تعیین بھی کرتے ہیں کہ وہ سو سال ہے یا تیس سال یا اس کے علاوہ، صحیح پہلا قول ہے۔ اس حدیث کی تحقیق کتاب کے آخر میں بابُ فَضْلِ الصَّحَابَۃِ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[2] یعنی تابعین۔

[3] یعنی تبع تابعین۔

[4] یہ کنایہ ہے گواہی اور قسم کی حرص سے (انہیں اتنا شوق ہوگا کہ) کبھی ایک کو پہلے لائیں گے اور کبھی دوسری کو، یا گواہی اور قسم کے ادا کرنے میں سرعت کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس قدر بے پروا اور بے احتیاط ہوں گے کہ انہیں پتا ہی نہیں چلے گا کہ دونوں میں سے پہلے کسے لائیں؟۔ بعض شارحین نے کہا کہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں کی کثرت بیان کرنا مقصود ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ کبھی تو اپنی گواہی کو قسم کھا کر مقبول بنانا چاہے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ میں سچا گواہ ہوں، اور کبھی گواہی کو قسم کی تائید میں پیش کرے گا، مثلاً کہے گا کہ لوگ میری قسم کے صحیح ہونے کے گواہ ہیں۔

۳۵۹۳/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت پر قسم پیش کی، تو انہوں نے قسم کھانے میں

فَاَسْرَعُوْا فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِى الْيَمِيْنِ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

جلدی کی آپ نے حکم دیا کہ قسم کھانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کی جائے کہ ان میں سے کون قسم کھائے[۵] ۔ (بخاری)

[۵] ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے ایک جماعت پر دعویٰ کیا، اس جماعت نے انکار کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت کو قسم کھانے کے لیے کہا، انہوں نے قسم کھانے میں جلدی کی، تو آپ نے انہیں قسم نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ قرعہ اندازی کریں اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ قسم کھائے، لیکن شارحین نے اس کی ایک اور ہی صورت پیش کی ہے، علامہ طیبی نے اسے نقل کیا ہے، صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے تیسرے فرد کے پاس موجود سامان کا دعویٰ کیا، دونوں دعویداروں میں سے کسی کے پاس بھی گواہ نہیں۔ یا ہر ایک کے پاس گواہ ہیں، تیسرا شخص کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ سامان کس کا ہے؟ اس صورت میں قرعہ اندازی کی جائے اور جس مدعی کے نام قرعہ نکل آئے۔ وہ قسم کھائے۔ (طیبی)

غالباً یہ صورت اس اعتبار سے ہے کہ دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک دوسرے کے حق کا منکر ہے واللہ تعالیٰ اعلم (حضرت شیخ محقق اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں تو مدعی ہیں اور قسم مدعا علیہ پر آیا کرتی ہے، جیسے کہ احناف کا مسلک ہے ۱۲ قادری) علامہ طیبی کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں وہ سامان تیسرے شخص کے پاس رہنے دیا جائے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں مدعیوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے، بعض علماء نے کہا کہ قول مذکور امام شافعی کا ایک قول ہے، دوسرا قول امام ابو حنیفہ کی مثل ہے قرعہ اندازی امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے۔ بعض شروح ہدایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ گواہوں کے دونوں گروہوں میں سے جو زیادہ عادل ہوں ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

$\frac{۳۵۹۴}{۱۲}$ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ مدعی پر ہیں اور قسم مدعا علیہ پر[۱] ۔

الْمُدَّعیٰ عَلَیْهِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(ترمذی)

[1] یعنی اگر وہ دعوے کا منکر ہو اور مدعی اس کی قسم کا مطالبہ کرے ۔

۳۵۹۵/۱۳ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَجُلَیْنِ اخْتَصَمَا اِلَیْهِ فِیْ مَوَارِیْثَ لَمْ تَکُنْ لَّهُمَا بَیِّنَةٌ اِلَّا دَعْوٰهُمَا فَقَالَ مَنْ قَضَیْتُ لَهٗ بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ فَقَالَ الرَّجُلَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَقِّیْ هٰذَا لِصَاحِبِیْ فَقَالَ لَا وَلٰکِنِ اذْهَبَا فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّیَا الْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا ثُمَّ لِیُحَلِّلْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْکُمَا صَاحِبَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَقْضِیْ بَیْنَکُمَا بِرَاْیِیْ فِیْمَا لَمْ یُنْزَلْ عَلَیَّ فِیْهِ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص میراث کا مقدمہ لائے[1]، ان کے پاس گواہ نہیں تھے، صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا، آپ نے فرمایا: میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں[2] تو میں اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹتا ہوں، دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ! میرا یہ حق، میرے ساتھی کے لیے ہے[3]، فرمایا: نہیں[4]! البتہ تم جا کر وراثت تقسیم کرو، تقسیم میں انصاف کرو[5]، پھر قرعہ اندازی کرو[6]، پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو معاف کر دے[7]، ایک روایت میں فرمایا، جس چیز کے بارے میں مجھ پر وحی نازل نہیں کی گئی میں اس کے بارے میں تمہارے درمیان صرف اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہوں۔

(ابو داؤد)

[1] یعنی انہوں نے ایک سامان کے بارے میں دعویٰ کیا، ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ مجھے وراثت میں ملا ہے۔

[2] یعنی اس کا حق نہ ہو، جھوٹے گواہ پیش کر دے یا جھوٹی قسم کھالے اور میں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں۔

[3] یعنی میں اس کے دعوے سے دست بردار ہوتا ہوں۔

٥٤ اپنا حق بالکل ہی نہ چھوڑ دو۔

٥٥ اور حق کا قصد کرو، وخی نقطے والی خاء کے ساتھ، درمیانی رفتار جو نہ تو تیز ہو اور نہ ہی سست، قصد اور حق کے تلاش کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

٥٦ کیونکہ ممکن ہے ظن و تخمین سے تقسیم کرنے میں انصاف ملحوظ نہ رہا ہو۔

٥٧ یعنی ہر ایک دوسرے کو کہے کہ میرا حق جو تمہاری طرف گیا ہے وہ میں نے تمہارے لیے حلال کر دیا۔ یہ بھی ازراہ احتیاط و تقویٰ ہے، تاکہ یقینی طور پر حق تلفی سے برات حاصل ہو جائے۔ ممکن ہے کمی، بیشی ہو گئی ہو۔

٣٥٩٦/١٤ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً وَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ بِأَنَّهَا دَابَّتُهُ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهٖ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک چارپائے کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کر دیے کہ یہ اس کا چارپایہ ہے، اور اس نے اس سے بچے حاصل کیے ہیں ١، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے فیصلہ فرمایا جس کے قبضہ میں تھا ٢ (شرح السنۃ)

١ ناتج (بچے حاصل کرنے والا) دائی کی طرح ہے، جو عورتوں کو بچہ جننے میں امداد دیتی ہے اور بچے کی پیدائش کے انتظامات کرتی ہے۔

٢ اس مسئلے میں تفصیل ہے اس کی مختلف صورتیں ہیں، اور اس میں متعدد اقوال ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں ہم نے کچھ تفصیل شرح (لمعات) میں بیان کی ہے۔

٣٥٩٧/١٥ وَعَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ) وَفِيْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے دو گواہ پیش کر دیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں میں اونٹ آدھا آدھا تقسیم کر دیا۔ (ابوداؤد)

رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ اَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيْرًا لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا۔

نسائی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوٰی کر دیا، کسی کے پاس بھی گواہ نہیں تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دونوں میں مشترک قرار دے دیا۔

٣٥٩٨/١٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِیْ دَابَّةٍ وَّلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِيْنِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں کا ایک چار پائے میں جھگڑا ہو گیا، گواہ کسی کے پاس نہیں تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قسم پر قرعہ اندازی کر لو[1]۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ)

[1] یہ اسی طرح ہے جیسے پہلی فصل کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں گزرا۔

٣٥٩٩/١٧ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلَّفَهٗ اِحْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا لَهٗ عِنْدَكَ شَیْءٌ يَعْنِیْ لِلْمُدَّعِیْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا جسے آپ نے قسم دی[1] کہ تم اس خدا کی قسم کھاؤ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ مدعی کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں ہے۔

(ابو داؤد)

[1] تحلیف، قسم دینا۔

٣٦٠٠/١٨ وَعَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كَانَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان مشترکہ زمین تھی، اس نے میرے حصے کا

اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ اِحْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَحْلِفُ وَ يَذْهَبَ بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. (اَلْاٰيَةَ)

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

انکار کر دیا، میں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ عرض کیا نہیں، یہودی کو فرمایا: تم قسم کھاؤ، میں نے عرض کیا! ۔ یا رسول اللہ! تب تو وہ قسم کھا کر میرا مال لے جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں[۵۳]۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

۳۶۰۱/۱۹ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ

ان ہی سے روایت ہے کہ قبیلہ، کندہ اور

---

[۵۱] اشعث نقطے والی شین، تین نقطوں والی ثاء بن قیس، صحابی ہیں۔ ہجرت کے دسویں سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی قوم کے سردار تھے، قوم ان کی اطاعت گزار تھی، اسلام میں معزز تھے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے قبیلے سمیت مرتد ہوگئے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں توبہ کی سعادت حاصل کی، حضرت ابوبکر نے اپنی ہمشیر کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عراق کا قصد کیا، قادسیہ، مدائن، جلولا اور نہاوند کے علاقے فتح کیے، کوفہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں وصال ہوا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی، اس سال جب امام حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان صلح ہوئی، جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں اور جنگ صفین میں ان کے میمنہ میں شامل تھے۔

[۵۲] یعنی۔ یہودی کی قسم کا کیا اعتبار؟ کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں۔

[۵۳] یعنی شریعت کا حکم یہی قسم دینا ہے۔ لیکن جو شخص جھوٹی قسم کھائے گا۔ اس کا وبال بھی اس کی گردن پر ہوگا۔ اور آخرت میں بھی اس کا کچھ حصہ نہیں ہوگا۔ جیسے کہ آیت کریمہ میں صراحۃً ارشاد فرمایا۔

كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِّنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَرْضٍ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ أَرْضِيْ اغْتَصَبَنِيْهَا أَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَّكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أُحَلِّفُهٗ وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ اِنَّهَا أَرْضِيْ اغْتَصَبَنِيْهَا أَبُوْهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ أَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضُهٗ۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

حضر موت کے دو شخصوں نے یمن کی ایک زمین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا، حضرمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری زمین اس کے باپ نے غصب کی تھی جو اس کے قبضے میں ہے، فرمایا: تمہارے پاس گواہ ہیں؟ عرض کیا نہیں! لیکن میں اسے قسم دیتا ہوں[٥٢] کہ اللہ کی قسم یہ نہیں جانتا کہ یہ زمین میری ہے جو مجھ سے اس کے باپ نے غصب کی تھی، کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھا کر کوئی مال ہتھیائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ وہ برکت سے محروم[٥٣] ہوگا، کندی نے کہا یہ زمین اس کی ہے[٥٤]۔

(ابوداؤد)

[٥١] حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[٥٢] اُحَلِّفُہٗ لام مشدد کے ساتھ ——— میں اسے قسم دیتا ہوں ان الفاظ کے ساتھ (جو بعد میں مذکور ہیں)۔

[٥٣] جذام نقطے والے ذال کے ساتھ، اصل میں اس کا معنی کاٹنا ہے، اس جگہ برکت کا قطع کرنا مراد ہے جیسے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کو بھلا دے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اَجْذَمُ (محروم برکت) ہوگا۔ بعض شارحین نے فرمایا وہ مقطوع الحجۃ ہوگا، یعنی اس کی زبان نہیں ہوگی جس کے ساتھ وہ کلام کرے ——— جذام مشہور مرض ہے (جس میں انگلیاں گل کر گر جاتی ہیں) اس سے صیغہ صفت مجذوم آتا ہے نہ کہ اَجْذَمُ، مخفی نہ رہے کہ اس جگہ ہاتھوں کے کاٹے ہوئے ہونے پر محمول کرنا بھی مناسب ہے، جب اس نے کسی کا مال ظلماً

لیا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے ۔

[۴] ان کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوگیا ـــــــ اس حدیث کا مضمون، پہلی فصل میں حضرت علقمہ بن وائل کی روایت سے گزر چکا ہے، لیکن وہاں یہ اضافہ نہیں ہے کہ کندی نے کہا کہ یہ زمین اس کی ہے (نیز وہاں حضرمی نے کہا کہ میری زمین اس شخص نے غصب کی ہے، جب کہ پیشِ نظر حدیث میں ہے کہ اس کے باپ نے غصب کی ہے یہ اجمال اور تفصیل کا فرق ہے ۱۲ قادری)

۳۶۰۲/۲۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَآئِرِ الشِّرْكُ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغُمُوْسَ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةٌ فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

حضرت عبد اللہ بن انیس[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑے گناہوں میں شرک، والدین کی نافرمانی اور یمین غموس[۲] ہے، جس شخص نے لزومی[۳] قسم کھائی، اور اس میں مچھر کے پَر کی مقدار[۴] داخل کی تو قیامت تک اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا کر[۵] دیا جائے گا،

(ترمذی) انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

---

[۱] عبد اللہ بن انیس ہمزے پر پیش، نون پر زبر، یا ساکن، انصاری، عقبی صحابی ہیں، بہادر اور دلیر تھے، جنگ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

[۲] غموس نقطے والی غین پر زبر، کسی گزرے ہوئے کام پر جھوٹی قسم کھانا، ہمارے نزدیک اس میں توبہ و استغفار کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں ہے، اس قسم پر آگ کی وعید واقع ہوئی ہے، اور اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قسم کھانے والے کو دوزخ کی آگ میں ڈبوتی ہے، غمس نقطے والی غین کے ساتھ، غوطہ دینا اور پانی میں نیچے لے جانا، مقدمات میں جو کچھ ہوتا اور دوسروں کا مال اس شخص کو مل جاتا ہے وہ اسی قبیلے سے ہے۔

[۳] یمین صبر (لزومی قسم) کا معنی پہلی فصل کی ابتدا میں گزر چکا ہے اور اس کا حاصل وہی ہے جو یمین غموس کا ہے۔

ف۴ جھوٹ اور خیانت

ف۵ اور اس جہان میں ظاہر ہونے والا وبال باقی رہے گا۔

٣٦٠٣/٢١ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَّ لَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص ہمارے اس منبر[ف۱] کے پاس جھوٹی بات پر قسم نہیں کھاتا اگرچہ سبز مسواک[ف۲] پر ہو مگر اس نے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالیا یا (فرمایا) اس کے لیے آگ واجب ہوگئی[ف۳]۔

(مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ف۱ وہ منبر جو عظیم الشان اور واضح برہان والا ہے۔

ف۲ کہ وہ لکڑی کا عام سا ٹکڑا ہے، سبز اس لیے فرمایا کہ خشک ہونے کے بعد اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

ف۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانے کی طرح مکان کے لحاظ سے بھی قسم میں سختی اور شدت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔

٣٦٠٤/٢٢ وَعَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَآئِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَاَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ

حضرت خریم بن فاتک[ف۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی، فارغ ہوکر کھڑے ہوئے اور فرمایا، جھوٹی گواہی، کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے کے برابر قرار دی گئی ہے۔ تین مرتبہ یہ فرمایا[ف۲] پھر آیت مبارکہ پڑھی تم پلیدی سے بچو کرده بتوں کی عبادت ہے۔ جھوٹی بات سے بچو، اس حال میں کہ تم ہر

اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ[3] حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ[1]۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ اَيْمَنَ ابْنِ خُرَيْمٍ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْقِرَآءَةَ)

باطل سے اعراض کرنے والے ہو[2] اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے نہیں ہو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

امام احمد اور ترمذی نے یہ حدیث ایمن بن خریم[4] سے روایت کی مگر ابن ماجہ نے آیت کے پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

---

[1] خریم نقطے والی خاء پر پیش، بے نقطہ راء پر زبر، یاء ساکن بن فاتک پہلے فا، پھر نقطوں والی تاء مکسور، اسدی صحابی ہیں، حدیبیہ میں حاضر ہوئے، بدر میں ان کی شرکت پایہ صحت کو نہیں پہنچی

[2] کیونکہ شرک بھی جھوٹی گواہی کے قبیلے سے ہے، جیسے کہ توحید، سچائی کی گواہی ہے، زور راء پر پیش، جھوٹ زَوَرٌ سے مشتق ہے جس کا معنی انحراف اور جھکاؤ ہے۔

[3] صراح میں ہے تَحَنُّفٌ مسلمانی اختیار کرنا، قول زور، جھوٹی گواہی سے عام ہے، جب جھوٹی بات (خواہ وہ گواہی ہو یا نہ) سے منع کیا گیا ہے تو جھوٹی گواہی جس میں لوگوں کی حق تلفی ہے، بطریق اولیٰ ممنوع ہو گی۔

[4] ایمن ہمزے پر زبر، یاء ساکن، میم پر زبر، بن خریم یہ اپنے والد خریم بن فاتک سے روایت کرتے ہیں ان کے صحابی ہونے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں اختلاف ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کرتے ہیں لیکن محدثین کہتے ہیں کہ وہ حدیث مرسل ہے (درمیان میں کسی صحابی کا واسطہ ہے ۱۲ قادری)

۳۶۰۵/۲۳ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَآئِنٍ وَّلَا خَآئِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَآءٍ[2] وَّلَا قَرَابَةٍ وَّلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت[1] کرنے والے مرد اور عورت کی گواہی جائز نہیں اور نہ اس شخص کی جسے حد کے کوڑے لگائے گئے ہوں[2]، اور نہ کینے[3] والے کی اس کے بھائی[4] کے خلاف، اور نہ اس شخص کی جس پر ولا اور رشتے داری میں تہمت[5] لگائی گئی ہو اور نہ اس شخص کی جو کسی گھر والوں کے خرچ پر گزارا کرتا ہو[6] (ترمذی)

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّيَزِيْدُ بْنُ زِيَادِ نِ الدِّمَشْقِيُّ الرَّاوِيُّ مُنْكَرَ الْحَدِيْثِ)

انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی یزید بن زیاد دمشقی منکر الحدیث ہے۔

۵۱ اس سے مراد لوگوں کی امانتوں میں خیانت ہے، یعنی جو شخص اس حرکت میں مشہور ہے اور اس سے کئی بار خیانت ظاہر ہو چکی ہے۔ ورنہ خیانت ایک مخفی امر ہے جسے مخفی امور اور اسرار کا جاننے والا ہی جانتا ہے۔ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ اس جگہ خیانت سے مراد مطلق فسق ہے، جو خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امانت، احکام شرع میں خیانت ہے، آیندہ حدیث میں اس کے بعد زنا کا ذکر، تعمیم کے بعد تخصیص ہے، یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے ورنہ فسق کی بہت سی قسمیں جو قبول شہادت سے مانع ہیں۔ ذکر کے بغیر ہی رہ جائیں گی، نیز خیانت کی تخصیص کی وجہ بھی کوئی نہیں ہے ـــــــــ فسق کہتے ہیں گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ پر اصرار کرنے کو۔

۵۲ لیکن دیگر حدود میں توبہ سے پہلے گواہی مقبول نہیں ہے۔ توبہ کے بعد مقبول ہے، حد قذف (گواہوں کے بغیر زنا کی تہمت لگانے پر قائم کی جانے والی حد ۱۲ ق) میں توبہ کے بعد بھی مقبول نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک توبہ کے بعد تمام حدوں میں مقبول ہے، اس مسئلے کی تحقیق اصول فقہ میں ہے۔

۵۳ غمر نقطے والی غین کے نیچے زیر، میم ساکن، کینہ ـــــــــ یعنی اس دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی جس کی دشمنی ظاہر اور مشہور ہو۔

۵۴ بھائی کبھی تو نسبی ہوتا ہے اور کبھی دینی، اس جگہ بنی نوع انسان کا کوئی فرد مراد ہے کہ وہ مہربانی اور انصاف کا حق دار ہے۔ نہ کہ دشمنی اور کینے کے اظہار کا۔

۵۵ ظنین نقطے والی ظاء کے ساتھ، بروزن فَعِيْلٌ، ظِنَّةٌ پہلے حرف کے نیچے زیر، بمعنی تہمت سے مشتق ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔ وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ، اس قرات کے مطابق جس میں ظاء ہے۔ (اور ہمارے حبیب پر غیب کے بارے میں تہمت نہیں لگائی گئی ۱۲ ق)

اس کلام کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص کسی کا آزاد کردہ ہے، وہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کر کے کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے آزاد کیا ہے۔ حالانکہ اس کی بات جھوٹ ہے، اور وہ اس سلسلے میں مشہور ہے اور لوگ اس بات میں اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ ایسے شخص کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ ولاء میں جھوٹ بولنا اور آزاد کرنے والے سے اسے منقطع کر کے کسی دوسرے شخص کے لیے ثابت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اور اس کے بارے میں وعید اور سختی وارد ہے، اسی طرح رشتہ داری کا حکم ہے مثلاً ایک شخص جھوٹا دعوٰی کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں یا فلاں کا بھائی ہوں (جیسے کچھ لوگ جعلی سید بن جاتے ہیں ۱۲ قادری) اور لوگ اس کے دعوے کو جھٹلائیں، اس پر تہمت لگائیں اور وہ اس میں مشہور ہو جائے۔ یہ بھی فسق ہے، باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے سے نسبت کے ملانے اور دعوٰی کرنے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔

[6] وہ بھیک مانگنے والا جو معمولی خوراک لے کر قناعت کر لیتا ہے، اس جگہ وہ شخص مراد ہے جس کا خرچ دوسرے کے ذمہ ہو مثلاً خادم اور تابع (شاگرد، مرید، وغیرہ ۱۲ ق) کیونکہ وہ اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے گواہی دے گا، لہذا یہ گواہی ایسی ہی ہو گی جیسے کہ باپ اور بیٹے یا میاں بیوی کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی. (اور وہ مقبول نہیں، اسی طرح یہ بھی نہیں ۱۲ ق)

$\frac{٣٦٠٦}{٢٤}$ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا زَانٍ وَّلَا زَانِيَةٍ وَّلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت کرنے والے اور زنا کرنے والے مرد وزن کی گواہی جائز نہیں اور کینے والے کی گواہی اس کے بھائی کے خلاف جائز نہیں، اور آپ نے اس شخص کی گواہی اس گھر والوں کے حق میں رد فرما دی جس گھر سے اس کا گزارا ہوتا ہو[1]۔

(ابوداؤد)

[1] اس حدیث کا ترجمہ، گزشتہ حدیث کی شرح سے معلوم ہو گیا (راقم قادری نے اس کا ترجمہ لکھ دیا ہے)

$\frac{٣٦٠٧}{٢٥}$ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جنگلی (دیہاتی) کی گواہی بستی والوں[1] کے خلاف جائز نہیں۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

[1] قریہ کا استعمال بلد (شہر) کے مقابل ہوتا ہے، لیکن اس جگہ شہر کو شامل ہے۔ یعنی بادیہ نشینوں، اور جنگلیوں کی گواہی شہریوں کے خلاف جائز نہیں، کیونکہ جنگلی لوگ احکام شریعت اور گواہ بننے کے طریقے سے بے خبر

ہوتے ہیں اور بھول جاتا ان پر غالب ہوتا ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ ایسا نہیں ہے، تو اس کی گواہی جائز ہے۔ اسی طرح کہا گیا ہے، بعض شارحین نے کہا کہ گواہی اس لیے مقبول نہیں کہ ان کے درمیان دوری اور عداوت پائی جاتی ہے۔ (فریقین ایک دوسرے کو برا جانتے ہیں ۱۲ قادری) اس صورت میں جنگلی اور شہری تخصیص کی وجہ ظاہر نہیں ہے بلکہ جہاں بھی دشمنی ہو گی گواہی جائز نہ ہو گی، امام مالک نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور انہوں نے شہری کے خلاف جنگلی کی گواہی کو رد کیا ہے، اکثر ائمہ کے نزدیک اگر جنگلی عادل ہے تو بستی والے کے خلاف اس کی گواہی مقبول ہے، اور لَا یَجُوْزُ کا معنی یہ ہے کہ یہ گواہی بہتر نہیں اور عدم جواز اس وقت ہے جب کہ صفات مذکورہ پائی جائیں۔

۳۶۰۸/۲۶ وَعَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ لَمَّا اَدْبَرَ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَلُوْمُ عَلَى الْعَجْزِ وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ فَاِذَا غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

حضرت عوف بن مالک[۵۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ فرمایا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو اس نے کہا: میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی اور بہترین کارساز ہے[۵۲]، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے احتیاطی[۵۳] پر آدمی کو ملامت فرماتا ہے، لیکن تمہیں احتیاط سے کام لینا چاہیے، پھر جب تم پر کوئی چیز غالب آجائے[۵۴] تو کہو: مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور بہترین کارساز[۵۵]۔

(ابو داؤد)

---

[۵۱] عوف عین پر زبر، واؤ ساکن بن مالک اشجعی صحابی ہیں، پہلے پہل خیبر میں حاضر ہوئے فتح مکہ کے دن بنو اشجع کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے، شام میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۷۳ھ میں وصال ہوا، عوف بن مالک تابعی بھی ہیں۔ لیکن اس جگہ صحابی مراد ہیں۔

[۵۲] ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ مدعی نے ناجائز طور پر ان کا حق حاصل کر لیا ہے، غم واندوہ اور حسرت کی بنا پر یہ کلمہ کہا۔

[۵۳] اس جگہ عجز سے مراد، کیس کا مقابل ہے، کیس کاف پر زبر اور یا ساکن، زیرکی ہوشیاری معاملات

میں بیدار مغزی، اسباب پر توجہ دیتے ہوئے مصلحت کار اور انتظام کے لیے. بہتر راستہ اختیار کرنا اور مقدمات کے معاملات میں غور و فکر کو بروئے کار لانا وغیرہ، یہ کیس اور کیاست کا معنی ہے اور اس کے مقابل عجز یہ ہے کہ یہ کام انجام نہ دے سکے اور فکر و تدبیر میں بے بس ہو جائے، یعنی تمہیں چاہیے تھا کہ مقدمے اور معاملے میں بیدار مغزی اور ہوشیاری سے کام لیتے اور اس سلسلے میں مدعی کے گواہ پیش کرنے سے پہلے کوتاہی سے کام نہ لیتے، جیسے کہ اس کے بعد فرمایا۔

[4] غور و فکر کرنے اور اپنی پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود۔

[5] لیکن ہوشمندی اور احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے سے پہلے یہ کلمہ کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا، اس جگہ متنبہ کرنا اور معاملات میں غور و فکر اور بیدار مغزی پر ابھارنا اور حق کے قائم کرنے اور اسباب کے ذریعے اسے ثابت کرنے کی کوشش میں سستی اور غفلت پر ملامت کرنا مقصود ہے، اور یہ طاقت ور مومنوں کا حال ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ۔ طاقت ور مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے —— یا اللہ! ہم کمزور ہیں، ہم دنیا و آخرت کے اپنے معاملات کی تدبیروں کی طاقت نہیں رکھتے، ہمیں اپنی طاقت کے ساتھ قوی اور توانا بنا دے۔ یا اللہ! گناہ سے بچنے اور نیکی کے اپنانے کی توانائی دینے والا تو ہی ہے، اے طاقت والے! تیرے سوا اس ناتواں کا کون ہے؟ اے قدرت والے! تیرے سوا عاجز کا کون دستگیر ہے؟

٣٦٠٩/٢٧ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِیْ تُهْمَةٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ) وَ زَادَ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ ثُمَّ خَلّٰی عَنْهُ۔

حضرت بہز بن حکیم[1] اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت میں قید کیا[2]۔ (ابو داؤد) امام ترمذی اور نسائی نے اضافہ کیا کہ پھر اسے چھوڑ دیا۔

---

[1] بہز باء پر زبر، ہاء ساکن، اور آخر میں زاء بن حکیم، عن ابیہ عن جدہ، حضرت بہز کے دادا معاویہ بن حیدہ ہیں بے نقطہ حاء پر زبر، یاء ساکن، یہ بہز بن حکیم تابعی ہیں، علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے، ایک جماعت نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے، لیکن امام بخاری اور مسلم، اپنی صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں لائے۔

[2] ان پر قرض یا کسی گناہ کا دعویٰ کیا گیا تھا، یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ قید کرنا، احکام شریعت میں سے ہے تاکہ مدعی کی سچائی اور گواہ معلوم ہو جائیں، اور جب گواہ قائم کر دے جائیں تو مدعا علیہ کو رہا کر دیا جائے گا اور جو اس کے ذمہ لازم آتا ہے اس کا فیصلہ سنا دیا جائے گا ۱۲ قادری)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

۳۶۱۰/۲۸ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يُقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ)

تیسری فصل

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ دونوں فریق[۵۱] حاکم کے سامنے بیٹھیں۔

(امام احمد، ابوداؤد)

[۵۱] مدعی اور مدعا علیہ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقدمہ کے دونوں فریقوں کو بیٹھنے کی اجازت دی جانی چاہیے یہ درست نہیں ہے کہ انہیں کھڑے رہنے پر مجبور کیا جائے ۱۲ قادری)

تصوّف کی بنیادی اور مشہور عالم کتاب

کشف المحجوب

مصنفہ

حجۃ الکاملین امام الواصلین حضرت ابو الحسن سید علی ہجویری
المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ	سلیس مستند عالمانہ ترجمہ از
میاں محمد سلیم صاحب حمّاد دربار داتا صاحب لاہور	**سیّد محمد فاروق القادری ایم اے**

علماء، مشائخ، محققین اور عوام کے لئے عالمانہ، عارفانہ، محققانہ، سلیس شگفتہ اور پیرابندی کے حُسن میں ڈھلا ہوا شایانِ شان ترجمہ۔ اس کے علاوہ ضروری مقامات پر تشریحی نوٹس، آیاتِ کریمہ کے حوالہ جات اور مستند مقدمہ کے سبب کتاب کی اہمیت و افادیت دو چند ہیں۔

فرید بُک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور

صفحات ۷۶۸ قیمت مجلّد -/۷۵ روپے

فرید بک سٹال لاہور کی عظیم فخریہ پیشکش

شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے یہ شرح قارئین کو دوسری تمام شرحوں سے بے نیاز کر دے گی۔

جلد اول - ۱۲۰ جلد دوم -۱۸۰ جلد سوم ۲۲۵ جلد چہارم زیر طبع

دیگر مطبوعات کی فہرست کے لئے جوابی لفافہ ارسال کریں

ناشر:
فرید بک سٹال، ۴۰۔ اردو بازار، لاہور ۲
فون۔ ۳۱۲۱۷۳ / ۲۲۴۸۹۹